UNIVERSAL
LIBRARY
OU_224672
UNIVERSAL
LIBRARY

BROWN
BOOK ONLY

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين

البلاغ

هذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا
انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب (۱۳ : ۵۲)

سر - ۲ | کلکتہ : جمعہ - ۱۸ محرم سنہ ۱۳۳۴ ہجری | جلد ۱
Calcutta : Friday, 26 November. 1915.

البلاغ

ترجمان القرآن

یعنی قرآن حکیم کا اردو ترجمہ ' اثر خامۂ ادیب الہلال

آسمانی صحائف و اسفار کے حقیقی حامل و مبلغ [illegible] کرام و رسل عظام ہیں پس انکی تبلیغ و تعلیم اور نشر و ترویج کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبر [illegible] جس کی توفیق صرف انہی لوگوں کو مل سکتی ہے جنہیں حق تعالی انبیاء کرام کی معیت کے [illegible] نطق فرماتا ہے ' اور انکا نور عام براہ راست مشکواۃ نبوت سے ماخوذ ہوتا ہے : و ذالک فضل اللہ یوتیہ من

ہندوستان کی گذشتہ قرون اخیرہ میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کی توفیق ملی ' وہ حضرت شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان تھا - انکے فرزند حجۃ الاسلام ' امام الاعالم ' متعدد العصر ' حضرۃ شاہ ولی اللہ قدس سرہ تھے ' جنھوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمہ کی ضرورت الہام الہی سے محسوس کی ' اور فارسی میں اپنا عدیم النظیر ترجمہ مرتب کیا - انکے بعد حضرۃ شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہما کا ظہور ہوا ' اور اردو زبان میں ترجمۃ القرآن کی بنیاد استوار ہوئی - سکر اللہ سعیہم ' و جعل الجنۃ مثواہم !

اس واقعہ پر تھیک ایک صدی گذر چکی ہے ' لیکن یہ ابھی تک طرح مطالعہ آمیز نہ سمجھا جائیگا کہ [illegible] تبلیغ قرآن حکیم کی جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکھی تھی ' [illegible] تکمیل کا شرف حق تعالی نے [illegible] کیلئے مخصوص کردیا تھا ' جنھوں نے بعض داعیان حق و خادمان [illegible] اعجاز ممتاز ' و [illegible] و انکے [illegible] قرائد ' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکھکر قرآن حکیم کا یہ اردو ترجمہ نہایت [illegible] معنی خیز ' حقیقت فہما عبارت میں مرتب کیا ہے ' اور بحمد اللہ کہ زیور طبع [illegible]

یہ ترجمہ کیسا ہے ؟ ان لوگوں کیلئے جو الہلال کا مطالعہ کرچکے ہیں ' اسکا جواب [illegible] بالکل غیر ضروری

یہ ترجمہ حامل المتن کاتب کی جگہ لیتھو میں چھاپا جارہا ہے [illegible] اور بچوں ' عورتوں ' سب کے میں آسکے - قیمت فی جلد چھ روپیہ رکھی گئی ہے - لیکن جو حضرات اس [illegible] دیتے ہیں قیمت [illegible] انسے صرف ساڑھے چار روپیہ لیے جائینگے - درخواستیں اور روپیہ مدیر البلاغ کے نام بھیجنا چاہئے -

نوٹ — ڈبل نمبر ہونے کی وجہ سے قیمت فی پرچہ چھ آنہ -

۱۲۵۱۰

" کتاب مرقوم یشهد [illegible] (۸۳ : ۱۸)

" فی ذالک فلیتنافس [illegible] " [۸۳ : ۲۳]

السحر الحلال

مجلدات الهلال

گاہ گاہے [illegible] پارینہ را

تازہ خواہی داشتن [illegible] ہائے سینہ را

(۱) " الهلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہی وقت میں دعوۃ دینیۂ اسلامیہ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کی تجدید ' اعتصام بحبل اللہ المتین کا واعظ ' اور وحدۃ کلمۂ امۃ مرحومہ کی تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیہ ' و فصول ادبیہ ' و مضامین و عناوین سیاسیۂ و فنیہ کا مصور و مرصع مجموعہ تھا - اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب اللہ المحکم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے آخر علم ادب میں در سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی نے تعلیمات الاہیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے ' وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرتے ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جملہ ' ایک ایک ترکیب ' بلکہ علم طرق تعبیر و ترتیب و اسلوب و نسج بیان اس وقت تک کے تمام ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الاہیہ کے احکام جامع دین و دنیا اور حاوی سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے غریبی مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جو مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال اتباع شریعت کی تلقین کی ' اور سیاسی آزادی و حریت تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ اسکے اثر ہی اندر ہزاروں دلوں ' ہزاروں زبانوں ' اور صدہا سے اس حقیقت کو معتقدانہ نکلوا دیا !

ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ [illegible] الحاد کے دور میں توفیق الہی سے عمد[illegible] والقرآن کی دعوت [illegible] سرفر عاملہ بپا کردیا - اور بلا ادنی مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار مشککین ' مذبذبین ' منافقین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام ' راسخ اعتقاد ' مومن صادق الاعمال مسلم ' اور مجاہد فی سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر ہیں جن میں ایک نئی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے : و ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص علم مقدس جہاد فی سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر [illegible] کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و موہبت خاص ہے

(۶) طالبان حق و ہدایت ' متلاشیان علم و حکمت ' خواستگاران ادب و انشاء ' تشنگان معارف الاہیہ و علوم نبویہ ' فرقہ سب کیلئے اسکے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئی نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہوں وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے ' جن میں سے ہر فصل بجائے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور ہر زمانے اور ہر وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے -

(۷) چھ مہینے کی ایک جلد مکمل ہوتی ہے - فہرست مرادات و تصاویر وہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی گئی ہے - رنگین کپڑے کی جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام ہندوستان میں رسید و فرید چھپائی کے ساتھ بڑی تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپنے کی - تیسری ' چوتھی اور پانچویں جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں - تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زائد ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں ' اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر کسی اور کتاب میں ہوتی ہیں تو اسکی قیمت [illegible] روپیہ سے [illegible] ہوتی

(۹) تا این ہمہ قیمت صرف [illegible] روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے

Tel. Address: "Albalagh," Calcutta.
Telephone No. 648.

AL-BALAGH.

Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
25, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly " Rs. 6-12

البلاغ

مدیر مسئول و مدیر تحریر
ابو الکلام آزاد الحسینی الدہلوی
مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - ریپن لین
کلکتہ
ٹیلی فون نمبر ۶۴۸
سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

نمبر - ۲ | کلکتہ : جمعہ - ۱۸ محرم سنہ ۱۳۳۴ هجري | جلد ۱
Calcutta : Friday, 26 November. 1915.

ما لا بد منه

(۱) دفتر کي مالي مشکلات اور دفتروں کا حال احباب کرام سے پوشیده نہیں : (ع) تا چند بگویم که چساں ست و چساں نیست ؟

اس عاجز نے کسي طرح کي مالي اعانت دوستوں سے نہیں لي' اور کبھي اسے پسند نه کیا که قیمت کے علاوه اور کوئي بار پبلک پر ڈالا جاے - اس اصول کي وجه سے جو جو مشکلیں برابر پیش آتي رهیں ' همیشه انہیں خاموشي کے ساتھه جھیلا - حتی که کبھي دنیا کو انکي خبر بھي نہیں دي - کیونکه مصیبتوں کي خبر صرف انہي کو دیني چاهیے جنکے پاس انکا علاج هو - اور اس اعتبار سے صرف ایک هي ذات هے جو مصیبتوں کو دور کرتي اور پکارنے والوں کو جواب دیتي هے : الذي خلقني فهو یهدین ' و الذي هو یطعمني و یسقین ' و اذا مرضت فهو یشفین ' و الذي یمیتني ثم یحیین ' و الذي هو اطمع ان یغفر لي خطیئتي یوم الدین (۲۶ : ۷۸) سو اس قدوس ذات [illegible] خدمت میں جائے پانه دي جائے' اسکے آگے اپنا افسانۂ غم [illegible] اسکے سامنے اپنے زخموں کي پٹي کھولیں یا [illegible] کھولیں ' اپني آنکھیں هر حال میں سب کچھه دیکھه [illegible] هیں ' اور اسکے کان صحت و مرض ' راحت و رنج ' [illegible] مصیبت ' هر حالت کي صدائیں سن رهے هیں : [illegible] (۸۹ : ۱۳) الم یعلم بان الله یری ؟ پھر جب ایک ایسا [illegible] سمیع و بصیر آقا موجود هو' تو اسکي چوکھٹ کے غلاموں کیلیے [illegible] جائز هے که اپنے هي جیسے درماندوں اور عاجزوں [illegible] اپنا دکھڑا لیجائیں ؟ یا انکي طرف ایک لمحه کیلیے نظر [illegible] ؟ وه بلا شبه اسکي چوکھٹ کے غلام هیں - لیکن اس [illegible] جسکا سر جھک گیا' پھر وه دوسروں کیلیے شہنشاه و حکم فرما [illegible] جس سے مانگا اور لیا جاسکتا هے ' پر وه کسي سے [illegible] اور نه لیتا هے : و من یتوکل علی الله فهو حسبه !

([illegible]) [illegible] ایک هي بات پر غور کیجیے که اتنے عرصه کے التوا [illegible] انتظار تحصیل [illegible] مستعد [illegible] کے بعد پریس جاري هوا ' لیکن پریس [illegible] چلنے سے کسي طرح کوئي مالي آمدني دفتر کو نہیں هوسکتي [illegible] بڑي تعداد ان حضرات کي هے جو پیشگي قیمت ششماهي [illegible] سالانه [illegible] هي بھیج چکے هیں' اور اب انکے اسي قرض میں رساله انکے نام جاري کر دیا گیا هے - چھه ماه یا سال بھر تک انسے کوئي نئي قیمت وصول نہوگي اور نه وصول هوني چاهیے - پس ایسي حالت میں ظاهر هے که سال بھر یا اقلاً چھه ماه تک تو پرچه قطعاً بغیر کسي نئي آمدني کے جاري رکھنا پڑیگا - اسکے بعد کہیں خریداروں سے قیمت وصول هوگي -

(۳) هم اسکے لیے الحمد الله که مستعد هیں' اور اگر مستعد نہوتے تو البلاغ جاري نہوتا - لیکن اگر آپکا جي چاهے تو چند دوستوں کیلیے اسپر غور کر لیجیے که رساله جاري کرکے هم نے ڈھائي هزار روپیه سے زیاده کا ماهوار خرچ اپنے اوپر لے لیا هے ' حالانکه چھه ماه تک کوئي نئي آمدني پریس کو نہوگي اور محض پچھلے حساب میں پرچه جاري رکھنا پڑیگا -

(۴) هم کسي طرح کا بار احباب پر نہیں ڈالنا چاهتے - صرف یه چاهتے هیں که وه ان مشکلات پر نظر ڈالیں' اور اقلاً اتني کوشش اگر انپر گراں نہو تو کریں که نئے خریدار پیدا کیے جائیں ' اور انسے باره روپیه سالانه یا پرانے سات روپیه ششماهي قیمت بھجوائي جاے - ممکن هے که اسطرح همیں ان مشکلات میں کچھه مدد ملے -

(۵) ایک صورت پریس کے مدد کي یه هے که تفسیر " البیان " کے اجزا ماهوار شائع هوا کرینگے' اور " ترجمان القرآن " پتھر کي چھپائي میں زیر طبع هے - اگر شائع هونے کے بعد وه ان کتابوں کو لینے والے هوں تو صرف اتني عنایت کریں که انکي پیشگي قیمت بذریعه مني آرڈر اسي وقت جلد سے جلد بھیجدیں - اسطرح اگر ایک اچھي رقم آگئي تو اس سے پریس کو اپنے کاموں میں مدد ملیگي - یه پیشگي ترسیل بھي هم بلا معاوضه کے نہیں چاهتے - حالانکه اگر چاهتے تو کم سے کم اسکا حق تو ضرور رکھتے تھے - پیشگي قیمت بھیجنے والوں کیلیے قیمت میں تخفیف کردي گئي هے اور اسطرح خریداروں کیلیے اسمیں ایک مالي فائده بھي هے -

(۶) یه واضح رهے که پیشگي قیمت بھیجنے کا مطلب یه نہیں هے که آپ ایک کارڈ اوٹھاکر بھیجدیں که " جب شائع هو' وي پي کر دیجیے گا " یه بالکل بے سود هے ' اور اگر یهي کرنا هے تو براه کرم اپنا ایک پوسٹ کارڈ بھي ضائع نه کیجیے - جب یه کتابیں شائع هو جائینگي - آپ بھي خرید لیجیگا - پیشگي سے تو مقصود یه هے که اسي وقت بذریعه مني آرڈر قیمت روانه کیجیے' اور اگر یه کام مفید هے تو دوسروں کو بھي ترغیب دیکر قیمتیں بھجوائیے -

(۷) اگر لوگوں کے پاس دل اور دماغ هو ' اور اگر انھوں نے حقیقي طور پر مسلمانوں کے مرض اور اسکے علاج کو سمجھا هو ' تو انکے لیے اسکي تشریح ضروري نہیں که ترجمان القرآن کیا چیز هے ؟ اور اسکي اشاعت سے بڑھکر اور کوئي اسلامي خدمت هوسکتي هے یا نہیں ؟ - اگر الله تعالی اس حقیقت کے فہم کیلیے آپکے قلب کو کھول دے اور توفیق دے' تو آپکے سامنے آپکے مال و دولت کا سب سے بڑا مصرف موجود هے - یعني ترجمان القرآن کي زیاده جلدیں خرید کر آپ مسجدوں میں ' مدرسوں میں ' علماء میں ' واعظوں میں ' کتب خانوں اور دلوں میں مفت تقسیم کر سکتے هیں - اسي سبب سے اسکي قیمت بہت هي کم رکھي گئي هے - البته یه ایک ایسي چیز هے جسکي توفیق صرف انهي بندوں کو ملیگي جنکے روپیه کو خدا نے اپني راه میں خرچ هونے کیلیے چن لیا هے - ورنه انفاق في سبیل الطواغیت و الشیاطین کي اتني اهمیت آجتک کھلي هوئي هیں که ان سب سے آنکھیں بند کرکے حقیقي ربا یي کاموں کي طرف آنا بہت هي مشکل هوگیا هے -

البلاغ

فاتحة " البلاغ "

(٢)

يا ايها الذين امنوا! استجيبوا لله وللرسول اذا دعاكم لما يحييكم، و اعلموا ان الله يحول بين المرء و قلبه و انه اليه تحشرون - و اتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة، و اعلموا ان الله شديد العقاب - و اذكروا اذ انتم قليل مستضعفون في الارض تخافون ان يتخطفكم الناس فاواكم، و ايدكم بنصره، و رزقكم من الطيبات لعلكم تشكرون - يا ايها الذين امنوا! لا تخونوا الله والرسول وتخونوا امانا تكم و انتم تعلمون - و اعلموا انما اموالكم و اولادكم فتنة، و ان الله عنده اجر عظيم - يا ايها الذين امنوا! ان تتقوا الله يجعل لكم فرقانا، و يكفر عنكم سيئاتكم، و يغفرلكم، والله ذو الفضل العظيم!

(٨ : ٢٣)

تلك ايات الكتاب المبين، تنزيل من رب العالمين، هدى و بشرى للمومنين، نزل به الروح الامين، على قلب محمد خاتم النبيين، ليكون من المنذرين، و انه لتذكرة للمتقين، و انه لحسرة على الكافرين، و انه لحق اليقين؛ يذكر بها " البلاغ " قرائه على راس السنة الرابع والثلاثين، ليتذكروا ان في النور ظلمة و نورا، وكلما خبيثا وكلما ماثورا، وعملا سيئا و عملا مبرورا، و من اراد الاخرة و سعي لها سعيها و هو مومن فاولائك كان مشكورا (١٧ : ٢٠) و ان تكونوا صالحين فانه كان للاوابين غفورا (١٧ : ٢٧)

و ليتذكروا ان للامم حياة و موتا، و ان في الناس مكرا و فتنا - و ان للحياة دعوة يخاطب بها الاحياء، و ان لها فتنة من قبل الكبراء والرؤساء - و ان العاقبة للمتقين، و ان كانوا مستضعفين، و لا عدوان الا على الظالمين: وكم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله والله مع الصابرين (٢ : ٢٤٩) وكذالك جعلنا في كل قرية اكابر مجرميها ليمكروا فيها و ما يمكرون الا بانفسهم و ما يشعرون ! (٦ : ١٢٣)

ليتذكروا ان من يدعو الى الحياة فهو يدعو الى الاستقلال و المساواة، و من يدعو الى الموت فهو يقاوم الباطل - و ان ابغض الاشياء الى الرؤساء المستبدين، و امراء الضالين، و علماء المقلدين، [illegible] الفكر [illegible] بين الناس في الحقوق - و ابغض الناس الى الكبراء المترفين، من يدعو الى نصرة الحق و مقاومة الباطل و الى جعل التفاضل بين الناس بالاعمال والفضائل - فالسادات والجالوت، و الكبراء المستكبرون، و الرؤساء [illegible] و الهداة الضالون، و المرشدون الدجالون، و جنود ابليس اجمعون، اعداء المصلحين في كل زمان، خصماء الحق و السعادة في كل مكان - غرورا بالقوة الشيطانية وطغيانا بالغني، و استكبارا في الارض و مكرا السيء و لا يحيق المكر السيء الا باهله، فهل ينظرون الا سنة الاولين؟ فلن تجد لسنة الله تبديلا، و لن تجد لسنة الله تحويلا او لم يسيروا في الارض فينظروا كيف كان عاقبة الذين من قبلهم؟ و كانوا اشد منهم قوة و ما كان الله ليعجزه من شيء في السماوات ولا في الارض، انه كان عليما قديرا - (٣٥ : ٤١)

و ليتذكروا ان انتقال الامم من حال الى حال، لا يكون من الرؤساء المترفين، و لا بالاعتماد على الامراء الفاسقين و المقلدين الجاهلين، والمرشدين الضالين - و انما يكون بتغيير افراد الامة ما بانفسهم من الافكار و العقائد، و طلب المصالح و درء المفاسد - وتذكروا ان المسلمين غيروا ما كان بانفسهم في اول نشاءتهم بالتدريج، فغير الله ما كان [illegible] عزة الحياة والقوة، و سيادة العدل و الفضيلة - و لن يغير ما هم الان فيه، الا بعد الرجوع الى ما كانوا عليه [illegible] جراثيم التقليد واجتثاث شجرة التعصب للمذاهب - واساسه جمع كلمة الامة، و تحقيق معنى [illegible] الاعتصام بالكتاب والسنة - " فالبلاغ " يدعوهم الى " الاصلاح الديني " قبل كل شيء، لانه يتوقف عليه كل شيء - [illegible] لا يصلح هذه الامة، الا بما صلح به اولها - و صلح اول هذه الامة بهدي كتاب الله تعالى و سنة نبيه صلى الله عليه [illegible] و هداهم ذالك الى كل اصلاح صوري و معنوي، جزئي وكلي، مادي و ادبي، علمي و مدني [illegible] الى صراط مستقيما، فاتبعوه و لا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله، ذالكم وصاكم به لعلكم تتقون (٦ : ١٥٣)

ا

لقد اتي على المسلمين حين من الدهر و هم في مرض اجتماعي يشبه داء السكتة - تعبث في جسامعتهم جراثيم المرض وهم لا يشعرون، و تهددهم بالزوال والفناء و هم لا يعلمون - حتى اذا فار التنور، وجاء القدر المقدور-

تخرق حجاب الغرور ، وطفق يدب دبيب الشعور - ولكنه شعور يظهر انه زاد الامة مرضا ، حتي تكون حرضا - شعور هبط ببعض ذريه في مهاوى الاياس ، وطوح ببعضهم الى مرامي الوسواس - فكان انتقالا من طور الخدر و السبات ، الي طور الحيرة والشتات : كلما ارادوا ان يخرجوا منها من غم ، أعيدوا فيها و ذوقوا عذاب الحريق (٢٢ : ٢٢) قل من كان في الضلالة فليمدد له الرحمن مدا (١٩ : ٧٧) ويزيد الله الذين اهتدوا هدى ، والباقيات الصالحات خير عند ربك ثوابا و خير مردا (١٩ : ٧٩)

و لما استيقظ فيها الشعـــور بما فسد من امر دنياها ، قبل الشعـــور بما كان سببـــا له من فســـاد امر دينها ، و شعرت بالخطـــر على حياتها الماديـــة و الصوريه ، غافلـــة عن عللهـــا الروحيـــة و اسبـــا بها المعنوية ؛ شرعت في شي من الا صلاح الصوري والجزئي ، بدون ان تويده بروح الا صلاح المعنوي و الكلى - فعد السلطان محمود خان المصلح مصلحا بتغيرالزى الرسمي و نظام الجنديه ، و السلطان عبد المجيد مصلحا باعلان التنظيمات العثمانيه ، و مصطفي رشيد و فواد باشا و خيرالدين التونسي و اعوانهم مصلحين بادخال الدولة العثمانية في "سلك الدول الاروبيه ، و مدحت باشا الشهير مصلحا باقتباس القوانين الغربيه ، و محمد على في مصر بارساليات العلمية الى البلاد الافرنجيه ، و السيد احمد خان في الهند بفرنجة الامة الا سلاميه ، و جمال الدين الاسد ابادي بالدعوة الى الجامعة السياسيه ، و امير عبدالرحمن خان بالتاليف بين القبائل الا فغانيه ، و الشيخ محمد بيرم التونسي و صدرالدين الرسي باخذ العلوم العصرية والماديه - و لكن لم تتوجه همة احد الى الدعوة الى القران ، و اقامة الميزان و الفرقان ، و ازالة البدع و المنكرات ، والتقاليد والعادات ، وجمع الكلمة التي فرقتها المذاهب و اللغات - فما زاد الامة ذالك الاصلاح الصوري و الجزئي الا ضررا من الفساد ، ولا افاد الدولة الا اضعاف الاستقلال و اضاعة البلاد : قل هل ننبئكم بالاخسرين اعمالا ؟ الذين ضل سعيهم في الحياة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا ، اولائك الذين كفروا بآيات ربهم و لقائه فحبطت اعمالهم فلا نقيم لهم يوم القيامة وزنا (١٨ : ١٠٤)

٢

نعم ، ان المسلمين امسوا كالريش في مهب رياح الحـــوادث ، و كالغثاء في مجرى سيول الكوارث ؛ لا راى لخواصهم فيما يراد منهم ، و لا شعور لعوامهم فيما يراد بهم - وللاعداء يد في تصرف كبرائنا في سياستنا ، و يد في تصريف اموالنا و انفسنا في مصلحتهم دون مصلحتنا ، و يد تطبع الا رواح باخلاق و عادات تنافى آداب ملتنا ، و تودع فى العقول عقائد و افكارا تقوض بناء وحدتنا - فاي شي بقي في ايدينا من شورن امتنا ؟ اللهم انه يقل فينا من بقي لـه اذن تسمع و عين تبصر ، و قلب يشعر و عقل يفكر - و يقل في ها اولاء القليلين من له ارادة تتوجه الى عمل للامة ، و ثبات فيما يحاول من كشف الغمه - والرجاء بفضل الله تعالى معصور في ها اولاء الا قلين ، و من يتصل بعزيهم حينا بعد حين ، و العاقبة للمتقين : وكم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله و الله مع الصا بريين (٢ : ٢٤٩)

٣

قال الله سبحانهُ و تعالى : نزل عليك الكتاب بالحق مصدقا ما بين يديه ، و انزل التورات والانجيل من قبل هدى للناس ، و انزل "الفرقان" (٣ : ١) و قال فى سورة الحديد : لقد ارسلنا رسلنا بالبينات و انزلنا معهم الكتاب والميزان ليقوم الناس بالقسط ، و انزلنا الحديد فيه بأس شديد و منافع للناس (٥٧ : ٢٥)

فهذا بيان للناس بان بناء معاشهم و معادهم يقوم على اربعة اركان : الكتاب ، و البصيرة ، و العدل ، و القوة النافذة و المقومه - وهي القران ، و الفرقان ، والميزان ، والحديد - من تمسك بهم نجا ، و من تركهم ضل و غوى ، و خزى في الاخرة و الاولى : و من اعرض عن ذكرى فان له معيشة ضنكا ، و نحشره يوم القيامة اعمى (٢٠ : ١٢٤) و كذالك نجزي من اسرف ولم يومن بايات ربه ولعذاب الاخرة اشد و ابقى (٢٠ : ١٢٧)

" الفرقان " عقل يفرق بين الحق و الاباطيل ، و يدرك اسرار الخليقة و فقه التنزيل - فهو المخاطب با قامة [illegible] ، و هو المطالب بالتصرف في الطبيعه ، فيا خذ منها بقدر اجتهاده ، علي حسب استعداده - و "الميزان" عدل [illegible] في الاخلاق و الافكار و الاحكام ، به ينفذ حكم القران و الفرقان ، حتى يلتم شمل الانسان - فيعطي كل ذي حق [illegible] ويرفى كل ذي قسط قسطه - و ان لربه عليه حقا ، و لنفسه عليه حقا ، و لزوجه عليه حقا ، و لاهله عليه حقا ، و لقومه عليه حقا ، و لامته عليه حقا ، و لمجموع الناس عليه حقا - فالقران يهدى الى الحقوق و يبين ، والفرقان يفرق بين المتشابهات و يعين - و انما القسمة بالميزان ، و بالثلاثة تكمل فطرة الديان - فالقران كتاب مسطور ، و ضياء و نور - و بالفرقان نقرء و ندرس ، و نجتلى و نقبس - و بالميزان نعمل بالعلم ، و نقوم بالقسط - و من شذ عن هذه الثـــلاثة فلـم يهتد بالنقـــل و العقـــل ، ولم يخضـــع لسلطـــان العـــدل ، فقـــد انزل الله لعلاجه "الحديد" الجامع بين المنافع و الباس الشديد - فيدرب بقوة السلاح ، حتى يستقيم امر الاصلاح - و يكون كلمة الحق هي العليا ، و كلمة الباطل هي السفلي : و قا تلوا هم حتي لا تكون فتنة و يكون الدين لله (٢ : ١٩٣)

بهذه الاركان الاربعة كان الاســـلام دين الفطرة ، و الهادي بسنن الشريعة الي كمال سنن الطبيعه - و لكن هدم التقليد جميع هذه الاركان ، و استبدل بها قول فـلان و فـلان ، اسماء سماها المقلدون هم و ابا وهم ما انزل الله بها من سلطان - فاما ركن "الكتاب" فيزعمهم ان فهمه و الاهتداء به خاص بنفر يسمون المجتهدين و المفسرين ، و انهم

انقرضوا و قد عقم الزمان عن مثلهم الي يوم الدين ! و اما ركن الفرقان، فبما اهملوا من الحكمة الدينية، و العلوم الكونية، و الفنون العمليه، و اجتهاد الفكر و النظر في الحياة الاجتماعيه - و اما ركن الميزان، فباباحة الاستبداد لذوي السلطان، و تحتيم طاعتهم و لو في الاثم و العدوان، و بتعزيزهم و تعزيزهم، و اجلالهم و توقيرهم، بل بتأليههم و تقديسهم بكرة اصيلا - فقد اندرس من هذا الركن علمه و عمله، و انمحي بالكلية حقيقته و رسمه، و استولت علي القلوب مداهنة الخلق، و انمحت عنها مراقبة الخالق، و استرسل الناس في اتباع الهوى استرسال البهائم، و عز علي بساط الارض مومن صادق لا تاخذه في الله لومة لائم - و اما ركن الحديد، فبالاعراض عن الجهاد في سبيل الحق و مقاومة الظلم و الطغيان، و التعاون علي الاثم و العدوان - فمتى يثبت لشعوبهم و دولهم بنيان، و قد هدموا جميع هذه الاركان، و فسقوا فيها عن هداية القران ؟ فاولائك اعداء الرحمن، و اولياء الشيطان : و من يتخذ الشيطان وليا من دون الله فقد خسر خسرانا مبينا، يعدهم و يمنيهم، و ما يعدهم الشيطان الا غرورا (٤ : ١١٩) و اذا اردنا ان نهلك قرية، امرنا مترفيها، ففسقوا فيها، فحق عليها القول، فدمرناها تدميرا (١٧ : ١٢)

٤

ان بعد رجال الدين عن علوم القران و الفرقان و الميزان و الحديد، وجمودهم علي ما اوجبوه علي انفسهم من التقليد ؛ جعلهم بمعزل عن الزعامه، و حرمهم مقام الاسوة و الامامة - فلم يبق لهم شي من الامر و النهي، و باتوا لا يقصد اليهم في الاستشارة و الرأى - لا يستفتون في ادارة المصالح و درء المفاسد، و لا يعتمد عليهم في نظام التربية و التعليم في المدارس - فقلت بعدم الثقة بهم ثقة الناس بالدين، و كثر الفسق في الجاهلين، و الالحاد و الكفر في المتعلمين - انحلت رابطة جامعته المليه، و كادت تنفصم عروة اخوته الروحيه - فسهل على الاعداء تخطفهم شعبا شعبا، و انتقاص بلادهم قطرا قطرا : ولقد صرفنا في هذا القران ليذكروا، و ما يزيدهم الا نفورا (١٨ : ٤١) وقال الرسول يا رب ! ان قومي اتخذوا هـــذا القران مهجورا (٢٥ : ٣٠) وكاين من قرية عتت عن امر ربها و رسله، فحاسبناها حسابا شديدا (٦٥ : ٩) و بلونا هم بالحسنات و السيئات لعلهم يرجعون (٧ : ١٦٧)

٥

فا " لبلاغ " يدعو المسلمين الي اقامة الاركان الاربعة باسم الاسلام، من حيث يحتجون علي هدمها بالاسلام - و انما اقامتها ان يكون امر الامة بايدي اهل القران، و اصحاب الفرقان، و مقيمي الميزان، و حملة الحديد، الذي فيه باس شديد : هذه سبيلي ادعو الى الله على بصيرة انا و من اتبعني (١٣ : ١٠٨) فمنهم من يومن به و منهم من لا يومن به، و ربك اعلم بالمفسدين (١٠ : ٤٠)

٦

هذا ضرب من ضروب هداية القران، الذي دعا الى جميع الاصول التي فيها سعادة الانسان - فمن اقام هذه الاركان كلها كان هو المسلم الكامل و ان سمي مبتدعا اوملحدا او دهريا - و من هدمها كلها كان ملحدا في آيات الله سبحانه وان سمى نفسه مسلما حنيفيا - و من كان اقرب اليها، كان حظه من السعادة بمقدار سهمه منها - و متى تنازع شعبان او امتان، كان الظفر لمن كان اقرب من هذه الاركان، و هو الاقرب الي هداية القران : فطرة الله التي فطر الناس عليها، لا تبديل لخلق الله، ذالك الدين القيم، ولكن اكثر الناس لا يعلمون (٣٠ : ٣٠)

٧

سيقول السفهاء من الناس، و اهل الارجاف و الوسواس ؛ ان هذه الدعوة الى هداية القران، و اقامة الفرقان و الميزان، هي اجتهاد اقفل بابه في هذا الزمان، و الداعي اليها عدو مبين لاهل الايمان، و ما علينا الا تقليد شيوخنا اهل الفقه و التفسير و العرفان : بل قالوا مثل ما قال الاولون (٢٣ : ٨٣) انا وجدنا آباءنا على امة و انا على آثارهم مهتدون (٤٣ : ٢٣) واذا قيل لهم : اتبعوا ما انزل الله، قالوا : بل نتبع ما الفينا عليه آباءنا ! اولو كان آباؤهم لا يعقلون شيئاً و لا يهتدون ؟ (٢ : ١٦٥) ما لهم بذالك من علم ان هم الا يخرصون (٤٣ : ١٩) فاعرض عنهم و توكل على الله وكفى بالله وكيلا ! (٤ : ٨٣) و من ها اولاء من يلقي تبعة هلاك المسلمين و ضياع السلم على عواتق اهل السلطة المتغلبين على الحكام - و منهم من يوجب الخضوع والتعبد لكل ذى سلطان، و ان باستبداده القران والفرقان، وطغى بظلمه في الميزان، و يقول بعزة فرعون و هامان - و منهم من يحيل على القدر، و منهم من يقول ليس لها الا المهدى المنتظر - و منهم من يثبت ان هذا من علامات الساعة الكبرى، و منهم من يصيح " الا اياما معدودات قبل هلاك الدنيا " - فاولائك اعداء القران، و خصماء العلم و العرفان، و ان كثيراً من الاحبار و الرهبان، ليأكلون اموال الناس بالعدوان، و يقعدون بكل صراط يصدون عن سبيل الرحمن، فمثلهم في الانجيل و مثلهم في القران، كمثل الحمار يحمل اسفارا (٦١ : ٥) و ان منهم لفريقا يلوون السنتهم بالكتاب لتحسبوه من الكتاب و ما هو من الكتاب، و يقولون هو من عنـــد الله و ما هو من عنـد الله، و يقولون على الله الكذب و هم يعلمون (٣ : ٧٢) ان الذين يكتمون ما انزل الله من الكتاب و يشترون بـــه ثمناً قليلا، اولائك ما يأكلون في بطونهم الا النار (٢ : ١٦٩) قل يا اهل الكتاب ! لستم على شي حتى تقيموا التورات و الانجيل و ما انزل اليكم من ربكم (٥ : ٧٢) و منهم اميون لا يعلمون الكتاب الا اماني، و ان هم الا يظنون (٢ : ٧٢) و ان فريقا منهم ليكتمون الحق و هم يعلمون (٢ : ١٤٠)

والعلماء ! العلماء ! احذروهم وان خدموا الامة والدين ، والصلحاء ! الصلحاء ! اهلكوهم ان كنتم فاعلين - فاولئك حزب الشيطان ، الا ان حزب الشيطان هم الخاسرون (٥٨ : ١٦)

٩

علمتنا التجارب والاختبار ، ونطقت مواضي الحوادث والاخبار ، بان المقلدين من كل امة المنتحلين اطوار غيرها ، يكونون فيها منافذ وكوى لتطرق الاعداء اليها ، وتكون مداركهم مهابط الوساوس ، ومخازن الدسائس - بل يكونون بما اعمت افئدتهم من تعظيم الذين قلدوهم واسوا بهم واحتقار من لم يكن على مثالهم ؛ شؤماً على ابناء امتهم ؛ يذلونهم ، ويحقرون امرهم ، ويستهينون بجميع اعمالهم - وان بقي في بعض رجال الامة بقية من الشمم ، او نزوع الى معالي الهمم ؛ انصبوا عليه ، وارغموا من انفه ، حتى يمحى اثر الشهامة ، وتخمد حرارة الغيرة ، ويصير اولائك المقلدون المضلون ، طلائع لجيوش الغالبين ، وحماة الغاربين - يمهدون لهم السبيل ، ويفتحون عليهم الابواب - ثم يثبتون اقدامهم ، ويمكنون سلطتهم ، ويخربون بيوت الامة بايديهم ، ذالك بانهم من الذين نسوا الله فانساهم انفسهم ، اولائك هم الخاسرون ! لا يستوى اصحاب النار واصحاب الجنة ، اصحاب الجنة هم الفائزون ! (٥٩ : ١٩)

صدق حكيمنا ابن خلدون في قوله : " ان المغلوب مولع ابدا بالاقتداء بالغالب ، في شعاره وزيه ونحلته وسائر احواله وعوائده " نقول ولكنه قلما يقتدي به في معالي الامور ، واسباب القوة التي بها كان غالباً - لان المغلوبين المخذولين يستحوذ عليهم الخمول والكسل ، ويصيرون عالة على الغالب في عامة شؤنهم ، وهذا معنى قوله تعالى : ضرب الله مثلاً : رجلين احدهما ابكم لا يقدر على شي وهو كل على مولاه اينما يوجهه لا يات بخير ، هل يستوي هو ومن يامر بالعدل وهو على صراط مستقيم ؟ (١٦ - ٧٨) وقد يخدع الغرور اكثر المتفرنجين المقلدين ، فيتوهمون انهم بتقليدهم للافرنج في اسلوب التعليم ودعوة " القومية " و " الافرنجيه " قد ساروا على طريقهم الى الاستقلال الذاتي والكمال المدني ، وهيهات هيهات ما يتوهمون - لا تجد اكثرهم الا مخدوعين المخذولين ، وطريق العاملين المستقلين ، غير طريق المقلدين الخاسرين : فسيروا في الارض فانظروا كيف كان عاقبة المكذبين ! (١٦ : ٣٨)

يقولون " التعليم ! التعليم ! التعليم !!! " ويقولون " الاجتماع والمؤتمرات ، والاحزاب والجمعيات " وهم لا يعرفون حق ذالك من باطله ، فنحن نرى فساداً كبيراً وعصياناً مبيناً دخل على الامة من قبل هذه الاشياء وهم لا يشعرون - فالعبرة بروح التعليم والجمعيات لا بصورها ، والحقيقة في اساسها لا في اشكالها - وهذه لا تكون صالحة مصلحة الا اذا كان القائمون بهذه الاشياء صالحين مصلحين ، والهادين المرشدين ، والمؤمنين الراسخين ، فهل من السهل ان تعرف الامة من عساه يوجد فيها من هاؤلاء الرجال فتكل امر الاصلاح اليهم ؟ انى ذالك ؟ وعوامها جاهلون ، وخواصها المتفرنجون ، وعلماؤها المقلدون !! ولكن : لا تايئسوا من روح الله ، انه لا يايئس من روح الله الا القوم الكافرون !

يا للاسف ويا للعار ! راجت في سوقنا فتنة الخبيثة الافرنجيه ، فحلت روابطنا ، واضعفت جامعتنا ، ومزقت نسيج وحدتنا ، واغتالت معظم ثروتنا ، ونحن الى الان نتوهم اننا نرقي بذالك انفسنا ، ويغش الذين تفرنجوا منا انهم صاروا ارقي من سائرنا عقولاً ، واعلى اداباً ، واصلح اعمالا - حتى ان بعض احداث المدارس منهم يرون انفسهم بتاثير فتنة التفرنج انهم ارقى من سلفنا الصالح الذين فتحوا الممالك ، ومصروا الامصار ، ودونوا العلوم ، وبنوا لنا ذالك المجد الذي ساعدنا اعدائنا على هدمه منذ قرون ولما ينهدم كله !! الا ، اننا قوم جاهلون ، مخدوعون مسحورون - نخرب بيوتنا بايدينا ، وايدي اولائك الخادعين لنا - ووصل البغي والعدوان علينا الى هذه الدرجة ، ولم تزل الغشاوة كلها عن ابصارنا ، ولا الرين عن قلوبنا - ولا يزال في آذاننا وقر ، وبيننا وبين الحقيقة حجاب ! ولقد ذرانا لجهنم كثيراً من الجن والانس ، لهم قلوب لا يفقهون بها ، ولهم اعين لا يبصرون بها ، ولهم آذان لا يسمعون بها ، اولائك كالانعام بل هم اضل ، واولائك هم الغافلون ! (٧ : ١٧٨)

فيا ايها المتفرنجون ! لا تغلوا في تفرنجكم ولا تقولوا على دعاة القران غيرالحق ، ولا تتبعوا اهواء قوم ضلوا قبل ، ولا تتخذوا بطانة من دونكم لا يالونكم خبالا - (٣ : ١١٨) ومن يتولهم منكم فانه منهم ، ان الله لا يهدى القوم الظالمين ! (٥ : ٥٦) واعلموا ان افرنجيتكم الباطله لا بقاء لها اذا عارضها اسلامنا الحق - فانما بقاء الباطل في زهوق الحق عنه - والعاقبة للمتقين :

١٠

اختلفت عليكم الدعوة ايها المسلمون ، وكل حزب بما لديهم فرحون ، فاجيبوا داعي الله وامنوا به ، يغفر لكم من ذنوبكم ويجرمن من عذاب اليم ، ومن لا يجب داعي الله فليس بمعجز في الارض وليس له من دونه اولياء - اولائك في ضلال مبين (٤٦ : ٣٠) واستعينوا بالله واصبروا ، ان الارض لله ، يورثها من يشاء من عباده والعاقبة للمتقين (٧ : ١٢٥) فله دعوة الحق ، وما خالفها فهو باطل وفسق - فاتقوا الله واطيعون ، ولا تطيعوا امر المسرفين - ها نحن اولاء قد خرجنا عن استقلالنا الاجتماعي زمناً طويلا ، اطعنا فيه ساداتنا وكبرائنا فاضلونا سبيلا ، واخذنا الاجانب من ناحية سلطتهم اخذا وبيلا ، فما اغنت عنا ذلة العبودية لهم فتيلا ، ان هذه تذكرة ، فمن شاء اتخذ الى ربه سبيلا (٧٦ : ٢٩) ولا سبيل اليه الا باتباع هدايته ، والسير على سننه في خليقته : هذه سبيلي ادعوا الى الله على بصيرة انا ومن اتبعني ، وسبحان الله ، وما انا من المشركين (١٢ : ١٠٨)

٦

(المتفـــرنجون المفســـدون)

و من ورائهم قوم آخرون ، الذين يجعلون علته ما جهلوا او تركوا من هدى الدين ، و هو ما عمل به سلفهم فكانوا هم الايمة الوارثين - يحاولون ان يقطعوا هذه الامة اممـا ، و يسلكوا بها الى المدنية الحديثة طرائق قددا ، و هم ما عرفوا حقيقة المدنية الفاضلة وكنهها ، ولا ما يصلح للمسلمين ويتفق مع طبائعهم منها - و هم في طلب قشورها مقلدون ، صم بكم عمي فهم لا يبصرون - وها اولاء هم الـــذين مرقوا من الـــدين ، انكروا التقليد ولم يعرفوا الحق اليقين - يقولون لا رجاء للمسلمين بحياتهم المليه ، و لا باقامة الحدود الشرعيه ، فاذا لـم يحيوا حياة " افرنجية " فلا حياة لهم ، و اذا لم يتبعوا خطوات اوربا فلا مدينة لهم - كل هـذا و ذالك مما ينادي به المسلمون الجغرافيون ، منهم الملحدون ، و اكثرهم الفاسقون ، ولهم اعمال من دون ذالك هم لها عاملون (٢٣ : ٦٣) يحرفون ثروة الامة الى الا جانب ، و يقذفونها بالفجور و النفوذ الاجنبي من كل جانب ، و يتغلبون فيها على المناصب ، فينالون منها جمع المارب - يحقرون لها سلفها ، و يعظمون في نفسها كل ما هو اجنبي عنها - فهم المنافذ والكوى التي يدخلهـا منها الفساد ، و هـم الالات التي يستعين بها الاجانب على امر الامة والبلاد ، وهم الذين ضل سعيهـــم في الحياة الدنيا ، و هم يحسبون انهـم يحسنون صنعا - (١٨ : ١٠٤) فلا هم صاروا بهـــا اوربيين ، ولا ظلوا مسلمين شرقيين ، ولكن لغرورهم الافرنجية تراهم من المتكبرين الطاغين ، طلعهم كانه رؤس الشياطين - فاولائـك هم المتفرنجون المفسدون ، الذين يفسدون في الارض ولا يصلحون (٢٦ : ١٥٣) واذا قيل لهم لا تفسدوا فى الارض ، قالوا : انما نحن مصلحون ! الا ، انهم هم المفسدون ولكن لا يشعرون !! (٢ : ١٠)

الا ، انهم تحولوا عن التقاليد الاسلاميه ، الى التقاليد الافرنجية الصوريه - فيدحرجون الامة من تقليد الى تقليد ، ويقذفون الغيب من مكان بعيد ، و يتبعون كل شيطـان مريد - يسمون انفســهم المجـــددين ، و طلاب المجد و الحضارة للاسلام و المسلمين ، ومكونى " القومية " ، و خالقى الشعور بالحياة المدنيه - والحق انهم شر من الراضين بما وصلنا اليه من الضعف والخمول - لان ها اولاء الخاملين الجامدين ، قد رضوا بهذه الحالـة التي لا تجد لـها تفسيرا ، الا انـها مما يسمونه " الموت صبرا " - واما المتفرنجون الضالون ، الذين رضوا بانحلال رابطتهم المليـة ، و عفاء مقوماتهم و مشخصاتهم الاسلاميه - فانما رضوا ان ينجعوا انفسهم ، و ينحروا امتهم ، و يجعلوها غذاء لاعداءهـم : اولائك الذين طبع الله على قلوبهم واتبعوا اهوائـهم (٤٧ : ١٩) ذالـك بانهم كرهوا مـا انـزل الله فاحبط اعمـالهـم (٤٧ : ٩) فهل ينظرون الا الساعة ان تأتيهم بغتة ؟ فقـد جاء اشراطها ، فانى لهم اذا جاءتهم ذكراهم ؟ (٤٧ : ٢٠)

٧

يهاجم الاسلام و المسلمين جيش خارجي من الامم الطامعة ، و جيش آخر داخلي من دعاة التقاليد الافرنجيه - و الثاني انكي من الاول واضر ، و ادهي و امر - لان لسبعون عدوا خارج الدار ، اهـون من عـدو واحد في الـــدار - فالمتفرنجون المنافقـون ، المفسدون الدجالون ، يغشون المسلمين بانهم منهـم ، ينفعهـم مـا ينفعهم ، و يضـرهـم ما يضرهم ، و الله يعلم انهم لكاذبون : يخادعون الله والرسول والذين امنوا ، وما يخدعون الا انفسهم و ما يشعرون -

يغشون الامة انهم يدعونهم الى الترقي عما هم عليه الى مدنية اعلى ، و حضارة اسمى - و هي ان يكونوا مثل الافرنج في عزهم ، وثروتهم و زخرفهم - و يحسبون لصغر عقولهم ، و قطع نظرهم ، ان ما يفوقنا به الافرنج من الثروة ، و اسباب القوة ؛ قد جاءهم من عدم مبالاة كثير منهم بالدين ، و اتباع غير سبيل المومنين - او من عاداتهم في طعامهم و ازيائهم ، و فسقهم و فجورهم ، و اجتماعهم و افتراقهم - او بمحض التشيد المدارس ، و تاسيس المكاتب و المعاهد - فطفقوا يقلدونهم في شرها عندهم ، و يدعون المسلمين الي تقليدهم ، على ان منها ما هو من سئيات مدينتهم و قبائحها التي ينكرها عليهم حكماءهم ، و منها ما هو مناسب لطبيعة بلادهم و احيالهم دوننا - و منهم ما لا نفع فيه ولا ضر لذاته ، و لكنه يضرنا من حيث هو تقليد لهم ، يضعف روابطنا المليه ، و مقوماتنا الاجتماعيه ، و مشخصاتنا الاسلاميه ، و يحقر امتنا في انفسنا ، و يعظم امممهم فيها ، فيكون تمهيدا لقبول سيادتهم علينا بغير امتعاض - و بهذا كان وجودهم " الجيش السلمى " لثكناتهم ، ولا يتم لهم ما يسمونه " الفـتح السلمي " (غير الفـتح الحربي بدونهم : الخبيثـات للخبيثيـن و الخبيثـون للخبيثات ، و الطيبـات للطيبين و الطيبـون للطيبـات (٢٤ : ٢٥)

٨

نعق به ناعق ائمة الفتن والفساد ، و نصير الظلم و الاستبداد ، ان لا نجاة لكم من البلاء الذي اصابكم ، و لا امن لكم من الخطر الذي يوشك ان ينزل بكم ، الا بفناء ارادتكم في ارادة حكامكم - لا بتغيير ما في انفسكم من اوهام و خرافات ، و اخلاق ذميمة و عادات ، ولا بتربية العقل والارادة على الاستقلال ، والتعاون على البر و التقوى ، والاشتراك في الاعمال ، ولا بجعل الشورى قاعدة الحكام ، و اقامة الشريعة في الحلال و الحرام ، ولا بالتواصي بالحق و التواصي بالصبر ، ولا بالامر بالعرف و النهى عن المنكر - و صاح بهم " خطيب فتنـة الافرنجيه " ان لا حياة لكم بالرابطة الاسلاميه ، لانها ممقوتـة في نظر اهل المدنية الغربيه ، و ما اعتز به المسلمون الا ولون من اداب القرآن ، فقد نسخته مدينة اوربا في هذا الزمان - فالافرنجية ! الافرنجية ! الزموها تكونوا من الفائزين ، و القومية ! القومية ! اعلنوها ان كنتم مؤمنين ،

بصائر و حکم

جنگ کا اثر اخـــلاق پر

(۲)

اجتماع و انضمام کي حالت میں اکوچه افراد کي خصوصیات فنا هو جاتي هیں اور ایک مستقل اجتماعي قوت پیدا هو جاتي هے ' لیکن بوسیده اینٹیں کب تک دیوار کو قائم رکهه سکتي هیں؟ بالاخر افراد کي مخفي خصوصیت نمایاں هوتي هے ' اور یه شیرازه دفعة درهم برهم هو جاتا هے - سنه ۱۸۷۰ کي شکست نے فرانسیسیوں کے جذبات شجاعت کو بالکل پامال کردیا تها - اوس کے بعد اگرچه مظاهرے ' شورش ' تعلیم ' اور مختلف انقلابات نے اونکے خون کو بهت کچهه گرم کردیا ' تاهم میدان جنگ میں وه اپنے قدیم داغ کو نه چهپا سکے ' اور باوجود تراکم افواج و تعاضد حلفاء ' اپني کهوئي هوئي شجاعت کو واپس نه بلاسکے -

متصل ذلت آمیز شکستوں کا اثر کبهي کبهي اسقدر مستقل هو جاتا هے که روحاني طاقت بهي به مشکل اوسکو مٹاسکتي هے - یهودیوں کو بار بار کي شکست اور ایک زمانهٔ ممتد کے اسرو غلامي نے اسقدر بزدل بنادیا تها که جب حضرت موسی علیه السلام نے بیت المقدس میں اونکا فاتحانه داخله کرانا چاها تو اون کي رعد آسا آواز ' اور بیت المقدس کي مذهبي عظمت بهي یهودیوں کے دلوں کو گرما سکي اور اونهوں نے صاف صاف کهدیا :

یا موسی انا لن ندخلها	اے موسی ! جب تک وه طاقتور
ابدا ما داموا فیها ' فاذهب	لوگ بیت المقدس میں
انت و ربك فقاتلا ' انا ههنا	رهتے کیلیے موجود هیں ' هم
قاعدون (۶ : ۲۷)	کبهي بهي اوس میں داخل

هونے کي جرأت نهیں کرسکتے - تم اپنے خدا کے ساتهه جاؤ اور لڑو ' هم اسي جگه بیٹهے هوے تماشه دیکهینگے -

لیکن عرب کي کبهي شکست نه کهانے والي طاقت نے آنحضرت صلی الله علیه وسلم کو ٹهیک ٹهیک ایک ایسے هي موقع پر یه جواب دیا تها :

لا تقول کما قال قوم	یا رسول الله ! هم آپکو وه جواب نه دینگے
موسی " اذهب انت	جو موسی کي قوم نے موسی کو دیا تها که
وربك فقاتلا " و لکنا	تم اپنے خدا کے ساتهه جاؤ اور لڑو ' بلکه
نقاتل عن یمینك '	هم آپ کے دائیں ' آپ کے بائیں ' آپ
و عن شمالك ' و بین	کے آگے ' آپ کے پیچهے ' غرض هر طرف
یدیك و خلفك	سے جمع هوکر اور قدم بقدم هوکر لڑینگے -
(بخاري)	اور اپني جانوں کو آپ پر نثار کرینگے !

دراصل یهي وه اختلاف حالت هے جس سے " امة مسلمه " اور " خیر الامم " اور " شهداء علی الناس " کي حقیقي خصوصیات واضح هوتي هیں ' اور یهي وه خصائص هیں جنهوں نے مسلمانوں کو " مغضوب علیهم " یعني یهود ' اور " الضالین " یعني نصاری کي راه سے الگ کرکے " الذین انعم الله علیهم من النبیین و الصدیقین " کي صراط مستقیم پر قائم کردیا تها - اور یهي انکي وه فضیلت مخصوص هے جسکي بنا پر زبان الهي نے مغضوبیت کي جگه محبوبیت کا مرتبهٔ اعلي انهیں عطا کیا اور فرمایا : یحبهم و یحبونه - خدا انکو پیار کریگا اور وه خدا کو پیار کرنے والے هونگے : رضي الله عنهم و رضوا عنه - وه گذشته اقوام کي طرح مغضوب و مغبوض کیونکر هوسکتے هیں حالانکه انکے ایثار و قرباني و ابتغاء مرضات الله کي وجه سے خدا انسے راضي هوا اور وه الله کي بخشي هوئي خلافت و وراثت ارضي پاکر خدا سے راضي و خوشحال هیں !

لیکن اس قسم کي مستقل شجاعت کبهي کبهي عارضي شکست بهي کها جاتي هے - مگر اس حالت میں بهي صرف فوج هي کي جمعیت کو صدمه پهنچتا هے - دل مضبوط و استوار رهتا هے - غزوهٔ احد میں ابتلاء الهي نے صحابه کو منهزم کردیا تها - لیکن اونکي جانبازي میں کوئي فرق نهیں آیا - وه اوسي طرح آنحضرت پر پروانه وار فدا هوتے رهے جسطرح غزوهٔ بدر میں فدا هوے تهے - چنانچه آنحضرت نے جب ایک موقع پر گردن بلند کرکے دفاع کي جمعیت کو دیکهنا چاها تو ابو طلحه کے جوش فدویت نے آپ کو یه کهکر روکا :

لا تشرف یصیبك سهم	آپ سر اوٹها کر نه دیکهیے ' ایسا نه هو
من سهام القوم نحري	که آپکے کوئي تیر لگ جاے - ابهي تو
دون نحرك (بخاري)	میرا سینه آپ کے سینه نیلیے سپر هے '

(۴)

محاسن اخلاقي میں باهم ایک سلسله ربط و اتحاد کا هوتا هے ' اسلیے ایک خلق دوسرے خلق کو پیدا کرتا هے - اگر ایک شخص میں فیاضي کا ماده هے تو وه فطرتاً رحمدل اور رقیق القلب بهي هوگا - اگر کوئي شخص بخیل هے تو سنگدلي اوسکے لیے لازمي هے - یهي حال شجاعت و بزدلي کا بهي هے - اونکے نتایج و آثار صرف میدان جنگ هي میں نظر نهیں آتے - وه ایک سلسلهٔ اخلاق پیدا کردیتے هیں ' جسکا اثر ملک و قوم کي زندگي کے هر شعبه میں نظر آتا هے - ایک جنگجو اور بهادر قوم بالطبع اولوالعزم ' بلند حوصله ' باضابطه ' مشقت پسند ' اور فیاض طبع هوتي هے - اسلیے وه اولوالعزمانه سیر و سیاحت کرتي هے ' علمي تحقیقات میں مختلف ملکوں کي خاک چهانتي پهرتي هے ' فقر و فاقه اوسکے عزم و اراده میں خلل انداز نهیں هو سکتے - وه اپني دولت کو مفید کاموں میں بیدریغ صرف کرتي هے - لیکن بزدلي انسان میں عورتوں کي خصوصیات پیدا کردیتي هے ' اسلیے غیر جنگي اقوام فنون لطیفه کي طرف اپنا میلان ظاهر کرتي هیں - رقص و سرود میں اونکو لطف آنے لگتا هے - شب و روز عیش پسندي میں مصروف رهتي هیں - جامه زیبي اونکي فطرت بن جاتي هے - تمام ضروري کاموں کو چهوڑ کر ملاهي و ملاعب هي میں مشغول هو جاتي هیں -

اسلام جن اولوالعزم بزرگوں کي ذات پر ناز کرتا هے ' وه وهي لوگ تهے جو قومي روح کو زنده کرکے خود فنا هوگئے - چنانچه امتداد زمانه کے ساتهه جسقدر یه روح پژمرده هوتي گئي ' اسیقدر مسلمانوں میں عیش پرستي کا میلان ترقي کرتا گیا - مسلمانوں کو بغداد کے تمدن و علوم و فنون پر بڑا ناز هے ' لیکن وه بهي سلاطین کي بزم طرب کا ایک گلدسته تهے - همارے نزدیک یه کوئي فخر کي چیز نهیں بلکه ایک حدیث نبوي جو امام بخاري نے صدها میلوں کا سفر کرکے حاصل کي ' دراصل اون تمام علوم سے بدرجها زیاده بیش قیمت هے -

(۵)

شخصي حالتوں میں اگر ایک شهري پر کوئي شخص حمله کردے تو پولیس اوسکي حفاظت کریگي - لیکن اگر اوسي شخص کو میدان جنگ میں کهڑا کردیا جاے تو اوسکو صرف اپني هي حفاظت نهیں کرني هوگي ' بلکه وه دوسرونکي حفاظت کا بهي ذمه دار هوگا - میدان جنگ سے فرار اسي بنا پر عار بلکه جرم خیال کیا جاتا هے - انسان کو جو جذبه اپنے ساتهه دوسرے کي اعانت

و نعارن پر آمادہ کرتا ہے' اوسیکا نام عصبیت ہے - وہ فطرتاً ہر شخص میں موجود ہے - ایک بھائي اپنے بھائي کي مصیبت نہیں دیکھہ سکتا - بیٹا باپ کي ذلت برداشت نہیں کرسکتا -

لیکن عصبیت کا کامل ظہور صرف زمانۂ جنگ ہي میں ہوسکتا ہے - یہي وجہ ہے کہ جو قومیں ہمیشہ امن و سکون کي زندگي بسرکرتي ہیں ' اون میں بہت کم عصبیت پائي جاتي ہے - ایک متمدن شہري باشندے کو اپنے بھائي سے زیادہ پولیس پر اعتماد ہوتا ہے - لیکن ایک وحشي انسان پولیس کي اعانت سے فائدہ نہیں اوٹھا سکتا ' اسلیے وہ خود ہي اپني حفاظت کرتا ہے - اور ہمیشہ اپني قوم کي اعانت پر آمادہ رہتا ہے -

متواتر جنگ جذبۂ عصبیت کو ابھارتي رہتي ہے ' اور متصل امن و سکون اس آگ کو بجھاتا رہتا ہے - اسي لیے جو قومیں جنگجو ہوتي ہیں ' اون میں شدت کے ساتھہ عصبیت پائي جاتي ہے - لیکن جن قوموں کو میدان جنگ میں جانے کا موقع نہیں ملتا اون میں یہ روح بہت کم پائي جاتي ہے - ایک متمدن شخص میدان جنگ کے اندر اپني حفاظت میں مصروف رہیگا ' لیکن ایک جنگجو قوم کا فرد اپنے بھائي کي حفاظت کو اپني ذات پر مقدم رکھیگا - اس قسم کي عصبیت اگرچہ حقیقي طور پر متحد النسب لوگوں میں پائي جاتي ہے' لیکن معاہدے اور مختلف سیاسي تعلقات کے ذریعہ سے دو حلیفوں میں بھي پیدا ہوسکتي ہے ' اور یہ مصنوعي عصبیت زمانۂ جنگ ہي کیلیے پیدا کي جاتي ہے -

عصبیت اپنے اندر محاسن اخلاق کا ایک بڑا ذخیرہ رکھتي ہے - وہ خود غرضي کو بالکل مٹا دیتي ہے - ایثار نفس کي تعلیم دیتي ہے - وہ انسان میں چستي و چالاکي پیدا کرتي ہے ' اور ایک فرد کي آواز پرتمام قوم کھڑي ہو جاتي ہے - وہ ایک قوم کے اخلاق و عادات کو محفوظ رکھتي ہے اور اوسکو کسي دوسري قوم میں مدغم نہیں ہونے دیتي - شجاعت اگرچہ بجاے خود ایک جوہر ہے' لیکن عصبیت اوسکو جلا دیتي ہے' اور اوسکے ذریعہ متعدد قطرے باہم مل کر سیلاب کي صورت اختیار کرلیتے ہیں - وہي ہے جو میزان عدل کو قائم رکھتي ہے اور وہي ہے جو ظالم و جور کا سختي سے انکار کرتي ہے - یہي وجہ ہے کہ جن قوموں میں ربط و اتحاد اور تعاون و تناصر کا مادہ نہیں ہوتا ' اور اُسکي جگہ خود غرضي' تفرق' شقاق ' اور اختلاف پیدا ہو جاتا ہے' اُن میں جنگ ہي کے ذریعہ عصبیت پیدا کي جا سکتي ہے ' اور اسطرح یکایک ایک اتحاد عام ہر طرح کے اختلافوں کو مٹا کر نابود کر دیتا ہے - اسلام نے راولۂ جہاد سے عرب کي اُن تمام مختلف جماعتوں اور مختلف نسلوں کو ایک کردیا تھا' جو آگے چلکر اور تمدن کا امن پا کر ایک نہ رہسکے' اور باہمي جنگ و جدال شروع ہوگیا - بسمارک نے صرف اسي لیے صدہا مکر و فریب کرکے جرمني و فرانس کي پچھلي جنگ پیدا کي تھي ' اور موجودہ جنگ نے انگلستان اور اٹرلینڈ کے اختلاف اور سول وار کو جس طرح مٹا دیا ' وہ سب کے سامنے ہے !

(۶)

جنگجو اور بہادر قوموں کے جذبۂ محبت کي حالت تمام دنیا سے مختلف ہوتي ہے - انسان سب سے زیادہ اپني ' پھر اپنے اہل و عیال کي' اسکے بعد اپني قوم کي محبت رکھتا ہے - لیکن برخلاف اسکے ایک جنگ خواہ شخص اپني جان کو سب سے زیادہ ارزاں سمجھتا ہے- اور اسلیے اپنے آپ کو سب سے پہلے خطرے میں ڈالدیتا ہے - اللہ اللہ ' ایک عربي شاعر کہتا ہے :

انا للرخص یوم الروع انفسنا
ولو نسلم بھا في الامن' اغلینا

ہم لڑائي کے دن اپني جانوں کو بہت ارزاں کردیتے ہیں ' لیکن اگر امن کي حالت میں ہم سے اونکا نرخ پوچھا جاے تو وہ بہت ہي قیمتي نکلینگي !!

وہ عموماً میدان جنگ میں رہتا ہے - اوسکو اپني بي بي اور بچوں سے ملنے کا بہت کم موقع ملتا ہے ' اسلیے اُن سے بہت کم محبت کرتا ہے - ایک دفعہ گھر میں بھوکا پیاسا آیا اور کھانا مانگا - گھر والوں نے اُسکو مبارکباد دي کہ " تمہارے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے" اور ساتھہ ہي بچے کو گود میں رکھدیا - اوس نے اپنے بہادرانہ جذبہ سے معمور ہوکر کہا: آ آکلہ ام اشربہ؟ کیا میں اسکو کھاؤں ؟ کیا میں اسکو پیوں ؟

عرب کا ایک بہادر اُونٹني کا تمام دودھہ اپنے گھوڑے کو پلا دیا کرتا تھا - اوسے اپنے اہل و عیال کی کچھہ پروا نہ تھي - اوسکي بي بي نے شکایت کي تو اوس نے معذرت میں چند شعر کہے :

تلوم علی ان امنع الورد تصحۃ
وما تستوي و الورد' ساعۃ تفزع

میري بي بي صحیح اس بات پر ملامت کرتي ہے کہ میں اونٹني کا تمام دودھہ اپنے گھوڑے کو پلا دیتا ہوں' حالانکہ لڑائي کے وقت وہ ورد کي برابري نہیں کر سکتي !

و قمت الیہ بالسلاح میسرا
ھنالک یجزیني بما کنت اصنع

اور جب میں آمادۂ جنگ ہوکر اوسکے منہ میں لگام چڑھاؤنگا تو اُس وقت وہ میري اس حسن خدمت کا معاوضہ کر دیگا -

اسکو سب سے زیادہ اپني قوم محبوب ہوتي ہے ' اور وہ اسکے ذرا سے اشارہ پر اپني جان دیدینے پر آمادہ ہو جاتا ہے :

لا یسالون اخا ھم حین یندبھم
في النائبات علي ما قال برھانا

جب انکا بھائي انکو فریاد رسي کیلیے بلاتا ہے تو وہ اس سے دلیل نہیں پوچھتے بلکہ معاً بجلي کي طرح اندھا دھند ٹوٹ پڑتے ہیں !

وہ اپنے بچے کو اس نظر سے پیار نہیں کرتا کہ وہ اُسکے باغ زندگي کا گل و ریحان ہے ' بلکہ صرف اس لیے کہ اُسکي قوم کا ایک قوي البنیہ ' صحیح الجسم ' اور بہادر و سرفروش فرد ہے ' اور اسلیے وہ بڑا ہوکر خود اُسکے لیے نہیں' بلکہ اسکي محبوب و مطلوب قوم کیلیے ایک مفید وجود ہوگا :

و ان عرارا ان یکن غیر واضح
فانی احب الجون ذالمنکب العمم

میرا بیٹا عرار اگرچہ گورا چٹا نہیں ہے لیکن میں تو اُس کالے کلوٹے کو محبوب رکھتا ہوں ' جسکے شانے لمبے ' چوڑے ' اور قوي ہیں - یعني قوم کي خدمت و نصرت کیلیے حسن و رعنائي نہیں' طاقت و توانائي کي ضرورت ہے -

اگر کبھي صغیر السن بچے کي پرورش اُسکو میدان جنگ میں جانے سے روکتي ہے تو اُسکو نہایت افسوس ہوتا ہے :

لــو لا بنیــات کزغب القطــا
ردد من بعض الی بعــض

اگر چڑیوں کے بچوں کي طرح میري چھوٹي چھوٹي لڑکیاں نہ ہوتیں جنکي پرورش میرے بعد میرے رشتہ داروں میں بہ مشکل ہوگي تو:

لسكان لي مضطرب واسع
في الارض ذات الطول و العرض

میرے لیے ایک فراخ میدان لمبی چوڑی زمین میں ہوتا ' اور وہاں میں ازادانہ اپنی قوتوں کی نمایش کرتا -

و انما اولادنا بيننا
اكبادنا تمشي على الارض

ہمارے بچے ہمارے لخت جگر ہیں' جو زمین پر چلتے پھرتے ہیں -

(۷)

یہ اخلاقی جزئیات تھے - انکے علاوہ کلی طور پر بھی جنگ ایک قوم کے نظام اخلاق کو بدل کر اُسکی جگہ دوسرا سلسلۂ اخلاق قائم کر دیتی ہے - جنگ کی وجہ سے انسان اپنے وطن سے نکل کر دوسرے ملکوں کے حدود میں مدم رکھتا ہے ' اور فاتحانہ ثمرات کی حرص اور ظفرمندانہ جاہ و اقتدار کا ولولہ اُسکو وہیں روک لیتا ہے - رفتہ رفتہ وہ وہیں مستقل سکونت اختیار کر لیتا ہے اور اُسی ملک کے رسم و رواج کا پابند ہو جاتا ہے - پھر آہستہ آہستہ تعلقات بڑھتے ہیں' اور اوسی ملک میں نکاح و ازدواج کا سلسلہ بھی قائم ہوجاتا ہے - اب جو اولاد ہوتی ہے ' اُسکی رگوں میں خالص خون نہیں ہوتا - وہ دو عنصروں سے مرکب ہوتی ہے - اسطرح بتدریج اختلاط نسب ہو جاتا ہے اور چند پشتوں کے بعد فاتح کا اصلی نسب نامہ بالکل گم ہو جاتا ہے -

اس اختلاط نسب کا صرف یہی نتیجہ نہیں ہوتا کہ ایک خاندان اپنے نام و نشان کو کھودیتا ہے' بلکہ اس قبیلہ' اُس خاندان' اور اوس ملک کی تمام مخصوص اخلاقی خصوصیات فنا ہو جاتی ہیں اور انکی جگہ ایک نیا نظام اخلاق پیدا ہو جاتا ہے - اگر دنیا میں نسلی اور وطنی امتیازات کوئی مفید جوہر ہیں تو جنگی زندگی کی وسعت کا بلا شبہ یہ نقص ہے - لیکن اگر انسان کیلیے چاہیے کہ وہ تمام کرۂ ارضی کو اپنا وطن اور تمام انسانی نسلوں کو اپنا گھرانا سمجھے' تو پھر یہ انسان کی وہ مشکل ترین متاع مطلوب ہے جو صرف جنگ ہی کی روشنی میں مل سکتی ہے -

یہ ایک عجیب بات ہے کہ مفتوح قوم پر ہمیشہ فاتح وضع ' لباس ' اخلاق و عادات کا اثر پڑتا ہے - لیکن ازدواجی تعلقات کی حالت میں ہمیشہ مفتوحہ قوم کی بی بی ' فاتح شوہر پر غلبہ حاصل کر لیتی ہے ' اور اُسکو اپنے رنگ میں رنگ دیتی ہے !

اہل عرب جب تک حدود عرب میں باہم سرگرم کار زار رہے ' اونکا نسب ' اور نسب کے ساتھہ اونکا نظام اخلاق بھی محفوظ رہا - لیکن ابتدائے اسلام میں جب اونکے فاتحانہ حوصلوں نے حدود حجاز سے باہر قدم رکھا ' تو دفعۃً انکی تمام عربی خصوصیات معدوم ہوگئیں - عرب جاہلیۃ کا سب سے بڑا مایۂ فخر یہ تھا کہ وہ اپنے نام و نسب کو ازبر یاد رکھتے تھے ' اور اپنے آپ کو فخریہ اپنے قبیلہ کی طرف منسوب کرتے تھے - جب فتوحات اسلامیہ کا سیلاب دوسرے ملکوں کی طرف بڑھا ' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اختلاط نسب کا خطرہ پیدا ہوا - اونھوں نے اہل عرب کو سخت تاکید کی کہ اپنے نام و نسب کو یاد رکھو ' اور ملک شام کے دیہاتی نہ بن جاؤ کہ جب اون سے اونکا نام و نسب پوچھا جاتا ہے تو اپنے گانوں کا نام بتاتے ہیں - لیکن فطرت سے کون جنگ کرسکتا ہے ؟ آخر کار اختلاط نسب ہوا ' اور قبیلہ کے بجاے اب فوجیں اون مقامات کی طرف منسوب ہونے لگیں' جہاں جنگ کی ضرورت اور سرحد کی محافظت کیلیے وہ مقیم رہتی تھیں - عربی میں " جند " فوج کو کہتے ہیں - اسلام کے مفتوحہ ممالک کے نقشے میں متعدد نام اسی انتساب کے ساتھہ مشہور ہیں - مثلاً جند قنسرین ' جند دمشق ' جند عواصم - ان ناموں نے اگرچہ عرب کی فوجی طاقت کے مستقل اثر کو اب تک زندہ رکھا ہے ' لیکن اس ترکیب اضافی نے آگے چل کر عرب کے نام و نسب کو بالکل مٹا بھی دیا' اور نسب صریح جن نسلی اخلاق کی محافظت کرتا ہے ' وہ بالکل معدوم ہوگئے -

یہ ایک نہایت اہم دینی و اجتماعی مبحث ہے کہ اسلام نے عرب جاہلیۃ اور تمام اقوام عالم کی نسلی حیثیت کو مٹاکر ایک عالمگیر اور بین الملی برادری قائم کی ' لیکن اسکے ساتھہ ہی جسقدر عمدہ خصائص قومی و نسلی زندگی میں ہوسکتے ہیں ' ان سب کو مذہبی رابطہ قائم کرکے مذہب کی بنا پر پیدا بھی کردیا' اور اسطرح وہ عمدہ خصائص قومی و ملکی حدود سے نکلکر' انسانیت کا عام جوہر بنگئے - لیکن اس مبحث کو ہم ابھی نہیں چھیڑینگے -

(۸)

لیکن فاتح ایک دوسری حیثیت سے مفتوح قوم کے اخلاق و عادات پر بھی اثر ڈالتا ہے - انسان صرف قوت ہی کے آگے سر جھکاتا ہے - اسلیے جب کوئی قوم اوسپر غالب آجاتی ہے تو اوس کو فطرتاً اوسکے فضل و کمال کا اعتراف کرنا پڑتا ہے - رفتہ رفتہ یہی خوش اعتقادی اوسکو فاتح کی تقلید پر مجبور کرتی ہے ' اور وہ وضع ' لباس ' اخلاق ' عادات ' نشست' برخاست' غرض ہر چیزمیں فاتح ہی کے نقش قدم پر چلتا ہے - اور اسطرح ایک عظیم الشان تمدنی اور اخلاقی انقلاب پیدا ہوجاتا ہے -

تاریخ اسلام میں سیکڑوں واقعات ایسے ملتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی فتوحات کے سیلاب نے بہت سی قوموں کو دفعۃً بالکل بدل دیا - ہندوستان میں ہیتھ کے نیچے جو چھپے ہوے سر نشۂ غرور تفرنج و فرنگی مآبی میں بدمست نظر آتے ہیں' جب اونکو ہوش آئیگا تو معلوم ہوگا کہ وہ عقل و بصیرۃ کی جگہ ایک ایسا ذلیل ترین دماغ رکھتے ہیں' جو در پردہ اپنے ضعف اور دوسری قوموں کی قوت کا مہلک اعتراف کررہا ہے - بلکہ یہی انجذاب قومی ہے جو انکی جبین نیاز کو اکثر اونکی جوارحت پر جھکا دیا کرتا ہے -

یہ انقلاب اگرچہ بظاہر اپنے اندر بہت سی اخلاقی خوبیاں بھی دکھلاتا ہے ' یعنی فاتح قوم کے دل و دماغ جن اعلی جذبات سے لبریز رہتے ہیں ' مفتوح قوم بھی اونہیں کو جذب کرنا چاہتی ہے ' لیکن سیلاب جب آتا ہے تو گوہر و مرجان سے زیادہ اپنے ساتھہ خس و خاشاک کا ذخیرہ بہا لاتا ہے اور اپنی یادگار میں اوسیکو چھوڑ کر آگے چلا جاتا ہے - زمین کے حصے میں صرف یہی ذخیرہ آتا ہے - اور ایسے خوش قسمت بہت کم ہوتے ہیں جو صرف گہر و مرجان سے اپنے دامن و جیب کو بھر لیتے ہیں -

فاتحانہ حیثیت سے اخلاقی و تمدنی انقلاب بھی بالکل اسی طرح اضطراری طور پر ہوتا ہے' اسلیے انسان کی قوت انتخاب بالکل بیکار ہوجاتی ہے ' اور فاتح جو کچھہ دیدیتا ہے ' اوسیکو جبراً قبول کرلینا پڑتا ہے - اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مفتوح قوم فاتح قوموں کی تقلید میں سیکڑوں غیر ضروری ' غیر مفید ' بلکہ مضر چیزیں اختیار کرلیتی ہے - اور خس و خاشاک کے ذخیرہ میں صدف و گوہر بالکل چھپ جاتا ہے -

فاتح قوم کی جو خوبیاں مفتوح قوم میں منتقل ہوتی ہیں اونکا اثر صرف چند مخصوص افراد ہی میں نمایاں ہوتا ہے - ہندوستان میں کوٹ پتلون پہن کر چلنے پھرنے والے ہر سڑک پر نظر آسکتے ہیں ' لیکن انگریزوں کا سا اعلی کیریکٹر اور قومی حریت تعلیم یافتہ لوگوں میں بھی یکسر مفقود ہے -

جنگ کے ذریعہ سے بعض اوقات فاتح قوم میں بعض نہایت شرمناک بد اخلاقیاں پیدا ہو جاتي ہیں - فوج ایک مدت تک گھر سے باہر میدان جنگ میں اقامت گزیں رہتي ہے ' زمانہ جنگ میں اوسکے جذبات و قواء سخت ہیجان کي حالت میں رہتے ہیں ' بدامني اوسکو بہت کچھہ مطلق العنان بنا دیتي ہے ' اسلیے اوسکے جذبات بہیمیہ سخت مشتعل ہو جاتے ہیں ' اور وہ اس آگ کو ہر ممکن طریقہ سے بجھانا چاہتي ہے ' پس مفتوح قوموں کي ہر چیز حالت جنگ میں مباح ہو جاتي ہے - عرب میں متعہ کا رواج اسي بنا پر ہوگیا تھا جسکو اسلام کي اخلاقي تعلیم نے بتدریج مٹا دیا - ایرانیوں میں عشق رجال کا رواج اُنہي غلاموں کے ذریعہ سے ہوا جو لڑائیوں میں گرفتار ہوکر آتے تھے - رفتہ رفتہ اُنہوں نے اس قدر مقبولیت حاصل کرلي کہ فارسي لٹریچر کا ایک جزو لاینفک بن گئے ' جنکو اگر علحدہ کردیا جاے تو فارسي شاعري کا دامن حسن دفعتاً خالي ہو جاے !

ابتدا میں اہل عرب اس مرض سے بالکل نا آشنا تھے ' یہي وجہ ہے کہ قدیم عربي شاعري کا دامن اس داغ سے بالکل پاک نظر آتا ہے - لیکن جب اہل عرب کي فتوحات کا سیلاب بڑھا اور اسلام کے دامن میں بھي حلقہ بگوش غلام آے ' تو ابتداء میں فوجي خیموں کے اندر انکو دخل ہوا - پھر خلفاے عباسیہ کي بزم طرب کے شمع و چراغ ہوگئے ' یہاں تک کہ ابن معتز عباسي نے عربي شاعري کے دامن پر بھي اس داغ کو لگا دیا -

عیش پرستي کي یہ آخري سرحد ہے ' اور یہیں پہونچکر ہر قوم فنا ہو جاتي ہے - آج جو لوگ عظیم الشان قوموں کي موت پر ماتم ' اور نئي قوموں کي شاندار زندگي پر تعجب کر رہے ہیں ' اُنکو صرف مادي طاقت ہي پر نظر نہیں رکھني چاہیے ' بلکہ اُن اخلاقي تغیرات کو بھي پیش نظر رکھنا چاہیے جو سطوت عامہ کے جزو لاینفک ہیں - اس طرح کي حکیمانہ نگاہ سے ثابت ہو جائیگا کہ ترقي و تنزل صرف اخلاقي انقلابات کا نتیجہ ہیں - اس زبردست طاقت کے سامنے مادي قوت نے ہمیشہ سر تسلیم خم کر دیا ہے - عرب کو اسي اخلاقي طاقت نے اوبھارا تھا اور اسي کے تنزل نے انکو موجودہ گمنامي تک پہنچا دیا - و لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا -

گریٹ یوروپین وار میپ

اڈیٹر الہلال کي راے

عام تعلیم کے فقدان کیوجہ سے جغرافیہ و تقویم بلدان کي واقفیت عام اردو خوان پبلک کو بہت کم ہے ' اور اسلیے واقعات عالم کے اخبار و حالات کو وہ پوري صحت کے ساتھہ سمجھہ نہیں سکتے - علی الخصوص موجودہ عالمگیر جنگ کي خبرونکا صحیح اندازہ تو بغیر اسکے ممکن ہي نہیں کہ یورپ ' ایشیا ' اور افریقہ کے تمام بحر و بر اور انکے حدود و علائق پیش نظر ہوں - اس بنا پر منشي محبوب حسین صاحب کي جانفشاني قابل داد ہے کہ اونہوں نے ایک نہایت عمدہ اور مکمل نقشہ اردو انگریزي میں مرتب کیا ہے ' اور اسمیں پوري احتیاط و پابندي اصول نقشہ نویسي سے کام لیا ہے - نہ صرف عوام بلکہ خواص کیلیے بھي ضروري ہے کہ اس نقشہ کي ایک ایک کاپي ضرور لیں اور اپنی سامنے لٹکا دیں - موجودہ جنگ دنیا میں جو انقلاب کر رہي ہے اسکے اجمال کي یہ نہایت عمدہ شرح ہے - قیمت بغیر رنگ ۴ آنہ - رنگین ۸ - آنہ فولڈینگ - خوبصورت مجلد کتاب کي شکل ایک روپیہ - مونٹڈ یعني کپڑا اور رول سے مکمل روغندار دو روپیہ چار آنہ -

ملنے کا پتہ : منیجر - البہ - حسن برادرس - نمبر ۶ نواب عبد الطیف لین - کلکتہ

تاریخ و عبر

حادثہ محزنہ کربلا

حضرت امام حسین علیہ السلام کي شہادت کا واقعہ تاریخ اسلام میں ہمیشہ خون آلود حرفوں میں لکھا گیا ' اور اشکبار آنکھوں سے پڑھا گیا ہے - لیکن اس درد انگیز واقعہ اور ماتم خیز حادثہ کے اندر شریعت اسلامیہ کي بے شمار بصیرتیں مضمر تھیں جنکو خون کي ان چادروں نے چھپا دیا - اور ہزاروں اسرہاے حسنہ مخفي تھے جنکو آنسوؤں کے سیلاب بہا لیگئے !

اسلیے اب ہمکو قدیم زمانے کي مجلس ہاے ماتم میں ایک نئے حلقہ ماتم کا اضافہ کرنا چاہیے ' اور خون آلود آنسوؤں کا جو چشمہ ہمارے زخم رسیدہ دلوں سے اوبل رہا تھا ' اوسکو کچھہ دیر کیلیے ملتوی کرکے خود واقعۂ شہادت کو اسرار شریعت اسلامیہ کا سرچشمہ بنانا چاہیے - حضرت امام حسین علیہ السلام کي شہادت پر ماتم کرنے کا یہ ایک نتیجہ خیز طریقہ ہوگا اور شریعت نے اُمت محمدیہ کو اسي قسم کے طریق ماتم کي ہدایت فرمائي ہے -

دنیا میں اسلاف پرستي کا فطري مادہ ہر قوم کے اندر ہمیشہ موجود رہا ہے - اسي بنا پر تمام قوموں نے اپنے اپنے اسلاف کا ماتم مختلف طریقوں سے منایا ہے ' اور اونکے اعمال کو آیندہ نسل کي عبرت و بصیرت کیلیے زندہ رکھنا چاہا ہے - لیکن ان تمام طریقوں میں جو طریقہ سب سے زیادہ مقبول ہوا ' وہ وہي ہے جسکي بنیاد دنیا کي بت پرستي نے رکھي ' اور دراصل اصنام پرستي کي زنجیر عمل کي پہلي اور آخري کڑي اسي کو سمجھنا چاہیے - پہلي اس لیے کہ بسا اوقات انسانوں نے اسي راہ سے اصنام پرستي کي منزل پائي ' اور آخري اسلیے کہ بت پرستي خود تو چلي گئي مگر اپنا نقش قدم اس شکل میں ابتک چھوڑ گئي ہے -

ہمارا اشارہ اسلاف پرستي کے اس طریقہ کي طرف ہے جسکي بنا پر مشاہیر ملک و قوم کے مجسمے (اسٹیچوز) بناے جاتے ہیں اور انکو اسلیے نصب کیا جاتا ہے تا کہ انکے ذریعہ قوم کو ہمیشہ مشاہیر کي یاد دلائي جاے اور انکے نقش قدم پر چلنے کي ہدایت ملے -

اگرچہ اسلاف پرستي کا یہ نہایت قدیم طریقہ تھا اور حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے تک اس قسم کے متعدد مجسمے قائم ہوچکے تھے اور انکي علانیہ پرستش کي جاتي تھي - لیکن یونان و مصر نے ان مجسموں پر تمدن و تہذیب کا آب و رنگ چڑھا کر اونکو اور بھي شاندار و دلفریب بنا دیا - آج یورپ والیان تہذیب و تمدن کے دیوتاؤں کي جو نمایش مجسموں کي شکل میں کررہا ہے ' اونکے اندر یونان کي اس قدیم تہذیب کا عکس صاف نظر آتا ہے - ہندوں کي مذہبي سطح پر بھي تصویروں کي جو صفیں نظر آرہي ہیں ' اون میں بھي اسي کي جھلک پائي جاتي ہے -

لیکن اسلام ایک دین خالص تھا جو توحید خالص کو قائم کرنا چاہتا تھا اور انساني عظمت کي اُن تمام راہوں کا ہمیشہ کیلیے دروازہ بند کر دینا چاہتا تھا ' جو کسي حال میں بھي الہي عظمت کے نقطہ تک پہونچ سکتي تھیں یا قریب ہوسکتي تھیں - پس وہ کسي طرح بھي قیام ذکر و بقاے عظمت کا ایسا طریقہ اختیار نہیں کرسکتا تھا جسمیں پڑکر دنیا بار بار ٹھوکر کھاچکي تھي -

اسلام نے ظاهر هوتے هي دنيا کے تمام اعمال و معمولات پر نظر ڈالي ' اور هر عمل کي حقيقت و روح کو لے ليا اور غير مناسب و موزوں جسم و لباس کو چهوڑ ديا -

وحشت نے جن حقيقتوں کو تاريک پردوں ميں چهپا ديا تها وہ دفعۃً چاک چاک هوگئے ' جہالت نے جن مرتبوں کو پتهروں کے ڈهير ميں گم کرديا تها ' وہ ان سے الگ هوکر دنيا کے دامن مراد ميں آ گئے ' غير معتدل تمدن نے جن کهلي هوئي بصيرتوں کو خوشنما چادروں کے آب و رنگ ميں راز سربستہ کي طرح مقفل کرديا تها ' وہ يکسر فاش هوگئے ' اور حقيقت آفتاب کي طرح علانيہ بے نقاب هوکر هر انسان کو نظر آ گئي - قرآن حکيم نے اسي انقلاب کو ان مختصر الفاظ ميں بيان فرمايا هے !

الله ولي الذين آمنوا	خدا مسلمانوں کا دوست اور ساتهي
يخرجهم من الظلمت	هے اُنکو هر طرح کي انساني تاريکيوں
الى النور ' و الذين كفروا	سے نکالکر فطرۃ صالحہ کي رباني روشني
اولياءهم الطاغوت	ميں لاتا هے ' مگر کفار کے دوست اونکے
يخرجونهم من	طاغوت هيں ' جو اونکو خدا کي بخشي
النور الى الظلمت	هوئي روشني سے نکالکر جهل و ضلالت
(۲ : ۲۵۸)	کي اندهيري کي طرف ليجاتے هيں -

يہ ايک عظيم الشان انقلاب تها جسکي جهلک اسلام کي تمام تعليمات ميں نظر آتي هے ' اور مشاهير پر ماتم کرنے کا طريقہ بهي اس سے مستثنی نہيں چنانچہ قدماء کي يادگار قائم کرنے اور ان کے اعمال و آثار کے زندہ رکهنے کا جو طريقہ زمانۂ قديم سے چلا آتا تها ' اسلام نے اس ميں بهي ايک روحاني انقلاب پيدا کرديا - اُس نے مسلمانوں کو مجسموں کي شکل ميں اسلاف پرستي کي اجازت نہيں دي کيونکہ وہ بت پرستي تک منجر هوتي هے اور اسلام زندہ انسانوں کے شرف کو پتهروں کے آگے نہيں جهکانا چاهتا ' مگر اس نے مشاهير کرام اور اسلاف صالحين کے نمونوں کے فوائد عظيمہ کو بهي ضائع هونے نہ ديا ' اور انکے اثر کو اسطرح حي و قائم کرديا کہ هر مومن کے آگے انکے عملي زندگي کے نمونے پيش کرديے ' اور کہا کہ دن ميں پانچ بار جب خدا کے حضور آو تو صراط مستقيم پر چلنے کي هدايت مانگو - ساتهہ هي تشريح کرديي کہ صراط مستقيم انبياء ' صديقين ' شهدا ' اور صالحين کي راہ علم و عمل هے - اور اسليے انکے نمونے هر وقت تمہارے سامنے رهنے چاهييں (يہ نہايت اهم مقام هے - اسکي پوري تفصيل تفسير سورۂ فاتحہ ميں ديکهني چاهيے جو بسلسلۂ مجلدات البيان في مقاصد القران البلاغ پريس ميں چهپ رهي هے)

پس ماتم کي رسم پر وحشت نے جن تاريک پردوں کو ڈال کر اصل حقيقت کو چهپا ديا تها ' اور تمدن و تهذيب نے ان پردوں پر نظر فريب رنگ چڑها کر جن بصيرتوں کو گم کرديا تها ' اسلام نے اُن سب کو چاک چاک کرديا ' اور مغز حقيقت جن چهلکوں ميں چهپا هوا تها اون سے نکل کر علانيہ آشکارا هوگيا -

قرآن حکيم ميں انبياے سابقين کے جو قصص مذکور هيں ' اُن کے اندر درحقيقت اونهيں بصائر و حکم کي روح مضمر هے جو مجسموں کے قالب ميں حلول کرکے بالکل بے اثر ' اور محض ظاهر فريب هو جاتي تهي - قرآن مجيد قدماء و اعاظم رجال کي يادگاروں کے قائم کرنے کے اصل مقصد کو " اسوۂ حسنہ " کے جامع لفظ سے تعبير کرتا هے ' اور مسلمانوں کو جابجا اسپر توجہ دلاتا هے - چنانچہ تم بار بار انہيں صفحات پر پڑهچکے هوکہ اس نے حضرۃ ابراهيم خليل عليہ السلام کے نمونۂ حيات کو مسلمانوں کا قبلۂ وجوہ و کعبۂ انظار قرار ديا

قد كانت لكم اسوة حسنة	تمہارے ليے حضرۃ ابراهيم کي حياۃ
في ابراهيم والذين معه	طيبہ ميں ' اور انکي زندگي ميں جو
(۶۰ : ۴)	انکے ساتهي هيں ' پيروي کيليے بهترين
	نمونہ رکها گيا هے -

اس بنا پر اسلام دنيا کا پہلا مذهب هے جو اسلاف پرستي کي صحيح اصول پر اسلامي تعليم ديتا هے ' اور اسي صحيح اصول کے مطابق چاهيے کہ حضرت امام حسين عليہ السلام کے واقعہ شهادت کے اندر عزم و استقلال ' صبر و ثبات ' استبداد شکني ' قيام جمهوريت ' امر بالمعروف ' و نهي عن المنکر کي جو عظيم الشان بصيرتيں موجود هيں ' اُنکي ياد کو هر وقت تازہ رکهيں ' اور کم از کم سال ميں ايک بار اس مذهبي قرباني کي روح کو تمام قوم ميں سازي و جاري کرديں -

ليکن ان بصيرتوں کے علاوہ حضرت امام حسين عليہ السلام کي ذات ميں ايک اور عظيم الشان بصيرت بهي موجود هے ' جسکا سلسلہ مذهب کي ابتدائي تاريخ سے شروع هوتا هے - اور اسکي آخري کڑي اسلام کي تکميل سے جاکر مل جاتي هے -

دنيا کي مذهبي تاريخ کي ابتدا عجيب بيکسي کي حالت ميں هوئي - هم نے دنيا کے سخت سے سخت معرکوں ميں باپ کو بيٹے کا شريک ' بهائي کو بهائي کا حامي ' بي بي کو شوهر کا مددگار پايا هے - ليکن صرف مذهب هي کا روحاني عالم ايک ايسا عالم هے ' جہاں باپ کو بيٹے نے ' بهائي کو بهائي نے ' شوهر کو بي بي نے چهوڑ ديا هے - بلکہ اُنکي مصيبتوں ميں اور بهي اضافہ کيا هے -

يهي سبب هے کہ خاندان نبوت هميشہ اعزہ و اقارب کي اعانت سے محروم رها - حضرت نوح عليہ السلام نے ايک مدت تک شب و روز اپني قوم کو دعوت توحيد دي اور قوم نے فرط بغض و عناد سے انکي دعوت حق کو رد کرديا ' انسے علحدگي اختيار کر لي ' اور کانوں ميں انگليان تک دے ليں :

قال رب اني دعوت	نوح نے عرض کيا : خداوندا ! ميں نے
قومي ليلا و نهارا	شب و روز دعوت حق کي - ليکن اُسکا
فلم يزدهم دعائي	اُلٹا اثر يہ هوا کہ لوگ مجهہ سے اور
الا فرارا و اني كلما	زيادہ بهاگنے لگے - ميں نے جب جب
دعوتهم لتغفر لهم '	اونکو تيري مغفرت کيليے پکارا ' اونهوں
جعلوا اصابعهم في	نے کانوں ميں اونگليان ڈال ليں -
آذانهم و استغشوا	اپنے کپڑوں ميں لپٹ گئے کہ اُن تک
ثيابهم واصروا	تيري آواز نہ پهونچ جاے ' آہ ! يہ
واستكبروا استكبارا -	حق ناشناس قوم هميشہ سخت
(۷۱ : ۵)	هٹ دهرمي اور باطل پرستانہ گهمنڈ کا
	اظهار کرتي رهي !

ليکن اس پيغمبرانہ آواز کي صداے بازگشت صرف انکي قوم هي کے در و ديوار سے ٹکرا کر ناکامياب واپس نہيں آئي ' بلکہ خود اونکے گهر کے در و ديوار نے بهي اوسکو ٹهوکر لگائي ' اور خاندان نبوت کے چشم و چراغ يعني انکے بيٹے نے بهي اس نور کو قبول نہ کيا - آخري وقت ميں حضرت نوح عليہ السلام نے پهر اپنے بيٹے کو خدا کي پناہ ميں بلايا ' ليکن اسوقت بهي اوسکا گوش نصيحت نيوش روا نہوا - اسليے وہ بهي تمام قوم کے ساتهہ عذاب الهي کي طوفان خيز موجوں ميں بہہ گيا :

و نادى نوح ابنه و كان	اور نوح نے اپنے بيٹے کو جو اپنے شامت
في معزل : يابني اركب	اعمال کيوجہ سے اون سے علحدہ تها
معنا و لا تكن مع الكفرين -	پکارا کہ اے بيٹے ' همارے ساتهہ کشتي
قال ساوى الى جبل	ميں سوار هوجا ' اور کافروں کا ساتهہ

يعصمني من الماء ' قال لا عاصم اليوم من امر الله الا من رحم - وحال بينهما الموج فكان من المغرقين - (۱۱ : ۴۴)

ندے - اوس نے کہا میں پہاڑ پر چڑھ جاؤنگا اور وہ مجھے اس طوفان سے بچا لیگا - نوح نے کہا تو کس ضلالت عقل میں مبتلا ہے ؟ آج خدا کے عذاب سے کوئی بھی نہ بچاسکے گا -

چنانچہ نوح کي پکار کچھہ بھي سودمند نہوئي اور اوسکے اور اوسکے بیٹے کے درمیان مرج حائل ہوگئي ' اور تمام لوگوں کے ساتھہ وہ بھي غرق ہوگیا -

حضرت لوط علیہ السلام کے تمام خاندان نے اگرچہ اونکا ساتھہ دیا ' لیکن خود اونکي بي بي اُنسے علحدہ ہوکر تمام قوم کے ساتھہ عذاب الہي میں شامل ہوگئي :

قالوا انا ارسلنا الى قوم مجرمين ' الا ال لوط انا لمنجوهم اجمعين الا امراته قدرنا انها لمن الغابرين (۱۵ : ۵۸)

فرشتگان عذاب نے کہا : ہم اس گنہگار قوم کو اسکے اعمال بد کا نتیجہ دکھلانے کیلیے بھیجے گئے ہیں - ہمارے عذاب سے صرف لوط کا خاندان محفوظ رہیگا ' اور اون میں سے بھي اُنکي بي بي تمام قوم کے ساتھہ عذاب الہي میں شامل کر لیجائیگي کیونکہ وہ بھي کافرہ ہے -

لیکن حضرت ابراھیم علیہ السلام کے زمانے سے خاندان نبوت میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا ہوا - حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا اُنسے علحدہ ہوگیا تھا ' حضرت لوط علیہ السلام کي بي بي نے اُن سے کنارہ کشي اختیار کرلي تھي - لیکن اس دور ابراھیمي میں بیٹے نے باپ کي ' بي بي نے شوہر کي ' بھائي نے بھائي کي دعوت حق پر لبیک کي صدا بلند کي ' اور اس دعوت کي اشاعت میں جو جو مصیبتیں آنپڑ پیش آئیں ' اُن میں برابر کے شریک رہے - سب سے پہلے حضرت ہاجرہ رضي الله عنہا نے اس جہاد روحاني کي طرف قدم بڑھایا اور اپنے شوہر کے ساتھہ اپنے لخت جگر کو ایک " وادي غیر ذی زرع " میں ڈالدیا ' جہاں کئي سو میل تک آب و گیاہ کا پتہ نہ تھا - یہ اُسي سخت امتحان کي پہلي منزل تھي جس کیلیے خداوند تعالی نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو انتخاب کیا تھا - چنانچہ جب اُس آخری امتحان کا وقت آیا تو اونھوں نے باپ کے آگے سر اطاعت خم کر دیا :

فلما بلغ معه السعي قال يا بني اني ارى في المنام اني اذبحك فانظر ماذا ترى ؟ قال يا ابت افعل ما تومر ستجدني ان شاء الله من الصابرين - فلما اسلما و تله للجبين و ناديناه ان يا ابراهيم قد صدقت الرؤيا ' انا كذلك نجزي المحسنين - ان هذا لهو البلاء المبين (۳۷ : ۹۹)

جب اسمعیل علیہ السلام حضرت ابراھیم علیہ السلام کے ساتھہ چلنے پھرنے کے قابل ہوگئے تو اونھوں نے ایک دن کہا : اے بیٹے ! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا تمھیں راہ حق میں ذبح کر رہا ہوں - میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کیا ماجرا ہے - تم بھي اسپر غور کرو کہ اب کیا کرنا چاھیے ؟ بیٹے نے بلا تامل کہا اے میرے باپ ! اس خواب سے تو یہي معلوم ہوتا ہے کہ یہ الله کي جانب سے ایک اشارہ ہے - پس آپ حکم الہي کو پورا کیجیے ' مجھے انشاء الله صبر کرنے والوں اور ثابت قدموں میں سے پائیگا - جب باپ بیٹے دونوں خدا کے آگے جھک گئے اور باپ نے ذبح کرنے کیلیے بیٹے کو زمین پر پچھاڑا تو اسوقت ھمنے آواز دی : اے ابراھیم ! بس کرو ' تم نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا - ہم صاحبان احسان کو اسیطرح بدلا دیتے ہیں - دراصل یہ ایک بہت ہي بڑي قرباني تھي جسکي تعمیل کیلیے تم تیار ہوگئے تھے

حضرت موسی علیہ السلام کے ساتھہ بھي اونکے خاندان کي اعانت و رفاقت شریک رہي - چنانچہ جب اُن کو شعلہ طور کي زبان نے بشارت نبوت دي ' تو اونکي بي بي اونکے ساتھہ نہیں - بلکہ اونہیں کیلیے وہ آتشکدہ طور سے آگ لینے گئے تھے :

فلما قضى موسى الاجل و سار باهله آنس من جانب الطور نارا ' قال لاهله امكثوا اني آنست نارا لعلي آتيكم منها بخبر او جذوة من النار لعلكم تصطلون (۲۹ : ۲۸)

جب موسی مدین سے اپني بي بي کو لیکر چلے تو اونکو کوہ طور کے دامن میں آگ کي روشني نظر آئي - اونھوں نے اپني بیوي سے کہا یہیں ٹھہرو ' مینے ایک آگ دیکھي ہے ' اوسکا پتہ لگاتا ہوں ' شاید تمھارے تاپنے کیلیے آگ حاصل کرسکوں -

لیکن وادي ایمن میں جاکر معلوم ہوا کہ یہ آگ کا شعلہ نہ تھا بلکہ وہ ایک برق خاطف تھي جو فرعون کے خرمن ظلم و استبداد پر گرنا چاھتي تھي - چنانچہ جب خدا نے عصا اور ید بیضا کي صورت میں اونکو یہ صاعقۂ ھلاکت دیا اور اونھوں نے اپنے بھائي ھارون کي اعانت کا سوال کیا ' تو خدا نے اوسکو پورا کیا :

قال سنشد عضدك باخيك و نجعل لكما سلطانا -

خدا نے کہا میں تیرے دست و بازو کو تیرے بھائي کي اعانت سے قوي کردونگا اور تم دونوں کو فرعون پر غالب کرونگا -

چنانچہ حضرت ھارون علیہ السلام نے آغاز کار سے انجام کار تک حضرۃ موسی کا ساتھہ دیا ' اور وہ دعوۃ موسوي کے ھمیشہ شریک و امین رہے -

حضرت موسی علیہ السلام کے بعد اس سلسلہ کو اور ترقي ہوئي - پہلے خدا کے ایک صالح بندے نے اپنے بیٹے کو خدا کي مرضي پر قربان کرنا چاھا تھا ' لیکن اب وہ وقت آیا کہ خود حضرۃ مسیح علیہ السلام نے قرباني کے جام مقدس کے طرف ھاتھہ بڑھایا اور انکے لیے سولي کا جو تختہ طیار کیا گیا تھا ' اسکي طرف بلا کسي باک کے بڑھے :

و ما قتلوه و ما صلبوه و لكن شبه لهم - (۴ : ۱۵۶)

اور اونلوگوں نے نہ تو عیسی علیہ السلام کو قتل کیا نہ پھانسي دي - بلکہ اون پر اس قرباني کي حقیقت مشتبہ ہوگئي -

لیکن اسلام کے زمانہ تک خدا کي راہ میں جو قربانیاں ہوئي تھیں ' وہ محض شخصي حیثیت رکھتي تھیں ' یعني انبیاء نے شخصي طور پر خدا کي ذات پر اپني اولاد کو یا اپنے آپ کو قربان کردیا تھا - جہاد کي یہ ابتداء تھي ' مگر اسکي تکمیل شریعت اسلام پر موقوف تھي - چنانچہ اسلام نے جسطرح عقائد و عبادات اور معاش و معاد میں تمام قدیم مذاھب کي تکمیل کي ' اوسي طرح جہاد کي حقیقت کو بھي مکمل اور واضح کردیا - اب تک کسي پیغمبر کے خاندان نے جہاد میں کوئي حصہ نہیں لیا تھا - شخصي طور پر بھي جو قربانیاں کي گئیں ' وہ راہ ھي میں روک لي گئیں - حضرت ابراھیم نے اپنے لخت جگر کو خدا کي نذر کرنا چاھا لیکن اسکا موقعہ ھي نہ آیا ' حضرت عیسی سولي کے طرف بڑھے لیکن بچالیے گئے - آج تک تمام خاندان نبوت نے متفقہ طور پر اسمیں شرکت بھي نہیں کي تھي اور اسکي کوئي نظیر تمام سلسلۂ انبیاء میں نہیں نظر آئي تھي کہ صرف بھائي ' صرف بیٹا ' صرف بیوی ' ھي نے مقصد نبوت میں ساتھہ نہ دیا ہو بلکہ بلا تمیز خاندان نبوت کے اکثر اعضاء و اونکي راہ حق میں قربان ہوئے ہوں -

یزید کي شخصي خلافت کي بیعت کیلیے جو هاتهه بڑهے تهے' وہ اسلام کي جمهوریت کا قلع و قمع کرنا چاهتے تهے ' اور مذهب کي قربانیاں صرف امر بالمعروف ونهي عن المنکرهي کیلیے هوا کرتي هیں - اسلیے جب اسوۂ ابراهیمي کے زندہ کرنے کا ٹهیک وقت آگیا تو خاندان نبوت کے زن و مرد ' بال بچے ' غرض هر فرد نے اس میں حصه لیا - اور جن قربانیوں کے پاک خون سے زمین کي آغوش اب تک خالي تهي اون سے کربلاء کا میدان رنگ گیا -

پس حضرت حسین علیه السلام کا واقعه کوئي شخصي واقعه نهیں هے - اسکا تعلق صرف اسلام کي تاریخ هي سے نهیں ' بلکه اسلام کي اصل حقیقت سے هے - یعني وہ حقیقت جسکا حضرت اسمعیل علیه السلام کي ذات سے ظهور هوا تها ' اور وہ بتدریج ترقي کرتي هوئي حضرت عیسی علیه السلام کي ذات تک پهونچ کر گم هوگئي تهي ' اوسکو حضرت حسین علیه السلام نے اپني سر فروشي سے مکمل کردیا -

خاندان نبوت دنیا کے آباد کرنے کیلیے همیشه اوجڑتا رها هے - حضرت ابراهیم علیه السلام نے هجرت کي ' حضرت موسی علیه السلام نے گهر بار چهوڑا ' حضرت عیسی علیه السلام نے آوارہ گردي کي ' اور نبوۃ محمدي کے متبعین میں سے حضرت حسین علیه السلام نے میدان کربلاء کے اندر اس خانه ویراني کو مکمل کردیا -

حضرت اسمعیل علیه السلام سے خاندان نبوت کا سلسله ملا هوا هے - انهوں نے ایک وادي غیر ذي زرع میں شدت تشنگي سے ایڑیاں رگڑي تهیں - حضرت حسین علیه السلام نے بهي میدان کربلاء میں اس خانداني روش کو زندہ کیا - اور غالباً یهي مقصود هے اُن مفسرین امامیه کا جو " و فدیناہ بذبح عظیم " کي تفسیر میں ذبح عظیم شهادت امام علیه السلام کو قرار دیتے هیں اور اس بارے میں بعض ائمۂ اهلبیت کرام علیهم السلام کے آثار نقل کرتے هیں -

ایجنٹوں کیلئے کمیشن

هندوستان کے تمام اُردو ' بنگله ' گجراتي ' اور مرهٹي هفته وار رسالوں میں البلاغ پهلا رساله هے جو باوجود هفته وار هونے کے روزانه اخبارات کي طرح بکثرت متفرق فروخت هوتا هے - تمام ملک ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک اسکي اشاعت کے استقبال کیلیے چشم براہ هے - پس اگر آپ ایک عمده اور کامیاب تجارت کے متلاشي هیں تو ایجنسي کي درخواست بهیجیے کمیشن معقول دیا جاتا هے - اور تبلیغ حق اور اشاعۃ معارف قرآنیه کا ثواب اخروي مزید براں -

امن اور اسلام

جن ملکوں میں همیشه اندروني جنگوں کا سلسله جاري رهتا هے ' وهاں کے باشندے عموماً نقض امن اور قتل و خونریزي کے عادي هوجاتے هیں ' اور کسي نه کسي صورت میں همیشه اس سلسله کو قائم رکهتے هیں - اسلام سے پهلے عرب بهي اسي قسم کا بدقسمت ملک تها - اسلیے ریگستان عرب میں انساني خون کے جو طوفان برپا هوے ' اور اوس میں باهمي جنگ و جدال کي جو تلاطم خیز لهریں اُٹهیں ' اوس نے اهل عرب کے جذبات میں ایک عام هیجان پیدا کردیا ' اور اسکا اثر عموماً راهزني ' غارت گري ' اور نقض امن کي صورت میں ظاهر هوتا رهتا تها -

یهاں تک که خود عرب میں ایک قبیله اس بنا پر نهایت بدنام تها که وہ ایام حج میں حاجیوں کا مال چرا لیا کرتا تها - چنانچه اهل عرب نے اُس قبیله کو " سراق الحجیج " کا خطاب دیا تها -

قبیله بنوطے میں ڈاکوؤں کي ایک خاص جماعت قائم هوگئي تهي ' جس نے عرب کے امن کا شیرازہ بالکل درهم برهم کردیا تها -

اسلام دنیا میں آیا تو عرب کي تمام قوتوں کا رخ اوسکي طرف پهرگیا ' اسلیے اسلام اور داعي اسلام پر مالي ' سیاسي ' اخلاقي ' مختلف حیثیتوں سے اس نقض امن کا اثر بهي پڑا - چنانچه ایک بار مقام ذي قرد میں آنحضرت صلے الله علیه وسلم کے اُونٹوں کا جو گله چرا کرتا تها ' اُس پر قبیله غطفان نے دفعتاً ڈاکه مارا اور تمام اُونٹوں کو لوٹ لیگیا - (۱)

قبائل عکل و عرینه کا ایک گروہ آنحضرت صلے الله علیه وسلم کي خدمت میں حاضر هوکر اسلام لایا اور مدینه میں قیام کیا - یهاں کي آب و هوا نا موافق هوئي تو اُس نے آنحضرت سے اسکي شکایت کي - آپ نے اُسکو صدقه کے اُونٹوں کي چراگاه میں بهیجدیا که صحرا کي تازہ هوا کها کر اور اُونٹوں کا تازہ دودھ پیکر قوت و توانائي حاصل کریں - لیکن اون لوگوں نے صحیح و تندرست هونے کے بعد اسلام کو خیرباد کها - مرتد هوگیے ' اور تمام اُونٹوں کو لوٹ کر اپنے ساتهه لے گیے ' اور چرواهوں کو قتل کرڈالا - آنحضرت صلعم کو خبر هوئي تو آپ نے اونکو پکڑوایا اور سزائیں دیں - (۲)

کبهي کبهي عرب کي اس فطرۃ کا ظهور نهایت بے رحمانه شکل میں هوتا تها ' چنانچه ایک یهودي نے چند زیوروں کے لالچ میں ایک لڑکي کا سر دو پتهروں کے درمیان رکهکر کچل دیا - لڑکي کو لوگ آنحضرت کے پاس اوٹها لاے - ابهي تک لڑکي میں اس قدر هوش باقي تها که آنحضرت نے قاتل کا نام پوچها تو اوس نے سر اوٹهایا اور اشارے سے بتلادیا - چنانچه آنحضرت نے قاتل سے اسي طریقه پر قصاص لیا ' یعني اوسکے سر کو دو پتهروں کے درمیان رکهکر کچلوا دیا (۳)

(۱) بخاري جزو ۵ ص ۱۳۰ - (۲) بخاري جزو ۸ ص ۱۶۳ -
(۳) بخاري جزو ۹ ص ۵ -

اسي طرح چند مسلمان خيبر كي طرف گئے ' اور وهاں پهونچكر اپني اپني ضرورت كيليے متفرق هوگئے - پلٹے تو ايك شخص كو مقتول پايا - آنحضرت كي خدمت ميں حاضر هوكر اس واقعه كي خبر كي - آپ نے قاتل كے متعلق شهادت طلب فرمائي - ليكن وه لوگ كوئي گواه پيش نه كرسكے - آنحضرت نے خيبر كے يهوديوں سے قسم لينا چاها' ليكن ان لوگوں نے اونكي قسم پر اعتماد ظاهر نهيں كيا - مجبوراً خود آپنے صدقے كے اونٹوں سے اوسكي ديت ديدي (۱)

ايك بار عرب كے مختلف قبيلوں نے آنحضرت سے فوجي مدد كي درخواست كي - آنحضرت نے قراء صحابه ميں سے ستر آدمي ساتهه كردیے - جب وه لوگ بير معونه پر پهونچے تو ان قبائل نے بيوفائي كي اور اونكو قتل كرديا (۲)

اس قسم كے جرائم صرف كفار هي تك محدود نه تهے - بلكه جب تك آنحضرت صلى الله عليه وسلم كے فيض صحبت اور آپ كي روحاني تربيت نے مسلمانوں كے نظام اخلاق كو پخته اور مكمل نهيں كيا تها ' خود اون سے بهي كبهي كبهي اس قسم كے افعال سرزد هو جايا كرتے تهے - آنحضرت نے به مقام حديبيه كفار كے ساتهه جو معاهدهٔ صلح كيا تها ' اوسكي ايك دفعه يه تهي كه مكه سے جو مسلمان مدينه بهاگ كر آئيگا ' آپ اوسكو واپس كرديا كرينگے - اس بنا پر جب ابو بصير مكه سے مدينه بهاگ آئے تو قريش نے اونكو واپس لانے كيليے دو شخص بهيجے - آنحضرت نے ابو بصير كو اونكے حوالے كرديا - ليكن ابو بصير نے راستے ميں دهوكے سے ايك شخص كو قتل كرديا' اور پهر مدينه واپس چلے آے - آنحضرت نے انكو دوباره واپس كرنا چاها تو وه دريا كے كنارے بهاگ گئے ' اور وهيں مستقل سكونت اختيار كرلي - مكه كے ستم رسيده مسلمانوں كو خبر هوئي تو سب كے سب اون سے جاكر مل گئے - اب ايك مستقل جمعيت قائم هوگئي جو عموماً قريش كے كل روان تجارت كو لوٹا كرتي تهي - قريش نے آنحضرت كي خدمت ميں اسكي شكايت كي تو آپ نے ان لوگوں كو اپنے پاس بلا ليا (۳)

ليكن اس بد امني كا سب سے زياده مضر اور شديد اثر خود اشاعت اسلام پر پڑتا تها - اسلام اپنے روحاني اثر سے تمام عرب ميں نهايت سرعت كے ساتهه پهيلتا جاتا تها' اور عرب كے مسلمان قبائل آنحضرت كي خدمت ميں حاضر هو كر فيض صحبت اوٹهاتا اور تعليمات اسلاميه سے بهره اندوز هونا چاهتے تهے - ليكن بد امني كا يه طوفان ان روحاني لهروں كو بهي اپنے اندر سميٹ لينا چاهتا تها -

چنانچه وفد عبد القيس نے آپ كے فيض تربيت و تعليم سے محروم رهنے كا سبب نهايت حسرت آميز الفاظ ميں يه بيان كيا تها :

يا رسول الله! قد حالت ... يارسول الله! كفار مضر همارے اور آپ كے
بيننا و بينكم كفار مضر ... درميان حائل هوگئے هيں ' اور هم
و لن نخلص اليك الا ... اُنكي ركاوٹوں كي وجهه سے هميشه
في الشهر الحرام فمرنا ... آپكي خدمت ميں حاضر نهيں هوسكتے -
بشي ناخذه عنك وندعو ... صرف حج كے مهينوں هي ميں آ سكتے
اليه من وراءنا (۴) ... هيں كه وه امن كا زمانه هوتا هے ' پس
آپ هم كو اسلام كے احكام و تعليمات
سكهلا ديجيے - هم خود بهي سيكهه ليں' اور جو لوگ آپكي خدمت ميں حاضر نهيں هو سكتے ' اونكو بهي اُن احكام كي دعوة ديں -

اسلام اگرچه اپني دعوة كو تلوار سے شروع كرنا نهيں چاهتا تها اگرچه حق كے قيام كيليے تلوار كے بغير چاره نهيں :

لا اكراه في الدين قد تبين ... مذهب كوئي زبردستي كي چيز نهيں -
الرشد من الغي ' ... گمراهي اور هدايت ايك دوسرے سے

(۱) بخاري جزو ۹ ص ۹ - (۲) بخاري جزو ۵ ص ۱۰۵ -
(۳) ابو داود ۲ جلد ص ۲۵ - كاروان تجارت كے لوٹنے كا ذكر بخاري وغيره ميں هے - (۴ بخاري جزو ۴ -

بالكل الگ هوگئي هے ' اور هر شخص نور و ظلمت ميں اب خود امتياز كر سكتا هے -

ليكن وه كامل سكون و اطمينان كے ساتهه اشاعت اسلام كا جو حاصل جائز حق ركهتا تها ' اور اس ليے قيام امن و بسط عدل كيليے منكرين كي فطرت خبيثه كا جانبازانه مقابله كر سكتا تها -

دنيا ميں بظاهر نرمي و ملاطفت اخلاقي تعليم كي اشاعت كيليے زياده موثر و موزوں خيال كيے جاتے هيں ' ليكن آنحضرت اسلام كے سامنے اخلاقي تعليم كي اشاعت سے مقدم تر ايك دوسرا سوال تها - اسوقت يه بحث نهيں تهي كه سطح پر عمارت كيونكر قائم كي جاے' گفتگو يه تهي كه سطح كيونكر هموار كي جاے ؟ اسلام نے مكه كے ايك ايك قبيلے سے نو برس تك نهايت نرم لهجے ميں اس سوال كا جواب طلب كيا - ليكن صحراے عرب كے هر نشيب و فراز نے جواب ديا كه " هماري گردنيں صرف ٹهوكرهي سے جهك سكتي هيں " اسليے اسلام نے ميان سے تلوار نكالي ' اور قوت سے قوت كا مقابله كيا - ليكن عرب كي جنگجو فطرت كي طرح اسكا مقصد بغض و انتقام كے خون سے تلوار كو رنگيں كرنا نه تها - بلكه بد امني كے اُن تودوں كو هموار كرنا تها ' جو اشاعت حق و عدل كي راه ميں حائل تهے - چنانچه صحابه جب اس نا هموار راه كي شدائد و تكاليف سے چور چور هوكر سررشتهٔ صبر و سكون كو هاتهه سے چهوڑ دينا چاهتے تهے ' تو آنحضرت صلے الله عليه و سلم اس مقصد اعظم كي اهميت بتلا كر اونكے اندر عزم و استقلال كي روح پهونكتے تهے :

شكونا الى رسول الله صلى الله ... صحابه كهتے هيں كه آنحضرت
عليه وسلم وهو متوسد بردة له ... چادر كو سرهانے ركهكر خانه كعبه
في ظل الكعبة ' قلنا له الا ... كے سايے ميں ليٹے هوے تهے '
تستنصر لنا؟ الا تدعو الله لنا؟ ... هم نے اپني تكليفوں كي شكايت
قال: كان الرجل فيمن قبلكم ... كي اور كها " باوجود ان شدائد
يحفر له في الارض فيجعل فيه ... كے آپ همارے ليے خدا سے كيوں
فيجاء بالمنشار' فيوضع علي ... مدد نهيں مانگتے ؟ همارے ليے
راسه فيشق باثنتين وما يصده ... دعا كيوں نهيں كرتے ؟ " آپ نے
ذلك عن دينه' ويمشط بامشاط ... فرمايا : تم سے پهلے كي قوموں
الحديد ما دون لحمه من عظم ... ميں جو صاحب عزم مسلمان تهے '
او عصب' وما يصده ذالك عن ... اون كے ليے زمين ميں گڑهے
دينه' و الله ليتمن هذا الامر ... كهود ديے جاتے تهے ' اور وه ان گڑهوں
حتى يسير الراكب من صنعاء ... ميں كهڑے كردیے جاتے تهے - پهر آره
الى حضرموت لا يخاف الا ... لا يا جاتا تها ' اور اونكے سر پر ركهكر
الله ' والذئب علي ... اونكو دو ٹكڑے كرديا جاتا تها -
غنمه ' ولكنكم تستعجلون (۱) ... ليكن يه مصيبت بهي اونكو دين
سے نهيں پهير سكتي تهي - اُنكي كهالوں پر لوهے كي كنگهيان پهرائي جاتي تهيں جو گوشت سے هڈي اور پٹهوں كو جدا كرديتي تهيں ' ليكن پهر بهي اونكے ايمان ميں كسي قسم كا تزلزل نهيں پيدا هوتا تها - تم كو صبر كرنا چاهيے ' خدا كي قسم ! دين اسلام كامل هوكے رهيگا ' اور اوسكا كمال يه هے كه يمن سے ايك شتر سوار اس امن و سكون كے ساتهه حضرموت تك چلا جائيگا كه اوسكے دل ميں بجز خدا كے اور اوس بهيڑيے كے جو اوسكي بكريوں كو پكڑ ليجاتا هے اور كسي چيز كا خوف نهوگا ' ليكن آه! تم لوگ ايسے وسيع ' ايسے عظيم ' ايسے جليل مقصد كے حصول ميں ضعف بشري سے جلدي كررهے هو!

آنحضرت نے اس مقصد كو عدي بن حاتم كے دل ميں نهايت وضاحت كے ساتهه جاگزين فرمايا هے ' اور اوس سے غزوات اسلاميه كا منتهاے خيال نهايت واضح طور پر منكشف هوجاتا هے :

عن عدي بن حاتم قال: بينا ... عدي ابن حاتم كهتے هيں : ميں
انا عند النبي صلى الله ... آنحضرت كي خدمت ميں حاضر

(۱) بخاري جزو ۴ -

عليه و سلم اذ اتاه رجل فشكاه اليه الفاقة ' ثم اتاه آخر فشكاه قطع السبيل ' فقال : يا عدي ! هل رايت الحيرة ؟ قلت لم ارها و قد انبئت عنها - قال فان طالت بك حياة لترين الظعينة ترتحل من الحيرة حتي تطوف بالكعبة لا تخاف احدا الا الله - قلت فيما بيني و بين انفسي : فاين دعار طي الذين قد سعروا البلاد ؟ و لئن طالت بك حياة لتفتحن كنوز كسرى - قلت كسرى بن هرمز ؟ قال كسرى بن هرمز - و لئن طالت بك حياة لترين الرجل يخرج ملء كفه من ذهب او فضة يطلب من يقبله منه فلا يجد احدا يقبله منه !

تها كه ايک آدمي آيا اور تنگدستي کي شکايت کي ' پهر دوسرا آدمي آيا اور لٹ جانے کي شکايت کي - آپ نے ميري طرف مخاطب هوکر فرمايا : کيوں عدي ! تم نے شهر حيره کو ديکها هے ؟ ميں نے کها "ديکها تو نهيں هے البته سنا هے" آپ نے فرمايا "اگر تم زنده رهے تو ديکهه لينا که ايک پرده نشين عورت تنها ملک حيره سے سفر کرکے آئيگي اور خانه کعبه کا طواف کريگي ' ليکن خدا کے سوا اوسکو راه ميں کسي چيز کا ڈر نهوگا" عدي کهتے هيں که ميں نے دل ميں کها : "قبيله طے کے ڈاکو کيا هوجائينگے جنهوں نے تمام ملک عرب ميں آگ لگا رکهي هے ؟" پهر آپ نے فرمايا "اگر تم زنده رهے تو ديکهوگے که کسري کے خزانه کا دروازه کهول ديا گيا هے" ميںنے تعجب سے پوچها "کسري بن هرمز ؟" آپ نے فرمايا "هاں کسري بن هرمز" پهر آپنے فرمايا : "اگر تم زنده رهے تو ديکهوگے که ايک آدمي اپني مٹهي ميں سونا يا چاندي ليکر کهر سے چلے گا اور فقرا کو دينا چاهيگا ' مگر هر شخص بجاے خود اس قدر مستغني هوگا که اس صدقه کو کوئي قبول نه کريگا"

قال عدي : فرايت الظعينة ترتحل من الحيرة حتي تطوف بالكعبة لا تخاف الا الله - وكنت فيمن افتتح كنوز كسرى بن هرمز - و لئن طالت بكم حياة لترون ما قال النبي ابو القاسم صلى الله عليه و سلم - (١)

عدي کهتے هيں که ميں نے اپني آنکهوں سے ديکهه ليا که حيره سے ايک پرده نشين عورت بے خوف آتي هے اور خانه کعبه کا طواف کر کے چلي جاتي هے - کسري بن هرمز کا خزانه کهولا گيا ' اور ميں اسکے کهولنے والوں ميں شريک تها - آنحضرت کي تيسري بشارت يعني اسقدر اللہ دولت عطا کريگا که صدقه لينے والے مسکين نه ملينگے ' تو عدي نے کها که جو لوگ زنده رهينگے وہ اسکو بهي ديکهه لينگے -

چنانچه اس دور کے بعد جو لوگ آئے ' انهوں نے اس چيز کو بهي اپني آنکهوں سے ديکهه ليا - يه بشارت تهي جو اسلام نے اس قوم کو دي تهي جو ريگستان کے صحرائي خيموں ميں سوتي ' خشک کهجور کهاتي ' اور اونٹوں کو چراتي تهي ' مگر اس نے يقين کيا اور اسکا پهل پايا - پهر آه ! موجوده عهد کے وہ مسلمان جو محلوں ميں رهکر ' ريشمي بستروں پر سوکر ' آج اسلام کے وعده پر يقين نهيں لاتے ' اور اسکے ليے اپنے اندر کوئي يقين نهيں رکهتے ! غضتان ما بين اليوم و الامس !

غزوات اسلاميه کا يهي مقصد تها - چنانچه جب يه مقصد حاصل هوگيا ' دارالامة (کعبه) کا دروازه تمام دنيا کيليے کهل گيا ' باهمي جنگ و خوں ريزي کي جگه امن و امان قائم هوگيا ' فتنه و فساد کفر کا غبار بيٹهه گيا ' حرية و استقلال انساني کا شرف وجود ميں آگيا ' تو اس نے اپني تکميل کا عام اعلان کرديا :

اليوم اكملت لكم دينكم و اتممت عليكم نعمتي و رضيت لكم الاسلام دينا -

پس اسلام اور امن ايک هي حقيقت کے دو نام هيں - اسلام کي صلح بهي امن کيليے هے - جنگ بهي امن کيليے - حتى لا تكون فتنة و يكون الدين كله لله !

(١) بخاري جزء ٣ - باب علامات النبوة -

باب التفسير

فلسفه احتساب

امر بالمعروف و النهي عن المنكر

تعيين حقيقت و تفصيل لوازم و اغراض

مظاهر مختلفه ' و مدارج ترقي و تنزل !

(١)

الله تعالى نے مادۂ عالم کي تخليق و تقويم صرف انسان کي نفع رساني کيليے کي هے - جسطرح زمين کا فرش همارے ليے بچها يا گيا هے جسکو هم پاؤں سے روندتے هيں ' اوسي طرح هوا کا کره بهي همارے هي ليے حرکت کر رها هے جسکو هم هاتهه سے چهو نهيں سکتے - جسطرح خاک کا هر ذره همارے ليے فضاے عالم ميں چمکتا پهرتا هے ' اوسي طرح آفتاب بهي همارے هي ليے اپنے محور پر گردش کرکے نور برسا رها هے - جس طرح همارے اعصاب کا باهمي اتصال همارے دماغ تک ايک احساس عام کي کيفيت کو نهايت سرعت کے ساتهه پهونچاتا رهتا هے ' اوسي طرح تمام اجرام فلکيه کي قوت جاذبه سب کو ايک رشته ميں جکڑ کر اونکے متفقه فوائد و منافع کو همارے هي ليے تقسيم کرتي رهتي هے !

(شـــوون مـــاديـه)

الله تعالى نے قرآن حکيم ميں اپنے اس احسان عام کا ذکر بار بار کيا هے - پہلے ايک آيت ميں فرمايا که آسمان و زمين کي هر مخلوق اپنے ساتهه فوائد و منافع کا ايک بے شمار ذخيره رکهتي هے ' اور خدا کے صالح بندے وهي هيں جو هميشه اس خزانه کي جستجو ميں مصروف رهتے هيں :

ان في خلق السموات و الارض و اختلاف الليل و النهار لايت لاولي الالباب الذين يذكرون الله قياما و قعودا و على جنوبهم و يتفكرون في خلق السموات و الارض : ربنا ما خلقت هذا باطلا (٣ : ١٨٧)

يقيناً آسمانوں اور زمين کي خلقت ' نيز ليل و نهار کے اختلاف و طلوع و غروب ميں ارباب عقل و بصيرة کيليے حکمت الهي کي بڑي هي نشانياں رکهي گئي هيں - وہ ارباب بصيرة جو کهڑے رهکر ' بيٹهے بيٹهے ' ليٹے ليٹے ' غرضکه هر حال ميں الله تعالى کو اور اسکي قدرت و حکمت کو ياد کرتے رهتے هيں ' اور کائنات سماوي و ارضي کے اسرار و حقائق ميں هميشه تفکر کرتے هيں ' اور بالآخر اس نقطۂ علم و يقين تک پهنچ جاتے هيں که کائنات عالم کے کسي ايک ذرے کو بهي خدا تعالى نے بغير کسي مصلحت و نفع کے پيدا نهيں کيا هے ' اور يه سب کچهه محض کسي اتفاقي تخليق و تکوين هي کا نتيجه نهيں هے !

و ما خلقنا السماء و الارض و ما بينهما لاعبين (٢٢ : ١٦)

اور هم نے آسمان اور زمين کو اور جو کچهه ان ميں هے ' محض ايک کهيل تماشه هي نهيں بنايا هے بلکه ان ميں سے هر چيز اپنے اندر اپني تخليق کا ايک خاص مقصد ' ايک خاص خاصه ' ايک خاص اثر ' اور ايک ممتاز علت رکهتي هے -

پهر اسکے بعد فرمايا که يه تمام فوائد و منافع صرف انسان هي کيليے مخصوص هيں ' ليکن چونکه انسان زمين ميں رهتا هے اور

اسکے فوائد سے آسانی کے ساتھہ متمتع ہوسکتا ہے ' اسلیے زمین ہی کے منافع کو خصوصیت کے ساتھہ بیان فرمایا :

هو الذي خلق لكم ما في الارض جميعاً (بقرہ : ٢٧)

وہ رب السماوات و الارض ہی تو ہے جس نے زمین کی ہر چیز کو تمہارے لیے پیدا کیا ' تاکہ تم اس سے کام لو۔

پھر متعدد آیتوں میں تمام بڑی بڑی مخلوقات کی تفصیل بیان فرمائی ' اور اونکو اپنی ایک نشانی قرار دیا :

و جعلنا السماء سقفا محفوظا و هم عن آياتها معرضون - و هو الذي خلق الليل و النهار و الشمس و القمر ' كل في فلك يسبحون (انبیاء : ٣٣)

اور دیکھو ' ہم نے آسمان کو کرۂ ارضی کے اوپر ایک محفوظ چھت کی طرح بنایا ' اور کس طرح اسمیں سے اپنی حکمت و قدرت اور طرح طرح کے مصالح و اسرار کی نمود کی ؟ پر انسان کی ضلالت ہے کہ با ایں ہمہ اجرام سماویہ کی عجیب و غریب نشانیوں سے بھی گردن موڑے ہوے ہے ! پھر دیکھو ' اسکے سوا اور کون ہے جس نے رات اور دن کے اختلاف کو زمین کیلیے قائم کیا ؟ اور سورج اور چاند کو پیدا کیا جو آسمان میں پیرتے رہتے ہیں ؟

الله الذي خلق السموات و الارض و انزل من السماء ماء فاخرج به من الثمرات رزقا لكم و سخر لكم الفلك تجري في البحر بامره و سخر لكم الانهار (ابراهيم : ٣٧)

وہ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ' اور اوپر سے پانی برسایا جس کی آبیاری سے تمہارے لیے طرح طرح کی غذائیں پیدا ہوئیں ' پھر یہ تو اس پانی کے منافع کی تسخیر تھی جو اوپر سے گرتا ہے ' لیکن جو پانی تمہارے قدموں کے نیچے بہہ رہا ہے ' اسکے منافع بھی تمھیں کو بخشدیے ' چنانچہ سمندر کی دہشت انگیز قہاری پر اسطرح تمکو مسلط کردیا کہ تم نے کشتیاں بنائیں اور وہ اس سہولت سے پانی میں چلتی پھرتی ہیں ' گویا سمندر بھی خشکی کی طرح تمہارا جولانگاہ ہے اور تم اسکے جس حصہ میں جانا چاہو خشکی کی طرح چلکر جا سکتے ہو!

كذلك سخرنا ها لكم لعلكم تشكرون (٣٨ - حج)

اسی طرح ہم نے چارپایوں کو تمہارے آگے مسخر کردیا تاکہ تم اللہ کی نعمتوں سے کام لو۔

الم نجعل الارض مهادا و الجبال اوتادا و خلقناكم ازواجا ؟ (النبیاء : ٧)

کیا ہم نے زمین کو تمہارے لیے ایک فرش کی طرح نہیں بچھا دیا ؟ کیا یہ ہماری ہی حکمت و قدرت نہیں ہے کہ پہاڑوں کی بلندی کی اور اسپر میخوں کی طرح نمود کی ؟ پھر کیا وہ ہم ہی نہیں ہیں جس نے تم کو دو جنسوں میں منقسم کردیا ؟

(مـــادہ اور قـــوت)

لیکن دنیا مادہ اور قوت ' دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ اسلیے دنیا کا کوئی عمل ان دونوں کی آمیزش کے بغیر انجام پذیر نہیں ہو سکتا - نظام فطرت کی ہر کڑی اوسوقت تک بکھری ہوئی پڑی رہتی ہے جب تک کہ قوت اوس میں تنظیم و ترتیب پیدا نہ کردے ' اور اسی کا نام تکوین ہے۔ پس اس بنا پر خدا نے ان شوؤن مادیہ کے ساتھہ ہمارے اندر مختلف قواء بھی پیدا کردیے ' جو مادۂ عالم سے فائدہ اوٹھانے کی کامل صلاحیت رکھتے ہیں - اور یہی وجہ ہے کہ ہم پر جا بجا ان قوتوں کے ذریعہ بھی احسان الہی جتایا گیا ہے :

قل هو الذي انشاكم و جعل لكم السمع و الابصار و الافئدة قليلا ما تشكرون (ملک : ٢٣)

کہدو کہ اسی کی ذات خالق کائنات ہے جس نے تم کو پیدا کیا ' اور تمہارے اندر حواس باطنی و ظاہری اور انکی قوتیں ودیعت کیں -

ان قوتوں سے فائدہ اوٹھانے کیلیے کامل وسعت و بسط کی ضرورت تھی - اسلیے خدا نے اس احسان کی بھی تکمیل کردی :

قل هو الذي ذرا كم في الارض و اليه تحشرون -

خدا ہی نے تمہیں زمین میں پھیلا دیا ہے کہ اپنی قوت سے پوری وسعت کے ساتھہ فائدہ اوٹھاؤ ' اور پھر وہی تمکو اپنی طرف سمیٹ بھی لیگا۔

(قوۃ اعلی و مدبرہ)

لیکن یہ قوتیں برق و باد اور کہربائیت و دخانیت کی طرح حرکت پیدا کرنے کی تو قوت رکھتی ہیں ' مگر وہ انسان کو بذات خود منزل مقصود پر نہیں لیجا سکتیں - وہ صرف حرکت پیدا کرنا جانتی ہیں ' لیکن حرکت کے لیے چپ و راست ' یمن و یسار ' جنوب و شمال کی تمام راہیں یکساں ہیں - وہ راہ متعین نہیں کرسکتی اسلیے یہ قوتیں خود زمین کے نشیب و فراز میں تمیز نہیں کرسکتیں ' اور خدا ہی نے اونکو خیر و شر کے یہ دونوں راستے دکھا دیے ہیں :

الم نجعل له عينين و لسانا و شفتين و هديناه النجدين ؟ (بلد : ٩)

کیا ہم نے انسان کیلیے آنکھیں ' ہونٹ اور زبان بناکر خیر و شر ' حق و باطل ' یمین و شمال کی دونوں گھاٹیاں اُسے نہیں دکھا دیں ؟

اِسلیے جسطرح انجن کو ایک سائق (ڈرائیور) کی ضرورت ہوتی ہے کہ اسٹیم کی طاقت کو سیدھی راہ پر لگائے ' اسی طرح یہ قواء بھی ایک ذی شعور محاسب کے محتاج ہوتے ہیں جو اُنمیں تنظیم و ترتیب ' توافق و تطابق ' اور صحیح و مکرر فعالیت پیدا کرے ' اور بالفاظ سادہ تر یہ کہ اُنسے ٹھیک ٹھیک صحیح و عادلانہ کام لے - اِسلیے خدا نے ہر چیز کے اندر فطرتاً اس محاسب کو بھی پیدا کر دیا :

قال : ربنا الذي اعطى كل شيء خلقه ثم هدى (طه : ٥٠)

میرا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کی خلقت کی تکمیل کی ' اور پھر اوسکو حواس ظاہری و باطنی دیکر راہ عمل دکھا دی -

لیکن انسان کو فطرت نے یہ حصہ اور تمام مخلوقات سے زیادہ دیا ہے :

لقد خلقنا الانسان في احسن تقويم - (والتین : ٤)

ہم نے انسان کو ایک بہترین فطرۃ عادلۂ و مقومہ کے قالب میں پیدا کیا ہے -

یہی فطرۃ صحیحہ اور خلقۃ مستقیمہ ہے جو انبیاء کرام کے اندر سے نمایاں ہوتی ہے - اسی لیے وہ خدا کے اس احسان کا بکر بار بار کرتے ہیں - اور یہی فطرۃ اصلیۂ صالحہ ہے جو انکے عصر و دور کی عام تاریکی و ضلالت کے اندر چمک کر حقیقت معبودہ کا روشن راستہ دکھا دیتی ہے :

واذ قال ابراهيم لابيه و قومه : اني براء مما تعبدون - الا الذي فطرني فانه سيهدين (زخرف : ٢٥)

ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا : ایک خدا کو چھوڑ کر تم نے اپنی پرستش کے جو جھوٹے معبود بنا لیے ہیں ' میں نے اُن سب سے اپنے آپ کو الگ کرلیا - میں صرف اسی ایک معبود حقیقی کا ہو رہا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا - اور چونکہ مجھے پیدا کیا اسلیے صرف وہی ہے جو میری فطرۃ سلیمہ کے ذریعہ میری ہدایت کریگا !

(ارکان ثلاثۂ تقویم عالم)

پس دنیا کا نظام فطرت تین جزوں سے مکمل ہوتا ہے : مادہ ' قوت ' اور ان دونوں سے بالاتر ایک ذی شعور طاقت ' جو ان دونوں میں ربط و اتحاد پیدا کرتی ہے ' اور وہ فطرت صالحۂ و سلیمہ ہے جو اصلاً خود انسان کے اندر موجود ہے -

خدا تعالیٰ نے نظام عالم کی ان تینوں کڑیوں کا ذکر بہ ترتیب ایک سورہ میں کیا ہے :

و الشمس و ضحها ' و القمر	سورج اور اسکی حرارت و نورانیت !
اذا تلها ' و النهار اذا جلها -	چاند جو اسکے بعد ضیا گستر ہوتا
و الليـــل اذا يغشـا ها '	ہے ! روز روشن جو رات کی تاریکی
والسماء و ما بنها ' والارض	کا پردہ چاک کردیتا ہے ! رات کی
وما طحها ' و نفس و ما	ظلمت جو دن کی روشنی کو چھپا
سواها ' فالهمها فجـورهـا	لیتی ہے ! آسمان اور اسکی عجیب
و تقواها ' قد افلح من زكها '	و غریب بناوٹ ! زمین اور اسکا
و قـــد خاب من دسها !	حیرت انگیز پھیلاؤ ! اور پھر مادۂ عالم
(والشمس ۱ - ۱۰)	کے ان تمام مظاہر و شوؤں کے بعد

روح انسانی اور اسکا وہ فاطر مطلق جس نے اسمیں ایسی مناسب ' موزوں ' مستقیم ' و عادلہ فطرۃ صالحہ رکھی ' اور بالاخر خیر و شر ' حق و باطل ' صحت و سقم ' عدل و اسراف ' نور و ظلمت ' دونوں راہوں کو اسپر کھول دیا - پس اب کامیاب وجود وہ ہے جس نے اپنی قوت محتسبہ کے عمل سے اپنی فطرۃ صالحہ کو بالکل پاک اور بے آمیزش رکھا ' اور نامراد انسان وہ ہے جس نے اسے ضائع کردیا !!

اب دیکھو کہ اس سورۂ کریمہ میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مظاہر و شوؤں مادیہ سے شہادت دلائی ہے ' اسکے بعد نفس انسانی کا ذکر کیا ہے اور اسکے تسویۂ فطری کی طرف اشارہ کیا ہے ' آخر میں فلاح و خسران کا یہ معیار بتلایا ہے کہ الہام خیر و شر کی کشاکش و تصادم میں مستقیم و محتسب رہنا اور فطرۃ صالحہ کو ضلالت کی آمیزش سے پاک رکھنا - پس پہلا درجہ مادہ کا ہے ' دوسرا قوۃ کا ' تیسرا ان سب سے بالاتر ذی شعور قوۃ محتسبہ و عاملہ کا -

یہی آخری جزء ' جو مادہ و قوت میں ربط و توافق اور پھر عمل و صرف صحیح پیدا کرتا ہے ' فی الحقیقت احتساب کا سنگ بنیاد ہے اور اسی پر امر بالمعروف و النہی عن المنکر کی عظیم الشان دیواریں قائم ہوتی ہیں - قرآن حکیم نے اسے " امر بالمعروف و نہی عن المنکر " یعنے نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا کہا ہے ' اور فطرۃ کا علم صحیح بتلاتا ہے کہ کائنات کا نظام عدل و تکوین در اصل انہی تین رکنوں پر قائم ہے -

(مدارج احتساب)

لیکن تمام نظام عالم ترقی پذیر ہے - اسلیے اسکی ہر کڑی ترقی کی طرف آگے قدم بڑھا رہی ہے - مادۂ عالم اغاز خلقت سے اب تک سیکڑوں قالب بدل چکا ہے - قواء جسمانی نے بچپن سے بڑھاپے تک ترقی و انحطاط کی سیکڑوں منزلیں طے کی ہیں - پس اس ارتقاء و نشوء کے اصول پر قوتوں کے ساتھہ ساتھہ قوت احتساب بھی ترقی کرتی رہتی ہے -

چنانچہ سب سے پہلے انسان کی خود فطری قوت احتساب اسکا محاسبہ کرتی ہے - انسان کے اندر سے ہمیشہ برائی کی صدا اٹھا کرتی ہے :

ان الـنـفـس لامـــارة	نفس برائی کیلیے بہت ہی بڑا حکم
بالسوء - (یوسف : ۵۲)	دینے والا ہے -

اسلیے اس کی قوت احتساب سب سے پہلے اسی کے اندر عمل کرتی ہے - گناہ کرنے کے بعد ہر شخص کو جو ندامت ہوتی ہے ' اور اسپر اسکا ضمیر جس طرح ملامت کرتا ہے ' در اصل اسی فطری احتساب کا اثر ہے :

لا اقسم بالنفس اللوامة	اوس پاک روح کی قسم جو گناہ کرنے
(۷۵ : ۲)	کے بعد انسان کو بہت ملامت کرتی ہے -

اصول ارتقاء کے بموجب ترقی کا یہ وہ نقطہ ہے ' جہاں سے (جسمانیات میں) حرکت کرکے جمادات ' نباتات کے قالب میں آتے ہیں - اسکے بعد اس قوت کے حیواتی مظاہر کی منزل شروع ہوتی ہے - حیوانات کی طرح انسان بھی اپنے بچوں کی تربیت و رہنمائی میں اس قوت کو صرف کرتا ہے ' اور جو آگ اوسکے اندر بھڑک رہی ہے ' اوسیکو اونکے اندر بھڑکانا چاہتا ہے :

يا بني ! اقم الصلوة وامر	اے بیٹے ! صلواۃ الہی کو قائم کر ! نیکی کا
بالمعروف وانه عن المنكر	لوگوں کو حکم دے ! برائی سے روک !
و اصبر على ما اصابك -	اور اس فرض احتساب کے ادا کرنے
ان ذالك من عزم الامور	میں جو جو تکلیفیں برداشت کرنی
(لقمان : ۱۶)	پڑیں ' اونپر صبر کر ! یہ بڑے ہی پختہ
	ارادے اور اعلی درجہ کا کام ہے -

حیوانیت کی انتہائی منزل کی سرحد سے انسانیت کی سرحد شروع ہوتی ہے - دفعتاً ایک انسان کامل منصۂ عالم پر جلوہ گر ہوتا ہے ' اور خدا کے نور کو اپنے اندر جذب کرکے دنیا کے سامنے نمودار کرتا ہے :

ان الله يأمر بالعـــدل	خدا عدل ' احسان ' اور قرابت داروں
والاحسان وايتاء ذى	کے حقوق ادا کرنے کا حکم کرتا ہے ' اور
القـــربا ء و ينهى عن	ہر قسم کی برائیوں اور ہر قسم کے ظلم
الفحشـــاء و المنـــكر	سے روکتا ہے - خدا یہ نصیحت اسلیے
و البغي يعظكم لعلكم	کرتا ہے کہ شاید تماوگ عبرت پکڑو -
تذكرون (نحل - ۹۳)	

چاند دنیا کو وہی روشنی دکھاتا ہے ' جسکو اوس نے آفتاب سے حاصل کیا تھا - اسلیے یہ انسان کامل بھی وہی فرض ادا کرتا ہے ' جس پر مامور کرکے خدا نے اوسکو بھیجا تھا :

يأمرهم بالمعروف و ينهاهم	اونکو نیکی کا حکم دیتا ہے ' برائیوں
عن المنكـــر ويحل لهـــم	سے روکتا ہے ' مفید و صالح چیزوں
الطيبات ويحرم عليهم	کو حلال ' اور بری چیزوں کو
الخبائث (اعراف : ۱۵۶)	حرام کرتا ہے -

اب انہی اوصاف و مناقب کے ساتھہ متصف ہوکر اوسکی پاک نسل دنیا میں پھیلتی ہے ' اور انسانیت کاملہ کا ظہور عام ہوجاتا ہے :

كنتم خير امة اخرجت	تم لوگ دنیا کی بہترین امت ہو
للناس تأمرون بالمعروف	جسکو خدا نے دنیا کی ہدایت کیلیے
و ينهـــون عن المنكـــر	نمایاں کیا - کیونکہ نیکی کا حکم
(آل عمران : ۱۰۶)	دیتے ہو ' برائی سے روکتے ہو -

(ارتقـــاء روحـــانی)

ترقی کے اس نقطے پر پہونچکر ارتقاء کی وہ چاروں منزلیں طے ہوجاتی ہیں ' جسکے ہفت خواں کے طے کرنے کا سہرا (Evolution) کے سر پر باندھا گیا ہے -

لیکن ارتقاء مادی اور امر بالمعروف کے مدارج میں ایک دقیق فرق ہے - قائلین مذہب نشو و ارتقاء کے مذہب میں جب جمادات کی ترقی اپنے آخری درجہ تک پہونچ جاتی ہے اور انسان کی نسل زمین پر پھیل چکتی ہے ' تو مادی قوانین ارتقاء یکقلم معطل ہوجاتے ہیں ' اور اسکے بعد وہ کوئی عمل جدید نہیں کرتے - لیکن امر بالمعروف و النہی عن المنکر اپنے آخری درجہ پر پہونچکر

ایک جدید قوت پیدا کرتي هے ' جسکو شریعت کي اصطلاح میں " صلواۃ الهي " کہتے هیں - " صلواۃ " کے اندر وہ تمام اعمال کاملۂ و حقۂ و عادلہ داخل هیں جنکو عبودیۃ الهي کے ارتقاع و علو کے ساتھہ دنیا میں ایک انسان کامل انجام دیتا هے ' اور اس طرح هر عام " انساني فعل " ایک مزید درجۂ ترقي و نشو پاکر " عبادت " بن جاتا هے - چنانچہ یہي قوت هے جو اپني خاموش زبان سے دنیا کي هدایت کرتي هے :

ان الصلوۃ تنهي عن الفحشاء و المنکر - نماز هرقسم کي برائیوں سے روکتي هے -

حضرت شعیب علیہ السلام کي قوم کو یہي اعلی ترین عملي قوت شرک و بت پرستي سے روکتي تھي ' اسلیے اون لوگوں نے کہا :

اصلواتک تامرک ان نترک ما یعبد اباونا ؟ (۱۲ : ۸۸) کیا تمھاري عبادت تم کو یہ حکم دیتي هے کہ اس راہ کو چھوڑ دیں جسپر همارے باپ دادا کا عمل تھا اور جس چیز کي وہ پوجا کرتے تھے ؟

(قانـــون تنـــزل)

لیکن قوت احتساب نے جس طرح ترقي کي تھي ' اوسي طرح انحطاط کے مدارج بھي شروع هوتے هیں - جو انسان کہ اپنے بچوں کي قوت احتساب کو ترقي دے سکتا تھا ' ایک وقت آتا هے کہ خود اپني قوۃ محتسبہ هي کو فنا کر دیتا هے ' اور اسکے تمام حواس ظاهري و باطني خارجي ضلالت کے اثر سے معطل هوکر رهجاتے هیں - یہاں تک کہ هر شخص علانیہ منکرات و معاصي کا ارتکاب کرنے لگتا هے اور اپني فطرۃ صالحۂ و سلیمہ کو یکقلم مسخ کردیتا هے - حضرۃ لوط علیہ السلام نے کہا تھا :

انکم لتاتون الرجال و تقطعون السبل و تاتون في نادیکم المنکر (عنکبوت : ۲۸) تم لوگ فعل خلاف وضع فطري کے مرتکب هوتے هو ' دن دهاڑے ڈاکہ مارتے هو ' اور اپني صحبتوں میں علانیہ برائیوں کا ارتکاب کرتے هو -

اسلیے اب زندگي کے مدارج نباتاتي و حیواني دونوں فنا هوجاتے هیں - انسانیت کاملہ کا ظہور اُنہي کي تدریجي ترقي کا نتیجہ تھا - پس جب اوسکي ابتدا کي کڑیاں ٹوٹ جاتي هیں تو انسانیت کاملہ کا درجہ بھي (جو آخري کڑي کا حکم رکھتا) هے ' فنا هوجاتا هے - بلکہ فنا کردیا جاتا هے :

ان الذین یکفرون بایت اللہ و یقتلون النبیین بغیرحق (۳ : ۲۰) وہ لوگ جو آیات الاهیہ کا انکار کرتے هیں ' اور انکا سب سے بڑا انکار یہ هے کہ انکے حاملین اور داعیوں کو قتل کرتے هیں -

اب انہي لوگوں کے هاتھوں اس انسان کامل کي وہ نسل بھي مفقود هوجاتي هے جو اس فرض احتساب کو ادا کرتي تھي :

و یقتلون الذین یامرون بالقسط من الناس (۳ : ۳۰) اور یہ بدبخت ان پاک انسانوں کو بھي قتل کردیتے هیں ' جو عدل اور صراط مستقیم کي طرف انسانوں کو بلاتے اور امر حق کا حکم دیتے هیں -

لیکن ترقي و تنزل کے یہ مدارج ایک هي اصول کے تابع هیں - جسطرح نسل حق تدریجي ترقي کے بعد پیدا هوئي تھي ' اوسي طرح بتدریج فنا بھي هوتي هے - امر بالمعروف اور احتساب انساني کي ترقي کے کئي درجے تھے - اسي طرح اسکا تنزل بھي تین درجوں میں منقسم هے - ابتداء میں یہ گمراہ نسل اگرچہ خود نیکي پر عمل نہیں کرتي ' تاهم دوسرونکو نیکي کرنے کا حکم رسماً و عادتاً ضرور دیتي رهتي هے - یہ تنزل کا پہلا درجہ هے

اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم - (بقرہ - ۴۱) دوسروں کو تو نیکي کا حکم دیتے هو لیکن خود اپنے نفسوں کو بھول گئے هو جو سب سے زیادہ اس حکم کے مستحق هیں ؟

لیکن رفتہ رفتہ یہ حالت یہانتک پہونچ جاتي هے کہ خود یہي نسل دوسرونکو برائي کا حکم بھي دینے لگتي هے اور اسطرح احتساب حق کا آخری نقش پا بھي مٹ جاتا هے - تاهم یہ دوسرا درجہ هے :

الذین یبخلون و یامرون الناس بالبخل - (نساء - ۴۱) وہ بدبخت جو خود بھي بخل کرتے هیں اور دوسروں کو بھي بخل کیلیے حکم کرتے هیں ' اور اس طرح اللہ کي دي هوئي طاقت کو اللہ کي راہ میں نہ تو خود خرچ کرنا چاهتے هیں اور نہ دوسروں کو کرنے دیتے هیں !

اسکے آگے ایک درجہ اور آتا هے - دوسرے درجہ میں گرکر یہ نسل برائي کا حکم دیتي تھي ' لیکن ابھي تک نیک کاموں میں رکاوٹ نہیں پیدا کرتي تھي - اب تیسرا درجہ الهي قوت کے فقدان اور شیطان کے تسلط کے اعلان کا آتا هے ' اور صرف یہي نہیں هوتا کہ برائي کي جاے اور برائي کي تعلیم دي جاے ' بلکہ ان دونوں مدارج ابلیسیت کے ساتھہ یہ منتہاء شیطنت بھي شروع هوجاتي هے کہ پرستاران باطل حق کے خلاف جہاد کرتے هیں اور سچائي اور نیکي کو دنیا سے بالکل معدوم و فنا کردینا چاهتے هیں :

المنفقون و المنفقت بعضهم من بعض یامرون بالمنکر ' و ینهون عن المعروف (توبہ - ۶۸) منافق مرد اور منافق عورتیں جو اعانت باطل اور مخالفت حق میں ایک دوسرے کے ساتھي اور سازشي هیں ' برائیوں کا حکم دیتے هیں اور ساتھہ هي دنیا کو نیکي سے روکتے بھي هیں -

انحطاط کا یہي درجہ هے جہاں پہونچکر اس نسل کا خاتمہ هوجاتا هے ' آمرین بالمعروف علانیہ قتل کیے جاتے هیں ' طرح طرح کي تکلیفوں اور قسم قسم کي دنیوی سزاؤں سے انکي جماعت کو هلاک کیا جاتا هے ' اور اسطرح وہ روح صالح فنا کردي جاتي هے جو دنیا کو ایک عام دعوت عمل دیتي تھي ' اور وهي انتظام انسانیۂ کبری کي آخري منزل تھي -

(لـوازم و اعـراض)

اس تفصیل سے تم نے اندازہ کرلیا هوگا کہ امر بالمعروف و النهي عن المنکر ایک روح عامہ کا نام هے جو تمام کائنات هستي پر حکومت کرتي هے ' لیکن روح کے مظاهر مختلف هوتے هیں - حیوان اور انسان دونوں میں روح هے ' لیکن دونوں کے آثار و نتائج مختلف هیں - روح حیواني میں وہ نور نہیں هے جس سے انسان کا دماغ روشن هے - اسي طرح امر بالمعروف کي روح اگرچہ فطرتاً تمام عالم میں ساري هے ' لیکن ترقي و تنزل کے لحاظ سے اُسکے مدارج مختلف هیں - اس روح کا سب سے اعلی مظہر خود خداے ذو الجلال هے :

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان و ایتاء ذی القربی و ینهی عن الفحشاء و المنکر و البغي - (نحل : ۹۰) خدا عدل ' احسان ' اور اقربا کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیتا هے ' اور هر قسم کي برائیوں اور هر قسم کے غصب حقوق سے روکتا هے -

لیکن خدا کي روشني کو وهي لوگ دیکھتے هیں جنکے دل میں خدا کا خوف هوتا هے :

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء - (فاطر : ۲۸) خدا کے بندوں میں صرف وهي لوگ خدا کا خوف اپنے اندر رکھتے هیں جو ارباب علم و بصیرۃ هیں -

اسلیے یہ روح بھي سب سے پہلے اونھي کے قلب میں امر بالمعروف و النہي عن المنکر کا احساس پیدا کرتي ہے :

واما من خاف مقام ربہ ونھي النفس عن الھوی (نازعات : ۴۱)

وہ شخص جو اپنے خدا سے ڈرا اور جس نے نفس کو ہوا پرستي سے روکا -

پھر یہ روح ترقي کرکے بڑے بڑے مظاہر ڈھونڈھتي ہے - کبھي جزو نبوت بن جاتي ہے : یامرھم بالمعروف و ینھاھم عن المنکر و یحل لھم الطیبات و یحرم علیھم الخبائث - یہ آیۃ کریمہ اوپر گذرچکي ہے -

کبھي ایک امۃ مسلمۃ و عادلہ کي خلافت کے اندر سے نمایاں ہوتي ہے :

الذین ان مکنھم في الارض اقاموا الصلوۃ و اٰتوا الزکواۃ و امروا بالمعروف و نھوا عن المنکر، و للہ عاقبۃ الامور (حج : ۴۲)

وہ خدا کے مومن بندے کہ اگر ہم اُنکي خلافت کو دنیا میں قائم کردیں تو اُنکا یہ کام ہوگا کہ صلواۃ الہي کو قائم کرینگے، اللہ کي راہ میں اپنا مال خرچ کرینگے، نیکي کا حکم دینگے، اور برائي سے روکیں گے - اور انجام کار اللہ ہي کے ہاتھہ ہے -

کبھي نیک بندوں کے اعمال کے اندر سے ظہور پذیر ہوتي ہے :

اقم الصلوۃ ؛ ان الصلوۃ تنھي عن الفحشاء والمنکر و لذکر اللہ اکبر- (عنکبوت : ۴۴)

صلواۃ الہي کو قائم کر، بلا شبہ وہ تمام برائیوں سے روکتي ہے، اور خدا کے ذکر کا اثر تو اس سے بھي زیادہ ہوسکتا ہے -

کبھي ایک مستعد گروہ کے اندر سے جلوہ گر ہوتي ہے :

امۃ قائمۃ یتلون آیت اللہ اٰناء اللیل و ھم یسجدون - یومنون باللہ و الیوم الاخر، و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر، و یسارعون في الخیرات - اولئک من الصالحین - (آل عمران : ۱۰۹)

وہ حق پرست جماعت جسکے افراد کا یہ حال ہے کہ راتوں کو اُٹھکر اللہ کے کلام کي تلاوت کرتے ہیں اور اُنکے سر اُسکے آگے جھکے ہوتے ہیں، اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہیں، نیکي کا حکم دیتے ہیں، برائي سے روکتے ہیں، اور نیک کاموں کیلیے سرگرم رہتے ہیں، سو یہي لوگ ہیں کہ انکا شمار " صالحین " میں ہے -

لیکن ہر حالت میں وہ ایک روشني ہے جو دنیا ہي کو دي جاتي ہے، اسلیے سب سے پہلے وہ آمرین بالمعروف کو ٹھوکر سے بچاتي ہے - وہ دنیا کے نشیب و فراز اور سنگ و خاشاک سے بچکر صحیح و سالم نکل جاتے ہیں :

فلما نسوا ما ذکروا بہ، انجینا الذین ینھون عن السوء (اعراف : ۱۶)

اور جب اون لوگوں نے اللہ کي بخشي ہوئي ہدایت کو بھلا دیا، جو امرین بالمعروف کے ذریعہ اونکو یاد دلائي جاتي تھي، تو ہم نے اونکي برائیوں سے داعیان حق کو بچا لیا تاکہ بدکاروں کا ظلم انہیں نقصان نہ پہونچا سکے -

اگر یہ روشني نہ ہوتي تو تمام دنیا ایک ظلمت کدۂ ہلاکت بن جاتي اور عقل کي آنکھہ کچھہ بھي نہ دیکھہ سکتي :

فلولا کان من القرون من قبلکم اولوا بقیۃ ینھون عن الفساد في الارض الا قلیلا ممن انجینا منھم، و اتبع الذین ظلموا ما اترفوا فیہ، و کانوا مجرمین - (ھود : ۱۱۷)

جو قومیں تم سے پہلے گذر چکي ہیں ان میں ایسے داعیان حق کیوں نہ ہوے جو ظلم و فساد سے روکتے ؟ بلا شبہ ہوے البتہ انکي تعداد تھوڑي تھي اور یہي ارباب اصلاح و معروف تھے جن کو بندگان ضلالت نے نقصان پہنچانا چاہا - مگر ہم نے بچا لیا، اور ارباب ظلم و فساد اپنے فسق و فجور ہي میں مبتلا رہے - بلا شبہ یہ مجرموں میں سے تھے کہ انہوں نے قانون الہي سے بغاوت کي !

لیکن عام لوگوں پر اسکي ترقي و تنزل درنوں کے مدارج کا اثر یکساں پڑتا ہے - جسطرح دھندلي روشني کو ہر آنکھہ نہیں دیکھہ سکتي، اسي طرح آفتاب کے قرص پر بھي ہر نگاہ نہیں ٹھہر سکتي - جب علماء کي قوت احتساب بے اثر ہوجاتي ہے، تو فطرۃ معتسبہ تمام دنیا کا احتساب براہ راست نہیں کرسکتي - اسوقت خدا اپنے ایک کامل بندے کو چن لیتا ہے جو نور الہي کو جذب کرسکتا ہے - جسکي بصیرۃ میں آفتاب الہي کے دیکھنے اور اکتساب نورانیت کي طاقت کامل موجود ہوتي ہے، اور وہ دوسروں کے اندر بھي اس روشني کي کرنوں کو نافذانہ پہنچا سکتا ہے - یہي درجہ مقام اعظم نبوت ہے، اور اسي لیے دنیا میں ہر شخص کو چاہیے کہ بغیر کسي بحث و مباحثہ کے اوسکے احکام کو تسلیم کرلے، کیونکہ ہر شخص بذات خود اس نور کا کسب نہیں کرسکتا - وہ ایک قوۃ قائمۂ منورہ کا محتاج ہے - یہ قوۃ منورہ مقام نبوۃ کي فعالیت ہے، اور اسي بنا پر خدانے مسلمانوں کو حکم دیا ہے :

ما اتاکم الرسول فخذوہ و ما نھاکم عنہ فانتھوا (حشر : ۷)

رسول تمکو جن چیزوں کا حکم دے، اسپر عمل کرو، اور جس چیز سے روکے اوس سے رک جاؤ !

پس یہ حکم جبري نہیں ہے، بلکہ عین فطري ہے - اور فطرت کے سامنے انسان کو گردن جھکا دیني چاہیے -

لیکن اسکے ساتھہ ہي ہر شخص کا فرض ہے کہ اس روشني کو دنیا میں پھیلائے - اور اگر دنیا اوسکو قبول نہ کرے تو مایوس نہ ہو - کیونکہ نیکي کا حکم کبھي بے اثر نہیں رہ سکتا، اور دنیا کو بہر حال برائي سے روک ہي دیتا ہے :

لولا ینھاھم الربانیون و الاحبار عن قولھم الاثم و اکلھم السحت، لبئس ما کانوا یصنعون - (مائدہ : ۶۸)

اگر علماء و احبار حق یہودیوں کو بري باتوں کے کہنے اور حرام کھانے سے نہ روکتے، تو وہ اس سے بھي زیادہ برائیوں اور بدکاریوں میں ڈوبتے، جتني (بازجود مجددین حق اور آمرین بالمعروف کي تعلیمات کے) ان میں نظر آرہي ہیں -

غـــزل

غم سے نہیں ایک دل بھي آزاد * فریاد ز دست عشق فریاد !
عاشق ہوے آور مر مٹے ہم * اپني تو یہ مختصر ہے روداد !
ہوگا کسے جان دینے میں عذر ؟ * ارشاد اور آپکا پھر ارشـــاد !
جانباز ہے عشق، حسن دلبر * یہ دونوں امور ہیں خدا داد
اُس چشم نے دلبري کے شیوے * سب سیکھہ لیے بغیر استاد
رہنے لگي انکي یاد ہـر دم * اب ہمکو رہیگا اور کیا یاد ؟
پردے میں ستم کے لطف حسرت * ہے اس بت حیلہ جو کا ایجاد

ولـــہ

دل کشتۂ غم ہے جان برباد * مایوس فراق ہوں میں ناشاد
عاشق کا ہے کام جان دینا * اپنا بھي ہے اس خیال پر صاد
با نرمي حسن و گرمي خو * اُستادت میں ہیں صفات اضداد
بھولے ہیں آور سب فسانے * اک قصۂ آرزو رہا یاد !
ہو حسن کہ عشق سب ہیں فاني * شیریں ہي رہي، رہا نہ فرہاد

(ق)

ارباب وفا پرست و حق کوش * تھا جن سے دیار صدق آباد
سب ہوگئے چپ، بس ایک حسرت * گویا ہیں " ابوالکلام آزاد "

[حسرت موہاني]

ٹکڑے کردیے ' وہ یرمیاہ نبي کا ماتم جس نے خداوند کے تخت کو غیروں کے پاوں تلے پامال ہوتے دیکھا اور اسکي تاب نہ لا سکا ' وہ پاک خرقي ایل کا مرثیہ جسنے خدا وند کے ملک کي محکومي و غلامي پر برسوں خون کے آنسو بہاے اور نبوت کي انکھوں سے رویا کہ اسرائیل کي عورت نے اپنے خاوند کو چھوڑ دیا اور غیروں سے لگاوٹ کي ' وہ ذکریاہ کي پیغمبرانہ فغاں سنجي جس نے بیابان قدس کے ایک ایک ذرے کو خونبار بنا دیا اور خداوند کے تخت کي تذلیل و تحقیر پر زخمي انسانوں کي طرح چلایا اور تڑپا ' اور پھر بالاخر بیابان کا وہ مقدس سیاہ پوش جس نے آسمان کي پادشاہت کي منادي بلند کي ' اور کہا کہ راہ صاف کرو کیونکہ آنے والا بہت قریب آچکا ہے ؛ سو یہ سب کے سب اگرچہ اپنے بروز و تعین میں مختلف ناموں سے پکارے گئے ' پر اصل میں یہ سب کچھہ اس ایک حقیقۃ الحقائق ابراھیمي ھي کي نبوت طرازیاں تھیں ' جسکو خدا نے بقاے دوام اور " لسان صدق في الاخرین " کیلیے چن لیا تھا ! !

اور پھر ان سب کے آخر میں احیاء و تجدید موسویت کا وہ آخري ظہور اعظم جس نے اسرائیل کے گھرانے کي گم شدہ بھیڑوں کا سراغ لگایا ' اور خداوند کے تخت کي آلودگي و ذلت پر آخري مرثیہ پڑھا ' اور پھر خوش خوش سولي کے تختہ کي طرف بڑھا ' تا وہ چلا جاے اور اپنے باپ سے کہے کہ آنے والے کو جلد بھیجدے ؛ اگرچہ تم کہتے ہوکہ وہ انگور کے باغ میں " مسیح " کا آخري پیام تھا ' لیکن في الحقیقت وہ بھي " وادي غیر ذي زرع " کے جمال خلت ھي کي ایک نئي بخشش حسن تھي :

عباراتنا شتي و حسنک واحد
وکل الی ذاک الجمال بشیر !

و لنعم ما قیل :

مشتق چو نیک در نگري عین مصدر ست
کیں در صفات ظاھر خود مضمر آمدہ

(عود الی المقصود)

پس في الحقیقت حضرۃ نوح اور حضرۃ ابراھیم (علی نبینا و علیھما السلام) کے حقائق دعوۃ کے اندر جو مماثلۃ و مشارکۃ موجود ہے ' اور جسطرح یہ دونوں دعوتیں دو مختلف سلسلۂ تاسیس اُمم کي موسس و باني ہوئي ھیں ' وہ اسقدر واضح و آشکارا ہے کہ تمام صف انبیاء کرام میں انکو بیک نظر ممتاز کردیتا ہے - یہي وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے ہر جگہ حضرۃ نوح علیہ السلام کے ساتھہ حضرۃ ابراھیم کو ایک خاص نسبت دي ' اور تمام انبیاء ما بعد میں سے صرف حضرۃ ابراھیم ھي کو حضرۃ نوح کا " شیعہ " کہا - کیونکہ حضرۃ نوح کے بعد دوسرا دور موسس صرف ابراھیمي دعوۃ ھي کا وجود میں آیا تھا ' اور انسے پہلے جسقدر انبیاء آئے تھے ' وہ سب کے سب حضرۃ نوح کي دعوۃ موسسہ کے مجدد و مصحي تھے - خود کوئي موسس دعوۃ نہیں رکھتے تھے -

(تشریح مزید و کشف حقیقت)

اگر تم کہو کہ حضرات انبیاء کرام کي یہ دو قسمیں اور انکے اعمال و آثار کے حقائق و معارف کي طرف رھنمائي ' ایک فضل مخصوص ہے ' جسکے انکشاف کے لیے خدا تعالی نے اس عاجز و درماندہ قلب کو چن لیا تو یہ في الحقیقت سچ ہے : و یا لیت قومي یعلمون بما غفر لي ربي و جعلني من المکرمین ! (۳۶ : ۲۶)

لیکن اگر تم کہو کہ چونکہ اسکي تشریح بالکل نئي ہے اسلیے در خور قبول نہیں ' تو یقین کرو کہ یہ تمھاري ایک خطرناک نادانی ہوگي اور تمھیں کلام الہي کي روشني سے مہجور کر دیگي - کیونکہ یہ تقسیم عیناً و اصلاً قرآن حکیم کي تصریحات مبینہ سے ماخوذ ہے جسمیں تفسیر بالراے کي بدعت مضلہ کو ذرا بھي دخل نہیں - اور في الحقیقت اللہ تعالی کا مخصوص احسان اس عاجز پر یہي ہے کہ اسنے تفسیر بالراے کي آلودگي سے پاک رکھکر حقائق قرانیہ کو منکشف کردیا : و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

اس حقیقت کي پوري تفصیل کیلیے تو تفسیر " البیان فی مقاصد القران " کي اشاعۃ کا انتظار کرنا چاھیے ' جسمیں بضمن تفسیر سورہ بقرہ نہایت تفصیل و بسط کے ساتھہ اس مبحث پر نظر ڈالي گئي ہے - البتہ مجملاً یہاں چند اشارے ضروري ھیں تاکہ حضرۃ ابراھیم علیہ السلام کي نبوۃ مرسسۂ و مکونہ کي حیثیت اپنے اصل مقام میں واضح ہوسکے -

حضرۃ نوح اور حضرۃ ابراھیم علیھما السلام کي باھمي مماثلۃ و مشارکۃ کي طرف قران حکیم کي جن آیات کریمہ نے رھنمائي کي ہے ' ان میں سے دو آیتیں اوپر درج ہو چکي ھیں - لیکن اس حقیقت کیلیے اس سے بھي زیادہ روشني قران حکیم میں موجود ہے ' اور ازانجملہ چند آیات پر تدبر نہایت ضروري ہے -

(مقاصد قصص القران)

(۱) قران حکیم کي جن جن سورتوں میں گذشتہ انبیاء اور قوموں کے قصص بیان کیے گئے ھیں ' وہ اپنے موضوع و مقصد ' اور طرز استدلال و استنباط نتائج کي بنا پر کئي قسموں میں منقسم ھیں ' اور لوگوں نے بالعموم انکے سمجھنے میں بڑي بڑي ٹھوکریں کھائي ھیں -

بعض سورتیں ھیں جنمیں ان قصص کے بیان کرنے سے ایک طرح کا استقراء تاریخي مقصود ہے - یعني یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ آغاز نزول ھدایت سے لیکر اس وقت تک شریعۃ الاھیہ کي یکساں تعلیمات نے ھمیشہ یکساں نتائج پیدا کیے ھیں ' اور اسلیے ماضي کا استقراء ثابت کرتا ہے کہ حال و مستقبل میں بھي اُن موثرات و اسباب سے وھي نتائج پیدا ہونگے -

جن سورتوں میں یہ طرز استدلال مقصود ہے ' اُن میں گذشتہ واقعات تاریخي ترتیب کے ساتھہ بیان کیے گئے ھیں ' اور وہ بالکل ایک مرتب و منظم زنجیر کي طرح ھیں ' جسمیں یکے بعد دیگرے ایک ھي شکل و صورت کي کڑیاں رکھدي گئي ھوں -

بعض سورتیں ھیں جنمیں یہ استقراء تاریخي مقصود نہیں ہے ' بلکہ صرف کسي ایک عمل اور اسکے نتیجہ کي طرف دنیا کو متوجہ کرنا ہے جو بارھا دنیا میں ظاھر ہوچکا ہے - اور ھمیشہ وھي نتیجہ پیدا ہوا ہے - اسکے لیے ترتیب تاریخي کي ضرورت نہ تھي بلکہ صرف گذشتہ واقعات میں سے زیادہ واضح ' زیادہ موثر ' زیادہ جامع ' اور مخاطبین کي معلومات و فہم سے زیادہ اقرب حوادث کا چن لینا کافي تھا - چنانچہ ان سورتوں کا انداز یہي ہے اور تم پاؤگے کہ ان میں تاریخي ترتیب بالکل مفقود ہے -

اسي طرح قصص القران کے مختلف موضوع ھیں ' اور مختلف طرق استدلال پر مشتمل ھیں - پہلي قسم کي سورتوں میں سے میں سورہ " ھود " کي طرف توجہ دلاتا ھوں ' اور دوسري میں سے سورہ " الشعراء " پر - (یہ ایک نہایت ھي اھم اور تفصیل طلب مقام ہے ' مگر اسکے سوا چارہ نہیں کہ تفسیر البیان کے حصۂ قصص القران کا انتظار کیا جاے)

چنانچہ سورۂ ھود پر اول سے آخر تک نظر ڈالو ' انبیاء کے تمام ذکر میں تاریخي ترتیب ھر جگہ قائم نظر آئیگي ' اور پھر دیکھوگے

کہ مرسلین و مجددین کي یہ دونوں صفیں بھي بالکل الگ الگ اُسمیں موجود ہیں - تاسیس امم صالحہ کے ان دونوں دوروں کو ایک دوسرے سے علحدہ کردیا گیا ہے ' اور ہر دور میں سے پہلے دعوۃ موسسہ کا تذکرہ ہے ' پھر اسکے مجددین کا -

لیکن سورۂ شعراء ' سورۂ ابراہیم ' سورۂ مریم ' سورۂ عنکبوت میں دیکھوگے کہ انبیاء کرام کے ذکر میں کوئي تاریخي ترتیب نہیں ہے - شعراء میں سب سے پہلے حضرۃ موسی اور بني اسرائیل کا ذکر ہے - اسکے بعد حضرۃ ابراہیم علیہ السلام کا ' پھر حضرۃ نوح کا ' پھر حضرۃ ہود کا ' پھر حضرۃ صالح کا ' پھر حضرۃ لوط کا ' اور سب کے آخر میں حضرۃ شعیب (علیہم الصلواۃ والسلام) کا - اور اسطرح بلحاظ زمانے کے جو مقدم تھے ' وہ مؤخر ہیں ' اور جو معاصر تھے (مثل حضرۃ ابراہیم و حضرۃ لوط کے) وہ اسطرح الگ کردیے گئے ہیں ' گویا ان دونوں کے درمیان صدہا سال حائل تھے -

اسي طرح سورۂ " ابراہیم " میں پہلے حضرۃ نوح کا تذکرہ ہے - پھر حضرۃ موسی کا ایک مفصل بیان شروع ہوگیا ہے - حالانکہ حضرۃ موسی حضرۃ نوح کے کسقدر بعد گذرے ہیں ؟

سورۂ مریم میں ابتدا حضرۃ ذکریا اور مسیح علیہما السلام سے کي ہے - پھر حضرۃ ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام وغیرہ کا تذکرہ کیا گیا ہے -

برخلاف انکے سورۂ " ہود " میں اول سے لیکر آخر تک بالکل تاریخي ترتیب قائم ہے - جو انبیاء پہلے گذرے ہیں انکا پہلے ذکر ہے ' جو انکے بعد آے ' وہ انکے بعد ذکر کیے گئے ہیں -

یہ ترتیب اس حقیقت کو بالکل بے نقاب کردیتي ہے کہ تاسیس امم صالحہ کے دو تاریخي دور تھے ' اور چونکہ سورۂ ہود میں مقصود تاریخي استقراء تھا ' اسلیے ٹھیک ٹھیک انکے ظہور کے اصلي اوقات و ازمنہ کے مطابق سلسلۂ ظہور و بعثت میں انکو جگہ دي گئي -

پس یہ یاد رکھنا چاہیے کہ سورۂ ہود میں جس نبي کو جو جگہ دیدي گئي ہے ' وہي اسکي اصلي تاریخي جگہ ہے - اور دوسري سورتوں میں انکي صفوف بلحاظ زمانۂ ظہور یا بلحاظ صنف دعوۃ کے نہیں ہے ' بلکہ وہاں کچھہ اور مقاصد پیش نظر ہیں جنکے لیے ترتیب تاریخي و صنفي کي ضرورت نہ تھي -

چنانچہ سورۂ ہود میں سب سے پہلے حضرۃ نوح علیہ السلام کي دعوۃ کا ذکر کیا ہے - کیونکہ حضرۃ نوح ہي کے زمانے میں سب سے پہلے اجتماع انساني نے ایک مقوم و منظم اجتماع تک ترقي کي جسپر لفظ " امۃ " کا حسب لغۃ عرب اطلاق ہوسکتا ہے - حضرۃ نوح کي دعوۃ موسسہ تھي - انکي تاسیس سے پہلا دور شروع ہوتا ہے - انکے بعد دعوۃ نوحي کے مجددین کا سلسہ شروع ہوا - اس سلسہ میں سے حضرۃ ہود اور حضرۃ صالح علیہما السلام کے تذکرہ کو بوجہ کمال عبرت و تذکیر ' و ظہور معجزات قرانین الاھیہ و روحانیہ ' و معلومات مخاطبین ' و علائق قدیمۂ عرب ' چن لیا ہے اور قوم عاد و ثمود کي ضلالت اور اسکے نتائج پر توجہ دلائي ہے -

اب پہلا دور تاسیس ختم ہوگیا - اور دعوۃ نوحي کي جگہ ایک نیا دور تاسیس حضرۃ ابراہیم علیہ السلام کي دعوۃ کا شروع ہوا - چنانچہ حضرۃ صالح کے بعد حضرۃ ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ کیا ہے ' مگر انکے تمام وقائع و اعمال حیات اجتماعي و شخصي میں سے صرف اوس ایک واقعہ ہي کو سورۂ ہود کیلیے چنا ہے جسمیں حضرۃ اسحاق کي پیدایش کي اُنھیں بشارت دي گئي تھي ' اور اسکا ذکر ان لفظوں میں کیا ہے :

فبشرناھا باسحاق ' ومن وراء اسحاق

پس ہمنے حضرۃ ابراہیم کي بیوي کو اسحاق کي پیدایش کي بشارت دي ' اور اسحاق کے یعقوب (۱۱ : ۷۴) بعد انسے یعقوب کے پیدا ہونے کي -

حضرۃ یعقوب علیہ السلام کا دوسرا نام " اسرائیل " ہے اور " بني اسرائیل " انہي کي طرف منسوب ہیں - پس یہاں قران نے صرف حضرۃ اسحاق کي بشارت کے تذکرہ ہي پر اکتفا نہیں کیا ' بلکہ اسکے ساتھہ ہي اسطرف بھي اشارہ کردیا کہ انسے حضرۃ اسرائیل پیدا ہونگے -

اس سے مقصود یہ تھا کہ انبیاء مجددین کا جو سلسلہ قوم بني اسرائیل میں قائم ہونے والا تھا ' اور دعوۃ ابراہیمي کي قوۃ موسسہ جسطرح امۃ بني اسرائیل کي شکل میں بڑھنے اور پھولنے پھلنے والي تھي ' اسکي طرف زیادہ واضح اشارہ کردیا جاے - اس اشارہ کیلیے صرف حضرۃ اسحاق کا نام لے دینا کافي نہ تھا ' کیونکہ گو حضرۃ اسحاق ہي سے حضرۃ یعقوب پیدا ہوے ' لیکن بني اسرائیل کي قوم اور اسکے تمام انبیاء مجددین حضرۃ اسحاق کي طرف منسوب نہ ہوے - حضرۃ یعقوب کي نسبت سے پکارے گئے - اسلیے " و من وراء اسحاق ' یعقوب " کہکر نسل ابراہیمي کو وہاں تک پہنچا دیا گیا ' جسکے بعد سے معاً بغیر کسي درمیاني کڑي کے امۃ بني اسرائیل اور دعوۃ ہاے مجددۂ ابراہیمیہ کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے -

غور کرو ' سورۂ ہود میں حضرۃ ابراہیم کي حیاۃ طیبہ کے اور کسي واقعہ کا ذکر نہیں کیا ' صرف اس بشارت ہي کا ذکر کیا - اسکي علت یہ ہے کہ یہاں مقصود تاریخي ترتیب کے ساتھہ دو موسس دوروں اور انکے دو سلسلہ ہاے تجدید و احیاء کا ذکر کرنا تھا ' اور حضرۃ ابراہیم کي زندگي کا یہي واقعۂ بشارت وہ واقعہ ہے جس سے حضرۃ اسحاق پیدا ہوے ' اور انکے اولاد میں حضرۃ یعقوب تھے جنسے دعوۃ ابراہیمي کا سلسلۂ مجددین و امم قائم ہوا -

پھر دعوۃ ابراہیمي کے بعد بالترتیب اسکے مجددین کا ذکر کیا ہے - چنانچہ سب سے پہلے حضرۃ لوط علیہ السلام کا ذکر ہے جنکي دعوۃ دعوۃ ابراہیمي ہي کے ذیل میں داخل تھي -

حضرۃ لوط کے بعد حضرۃ شعیب کا تذکرہ ہے - اور اسکے بعد حضرۃ موسی علیہ السلام کا جنکي دعوۃ مجددہ اس قوۃ سے چمکي گویا ایک دعوۃ موسسہ تھي ' اور جنکے تذکرہ کے اندر اُن تمام مجددین اسرائیلیین کا ذکر ضمناً آگیا جو یکے بعد دیگرے آتے رہے ' اور دراصل وہ سب کے سب مع حضرۃ موسی و ہارون علیہما السلام کے دعوۃ موسسۂ ابراہیمي ہي کے مجدد تھے : ذالک من انباء القری نقصہ علیک منھا قائم و حصید (۱۱ : ۱۰۲) -

اب غور کرو کہ سورۂ ہود کي یہ ترتیب جو ٹھیک ٹھیک ایک تاریخي اور صنفي ترتیب ہے ' کس طرح اس حقیقت کو واضح کرتي ہے ؟ تم اکثر مقامات پر حضرۃ موسی کا نام حضرۃ نوح کے ساتھہ دیکھوگے ' بعض مقامات میں حضرۃ ہود اور صالح کا ذکر بلا کسي فصل کے حضرۃ لوط یا حضرۃ ابراہیم کے ساتھہ آجائیگا ' لیکن سورۂ ہود میں ایسا نہیں ہے - حضرۃ ہود اور حضرۃ صالح موسس نہ تھے ' دعوۃ نوحي کے مجدد تھے ' لہذا انکا ذکر بالترتیب انکي دعوۃ موسسہ کے بعد کیا گیا - حضرۃ لوط ' حضرۃ اسحاق ' حضرۃ یعقوب ' حضرۃ شعیب ' اور حضرۃ موسی علیہم السلام ' حضرۃ ابراہیم کے بعد آے اور یہ تمام انبیاء موسس اقوام و امم نہ تھے بلکہ حضرۃ ابراہیم کي قائم کردہ آمۃ صالحہ کے مصلح و مجدد تھے - اسلیے ان سبکا ذکر نہ تو حضرۃ نوح کے ساتھہ کیا ' نہ حضرۃ ہود و صالح کے ' بلکہ حضرۃ ابراہیم کي دعوۃ موسسہ کے بعد کیا - اور اسي طرح کیا ' جسطرح انکي تجدید یکے بعد دیگرے بتقدیم و تاخیر زماني ظاہر ہوئي : فھذا ما الھمني ربي ' انہ ھو اللطیف الوھاب !

ٹکڑے کردیے ' وہ یرمیاہ نبي کا ماتم جس نے خداوند کے تخت کو غیروں کے پاوں تلے پامال ہوتے دیکھا اور اسکي تاب نہ لا سکا ' وہ پاک خرقي ایل کا مرثیہ جسنے خداوند کے ملک کي محکومي و غلامي پر برسوں خون کے آنسو بہاے اور نبوت کي انکھوں سے رویا کہ اسرائیل کي عورت نے اپنے خاوند کو چھوڑ دیا اور غیروں سے لگاوٹ کي ' وہ ذکریاہ کي پیغمبرانہ فغاں سنجي جس نے بیاباں قدس کے ایک ایک ذرے کو خونبار بنا دیا اور خداوند کے تخت کي تذلیل و تحقیر پر زخمي انسانوں کي طرح چلایا اور تڑپا ' اور پھر بالاخر بیاباں کا وہ مقدس سیاہ پوش جس نے آسمان کي پادشاہت کي منادي بلند کي ' اور کہا کہ راہ صاف کرو کیونکہ آنے والا بہت قریب آچکا ہے ؛ سو یہ سب کے سب اگرچہ اپنے بروز و تعین میں مختلف ناموں سے پکارے گئے ' پر اصل میں یہ سب کچھہ اس ایک حقیقۃ الحقائق ابراھیمي ھي کي نبوت طرازیاں تھیں ' جسکو خدا نے بقاے دوام اور " لسان صدق في الاخرین " کیلیے چن لیا تھا ! !

اور پھر ان سب کے آخر میں احیاء و تجدید موسویت کا وہ آخري ظہور اعظم جس نے اسرائیل کے گھرانے کي گم شدہ بھیڑوں کا سراغ لگایا ' اور خداوند کے تخت کي آلودگي و ذلت پر آخري مرثیہ پڑھا ' اور پھر خوش خوش سولي کے تختہ کي طرف بڑھا ' تا وہ چلا جاے اور اپنے باپ سے کہے کہ آنے والے کو جلد بھیجدے ؛ اگرچہ تم کہتے ہوکہ وہ انگور کے باغ میں " مسیح " کا آخري پیام تھا ' لیکن في الحقیقت وہ بھي " وادي غیر ذي زرع " کے جمال خلت ھي کي ایک نئي بخشش حسن تھي :

عباراتنا شتي و حسنک واحد
وکل الی ذاک الجمال بشیر !

و لنعم ما قیل :

مشتق چو نیک در نگري عین مصدر ست
کیں در صفات ظاھر خود مضمر آمدہ

(عود الی المقصود)

پس في الحقیقت حضرۃ نوح اور حضرۃ ابراھیم (علی نبینا و علیھما السلام) کے حقائق دعوۃ کے اندر جو مماثلۃ و مشارکۃ موجود ہے ' اور جسطرح یہ دونوں دعوتیں دو مختلف سلسلۂ تاسیس اُمم کي موسس و باني ہوئي ھیں ' وہ اسقدر واضح و آشکارا ہے کہ تمام صف انبیاء کرام میں انکو بیک نظر ممتاز کردیتا ہے - یہي وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے ہر جگہ حضرۃ نوح علیہ السلام کے ساتھہ حضرۃ ابراھیم کو ایک خاص نسبت دي ' اور تمام انبیاء ما بعد میں سے صرف حضرۃ ابراھیم ھي کو حضرۃ نوح کا " شیعہ " کہا - کیونکہ حضرۃ نوح کے بعد دوسرا دور موسس صرف ابراھیمي دعوۃ ھي کا وجود میں آیا تھا ' اور انسے پہلے جسقدر انبیاء آئے تھے ' وہ سب کے سب حضرۃ نوح کي دعوۃ موسسہ کے مجدد و محیي تھے - خود کوئي موسس دعوۃ نہیں رکھتے تھے -

(تشریح مزید و کشف حقیقت)

اگر تم کہو کہ حضرات انبیاء کرام کي یہ دو قسمیں اور انکے اعمال و آثار کے حقائق و معارف کي طرف رہنمائي ' ایک فضل مخصوص ہے ' جسکے انکشاف کے لیے خدا تعالی نے اس عاجز و درماندہ قلب کو چن لیا تو یہ في الحقیقت سچ ہے : و یا لیت قومي یعلمون بما غفر لي ربي و جعلني من المکرمین ! (۳۶ : ۲۶)

لیکن اگر تم کہو کہ چونکہ اسکي تشریح بالکل نئي ہے اسلیے درخور قبول نہیں ' تو یقین کرو کہ یہ تمھاري ایک خطرناک نادانی ہوگي اور تمھیں کلام الہي کي روشني سے مہجور کر دیگي - کیونکہ یہ تقسیم عیناً و اصلاً قرآن حکیم کي تصریحات مبینہ سے ماخوذ ہے ' جسمیں تفسیر بالراے کي بدعت مضلہ کو ذرا بھي دخل نہیں - اور في الحقیقت اللہ تعالی کا مخصوص احسان اس عاجز پر یہي ہے کہ اسنے تفسیر بالراے کي آلودگي سے پاک رکھکر حقائق قرانیہ کو منکشف کردیا : و ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

اس حقیقت کي پوري تفصیل کیلیے تو تفسیر " البیان فی مقاصد القران " کي اشاعۃ کا انتظار کرنا چاھیے ' جسمیں بضمن تفسیر سورہ بقرہ نہایت تفصیل و بسط کے ساتھہ اس مبحث پر نظر ڈالي گئي ہے - البتہ مجملاً یہاں چند اشارے ضروري ھیں تاکہ حضرۃ ابراھیم علیہ السلام کي نبوۃ موسسۂ و مکونہ کي حیثیت اپنے اصل مقام میں واضح ہوسکے -

حضرۃ نوح اور حضرۃ ابراھیم علیھما السلام کي باھمي مماثلۃ و مشارکۃ کي طرف قران حکیم کي جن آیات کریمہ نے رہنمائي کي ہے ' ان میں سے دو آیتیں اوپر درج ہو چکي ھیں - لیکن اس حقیقت کیلیے اس سے بھي زیادہ روشني قران حکیم میں موجود ہے ' اور ازانجملہ چند آیات پر تدبر نہایت ضروري ہے -

(مقاصد قصص القران)

(۱) قران حکیم کي جن جن سورتوں میں گذشتہ انبیاء اور قوموں کے قصص بیان کیے گئے ھیں ' وہ اپنے موضوع و مقصد ' اور طرز استدلال و استنباط نتائج کي بنا پر کئي قسموں میں منقسم ھیں ' اور لوگوں نے بالعموم انکے سمجھنے میں بڑي بڑي ٹھوکریں کھائي ھیں -

بعض سورتیں ھیں جنمیں ان قصص کے بیان کرنے سے ایک طرح کا استقراء تاریخي مقصود ہے - یعني یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ آغاز نزول ھدایت سے لیکر اس وقت تک شریعۃ الاھیہ کي یکساں تعلیمات نے ھمیشہ یکساں نتائج پیدا کیے ھیں ' اور اسلیے ماضي کا استقراء ثابت کرتا ہے کہ حال و مستقبل میں بھي اُن موثرات و اسباب سے وھي نتائج پیدا ہونگے -

جن سورتوں میں یہ طرز استدلال مقصود ہے ' اُن میں گذشتہ واقعات تاریخي ترتیب کے ساتھہ بیان کیے گئے ھیں ' اور وہ بالکل ایک مرتب و منظم زنجیر کي طرح ھیں ' جسمیں یکے بعد دیگرے ایک ھي شکل و صورت کي کڑیاں رکھدي گئي ھوں -

بعض سورتیں ھیں جنمیں یہ استقراء تاریخي مقصود نہیں ہے ' بلکہ صرف کسي ایک عمل اور اسکے نتیجہ کي طرف دنیا کو متوجہ کرنا ہے جو بارھا دنیا میں ظاھر ہوچکا ہے اور ھمیشہ وھي نتیجہ پیدا ہوا ہے - اسکے لیے ترتیب تاریخي کي ضرورت نہ تھي بلکہ صرف گذشتہ واقعات میں سے زیادہ واضح ' زیادہ موثر ' زیادہ جامع ' اور مخاطبین کي معلومات و فہم سے زیادہ اقرب حوادث کا چن لینا کافي تھا - چنانچہ ان سورتوں کا انداز یہي ہے اور تم پاؤگے کہ ان میں تاریخي ترتیب بالکل مفقود ہے -

اسي طرح قصص القران کے مختلف موضوع ھیں ' اور مختلف طرق استدلال پر مشتمل ھیں - پہلي قسم کي سورتوں میں سے میں سورہ " ھود " کي طرف توجہ دلاتا ھوں ' اور دوسري میں سے سورہ " الشعراء " پر - (یہ ایک نہایت ھي اھم اور تفصیل طلب مقام ہے ' مگر اسکے سوا چارہ نہیں کہ تفسیر البیان کے حصۂ قصص القران کا انتظار کیا جاے)

چنانچہ سورۂ ھود پر اول سے آخر تک نظر ڈالو ' انبیاء کے تمام ذکر میں تاریخي ترتیب ھر جگہ قائم نظر آئیگي ' اور پھر دیکھوگے

کہ موسسین و مجددین کي یہ دونوں صفیں بھي بالکل الگ الگ آسمیں موجود ہیں - تاسیس امم صالحہ کے ان دونوں دوروں کو ایک دوسرے سے علحدہ کردیا گیا ہے ' اور ہر دور میں سے پہلے دعوۃ موسسہ کا تذکرہ ہے ' پھر اسکے مجددین کا -

لیکن سورۂ شعراء ' سورۂ ابراھیم ' سورۂ مریم ' سورۂ عنکبوت میں دیکھوگے کہ انبیاء کرام کے ذکر میں کوئي تاریخي ترتیب نہیں ہے - شعراء میں سب سے پہلے حضرۃ موسی اور بني اسرائیل کا ذکر ہے - اسکے بعد حضرۃ ابراھیم علیہ السلام کا ' پھر حضرۃ نوح کا ' پھر حضرۃ ہود کا ' پھر حضرۃ صالح کا ' پھر حضرۃ لوط کا ' اور سب کے آخر میں حضرۃ شعیب (علیہم الصلواۃ والسلام) کا - اور اسطرح بلحاظ زمانے کے جو مقدم تھے ' وہ موخر ہیں ' اور جو معاصر تھے (مثل حضرۃ ابراھیم و حضرۃ لوط کے) وہ اسطرح الگ کردیے گئے ہیں ' گویا ان دونوں کے درمیان صدھا سال حائل تھے -

اسي طرح سورۂ " ابراھیم " میں پہلے حضرۃ نوح کا تذکرہ ہے - پھر حضرۃ موسی کا ایک مفصل بیان شروع ہوگیا ہے - حالانکہ حضرۃ موسی حضرۃ نوح کے کسقدر بعد گذرے ہیں ؟

سورۂ مریم میں ابتدا حضرۃ ذکریا اور مسیح علیہما السلام سے کي ہے - پھر حضرۃ ابراھیم و اسماعیل علیہما السلام وغیرہ کا تذکرہ کیا گیا ہے -

برخلاف انکے سورۂ " ہود " میں اول سے لیکر آخر تک بالکل تاریخي ترتیب قائم ہے - جو انبیاء پہلے گذرے ہیں انکا پہلے ذکر ہے ' جو انکے بعد آے ' وہ انکے بعد ذکر کیے گئے ہیں -

یہ ترتیب اس حقیقت کو بالکل بے نقاب کر دیتي ہے کہ تاسیس امم صالحہ کے دو تاریخي دور تھے ' اور چونکہ سورۂ ہود میں مقصود تاریخي استقراء تھا ' اسلیے ٹھیک ٹھیک انکے ظہور کے اصلي اوقات و ازمنہ کے مطابق سلسلۂ ظہور و بعثت میں انکو جگہ دي گئي -

پس یہ یاد رکھنا چاہیے کہ سورۂ ہود میں جس نبي کو جو جگہ دیدي گئي ہے ' وہي اسکي اصلي تاریخي جگہ ہے - اور دوسري سورتوں میں انکي صفوف بلحاظ زمانۂ ظہور یا بلحاظ صنف دعوۃ کے نہیں ہے ' بلکہ وہاں کچھہ اور مقاصد پیش نظر ہیں جنکے لیے ترتیب تاریخي و صنفي کي ضرورت نہ تھي -

چنانچہ سورۂ ہود میں سب سے پہلے حضرۃ نوح علیہ السلام کي دعوۃ کا ذکر کیا ہے - کیونکہ حضرۃ نوح ہي کے زمانے میں سب سے پہلے اجتماع انساني نے ایک مقوم و منظم اجتماع ٹک ترقي کي جسپر لفظ " امۃ " کا حسب لغۃ عرب اطلاق ہو سکتا ہے - حضرۃ نوح کي دعوۃ موسسہ تھي - انکي تاسیس سے پہلا دور شروع ہوتا ہے - انکے بعد دعوۃ نوحي کے مجددین کا سلسہ شروع ہوا - اس سلسہ میں سے حضرۃ ہود اور حضرۃ صالح علیہما السلام کے تذکرہ کو بوجہ کمال عبرت و تذکیر ' و ظہور معجزات قوانین الاھیہ و روحانیہ ' و معلومات مخاطبین ' و علائق قدیمۂ عرب ' چن لیا ہے اور قوم عاد و ثمود کي ضلالت اور اسکے نتائج پر توجہ دلائي ہے -

اب پہلا دور تاسیس ختم ہوگیا - اور دعوۃ نوحي کي جگہ ایک نیا دور تاسیس حضرۃ ابراھیم علیہ السلام کي دعوۃ کا شروع ہوا - چنانچہ حضرۃ صالح کے بعد حضرۃ ابراھیم علیہ السلام کا تذکرہ کیا ہے ' مگر انکے تمام وقائع و اعمال حیات اجتماعي و شخصي میں سے صرف اوس ایک واقعہ ہي کو سورۂ ہود کیلیے چنا ہے جسمیں حضرۃ اسحاق کي پیدایش کي انھیں بشارت دي گئي تھي ' اور اسکا ذکر ان لفظوں میں کیا ہے :

فبشرناھا باسحاق ' پس ہمنے حضرۃ ابراھیم کي بیوي کو اسحاق کي
و من وراء اسحاق پیدایش کي بشارت دي ' اور اسحاق کے
یعقوب (۱۱ : ۷۴) بعد انسے یعقوب کے پیدا ہونے کي -

حضرۃ یعقوب علیہ السلام کا دوسرا نام " اسرائیل " ہے اور " بني اسرائیل " انہي کي طرف منسوب ہیں - پس یہاں قران نے صرف حضرۃ اسحاق کي بشارت کے تذکرہ ہي پر اکتفا نہیں کیا ' بلکہ اسکے ساتھہ ہي اسطرف بھي اشارہ کردیا کہ انسے حضرۃ اسرائیل پیدا ہونگے -

اس سے مقصود یہ تھا کہ انبیاء مجددین کا جو سلسلہ قوم بني اسرائیل میں قائم ہونے والا تھا ' اور دعوۃ ابراھیمي کي قوۃ موسسہ جسطرح امۃ بني اسرائیل کي شکل میں بڑھنے اور پھولنے پھلنے والي تھي ' اسکي طرف زیادہ واضح اشارہ کردیا جاے - اس اشارہ کیلیے صرف حضرۃ اسحاق کا نام لے دینا کافي نہ تھا ' کیونکہ گو حضرۃ اسحاق ہي سے حضرۃ یعقوب پیدا ہوے ' لیکن بني اسرائیل کي قوم اور اسکے تمام انبیاء مجددین حضرۃ اسحاق کي طرف منسوب نہ ہوے - حضرۃ یعقوب کي نسبت سے پکارے گئے - اسلیے " و من وراء اسحاق ' یعقوب " کہکر نسل ابراھیمي کو وہاں تک پہنچا دیا گیا ' جسکے بعد سے معاً بغیر کسي درمیاني کڑي کے امۃ بني اسرائیل اور دعوۃ ہاے مجددۂ ابراھیمیہ کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے -

غور کرو ' سورۂ ہود میں حضرۃ ابراھیم کي حیاۃ طیبہ کے آور کسي واقعہ کا ذکر نہیں کیا ' صرف اس بشارت ہي کا ذکر کیا - اسکي علت یہ ہے کہ یہاں مقصود تاریخي ترتیب کے ساتھہ دو موسس دوروں اور انکے دو سلسلہ ہاے تجدید و احیاء کا ذکر کرنا تھا ' اور حضرۃ ابراھیم کي زندگي کا یہي واقعۂ بشارت وہ واقعہ ہے جس سے حضرۃ اسحاق پیدا ہوے ' اور انکے اولاد میں حضرۃ یعقوب تھے جنسے دعوۃ ابراھیمي کا سلسلۂ مجددین و امم قائم ہوا -

پھر دعوۃ ابراھیمي کے بعد بالترتیب اسکے مجددین کا ذکر کیا ہے - چنانچہ سب سے پہلے حضرۃ لوط علیہ السلام کا ذکر ہے جنکي دعوۃ دعوۃ ابراھیمي ہي کے ذیل میں داخل تھي -

حضرۃ لوط کے بعد حضرۃ شعیب کا تذکرہ ہے - اور اسکے بعد حضرۃ موسی علیہ السلام کا جنکي دعوۃ مجددہ اس قوۃ سے چمکي گویا ایک دعوۃ موسسہ تھي ' اور جنکے تذکرہ کے اندر ان تمام مجددین اسرائیلیں کا ذکر ضمنا آ گیا جو یکے بعد دیگرے آتے رہے ' اور دراصل وہ سب کے سب مع حضرۃ موسی و ہارون علیہما السلام کے دعوۃ موسسۂ ابراھیمي ہي کے مجدد تھے : ذالك من انباء القرى نقصه عليك منها قائم و حصيد (۱۱ : ۱۰۲) -

اب غور کرو کہ سورۂ ہود کي یہ ترتیب جو ٹھیک ٹھیک ایک تاریخي اور صنفي ترتیب ہے ' کس طرح اس حقیقت کو واضح کرتي ہے ؟ تم اکثر مقامات پر حضرۃ موسی کا نام حضرۃ نوح کے ساتھہ دیکھوگے ' بعض مقامات میں حضرۃ ہود اور صالح کا ذکر بلا کسي فصل کے حضرۃ لوط یا حضرۃ ابراھیم کے ساتھہ آجائیگا ' لیکن سورۂ ہود میں ایسا نہیں ہے - حضرۃ ہود اور حضرۃ صالح موسس نہ تھے ' دعوۃ نوحي کے مجدد تھے ' لہذا انکا ذکر بالترتیب انکي دعوۃ موسسہ کے بعد کیا گیا - حضرۃ لوط ' حضرۃ اسحاق ' حضرۃ یعقوب ' حضرۃ شعیب ' اور حضرۃ موسی علیہم السلام ' حضرۃ ابراھیم کے بعد آے اور یہ تمام انبیاء موسس اقوام و امم نہ تھے بلکہ حضرۃ ابراھیم کي قائم کردہ امۃ صالحہ کے مصلح و مجدد تھے - اسلیے ان سبکا ذکر نہ تو حضرۃ نوح کے ساتھہ کیا ' نہ حضرۃ ہود و صالح کے ' بلکہ حضرۃ ابراھیم کي دعوۃ موسسہ کے بعد کیا - اور اسي طرح کیا ' جسطرح انکي تجدید یکے بعد دیگرے بتقدیم و تاخیر زماني ظاہر ہوئي : فهذا ما الهمني ربي ' انه هو اللطيف الوهاب !

مراسلات

ایک اہم اقتراح دینی

سیرۃ نبوی

روحی فداک - تحیہ والسلام -

میں عجیب کشاکش میں ہوں - گویم مشکل وگر نگویم مشکل کا مصداق ہے - میرا ابتدا سے یہ عقیدہ ہے کہ مسلمانوں کے لیے صحیح مذہب ہے' اوث و آلایش دستورالعمل' وحقیقی طریقۂ نجات صرف " قرآن مجید " اور حضرت پیغمبر خدا' کی زندگی کا "نمونہ" ہے اور بس - چند دنوں سے اس خیال میں پیچاں وغلطاں ہوں کہ آنحضرۃ صلعم کی ایک تاریخ مختصر' جستہ جستہ واقعات' اور دستہ دستہ حالات طیار ہو' اور کوشش کی جاے کہ اوسکو نصاب تعلیم میں داخل ہونے کی اجازت ملے -

میں مولاناے مرحوم علامۂ مغفور شبلی نعمانی کی سیرت کبیر سے بیخبر نہیں ہوں' بلکہ میں یہاں تک کہنے کی جرأت کر سکتا ہوں کہ مولانا کو بھی میں نے ہی آمادہ کیا تھا - لیکن چونکہ کیسہ خالی دامن تہی تھا' عملی سعادت بیگم بھوپال کے حصہ میں آئی - مگر وہ تاریخ جامع اور طویل ہے' نصاب میں داخل نہیں ہوسکتی - عام مطالعہ و تبلیغ و دعوۃ کیلیے مفید نہیں - مولانا تنقید اور تحقیق میں مانے ہوئے علامہ ہیں - باینہمہ جناب کا انداز بحث و نظر اور ترتیب و تنظیم کچھہ اور ہی ہے - پھر اون کے قلم میں وہ سحر اور جادو کا اثر نہیں ہے (خدا تعلق سے بچائے اور بالکل صداقت کی توفیق دے) جو آپ کے قلم میں پاتا ہوں :

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خداے بخشندہ

ایک مدت تک اپنے ارادے اور خیال کو ضبط کیا - کیونکہ زبانی جمع خرچ سے کچھہ بن نہیں آتا - لیکن ان دنوں کچھہ ایسی بے تابی سی للحق ہوئی ہے کہ سر رشتۂ صبر ہاتھہ میں رہتا نظر نہیں آتا -

اگر آپ صرف ایک گھنٹہ اس کام پر وقف کردیں اور روزانہ اپنی اعجاز نگاری کے طرز پر کچھہ لکھدیا کریں تو تھوڑے دنوں میں کتاب طیار ہو جائیگی - میں سردست اسکی اشاعت کیلیے کچھہ پیش نہیں کر سکتا' زیادہ سے زیادہ پچاس روپیہ یکجا بمشکل پیش کر سکتا ہوں -

اگر ماہواری لیں تو ہر انگریزی مہینے کی چوتھی تاریخ پر دس روپیہ بھیج سکتا ہوں' اور دس گیارہ مہینے تک بہ آسودگی مسلسل ادا کر سکتا ہوں - نہ اسمیں بھوں کا پیٹ کاٹنا پڑیگا نہ اپنے پیٹ پر پتھر باندھنے کی نوبت آئیگی - ہر مہینہ میں روپیہ بھیجتا رہونگا -

میں جانتا ہوں کہ آپکی غیور طبیعت ایسی باتوں سے گھبراتی ہے اور نہ گوارا کریگی' مگر ہمارے طرف سے یہ آپ کے لیے تو نہیں ہے بلکہ خدا کے لیے ہے - مذہب کی محبت اور پیغمبر خدا کی حضور میں صدق نیاز کا ثبوت ہے' اور اجر کی امید - آپ اس عرض کو ہذیان' سرسام ' یا صعود ابخرۂ مراق تصور فرمائینگے - اور میں خود بھی جانتا ہوں کہ آپکی خدمت میں ایسا عرض کرنا ایسا ہی ہے - لیکن نہایت الحاح اور زاری اور عاجزی سے التجا ہے کہ اگر منظور فرما لیں تو بڑی بھاری کمی کو پورا کر دینگے - سیرۃ کبیر کا وعدہ دسمبر سنہ ۱۹۱۵ میں شائع ہو جانے کا تھا - مگر اب مولوی مسعود علی ندوی کی تحریر سے معلوم ہوا ہے کہ شاید دو چار مہینے اور انتظار کرنا پڑے -

مانا کہ وہ تعلیم یافتوں اور علماء میں رحمت اور برکت اور روح حیات پھونک دیگی - مگر یہ کام اوس سے نہیں نکلیگا کہ نصاب تعلیم میں بھی داخل ہو - اگر جناب لکھیں تو مدارس ' مکاتب ' وعظ ' ہر جگہ کام آئیگی اور ہر وقت ساتھہ رہیگی -

تاریخ آپ کے قلم سے لکھی ہوئی ہمارے پاس آے یا وہاں کسی اعلی مطبع میں چھپوائی جاے - اسکی آمدنی و قیمت اسیکی اشاعت پر صرف کی جاے یا کسی اور کام پر - لیکن یہ ضروری ہے کہ تاریخ آپ کے دماغ اور قلم سے نکلے -

مزید طباعت اور اشاعت کے لیے صدہا راستے کھل جائینگے - جس زمانہ میں علامۂ شبلی مشاہیر اسلام کی تاریخیں لکھتے تھے' میں جل جل جاتا تھا کہ آفتاب کو چھوڑ کے پرتو اور ذروں پر کیوں نظر ڈالتے ہیں - آپ کے لیے بھی میں یہی کہتا تھا کہ سیاسی معاملات کو رہنے دیجیے اور صرف حضرت کی زندگی پر بحث کیجیے -

بہر حال جنون سمجھیے یا ابخرہ مراقی کا صعود - مجھکو اس خیال نے بے تاب کر رکھا ہے کہ آنحضرت کی تاریخ زندگی کے شایع ہونے ہی پر اسلام اصلی حالت پر آسکتا ہے ' اور مجھکو اسیکا خفقان ہے -

غلام غوث طبیب (خانپور

اکسیر اعظم یا زندگی کی بہار

—:o:—

ایجاد کردہ جناب حکیم حافظ ابو الفضل محمد شمس الدین صاحب

—:o:—

" ایک سریع الاثر اور مجرب مرکب "

ضعف دماغ و جگر کیلیے یہ ایک مجرب اور موثر دوا ہے - خصوصاً ضعف مثانہ اور آن مایوس کن امراض کیلیے جنکا سلسلہ بعض اوقات خودکشی تک مسلسل ہوتا ہے ایک بے خطا اور آزمودہ مرکب ہے - صحت کی حالت میں اگر اسے استعمال کیا جاے تو اس سے بہتر اور کوئی شے محافظ قوت نہیں ہوسکتی -

قیمت فی شیشی ۶ - روپیہ محصول ڈاک ۶ - آنہ

منیجر دی یونانی مڈیکل اسٹورس فوارۂ صحت
نمبر ۱۵/۱ رپن اسٹریٹ ڈاکخانہ ویلسلی - کلکتہ

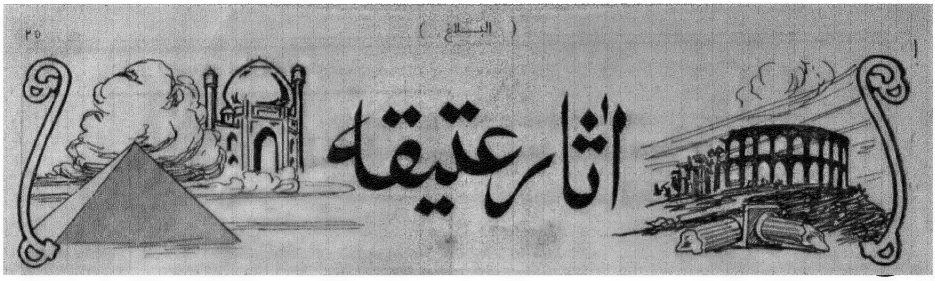

آثار اسلامیه امارت بیجاپور

[از مولانا سید سلیمان صاحب ندوی پروفیسر ویمنا کالج]

(۲)

(گول گنبد)

یہ عمارت نہ صرف بیجاپور، نہ صرف ہندوستان، نہ صرف اسلام، بلکہ تمام دنیا کے عجائب صنعت میں سے ہے - یہ دراصل سلطان محمد عادلشاہ کا مقبرہ تھا - سلطان جسطرح اپنی زندگی میں بے نظیر تھا، اوسنے چاہا کہ مرنے کے بعد بھی بے نظیر ہو - یہ بے نظیر گنبد اسی دعوی کی دلیل ہے - اس عمارت کی بلندی ۱۹۸ فیٹ ۶ انچ ہے - اور اس میں دو چیزیں باعث صد استعجاب و حیرت ہیں : گنبد اور گیلری -

گنبد نصف دائرہ نما ہے - اسکا اندرونی قطر ۱۲۴ فیٹ ۵ - انچ، اور بیرونی ۱۴۴ فیٹ، ضخامت دیوار کی ۱۰ فیٹ ہے - جہاں سے خاص گنبد کی حد شروع ہوتی ہے، وہاں سے ۱۱ سنگی گیلریاں چاروں طرف اندر کی جانب بنائی گئی ہیں - جس رقبۂ فضا اور گنبد حاوی ہے، [illegible] ۱۸۱ مربع فیٹ ہے [illegible] سدرہ

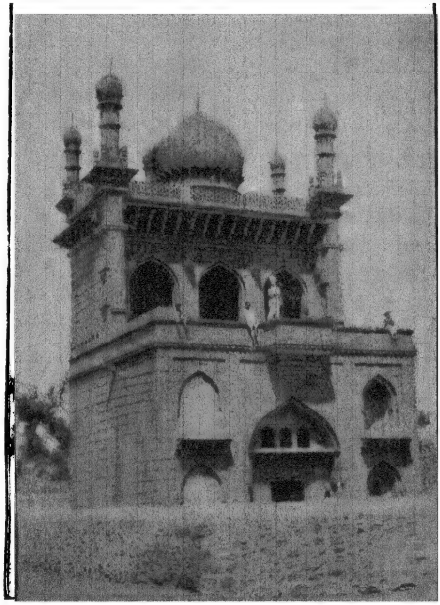

بیجاپور کی جامع مسجد

ہیں جن اور دنیا کا کوئی گنبد محیط نہیں [illegible] یورپ کا سب سے بڑا گنبد روم کا پینتھان (Panthan) ہے لیکن اوسکا رقبہ بھی صرف ۱۶۸۳۳ مربع فیٹ ہے [illegible]

ساخت کی خوبی [illegible] بیجاپور دیوار کے محرابی دائروں کی [illegible] ڈالتا ہے، اور اس [illegible] صنعت نے [illegible] بوجھ کو [illegible] کا متحمل نہیں [illegible] تقسیم [illegible] ہے ۱۱

لیکن اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز گنبد کی گیلری کی ایک خاص خصوصیت ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان مہندسین فلسفۂ اصوات کے کس حد تک ماہر تھے؟ یہ گنبد اس تراکیب سے بنایا گیا ہے اور اوسکی وسعت مخصوصہ اس خاص حد تک قائم کی گئی ہے کہ ایک آہستہ سے آہستہ آواز بھی [illegible] سنائی دیتی ہے [illegible]

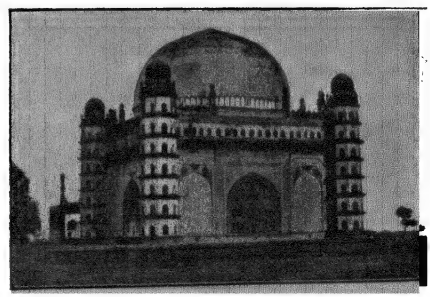

گول گنبد

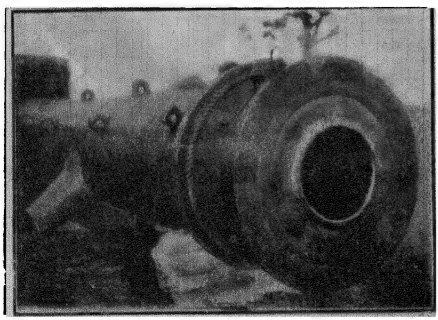

عہد عادل شاہی کی ایک توپ
" لندا کاسب "

مشہور فاتح ترپ : " ملک میدان"

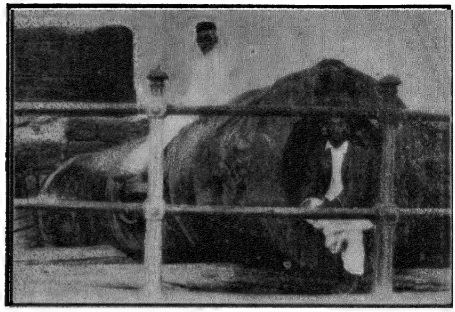

(جو ۱۲۴ فیٹ کے بعد پر ہے) پوری صفائی کے ساتھہ اپنے عکس صوت کو سنا دیتی ہے جو جانب مقابل کے حصۂ گنبد سے ٹکرا کر واپس آتا ہے !

گنبد کے اندر اگر ایک بار تالی بجائی جائے تو دس بار متواتر گنبد کے غیر مرئی ہاتھہ اپنے تماشائیوں کو جواب دینگے - اگر گنبد کے زینوں پر ایک چڑھنے والے انسان کے پاؤں چاپ پیدا کرینگے ' تو گنبد کے اندر سینکڑوں نظر سے غائب چلنے پھرنے والوں کی آواز سنائی دیگی ! !

اس عمارت کے جنوبی دروازہ پر تین جملوں کا ایک چھوٹا سا فارسی کتبہ کندہ ہے - ہر جملہ سے بانی گنبد سلطان محمد کی تاریخ وفات سنہ ۱۰۶۷ ھ نکلتی ہے -

اس عمارت کی جانب مغرب ایک نہایت خوبصورت پتھر کی مسجد بھی ہے جو لارڈ کرزن کے عہد تک انگریز سیاحوں کا مسافر خانہ تھا - لیکن لارڈ کرزن کی تجویز " حفاظت آثار قدیمہ " نے اس ذلت سے اسکو نجات دی -

(توپ ملک میدان)

حسب تحقیق بعض مورخین یورپ ' توپ کی ایجاد کا فخر مسلمانوں ہی کو حاصل ہے - حسب تصریح ابن خلدون اندلس کی بعض لڑائیوں میں عرب فوج کے ساتھہ توپیں موجود تھیں - علامہ زکی پاشا مصری کے کتبخانہ میں ابن غانم اندلسی کا ایک خاص رسالہ توپ کی صنعت پر موجود ہے - ترکوں نے اس صنعت کو خاص ترقی دی - سلطان محمد فاتح قسطنطنیہ کا توپخانہ یورپ کی تمام تاریخ میں اپنے عہد کا عدیم النظیر تسلیم کیا گیا ہے -

ہندوستان کے میدان میں سب سے پہلے توپ بابر لایا - اکبر نے توپ کی صنعت کو جسقدر ترقی دی ' وہ آئین اکبری کے پڑھنے والوں پر ظاہر ہے -

اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں اس صنعت کو جسقدر ترقی ہوئی اسکے نمونے ہندوستان میں جا بجا موجود ہیں -

دولت آباد میں " قلعہ شکن " اور پونہ میں " فتح کشا " نامی دو توپیں عہد عالمگیر کی یاد دلاتی ہیں - یہ دونوں توپیں " محمد حسن عرب " کی کی صنعت سے ہیں -

دکن میں مسلمان اور ہندو قوموں کی آخری اور فیصلہ کن رزمگاہ " تالی کوٹ " کا میدان تھا جس میں دکن کی پانچ اسلامی ریاستوں نے متفقاً ملکر دکن کی قدیم و مستحکم ہندو حکومت بیجانگر کا خاتمہ کردیا - لیکن اس غیر متوقع فتح کی قوت در اصل احمد نگر کے توپخانہ میں مخفی تھی - توپ " ملک میدان " بھی در حقیقت اسی امارت اسلامیہ کی یادگار ہے -

یہ توپ احمد نگر میں بعہد ابوالغازی نظام شاہ سنہ ۹۰۵ ھ میں ڈھالی گئی تھی - اس کے صنع کا نام اسکی پشت کے کتبہ پر " محمد بن حسن رومی " منقوش ہے - یہ توپ احمد نگر کے قلعہ پرندہ پر نصب تھی - اتفاق روزگار سے جب یہ قلعہ بیجاپور کی حکومت میں داخل ہوا تو یہ توپ بھی سنہ ۱۶۳۲ع میں منتقل ہوکر بیجاپور آ گئی - سنہ ۱۶۸۵ ع مطابق سنہ ۱۰۹۷ ھ میں جب عالمگیر نے بیجاپور پر قبضہ کیا تو اموال و غنائم میں " ملک میدان " بھی ہاتھہ آئی - اورنگ زیب نے اس کو یہیں چھوڑ دیا لیکن اسکی پیشانی پر اپنے نام کا سکہ ضرب کردیا - برٹش عہد حکومت میں (۱۸۵۴ ع) اس توپ کا طالع اقبال قریب تھا کہ گردش میں آجائے - ستارہ کے کمشنر نے حکم دیدیا تھا کہ دیگر بیکار چیزوں کے ساتھہ اس توپ کو بھی نیلام کردیا جائے - بخت کی واژگونی دیکھو کہ اس مایۂ روزگار کی قیمت صرف ۱۵۰ روپیہ آنکی تھی !

لیکن ہم اس ناقدردانی زمانہ کے ممنون ہیں جس نے مسلمانوں کے شاہد اقبال کے طور پر اسکو ہمارے لیے محفوظ رکھا - دوسری بار پھر یہ برٹش میوزیم کے حصہ میں آچکی تھی کہ ہماری خوش نصیبی نے پھر چمک کر چھین لیا ' اور یہ اب تک بیجاپور کے مغربی شہر پناہ کے سب سے بڑے برج پر نصب ہے -

ملک میدان کا طول ۱۴ فیٹ ۴ - انچ ' اور اسکا سب سے بڑا قطر ۴ فیٹ ۱۱ - انچ ہے - اسکے دہانہ کی وسعت اتنی بڑی ہے کہ ایک آدمی اچھی طرح بیٹھکر دو پٹھہ باندھ سکتا ہے !

دہانہ کی شکل ایک اژدھے کے منہہ کی سی ہے ' جسکے چہرے بالکل کھلے ہوے ہیں - چہرے کے دونوں طرف دانتوں کے اندر دو ہاتھی دبے ہوے ہیں !

جسطرح بیجاپور کا گول گنبد دنیا میں اپنا نظیر نہیں رکھتا ' مشہور ہے کہ اسی طرح یہ اپنی وسعت و ضخامت و عجیب الشکلی میں اپنی نظیر نہیں رکھتی اور دنیا کی سب سے بڑی توپ شمار کی جاتی ہے - کتبات کی نقل حسب ذیل ہے :

اللــــہ
و لا ســـواہ — اضافۂ عالمگیری

فی سنہ جلوس
شـــاہ عـــالمگیر غازی پادشاہ دین پناہ
انکہ داد عدل داد و ملک شاہان را گرفت

مطابق سنہ ۱۰۹۷ھ
فتـح بیجـا پور کـرد و بہر تاریـخ ظفـــر
رو نمود اقبال و گفتہ: ملک میداں را گرفت

اللہ
خادم اہل رسول
ابو الغازی نظام شاہ
عمل محمد حسن رومی

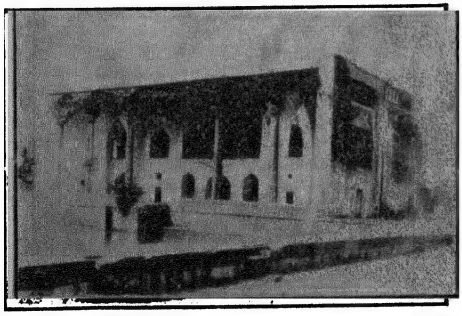

آثار محـــل
عادل شاہی کتـب خانہ کا نقش پا

تاریخ تمدنی اسلامی کا ایک صفحہ!

غـزوات اســـلامیـہ اور تجـارت

دنیا نے جس نقطے سے اپنا سفر شروع کیا تھا ' ہر پھر کے پھر اوسي نقطے پر پہونچ گئي ہے - دنیا کا سورج اپني تکوین کے پہلے دن وحشت و بہیمیت کے سر پر چمکا ' اور آج تمدن و تہذیب کے خط استواء سے گذر رہا ہے - لیکن اوسکي حرارت میں کوئي فرق نہیں آیا ہے - اوسکا آتشیں چہرہ جسطرح تکوین عالم کے پہلے دن غصہ سے سرخ تھا ' اوسي طرح آج بھي تابناک نظر آرہا ہے !

بظاہر یہ ایک نہایت تعجب انگیز بات ہے - جس دور ترقي و عہد تمدن نے حقائق و علوم میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کردیا ' اسرار عالم کے چہرے سے نقاب اولٹ دي ' بحر و بر کے قانونے ملا دیے ' فضاے بسیط کے سیاروں کو قوۃ جاذبہ کے ایک رشتہ میں منسلک کر کے خدا کے اس احسان عظیم کو کہ :

خلق لکم ما في الارض جمیعا - زمین میں جو کچھہ ہے اوسکو خدا نے تمہارے هي لیے پیدا کیا ہے

پورا کردیا - کیا وہ پھر اوسي عہد ظلمت کي طرف رجعت قہقري کر سکتا ہے ' جو انسان کي سیاہ کاریوں کا ایک تیرہ و تاریک ظلمت کدہ تھا ؟

بظاہر یہ سوال کتنا هي تعجب انگیز ہو ' لیکن دونوں دور کے نتائج اسکا جواب اثبات میں دیتے ہیں -

یہ سچ ہے کہ وحشت و تمدن دو متضاد چیزیں ہیں ' لیکن دونوں کے نتائج میں عجیب و غریب اتحاد ہے - آگ اگر پاني کو خشک کرسکتي ہے ' تو وہ ایک جامد مادہ کو سیال بھي بنا سکتي ہے - پس جب ایک هي قوت متضاد نتائج پیدا کرسکتي ہے ' تو دو متضاد قوتیں متحد نتائج کیوں نہیں پیدا کر سکتیں ؟

لیکن اسوقت نظریات کي هنگامہ آرائي کي ضرورت نہیں - یہاں گفتگو واقعات اور واقعات کے نتائج سے ہے ' اور وہ یکسر عالم آشکارا ہیں - زمانۂ وحشت میں عورتیں آزاد تھیں ' آج اونکي آزادي اور بھي بڑھ گئي ہے - زمانۂ وحشت میں انسان ہر چیز کو

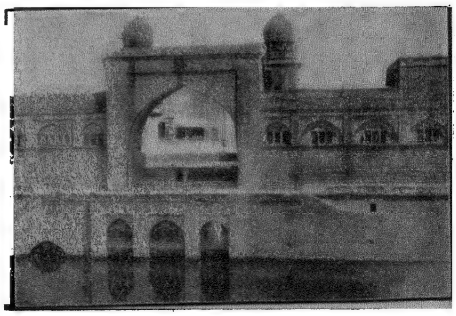

تاج باولي: تاج سلطانہ بیگم سلطان ابراہیم ثاني کا حوض

مہتـــر محل
ایک صحن مسجد کا خارجي دروازہ

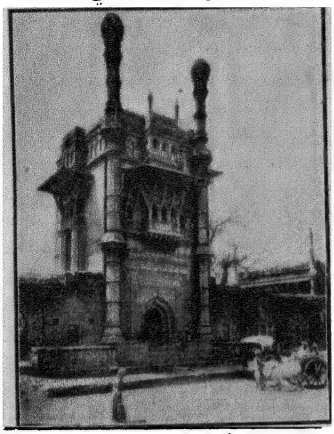

مباح سمجھتا تھا ' اب ایک اعلی درجہ کا متمدن انسان بھي بلا قید دنیا کي ہر چیز سے تمتع اوٹھا سکتا ہے - زمانۂ وحشت میں انسان بات بات پر لڑ پڑتا تھا ' آج ایک مہذب انسان بھي سیادت جنسي و وطني کے جوش میں ذرا سي بات پر تلوار اوٹھا سکتا ہے - زمانۂ وحشت میں انسان ایک بي بي پر قانع نہیں تھا ' آج متمدن آبادیاں بھي زیادہ وسعت و کامیابي کے ساتھہ اسي پر عمل کر رہي ہیں - زمانۂ وحشت میں عورتیں صرف ستر عورت کا چھپانا کافي سمجھتي تھیں ' آج تمدن کے کامل لباس (فل ڈریس) میں عہد قدیم کا یہ منظر نظر آسکتا ہے -

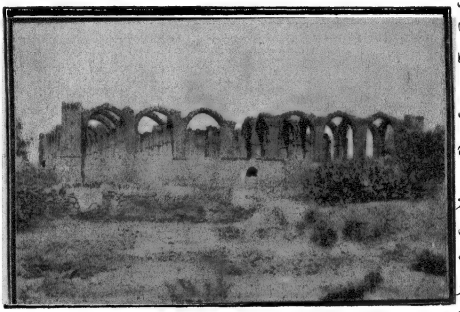

علي عادل شاہ ثاني کا باغ تمام مقبرہ

زمانۂ وحشت میں انسان اپنے بغض و عـــداوت کو غیر ضروري اور غیر متعلق چیزوں کي طرف متعدي کر دیتا تھا ' وہ ایک شخص سے لڑتا تھا تو اوسکے گھر میں آگ لگا دیتا تھا ' اوسکو متعدد مادي فوائد سے محروم کردیتا تھا ' اوس نے جو تعلقات دوسرے لوگوں سے قائم کر رکھے تھے اونکو منقطع کرنا چاھتا تھا ' اوسکي تجارت اور دوسرے ذرائع معاش میں مختلف طریقوں سے رکاوٹ پیدا کرتا تھا - آج بیسویں صدي کا متمدن انسان بھي یہ سب کچھہ کرتا ہے - وہ کبھي اسلحہ فلک کرتا ہے ' کبھي بوائیکاٹ کا نعرہ کہتا ہے ' کبھي تاروں کا سلسلہ کاٹ ڈالتا ہے ' کبھي ڈائنامیٹ ذریعہ سے ٹرینوں کو اوڑا دیتا ہے ' کبھي تجارتي جہازوں کو ڈبو دیتا ہے بلکہ بعض اوقات اونکو ڈبو بھي دیتا ہے ' اور اسکو دشمن بیدست و پا کرنے کا نہایت مہذب اور کامیاب آلہ سمجھتا

اسلام سے پہلے عرب بھي ایک وحشي ملک تھا ' اسلیے بیسویں صدي کے اس بے پناہ آلے کو استعمال کرتا تھا - زیادہ اوس نے خود اسلام هي کے مقابلے میں اسکا ابتداے بعثت میں دو سال تک نفاذ کیا ذریعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و سلم منقطع کردیے تھے اس معاہدہ اپني لڑکي دیدیتا تھا ' نہ اوس اونکے ساتھہ کسي قسم کا لین

اوسي اس ايجاد پر ديوا نا ہوگيا كه وہ آب و دانه كا فاقه كركے قيد خانے كي صعوبتوں سے ہي جاتي ہيں - ليكن سب سے پہلے عرب كي ايك عورت نے اسلام كے مقابلے ميں اس آلے كا استعمال كيا تها - جب حضرت سعد بن ابي وقاص رضي الله عنه اسلام لائے ' تو اونكي ماں نے ناراضي دوار قسم كها لي كه اگر وہ اس مذهب سے باز نه آئے تو نه اون سے بولي گي ' نه كهانا كهائے گي ' نه پاني پيوں گي - يه محض دهمكي هي نه تهي ' بلكه اُس نے اس پر عمل بهي كيا ' اور اسي حالت ترسنگي ميں تين دن گذار ديے - تيسرے دن جب فرط ضعف سے بيهوش هو گئي ' تو اس نازك حالت كو دیكهكر اسكے دوسرے لڑكے نے پاني پلا ديا - هوش ميں آئي تو سعد كو بد دعائيں دیں - (۱)

ابتداے اسلام ميں بعض صحابه نے بهي كفار كو تجارت كي روك ٹوك كي دهمكي دي تهي - چنانچه غزوۂ بدر سے پہلے ايك بار حضرت سعد بن معاذ رضي الله عنه عمره كي غرض سے مكه آئے ' اور قديم دوستانه تعلقات كي بنا پر اميه بن خلف كے ہاں قيام كيا - چونكه كفار آزادي سے ساتهه عمره لانے كا موقع نهيں ديتے تهے ' اسلئے انهوں نے ايك دن موقع پاكر دوپهر كے سناٹے ميں اميه كے ساتهه طواف كرنا چاها - اتفاق سے ابوجهل سے ملاقات هوگئي - اُس نے كها : " تم اس طرح بيدهڑك مكه ميں طواف كر رہے هو ' حالانكه تم نے گمراہ مسلمانوں كو اپنے ہاں پناہ دي هے ' اور اونكي مدد كر رہے هو ؟ اگر تم ابوصفوان (اميه) كے ساتهه نه هوتے ' تو ہاں سے بچكر واپس نه جا سكتے " -

اس پر حضرت سعد بن معاذ كو بهي غصه آ گيا - اونهوں نے بهي دهمكي دي : " اگر تم مجهے طواف سے روكو گے تو ميں تمهاري راہ ميں اس سے بهي سخت ركاوٹيں پيدا كرونگا ' يعني مدينه كے راستے سے تمهارا جو كاروان تجارت شام كو جايا كرتا هے ' اوسكو روك دوں گا " (۲)

حضرت سعد بن معاذ رضي الله عنه نے يه صرف دهمكي هي دي تهي ' مگر بعض مسلمانوں نے اس پر عمل بهي كيا - چنانچه صلح حديبيه كے بعد جو مسلمان مكه سے بهاگ كر ساحل دريا پر مقيم هوگئے تهے ' وہ مجبوراً قريش كے كارواں تجارت كي لوٹ سے اپني ضرورتيں پوري كرتے تهے - تاهم خود آنحضرت نے نه تو كبهي ايسا كيا اور نه اسپر پسنديدگي ظاهر كي - چنانچه جب قريش نے ساحل بحر كے مسلمانوں كي شكايت كي تو (حسب تصريح بخاري) آپنے انهيں اپنے پاس بلا لئے -

اسلام دنيا ميں خالي هاتهه آيا - نه اوسكے دامن ميں لعل و جواہر كے ذخيرے تهے ' نه وہ اپني جيب ميں چاندي سونے كے سكے ركهتا تها - نه اوسكے پاس اس قدر سرمايه تها كه لوگوں سے لين دين بڑهاتا ' تجارت كي منڈياں قائم كرتا ' يا كم از كم بازار ميں ايك معمولي سي دكان هي لگا ديتا - اوسكي جهولي ميں صرف مخلص مومنين كے سچے دل تهے ' جو اگرچه لعل و جواہر سے زيادہ گراں قيمت اور چاندي سونے كے سكوں سے زيادہ بيش بها تهے ' ليكن اُسوقت عرب كے بازار خيالات ميں اس سودے كا كوئي خريدار نه تها !

اُس زمانے ميں عرب كي تجارت تمام تر دار الكفار مكه اور يهود يثرب كے هاتهه ميں تها ' ليكن عرب ميں جو بد اخلاقياں عموماً پهيل گئي تهيں ' اونكا اثر سب سے زيادہ دان و ستد كے معاملات پر پڑا - اس بنا پر تجارت تمام اخلاقي خرابيوں كا مركز بن گئي ہے - سب سے زيادہ متمول اور كاروباري قوم يهود كي تهي - ليكن يه لوگ معاملات ميں نهايت سخت اور حريص تهے - يہاں تك كه بچوں اور عورتوں تك كو رہن ركهتے تهے (۱) اور قرض كے تقاضے ميں نهايت بے مروتي كا اظهار كرتے تهے - چنانچه حضرت جابر بن عبد الله رضي الله عنه كے والد نے جب انتقال كيا تو انپر ايك يهودي كا قرض باقي رهگيا تها - اوس نے تقاضا كيا تو حضرت جابر رضي الله عنه نے چند دنوں كي مہلت مانگي - اوس نے انكار كر ديا - اونهوں نے آنحضرت سے سفارش كرائي - آنحضرت اوسكے پاس خود تشريف لےگئے اور اس معامله كے متعلق بالمشافه گفتگو كي - ليكن اوس نے آپ كي سفارش كو بهي رد كر ديا (۲)

معاملات كے متعلق كفار كا جو طرز عمل تها وہ اس سے بهي زيادہ سخت تها ' اور اوسكا اثر مسلمانوں پر بلكه خود اسلام پر بهي پڑتا تها - عاص بن وائل پر خباب كا كچهه قرض تها - جب اونهوں نے اوس سے تقاضا كيا تو اوس نے كها : جب تك تم محمد صلى الله عليه وسلم كي رسالت كا انكار نه كروگے ' ميں تمهارا قرض نه دوں گا ! (۳)

يه لوگ خود آنحضرت كے ساتهه بهي نهايت بيهوده طريقه سے پيش آتے تهے - آپ پر ايك كافر كا قرض تها ' اوس نے اس سختي كے ساتهه آپ سے تقاضا كيا كه صحابه اس كي بے ادبي پر ضبط نه ركهسكے ' اور اوسكو اس گستاخي كي سزا دينے چاهي - ليكن آنحضرت صلى الله عليه وسلم نے يه كهكر روكديا : " جسكا حق هے وہ اسقدر باتيں بهي سنا سكتا هے " (۴)

اهـــل عرب كے خارجـــي ممالـــك سے جو تجـــارتـــي تعلقات قائم كر ليے تهے ' وہ بهي اسلام كيليے نهايت مضر تهے - چنانچه حضرت دحيه كلبي جب آنحضرت كا خط هرقل شاه قسطنطنيه كے پاس لےكر گئے تو اسوقت ابو سفيان تجارتي اغراض سے شام ميں مقيم تها - هرقل نے اوسكو طلب كيا اور آنحضرت كے متعلق متعدد سوالات كيے - ان سوالات كي سنجيدگي نے اگرچه ابوسفيان كو آنحضرت يا اسلام كے معائب و مثالب كے اظهار كا موقع نهيں ديا ' تاهم جب آنحضرت كے وقائے عهد كے متعلق دريافت كيا گيا تو باوجوديكه اوسكو آنحضرت كي پابندي عهد كا علم تها ' ليكن هرقل كو يه كهكر در پرده مشتبه كر ديناچاها كه " اسوقت تو هملوگوں كے درميان معـــاهدۂ صلح هو گيا هے ' خدا جانے وہ اسكو قائم رهتے هيں يا نهيں ؟ " چنانچه ابوسفيان كو خود اعتراف هے كه اسنے بد هزار دقت يه موقع پيدا كيا تها :

ما اتمكني من كلمة ادخل فيها شيئا غير هذا - (۵)

هرقل نے مجهے يه موقع هي نهيں ديا كه اسكے سوا كسي اور سوال كے جواب ميں تدليس اور فريب كاري كرسكوں -

ان اسباب كي بنا پر اسلام تجارتي معاملات ميں روك ٹوك كرنے كا جائز حق ركهتا تها - ليكن اسلام كي دہ ساله فاتحانه تاريخ ميں ايك موقع بهي ايسا نهيں پيش آيا جہاں اسلام كي كوہ شكن قوت كسي كاروباري ترازو سے تلوائي هو - بلكه اسكے خلاف اسلام نے عرب كے اندر تجارت كا بازار اور زيادہ گرم كرديا - زمانۂ جاهليت ميں اهل عرب نے خانه كعبه كے متصل ذوالمجنه ' عكاظ ' ذوالمجاز ' وغيره متعدد بازار قائم كر ليے تهے جو زمانۂ حج ميں تجارت كي اچهي خاصي منڈي بن جاتے تهے - اسلام نے چونكه جاهليت كے اكثر شعائر مٹا ديے تهے ' اسليے اول اول صحابه نے ان بازاروں سے

۳۲۷ مناقب سعد بن ابي وقاص

۱) بخاري جزو - ۳ - ص - ۱۱۸

(۲) بخاري جزو - ۶ - ص - ۳۵ -

(۳) بخاري جزو ۵ ص - ۷۱

(۴) بخاري جزو ۵ ص - ۹۱

(۵) بخاري جزو ۳ - ص - ۱۱۷ -

تجارتي فائده اوٹھانا پسند نہیں کیا - لیکن خداے اسلام کو یہ علحدگي پسند نہ آئي اور صحابہ کے اس طرز عمل کے متعلق یہ آیت نازل ہوئي :

لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم - اگر تم لوگ زمانۂ حج میں خدا کے فضل یعني تجارت سے فائدہ اوٹھاؤ تو یہ کوئي گناہ کي بات نہیں -

مدینہ میں یہودیوں کا مشہور قبیلہ بنو قینقاع زرگري کا پیشہ کرتا تھا - اوس نے ایک بازار بھي قائم کرلیا تھا جو اونہیں کے نام سے مشہور تھا - بعض وقت اون لوگوں نے سر بازار مسلمانوں کے ساتھہ اشتعال انگیز شرارتیں بھي کیں - چنانچہ ایک مسلمان عورت کسي زیور کیلیے ایک سنار کي دکان پر آئي تو ایک یہودي نے پیچھے سے آکر اوسے بے پردہ کردیا (۱) لیکن ان لوگوں کے ساتھہ بھي کسي قسم کا تعرض نہیں کیا - بلکہ خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مکان بھي اسي بازار کے متصل تھا ' اور اس تعلق سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھي اس بازار میں تشریف لاتے تھے - (۲) غالباً اسي ہمسائیگي کي بنا پر حضرت علي علیہ السلام نے یہودیوں سے لین دین کے تعلقات پیدا کرلیے تھے - چنانچہ جب اونہوں نے اپني دعوت ولیمہ کرني چاہي ' اور اس غرض سے افخر (ایک گھانس ہوتي ہے جو سناروں کے کام آتي ہے) کاٹنے کیلیے نکلے کہ سناروں کے ہاتھہ بیچ کر اسکي قیمت سے دعوت کا سامان کریں ' تو قبیلہ بنو قینقاع ہي کے ایک سنار دو اپنے ساتھہ لے جانا چاہا تھا - (۳)

خود آنحضرت کے معاملات و قرض کا تمام تر تعلق یہود اور کفار کے ساتھہ تھا - چنانچہ آپنے ایک یہودي کے یہاں اپني زرہ رہن رکھہ کر کچھہ غلہ خریدا تھا (۴) حالانکہ ایک طویل سلسلۂ جنگ کے زمانے میں آلات جنگ کو بہر حال محفوظ رکھا جاتا ہے -

آنحضرت کے تمام خانگي اور ذاتي معاملات کا انتظام حضرت بلال کے متعلق تھا - یہ انتظامات جس طرح انجام پاتے تھے ' اوسکا حال جس تفصیل سے خود حضرت بلال نے بیان کیا ہے ' اوس سے ثابت ہوتا ہے کہ معاملات کے متعلق اسلام کسقدر بے تعصب اور فیاض تھا - حضرت بلال فرماتے ہیں : " آنحضرت کے پاس کوئي سرمایہ نہیں تھا - ابتداے بعثت سے تا دم وصال میں مجھي آپ کے مصارف کا انتظام کرتا تھا - چنانچہ آپ کي خدمت میں جب کوئي برہنہ تن مسلمان آجاتا تو میں آپ کے حکم سے جاکر پہلے قرض لیتا ' پھر اوس سے کپڑا خرید کر اوسکو پہناتا ' اور کھانا خرید کر کھلاتا تھا - اس معمول کو دیکھکر ایک دن ایک مشرک نے مجھہ سے راہ میں کہا کہ میں دولتمند آدمي ہوں ' مجھي سے قرض لے لیا کرو ' اور کسي سے نہ لو - چنانچہ مینے اوسي سے معاملہ کرلیا - ایک دن وضو کرکے اذان دینے کیلیے اوٹھا تو مینے دیکھا کہ تاجروں کي ایک جماعت کے ساتھہ وہ آرہا ہے - جب اوس نے مجھے دیکھا تو منہ بنا کر نہایت سخت الفاظ میں کہا " اے حبشي ! تجھے معلوم ہے کہ مہینہ کب ختم ہوگا ؟ " مینے کہا " اب ختم ہي ہوا چاہتا ہے " اوس نے کہا " اب صرف چار دن رہگئے ہیں - تم پر جو قرض ہے ' اب وصول کرلونگا - نتیجہ یہ ہوگا کہ جسطرح تم پہلے بکریاں چراتے پھرتے تھے اوسي طرح مفلس ہوکر سرگشتہ پھروگے " مجھے یہ سنکر نہایت رنج ہوا - عشاء کے بعد جب حضور اقدس گھر میں تشریف لائے تو اذن طلب کرکے حاضر خدمت ہوا ' اور عرض کیا کہ جس مشرک سے میں قرض لیا کرتا تھا ' اوس نے آج مجھہ سے نہایت سختي کے ساتھہ گفتگو کي - نہ آپ کے پاس کچھہ ہے ' نہ میرے پاس کہ اوسکا قرض ادا کروں - وہ میري عزت و آبرو کے پیچھے پڑگیا ہے - آپ مجھے اجازت دیجیے کہ کسي مسلمان قبیلہ میں اوسوقت تک کیلیے بھاگ جاؤں جب تک خدا آپ کو قرض ادا کرنے کے قابل بنادے - یہ کہکر میں آپ کي خدمت سے واپس آیا - تلوار ' ڈھال ' توشہ دان ' اور پاپوش کو سرہانے رکھکر سوگیا ' اور صبح کاذب ہونے کے ساتھہ ہي بھاگ نکلنے کا ارادہ کیا - اسي حالت میں ایک آدمي دوڑتا ہوا آیا کہ تمہیں آنحضرت بلا رہے ہیں - میں گیا تو چار اونٹنیاں بیٹھي ہوئي نظر آئیں جن پر سامان لدا ہوا تھا - آنحضرت نے فرمایا " قرض کے ادا کرنے کا سامان تو ہوگیا - کیا تم نے اونٹنیاں نہیں دیکھیں ؟ پھر آپ نے فرمایا : تم اونکو مع اوس غلہ اور کپڑے کے جو اون پر لدا ہوا ہے لیجاؤ ' اور اوس سے قرض ادا کردو - فدک کے بادشاہ نے ان کو میرے پاس بطور تحفہ کے بھیجا ہے - میں قرض دیکر پلٹا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا : " سب قرض ادا ہوگیا " مینے کہا : ہاں ' اب کچھہ باقي نہیں ہے "

خارجي ممالک سے اہل عرب نے جو تجارتي تعلقات قائم کرلیے تھے ' اسلام پر اونکا نہایت مضر اثر پڑتا تھا - چنانچہ عرب میں شام سے جو قافلہ غلہ لیکر آتا تھا وہ اسلام کیلیے نہایت خطرناک تھا - یہاں تک کہ آپ نے جب حضرت کعب بن مالک رضي اللہ عنہ سے عدم شرکت غزوۂ تبوک پر تمام اخلاقي تعلقات منقطع کرلیے ' اور تمام صحابہ کو اون سے علحدگي کا حکم دیا ' تو اونکو شام کے ایک نبطي نے جو مدینہ میں غلہ لیکر آیا تھا ' بادشاہ غسان کا ایک خط دیا ' جسکا مضمون یہ تھا :

قد بلغني ان صاحبک قد جفاک ' ولم یجعلک اللہ بدار ھوان و لا مضیعۃ فالحق بنا نواسک (۱)

مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے آقا نے تم پر ظلم کیا ہے ' لیکن خدا تمکو ذلیل و برباد نہیں کریگا - تم ہم سے مل جاؤ ہم تمہارے ساتھہ ہمدردي کرینگے -

اگر حضرت کعب بن مالک کے جوش اخلاص نے اس خط کو تنور میں نہ ڈالدیا ہوتا ' تو اسکا نتیجہ صرف یہي نہیں ہوتا کہ اسلام کے دائرہ سے ایک فرد نکل جاتا بلکہ غزوات اسلامیہ پر بھي اسکا نہایت مضر اثر پڑتا - با اینہمہ اسلام کیوجہ سے ان تاجروں کي گرم بازاري میں کوئي فرق نہیں آیا - بلکہ ایک بار آپ نماز جمعہ پڑھا رہے تھے - اسي حالت میں شام سے ایک قافلہ آگیا - تمام مسلمان نماز چھوڑکر اوسکي طرف دوڑے ' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ صرف ۱۲ آدمي رہگئے - اسپر یہ آیت نازل ہوئي :

و اذا راوا تجارۃ او لھوا انفضوا الیھا و ترکوک قائما - جب وہ تجارت یا لہو کو دیکھتے ہیں ' تو اوسکي طرف دوڑ جاتے ہیں اور تجھکو کھڑے کا کھڑا چھوڑ دیتے ہیں - (۲)

مفسرین کرام نے " لہو " کي تفسیر میں لکھا ہے کہ وہ اعلان عام کیلیے کیونکہ بجاتے تھے - اس سے اونکي آزادي کا اندازہ ہوسکتا ہے - افلاس کدہ عرب کي عام غذا تر کھجور اور روٹي تھي ' لیکن جو لوگ دولتمند ہوتے تھے ' وہ میدہ کھاتے تھے - لیکن اسکے لیے نہایت شوق کے ساتھہ شام کا انتظار کرنا پڑتا تھا - چنانچہ جب وہ قافلہ آتا تھا تو اپنے لیے میدہ خرید لیتے تھے - باقي تمام گھر کا خرچ کھجور سے چلتا تھا (۳) - زمانۂ اسلام میں بھي رہي -

---

(۱) تاریخ ابن اثیر
(۲) بخاري جزو ' ۳ - ص - ۶۶ -
(۳) ابو داؤد جلد ۲ - ص - ۶۳
(۴) بخاري جزو ' ۶ - ص - ۵۶

(۱) بقیہ

المسائل والمناظرہ

(النــوم)

از روے طب قدیم

گذشتہ اشاعت میں بہ ضمن مذاکرۂ علمیہ جناب نے جو تحقیقات نیند اور اسکي حقیقت کے متعلق شائع فرمائي ہے ' اور حکماء یورپ کے مختلف اقوال و مذاہب کا خلاصہ درج کیا ہے ' اسے خاکسار نے نہایت دلچسپي اور ذوق سے پڑھا - لیکن افسوس ہے کہ جو کچھہ تحقیقات ہمارے طب قدیم میں اسکے متعلق موجود ہے ' اسکے مقابلے میں اس کي کوئي خاص وقعت محسوس نہوئي ' اور نہ کوئي ایسا نیا حل پایا جو تحقیقات طبیۂ قدیمہ سے بے نیاز کردے - اگر اس راے کو " قدامت پرستي " کے الزام دھي کا آلہ نہ بنایا جاے تو کہا جا سکتا ہے کہ حکماء یورپ کي تحقیقات نے بجاے حل مشکلات و تسہیل مطالب کے اور زیادہ حقیقت کو مستور کر دیا ہے -

جناب مجھے اجازت دیں کہ نہایت مختصر طور پر طب قدیم کي تحقیقات بھي اسکے متعلق عرض کردوں ' تا کہ ارباب نظر و تعمق کے سامنے دونوں چیزیں بہ یک وقت آجائیں اور وہ غور کرسکیں کہ بقیناً اقرب کونسي راہ ہے ؟ بہت ممکن ہے کہ کوئي صاحب ان گزارشات بیانات کو پڑھکر مزید غور و فکر کریں ' اور ایک مفید سلسلہ مباحث علمیہ کا اسپر مرتب کیا جا سکے - مذاکرۂ علمیہ سے اصل مقصود یہي ہے اور علمي معلومات و مذاق کو بغیر اسکے نشو و نما نہیں مل سکتي -

(تحقیقات طبیہ)

النــوم حال یعرض للحیوان ان یقف فیہ النفس عن استعمال الحواس الظاہرۃ و الحرکات الارادیۃ ' و یلزمہ رجوع الــروح النفسانی و انقطاعہ عن الالات الی المبدء ' لا بالکلیۃ بل ینبعث فیہ شي تسیر الیہا ' و بحسب ذالک یکون استغراق النوم و عــدم استغراقہ -

نوم حیوان کے ایک حال کا نام ہے ' اس میں نفس حواس ظاہر اور حرکات ارادیہ سے (جو مثل جواسیس و خدام ہیں) کام لینے سے رکجاتا ہے اور روح نفسانی بھي بہ تتبع نفس نفوذ ظاہر سے باز رہتي ہے ' اور مبدء سے الات کا تعلق مسدود ہو جاتا ہے - یہ تعطیل جسقدر مسدود ہوگا اوسي قدر گہري نیند طاري ہوگي -

اولاً یہ امر ذہن نشین ہوجانا چاہیے کہ دماغ مبدء قوۃ نفسانی ہے - حواس خمسۂ ظاہرہ ' بصر ' سمع ' شامہ ' ذوق ' لمس ' ہیں اور صاحب مثل جواسیس و الات کے ہیں - معلومات حاصلہ کو حواس حس مشترک کے حوالے کردیتے ہیں - حس مشترک منجملہ دماغ ایک قوۃ ہے جسکا فعل صرف احساس مدرکات ظاہرہ ہے - [illegible]ات کي ترکیب و تفصیل و اخذ معاني جزئیہ دوسري دماغي [illegible]ہ کا فعل ہے ' اور جلب نافع و ہرب عن الضار ایک اور قوۃ [illegible] ہے جسکو " محرکہ " کہتے ہیں - حواس خمسہ کي [illegible] سي ہے - یہ ہر دو الات مدرک بنفسہا [illegible] ہو - اعصاب [illegible] نہ ہو وہ معدہ کي بخارات رطبیہ و دھنیہ رگوں کے ذریعہ سے بجانب دماغ متصاعد ہوتے ہیں ' اور تراکم کي شکل میں متغیر بہ طوبات ہو جاتے ہیں - یہ رطوبت چونکہ اعصاب کو مسترخي کر دیتي ہے اسلیے اجزاء دماغ و اعصاب ایک دوسرے پر منطبق ہو جاتے ہیں ' روح نفساني جو حامل قوۃ نفساني ہے ان بخارات کے اختلاط سے کثیف ہو جاتي ہے ' اور تعلق مبدء کا الات سے منقطع ہو جاتا ہے ' کیونکہ روح نفساني کا نفوذ مثل نفوذ شعاع شمس کے ہے - جب ہوا میں دھواں ملجاتا ہے ' تو دھوپ بہت ہلکي ہوجاتي ہے - یا جب ابر آ جاتا ہے تو سایہ ہو جاتا ہے - اسیطرح ابتداء نوم میں اصوات محسوس ہوتي رہتي ہیں ' جب اس تکدر روح اور اجزاء مانع وصول کا انطباق بجانب دماغ ہو جاتا ہے ' تو نائم مستغرق کو مناظر و اصوات و رائحہ و ذائقہ و خشونت و صلابت وغیرہ مستدرک نہیں ہوتے - اسي لیے بچوں ' نوجوانوں ' مرطوب مزاجوں کو زیادہ اور گہري نیند آتي ہے ' اور یابس المزاج کو کم آتي ہے - حالت نوم میں نفس کے ساتھہ روح و اخلاط (مرجبات حر) بھي بجانب باطن متوجہ ہو جاتے ہیں ' اور ظاہر بدن میں برودت ہو جاتي ہے ' یہي وجہ ہے کہ نائم کو سردي زیادہ محسوس ہوتي ہے اور حالت خواب میں زیادہ کپڑے اوڑھنے پڑتے ہیں -

اضطرار الی النوم کي وجہ یہ ہے کہ طبیعۃ حالت بیداري میں احساس اور حرکت ارادي کے کمال کیطرف متوجہ رہتي ہے اور یہ افعال روح کي حرکت سے ظہور پذیر ہوتے ہیں - حرکت موجب تحلل ہے - باوجودیکہ بدل ما یتحلل [illegible] ہوتا ہے ' [illegible] نہ اسقدر کہ تلافي مافات کو کافي ہو ' کیونکہ روح اور خون کے ساتھہ حرارۃ غریزي ظاہر بدن کیطرف مائل ہوتي ہے - بدینوجہ افعال ہضم و استحالل و تسئیل باطن بدن میں بدرجہ اتم نہیں ہوتے - پس ایک ایسے وقفہ کي ضرورت ہے کہ طبیعۃ بالکلیہ بجانب باطن متوجہ ہوکر افعال کي تکمیل کرے اور اس سے اجتماع روح و قوی ' و استراحت تامہ حاصل ہو - اوسي توقف کا نام نیند ہے -

محمد علي بیگ (دھلي)

(بقیہ مضمون صفحہ ۲۵ کا)

ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کسطرح غیر مذہب کے تاجروں کا خیر مقدم اور استقبال کیا کرتا تھا - اور تجارتي آزادي کو کس طرح اس نے ہر عہد اور ہر دور میں قائم رکھا ؟

لیکن یہ یورپ کي زبان میں عہد وحشت تھا - یہ ان لوگوں کا دور تھا جنھوں نے تلوار کے زور سے لوگوں کو اپنا حلقہ بگوش بنایا ' جنکے پاس حق اور عدالت کي کوئي دعوۃ ایسي نہ تھي جو تلوار کے سایے سے باہر بھي دنیا کو متوجہ کرسکے ! با ایں ہمہ یورپ کي تہذیب اور نوع پرستي کے منتہاء کمال کو بھي آج ہم نہایت دلچسپي سے دیکھہ رہے ہیں - ہمارے سامنے اُن مقتولین کي لا تعد و لا تحصی فہرستیں ہیں جو میدان جنگ میں نہیں بلکہ امن و انزوا کي بستیوں میں مارے گئے ' ہم ہر روز اُن جہازوں کي تباہي کا افسانہ پڑھتے ہیں جو ڈبو دیے گئے اسلیے کہ اسمیں انسانوں کي ایک جمعیت اور انساني غذا کي ایک کافي مقدار تھي - ہم اُن شریفانہ اعلانات و مہذبانہ عزائم کي سرگذشتیں سن چکے ہیں جن میں اپنے تفوق و عظمت کا سب سے بڑا ثبوت یہ دیا جاتا ہے کہ دشمن کي انساني آبادیوں کو بھوک اور افلاس سے یکسر قتل کر دیا جائیگا اور تجارتي راہیں تمام مسدود کردي جائیگي - پھر ان اعمال انسانیۃ ' ان افعال مدنیۃ ' ان اعلانات شرافت ' پر فخر ہے ' غرور ہے ' ناز ہے ' مسابقت ہے ' منافست ہے ' اور ہر فریق مدعي ہے کہ اس نے سب سے زیادہ درندگي کي ' اور سب سے [illegible] انسانوں کو ڈسا اور چیرا اور پھاڑا - پھر آج عالم [illegible] تمدن کیلیے تشنہ ہے یا وحشت [illegible] ن کو پکارتا ہے یا ماضی کو ؟

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الكريم)

البلاغ

هذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا

انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب (۱۳ : ۵۲)

جلد ۱ | کلکته : جمعه - ۲ صفر سنه ۱۳۳۴ هجري | نمبر - ۳

Calcutta : Friday, December 10 1915.

ترجمان القرآن

یعني قران حکیم کا اردو ترجمه ' اثر خامهٔ اڈیٹر الهلال

آسماني معالف و اسفار کے حقیقي حامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام هیں - پس انکي تبلیغ و تعلیم اور نشر و ترویج کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانه عمل هے ' جس کي توفیق صرف انهي لوگوں کو مل سکتي هے جنهیں حق تعالی انبیاء کرام کي معیت و تبعیت کا درجه عطا فرماتا هے ' اور اونکا نور علم براه راست مشکواة نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله یوتیه من یشاء -

هندوستان کي گذشته قرون اخیره میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفیق ملي ' وه حضرت شاه عبد الرحیم رحمة الله علیه کا خاندان تها - انکے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاه ولي الله قدس سره تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمه کي ضرورت الهام الهي سے محسوس کي ' اور فارسي میں اپنا عدیم النظیر ترجمه مرتب کیا - انکے بعد حضرة شاه رفیع الدین اور شاه عبد القادر رحمة الله علیهما کا ظهور هوا ' اور اردو زبان میں ترجمة القران کي بنیاد استوار هوئي - شکر الله سعیهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهیک ایک صدي گذر چکي هے ' لیکن یه کهنا کسي طرح مبالغه آمیز نه سمجها جائیگا که نشر و تبلیغ قرآن حکیم کي جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکهي تهي ' اسکي تکمیل کا شرف حق تعالی نے اڈیٹر الهلال کیلیے مخصوص کردیا تها ' جنهوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرانیه ' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکیم کا یه اردو ترجمه نهایت سلیس ' عام فهم ' معني خیز ' حقیقت فرما عبارت میں مرتب کیا هے ' اور بحمد الله که زیر طبع هے -

یه ترجمه کیسا هے ؟ ان لوگوں کیلیے جو الهلال کا مطالعه کرچکے هیں ' اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروري هے -

یه ترجمه حامل المتن ٹائپ کي جگهه لیتهو میں چهاپا جارها هے تاکه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعه میں آسکے - قیمت في جلد چهه روپیه رکهي گئي هے - لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکهتے هي قیمت بهیجدینگے ' انسے صرف سارهے چار روپیه لیے جائینگے - درخواستیں اور روپیه منیجر البلاغ کے نام بهیجنا چاهیے -

" کتاب مرقوم یشهده المقربون" (۸۳ : ۱۸)

" في ذالك فليتنافس المتنافسون ! " [۸۳ : ۲۳]

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خوان این دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغهاے سینه را

(۱) " الهلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہی وقت میں دعوۃ دینیۂ اسلامیہ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کی تجدید' اعتصام بحبل اللہ المتین کا واعظ' اور وحدۃ کلمۂ امۃ مرحومہ کی تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیہ' و فصول ادبیہ ' و مضامین و مطاعن سیاسیۂ و فنیہ کا مصور و مرصع مجموعہ تھا - اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اُردو علم ادب' میں در سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی نے تعلیمات الاہیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے ' وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرتے ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جملہ ' ایک ایک ترکیب ' بلکہ عام طریق تعبیر و ترتیب' و اسلوب و نسج بیان اس وقت تک کے تمام اُردو ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الاہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوی سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبی مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کی' اور سیاسی آزادی و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ در سال کے اندر ہی اندر ہزاروں دلوں ' ہزاروں زبانوں ' اور صدہا اقلام و مصاحف سے اس حقیقت کو معتقدانہ نکلوا دیا !

(۴) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے مرحومہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الہی سے عمل بالاسلام والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا ' اور بلا ادنی مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار مشککین ' مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام ' راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاہد فی سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر ہیں جن میں ایک نئی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے: ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد فی سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و مرحمت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و ہدایت' متلاشیان علم و حکمت' خواستگاران ادب و انشاء' تشنگان معارف الاہیہ و علوم نبویہ' غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئی نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہوں- وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے' جن میں سے ہر فصل و باب بجاے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور ہر زمانے اور ہر وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے-

(۷) چھ مہینے کی ایک جلد مکمل ہوتی ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی گئی ہے ' اور ایک کپڑے کی جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام ہندوستان میں رسید و نرید چھپائی کے ساتھ بڑی تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپے گی - تیسری' چوتھی اور پانچویں جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں - تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زاید ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں ' اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر کسی اور کتاب میں ہوتی ہیں تو اسکی قیمت دس روپیہ سے کم نہیں ہوتی

(۹) با ایں ہمہ قیمت صرف سات روپیہ ہے- ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے -

Tel. Address:- "Albalagh," Calcutta.
Telephone No. 648.

AL-BALAGH.

Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
45, Rigon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly " Rs. 6-12

البلاغ

مدیر مسئول و رئیس التحریر
ابو الکلام آزاد الدهلوی
مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - ریگن لین
کلکتہ
ٹیلی فون نمبر ۶۴۸
سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

نمبر - ۳ | کلکتہ : جمعہ - ۲ صفر سنہ ۱۳۳۴ هجري | جلد ۱
Calcutta : Friday, December 10 1915.

بعض اطلاعات مهمه

(۱) گذشته اشاعت میں هم نے "ترجمان القرآن" اور "البیان" کي پیشگي قیمتوں کي ترسیل کے متعلق بالتفصیل لکها تها - امید هے که احباب کرام اسپر مزید توجه فرمائیں گے - اگر انهیں یه کتابیں لیني هیں تو بهرحال قیمت بهیجني هي هے - پهر اسمیں کیا حرج هے که وه ابهي سے بهیجدیں - ایک ذرا سے تقدیم و تاخیر کے ذریعه وه پریس کیلیے اپنے عمل کو مفید بنا سکتے هیں -

(۲) اکثر حضرات نے لکها هے که "البیان" کي رعایتي پیشگي قیمت کیلیے آخر محرم تک کي مدت مقرر کي گئي تهي - اگر اسے زیاده وسیع کردیا جاے تو لوگوں کو مزید موقع ملے - هم اسکے لیے بهي طیار هیں :

بجان و دل ' اگرت هست میل ' مانع نیست
مئے مغانه سبیل و در مغاں بازست !

چنانچه پهلي صفر کي جگه اب هم آخر صفر تک کي مدت کا اعلان کر دیتے هیں جب تک که "البیان" کا پهلا نمبر شائع هوجائیگا - البته واضح رهے که اصولاً یه مدت صرف پهلے نمبر کي اشاعت سے قبل تک هي کیلیے هے - جن حضرات کي قیمتیں اشاعة سے پهلے دفتر میں پهنچ جائینگي ' وه سب اس اعلان کے ماتحت محسوب هونگي -

(۳) اکثر احباب "البیان" کے متعلق مزید حالات دریافت کرتے هیں - مثلاً یه که پورے قران کي تفسیر کب تک ختم هوگي ؟ کل تفسیر کتني جلدوں میں هوگي ؟ پهلے ٹکڑے میں کتنے حصے کي تفسیر نکلیگي ؟

جواباً گذارش هے که البیان کي اشاعة کا کسي قدر انتظار کیجیے - اسي سے سارے سوالات حل هو جائینگے - اسکا اندازه سردست کون کرسکتا هے که پورے قران حکیم کي تفسیر کتني جلدوں میں ختم هوگي ؟ آپ ایک چهوٹا سا مضمون لکهنے بیٹهتے هیں تو قصد و اندازه کے خلاف بات کهاں سے کهاں پهنچ جاتي هے ؟ پهر کلام الهي کے حقائق و معارف کا تو عالم هي دوسرا هے :

ایں زمیں را آسمانے دیگر ست !

یه صرف الله هي کے هاتهه میں هے که وه اپنے علوم و اسرار کے جتنے دروازے چاهے کهول دے اور جتني حقیقتوں کو چاهے بے نقاب کردے - جس انداز پر اس وقت تفسیر لکهي جا رهي هے ' اور جسطرح بلا علم و قصد خود بخود نئي نئي بحثیں کهل رهي هیں اور نئے نئے انکشافات هو رهے هیں ' اس کے دیکهنے سے تو معلوم هوتا هے که نهایت هي بسط و تفصیل کے ساتهه هر منزل بحث کو طے کرنا پڑیگا - سردست تفسیر کا پهلا ٹکڑه جو شائع هوگا ' وه صرف سورۂ فاتحه کي تفسیر هے - مگر اسکي سات آیتوں کے اندر هي مباحث و معارف قرآنیه کا اسقدر وافر ذخیره توفیق ربانی سے فراهم هوگیا هے ' که لکهنے سے پهلے اسکا گمان و وهم بهي نه تها - خیال تها که زیاده سے زیاده چار یا نے جزو میں یه حصه ختم هوجائیگا ' لیکن جب لکهنا شروع کیا اور یکے بعد دیگرے مطالب و حقائق سے پردے اٹهنے شروع هوے ' تو نظر آیا که پانچ چهه جزو تو السبع المثاني کي صرف ایک آیة کیلیے بهي کافي نهیں ! و لله در ما قال :

همان عشق ست بر خود چیده چندیں داستاں ' ورنه
کسے بر معني یک حرف صد دفتر نمي سازد !

و في هذ المعني قول قائل اخر :

شربت الحب کاسا بعد کاس
فما نفد الشراب ولا رویت !

اور پهر با ایں همه تفصیل و توسیع ' اگر اس عاجز کے دل سے پوچهیے تو سچ یه هے که جو کچهه هو رها هے ' یه بهي ایک اشاره و رمز سے زیاده نهیں :

به رمز نکته ادا مي کنم ' که خلوتیاں
سر سبو بکشادند و در فرو بستند !

البته حق سبحانه و تعالی سے التجا هے که اقلاً وه عمر و فرصت میں اتني مهلت ضرور عطا فرمائے که یه ابتدا کسي نه کسي طرح انتهاء تک پهنچ جاے ' اور جو کچهه اس نے اپنے فضل عجز نواز سے مرحمت فرمایا هے ' وه تدوین و تحریر سے محروم نه رهے - تاهم یه بهي اپني اپني آرزو ' اپني نظر ' اپنا پیمانۂ سود و زیان ' اور اپنا علم نفع و ضرر هے ' اور حکم اسي کا حکم ' اور حکمت و مصلحت اسي کي حکمت و مصلحت هے - اگر اسکي مرضي وه نهو ' جو اپني مرضي هے ' تو پهر وهي هو جو اسکي مرضي هے : وما تشاؤن الا ان یشاء الله ' ان الله کان علیما حکیما !

ولو قلت لي مت ' مت سمعاً و طاعة
و قلت لداعي الموت اهلاً و مرحبا !

وقال في المثنوي :

گر طمع خواهد ز من سلطان دیں
خاک بر فرق قناعت بعد ازیں !

تفسیر کے علاوه ایک اهم و مستقل چیز تفسیر کا "مقدمه" هے - انشاء الله تعالی اسکے ابتدائي اجزا بهي البیان کي اولیں اشاعة کے ساتهه شائع هوجائینگے اور پهر اصل تفسیر کے ساتهه چهپتے رهینگے - امید هے که مقدمه بهت جلد پورا هوجاے - کیونکه وه ایک معدود و مرتب چیز هے -

عهد التواء و انتظار

یاد رفته کا ایک لمحۂ فکریه !

زند هزار شیوه را طاعت حق گران نبود
لیک صنم به سجده در ناصیه مشترک نخواست !

(۱)

" البلاغ " جاري هوگیا - یه اسکا تیسرا نمبر هے - مگر همیں جو کچهه کہنا تها وه ابتک باقي هے ' اور شاید همیشه باقي هي رهے :

بمحشر مي تواں گفت انچه در دل مانده است امشب !

دارالارشاد کے اجراء ' رفتار تصنیف و تالیف کي غیر معمولي تیزي ' ترجمۂ القران اور تفسیر کي ترتیب و اشاعۃ ' اور بعض دیگر اسباب و موانع کے هجوم میں اسي کو غنیمت سمجها گیا که کسي نه کسي طرح پرچه جاري هوجاے ' اور بهر صورت اسکے مقررہ اوراق سادہ نه رهیں - الله کے فضل ذره نواز نے بہت سي ایسي نظریں اپني زمین پر پیدا کردي هیں جو اس عاجز کے برے بهلے ' ادنی و اعلی ' کمتر و بهتر ' هر طرح کي قلمي خدمات کو پذیرائي بخشنے کیلیے طیار رهتي هیں ' اور جب تک وہ باقي هیں ' مجهے باقي دنیا سے کوئي سروکار نہیں :

از رد و هم قبول تو فارغ نشسته ایم
اے آنکه خوب ما نشناسي ز زشت ما !

رد و قبول اور تحسین و تقبیح سے متاثر هونے کیلیے پہلا مسئله مخاطبین کے ذوق صحیح اور نظر سلیم کا هے ' لیکن اس بارے میں زمانے کا جو کچهه حال هے ' اور صاحبان رد و قبول کے متعلق جو کچهه اپنا فیصله هو چکا هے ' اسکے بعد اسکي گنجایش هي کب رهي هے که " رد و قبول " کي نمایشوں سے طبیعت متاثر هو ؟ تاثر تو ایک بڑي چیز هے - الحمدلله که احساس تک باقي نه رها - اور اپنا دائمي ماتم یه هے :

مجلس چو بر شکست تماشا بما رسید
در بزم چوں نماند کسے ' جا بما رسید !

بهر حال رساله تو جاري هوگیا ' مگر ابتک لکهنے کا موقعه بالکل نہیں ملا - ابتدا کے دو نمبروں کے تمام ابتدائي صفحات عربي کے خطبۂ افتتاحیه نے لے لیے ' اور وہ نہایت اهم اور ضروري مطالب جنکے لیے فواتح سنین ماضیه کي طرح اردو کے ایک مبسوط و مستقل فاتحۂ البلاغ کا لکهنا نا گزیر هے ' ابتک انضباط و تحریر سے محروم هیں - اسي طرح وقت کے بعض مسائل مہمه هیں جنکے متعلق کچهه نه کچهه لکهنا ضروري هے - ازانجمله " مسلم یونیورسٹي ایسوسي ایشن " کا گذشته اجلاس علي گڈه ' اور خود موضوع " رد در قبول یونیورسٹي " اور اسکے بعض حوالي و اطراف ' ایسے مواضع نظر و انکشاف هیں ' جنسے کسي طرح قطع نظر نہیں کیا جاسکتا -

(تذکار گذشته)

لیکن قبل اسکے که مستقبل کے آراء و عزائم کي طرف هم متوجه هوں ' بہتر هے که ایک الوداعي نظر اس ماضي پر بهي ڈال لیں جو گو جا چکا هے ' لیکن اس کے نقش پا سے اب بهي بہت سي راهنمائیاں مستقبل کي جاسکتي هیں - اسکي یاد رفته میں بہت سے تذکار ایسے هیں جن کو مستقبل بهي اپنے جیب و دامن میں ضرور جگه دیگا -

ممکن هے که مستقبل کے پر کشش ولولوں اور دلچسپ ترقعات کے هجوم میں ماضي مہجور کي یاد بعض دوستوں پر شاق گذرے ' جو اپنے وقت خوش کا تمام تر مستحق صرف مستقبل هي کي حیات امید کو سمجهتے هیں ' تاهم انہیں انصاف کرنا چاهیے که جو جا چکا هے ' وہ هماري مشغولیت کے مطالبه کیلیے دوباره نہیں آئیگا - اگر چند لمحوں کي ایک سرسري نظر تودیع و آخرین کیلیے وہ مستمند و امیدوار هے ' تو اسے ایک جاتے هوے رفیق کي وہ آخري نظر سمجهیے ' جو گردن مروڑ کر آپکو وداع کا سب سے پچهلا پیام پہنچاتي هے :

مي دید و اشک حسرت مي ریخت همچو باراں !

(ماضي قریب)

اس سلسلے میں سب سے پہلے همیں ماضي قریب کا وہ حصه بے اختیار یاد آجاتا هے جو " الهلال " کے بند هونے کي تاریخ سے شروع هوتا هے ' اور پهر نئے سال کے تمام ابتدائي و وسطي حصے سے گذر کر گذشته اگست میں ایک طرح ختم هوجاتا هے - یه پورے ایک سال چند هفتوں کے التواء و انزوا ' انتظار و اضطرار ' اعتماد و انکار ' اور مواعید و اعلان کي ایک دلچسپ اور وسیع مدت تهي !

انسان کي ایک عالمگیر غلطي یه هے که وہ عبرۃ و بصیرۃ کیلیے همیشه بڑے بڑے حادثوں اور وسیع الاثر مظاهر کا منتظر رهتا هے ' پر صبح سے لیکر شام تک هر انسان کي چهوٹي سے چهوٹي اور محدود سے محدود زندگي کے اندر جو صدها صدائیں عبرۃ و موعظۃ کي بلند هوتي رهتي هیں ' انسے بالکل کان بند کرلیتا هے - وہ چاهتا هے که زلزلے آئیں تو میں چونکوں ' آتش فشاں پہاڑ پهٹیں تو میں آنکهیں کهولوں ' طوفان و امواج زمینوں کو غرق کردیں تو میں دیکهوں ' اور بڑي بڑي خونریز لڑائیوں کے شعلے بهڑکیں تو میں سمجهوں ' حالانکه اگر اسکي دیدۂ بصیرۃ مسحور نه هوتي ' تو وہ دیکهتا که فطرۃ کر اُسکي بڑي بڑي خوفناک قہاریاں دکهلانے پر مجبور کرنا اسکے لیے کچهه ضروري نہیں هے ' اگر وہ سمجهنا چاهے تو جو کچهه خود اُس کے واقعات حیات میں معمولاً هو رها هے ' اسي کے اندر بہتر سے بہتر سمجهه اور اعلی سے اعلی دانائي کي پکار رکهدي گئي هے :

وکاین من آیة في السماوات والارض ' یمرون علیها وهم عنها معرضون ؟
(یوسف)

اور خدا کي کتني هي نشانیاں آسمان و زمین کے مظاهر و کائنات کے اندر پهیلي هوئي هیں جن پر سے غافل انسان گذرتا هے ' مگر اسطرح منهه پهیرے چلا جاتا هے که اسکي حقیقتوں پر ایک سرسري نظر بهي نہیں پڑتي !

بلا شبه یه گذشته ایک سال چند هفتوں کي مدت دنیا کا کوئي عظیم الشان واقعه نہیں هے ' اور اگر اسے محدود کرنے پر آئیے تو وہ بہت کچهه سمت بهي سکتا هے ' جسطرح کوشش کرنے پر بہت کچهه پهیل سکتا هے - تاهم میں سوچتا هوں تو طرح طرح کي عبرتوں سے اسکي پوري راہ پر هے ' اور محض شخصي حیثیت هي سے نہیں ' بلکه جماعتي اثرات و علائم اور نتائج و عواقب کے لحاظ سے کتني هي غور طلب بصیرتیں اور ایمان پرور عبرتیں اسکے گوشے گوشے میں بکهري هوئي هیں ! و ان في ذالك لذكري ' لمن كان له قلب او القى السمع وهو شهيد ! (اواخر " ق ")

(مسئله ضمانت)

جبکه " الهلال پریس " کي ضمانت ضبط کي گئي هے اور اسکے لیے دو هزار کے بعد دس هزار روپیه کي منزل کهولي گئي

ہے' تو اس وقت یہ واقعہ کوئي پہلا واقعہ نہ تھا' اور اسکے نظائر و امثال کے متعدد نمونے جسطرح باشندۂ ہند کے سامنے تھے' میرے سامنے بھي موجود تھے -

میں قومي جوش و خروش اور ایثار و انفاق کے وہ مناظر دیکھہ چکا تھا جو اس بارے میں گذشتہ تین سال کے اندر متواتر و مسلسل ظاہر ہوے' اور جنھوں نے تقلید و اتباع کي ایک مقبول راہ آیندہ کیلیے کھول دي تھي -

یکے بعد دیگرے پریسوں سے ضمانتیں مانگي گئیں اور انھوں نے عام پبلک سے اپیل کي - پبلک نے پورے جوش و خروش سے اسپر لبیک کہا' اور ایک ایسي مستعدي و سرگرمي کے ساتھہ جسکي نظیر ہندوستان کے تمام جماعتي کاموں میں نہیں ملسکتي' دو ہزار سے لیکر پندرہ ہزار تک کي رقمیں چند ہفتوں میں فراہم کردیں - ایک شخص کے حساب کے مطابق تقریباً چالیس ہزار روپیہ ابتک ضمانتوں کیلیے مسلمان دیچکے ہیں -

رفتہ رفتہ یہ حالت اسقدر عام ہوگئي کہ " ضمانت " کے بعد عام چندے کا ہونا ایک طرح کي لازمي بات سمجھہ لي گئي - اور ارباب مطابع اور پبلک' دونوں نے ایک قدرتي اور لا بدي حقیقت کي طرح اسپر اتفاق کرلیا -

چنانچہ جب کبھي ضمانت کي صورت پیش آئي تو اسکي اپیل اسطرح کي گئي جیسا کہ ایک طے شدہ اور قدرتي بات کو ہونا چاہیے' اور جب کبھي مانگا گیا' تو دینے والوں نے بھي اسیطرح بلا تامل و بے دریغ دیا' جس طرح ایک مدیون کو دائن کا مطالبہ بہر حال پورا کرنا ہے -

بلا شبہ جماعتي تغیرات و انقلابات کے اظہارات کي یہ بھي ایک منزل ہے جو ہمیشہ ایسے مواقع میں پیش آتي ہے' اور ایسا ہمیشہ ہوا ہے کہ جماعت نے بعض افراد کو اس غرض کیلیے چن لیا ہے کہ انکے نفع و ضرر کو اپنا نفع و ضرر سمجھیں' اور جو کچھہ انپر وارد ہو' اسے اپنے ایک ایک فرد پر مساویانہ تقسیم کرلیں - یہي چیز جب بڑھتي ہے تو اس حد تک پہنچ جاتي ہے کہ ایک موجود شخص کا مسئلہ کروروں افراد کا مسئلہ بن جاتا ہے' اور زمین پر ایسے ایسے انسان چلنے پھرنے لگتے ہیں جنکي تکلیف ایک کرور انسانوں کي تکلیف' اور جنکي راحت ایک کرور انسانوں کي راحت ہو جاتي ہے !

مجھے یہاں اس سے کوئي بحث نہیں کہ ابھي خاک ہند میں ایسے افراد صالح پیدا ہوے ہیں یا نہیں ؟ اور جن لوگوں نے جماعتي ہیجان و انفجار کو مسئلۂ ضمانت کي طرف متوجہ کیا' انھوں نے ٹھیک اور بر وقت کیا یا نہیں ؟ نیز اس سے بھي مجھے کوئي تعلق نہیں کہ اصولاً جو کچھہ ہوا وہ کیسا ہوا ؟ بلکہ مقصود صرف ایک طرح کا سادہ بیان واقعہ ہے کہ اس طرح کا واقعہ ملک میں ہوا' اور اب بھي ہو رہا ہے' اور قسم کے اعتبار سے یہ چیز بھي دراصل اُسي جماعتي ہیجان جذبات کا نتیجہ ہے جسکو آجکل کے علماء فلسفۂ اجتماعیہ " جماعۃ کے امیال و جذبات کا انقلابي انفجار " کہتے ہیں' اور جو ہر قوم و ملک کو اپنے تغیرات و اعمال اجتماعیہ کي منزلوں میں کم و بیش ضرور پیش آتا ہے - یہ ایک ایسي راہ ہے جو نہ تو عقل و استدلال سے تعلق رکھتي ہے اور نہ عقلي ترتیب اسکے لیے موثر ہے' مگر پیش ضرور آتي ہے' اور شاید بہتر اور صحیح وقت کا تعلق مستقبل سے ہو: وان منکم الا واردھا' کان علی ربک حتماً مقضیا (وسط " مریم ")

(راہ اخبار نویسي اور راہ دعوۃ و تبلیغ)

با ایں ہمہ اس عاجز نے ابتدا سے اپنے کاموں کي [illegible] اصولوں پر رکھي تھي' وہ ایک لمحہ کیلیے بھي [illegible] ساتھہ جمع نہیں ہوسکتے تھے -

سب سے بڑا اصولي اختلاف جو اساس و بنیاد ہي میں آکر پڑ گیا تھا' وہ کاموں کے طرز عمل اور قسم و نوع کا سوال تھا -

بلاشبہ اگر تم نے اخبار نکالا ہے اور پریس قائم کیا ہے' تو چاہیے کہ سب کچھہ اسي طرح کرو جسطرح اس راہ میں کیا جاتا ہے اور جسطرح کرنا چاہیے - پھر تمھاري ہمت کے آگے ہندوستان کے اخبار نویس طبقہ کے قرار دادہ اصول عمل کي راہ بھي ہے' اور ترقي یافتہ ممالک کي حقیقي اخبار نویسي بھي - تم اپنے اندر اس اخلاقي اور تجارتي کیریکٹر کو بھي پیدا کر سکتے ہو جو ابتک ہندوستاني پریس نے پیش کیا ہے' اور اُس تجارتي اولوالعزمي اور اقتصادي بلند ہمتي کیلیے بھي اپنے تئیں طیار کر سکتے ہو جو ترقي یافتہ ممالک کے پریسوں میں پائي جاتي ہے -

تم چاہو تو " ہندوستاني اخبار نویسي " کي اُس دکانداراۃ زندگي کو سیکھہ سکتے ہو جو " دکانداري " کي قسم میں بھي سب سے ادنہ درجہ کي دکانداري ہے' اور جسکے لیے ضرور ہے کہ تم ایک ایک پیسہ کے لیے روؤ' ایک ایک دھیلے کیلیے ماتم کرو' ایک ایک کوڑي کیلیے اپنے دماغ و قلم کي بہتر سے بہتر قوت کو یکسر وقف کردو' شخصي محاسن و فضائل کا معیار صرف اپنے اخبار کي خریداري کو قرار دو' جو خریدے اسکو فرشتہ سمجھو' جو بدبخت نہ خریدے اسے شیطان بتلاؤ' بلا طلب ہر خوش پوش کے نام اخبار جاري کردو' اور سال کے اخر میں وي پي بھیجدو' اگر اس نے وي پي واپس کردیا تو ٹکٹ کے اُن پیسوں کو بھي اسکے حساب میں داخل کردو جو واپسي کي وجہ سے ضائع ہوے' اور پھر جن جن وسائل کو عمل میں لا سکو' اس " شریفانہ بل " کي وصولي کیلیے اختیار کرو - حتی کہ وہ بدبخت اپني زندگي سے عاجز آجاے' اور اس حقیقت کو اچھي طرح سمجھہ لے کہ براعظم ہند میں زندہ رہنے کي ضروري شرائط میں ایک بڑي شرط کسي " اخبار نویس " کے وي پي کو واپس نہ کرنا بھي ہے !

غرضکہ وہ ممسوک و منقوش وجود اعظم و اکرم جسکا ایمان شکن نام " پیسہ " ہے' بہر حال حاصل کرنا چاہیے' اور بہ حیثیت ایک " قومي اخبار نویس " ہونے کے اسکے حاصل کرنے کي ہر ممکن شکل تمھارے لیے جائز و حلال ہے !

اگر اس تقلید زار ہند میں نئے ارادوں اور مجتہدانہ عزائم کا وجود ناممکن نہیں ہے' تو اسیطرح دوسري راہ بھي تجارت اور دکانداري کي مگر شریفانہ و اولوالعزمانہ تجارت کي تمھارے آگے باز ہے' اور تم یورپ کے اخبار نویس طبقہ اور فن صحافۃ (جرنلزم) کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھہ سکتے ہو - اسطرح تمھارے لیے ایک عمدہ تجارتي کام مہیا ہو سکتا ہے جو قوم و ملک کیلیے بھي مفید و ضروري ہے' اور تم ایک تاجر کي طرح خود بھي نفع اٹھا کر بہتر و احسن متاع اخوان ملت کو دیسکتے ہو - مگر اسکے لیے ضرور ہوگا کہ پہلے " ہندوستاني فن صحافۃ " کے اثرات دنائت اور جرائیم سفاہت سے اپنے تئیں بکلم صاف و پاک کرلو' اپنے اندر بلند نظري مگر ایک تاجر کي طرح اقتصادي بلند نظري پیدا کرو' اور وسیع سرمائے اور تجارت کے عزائم صابرو متحملہ کے ساتھہ سفر شروع کرو - اس میدان میں تمھاري مثال ایک عقلمند و تجربہ کار کاشت کار کي سي ہوگي جو قیمتي سے قیمتي بیج بھي نہایت فیاضي کے ساتھہ زمین میں پھینک دیتا ہے اور ذرا بھي ہاتھہ نہیں روکتا' تاہم یہ اسکي بے دریغ بخشش اسلیے نہیں ہوتي کہ وہ اپنا سرمایہ زمین کو بخشدیتا ہے' بلکہ اسلیے کہ آج ایک خشک دانہ دیکر کل کو اُسکے معاوضے میں ایک ہزار تر و تازہ خوشے لینا چاہتا ہے !

(دعوۃ و تبلیغ)

لیکن " دعوۃ و تبلیغ " کي راہ نہ صرف اخبار نویسي کي راہ سے (کیونکہ یہ تو شاخ ہے) بلکہ نفس تجارت اور اقتصاد سود و زیان کي راہ سے بالکل مختلف ہے' اور اس عالم کے جسطرح موثرات

درسرے هیں ' اسي طرح احکام بهي درسرے هیں :

مرد ہیں رہ را نشانے دیگرست !

تجارت کي پہلي بنیاد مسئلۂ "عوض و بدل" ہے ' یعنے جو کچھہ دیا جاے ' اوس سے بہتر اوسکے معاوضے میں لیا جاے ' اور دینا صرف اسي لیے چاهیے ' تا کہ اسکے معاوضے میں لیا بهي جاے - لیکن یہي وہ اولیں مقام ہے جہاں آکر " دعوۃ " اور " تجارت " میں محض اختلاف مسلک هي نہیں بلکہ تبائن و تضاد کلي پیدا هوجاتا ہے ' اور درنوں حقیقتیں ایک ساتھہ جمع نہیں هوسکتیں - راہ " دعوۃ " کي پہلي بنیاد وہ چیز ہے ' جو بالکل اُسکا عکس و تضاد ہے جو تجارت کے مذهب کا پہلا رکن تها - تجارت کے اپنا مذهب " عوض و بدل " کے عقیدے پر قائم کیا ہے ' اور " دعوۃ " کے مذهب کا پہلا عقیدہ ایثار اور " قرباني " ہے - پہر کہاں " عوض " کي تلاش ' اور کہاں " قرباني " کي پکار ؟ کہاں اسلیے دینا کہ جو کچھہ ہے لٹا نے کیلیے ہے ' اور کہاں اسلیے خرچ کرنا کہ اگر مخارج نہوں تو مداخل بهي پیدا نہیں هوسکتے ؟ کجا دست طالب کي جستجو ' اور کجا دست معطي و مشتري کیلیے بیقراري ؟

فاین الثریا و این الثری ؟ * و این معاریۃ من علي ؟

کہاں نقد و متاع کي اسلیے فراهمي تا کہ خریدار پیدا هو ' اور کہاں اسلیے گرد آوري تا کہ کوئي غارتگر ملے ؟

متاعے جمع کن شاید کہ غارتگر شود پیدا

ایک " تاجر " اپني تمام زندگي اور زندگي کي قوتوں کا مصرف صرف یہي سمجهتا ہے کہ کسي طرح اسکے " شخص خاص " کو نفع پہنچے ' اور اگر اسکا عمل و وجود درسروں کیلیے سود مند بهي هوتا ہے تو کسي رحم و احسان کي بنا پر نہیں ' بلکہ اسي جذبۂ نفع تجارت کي بنا پر - وہ همیشہ ایسے وقتوں کا متلاشي رهتا ہے جو اسکے نفع تجارت کیلیے بہتر هوں ' وہ ایسے موسموں کا انتظار کرتا ہے جنکے ساتھہ اسکے نفع ذاتي کا کوئي پیام هو ' وہ ایسے مواقع و حوادث کو ڈهونڈهتا رهتا ہے جنکا اثر تمام نوع انساني اور پورے کرۂ ارضي کیلیے خواہ کتنا هي مہلک و برباد کن هو ' مگر اسکي متاع تجارت اور اسکے وجود تجارتي کیلیے مفید ثابت هو -

لیکن ایک " داعي " کے عقائد و اعمال اسکے بالکل ضد هوتے هیں - اسکے اندر خواہ کتني هي خود غرضیاں چهپي هوئي هوں ' نمایش و شہرت کے کیسے هي جذبات قریہ مخفي هوں ' وہ کتنا هي سخت خود پرست اور کیسا هي شدید نفس خواہ هو ' لیکن اگر دعوۃ و تبلیغ کے اوقات کا ایک لمحہ بهي اسپر گذرا ہے ' تو وہ اپنے کام اور زندگي کے بقاء کیلیے مجبور ہے کہ نفع تجارتي کي پرستش گاہ سے یکقلم باهر آ جاے ' اور اسکا نفس خواہ کتنا هي ذات پرست هو ' مگر اپنے اعمال کو بالکل اس سے متضاد و متبائن کردے - اگر وہ ایسا نہ کریگا تو بہ حیثیت " داعي " کے اسکا وجود باقي نہ رهیگا - وہ اپنے وجود عمل کي بقاء کیلیے مجبور ہے کہ مشرب تجارت کي یکسر تکفیر (انکار شدید) کردے - تاجر کي تمام قوتوں کا مصرف " نفع خاص " تها - وہ جسقدر زیادہ اس سبق کو یاد کریگا ' اتنا هي زیادہ اچها تاجر هوگا - مگر " داعي " کي تمام قوتوں کا مصرف " نفع عام " ہے ' یعنے درسروں کو فائدہ پہنچانا ' اور جسقدر سچائي ' جس قدر خلوص ' جس درجہ اذعان و یقین کے ساتھہ اس درس ایثار کو حاصل کریگا ' اتنا هي زیادہ سچا " داعي " هوگا - تاجر اپنے بنیادي عقیدے کي بنا پر صرف انهي چیزوں کا طالب رهتا ہے اور صرف انهي وقتوں ' موسموں ' مواقع ' اور مقامات کو ڈهونڈهتا ہے ' جو اگرچہ درسروں کیلیے ضرر رساں هوں ' پر اسکي تجارت کیلیے سود مند هوں - ٹهیک ٹهیک اسي طرح ضرور ہے کہ " داعي " صرف انهي چیزوں کا طالب هو ' اور صرف انهي وقتوں ' موسموں ' مواقع ' اور مقامات و حالات سے عشق کرے ' جو خواہ خود اسکي ذات اور اسکي ذات کے حوالي [illegible] کیلیے کتنا هي دکھہ اور موت رکھتے هوں ' لیکن درسروں کیلیے ان میں راحت ' سکھہ اور زندگي هو :

من و دل گر فنا شدیم ' چہ باک ؟
غرض اندر میاں سلامت اوست !

(عشق و رشتۂ عشق)

پهر آؤ ' ایک درسرے عالم کي طرف جانکلیں ' اور وهاں سے هوکر اس صحبت تک عود کریں - بات بظاهر بے تعلق ہے ' لیکن اسوقت بے اختیار دل ' اسي کي طرف کهنچ گیا ہے ' اور چند کلیے کہے بغیر طاقت عبور نہیں - عشق ' بلحاظ عشق اور خواص و نتائج عشق کے ایک هي ہے ' اور اسمیں کسي نوعي امتیاز کا متعین کرنا ممکن نہیں - هر عاشق عاشق هوتا ہے ' اسلیے هر عاشق خود رفتہ هوگا ' دل بکف هوگا ' جاندادۂ راہ الغرض هوگا ' اور حیراں جادۂ هجراں و وصال - اس لحاظ سے قیس عامري کي نجد پرستي ' فرهاد کي کوہ کني ' اور نل کي شوریدگي ' سب یکساں هیں - وہ جو اپنے گم گشتہ عزیزوں کیلیے روتا ہے ' وہ جو کسي بستر مرگ کا ماتم زدہ ہے ' وہ جو کسي کي یاد رفتہ کي کھٹک رکھتا ہے ' اور پهر وہ جو کسي سے تغافل ہے ' اور وہ جو هلاک تبسم ہے ' سب ایک هي طرح کے عشق پیشہ ' اور ایک هي راہ کے جادہ پیما هیں ' اگرچہ مختلف ناموں سے موسمی هیں :

و للناس فیما یعشقون مذاهب !

پس ایسي حالت میں تمیز عشق کیلیے عشق کرنے والوں کو دیکھنا بے سود هوگا - چاهیے کہ " عاشق " کے قسم عشق کي پہچان کیلیے سب سے پہلے اسکے " معشوق " کو دیکھا جاے کہ وہ کون ہے ؟ یہي رشتہ اصلي سر رشتۂ تقسیم ہے ' اور اسي نسبت سے عشق کي مختلف راهیں متعین هوجاتي هیں :

در چشم ساکن بیت الحزن بمن گرید
کہ من اسیر بمعشوق ' او بفرزند ست !

عشق کي ساري منزلیں اسي نسبت سے متحقق هوتي هیں - عاشق کے وجود کي بنیاد معشوق کا انتخاب ہے - اسکے تمام جذبات و امیال ' مذهب و مشرب ' اعمال و عقائد ' اوضاع و رسوم ' نظر و فکر ' سب کچھہ معلوم هوجائیگا اگر یہ معلوم هوجاے ' کہ اس نے اپنے عرض دل و جاں کیلیے کس کو انتخاب کیا ہے ؟ اپنے نذر شیفتگي و شوریدگي کیلیے کس کي چشم و آبرو پر نظر پڑي ہے ؟ اپني جبہہ سائي شوق کي عقیدت و نیاز کا کس کي چوکھٹ کو مستحق سمجها ہے ؟ اور اپني اطاعت و عبودیت محبت کیلیے کس قہرمان حسن و جمال کے حکم عشق اور فرمان نیاز کے آگے سر بسجود هوا ہے ؟

اسي راہ پہ چلکر " دعوۃ " اور " تجارت " کے باهم تضاد و تبائن مسلک کا بهي پتہ لگاؤ ' اور اندازہ کرو کہ درنوں راهیں ایک درسرے سے کسقدر ابعد هیں ' اگرچہ نفس عمل ' صرف قوی ' انفاق حیات کے اعتبار سے درنوں میں پوري پوري یکسانیت بهي پائي جاتي ہے ؟ " تاجر " اور " داعي " کو نہ دیکھو ' بلکہ یہ دیکھو کہ ایک تاجر کي حیات عشق کا معشوق کون هونا چاهیے ' اور ایک داعي کي حیات محبت کي محبوبیت کس میں هوتي ہے ؟ تاجر کو تم دیکھوگے کہ وہ تاجر نہیں ہے اگر " نفع خاص " اور " حصول زر " اسکا معشوق و مطلوب نہو - برخلاف اسکے " داعي " رهي هوگا جسکا محبوب " نفع عام " اور اسلیے " حصول زر " نہیں ' بلکہ " طلب بے زري " هو - تاجر اگر " پانے " کو اپنا معشوق [illegible] تو اپني هستي کھودے ' اور داعي اگر " کھونے " کے [illegible] ایک لمحہ کیلیے بهي غافل هو تو اسیر لذت [illegible]

کسے [illegible] وصل ست ' با کوثر نمي سازد
[illegible] اگر عاشق رسد ' لب تر نمي سازد
[illegible] خطرناک ست ' پنہانش نظر در کن !
[illegible] وادي کہ عشق اوست ' تن با سر نمي سازد !

احـــرار اســـلام

خطـــابـــه الـــم ! !
اور
تـــوصيـــه شـــهـــادت !

یا تفسیر سورۂ فاتحه کا ایک صفحه !

(۲)

همان عشق ست بر خود چیده چندین داستان ' ورنه
کسے بر معني یک حرف صد دفتر نمي سازد !

(ایک عالمگیر غلطي)

انسان کي عالمگیر غلطي یه هے که وه هر چیز کو اسکي روح کیلیے اختیار کرتا هے ' لیکن آگے چلکر صرف اسکے جسم هي کي پرستش کرنے لگتا هے - مشاهیر و سلف پرستي کا اصلي مقصد تو اعمال حسنه کي یاد ' اور نیکي و صداقت کے عملي نمونوں کو پیروي و اتباع کیلیے قائم رکھنا تھا ' لیکن نتیجه بالعموم یه نکلا که اعمال کي یاد مٹ گئي ' اور محض انسانوں کي شخصیتوں اور ناموں کي پوجا هونے لگي - یعني وه چیز که کسي دوسرے مقصد کیلیے واسطه و ذریعه تھي ' خود هي مقصود بالذات بنکر لوگوں کے عقائد و اعمال میں جاگزیں هوگئي ' اور حقیقت سے اسقدر بعد و نسیان هوگیا که محض رسوم و اسماء کي عظمت و پرستش هي پر هر شخص قانع هوگیا !

یهي وجه هے که مشاهیر پرستي بسا اوقات دنیا میں بت پرستي کا ذریعه ثابت هوئي هے ' اور اکثر ایسا هوا هے که اعمال کي جگه افراد و اسماء کي پرستش محض نے دو تین نسلوں کے بعد انسان کو بت پرستي تک پهنچا دیا -

(اســـوۂ حســـنـــه)

اے برادران ملت ! یهي حقیقت اعلیٰ هے جسے قران حکیم نے " اسوۂ حسنه " کے جامع و مانع لفظ سے تعبیر کیا هے ' اور یهي مقام هے جهاں آکر اسلام کي قوۃ اصلاح اور ختم نبوت کي اصلي علت آشکارا هوجاتي هے که کس طرح اُس نے دنیا کی تمام صداقتوں کو لے لیا ؟ اور ساتھه هي کسطرح اُن تمام خرابیوں اور ضلالتوں سے محفوظ بھي کردیا جنکے اختلاط و آلودگي سے انکي روح حقیقت اور تاثیر عمل بالکل فنا هوگئي تھي ؟ :

لا یاتیه الباطل من بین یدیه و لا من خلفـــه تنزیل من حکیم مجید ! (۴۱ : ۴۲)

قران ایک ایسا معلم و هادي هے که نه تو اسکے آگے باطل جم سکتا هے ' اور نه اسکے پیچھے آسکے جگه مل سکتي هے - وه خداے حکیم و مجید کا اُتارا هوا هے - پھر باطل کا یهاں کیا گذر ؟

هاں ' باطل کیونکر اب اسکے ساتھه مل سکتا هے جبکه وه "حق خالص " هے ' اور سچائي کے ساتھه جسقدر بھي گمراهي ملا دي گئي تھي ' اس سے انسانکے هر اعتقاد و عمل کو بالکل صاف و پاک کردیا هے ؟ نیز جا بجا قرآن حکیم کو " هادي " کہا که وه انسان کو اسکے سفر اعمال میں ٹھوکروں اور گمراهیوں سے بچاتا هے ' اور اسي طرح " شفا " کہا ' کیونکه وه مثل مفید و نافع ادویه کے هے جو مریض کي اصلي قوۃ طبیعي کو مزید توانائي اور نشو و نما دیتي هیں ' اور مضر اثرات مرض جو داخل طبیعت هوگئے هیں ' انکو دور کردیتي هیں !

" اسوه " کہتے هیں کسي فکر ' کسي عمل ' کسي وصف ' کسي خاصه کے ایک ایسے نمونے کو ' جسے تم اسلیے اپنے سامنے رکھه لو که اسکي پیروي اور نقل کروگے ' اور اسکي سي باتیں اپنے اندر بھي پیدا کرنا چاهوگے -

انساني سعادت کیلیے تعلیم محض بالکل بیکار هے ' جب تک که اس تعلیم کے زنده نمونے بھي انسانوں کے سامنے نهوں - جو اثر طبیعت منفعلۂ انسانیۃ پر ایک انساني نمونۂ عمل کا پڑتا هے ' وه محض تعلیم کي سماعت سے نهیں پیدا کیا جا سکتا - اخلاق کي کتابیں اپني موثر تعلیمات سے انسانوں کو رولا دیسکتي هیں مگر اسکے دلوں کو نهیں پھیر سکتیں - عدالت کا قانون مجرم کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالدیسکتا هے لیکن اسکو جرم سے باز نهیں رکھسکتا - حکماء کے حکیمانه نصائح نیکوں کي بڑي بڑي تعریفیں اور بروں کي بڑي بڑي برائیاں بتلا دیسکتے هیں ' لیکن کسي برے انسان کو نیک نهیں بنا سکتے :

بڑھتا هے اور ذوق گنه یاں سزا کے بعد !

لیکن برخلاف اسکے اگر ایک پاک اور مزکی انسان اپني زندگي کے اندر نیکي کا عملي نمونه رکھتا هو ' اور اسکے اعمال حیات راست بازي کیلیے " اسوه " کا حکم رکھتے هوں ' تو وه صرف اپنا نمونه دکھلا کر نه صرف افراد و اشخاص کو ' بلکه اقوام و امم کے اعمال کو یکسر پلٹ دیسکتا هے !

یهي وجه هے که الله تعالی نے هدایت خلق الله کیلیے صرف کتابوں اور شریعتوں هي کو نهیں بھیجا ' بلکه اسکے ساتھه انبیاء کرام علیهم السلام کا (که انکے حامل تھے) عملي نمونه بھي دکھلا دیا - وه جس دستور العمل کي طرف قوم کو بلاتے تھے ' اسکا عملي پیکر خود انکي پاک و مطهر زندگي تھي - اگر شریعت بصورت قانون تختیوں اور کاغذوں پر منقوش تھي ' تو بصورت وجود حي و قائم انکي زندگي کے اندر بھي پڑھي جا سکتي تھي - اگر اسکي آیات بینات حروف و اصوات کي شکل میں دنیا کو دعوۃ دیتي تھیں ' تو انبیاء کرام کي زندگي عمل و فعل کے اندر سے اسکي تصویر دکھلا دیتي تھي - اگر قانون کہتا تھا که انسان کو ایسا کرنا چاهیے ' تو حیاۃ نبوت ثابت کرکے دکھلا دیتي تھي که اسطرح کیا گیا اور اسطرح کیا جا سکتا هے !

یهي حقیقت هے جسکو حضرۃ عائشۂ صدیقه رضي الله تعالی عنها نے اُس وقت بیان کیا تھا جبکه انسے آنحضرۃ صلی الله علیه وسلم کے اخلاق و اعمال کا حال پوچھا گیا تھا که " کان خلقه القران " اگر تم انکے خلق عظیم کو معلوم کرنا چاهتے هو تو قران کو دیکھه لو -

یہاں حروف و الفاظ ہیں، وہاں ایک پیکر مجسم تھا - یہاں قوۃ ہے، وہاں فعل تھا - یہاں چراغ ہے، وہاں اسکی روشنی تھی - حقیقت ایک ہی ہے جسنے ایک جگہ علم کی اور دوسری جگہ عمل کی صورت پائی ہے !!

اور یہی وجہ ہے کہ " سنۃ " کتاب کا ایک حقیقی جزو، اور مفہوم " کتاب " میں تبعاً داخل ہے - کوئی علحدہ اور مستقل وجود نہیں رکھتی - جو ظاہر بیں اس حقیقت سے بے خبر ہیں، وہ قرآن کے ساتھ " حدیث " کا لفظ سنتے ہیں تو اسکی اہمیت کا اندازہ نہیں کرسکتے - وہ سمجھتے ہیں کہ " حدیث " کی پیروی کا مطالبہ ایسا مطالبہ ہے جو " قرآن " کے علاوہ ایک دوسری قوۃ کا اثبات کرتا ہے - حالانکہ " سنۃ " کی اطاعت " کتاب " کی اطاعت میں داخل ہے، اور " سنۃ " علم قرآنی ہی کی عملی تفسیر ہے -

اور اگر یہ سچ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے خوارج و منکرین کے مقابلہ میں فرمایا تھا کہ " میں قرآن ناطق ہوں " تو میں اسکی تصدیق کرنے کیلیے طیار ہوں اگرچہ حقیقت نا شناس طبیعتیں سمجھتی ہیں کہ یہ بہت ہی بڑا دعوا تھا - یقیناً یہ بڑے سے بڑا دعوا تھا جو کوئی انسان کرسکتا ہے، لیکن اگر حضرۃ امیر نے کیا تھا تو غلط نہ تھا - اگر انکی مقدس زندگی آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے " اسوۂ حسنہ " کا ایک کامل عکس تھا، اور انکے اعمال کی روشنی سراج منیر رسالت ہی سے ماخوذ تھی، تو کیوں انہیں یہ حق حاصل نہ تھا کہ وہ اپنے تئیں " قرآن ناطق " کہیں ؟

جو کتاب الہی ما بین الدفتین حروف و نقوش کی شکل میں تھی، اسی کی ہستی ناطق تھی جو اعمال حضرۃ مرتضوی کے اندر سے پکارتی تھی - خوارج سمجھتے تھے کہ یہ علی بن ابیطالب کی آواز ہے، لیکن ابو ذر اور سلمان کی حقیقت شناسی جانتی تھی کہ یہ علی بن ابوطالب کی آواز نہیں ہے بلکہ " القرآن الحکیم " کی صداے الہی ہے، اور چونکہ " القرآن " کی آواز ہے، اسلیے یقیناً خود منزل القرآن کی آواز ہے : کنت سمعہ الذی یسمع بہ، و لسانہ الذی یتکلم بہ (بخاری)

بہرحال یہ مبحث بجاے خود محتاج تفصیل و نظر ہے - مختصر یہ کہ سعادت و ہدایت انسانی کیلیے " تعلیم " کے ساتھ " نمونہ " اور " کتاب " کے ساتھ " سنۃ " ایک ضروری حقیقت ہے - اسی لیے قرآن حکیم نے اپنی تعلیمات کیلیے اس چیز کو ایک اساسی حقیقت قرار دیا :

لقد جاءکم من اللہ نور و کتـــاب مبیـــن ! (۵ : ۱۷)

بلا شبہ تمہارے پاس اللہ نے طرف سے نور ہدایت آیا، اور کتاب الہی جسکی تعلیم بالکل واضح و روشن ہے !

اس آیۂ کریمہ میں " نور " سے مراد حامل قرآن (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وجود اقدس ہے، اور " کتاب مبین " قرآن ہے - یہ " نور " وہی " اسوۂ حسنہ " ہے جو حامل قرآن کی مقدس زندگی میں " علم " قرآنی کا وجود " عملی " تھا :

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ (۳۳ : ۲۱)

بلا شبہ تمہارے لیے اللہ کے رسول کی زندگی میں پیروی و اتباع کیلیے ایک بہترین نمونہ ہے -

عربی میں " اسوہ " کا لفظ ہر نمونے کیلیے کہا جاتا ہے، اور نمونہ جسطرح خیر کا ہو سکتا ہے اسی طرح شر کا بھی ہو سکتا ہے - اسلیے قرآن حکیم نے " حسنہ " کے لفظ سے اسے متصف کیا، تاکہ واضح ہو جاے کہ فضائل و محاسن ہی کا نمونہ مقصود ہے - اسی طرح تمہیں معلوم ہے کہ سورۂ ممتحنہ میں بھی در جگہہ ملۃ حنیفی و فطری کے اولین موسس حضرۃ ابراہیم علیہ السلام کے متعلق بھی لفظ آیا ہے : قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراہیم والذین معہ -

(عود الی المقصود)

دنیا میں اعمال مقدسہ و حسنہ کی یادگار قائم کرنے کا مقصد بھی یہی " اسوۂ حسنہ " تھا، یعنی جن لوگوں نے کسی پاک و اعلی عمل کا بہترین نمونہ اپنی زندگی میں پیش کیا ہے، انکی یاد کو ہمیشہ باقی رکھا جاے، تاکہ انکی یاد کے ساتھہ انکے اعمال کی یاد بھی تازہ ہوتی رہے، اور اسکا نمونہ انسانوں کو عزائم امور کی طرف دعوۃ دے -

اب دیکھو کہ قرآن حکیم نے کس طرح دنیا کی اس قدیم ترین رسم کی اصلی حقیقت لیلی، اور کس طرح اسکی آلودگیوں کو اس سے بالکل الگ کردیا ؟ اس نے یادگاروں کیلیے پتھر کے بت نہیں بناے جنکو حوادث ارضی کا ایک طمانچہ گرادیسکتا ہے، اور جنکا وجود انسان کی عظمت کیلیے ایک سخت داغ تھا - اس نے اینٹ اور چونے کی عمارتیں نہیں بنائیں جو طوفان و برق کے ایک حملے کی بھی تاب نہیں لا سکتیں، اور جنکا اثر ظواہر سے آگے نہیں بڑھتا - اس نے سالانہ مجمعوں اور قومی تقریبوں پر زور نہیں دیا کیونکہ یہ رسائل ہمیشہ ظواہر و رسوم پرستی کا ذریعہ بن جاتے ہیں، اور یادگار کی معنویت مفقود ہوجاتی ہے - غرضکہ اس نے ان تمام رسائل تذکار سے یکقلم انکار کردیا جو عام طور پر تمام قوموں میں رائج تھے، اور جنکے ذریعہ خود انسانوں کی بڑائی تو کی جاسکتی تھی، پر عمل کی تقدیس و تعظیم کیلیے انکے اندر کچھہ نہ تھا، اور اسلیے ہمیشہ انکا وجود انسان کی حقیقت پرستی کی راہ میں ایک سخت پتھر ثابت ہوا تھا -

(سورۂ کریمۂ فاتحہ)

اے عزیزان من !

اب میں تمام تمہیدوں اور مقدمات کی مبادیات سے گذر کر اصل موضوع کے قریب آگیا ہوں، اور مجھے زیادہ تیز قدمی کرنی چاہیے - مجھے یاد کرنا چاہیے کہ میں نے اپنی تقریر کو سورۂ مبارکۂ " فاتحہ " کی تلاوت سے شروع کیا تھا جسے بظاہر آجکی صحبت سے کوئی ربط نہ تھا، مگر وہ " السبع المثانی " ہے، وہ تمام " الکتاب " کا متن ہے، اور وہ اسکی تمام تفصیلات کا وجود اجمالی ہے، پھر ہدایت انسانی کا کونسا مقام ہے جو قرآن کے سلطان احاطہ سے باہر رہگیا ہو ؟

غرضکہ قرآن حکیم نے یادگار و تذکار کے اُن تمام رسمی و ضلالت آمیز طریقوں سے انکار کردیا جو عام طور پر دنیا نے اختیار کرلیے تھے - لیکن جبکہ اس نے وہ سب کچھہ نہ کیا جو سب کوئی کرتے آے تھے، تو سوال یہ ہے کہ خود اُس نے کیا کیا ؟

اُس نے " اُسوۂ حسنہ " کی اصلی حقیقت کو اپنی تمام تعلیمات کا جزو اعظم بنایا، اور اسکی یادگار ونکو انسان سے باہر نہیں جنکو انسان چھوڑ دیسکتا ہے، بلکہ خود انسان کے اندر قائم کردیا جو کبھی بھی اسکی نظروں سے اوجھل نہیں ہوسکتا - اُس نے مادی و جسمانی اعمال و اشکال کے اندر اسکی دعوۃ عمل و سعادت کو گم نہیں کردیا، جیسا کہ گم کردی گئی تھی، بلکہ اسکو ایک خالص معنوی و روحانی اعتقاد بنا کر اسطرح دلوں کے اندر قائم کردیا کہ اسکی حقیقت دائمی طور پر زندہ ہوگئی، اور ہر طرح کی آلودگیوں اور رسم پرستیوں کی آمیزش سے بالکل محفوظ و مصئون بنادیگئی !

اوسنے سب سے پہلے ہمیں ایک مقدس "دعا" بتلائي' اور حکم دیا کہ دن میں پانچ مرتبہ جب اپنے پروردگار کے حضور بندگي و نیاز کیلیے حاضر ہو تو سب سے پہلے اسي دعا کو پڑھو - یہ وہ وقت ہوگا جب تم رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوگے' اور اسکي رحمت کا دروازہ باز ہوگا - پس ایک عاجز و درماندہ انسان فاطر السمارات و الارض کے حضور جاکر اپنے لیے سب سے بڑي نعمت اور سب سے زیادہ قیمتي دولت جو مانگ سکتا ہے ' وہ اس دعا میں مانگي گئي ہے ' اور چاہیے کہ تم اُسي نعمت کے سائل ' اُسي مطلوب کے طالب ' اور اسي محبوب کے عاشق ہو !

یہ "دعا" سورۂ فاتحہ ہے جو ہر مومن دن میں پانچ مرتبہ نماز کي ہر رکعت کے اندر پڑھتا ہے - اور وہ نعمت ' وہ دولت ' وہ متاع مطلوب و محبوب " الصراط المستقیم " ہے جسکے مانگتے رہنے اور طلب کرتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے :

اهدنا " الصراط المستقیم " (فاتحه) — خدایا ! تو ہمیں الصراط المستقیم پر چلنے کي توفیق دے !

یہ " الصراط المستقیم" کونسي راہ ہے اور اس سے مقصود کیا ہے ؟ اسکي یہاں کوئي تشریح نہیں کي گئي - البتہ یہ بتلایا گیا ہے کہ :

صراط الذین انعمت علیهم (فاتحه) — ان لوگوں کي راہ جن پر اے پروردگار تو نے انعام کیا -

پس اس تصریح سے صراط مستقیم وہ راہ ہوئي جو "انعام یافتہ" لوگوں کي راہ ہے - یعني جن لوگوں پر خدا نے اپني نعمتیں نازل کي ہیں ' انہي کي راہ عمل الصراط المستقیم ہوگي -

چنانچہ سورۂ نساء میں " انعام یافتہ " جماعتوں کا بالتفصیل ذکر کیا گیا ہے - اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ " انعمت علیهم " میں کن لوگوں کي طرف اشارہ تھا ؟ :

و من یطع الله و الرسول فاولائك مع الـــذین انعم الله علیهم من النبیئین و الصدیقین و الشهداء و الصالحین ' و حسن اولائك رفیقا ! (۴ : ۷۱) — اور جن لوگوں نے اللہ اور رسول کي اطاعت کي ' تو وہ سب اُن خوش نصیبوں کے ساتھي ہو جائینگے جن پر اللہ تعالی نے انعام کیا ہے - اور جن پر انعام کیا ہے وہ انبیاء ہیں ' صدیقین ہیں ' شہدا ہیں ' اور صالحین ہیں - جس کسي کو ایســـي انعام یافتہ جماعتوں کي معیت ملي ' تو کیا اچھي ہے اسکي معیت ' اور کیا اچھے ہیں اسکے رفیق ! !

اس آیۂ کریمہ نے صاف صاف بتلا دیا ہے کہ سورۂ فاتحہ میں جس " الصراط المستقیم " کے تعین کیلیے صرف اسقدر اشارہ کیا گیا تھا کہ وہ " انعام یافتہ لوگوں کي راہ " ہے ' وہ کون لوگ ہیں ؟ نیز انکے مختلف مدارج و مقامات کیا کیا ہیں ؟ جن جماعتوں کا یہاں ذکر کیا گیا ہے اور انہیں " انعام یافتہ " کہا ہے ' انہي کي راہ عمل ' وہ راہ ہدایت و سعادت ہوگي جسکا نام لسان الہي نے " الصراط المستقیم" رکھا ہے' اور جس پر چلے بغیر کوئي فرد اور کوئي قوم " مغضوب علیهم " اور " الضالین " کي صراط مغضوبیت و ضلالت سے الگ نہیں ہوسکتي -

سورۂ نساء کي اس آیۂ کریمہ سے " انعمت علیهم " کي مزید تفسیر و تشریح کرنا ' ایک ایسي مسلم اور متفق علیہ تفسیر ہے جسے عہد صحابۂ و اہل بیت نبوۃ (رضوان الله علیهم) سے لیکر طبقات متاخرہ تک' تقریباً تمام ارباب علم و رسوخ نے اختیار کیا ہے' اور مفسرین " خاصہ " و " عامہ " سب نے اسے قبول کیا ہے - چنانچہ جسطرح محدث ابن جریر طبري نے اسکے متعلق مفسیرین صحابہ کے آثار جمع کیے ہیں ' اسي طرح علامۂ کلیني اور شیخ طبرسي (صاحب تفسیر مجمع البیان) بھي اس سے انکار نہیں کرتے - اس عاجز نے تفسیر "البیان" میں تصریحات حضرات ائمہ کرام علیهم السلام و اقوال مفسرین خاصہ بھي نقل کردیے ہیں - فمن شاء التفصیل فلیرجع الیه -

بہر حال یہ ایۂ کریمہ بتلاتي ہے کہ جس راہ پر چلنے کي سورۂ فاتحہ میں ہر مومن التجا کرتا ہے' وہ راہ " انعام یافتہ " گروہ کي ہے - انعام یافتہ گروہ چار ہیں : الانبیاء ' الصدیقون ' الشهداء ' الصالحون -

اب دیکھو کہ قران حکیم نے یادگار و تذکار کے اصلي مقصد کو تمام آلودگیوں اور ضلالتوں سے صاف کرکے کس طرح قائم کردیا ہے ' اور اسکے لیے کیسي دائم و قائم اور محفوظ و مصئون راہ اختیار کي ہے؟ اس نے نیک انسانوں اور اعلی ترین ہستیوں کي یادگاریں زمین پر قائم نہیں کیں لیکن انکے اعمال کو ہر مومن کے دل پر نقش کردیا - اس نے ہر مومن بالله پر پانچ وقت کي نماز فرض کي' اور حکم دیا کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کي تلاوت کرو - سورۂ فاتحہ کیا ہے ؟ تحمید و تقدیس کے بعد ایک التجا ہے جو انسان اپنے خداوند کے حضور کرتا ہے - وہ التجا کیا ہے ؟ " الصراط المستقیم" پر چلنے کي التجا ہے تا کہ اس راہ کي اوسے توفیق ملے' اور سعادت کونین حاصل ہو -

اب اور آگے بڑھو ' اور دیکھو کہ " الصراط المستقیم" کونسي راہ ہے جسے ہر روز دن میں پانچ بار ہر مومن یاد کرتا اور اپنے خدا کے حضور جاکر مانگتا ہے ؟ فرمایا کہ وہ ان لوگوں کي راہ ہے جن پر اللہ نے انعام کیا - یہاں اس راہ کا طریق حصول یا اسکے عقائد و اعمال نہیں بتلائے گئے بلکہ صرف ان لوگوں کي طرف توجہ دلادي گئي جنھوں نے ایسے عقائد ' ایسے اعمال ' ایسے عزائم ' ایسے اقدام کیے تھے جنکي وجہ سے خدا کي نعمتوں کے مستحق ٹھہرے تھے - یہي چیز " یادگار" ہے - یہي " تذکار" ہے - یہي وہ " مشاہیر پرستي" کي حقیقت اصلي ہے جسکو تمام دنیا نے ڈھونڈھا مگر نہ پایا - وہ کبھي پتھر کے بتوں ' کبھي اینٹوں کي عمارتوں ' کبھي انسانوں کے مجمعوں ' کبھي ملکوں اور قوموں کي وقتي رسموں اور تقریبوں میں بھٹک کر رہگئي ' اور " صراط الذین انعم الله علیهم " کي جگہ " الضاء لین " کي صراط پر چلي گئي !

عزیزان من ! "مشاہیر پرستي" کے زوائد و اباطیل کو چھوڑ دو ' صرف اسکي اصلي حقیقت کو اپنے سامنے لاؤ - وہ کیا ہے ؟ کیا صرف یہي نہیں ہے کہ جن انسانوں نے دنیا میں بڑے بڑے کام انجام دیے ہیں اور نیکي و صداقت کي راہ پر چلے ہیں ' انکي یاد کو ہمیشہ زندہ رکھا جائے' تا کہ انکي یاد انکے مقدس کاموں اور نیک عملوں کي یاد کو تازہ کردے' اور اس یاد آوري و تازگي سے قوموں کیلیے پاک ارادوں اور اعلی کاموں کے کرنے کي تحریک ہو؟ اگر یہي ہے تو کیا تم نہیں دیکھتے کہ سورۂ فاتحہ کے اندر یہي حقیقت کس طرح کار فرما ہے ؟ سورۂ فاتحہ نے انسان کي راہ سعادت و ترقي کیلیے نہ تو عقائد و افکار بیان کیے ' اور نہ اعمال و افعال ' بلکہ اُن انسانوں کي طرف توجہ دلائي جو انعام یافتۂ الہي تھے' یعني جو انسان راہ سعادت کو حاصل کرنا چاہتا ہے' اسے چاہیے کہ انعام یافتہ انسانوں کي یاد کو ہر روز اپنے سامنے لاے اور انکے عقائد و اعمال کے نمونے کو کبھي فراموش نکرے - پھر اگر یہ دنیا کي پاک عمل ہستیوں کي سچي یادگار اور انکا حقیقي تذکار نہیں ہے تو آور کیا ہے ؟ یقیناً یہ تذکار ہے' مگر ایسا تذکار جو اپنے خصائص کے لحاظ سے تمام دنیا میں کوئي نظیر نہیں رکھتا !

پھر ان انعام یافتہ لوگوں کي تشریح کي کہ وہ انبیاء ہیں صدیقین ہیں' شہداء ہیں ' صالحین ہیں - پھر ان میں سے ہر گروہ

کے وہ اعمال حسنہ جنکے قرآن حکیم میں مشرح بیان کیے جنسے " الصراط المستقیم " کی راہ سعادت متعین ہوتی ہے - قصص القران کی اصلی غرض اسی " انعمت علیہم " کی تفسیر سمجھو - یہ چار گروہ وہ ہیں جنکے اندر نوع انسانی کا تمام اصلح و اسعد حصہ آگیا ' اور انسانی عمل کی سچائی جب کبھی ظاہر ہوگی ' تو ضرور ہے کہ انہی انعام یافتہ چار جماعتوں میں سے کسی جماعت سے متعلق ہو - پس غور کرو کہ تم یادگار یادگار ' پکار رہے ہو ' تمام دنیا مشاہیر پرستی کیلیے بیقرار ہے ' کرۂ ارضی کی ہر متمدن انسانی جماعت انسانی بزائیوں کا تذکار کرنا چاہتی ہے ' لیکن یہ کیسی یادگار کی عجیب و غریب خالص حقیقت ہے جو اسکی تمام خرابیوں کو دور کرکے قران حکیم نے ہمیں عطا کی ہے ؟ دنیا کی ہر قوم صرف اپنے ہی بزرگوں کو تذکار کا مستحق سمجھتی ہے ' اور زیادہ سے زیادہ چند بڑے انسانوں کو یاد رکھنا چاہتی ہے - لیکن قران حکیم نے کرۂ ارضی کی تمام حقیقی بزائیوں اور اعمال صالحہ کے تمام گھرانوں کو چن لیا ' اور حکم دیا کہ تم ان سب کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھو ' اور سب کے بڑے بڑے کاموں ' بڑے بڑے عزموں ' بڑی بڑی نیکیوں سے اپنی راہ ایمان و اسلام کو مرکب و مقوم بناؤ - تم یادگاریں بنا کر سال میں ایک مرتبہ انہیں یاد کرسکتے ہو ' اور عمارتی و سنگی اشکال میں کبھی کبھی ایک غلط انداز نظر ڈال لے سکتے ہو - اس سے زیادہ تمہارے تذکار کی حقیقت کچھہ نہیں ہے - لیکن دیکھو ' تمہارے قرآن نے کیسی یادگار قائم کی جو ہر روز دن میں پانچ مرتبہ ہر مومن انسان کے سامنے آتی ہے ' اور صرف ایک ہی بڑے انسان کو نہیں ' بلکہ تمام راست باز انسانوں کو جو انبیاء ' صدیقین ' شہداء ' اور صالحین میں گذرے ' وہ یاد کرتا اور انکے اعمال مقدسہ کے نمونوں پر چلکر راہ سعادت کی منزل مقصود تک پہنچنا چاہتا ہے !

نظرے خوش گذرے !

معاونین البلاغ

بعض اہم مسائل !

مسئلۂ اعراض نظر و مطالعہ

(۱) قران حکیم نے انسانی نظر و مطالعہ کے متعلق بار بار اور جا بجا فرمایا :

یمرون علیہا و ہم عنہا معرضون !

مناظر عالم پر سے گذرتے ہیں ' مگر اسطرح گذرتے ہیں کہ غور و فکر نہیں کرتے اور منہہ پھیرے ہوے چلے جاتے ہیں -

یہ حالت دراصل نظر و مطالعۂ عالم کے نہایت اہم مقامات و واردات سے تعلق رکھتی ہے - مگر اسکی جامعیت اور احاطہ کا حال یہ ہے کہ اگر کسی چھوٹی سی چھوٹی چیز کو بھی اپنے سامنے رکھہ لیجیے تو اس عام " اعراض نظر " کا نمونہ آپکو ملجائیگا -

انسانی مطالعۂ و نظر کے اعراض کی بڑی بڑی مثالیں جنکا تعلق علوم و اخلاق و مذہب سے ہے ' آپ دیکھہ چکے ہیں ' لیکن آئیے ' آج ایک چھوٹی سی بات میں اسکی مثال ڈھونڈھیں -

جو خطوط دفتر میں مختلف درخواستوں اور کاروباری امور کے متعلق آیا کرتے ہیں ' کبھی انپر نظر پڑجاتی ہے تو میں دیکھتا ہوں کہ " اعراض نظر و مطالعہ " کی کتنی مثالیں صرف ہم اپنی روزانہ ڈاک ہی سے جمع کرسکتے ہیں ؟

بعض حضرات نہایت اصرار کے ساتھہ پوچھہ رہے ہیں کہ " ترجمان القران " اور " البیان " کی قیمت کیا ہے ؟

این سخن را چہ جوابست ترہم میدانی

ترجمان القران اور البیان کے وجود کا علم تو انہیں اُن اعلانات سے ہوگیا جو البلاغ کے پہلے اور آخری صفحات پر درج ہیں ' مگر قمتیں معلوم نہ ہوئیں ! !

ان اعلانات کو انہوں نے پڑھا ہے ' لیکن اگر پڑھتے تو اس لاحاصل خط و کتابت کی زحمت سے خود بھی بچتے ' اور مکتوب الیہ کو بھی بچاتے -

بعض بزرگ نہایت ہی تاکید کے ساتھہ جواب طلب کرتے ہیں اور ساتھہ ہی جوابی پوسٹ کارڈ بھیجنے کا صرف بھی گوارا کرتے ہیں کہ " ترجمان القرآن " بغیر اصل متن کے ہوگا یا مع اصل قرآن کے ؟ " حالانکہ اگر وہ اسکے اُلٹے کو پڑھتے تو اسمیں " حامل المتن " کا لفظ موجود ہے ' جسکے معنی غالباً یہی ہیں کہ مع اصل قرآن مرتب کیا گیا ہے !

متعدد حضرات جوابی کارڈ بھیجکر دریافت کرتے ہیں کہ " کیا ترجمان اور البیان کی قیمت بھیجدیں ؟ " گویا دنیا میں کسی شے کے بقیمت لینے میں خریدار کے ارادے اور طلب کو کوئی دخل نہیں - اسکے لیے اصلی موثر مسئلہ محض دفتر کا " حکم " ہے ' اور پھر اسکے لیے بھی چھپا ہوا اعلان کافی نہیں - خاص دفتر کا آخری و قلمی " حکم منصوص " مطلوب ہے ! !

اس سے بھی عجیب تر وہ احباب کرام ہیں جنکے لیے سب سے زیادہ اہم مسئلہ نہ ترتیب کا ہے ' نہ طرز ترتیب اصل و ترجمہ کا ' اور نہ ہی ترسیل قیمت کے متعلق آخری منصوص و قطعی حکم ' بلکہ ایک اور سری حقیقت مستورہ و بعیدہ ہے ' جو با وجود کمال بعد و غریب ' انکی گرفت نظر و تعاقب فکر سے نہ بچ سکی ' اور بالآخر انہوں نے اسکا سراغ نکال ہی لیا :

آخر آمد ز پس پردۂ تفتیش پدید !

وہ مسئلۂ مہمۂ و مجہولہ ترجمان القرآن اور تفسیر البیان کی " زبان " کا ہے - یعنے آور سب باتیں تو بہر حال معلوم کرہی لی جائینگی ' سب سے پہلے اسے واضح ہوجانا چاہیے کہ ان دونوں کتابوں میں کونسی زبان استعمال کی گئی ہے ؟ یہ ترجمہ اور تفسیر عربی میں ہے یا اُردو میں ؟

بسوخت عقل زحیرت کہ این چہ بوالعجبی ست ؟

سمجھہ میں نہیں آتا کہ اسکے جواب میں کیا عرض کیا جاے ؟ بجز اسکے کہ یمرون علیہا و ہم معرضون کی تفسیر میں اس سوال کو بھی مع جوابی پوسٹ کارڈ کے داخل کردیا جاے :

بمزاحت نہ گفتم این گفتار
ہزل بگذار و جد ازو بردار !

آخر میں گذارش ہے کہ دفتر اپنے احباب و معاونین کے شوق و ذوق کی پوری تعظیم کرتا ہے ' اور انکے ان اہم سوالات کو بھی انکی مشتاقانہ محویت کی خود فراموشی کا نتیجہ سمجھکر نہایت احسانمند ہے ' تاہم اگر اس طرح غیر ضروری مراسلات کا بھی ایک نیا صیغہ کھولدیا جائیگا تو پھر دفتر کی مشکلات غیر محصور و لا علاج ہوجائینگی - مجبوراً یہ ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ اس طرح کے سوالات " معرضون " کی تفسیر کیلیے سرمایۂ بحث تو بن سکتے ہیں ' مگر انکے جواب دینے کی دفتر کو مہلت نہیں ملسکتی - خواستگار معافی ہے -

" پیشگی قیمت " اور " رعایت "

کا مطلب صرف یہی ہے کہ اسی وقت آپ قیمت بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں - جن جن حضرات نے وی پی کیلیے لکھا ہے انکو معلوم ہونا چاہیے کہ اُن سب کی درخواستیں بالکل بے فائدہ ہیں اور دفتر انکو کوئی درخواست قرار نہیں دیتا - نہ وہ رعایتی قیمت سے کچھہ تعلق رکھتی ہیں - جب یہ کتابیں مکمل شائع ہونگی تو انکی قیمت انکی آخری ضخامت کے مطابق قرار پائیگی - اس وقت اگر انہوں نے مکرر درخواست بھیجی تو کتاب اصلی قیمت پر بھیجی جائیگی - نہ بھیجی تو موجودہ درخواست سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑیگا -

بصائر و حکم

السـلـم و الحـرب
یعني
جنـگ اور صلـح

دنیا کا مادہ قواء متضادہ کا گہوارہ ہے - ایک طرف تو اسکا ایک ایک ذرہ متحرک ' پراگندہ ' اور ایک عام ہیجان کي حالت میں نظر آتا ہے - دوسري طرف وہ منجمد ہو کے سمٹتا ہے - سمت کے باہم ایک دوسرے سے ملتا ہے - ملکر سکون و استقرار حاصل کرلیتا ہے !!

اس بنا پر وہ تمام کیفیات متضادہ کي طرح جنگ و صلح کي بھي یکساں قابلیت رکھتا ہے - وہ جنگوں کے اختلال و تصادم کي شکل میں سمندرکي لہر ہے' توصلح و سکون کي حالت میں اوسکي سطح صامت و ساکن ! لیکن سوال یہ ہے کہ ان دونوں حالتوں میں سے انسانیۃ کے بقا و ارتقاء ' سعادت ارضي کے حصول' تمدن و تہذیب کي ترقي' علوم و فنون کي اشاعت' قومی و جذبات کي تنشیط ' اور قوت عمل کي تنظیم و تحریک کیلیے کون زیادہ مفید ہے ؟

یہ سوال اگرچہ زمانۂ قدیم میں بھي فلسفہ اجتماع کا ایک معرکۃ الا راء مسئلہ رہچکا ہے لیکن موجودہ عہد سے بڑھکر اس کے درس کیلیے اور کون وقت موزوں ہوگا ؟

(مخالفین جنگ و امیدواران صلح عام)

جو لوگ دنیا کیلیے صلح و سلام کو مفید سمجھتے ہیں ' اونکا استدلال یہ ہے کہ انسان فطرتاً اتحاد و اتفاق کا طالب ہے - ابتداء میں انسان کا ہر فرد دوسرے فرد سے الگ تھلگ رہتا تھا ' لیکن دنیا کے تمام مادوں کي طرح قوت جاذبہ اوس میں بھي موجود تھي ' اسلیے اوس نے ان بکھرے ہوے ذروں کو جمع کرنا شروع کیا - پہلے چھوٹے چھوٹے خاندان قایم ہوے ' پھر خاندان نے ترقي کرکے قبائل کي صورت اختیار کرلي- رفتہ رفتہ مستقل جماعتیں پیدا ہوگئیں ' اور جماعتوں کي وسعت نے قومیت کا نظام قائم کردیا - اسطرح گانوں سے شہر اور شہروں سے عظیم الشان ملک آباد ہوگئے -

لیکن یہ فطري اتحاد محض بخت و اتفاق کا نتیجہ نہ تھا ' بلکہ علل و اسباب کے شکنجہ میں جکڑا ہوا تھا - دنیا کا ایک ذرہ بھي دوسرے ذرہ سے بغیرکسي طبعي مناسبت کے نہیں ملسکتا - اسلیے انسان کا ایک فرد کسي دوسرے فرد سے صرف اس بنا پر نہیں ملا کہ وہ بھي اوسي کي طرح ایک انسان تھا' بلکہ جذبات و خیالات کي یکرنگي اور مقاصد و اغراض کي یکجہتي نے اون میں باہم کشش پیدا کي ' اور وہ انھي نقطوں پر آکر باہم مل گئے- ایک متمدن انسان اپنے بھائي سے لیکر ایک غیر ملک کے باشندہ تک سے تعلقات رکھتا ہے ' لیکن ان تعلقات میں جو عظیم الشان فرق مدارج نظر آتا ہے ' وہ انھي اغراض و مقاصد کے اختلاف کا نتیجہ ہے - اگر دو بھائیوں کے تعلقات میں ایک غیر منقطع اتصال و استحکام نظر آتا ہے' تو اسکي وجہ بھي یہي ہے کہ اون کے جذبات و خیالات اور اغراض و مقاصد شدت کے ساتھہ باہم دست و گریباں ہیں -

انسان نے آغاز خلقت میں بھي انھي اغراض کو نصب العین بناکر دوسرے انسانوں سے سلسلۂ ارتباط و اتحاد پیدا کیا ' اور انھي اغراض کے تصادم و مقاومت نے جنگ کي بنیاد ڈالي - آج بھي انھي اسباب کي وجہ سے عظیم الشان لڑائیاں قائم ہوتي ہیں -

لیکن اب زمانہ نے بہت کچھہ ترقي کرلي ہے - اتحاد و اتفاق کے وسائل بہ کثرت مہیا ہوگئے ہیں ' فطري احساس کے ساتھہ تہذیب و تمدن نے بھي صلح کے فوائد کو عام طور پر ذہن نشین کردیا ہے - اس بنا پرانسان کے جذبات و خیالات اور اغراض و مقاصد کو یقیناً متحد کیا جا سکتا ہے ' اور اس اتحاد میں اس شدت کے ساتھہ اتصال پیدا ہوسکتا ہے کہ دو مختلف ملکوں کے باشندے دو بھائیوں کي طرح زندگي بسر کریں -

اگرچہ کبھي کبھي اتحاد ھي اختلاف بھي پیدا کردیتا ہے' لیکن جسطرح افراد کے اختلافات کو چھوٹي چھوٹي عدالتوں کے ذریعہ سے مٹادیا جاتا ہے' اوسیطرح قومي و ملکي اختلافات کو بھي ایک وسیع عدالت اور ایک عام حکم کے ذریعہ سے دور کیا جاسکتا ہے - وحشي قومیں اختلافات و نزاعات کي حالت میں زبان تیغ سے اپنا فیصلہ سننا چاھتي تھیں ' مگر بیسویں صدي کے متمدن انسان کو عہد وحشت کي تجدید کي ضرورت نہیں ' اب خود زبان نے تلوار سے زیادہ جوھر پیدا کرلیے ہیں -

صنعت و حرفت کي ترقي اور تجارت کي گرم بازاري نے دنیا کے دو ملکوں کو ایک ھي گھر کے دو صحن بنا دیا ہے - یعني اختلاط و امتزاج نے دو قوموں کے جذبات میں کمال یکرنگي و یکراھي پیدا کردي ہے ' اور انکے مقاصد و اغراض بالکل توام ہوگئے ہیں - یہي وجہ ہے کہ دنیا کے کسي ایک حصہ میں جب جنگ چھڑ جاتي ہے ' تو ہر ملک اوس سے متاثر ہوجاتا ہے - جب دنیا اسقدر متحد الاغراض ہوگئي ہے تو کیوں نہ سب صلح اور امن کیلیے متفق ہوجائیں ؟

قدیم زمانہ میں جنگ انسان کا ذریعۂ معاش تھي ' یہاں تک کہ بعض لوگ لڑائیوں میں باجرت شریک ہوتے تھے - لیکن اب وہ اقتصادي حیثیت سے کوئي ذریعہ معاش نہیں خیال کي جاتي - اب انسان کا رزق نیزے کي نوک کے ساتھہ بندھا ہوا نہیں ہے بلکہ کارخانوں کي مشینوں کے ساتھہ متعلق ہے - لیکن زمانہ جنگ میں تجارت و صنعت کا بازار اس قدر سرد پڑجاتا ہے کہ یہ پرزے زنگ آلود ہوجاتے ہیں - یہي وجہ ہے کہ زمانۂ جنگ میں تمام ملک دفعتاً فقر و فاقہ میں مبتلا ہوجاتا ہے - بالخصوص تاجروں کا گروہ تو جنگ کا نام سنکر کانوں پر ہاتھہ دھرتا ہے ' اور قیام امن کیلیے جان و مال تک سے دریغ نہیں کرتا -

اب جنگ کے عواقب و خیمہ و نتائج الیمہ اس درجہ آشکارا ہوگئے ہیں کہ خود سپہ سالاران فوج بھي اس کو دنیا کي بدترین چیز سمجھتے ہیں - جنرل سر چارلس نیپیر نے جنگ کي ہولناک صورت کو ایک نہایت بلیغ تشبیہ میں عریاں کیا ہے - وہ کہتا ہے :

" ایک فوجي آدمي کي زندگي اوس رقاصہ کے مشابہ ہے جو کسي ایسے ہال میں ناچتي ہے جسکي دیواریں میں ٹوٹے ہوے شیشے کے پرزے جڑے ہوے ہیں - جب وہ عالم نشاط و سرور میں مستانہ وار رقص کرتي ہوئي اون دیواروں تک پہونچتي ہے' تو اوسکے اطراف و اعضاء شیشے کے ٹکڑوں سے لگ کر اور مجروح ہوکر خون آلود ہوجاتے ہیں ' اور ناز و غرور کے جو پردے اوسکي آنکھوں پر پڑے ہوے تھے' دفعتاً اوتر جاتے ہیں - اوسکو نظر آنے لگتا ہے کہ وہ ایک سخت فریب میں مبتلا تھي - اسي طرح فوجي آدمي میدان جنگ کي طرف ہتھیاروں کي سراب آسا چمک دیکھکر نہایت خنداں و فرحاں روانہ ہوتے ہیں- لیکن چند ھي دنوں کے بعد اونکي آنکھیں کھل جاتي ہیں ' اور اونکو معلوم ہوجاتا ہے کہ جوھر تیغ

کي چکا چوندہ نے اونکو اندھا بنا دیا تھا - اسي بنا پر میں اس راہ کو صاف و روشن نہیں دیکھتا - مجھے اوس میں خرن اور کانٹوں کي وسیع چادر بچھي ہوئي نظر آتي ہے ! "

نیز وہ کہتے ہیں کہ اب انسان کا اخلاقي معیار روز بروز بلند ہوتا جاتا ہے - زمانۂ وحشت کي بیرحمیاں اور دور ہجمیت کي ظالمانہ رسمیں مٹتي جاتي ہیں - اونکي جگہ لطف و مراعات اور ایثار نفسي و فیاضي کا عام میلان پیدا ہوتا جاتا ہے - زمانۂ قدیم میں جنگ ایک فعل ممدوح خیال کي جاتي تھي ' لیکن اب اسکو سخت معیوب خیال کیا جاتا ہے - آج سے چند دن پہلے لوگ میندھوں کے لوانے پر فخر کیا کرتے تھے - اب ہر متمدن انسان کو اس سے شرم آتي ہے - پہلے جانوروں کے لوانے کیلیے خاص خاص میدان متعین کیے جاتے تھے ' اور اس طرح جانوروں کو سخت اذیت پہونچاکر لطف اندوزي کا سامان بہم پہونچایا جاتا تھا - اب جانوروں کو انسان کے ظلم و جور سے بچانے کیلیے متعدد انجمنوں کي بنیاد پڑگئي ہے ' اور انسان کے دائرۂ لطف و کرم میں بے زبان مخلوقات تک شامل ہوگئي ہیں -

کہا جاتا ہے کہ انسان کے مختلف طبقات فطرۃً باہم متحد نہیں ہو سکتے ' اور اس فطري اختلاف کا لازمي نتیجہ یہ ہے کہ کوئي ایسا جامع اور عام قانون نہیں بنایا جاسکتا جس پر ہر سلطنت اور ہر ملک و قوم کا اتفاق ہو -

لیکن ابتو سلطنتیں اس اتفاق عام کي طرف قدم بڑھا چکي ہیں ' اور جس چیز کو قانون شکن کہا جاتا تھا ' وہ خود پابند قانون ہوگئي ہے - یعني خود جنگ کے لیے ایک بین الملي قانون بنادیا گیا ہے جسپر تمام سلطنتوں نے اتفاق کرلیا ہے -

قدیم زمانے میں جنگ وحشت کا ایک نہایت بد نما مرقع تھي ' جس میں صرف بغض ' انتقام ' توہین ' تذلیل ' کا رنگ نظر آتا تھا - اسیران جنگ کو عموماً قتل کردیا جاتا تھا ' اونکے ہاتھہ پاؤں کاٹ ڈالے جاتے تھے ' اور دشمن کو ہر ممکن طریقہ سے ضرر پہونچایا جاتا تھا - لیکن اب تمام مہذب سلطنتیں اس وحشت و ہمجیت کے تصور سے لرز جاتي ہیں ' اور حتی المقدور جنگ کے مصائب کے کم کرنے میں اپني کوششوں کو صرف کررہي ہیں - لیکن چونکہ جنگ میں سنگدلي اور قساوت قلبي سے بالکلیہ اجتناب نہیں کیا جاسکتا ' اسلیے ایک ایسا معتدل قانون وضع کردیا گیا ہے جس پر عمل کرنے سے جنگ کا مقصد بھي حاصل ہوسکتا ہے اور وحشیانہ اعمال سے بھي احتراز کیا جاسکتا ہے - اس قانون کي رو سے بہت سے ہتیاروں اور بعض خاص اقسام کے گولوں کا استعمال ناجائز قرار دیدیا گیا ہے ' اور زخمیوں اور قیدیوں کے ساتھہ رفق و ملاطفت کا برتاو کیا جاتا ہے - اگر متخاصمین جنگ میں کوئي فریق اس قانون کی خلاف ورزي کرتا ہے اور دوسرا فریق بھي اسي طریقہ سے اوسکا مقابلہ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے ' تو تمام سلطنتیں خود اونکے مقابلہ کیلیے کھڑي ہو جاتي ہیں ' اور عالم تمدن کي بہترین ہمدردي اونکا ساتھہ چھوڑ دیتي ہے - اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ دنیا کي تمام قومیں ایک اخلاقي ' تمدني ' اور قانوني رشتے میں منسلک ہوگئي ہیں ' اور اس نظام نے ایک قوم کو دوسری قوم کے شدائد و مصائب کا متکفل اور ذمہ دار بنا دیا ہے - قبائل اور خاندانوں نے اسي قسم کے نظام اتحاد کے ذریعہ قومیت کي صورت اختیار کي تھي ' اسلیے اتفاق کے ان آثار و علائم سے توقع کي جاتي ہے کہ اب دنیا کي قومیت کا مفہوم پہلے سے بھي زیادہ وسیع ہو جائیگا ' اور تمام قومیں اوسکے دائرے میں داخل ہو جائینگي - یہاں تک کہ بالآخر ایک دن ایک فیاض قانون خود جنگ ہي کا انسداد کردیگا - نہر کے منافذ جب ایک ایک کرکے بند ہوتے جاتے ہیں تو اسکا طبعي نتیجہ بجز اسکے اور کچھہ نہیں ہوسکتا کہ ایک دن خود نہر ہي خشک ہو جاے - اس اتفاق عام کي یہ آخري منزل ہوگي ' اور عنقریب اسي نقطے پر مصالحت عامہ کا سفید جھنڈا لہرائیگا -

بغض و انتقام جنگ کا مبدء اول ہیں ' اور دنیا کي کوئي قوم ایسي نہیں جسکے سینے کے اندر یہ آتشکدہ نہ بھڑکتا ہو - اس بنا پر صلح عام کا انعقاد بظاہر ناممکن معلوم ہوتا ہے ' لیکن ایک زمانے کو دوسرے زمانے پر قیاس کرنا غلطي ہے - قدیم زمانے میں تمام قومیں ایک انسانکے شخصي ارادہ کے جال میں گرفتار تھیں ' اور وہ اپني ذات پر قوم کے تمام مصالح و اغراض کو قربان کردیتا تھا - لیکن اب ہر قوم مستقل بالذات ہوگئي ہے ' اور اوس نے خود بادشاہوں کے جبر و سطوت کو اپنا تابع بنا لیا ہے - اب دنیا قہر و استبداد کے پنجۂ آہنیں سے نکل گئي ہے ' اور اپنے مصالح و فوائد کو سب سے زیادہ عزیز رکھتي ہے - یہي مصالح ایک قوم کو دوسري قوم سے ملاتے جاتے ہیں - گرد و کدورت کا جو پردہ درمیان میں قائم ہوگیا تھا ' وہ اوٹھتا جاتا ہے - انگریزوں اور فرانسیسیوں سے زیادہ کون قوم بغض و عداوت کے نشے میں سرشار تھي ؟ لیکن مصالح نے رفتہ رفتہ دونوں قوموں کو متحد کردیا ' اور آج فرانسیسي اور انگریزي فوج میدان جنگ میں دوش بدوش کھڑي ہوکر لڑ رہي ہے - جرمني اور فرانس، اگرچہ آج ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں ' لیکن ہمکو وقتي اسباب کے اثر سے مرعوب ہوکر مصالح کي لا زوال قوت کا انکار نہ کردینا چاہیے - ممکن ہے کہ ایک دن جرمني بھي انگلستان بن جاے -

اُنکا اخري استدلال یہ ہے کہ جنگ کے علل و اسباب کي قوت روز بروز گھٹتي جاتي ہے ' اور صلح و اتحاد کے ذرائع وسیع اور ترقي پذیر ہوتے جاتے ہیں ' بالخصوص بعض اسباب ایسے پیدا ہوگئے ہیں جو دنیا کو اتفاق عام کي دعوت دے رہے ہیں :

(۱) علوم و فنون کي ترقي اور ایجادات و اختراعات کي وسعت نے ہر ملک کے علماء کو ایک دوسرے کا دوست بنادیا ہے ؛ بالخصوص علوم طبیعیہ اور علم طب نے تو تمام دنیا کو ایک مرکز پر جمع کردیا ہے - ان علوم کا مقصد بالذات اگرچہ قیام امن و انعقاد صلح نہیں ہے ' لیکن اونکي ترقي و اشاعت کا جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے ' اوس سے اتحاد و اتفاق کا مقصد نہایت آساني کے ساتھہ حاصل ہوسکتا ہے - ہر ملک میں ان علوم کي ترقي و استحکام کیلیے عظیم الشان کانفرنسیں قائم کیجاتي ہیں - اون میں ممالک مختلفہ کے علماء بلکہ سلاطین و وزراء تک شریک ہوتے ہیں ' جن کے یکساں نصب العین میں کوئي اختلاف نہیں ہوتا -

نمایشوں کے ذریعہ سے بھي یہ مقصد نہایت وسیع پیمانے پر حاصل ہوتا جاتا ہے - انگریزوں اور فرانسیسیوں نے لندن میں تین سال تک جو نمایش قائم رکھي تھي ' اوسکي نسبت کہا جاتا ہے کہ اوس نے دونوں قوموں کے اتحاد میں بڑي مدد دي ہے -

(۲) ملکي اتفاق اور قومي اتحاد کا ایک بڑا ذریعہ سلاطین ' وزراء ' اور ارکان دولت کي باہمي ملاقات بھي ہے ' اور یہ ذریعہ اس زمانے میں نہایت عام ہوگیا ہے - فرانس اور انگلستان میں اسي طریقہ سے اتحاد پیدا ہوا ' اور روس نے بھي انگلستان سے اسي طرح رسم مودت قائم کي -

ابتداء میں تو اسکو ایک رسمي چیز سمجھا جاتا تھا - لیکن بعض غیر متوقع نتائج نے اسکو اسقدر ترقي دي کہ اسي غرض سے ایک عام انجمن قائم کیگئي جس میں ہر سلطنت کے عمال

شریک هوے اور اوسکي صبري قبول کي - اس انجمن کا مقصد یه تها که تمام سلطنتوں کے ارکان و عمال اور اعضاء حکومت میں باهم رابطۂ اتحاد قائم کیا جاے -

جو سلطنتیں صلح جو اور امن طلب تهیں ' اونهوں نے اسکو اور وسعت دي - چنانچه ولایت متحده امریکه میں ایک عظیم الشان انجمن قائم کي گئي ' جسکا مقصد یه تها که تمام سلطنتوں کے کارکن لوگوں کو باهم اسقدر متحد هو جانا چاهیے که اگر ایک سلطنت دوسري سلطنت کے مقابلے میں آماده جنگ هو ' تو دونوں سلطنتوں کے تمام عمال اپنے اپنے کام سے علحده هو جائیں - اسکا لازمي نتیجه یه هوگا که وه سلطنت ایک دست شل بن کر رهجائیگي -

(۳) ان ذرائع کے علاوه یورپ اور امریکه میں سیکڑوں انجمنیں خاص اسي غرض سے قائم هوگئي هیں که دنیا کو امن و صلح کي دعوت دیں ' اور سیاسي و قومی اختلافات کو مٹائیں - اس مقصد کے لیے جو قوانین بنائے جاتے هیں ' وه بجاے خود موثر هیں ' لیکن سب سے زیاده انکا اثر اخلاقي پڑتا هے ' اور جو صدا ان انجمنوں سے بلند هوتي هے ' وه صرف شرکاء کانفرنس هي کے دلوں میں جذبۂ مودت نهیں پیدا کرتي ' بلکه کانفرنس کے هال سے باهر نکل کر تمام دنیا کو محیط هوجاتي هے ' اور هر شخص کے دل میں محبت کا بیج بو دیتي هے - اسکا نتیجه یه نکلا هے که ایک عام کانفرنس صلح قایم هوگئي هے ' اور جرمني ' اسٹریا ' روس ' اٹلي ' اسپین ' انگلستان ' غرض تمام ملکوں میں مقامي انجمنیں بهي قائم هیں جو اس کانفرنس کے مقاصد کي تائید کرتي هیں -

(۴) ایک خاص قانون ساز کانفرنس بهي قائم کیگئي هے جسکے ممبر قانون کے بڑے بڑے فضلاء هیں ' اور جو خاص طور پر ایسے قانون وضع کرتي هے جو مختلف سلطنتوں کے مقاصد کو باهم ٹکرانے نهیں دیتے - یه کانفرنس سنه ۱۸۷۳ میں مسیو رولاں فرانسیسي کي کوشش سے قائم هوئي - اور رفته رفته امریکه اور سوئٹزرلینڈ نے بهي اوسکي تقلید کي -

(۵) مختلف ممالک کي پارلیمنٹوں کے ممبروں کي کانفرنس ان سب سے الگ هے - اوسکا مقصد یه هے که اختلافات و منازعات کا فیصله صرف حکم (پنچایت) کے ذریعه سے کیا جاے -

(۶) سوشیالوجسٹ لوگوں کا ایک خاص فرقه پیدا هوگیا هے جو همیشه تعاون ' اجتماع ' اور مصالحت عامه کي تائید میں سرگرم رهتا هے - یورپ میں انکي تعداد آٹهه ملین هے ' اسلیے جنگ کي طرح صلح بهي اپنے ساتهه جانباز سپاهیوں کي ایک فوج گراں رکهتي هے -

(منکرین صلح عام و موئدین جنگ)

لیکن موئدین جنگ ان دلائل کے آگے نهیں جهکتے - وه کهتے هیں که ان دلائل کا خلاصه صرف یه هے که انسان کي ایک غیر محدود تعداد کو فطرتاً عیش و مسرت اور سکون و اطمینان کے ساتهه زندگي بسر کرنا چاهیے ' لیکن سوال یه هے که اسقدر کثیر التعداد عیش پرست انسان آغوش صلح میں پیدا بهي هوسکتے هیں یا نهیں ؟

اس سے انکار نهیں هوسکتا که جنگ کي وجه سے دفعتاً افزایش نسل انساني میں ایک نمایاں تنزل پیدا هوجاتا هے ' لاکهوں نوجوان طعمۂ تیغ و سناں هوجاتے هیں ' هزاروں عورتیں بیوه هوجاتي هیں ' قبیلے کے قبیلے ' خاندان کے خاندان جلا وطني اختیار کرلیتے هیں ' اس طرح ایک ملک کي گرد دفعتاً اپنے فرزندوں سے خالي هوجاتي هے - لیکن یه ایک عجیب بات هے که توالد و تناسل پر عیش و راحت اور امن و صلح کا اس سے بهي زیاده مضر اثر پڑتا هے - جو قومیں جسقدر زیاده جنگجو هوتي هیں ' اوسي قدر کثیر الاولاد بهي هوتي هیں - برخلاف اسکے عیش پسند ' صلح جو ' اور امن دوست قوموں میں بچوں کي تولید عموماً کم هوجاتي هے - عرب عموماً جنگجو تهے ' لیکن اون میں بچوں کي کثرت تهي - فرانسیسیوں سے زیاده عیش پرست کون سي قوم هوگي ؟ لیکن وهاں کي آبادي روز بروز گهٹ رهي هے - جرمني کو ایک جنگجو ملک کها جاتا هے ' لیکن جس زمانے سے اوس نے یه خطاب عام طور پر حاصل کیا هے ' اوسیوقت سے اوس کي مردم شماري نے غیر معمولي ترقي کي هے - جانور تک اس کلیه سے مستثنی نهیں ' شیر اپنے کٹهرے میں به نسبت جنگل کي خاردار جهاڑیوں کے زیاده امن و سکون کي زندگي بسر کرتا هے ' لیکن اس گهوارۂ عیش میں اوسکا سلسلۂ توالد و تناسل دفعتاً منقطع هوجاتا هے - قبائل اور عام تمدني جماعتوں کي ترقي صرف تکثیر نسل پر موقوف هے ' اور جنگ اس تمدني نظام کو صلح سے زیاده وسعت کے ساتهه قائم رکهه سکتي هے -

بد قسمتي سے اگرچه ایک مدت سے جنگ هوا پرستي ' شهرت طلبي ' اور خود غرضي کا ذریعه بنا لیگئي هے ' اور عموماً سلاطین و امراء فوج صرف اپنے جاه و اقتدار کے قائم رکهنے کیلیے جنگي جهاز تیار کراتے هیں ' توپیں ڈهالتے هیں ' تلوار پر صیقل چڑهاتے هیں ' اور فوجوں کو آگ اور خون کے طوفان میں جهونک دیتے هیں ' لیکن جنگ کي نفس حقیقت پر اسکا کچهه اثر نهیں پڑتا - امن و صلح کو بهي اسي طرح اغراض فاسده کا ذریعه بنایا جاسکتا هے - بهت سے لوگ صرف عیاشي و کاهلي کیلیے اطمینان و سکون اور صلح و سلام کي زندگي کے طالب هوتے هیں -

خدا نے انسان میں بغض و انتقام کا مادہ صرف اسلیے پیدا کیا هے که وه اپنے حقوق کي حفاظت کرے ' اور انتخاب طبیعي اور بقاے اصلح میں فطرۃ کا مساعد و مددگار هو ' پس جنگ کا فطري مقصد یهي هے ' اور اس قسم کي لڑائیاں همیشه دنیا کیلیے آگ اور خون کے ظاهري پردے میں ابر رحمت کا چهینٹا ثابت هوئي هیں - جو لوگ میدان جنگ میں جانبازانه لڑتے هیں ' وه کسي قوم کے فنا کرنے میں انتخاب طبیعي کو مدد هي نهیں دیتے ' بلکه وه اپنے آپ کو اصلح بهي ثابت کردیتے هیں ' یا اپنے اندر بقاء و قیام کي صلاحیت پیدا کرتے هیں - ممکن هے که وه خود انتخاب طبیعي اور بقاء اصلح کي حقیقت ' اوسکے وقت ' اور طریق انتخاب سے واقف نه هوں ' تاهم قوت و صلاحیت کا احساس صحیح خود کسي قوم کے صالح هونے کي دلیل هے ' اور دنیا کو اب تک اسي احساس نے قائم رکها هے - پس اس قوت و احساس صحیح کا اندازه صرف میدان جنگ هي میں هوسکتا هے - کوئي قوم میدان جنگ میں انتخاب طبیعي کا فرض ادا کرنے خود نهیں جاتي - بلکه وه فطرت کے سب سے بڑے امتحان گاه میں لیجاکر کهڑي کرائي جاتي هے ' اگر اوس میں زنده رهنے کي صلاحیت هے تو زنده رهتي هے ' ورنه انتخاب طبیعي کا اسلحۂ جنگ اوسکو فنا کر دیتا هے -

جس اخلاقي شجاعت کے کارنامے هسپتالوں ' کالجوں ' اور یتیم خانوں کي صورت میں نظر آتے هیں ' وه بهي اوسي وحشیانه شجاعت کي ایک ترقي یافته صورت هے جو میدان جنگ میں نهایت خوفناک نظر آتي هے - جنگ بیرحمي کے ساتهه جذبه رحم و محبت کو بهي پیدا کر دیتي هے ' اور چونکه زمانۂ جنگ میں تمام قواء و جذبات متحرک رهتے هیں ' اسلیے هر جنگجو قوم ان چیزوں کو نهایت سرعت کے ساتهه قائم کرلیتي هے - تمدن نے همیشه جنگ کے ساتهه ساتهه ترقي کي هے ' عیش پرستي نے اوس میں ایک ذرے کا بهي اضافه نهیں کیا هے -

آج ملکوں اور سلطنتوں میں اتفاق و اتحاد کے جو ذرائع پیدا هوگئے هیں ' وه بهي جنگ هي کي برکت هے - واقعات ثابت کررهے هیں که یه جو کچهه تها ' خوف ' بزدلي ' مصلحت ' ریاکاري ' ڈپلومیسي کا نتیجه تها - خلوص صرف میدان جنگ هي میں نظر آ سکتا هے ' اور همکو خلوص هي کي جستجو کرني چاهیے -

(باقي آینده)

اُسوۂ حسنہ

کائناتِ خلّت

یا

تاریخ " امۃ مسلمۃ "

ما طفل کم سواد و سبق قصہ ہاے دوست
صد بار خوانـدہ و دگـر از سـر گـرفـتہ ایم

(۳)

(۲) قران حکیم میں حضرات انبیاء کا تذکرہ ایک ہي مقصد اور ایک ہي استدلال کے ماتحت نہیں ہے' بلکہ ہر جگہ وہ ایک نیا مقصد ' ایک نیا نتیجہ ' ایک نیا استدلال ' اور ایک نیا طرز استنباط بصائر و حکم رکھتا ہے - یہي وجہ ہے کہ یہ عاجز قران حکیم میں محض تاکید و ازدیاد اثر کیلیے تکرار بیان و مطالب کا قائل نہیں بلکہ اسکو کلام الہي کیلیے ایک نقص یقین کرتا ہے' اور مطالب متکررہ کو بھي ہر جگہ بلحاظ نتائج بالکل ایک نیا اور مستقل بیان پاتا ہے- اس بنا پر بلا شبہ ایک ظاہربیں نگاہ دیکھیگي کہ بہت سے مقامات بظاہر اس حقیقت کے خلاف ہیں ' اور جن انبیاء کرام کو ہم مجدد قرار دیتے ہیں' انکا نام موسسین کے ساتھہ اسطرح لیا گیا ہے' گویا صنف کے اعتبار سے ان میں باہم کوئي امتیاز نہیں - لیکن ایسا سمجھنا فی الحقیقت ایک سخت کوتاہ بیني اور حقیقت ناشناسي ہوگي اور اسي لیے کہا گیا ہے کہ :

و ما یعقلھا الا العالمون ! حقائق قرانیہ کا ادراک نہیں کرسکتے مگر وہ لوگ جنکے قلوب کو اللہ تعالی نے علم حق کیلیے کھول دیا ہے !

نیز سورۂ عنکبوت میں فرمایا : بل ھو ایات بینات في صدور الذین اوتوا العلم - یعني جن خوش نصیبوں کے سینوں کو خدا نے علم نبوي و الہي کیلیے کھول دیا ہے ' صرف وہي ہیں جو قران حکیم کے حقائق و معارف کا آشیانہ بن سکتے ہیں ' ورنہ ارباب جہل کي نظروں سے دیکھا جاے تو " اساطیر الاولین " کے سوا اسکے قصص کے اندر آور دھرا ہي کیا ہے ؟

بہر حال اس اختلاف طرز ذکر کا راز در اصل اس نکتہ کے حل ہونے پر موقوف ہے کہ قران حکیم کے قصص و اخبار کے مقاصد و اغراض پر سے پردہ اٹھایا جاے ' اور جو حقائق و معارف ان میں پوشیدہ ہیں ' اور اختلاف مقاصد بیان نے جسطرح بیان کے انداز و ترتیب کو بھي مختلف کردیا ہے ' اسے واضح کیا جاے - مگر یہ موضوع تفسیر کا ہے - یہاں اسقدر کہدینا کافي ہے کہ جن سورتوں میں انبیاء موسسین کے ساتھہ ہي بغیر کسي فصل و امتیاز کے بعض انبیاء مجددین (علی نبینا و علیھم السلام) کا بھي ذکر کیا گیا ہے ' ان مقامات میں نہ تو مقصود ترتیب تاریخي ہے ' نہ تفریق تاسیس و تجدید ' اور نہ ہي قسم دعوۃ کي بنا پر مختلف طبقات کي تمییز- بلکہ وہاں انکے اعمال مشترکہ و عامہ اور اسکے نتائج غیر مخصوصہ و متحدہ میں سے بعض خاص امور کو پیش کرنا ہے ' اور صرف انہي کي جانب مخاطب کو متوجہ کرنا یا مسلمانوں کو توجہ دلاني ہے - اس مقصد کے لیے انبیاء کے ازمنۂ ظہور و تبلیغ کي تقدیم و تاخیر اور اصناف تاسیس و تجدید بالکل غیر موثر تھے' اسلیے بالکل ضرورت نہ تھي کہ ان پہلوؤں کا وہاں لحاظ کیا جاتا -

یا پھر بعض مقامات میں یہ نظر آتا ہے کہ مقصود انبیـــاء کا ظہور نہیں بلکہ ایک خاص طرح کي دعوۃ ' ایک خاص طرح کي طرز تبلیغ ' ایک خاص طرح کي جماعت مومنین ' ایک خاص قسم کي ضلالت منکرین ' اور ان سب امور کا کوئي خاص طرح کا نتیجۂ حسن و قبح یا عذاب و ثواب مقصود ہے' اسلیے قدرتي طور پر ترتیب زماني و صنف نبوت و قسم دعوۃ سے بالکل قطع نظر کرلیا گیا ہے ' اور صرف اُن نبیوں اور دعوتوں کو یکجا کرکے بیان کردیا ہے جو اُس پیش نظر و زیر مقصد امر میں باہم سب سے زیادہ مشابہت و مشارکۃ رکھتے تھے - اگر حضرۃ نوح اور حضرۃ موسی علیھما السلام کے زمانے میں وہ امر زیادہ یکسا نیت و مشارکۃ کے ساتھہ ظاہر ہوا ہے' تو بلا خیال اسکے کہ حضرۃ نوح کا زمانہ کب تھا اور حضرۃ موسی کب ظاہر ہوے ' اور بغیر اس ترتیب کے کہ حضرۃ نوح موسس تھے اور حضرۃ موسی مجدد ' دونوں کا ذکر ایک ساتھہ کردیا ہے - کیونکہ مقصد زمانہ' صنف' اور وجود داعي نہیں ہے ' بلکہ ایک اور چیز جو بہ نسبت دوسرے انبیاء کرام کے ان دونوں کے زمانے میں زیادہ وسعت کے ساتھہ ظاہر ہوي ' اور اسلیے عبرت و تذکیر کیلیے ان کا یکجائي ذکر زیادہ قوي و موثر ہے -

مگر جن مقامات میں اسطرح کے مقاصد نہ تھے بلکہ خاص طور پر زمانہ اور قسم دعوۃ و صنف ظہور مقصود تھا ' وہاں تم صاف صاف پاؤگے کہ موسسین بالکل الگ ہیں اور مجددین کي صف بالکل دوسري ہے - اور بالتصریح ظاہر کردیا ہے کہ ان میں موسسین امم کا سلسلہ اسطرح چلا اور مجددین امم اسطرح ظاہر ہوے -

(تمثیل دعوۃ اسلام)

اب اس مقدمہ کو ذہن نشیں کرنے کے بعد میرا ساتھہ دو اور قرآن حکیم کے ان بیانات کو جو جابجا متفرق ہیں یکجا کرکے غور کرو -

سب سے پہلي چیز یہ ہے کہ قران حکیم نے جن مقامات پر قسم دعوۃ و صنف انبیاء کي بنـــا پـر کوئي تذکرہ کیا ہے' یا کسي موسس کو بر بناء دعوۃ و تبلیغ تشبیہ دي ہے' تو اسطرح کے تمام مواقع پر اس امتیاز و فرق کو ملحوظ رکھا ہے -

چنانچہ تمام قران میں ہم پاتے ہیں کہ حضرۃ ختم المرسلین کي دعوۃ کو حضرۃ نوح اور حضرۃ ابراھیم علیھما السلام کي قسم دعوۃ سے تشبیہ دي ہے - حضرۃ ہود یا حضرۃ صـــالح وغیرھـــم مجددین سے تشبیہ نہیں دي - کیونکہ اسلام کي دعوۃ موسسہ تھي - مجددہ نہ تھي - اور حضرۃ نوح اور حضرۃ ابراھیم ہي تمام انبیاء متذکرۂ قران میں موسس تھے - پس اسلام کے لیے انہي کي صف میں جگہ رکھي گئي -

سورہ نساء میں فرمایا :

انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نـــوح والنبیین من بعدہ ' و اوحینا الی ابراھیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب والاسباط ' و عیسی ' و ایوب ' و یـونس ' و ھـــارون و

ہم نے اُسي طرح تیرے وجود کو مہبط وحي الہي بنایا ' جسطرح حضرۃ نـوح کو اور اُن انبیاء (مجددین) کو جو دعوۃ نوحي کے بعد ہوے - نیز جسطرح حضرۃ ابراھیم پر ہم نے وحي کي اور انکے

سليمـــان ' و اتينـا داود بعد اسماعيل ' اسحاق ' يعقوب '
زبورا (٤ : ١٦٦) تمام اسباط اسرائيل ' عيسي ' ايوب
يونس ' هارون ' اور سليمان آے ' اور داود كو هم نے زبور
عطا كيا -

اب ديكهو كه اس آية كريمه ميں كسقدر تدبر و تفكر عميق
كي ضرورت هے ؟ آيت ميں مخاطب آنحضرت صلى الله عليه
و سلم هيں - پہلے انكو حضرة نوح سے تشبيه دي جنهوں نے ايك
نئي امة صالحه كي بنياد ركهي تهي - پهر كها كه " والنبيين من
بعده " اور جو نبي انكے بعد آے - يه طرز بيان صاف بتلا تا هے كه
حضرة نوح كے بعد والے انبياء دعوة نوحي كے اسطرح اتباع و متعلقين
ميں داخل تهے كه صرف حضرة نوح هي كا نام لے دينا انكے ليے كافي
تها - پهر حضرة نوح كے بعد حضرة هود سے مزيد تشبيه نهيں
دي ' حضرة صالح سے نهيں دي ' حضـــرة لوط سے نهيں دي '
حضرة اسحاق سے نهيں دي ' حالانكه اگر مقصود محض وحي
كے مورد و مهبط هونے كے لحاظ سے تشبيه تهي تو اسكے ليے تمام
انبياء كرام يكساں تهے ' مگر تم ديكهتے هو كه حضرة نوح كے بعد
هي دوسرا نام حضرة ابراهيم عليه السلام كا ليا گيا ' اور يه دوسري
تشبيه و مماثلة هے جو دعوة اسلامي كو دي گئي - پهر حضـرة
ابراهيم كے بعد بهت سے انبياء كا نام ليا جو سب كے سب بلا
استثناء دعوة ابراهيمي هي كے مجدد تهے ' اور اسطرح صاف صاف
بتلا ديا كه تاسيس امم صالحه كے سلسلے دو هيں : ايك حضـرة
نوح اور " و النبيين من بعده " كا - دوسرا حضرة ابراهيم اور انكے
مجددين اسماعيل و اسحاق و يعقوب عليهم السلام كا -

اگر كها جاے كه حضرة نوح كے بعد حضرة ابراهيم عليه الســـلام
كا نام محض ترتيب تاريخـي كيليے آگيا ورنه كوئي مخصـوص
امتياز نه تها ' تو يه بهي صحيح نهيں - كيونكه اس آية كريمه ميں
تاريخي ترتيب بالكل نهيں نظر آتي - تم ديكهه رهے هو كه حضرة
يعقوب و اسباط كے بعد هي حضرة عيسى كا نام آگيا هے جو سب
كے بعد آے ' اور حضرة سليمان كے بعد حضرة داؤد كا نام ليا گيا '
حالانكه حضرة داؤد حضرة سليمان كے والد هيں -

پس اس آية ميں دعوة اسلامي كو تشبيه صرف دو دعوتوں
سے دي گئي هے : دعوة نوحي اور دعوة ابراهيمي ' اور يه " كما
اوحينا الى نوح " اور " و اوحينـــا الى ابراهيم " سے ظاهر هے -
انكے علاوه يهاں جتنے انبياء كا ذكر كيا گيا هے ' انسے مماثلة مقصود نهيں
هے ' بلكه انكے نام تبعاً آئے هيں كه وه ان دعوة هاے موسسه كے
مجدد تهے -

رهي يه بات كه حضرة نوح كے مجددين كي طرف تو صرف
مجمل اشاره كر ديا مگر حضـــرة ابراهيـــم كے مجددين كے نام
بالتصريح الگ الگ ليے گئے ' تو اسكے بهي متعدد اسباب هيں -
ازانجمله واضح تر يه كه سورة نساء كے اس حصه ميں تمام تر خطاب
اهل كتاب سے هے ' اور انكي زياده تر معلومات حضرة ابراهيم كے
بعد كے انبياء سے متعلق تهي - نيز تعلق موسوي و اسرائيلي كي
وجه سے وه ان انبياء كو زياده محترم و مقدس سمجهتے تهے ' اور
تورات انكے تذكره سے لبريز تهي - پس حضرة نوح كے مجددين
كيليے تو صرف اشاره كر ديا ' اور حضرة ابراهيم كے مجددين كي
تفصيل كي ' تاكه بيان زياده اوقع اور زياده پر حجة هو -

(ايك اعتراض)

اگر تم كو شبه هو كه قران نے اســـي طرح اور اسي طريق
تشبيه كے ساتهه تو حضرة موسى اور آنحضرة عليهما السلام كو بهي
باهم مشابهه قرار ديا هے :

انا ارسلـــنا اليكم رسولاً هم نے تمهاري جانب اپنا ايك رسول
شاهداً عليكم كما ارسلنا بهيجا ' تمهارے آگے حق كي شهادت
الى فرعـون رســـولا - دينے والا ' جس طرح فرعون كي جانب
(٧٣ : ١٥) اپنے ايك رسول (حضرة موسى)
كو بهيجا تها -

تو واضح رهے كه يه مشابهت اس حقيقت كيليے بالكل
مخالف نهيں هے - بلا شبه قرآن نے حضرة موسى كى بعثت سے
داعي اسلام كي بعثت كو تشبيه دي هے ' اور يه اوسي ارشاد الهي كا
اعاده و ياد آوري هے جو اس سے پہلے حضرة موسى كو مخاطب كركے
كها گيا تها كه " ميں تيرے بهائيوں (بني اسماعيل) ميں سے تيرا
جيسا ايك نبي بهيجونگا " ليكن يه مشابهت قسم تاسيس
و تحديد اور صنف نبوت ميں نهيں هے ' بلكه صرف حق اور باطل كے
مقابلے ميں هے - سورة نساء كي آية ميں " كما ارحينا " هے " يعني
جسطرح هم نے حضرة نوح و ابراهيم پر نبوت و رسالت كي " وحي "
كي - يهاں " ارسلنا " هے - يعني هم نے اس عهد كے باطل
پرستوں اور متكبر و سركش كفار كے مقابلے ميں فتح رباني اور نصرة
الهي كے ساتهه اسي طرح پيغمبر اسلام كو " بهيجا " هے ' جسطرح
اسسے پہلے ايك بهت بڑے ظالم و مغرور ابليس كے مقابلے ميں حضرة
موسى كو بهيجا تها ' اور باوجود اوس كے تمام ساز و سامان دنيوي
كے وه اسپر غالب و فتح مند هوے تهے -

اس تشبيه سے صرف يه ظاهر كرنا مقصود هے كه باطل كو اپني
شيطاني قوتوں كے گهمنڈ ميں مغرور نهوجانا چاهيے - جسطرح
باوجود تنهائي و بے سرو ساماني كے حضرة موسٰى نے فرعون كو تباه
و برباد كيا تها ' اسي طرح هم نے پيغمبر اسلام كو بهي اس عهد
كے فراعنه و نماروده كے مقابلے ميں بهيجا هے - اب بهي وهي نتيجه
نكلے گا جو اُس وقت نكل چكا هے -

اسكي مزيد تائيد اس آية كريمه كے سياق و سباق سے هوتي
هے - يه آية سورة مزمل كي هے جو آغاز ظهور اسلام كے زمانے
ميں نازل هوئي تهي - اسكا موضوع تنزيل يه تها كه تبليغ حق كي
مشكلات و مقامات كي نسبت آنحضرة صلى الله عليه و سلم كو آگاهي
بخشي جاے ' اور بتلاديا جاے كه حق كا ظهور هميشه ابتدا ميں
مظلومي و بے سرو ساماني هي كے ساتهه هوتا هے ' پر آخر ميں
فتحمندي چمكتي هے - چنانچه آيت زير بحث سے پہلے راه حق
كي مشكلات و تكاليف پر اور اس انكار و سركشي پر جو باطل
پرستوں ميں نظر آتي تهي ' آپكو تسكين و تسلي دي هے اور فرمايا
هے كه ان حالات كو ديكهكر اپنے اندر مايوسي نه لاؤ - يه حق كي
ابتدا هے ' مگر تهوڑے سے صبر و انتظار كے بعد اسكي انتها بهي آنے
والي هے :

و اذكر اسم ربـك و تبـتل اپنے پروردگار كا ذكر كرو اور سب كي
اليه تبتيـلا ' رب الـمشرق طرف سے آنكهيں بند كركے صرف اُسي
و المغرب لا اله الا هو فاتخذه كے هوجاؤ - وه پروردگار كه تمام عالم
وكيلا - واصبر على ما يقولون ميں اسي كي ربوبيت كار فرما هے اور
اهجـرهم هجـراً جميلا - اسكے سوا كارساز عالم اور كوئي نهيں '
و ذرني و المكذبين اولي سو جب ايسا كارساز تمهارے ساتهه
النعـمة و مهـلهم قليـلا - هے تو تم اور كسيطرف كيوں نظر اُٹهاؤ ؟
ان لدينا انكالا و جحيما - بس اسي كو اپنا كارساز يقين كرو !
(٧٣ : ١٠) رها منكرين حق كا ظلم ' انكا كبر باطل '
اور اپني باطل پرستارانه كاميابيوں كے دعوے اور اعلانات ' سر
چاهيے كه انپر صبر كرو - سر دست بغير كسي سختي كے اُنسے الگ
هوجاؤ ' اور انهيں اُنكے حال پر زياده نهيں ' تهوڑے دنوں كيليے
چهوڑ دو - پهر ديكهو كه حق كے يه جهٹلانے والے جو طرح طرح كي
خوش حاليوں اور دنيوي عزتوں ميں اپنے تئيں پاكر بڑے هي متكبر
و مغرور هوگئے هيں ' بالاخر كيسا نتيجه پاتے هيں ؟ همارے پاس
اگر انكے ليے مهلت تهي تو اب انكے جكڑنے كيليے بيڑياں اور
انكي عقوبت كيليے آگ بهي هے ! "

اسکے بعد پھر اُن منکرین و مغرورین کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمھاری جانب اسي طرح حق کا یہ اعلان بھیجا گیا ہے ' جسطرح تمھاری نسل ابلیسي کے ایک مورث اعلیٰ فرعون کے سامنے حق کا ظہور ہوا تھا ' اور جسطرح تم نے باطل پر گھمنڈ کیا ' اُس نے بھي کیا تھا - چنانچہ فرمایا کہ :

فعصي فرعون الرسول فاخذناه	فرعون نے ہمارے رسول کي
اخذا وبيلا - فكيف	نافرماني کي سو ہمارے غضب
تتقون ان كفرتم يوما	نے اسے بڑا ہي سخت پکڑا اور
يجعل الولدان شيبا ؟	اسکا سارا گھمنڈ اور غرور باطل
(٧٣ : ١٦)	بیکار گیا - پھر اے منکرین اسلام !

اگر تم بھي اسي طرح نافرماني کروگے تو اُس دن کي مصیبت سے کیسے بچ سکوگے جسکي سختي بچوں کو مارے غم کے بوڑھا کردیگي ؟

یہ اشارہ بدر اور فتح مکہ کے طرف تھا ' سو وعید الہي نے جو کہا تھا پورا کر دکھایا -

بہر حال سورۂ مزمل کے موضوع تنزیل اور آیۂ زیر بحث کے سباق و سیاق سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں حضرۃ موسیٰ سے آیۂ نساء کي طرح دعوۃ اور داعي میں تشبیہ نہیں دي گئي ہے ' بلکہ دعوۃ و داعي کے انکار اور منکر میں دي گئي ہے - پس یہ تشبیہ آنحضرۃ اور حضرۃ موسیٰ علیہما السلام میں نہ ہوئي - منکر موسیٰ اور منکر محمد میں ہوئي (صلی اللہ علیہما و لعنۃ اللہ علی المنکرین الخاسرین !)

(٣) ٹھیک ٹھیک اسي طرح سورۂ " شوریٰ " میں جہاں وحدۃ ادیان و توحید شرائع کي طرف توجہ دلائي ہے ' تو وہاں بھي دعوۃ اسلامي کا ذکر حضرۃ نوح اور حضرۃ ابراھیم علیہما السلام ہي کي صف میں بلا فصل کیا گیا ہے ' اور اسطرح اسکي قوۃ موسسہ کي نمایاں صنف واضح کردي ہے :

شرع لكم من الدين	تمھارے لیے دین کا وہي راستہ ٹھہرایا
ما وصي به نوحا والذي	ہے جس کے لیے نوح کو وصیت
اوحينا اليك وما وصينا	کي گئي تھي ' اور اے پیغمبر اسلام !
به ابراهيم وموسى	جسکے لیے ہم نے تم پر وحي کي
وعيسى ؛ ان اقيموا	ہے - نیز یہ وہي راہ ہے کہ اسکے لیے
الدين ولا تتفرقوا فيه -	ابراھیم ' موسیٰ ' اور عیسیٰ کو بھي
(٤٢ : ١١)	ہم نے وصیت کي تھي کہ دین الہي

کو قائم کرو اور اسمیں تفرقہ نہ ڈالو -

اب غور کرو کہ اس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کسطرح پیغمبر اسلام کو نمایاں طور پر حضرۃ نوح کے ساتھہ کھڑا کیا ہے ' اور جن انبیاء کرام علیہم السلام کو ہم نے دوسري صنف مجددین میں قرار دیا ہے ' انمیں سے کسي کا نام نہیں لیا ہے ؟ پھر اسپر بھي نظر رہے کہ یہاں دعوۃ اسلام کا ذکر جسطرح ترتیب تاریخي و زماني کو یکقلم نظر انداز کرکے کیا گیا ہے ' وہ اس حقیقت کیلیے بالکل ایک بے حجاب روشني ہے - آیۂ کریمہ کا مقصود یہ تھا کہ دین الہي کي وحدۃ اور قانون ظہور رسالت کي یکساں حالت کي طرف توجہ دلائي جاے - پس فرمایا کہ وہ ایک ہي شریعۃ الاھیہ ہے جسکي طرف برابر ہر ظہور نے دعوۃ دي ' اور سب کي دعوۃ کا مقصد قیام دین الہي و عدم تفرقۂ و اختلاف تھا - پھر اس سلسلے کو حضرۃ نوح سے شروع کیا - اگر بلحاظ صنف کے تمام ظہوروں میں کوئي فرق نہ تھا ' تو قدرتي ترتیب تو یہ تھي کہ حضرۃ نوح کے بعد اُنکے بعد کے انبیاء کا ذکر کیا جاتا ' اور اگر انکو کسي وجہ سے نظر انداز کردیا تھا تو حضرۃ ابراھیم ' حضرۃ موسیٰ ' حضرۃ عیسیٰ کے تذکرہ کو تو ضرور ہي انکے بعد جگہ دي جاتي ' اور پھر سب کے اخر میں اسلام کا ذکر کیا جاتا جیسا کہ سب کے بعد وہ ظاہر ہوا ' لیکن تم دیکھہ رہے ہو کہ حضرۃ نوح کے بعد یکایک لسان الہي اسلام کي جانب متوجہ ہوتي ہے اور پیغمبر اسلام کو مخاطب کرکے انکي دعوۃ کا ذکر کرتي ہے - پھر اونکا ذکر کرکے مکرر درمیاني کڑیوں کي طرف عود کرتي ہے ' اور ان میں سے بھي سب سے پہلے حضرۃ ابراھیم علیہ السلام ہي کا نام لیتي ہے جو دعوۃ نوحي کے بعد دوسرے درجہ تاسیس کے موسس تھے - البتہ انکے ساتھہ حضرۃ موسیٰ اور حضرۃ عیسیٰ علیہما السلام کا ذکر بھي کردیا جاتا ہے !

حضرۃ نوح اور حضرۃ ابراھیم علیہما السلام کے درمیان اسلام کا ذکر بالکل ایک طرح کا جملۂ معترضہ معلوم ہوتا ہے ' جو ترتیب بیان کے بالکل خلاف ہے -

پس بیان کا یہ انداز صاف صاف کہہ رہا ہے کہ سلسلۂ ادیان و ترصیۂ شرائع میں اسلام کو کوئي ایسي خصوصیت حاصل ہے جسکي وجہ سے وہ حضرۃ نوح کے تذکرہ سے ایک خاص تعلق و ربط رکھتا ہے ' اور اسلیے گو اسکا ظہور سب سے آخر ہوا ' تاہم اپنے تعلق و ربط کي بنا پر حضرۃ نوح کے ساتھہ اسکا ذکر نہایت ضروري تھا - اسي طرح اسلام کے بعد حضرۃ ابراھیم کا نام لیا گیا اور انکو حضرۃ موسیٰ و عیسیٰ کے ناموں پر مقدم رکھا - نہ اسلیے کہ بلحاظ زمانے کے وہ مقدم تھے ' کیونکہ زمانے کو تو یہاں بالکل نظر انداز کردیا گیا ہے اور دعوۃ نوحي کے بعد دعوۃ اسلامي کا نام آگیا ہے ' بلکہ صرف اسلیے کہ حضرۃ ابراھیم بھي مثل حضرۃ نوح و حضرۃ ختم المرسلین کے موسس تھے - اسلیے وہي اس صف میں کھڑے ہوسکتے تھے - البتہ انکے بعد انکے مجددوں کا بھي خاص طور پر ذکر کیا گیا ' تاکہ ایک طرف تو یہ واضح ہوجاے کہ موسس و مجدد ' دونوں طرح کے نبیوں کا مقصد ہمیشہ ایک ہي رہا ہے اور سب کو ایک ہي دین الہي کي وصیت کي گئي ہے ' دوسري طرف یہودیوں اور عیسائیوں کے تخاطب میں اُن انبیاء کا ذکر آجاے جن کي ذات سے انکا اولین تعلق ہے -

(اتحاد دعوۃ نوحي و ابراھیمي)

(٤) سورۂ انعام میں ایک مقام پر یہ تفصیل حضرۃ ابراھیم کے مقامات و درجات الاھیہ کا تذکرہ کیا ہے - وہاں فرمایا :

وتلك حجتنا آتيناها	" اور یہ ہماري ہي حجۃ تھي جو
ابراهيم على قومه ' نرفع	ہم نے ابراھیم کو اُسکي قوم کے مقابلے
درجات من نشآء ' ان	میں عطا کي - ہم اپنے بندوں میں سے
ربك حكيم عليم -	جسکو ظہور حق کیلیے چن لیتے ہیں '
ووهبنا له اسحاق	اسکے مدارج علم الہي کو اسي طرح بلند
ويعقوب كلاً هدينا '	کرتے ہیں - بلا شبہ تمھارا پروردگار
ونوحا هدينا من قبل -	حکیم و علیم ہے کہ اسکے تمام کاموں کے
ومن ذريته داود و	اندر حکمتیں اور مصلحتیں ہوتي ہیں -
سليمان وايوب الخ	اور پھر دیکھو کہ ہم نے ابراھیم کو اسحاق
(٦ : ٨٤)	اور یعقوب جیسي نسل دي کہ اون

دونوں کے آگے دین حق کي راہ ہم نے کھول دي تھي ' اور یہاں یہ بھي یاد رہے کہ ابراھیم سے پہلے نوح کو بھي دین حق کي راہ اسي طرح ہم دکھا چکے ہیں - بہر حال ہم نے ابراھیم کو اسحاق و یعقوب کي نسل دي ' اور نیز اسکي ذریت میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب (الخ) کو پیدا کیا "

اس آیۂ کریمہ کا انداز بیان بھي کس قدر واضح و نمایاں طور پر اس حقیقت مستورہ کو بے حجاب کر رہا ہے ؟

یہاں تذکرہ صرف حضرۃ ابراھیم علیہ السلام کا ہے جو " واذ قال ابراھیم لابیہ اذر " سے شروع ہوا ہے اور مسلسل بڑھتا آیا ہے - اسي سلسلہ میں حضرۃ ابراھیم اور انکي قوم کے مباحثۂ حق و ضلالت کا ذکر کیا ہے اور ایک خاص برھان الہي کو نقل کرکے " حجۃ " قرار دیا ہے - پھر فرمایا ہے کہ یہ ہماري حجۃ ہے جو ہم نے ابراھیم کو دي اور اونکے درجات کو بلند کیا -

اب یہ بالکل ظاهر هے که یہاں حضرة نوح کا کوئي تذکرہ نہ تھا - نہ اس سے پہلے انکي طرف اشارہ کیا گیا هے - ذکر صرف حضرة ابراهیم کا هے اور انکي اس فضیلت کا هے که خدا نے حضرة اسحاق اور انکے بعد حضرة یعقوب کے ذریعہ نسل ابراهیمي کو پھیلایا اور زمین پر قائم کیا - لیکن یکایک درمیان میں ایک جملۂ معترضہ سا آگیا هے جو بظاهر ربط بیان کے بالکل مخالف هے که " و نوحا هدینا من قبل " اور نوح جنکو انسے پہلے هم نے هدایت بخشي - سوال یہ هے که اس جملۂ معترضہ کا یہاں کون موقعہ تھا ؟ اور حضرة ابراهیم کے تذکرہ میں بغیر ربط بیان کے صرف حضرة نوح کے ظہور و هدایت بخشي کي جانب اشارہ کر دینا کیوں ضروري هوا ؟

ممکن هے که جن لوگوں کے نزدیک کلام الہي کي تقدیس و عظمت کیلیے ربط بیان و ترتیب مطالب کچھہ ضروري نہیں هے ' (حالانکہ وہ خود انسان هوکر اپنے بیان کیلیے ضرور ري سمجھتے هیں) وہ اس چیز کو چنداں قابل غور نہ سمجھیں - لیکن الحمد لله هم که انسانوں کے اندر مربوط و مرتب بیان کرنے کي قدرت دیکھتے هیں ' کسي طرح اسکا تخیل بھي نہیں کر سکتے که خدا کے کلام کو بے ربط قرار دیں - انسان اگر نہیں سمجھتا تو اُسکے لیے بہتر هے که اپني سمجھہ کا گلہ کرے ' بہ نسبت اُسکے که کلام الہي کي عظمت کو اپني کم فہمي سے آلودہ کرے !

پس واضح هوکہ یہ آیۃ کریمہ بھي بلحاظ اپنے خاص موضوع بحث کے اسي طرح مربوط اور متصل بیان هے ' جیسا که اول سے لیکر آخر تک قرآن حکیم کا هر حصہ مرتب و منظم هے - بلاشبہ یہاں صرف حضرة ابراهیم هي کا تذکرہ هے - حضرة نوح کا کوئي تذکرہ نہیں ' لیکن حضرة ابراهیم کے مقامات میں سے اُس مقام کا تذکرہ آگیا هے جو انکي دعوة کي قوة مرسومہ اور اسکے آثار باقیہ و جاریہ سے تعلق رکھتا هے - یعني یہ بیان شروع هوگیا هے که هم نے انکے وجود کو هدایت ارضي کا ایک ایسا تخم بنایا جس سے بے شمار شاخیں آگے چلکر پھوٹیں اور پھیلیں ' اور انکو حضرة اسحاق و حضرة یعقوب کي نسل دي جس سے کتنے هي انبیاء و مجددین پیدا هوے ' اور اپنے اپنے عہدوں میں دعوة ابراهیمي کي تجدید کرتے رهے - و وهبنا له اسحاق و یعقوب - چونکہ حضرة ابراهیم کا یہ درجہ اسي طرح کا تھا ' جیسا که درجۂ تاسیس حضرة نوح کو انسے پہلے دیا گیا تھا ' اور انکي دعوة مرسومہ کي نسل و ذریت عرصہ تک قائم و جاري رهي تھي ' اسلیے ضرور تھا که اسکي طرف بھي اشارہ کردیا جاتا ' تا که حضرة ابراهیم کي اس فضیلت و خصوصیت کي صنف واضح هو جاے - چنانچہ ایسا هي کیا گیا ' اور بتلادیا گیا که حضرة ابراهیم کو جو ایک نسل هدایت هم نے بخشي ' تو یہ اُسي قسم کي بخشش الہي هے ' جیسي که انسے پہلے حضرة نوح کے ذریعہ هوچکي هے - انکي نسل بھي نسل ابراهیمي کي طرح هدایت ارضي کیلیے عرصہ تک قائم رکھي گئي -

حضرة نوح کا ذکر ' حضرة اسحاق و یعقوب کے بعد کیا هے نہ که پہلے - تم جانتے هو که حضرة اسحاق و یعقوب هي سے نسل ابراهیمي بني اسرائیل کے نام سے بڑھي اور پھیلي ' اور یہ بھي تمھیں معلوم هے که حضرة یعقوب هي کا دوسرا نام " اسرائیل " تھا - پس یہ کیسا کھلا ثبوت هے اس امر کا که حضرة نوح کا یہاں ذکر صرف بقاء نسل و ذریت کے اشتراک اور هم صنفي هي کي بنا پر کیا گیا هے ' اور چونکہ اس وصف میں صرف رهي ایک ایسي دعوة تھي جو حضرة ابراهیم کي دعوة مرسومہ سے نسبت رکھتي تھي ' اسلیے صرف اسي کا ذکر کیا گیا - اُن کا ذکر نہیں کیا جو موسس کي جگہ مجدد تھے - مثلاً حضرة صالح ' حضرة هود ' حضرة لوط ' علیهم السلام -

تاریخ و عبر

الحرب فی الاسلام

(از جناب شیخ محمد اسماعیل صاحب پاني پتي)

(۱)

دور تہذیب و مدنیت کے آغاز میں انسانوں کي جرگہ بندیاں هوا کرتي تھیں ' اور ان کي فوجیں رهي خاندان و قبیلہ کے افراد - جس وقت لڑائي یا جنگ کي نوبت آتي یا جدال و قتال کي ضرورت هوتي ' تو هر ایک خاندان و قبیلہ کے اشخاص بلا کسي نظام و ترتیب کے یکجا جمع هوجایا کرتے تھے ' اور جنگ کے بعد هر شخص کو اتنا هي حصہ مال غنیمت کا ملتا تھا جتنا وہ اپني بہادري ' زور و قوت ' اور جوانمردي سے حاصل کر سکتا - مگر جب لوگوں نے حضریت اختیار کي تو کاروبار باهم تقسیم کر لیے گئے ' حکومتیں قائم هوئیں ' الگ الگ پیشے ' جدا جدا عمل اختیار کیے گئے ' اور اسیوقت سے فوجي ملازمت کي بنا پڑي - سب سے پہلے جس حکومت نے فوج کو بھرتي کیا ' وہ " مصر کي فرعوني حکومت " تھي - خیال کیا جاتا هے که پہلے پہل اسکي ابتدا عیسی علیه السلام سے تقریباً دو هزار برس پیشتر اُس وقت پڑي جبکہ فراعنۂ مصر نے حبشیوں اور زنگیوں کي ایک تعداد کثیر کو بھرتي کرکے ایک باقاعدہ فوج مرتب کي ' اور اُسکي مدد سے " بحر احمر " کے سواحل پر آباد شدہ اقوام و قبائل کو مسخر کرلیا - بعد ازاں دوسري قوموں نے اس کي تقلید کي اور مختلف حکومتوں نے اسي کا تتبع کیا - چنانچہ اشوریا ' بابل ' فینیقیہ ' اور یونان کي قدیم حکومتوں نے اس طریقہ کو اختیار کیا - یونان سے رومیوں نے اخذ کیا ' اور رومیوں سے مسلمانوں نے سیکھا -

فراعنۂ مصر کے یہاں " فوجي نظام " بدیں شکل قائم هوتا تھا که وہ اپني افواج کو لنبي ' گنجان ' اور سیدھي صفوں میں کھڑا کیا کرتے تھے - اسکي تائید اُن عمارات کہنہ کے کھنڈرات اور محلات شکستہ کے بوسیدہ در و دیوار سے بخوبي هوسکتي هے جو مصر میں اپنے متکبر و متمرد مکینوں کي یادگار هیں ' اور جن پر صفوف لشکر کي متعدد تصاویر کھیچي هوئي پائي گئي هیں -

حکومت مصر سے اس طریقہ کو اهل یونان نے استنباط کیا ' اور اپنے یہاں اسکو کسي قدر ترمیم و تنسیخ کے بعد رائج کیا - انهوں نے " پلٹنیں " تیار کیں جن کو وہ (Phalanx) کہتے تھے - اُن کے نظم و ترتیب کي صورت یہ تھي که فوجي سپاهي بالکل سیدھي صفوف میں کھڑے هو جاتے تھے - ۴۰۰۰ جوانوں سے ایک پلٹن مرتب هوتي - کھڑے هونے کا طریقہ یہ تھا که ایک سپاهي دوسرے سپاهي سے چند قدم کے فاصلے پر اپنے مقابل والے سپاهي کي بالکل سیدھہ میں کھڑا هوتا ' اور صفیں ایک دوسرے کے پیچھے برابر چلي جاتیں - ایک عرصے تک یہ فوجي نظام بدستور اپني حالت پر قائم رها - لیکن مقدونیہ کے بادشاہ اور سکندر اعظم کے باپ " فیلقوس " نے پلٹن کے سپاهیوں کي تعداد مذکورۂ بالا شمار سے دگني کر دي ' اور پھر فیلقوس کي وفات کے بعد اُس کے بیٹے سکندر اعظم نے چوگني کردي - سکندر نے سپاهیوں کو اس قدر پاس پاس کھڑا کرنا شروع کیا که اُن کے کندھے باهم ملے رهتے تھے ' اور ان کي ڈھالیں ایک دوسرے سے ٹکراجاتي تھیں - نیز اس نے سپاهیوں کیلیے عجیب طرز اور نئے طریقے کے نیزے بنوائے تھے ' جنمیں سے اکثر نیزے چوبیس چوبیس فیٹ لنبے هوتے تھے - سب سے پہلي صف

کے نیزے چھوڑے ہوا کرتے تھے' اور مابعد کی صفوف کے درجہ بدرجہ بڑے ہوتے چلے جاتے تھے - یہاں تک کہ صف پنجم کے نیزے تقریباً تین قدم آگے کو نکلے رہتے - فیلقوس نے سواروں کی بھی ایک جماعت مرتب کی تھی - سکندر نے اس جماعت کے اسلحہ میں بھی اضافہ کیا ' اور منجملہ جدید اسلحہ کے ایک ہتھیار " منجنیق " بھی تھا -

فوج کا یہی زبردست نظام تھا جس کے ذریعہ سکندر تمام دنیا کو مغلوب کر سکا !

(رومی فوج)

رومی حکومت قائم ہوئی تو اُس نے یونانی صف بندی کے طریقہ کو اپنے یہاں رائج کیا - رومی لشکر آغاز حکومت میں ایک ایسے گروہ سے مرکب ہوتا تھا جسکے افراد کی تعداد ۶۰۰۰ ہوا کرتی تھی' اور یہ تعداد تین طبقات کے اشخاص سے ترکیب پاتی :

(۱) - نوجوان لوگ - جن کی صف لڑائی میں سب سے آگے رہتی تھی -

(۲) - ادھیڑ عمر کے لوگ جو دوسری صف میں رہتے تھے -

(۳) - تجربہ کار اور جنگ آزمودہ لوگ - سب سے پیچھے تیسری صف میں -

ان میں سے ہر ایک کے آگے ایک جماعت سواروں کی بھی موجود رہتی جو تلواریں حمائل کیے' جھنڈیاں ہاتھوں میں لیے' اپنی ڈیوٹی پر مامور رہا کرتے تھے تاکہ پیادہ فوج کو بچانیکے کام آئیں - اور ضرورت پر اُن کی مدد کریں' اور موقع پڑے تو دشمنوں کو اپنے ساتھ الجھائے رکھیں -

بعد ازاں رومیوں نے فوج کی اس فرقہ بندی کو بغیر صف کی ترتیب کے متعدد ٹکڑیوں میں منقسم کردیا - ہر ایک ٹکڑی کی تین قسمیں ' ہر قسم کے دو حصے ' اور ہر حصے میں ایک سر سپاہی ہوا کرتے تھے - یہ طریقہ قدیم نظام مذکورہ سے بالکل خلاف تھا - کیونکہ اسمیں سپاہیوں کی صرف ایک ہی پلٹن نہیں ہوتی تھی' بلکہ متعدد ٹکڑیاں ہوتی تھیں ' اور ہر ایک ٹکڑی بجائے خود ایک فوج ہوا کرتی - صفحات آیندہ میں اسکی تفصیل بیان کیجائیگی - اسلامی فتوحات شروع ہونے تک رومی فوج کا نظام اسی صورت پر قائم رہا ' اور اُسمیں کوئی تغیر نہیں کیا گیا -

ظہور اسلام کے وقت افواج رومیہ کی تعداد ۱۲۰۰۰۰ تھی' جس کے ہر دس ہزار سپاہیوں کا ایک جنرل ہوا کرتا تھا ' جو اکثر حالتوں میں " بطریق " ہوتا رہا ہے - اس بطریق کے ماتحت دو کپتان ہوتے تھے جن کو " طورمرخان " کہتے تھے - انمیں سے ہر ایک ۵۰۰۰ سپاہیوں پر کمان کرتا ' اور ہر ایک طورمرخان کے ماتحت پانچ " طربخاریہ " ہوتے تھے ' جنمیں سے ہر ایک ہزار آدمیوں کا افسر ہوتا - پھر ہر ایک طربخاریہ کے ماتحت پانچ " قومس " ہوتے - اور ہر ایک قومس ۲۰۰ سپاہیونکا افسر بنایا جاتا - قومس سے نیچے " قمطرح " اور اس کے ماتحت " دامرغ " ہوتا ' جسکے ماتحت دس سپاہی ہوتے - اس نظام میں آجکل کے فوجی نظام کے ساتھ پوری مشابہت نظر آتی ہے -

اہل فارس کے یہاں لشکر کے چار طبقے ہوتے تھے - پہلا طبقہ بڑے بڑے سرداروں کا ہوتا تھا' جنمیں سے ہر ایک کو " میر میران " کہا جاتا تھا - اسکے ماتحت چار اور افسر ہوتے تھے ' جنمیں سے ہر ایک کو " اسپہبد " کہتے - ہر اسپہبد کے نیچے چار " مرزبان " پھر ہر مرزبان کے نیچے چار " سالار " اور ہر سالار کے نیچے دس سوار اور پانچ پیدل ہوا کرتے - جنہیں " پیادہ " کہتے تھے -

(عربی فوج)

ظہور اسلام سے قبل اہل عرب بالکل بدوی تھے - وہ بالکل وحشیانہ اور بدویانہ زندگی بسر کرتے اور اُسی میں مگن رہتے - اُن کے یہاں فوج کا بھی نظام نہ تھا - قبائل جدا جدا تھے - جب کوئی قبیلہ جنگ کیلیے طیاری کرتا تو اپنے یہاں کے مردوں کو چھانٹ کر انہیں سے فوج مرتب کرلیتا جن میں سوار اور پیدل دونوں طرح کے لوگ ہوتے تھے - اُن کے پاس زمانۂ جاہلیت کے مشہور اسلحہ مثلاً کمان ' نیزہ ' اور تلوار وغیرہ موجود ہوتے - ہاں اُن عربی سلطنتوں میں جنھوں نے اسلام سے قبل تمدن کا عروج پایا ' فوجی نظام کا وجود پایا جاتا ہے - جیسے شاہان تبع اور حکمرانان حمیر' اور منذری گھرانے کے فرمانروا جنکا دارالسلطنت حیرہ ایک مشہور شہر تھا - مورخین نے ان مناذرہ کے یہاں دو فوجی جماعتوں کا ہونا بیان کیا ہے' جنمیں سے ایک کو " دوسر " اور دوسری کو " شہباء " کے نام سے موسوم کرتے تھے - باقی رہے حجاز کے عرب ' تو وہ اسلام سے پہلے اُسی بدوی فطرت پر قائم تھے جسکا اوپر ذکر آچکا ہے -

اسلام کا ظہور ہونیکے بعد اہل اسلام باقی تمام اہل عرب سے علیحدہ ہوگئے ' اور دین و مذہب کی اجتماعی قوت نے انہیں یکدست بنا کر دشمنان دین کے ساتھ جنگ کرنے کیلیے متفق اور متحد کردیا - یہی وجہ ہے کہ اسوقت جسقدر اہل عرب مسلمان ہوے تھے ' سب کے سب سپاہی تھے - مسلمانوں کے اولین سپاہی تو مہاجرین تھے' مگر وہ مدینہ میں آے تو انصار سے ملکر ایک ہی جماعت بن گئے' جن کے کمان افسر خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے - اُن کا باہمی رابطہ اور معاہدۂ دوستی اسلامی بھائی چارہ کی قوت تھی - اُن دنوں مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی -

اسکے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ' ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ' اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانوں میں غزوات و فتوحات کیوجہ سے مسلمانوں کی تعداد بڑھتی گئی - کیونکہ اب روز بروز عربی قبائل کے ہر طرح کے لوگ نجد ' یمامہ ' یمن ' اور حجاز سے آ آکر ملتے جاتے تھے ' اور اسلامی اجتماعیت ان کو ایک جماعۃ بناتی جاتی تھی - آخرکار وہ تھوڑے سے بہت ہوگئے' اور انہوں نے باہم ہمدرش ہوکر شام ' عراق ' اور مصر کے ملکوں پر حملے کیے ' اور اِن سب کو فتح کرلیا ' نئے نئے شہر آباد کیے ' اور مختلف حصوں میں منقسم ہوکر علیحدہ علیحدہ مقامات میں رہنے لگے - چنانچہ کچھ لوگ مصر میں ' کچھ شام میں ' اور بعض عراق میں مقیم ہوگئے - بعض نے خاص خاص چھاونیوں میں سکونت اختیار کی -

ہر ایک چھاونی کی فوج قبائل اور گھرانوں کے اعتبار سے منقسم تھی - مثلاً " بصرہ " کے پانچ حصے تھے جن کو " اخماس " کہتے تھے - ہر ایک حصہ (خمس) میں ایک قبیلہ حسب ذیل قبائل میں سے رہتا تھا :

(۱) ازد (۲) تمیم (۳) بکر (۴) عبد القیس (۵) اہل عالیہ (قریش ' کنانہ ' ازد ' بجیلہ ' خثعم ' اور تمام گھرانا قیس عیلان کا اور مزینہ)

یہ سب مسلمان عربوں کے قبیلے تھے ' اور اہل کوفہ کے رہنے والوں کو اہل مدینہ کے نام سے موسوم کرتے تھے - ہر ایک خمس پر انہی قبائل کے اُمراء میں سے ایک شخص امیر ہوا کرتا - اسی نظام پر مسلمانوں کی اور تمام فوجی طاقتوں کو قیاس کرنا چاہیے - خواہ وہ کوفہ میں رہتے ہوں' یا فسطاط اور مدائن کے شہروں میں جن کو مسلمانوں ہی نے آباد کیا تھا - یا اُنکے علاوہ عراق ' شام ' اور مصر کے قدیم متمدن شہروں میں بس گئے ہوں جنکی آبادیوں کو خدا نے انکے لیے کھول دیا تھا ' اور اسلامی عدل و رحمت کی برکات نے وہاں کے باشندوں کو انکا حلقہ بگوش بنا دیا تھا !

باوجود اس کے تمام مسلمان سر بکف سپاهي تھے - انمیں سے کوئي شخص سواے شمشیر زني کے دوسرا کوئي پیشه یا کام اختیار نهیں کرتا تها - حضرت عمر رضي الله عنه نے انهیں کاشت و زراعت کے بکھیڑوں میں دخل دینے اور کھیتي باڑي کے دھندوں میں پڑنے سے بھي منع فرما دیا تها - کیونکه خلیفۂ ممدوح نے اس بات کو بخوبي سمجھه لیا تها که مسلمانوں نے ممالک کو فتح کرنے اور سرسبز زمینوں پر قابض و متصرف هونیکے بعد آرام طلبي اختیارکرنا اور جنگ سے دست کش هونا چاها تها - لهذا آپ نے تمام ممالک مفتوحه میں منادي کرادي که امیر افواج (جنرل) اپني اپني رعایا (سپاه) سے کهدیں : " بیت المال سے آن کا وظیفه مقرر کر دیا گیا هے - ان کے اهل و عیال کیلیے بھي وظائف کي ایک مقدارمعین هوچکي هے - اب وہ لوگ کھیتي کرنے یا بوڑے کي جانب مائل نه هوں "

حضرت عمر رضي الله عنه نے اس حکم میں اس دور اندیشي کو بھي ملحوظ رکها تها که جنگجو مسلمان کسي ملک کو اپنا وطن بنا کر کهیں اوسمیں با قاعده سکونت و قیام اختیار نه کرلیں ' اوراسطرح آن کو اپنے آن بھائیوں کي اعانت و امداد کیلیے جو کسي اور جگه مصروف جنگ هوں ' جانا ناگوار خاطر هو جاے - یا کسي علاقۂ مفتوحه کي حفاظت و انتظام کي غرض سے روانه هوتے وقت (جسکا اتفاق اکثر پڑا کرتا تها) نقل و حرکت شاق نه گذرے -

مسلمانوں کي عام جماعتوں کے علاوہ فوج کي ایک علحده جماعت کو مرتب کرنا ' حضرت عمر کے عهد میں دفاتر کهلنے کے وقت سے شروع هوا ' اور بنو امیه کے عهد میں مکمل هوا - اس کا بیان قارئین کرام آیندہ صفحات میں ملاحظه فرمائینگے -

تاریخ داں حضرات سے یه امر پوشیده نهیں هے که خدمات جنگي کا لزوم اور با قاعده فوجي ملازمت کا دستور زمانۂ بنو امیه کے وسط میں شروع هوا تها - اس سے پهلے لوگ محض جهاد کے طور پر لڑائیوں میں شریک هوکر مال غنیمت ' اور اپنے هاتهوں سے قتل کیے هوے دشمن کے ساز و سامان سے فائده اُٹهاتے تھے - حضرت عثمان رضي الله عنه کي شهادت (سنه ٣٥ هجري) کے بعد اهل اسلام بیروني دشمنوں کو چهوڑ کر آپس کے جهگڑوں میں مصروف هوگئے ' اور باهمي اختلافات کي وہ افسوس ناک ابتدا شروع هوگئي جس نے آگے چلکر ایک دائمي خانه جنگي کي شکل اختیار کرلي - مگر جب بنو امیه کے قبضه میں انتظام و انصرام سلطنت چلا گیا اور مسلمانوں کي سلطنت کا شیرازہ مکرر باهم متحد هوگیا ' اور امري عنصر کے غالب آ جانے سے فرقه بندیوں کا زور بھي گهٹ چلا ' تو اسوقت مسلمانوں کے خیالات کسي ایسے معامله پر رجوع اور مائل هونے سے رک گئے ' جو انهیں جنگ پر آماده کرے اور لڑنے رهنے کا شوق دلاے - یهي وجه تهي که اس زمانے میں قوم کے افراد کي مشغولیت میں آرام طلبي اور عیش و عشرت کا انداز شروع هوگیا - اس حالت کو دیکهکر خلفاء نے آیندہ نتائج کے خوفناک اور تباه کن انجام پر نظر کي اور مجبور هوے که فوجي ملازمت کا سلسله شروع کریں -

سب سے پهلے جس عهد میں فوجي ملازمت کي بنیاد پڑي وہ عبد الملک بن مروان (سنه ٦٥ هجري - تا سنه ٨٦ هجري - مطابق ٦٨٤ع تا ٧٠٥ع) کا عهد حکومت تها ' مگر اس کا موجد حجاج بن یوسف ثقفي کو خیال کیا جاتا هے - یه وہ زمانه تها جبکه اموي حکومت اپني ترقي و اقبال کے بلند ترین زینه تک پهنچ چکي تهي ' مسلمانوں کي نهایت کثرت هوگئي تهي ' اور لوگ هر قسم کے کاروبار خصوصاً زراعت و تجارت کي جانب زیاده مائل هو چلے تھے -

اگرچه اکثر اهل اسلام نے امیر معاویه کے عهد سلطنت میں جنگي اور فوجي خدمت سے الگ رہ کر گوشه نشیني اختیار کرنے یا دیگر مشاغل کیطرف مائل هونیکا قصد کیا تها - لیکن اس مدبر امیرنے ان سب کو اپني حکمت عملي سے باز رکها ' اور بالکل اپنے قابو میں کرلیا - بے دریغ انعامات اور عطیات کثیره سے وہ هر شخص کو اپنا گرویده و مطیع بنالیا کرتے تھے - مگر جب امیر معاویه کے بعد اُن کا بیٹا یزید (سنه ٦٠ هجري تا سنه ٦٤ هجري مطابق ٦٨٠ع تا ٦٨٣ع) اور اوسکے بعد معاویه دوم (سنه ٦٤ هجري تا سنه ٦٤ هجري - مطابق ٦٨٣ع تا ٦٨٣ع) پھر اُسکے بعد مروان بن حکم (سنه ٦٤ هجري تا سنه ٦٥ هجري - مطابق ٦٨٣ع تا ٦٨٤ع) حکمراں هوے - تو چونکه اُن لوگوں میں سے ایک بھي اس ڈهنگ کا آدمي نه تها که لوگوں کے دل اپني جانب مائل کرتا اور قابو میں رکهه سکتا ' یا مسلمانوں کو اپني اطاعت سے منحرف نه هونے دیتا ' اسلیے فوجي لوگوں کو آرام طلبي کي جرات هوتي گئي ' اور وہ رفته رفته عیش و عشرت میں منهمک و مشغول هوگئے - چنانچه جب عبد الملک بن مروان خلافت کا والي هوا ' تو اُسوقت بھي فوج و لشکر کي وهي حالت تهي جو اوپر بیان کي گئي - نه تو سپاهي اسکے ساتهه کوچ کرتے تھے اور نه اُسکے مقام کے ساتهه قیام کرتے تھے - عبد الملک نے اِس بے ضابطگي کي شکایت اپنے " صاحب شرطه " (پولیس کمشنر) " روح بن زنباع " سے کي - اُس نے کہا که " امیر المومنیـــن ! میري ماتحتـــي میں ایک شخص هے حجاج بن یوسف - اگر آپ اُسے اپني فوج کا افسر بنادیں تو یقین هے که وہ تهوڑے هي عرصه میں سب کو ٹهیک ، اور سیدها کردیگا - وہ ضرور فوج کو آپکے ساتهه مقیم کرالیگا ' اور آپ کے همراه کوچ کا حکم دیگا - میرا خیال هے که وہ آپ کے لیے نهایت مفید ثابت هوگا " عبد الملک نے اُس کي بات مان لي اور حجاج کو فوج کا افسر بنا دیا - حجاج نهایت تند مزاج اور ظالم شخص تها ' اسلیے کسي سپاهي کو اُسکے حکم سے سرتابي کرنے کا یارا نه تها - اُسوقت سے فوج برابر خلیفه کے ساتهه کوچ و مقام کرنے لگي -

مگر خود " روح بن زنباع " کے ماتحت پھر بھي اس قاعده کي پابندي نه هوتي تهي - اسکے سپاهي حجاج کے حکم کي ذرا بھي پروا نه کرتے - ایک دن حجاج نے ان لوگوں کو دیکھا که اور تو سب کوچ کرگئے هیں لیکن وہ ابھي کهانا کها رهے هیں - حجاج نے یه حالت دیکهه کر اُن سے دریافت کیا : " تم لوگ امیر المومنین کے ساتهه کوچ کرنے سے کیوں رک گئے ؟ " روح بن زنباع کے ملازموں نے بجاے اسکے که کوئي عذر یا اپني خطا کا اقرار کرتے ' حجاج کو مخاطب کرکے جواب دیا : " اے نالائق ! تو بھي گهوڑے سے اُترکر همارے ساتهه کهانا کهالے " حجاج نے انکي یه گستاخي اور سرکشي دیکهکر کہا : " افسوس ! ابتو میري جو کچهه ان کي پاسداري تهي وہ بھي جاتي رهي " یه کهه کر اُس نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا که ان لوگوں کو کوڑوں سے پیٹ کر تمام فوج میں پھراؤ اور تشهیر کرو - اور روح بن زنباع کے خیموں کو بھي آگ لگاکر جلادو - حجاج کے ماتحتوں نے اس حکم کي فوراً تعمیل کي - جب روح بن زنباع کو ر اقعه کا علم هوا تو وہ روتا پیٹتا عبد الملک بن مروان کي خدمت میں پهنچا اور عرض کیا : " امیر المومنین ! حجاج بن یوسف جو دل تک میري ملازمت میں ایک ادنیٰ خادم کي حیثیت رکهتا تها ' آج اُس نے میرے غلاموں کے کوڑے لگواے ' اور میرے خیمے جلوا دیے " عبد الملک نے جهلا کر حجاج کي طلبي کا حکم دیا - حجاج حضور میں پیش هوا تو عبد الملک نے غضب ناک اس واقعه کا سبب دریافت کیا :

حجاج : " امیر المومنین ! میں نے کیا کیا ؟

عبد الملک : " اگر تونے نہیں کیا تو اور کس نے کیا ؟ "

حجاج : " واللہ ! اے امیر المومنین !! یہ کام آپ نے کیا !! میرا کوڑا آپکا کوڑا اور میرا ہاتھہ آپکا ہاتھہ ہے - امیر المومنین کے نزدیک یہ کوئي بڑي بات نہیں کہ وہ روح بن زنباع کو ایک غلام کے بدلے دو غلام اور ایک خیمے کے بدلے دو خیمے عطا فرمادیں ' مگر مجھے جو درجہ امیرالمومنین نے عطا فرمایا ہے ' اس سے محروم کرنا شان کرم کے خلاف ہوگا "

خلیفہ نے یہ جواب سنا تو مسکرادیا اور روح بن زنباع کو اُسکے ضائع شدہ سامان کا کافي معاوضہ دلواکر حجاج کے منصب میں بھي ترقي کردي - یہ پہلا موقعہ تھا کہ خلیفہ کو حجاج بن یوسف کي کارگذاري اور لیاقت کا علم ہوا ' اور اُسي روز سے وہ اسکي قدر کرنے لگا -

البـــلاغ :

شیخ اسماعیل صاحب پاني پتي مندرجۂ بالا موضوع پر ایک مسلسل مضمون لکھنا چاہتے ہیں جسکا یہ پہلا نمبر ہے - یہ تکرہ ہم نے شائع کردیا ' لیکن چند امور کي تصریح و تذئیل ضروري ہے :

(۱) آپکا یہ مضمون غالباً جارج زیدان مصري ایڈیٹر الہلال قاہرہ کے مضمون سے ماخوذ ہے ' جو بجنسہ اسي عنوان سے (یعني " العرب في الاسلام " سے) گذشتہ جنگ طرابلس کے زمانے میں شائع ہوا تھا - اگر ایسا نہیں ہے (کیونکہ محض حافظہ کي بنا پر میں کہہ رہا ہوں اور الہلال کے وہ نمبر پیش نظر نہیں ہیں) تو اسمیں تو کچھہ شک نہیں کہ تمام تر اسي کي تصنیفات اور علی الخصوص " تاریخ التمدن الاسلامي " سے ماخوذ ہے - چنانچہ ایک دو موقعوں پر آپنے انکا حوالہ بھي حاشیہ میں دیا تھا - میں نے انہیں کاٹ دیا ' کیونکہ یہ حوالہ مضمون کي توثیق کیلیے کچھہ مفید نہ تھا -

(۲) بلاشبہ جارج زیدان مصري کي تصنیفات نہایت مفید اور پر از معلومات ہیں ' علی الخصوص اسکے وہ حصے جو مستشرقین یورپ کي تحقیقات سے مترجم و مقتبس ہیں ' اور براہ راست تحقیقات یورپ کا مطالعہ خالي از دقت نہیں - لیکن آپکو معلوم ہونا چاہیے کہ تاریخ اسلام کي تحقیق و تفتیش کے میدان میں اسکا مرتبہ ایک معمولي درجہ کے حاطب اللیل سے ہم لوگ زیادہ نہیں سمجھتے ' اور استخراج و استنباط ' مطالب میں تو وہ نہایت ہي کوتاہ نظر ہے - بڑي مصیبت یہ ہے کہ طرز بحث و استدلال و عقائد نظریات تاریخي میں یکقلم مستشرقین و مورخین یورپ کي تقلید کرتا ہے اور اسلیے وہ اپنے تمام مطالعہ و نظر سے صرف یہ کام لیتا ہے کہ جس چیز کو اسکے ائمۂ فرنگ نے اجتہاداً لکھدیا ہے ' اسکے لیے کوئي نہ کوئي شاہد پیدا کرلے - پھر اس راہ میں سخت سخت ٹھوکریں ہیں اور گمراہیاں ' سوء تفہم ہے اور سوء نظر ' غلطي استدلال ہے اور ضلالت استنباط ' جہل مصطلحات علوم ہے اور قلت معلومات فن :

ظلمات بعضھا فوق بعض !

تاریخ اسلام کا تمام تر ذخیرۂ اصلي قدماء مورخین ہیں ' اور انکي مطبوعہ کتابوں سے وہ بے نصیب بھي نہیں ' لیکن اکثر مقامات میں معلوم ہوتا ہے کہ اس ذخیرہ کے صحیح مطالعہ و نظر سے وہ محروم ہے ' اور واضح سے واضح تصریحات پر بھي اُسکي نظر نہیں پڑتي - پھر بہت سے مقامات ایسے بھي ہیں جہاں فی الحقیقت اسکي عصبیۂ مسیحي نے احقاق حق سے باز رکھا ہے ' اور عمداً واضح ترین تصریحات سے بھي اعراض کر جاتا ہے - یہ حالت افسوس ناک ہو مگر تعجب انگیز نہیں - کیونکہ ہمیں قرآن حکیم نے بتلایا ہے کہ " تحریف الکلم عن مواضعہ " اور " کتمان حق " اہل کتاب کا قدیم ترین علمي و قومي ورثہ ہے : وان فریقاً منھم لیکتمون الحق وھم یعلمون (۲ : ۱۴۱)

جارج زیدان کے متعلق یہ جو کچھہ ظاہر کیا گیا ' تو اسکي بنا صرف یہي نہیں ہے کہ پچھلے دنوں مولانا شبلي مرحوم نے " الا نتقاد " لکھکر اسکے بہت سے متعصبانہ فریبوں کي پردہ دري کي تھي ' اور وہ اپني عمر میں پہلي مرتبہ عاجز و درماندہ ہوکر بیٹھہ گیا تھا - کیونکہ الا نتقاد کے جزئیات و افراد اعتراضات میں بہت سے اعتراضات ایسے بھي ہیں جنکي نسبت میں مولانا مرحوم سے اتفاق نہیں کرسکتا ' اور ایک حد تک جارج زیدان کو (صرف اتنے دائرہ کے اندر) بے قصور پاتا ہوں - مثلاً بحث کا وہ حصہ جہاں مولانا بنو امیہ اور حجاج وغیرہ کے اُن مظالم سے بھي قطعي انکار کردیتے پرمائل ہیں جنکو یعقوبي ' طبري ' دینوري ' اور ابن اثیر وغیرہ صاف صاف لکھہ رہے ہیں ' اور دلیل میں حافظ سیوطي کي تاریخ الخلفاء کو پیش کرتے ہیں جس نے مسلم کي حدیث ائمۂ اثنا عشر کي گنتي پوري کرنے کیلیے یزید اور ولید تک کو (باوجود اقرار فسق و فجور) خلفاء و ائمۂ حقہ میں داخل کرلیا ہے !

بلکہ مصنفات جارج زیدان کے تاریخي نقائص کا میدان اس سے بھي زیادہ وسیع ہے ' اور اسکي مسیحي عصبیۂ جاہلیۂ نے بے شمار نئے نئے اصول و فروع وضع کرلیے ہیں - صرف تاریخ التمدن کے اگر حصۂ دوم و پنجم ہي کو پیش نظر رکھہ لیا جاے ' تو مسلمانوں کي تمدني و علمي تاریخ کے اقلاً پچاس ساٹھہ اغلاط گن کر بتلا دیے جاسکتے ہیں -

بہرحال مقصود اصلي یہ ہے کہ آپ لوگ جارج زیدان کي تصنیفات کو کوئي معتمد و مستند چیز نہ سمجھیں ' اور یہ عقیدہ نہ رکھیں کہ اسکي کتابوں کا حوالہ بقید جلد و صفحہ دیدینا کوئي بڑا ہي وسیلۂ توثیق و تصدیق ہے - حوالے سے مقصود تصدیق ہے مگر اس سے اور زیادہ تضعیف ہوجاتي ہے - اصلي چیز خود قدماء کا ذخیرۂ تاریخي ہے اور ہمت کرني چاہیے کہ براہ راست اسي سے اکتساب مواد کیا جاسکے -

(۳) چنانچہ اس اعتماد و تقلید کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپکے مضمون میں جا بجا نہایت اہم غلطیاں پیدا ہوگئیں ' اور مسلمانوں کے فوجي نظام کي تاریخ کا نصف تکرہ آپنے بالکل ضائع کردیا -

جارج زیدان کا تمام تر دارو مدار اپنے ائمۂ فرنگ پر ہے ' مستشرقین یورپ مسلمانوں کي ہر تمدني ترقي کو کسي قدیم متمدن قوم کي تقلید ثابت کرنے کیلیے ہمیشہ بیقرار رہتے ہیں ' اسلیے اس نے بھي مسلمانوں کے فوجي نظام کي تاریخ میں دو سخت تاریخي فریب ڈالدیے :

(الف) مسلمانوں کا فوجي نظام تمام تر رومي نظام سے ماخوذ تھا -

(ب) چنانچہ اسي لیے جب تک مسلمانوں کو قدیم متمدن قوموں کي تہذیب سے متمتع ہونے کا موقعہ نہیں ملا ' وہ کوئي با قاعدہ نظام قائم نہ کرسکے - تمام عہد خلفاء راشدین اور اوائل عہد بنو امیہ فوجي نظام کي باقاعدگي سے خالي تھا - البتہ جب عبد الملک بن مروان کے عہد میں متمدن اقوام کا اختلاط پوري وسعت کے ساتھہ مسلمانوں کو نصیب ہوا ' تو انھوں نے بھي اسکي تقلید کي اور اسي طرح کا ایک نظام قائم کرلیا -

لیکن آپ پر واضح ہونا چاہیے کہ یہ دونوں بیان یکسر غلط ہیں ' اور یا تو انکا مبدء فریب ہے یا جہل شدید - علامۂ بلاذري ' ابن سعد ' ابن قتیبہ ' ابو حنیفہ دینوري ' طبري ' یعقوبي ' اور کتب حدیث و آثار کے واضح و مصرح شواہد اسکے خلاف اس کثرت سے موجود ہیں کہ جارج زیدان کي جرأت پر سخت تعجب ہوتا ہے ' اور غالباً کثرت اغلاط و دسائس سے گھبرا کر مولانا شبلي مرحوم نے ان امور کو بالکل نظر انداز کردیا تھا -

میں آیندہ نمبر میں اسکے متعلق چند کلمات لکھونگا -

اسیران جنگ

(۱)

یورپ نے جب کبھی اپنے تمدني احسانات کا افسانه دنیا کو سنایا هے، تو اوسکے با اثر بنانے کیلیے:" اسلام" اور" غلامي" کي داستان پارینه کو بھي ضرور دوهرایا هے - حالانکه اس آسمان کے نیچے صرف اسلام هي ایک ایسا لفظ هے جسکا ساتھه " غلامي " کا لفظ کسي حالت میں بھي جمع نہیں هوسکتا : والله یعلم انهم لکاذبون !

لیکن اسکے متعلق پہلا سوال یه هے که کیا اسلام هي اس بدعت سئیه کا موجد هے ؟ کیا دنیا کي دوسري مہذب قومیں فاتحانه حوصله مندیوں کے جوش میں گلا کاٹنا جانتي تھیں لیکن گلے میں طوق ڈالنا نہیں جانتي تھیں ؟ دنیا کي قدیم تاریخ اس سوال کا جواب نہایت مایوسانه اور دردناک الفاظ میں دیتي هے - گذشته قومیں اسیران جنگ کو ایسا مجرم خیال کرتي تھیں جنکي حمایت کوئي قانون نہیں کرسکتا تھا - اور اسلیے عموماً اُنھیں نہایت بیرحمي کے ساتھه ذبح کر دیا جاتا تھا -

چنانچه جنگ کے قیدیوں کے متعلق اشوري، فنیقي، مصري، اور یہودي قوموں کا عام طرز عمل یہي تھا، بلکه انکا دست تطاول کبھي کبھي آزاد رعایا کي شہرگ تک بھي پہونچ جاتا تھا - فرعون نے بنو اسرائیل کے بچوں کو اسي ظالمانه طرز عمل کي بنا پر ذبح کرنا شروع کیا تھا - ایک مدت کے بعد خود غرضي نے اس ظالمانه نظام میں ایک نیا انقلاب پیدا کیا، یعني قتل کي جگه غلام بنانے کا رواج هوگیا جو فاتح و مفتوح، دونوں کیلیے قتل سے بہر حال بہتر تھا - سب سے پہلے روما نے اسکي ابتدا کي - ابتداء میں جو سپاهي جس شخص کو گرفتار کرتا، وهي اوسکا مالک هوجاتا، مگر چند دنوں کے بعد سلطنت روما نے اونکي ملکیت اپنے هي لیے مخصوص کرلي -

لیکن روم نے قرون وسطی میں پھر اسي وحشت قدیم کي تجدید کي، اور اسیران جنگ کي گردنیں غلامي کے طوق سے نکل کر ته تیغ آگئیں - ساتھه هي سلطنت کو اسیران جنگ کے متعلق بیع اور غلامي کا بھي عام اختیار حاصل هو گیا -

اسکے بعد خود غرضي نے ایک قدم اور آگے بڑھایا، یعني فدیه لینے کا رواج پڑا - اسکي بدولت بہت سے جنرل دولت مند هوگئے - اس اصول کو اس قدر ترقي هوئي که فدیه کي صورت نے ایک مستقل تجارت کي صورت اختیار کرلي، اور قیدیوں کے مختلف گروهوں کا خاص خاص نرخ مقرر کیا گیا -

لیکن اخیر زمانه میں برنا پارٹ نے یافه میں دو هزار قیدیوں کو قتل کرکے قدیم خونیں منظر کو پھر نئے آب و رنگ کے ساتھه دنیا کے سامنے پیش کیا، اور تہذیب و تمدن کے دربار میں یه عذر کردیا که "یه لوگ پہلي بار رها کردیے گئے تھے، اونھوں نے پھر دوبارہ جنگ میں شرکت کي، اور یه خونریزي اسي جرم کا نتیجه هے " لیکن یه عذر نامقبول هوا، اور اس وحشیانه طرز عمل پر عام نکته چیني کیگئي - اسکے بعد رحمدلي کے جذبات نے رفته رفته اسقدر ترقي کي که قیدیوں کي جلا وطني بھي تہذیب کے خلاف سمجھي گئي - یہاں تک که جب روس نے فرنچ قیدیوں کو سایبریا کي طرف جلا وطن کردیا تو اوس پر بھي سخت اعتراضات کیے گئے -

لیکن قدیم علماے سیاست میں اب بھي یه امر مختلف فیه رها که اسیران جنگ کے ساتھه اس قسم کا وحشیانه سلوک جائز هوسکتا هے یا نہیں ؟ اب اگرچه بہت سے بحث و مباحثه کے بعد یه اختلافات مٹ گئے هیں، اور زمانه حال کے مقننین نے یه متفقه فتوی دیدیا هے که " اسیران جنگ کو ایک محدود زمانے تک کیلیے اگرچه شرکت جنگ کے خوف سے قید رکھا جاسکتا هے، لیکن اونکو بیچنا، قتل کرنا، غلام بنانا، کسي قسم کا ضرر پہونچانا، کسي حال میں بھي جائز نہیں" تاهم یه مسئله اب بھي مختلف فیه هے که اگر خود قیدي فوج کے کسي سپاهي یا جنرل کو کوئي ضرر پہونچاے، یا اوسکو حراست میں رکھنا ناممکن هوجاے، تو ایسي حالت میں اوسکا قتل جائز هے یا نہیں ؟ بلونٹسکي اور هافنر نے جواز کا فتوی دیدیا هے، لیکن عموماً ارباب سیاست کي راے یه هے که " اس حالت میں بھي قیدي کو بالکل رها کردینا چاهیے - اگر کوئي جنرل کسي شہر یا کسي گاؤں کو اپنے قبضه میں نہیں رکھه سکتا تو اوسکے جلانے یا برباد کرنے کا حق اُسے حاصل نہیں هوجاتا، پھر جان تو اینٹ پتھر کے ڈھیر سے زیادہ بیش قیمت اور عزیز هے - پس صرف اس عذر کي بنا پر که قیدي قابو میں نہیں رهتا، اوسکا قتل کسیطرح جائز نہیں هو سکتا "

عام قیدیوں کے متعلق موجودہ قانون جنگ نے یه فیاضانه وسعت حاصل کي هے - لیکن جب وزراء اور سلاطین و امراء دشمن کے هاتھه آجاتے هیں، اور وہ بھي قیدیان جنگ میں محسوب هوتے هیں، تو اُسکي فیاضي کا دائرہ اور وسیع هو جاتا هے، اور انکے ساتھه عام قیدیوں کي طرح برتاؤ نہیں کیا جاسکتا - چنانچه عموماً تمام سلطنتوں نے ان کے حفظ مراتب کا لحاظ رکھا هے - جرمني کي فوجوں نے جب سیدان میں نپولین ثالث شاہ فرانس کو گرفتار کیا تو اوسکے ساتھه نہایت شریفانه سلوک کیا تھا، اور اسکے رهنے کیلیے خاص ایک محل خالي کردیا تھا - روس نے بھي امیر شامل چرکسي کي عزت و توقیر کو قائم رکھا تھا، اور انگریزوں نے اگرچه جزیرۂ هیلانا میں نپولین کے ساتھه اچھا برتاؤ نہیں کیا، لیکن زولوروں کے سردار اور ٹرانسوال کے جنرل کرونجي کے ساتھه حالت قید میں وہ بھي نہایت عزت و احترام کے ساتھه پیش آے تھے -

لیکن تمدن و تہذیب کي وسعت کے ساتھه جنگ کي خونیں چادر کا دامن بھي وسیع هوتا گیا، اور اسکے تمام نتائج کي ترقي کے ساتھه قیدیوں کي تعداد میں بھي غیر معمولي اضافه هو گیا - چنانچه پہلي جنگ جرمني و فرانس میں صرف فرانسیسي قیدیوں کي تعداد تین لاکھه پینتالیس هزار تک پہونچ گئي تھي، جن میں

۱۱۱۲ افسر بھي شامل تھے - اس بناپر اسیران جنگ کے متعلق ایک خاص قانون بنانے کی ضرورت محسوس ہوئي -

اب وہ قانون بنکر مکمل صورت میں دنیا کے سامنے آگیا ہے ' اور کہا جاتا ہے کہ تمام مہذب سلطنتیں اوسپر عمل کر رہي ہیں - اسیران جنگ کے متعلق اسلام کا جو طرز عمل تھا ' اوس پر نظر ڈالنے سے پہلے اس قانون پر نگاہ ڈال لینی چاہیے -

(موجودہ قانون اسیران جنگ)

اس قانون کے نتائج و دفعات حسب ذیل ہیں :

(۱) اسیران جنگ کي آزادي کو صرف اسقدر محدود کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپني فوج میں نہ جاسکیں - اسکے علاوہ نہ تو اونکو کوئي سزا دیجاسکتي ہے ' نہ اونکي توہین کي جاسکتي ہے ' اور نہ اونپر آب و دانہ بند کیا جاسکتا ہے -

(۲) قیدي کو فاتح کے فوجي نظام کا پابند ہونا پڑیگا - اگر اوس نے خلاف ورزي کي تو فوجي عدالت سزا دیسکیگي -

(۳) قیدیوں کے اسباب سے کسي قسم کا تعرض نہیں کیا جاسکتا ہے ' نہ اونکے بدن کا کپڑا اوتارا جاسکتا ہے ' نہ اونکي جیب سے کوئي رقم نکالي جاسکتي ہے ' اور نہ اونکے زیوروں کو ہاتھہ لگایا جاسکتا ہے - بوقت اشد ضرورت کے اگر اس پر عمل نا ممکن ہو جاے تو اس حالت میں بھي ضرور ہے کہ واپسي کے وقت ان چیزوں کو لازمي طور پر واپس کردیا جائے جو انسے علیحدہ کي گئي ہیں - لیکن حسن سلوک کے طور پر عموماً افسروں کو تلوار واپس کر دیدیجاتي ہے ' اور اب اسکا عام رواج ہو گیا ہے -

(۴) قیدي عموماً کسي محفوظ شہر یا قلعہ یا چھاوني میں رکھے جاتے ہیں - اونکے لیے ایک محدود مقام متعین کردیا جاتا ہے - اوس میں سُیر و تفریح کي بھي اجازت دي جاسکتي ہے - لیکن گننے کے وقت فوراً حاضر ہو جانا چاہیے -

(۵) افسروں کو عام قیدیوں سے زیادہ آزادي دي جاتي ہے - قیدي کو بھاگ جانے کے خوف سے یا قانون جنگ کي خلاف ورزي کرنے پر جیلخانے میں بھي قید کیا جا سکتا ہے ' لیکن اونکو مجرموں سے علحدہ رکھا جائیگا -

(۶) اگر متخاصمین میں شرائط مقرر ہوگئے ہیں تو اونکے مطابق کھانے پینے کے بارے میں قیدیوں کے ساتھہ عمدہ سلوک کیا جائیگا ' لیکن اگر اس قسم کے شرائط مقرر نہیں ہوے ہیں تو جو خوراک فاتح کي فوج کو ملتي ہے ' وہي قیدیوں کو بھي دیجائیگي ' اور صلح و مبادلہ کے وقت تک مصارف کا بار فاتح ہي کے خزانے پر ہوگا -

(۷) دیانت اور شرافت کا اقتضا یہ ہے کہ قیدي کو اپنے ملک و قوم کے خلاف شریک جنگ ہونے پر اور اپني فوج یا اپنے وطن کے افشاء راز کرنے پر مجبور نہ کیا جاے - البتہ قیدیوں سے اس قسم کے آسان کام لیے جاسکتے ہیں جو سخت تکلیف دہ ' اور پر خطر نہوں ' اور جنگ سے غیر متعلق ہوں ' نیز فوجي عزت کو اون سے صدمہ نہ پہونچے -

(۸) قیدیوں کا بھاگ جانا کوئي جرم نہیں ہے ' البتہ اونکے گرفتار کرنے کي ہر ممکن تدبیر اختیار کي جاسکتي ہے - یہاں تک کہ حالت فرار میں گولي بھي مار دي جاسکتي ہے - لیکن اگر وہ بھاگ کر اپني فوج سے مل گیا اور دوبارہ گرفتار ہوگیا ' تو اس جرم پر کہ پہلے بھاگ گیا تھا ' کوئي مزید سزا نہیں دي جاسکتي - البتہ اب اسکي نگراني سختي کے ساتھہ کي جائیگي -

لیکن اگر تمام قیدي بھاگنے کي سازش کرلیں اور اسکا راز طشت ازبام ہوجاے ' تو پھر اونکو ہر قسم کي سخت سزا یہاں تک کہ پھانسي بھي دیجاسکتي ہے -

(۹) کوئي قیدي دوسرے قیدي کا ذمہ دار نہیں ہوسکتا ' اسلیے اگر کوئي قیدي بھاگ جاے تو اوسکے دوسرے ساتھیوں سے باز پرس نہیں کي جاسکتي -

(۱۰) اگر قیدي عدم شرکت جنگ کا حتمي وعدہ کرلیں تو اونکو اثناے جنگ میں بھي رہا کیا جاسکتا ہے اور وہ اپنے وطن واپس جاکر دوسرے سیاسي مشاغل میں مصروف ہوسکتے ہیں ' نیز دوسرے ملکوں سے جنگ بھي کرسکتے ہیں ' بشرطیکہ وہ ملک اوس سلطنت کا حلیف نہو جس نے اونکو رہا کیا ہے -

لیکن اگر قیدیوں نے بد عہدي کي تو اس جرم میں پھانسي تک دیجاسکتي ہے - قیدي جس حکومت کي رعایا ہیں ' اگر وہ فوج کے اخلاقي حقوق کا بھي لحاظ رکھتي ہے ' تو اونہیں خدمت فوجي سے مستثنی کردیگي ' اور اگر اوسکا قانون اسقدر فیاض نہیں ہے ' تو قیدیوں کو وظائف عسکري سے انکار کرنے پر سزا دیسکتي ہے - بایں ہمہ اخلاقي حیثیت سے ایسا نہیں کرنا چاہیے - ولایات متحدہ امریکہ نے اس مسئلہ میں دوسرا طرز عمل اختیار کیا ہے ' یعنے اگر وہ قیدیوں کے قول و قرار کا احترام نہیں کرسکتي ' تو اُنہیں قیدي بناکر اوس حکومت کے پاس واپس کردیتي ہے جس نے اونکو رہا کیا ہے - اگر اوس نے قیدي بنانے سے انکار کردیا تو پھر ان پر اس معاہدہ کي پابندي باقي نہیں رہتي -

(۱۱) قیدیوں کے مبادلہ سے قید کي پابندیاں اوٹھہ جاتي ہیں ' اور قیدي بالکل آزاد ہوجاتے ہیں - مبادلہ بالکل اختیاري ہے ' اور رہا شدہ قیدیوں کے متعلق بہ صراحت طے کرلینا چاہیے کہ وہ دوبارہ فوج میں شامل ہوسکینگے یا نہیں ؟

مبادلہ میں قیدیوں کے مدارج کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے - افسر کا افسر کے بدلے میں ' زخمي کا زخمي کے بدلے میں ' مریض کا مریض کے بدلے میں ' مبادلہ کیا جاتا ہے - نیز ایک افسر کا مبادلہ متعدد چھوٹے درجے کے سپاہیوں کے عوض کیا جا سکتا ہے -

(۱۲) اختتام جنگ کے ساتھہ ہي قید کي مدت بھي ختم ہوجاتي ہے ' اور تاوان جنگ یا کسي دوسرے مال کے معاوضے میں قیدي رہا کردیے جاتے ہیں - (از تاریخ علم الحقوق مصطفی رشید پاشا)

گـریٹ یـوروپین وار میپ

اڈیـٹـر الـہـلال کي راے

عام تعلیم کے فقدان کیوجہ سے جغرافیہ و تقویم بلدان کي واقفیت عام اردو خوان پبلک کو بہت کم ہے ' اور اسلیے واقعات عالم کے اخبار و حالات کو وہ پوري صحت کے ساتھہ سمجھہ نہیں سکتے - علی الخصوص موجودہ عالمگیر جنگ کي خبرونکا صحیح اندازہ تو بغیر اسکے ممکن ہي نہیں کہ یورپ ' ایشیا ' اور افریقہ کے تمام بحر و بر اور انکے حدود و علائق پیش نظر ہوں - اس بنا پر منشي محبوب حسین صاحب کي جانفشاني قابل داد ہے کہ اونہوں نے ایک نہایت عمدہ اور مکمل نقشہ اردو انگریزي میں مرتب کیا ہے ' اور اسمیں پوري احتیاط و پابندي اصول نقشہ نویسي سے کام لیا ہے - نہ صرف عوام بلکہ خواص کیلیے بھي ضروري ہے کہ اس نقشہ کي ایک ایک کاپي ضرور لیں اور اپنی سامنے لٹکا دیں - موجودہ جنگ دنیا میں جو انقلاب کر رہي ہے اسکے اجمال کي یہ نہایت عمدہ شرح ہے - قیمت بغیر رنگ ۴ آنہ - رنگین ۸ - آنہ فولڈینگ - خوبصورت مجلد کتاب کي شکل ایک روپیہ - مونٹڈ یعني کپڑا اور رول سے مکمل روغندار دو روپیہ چار آنہ -

ملنے کا پتہ : منیجر - الہ - حسن برادرس - نمبر ۶ نواب عبد الطیف لین - کلکتہ

هر فرمایش میں البلاغ کا حوالہ دینا ضروری ہے

رینلڈ کي مسٹریز اف دي کورٹ ف لندن

یہ مشہور ناول جو کہ سولہ جلدوں میں ہے ابھي چھپ کر تکمیل ہے اور تھوڑي سي رہگئي ہے - اصلي قیمت کي چوتھائي قیمت میں دیجاتي ہے - اصلي قیمت چالیس ۴۰ روپیہ اور آپ دس ۱۰ روپیہ - کپڑیکي جلد ہے جسمیں سنہري حروف کي کتابت ہے اور ۳۱۶ ہاف ٹون تصاویر ہیں تمام جلدیں دس روپیہ میں وي - پي اور ایک روپیہ ۱۴ - آنہ محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈپو - نمبر ۶۰ سرنگوپال ملک لین - بڈ بازار - کلکتہ

Imperial Book Depot, 60 Srigopal Mullick Lane, Bowbazar Calcutta.

نصف قیمت اور

قبلہ انعام

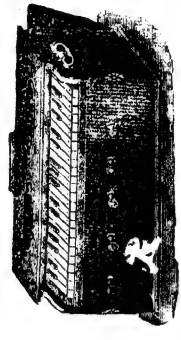

ہمارا سائس فکسن فورٹ ہارمونیم سریلا اور مضبوط سب موسم اور آب و ہوا میں بدستور رہنے والا ہمارے خاص کارخانہ میں کاریگران ہوري سے طیار کیا ہوا ہے توجہ سے کبھي پوري قیمت اور کبھي نصف قیمت پر فروخت کرتے ہیں - ایک مرتبہ آزمایش کیجیے - نہیں تو پھر آپکو افسوس کرنا پڑیگا - اگرچہ مال ناپسند ہوے تو تین روز کے اندر واپس کرکے ہم واپس کرلیوینگے - اس وجہ سے آپ دریافت کرلیجیے کہ یہ کمپني کسي کو دھوکا نہیں دیتي ہے - گرانٹي تین برس - سنگل ریڈ اصلي قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ روپیہ - اور اسوقت نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - ۲۵ روپیہ - و ڈبل ریڈ اصلي قیمت ۶۵ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ روپیہ - و نصف قیمت ۳۲ ۳۵ - ۴۰ - ۴۵ روپیہ - ہر ایک واجبہ کیواسطے مبلغ پانچ روپیہ پیشگي روانہ کرنا چاہیے اور اپنا پورا پتہ اور ریلوے اسٹیشن صاف صاف لکھنا چاہیے - ہر ایک سنگل ریڈ کے ساتھہ ایک گھوڑي اور ڈبل ریڈ کے ساتھہ ایک تبلہ و ڈرگي انعام دیا جاویگا - ہندي ہارمونیم سکھنے کا قیمت ایک روپیہ ہے -

نیشنل ہارمونیم کمپني ڈاکخانہ شملہ - کلکتہ

SALVITAE

یہ ایک اتنا مجرب دوا اُن امراض کا ہے کہ جسکي وجہ سے انسان اپني قدرتي قوت سے گرجاتا ہے - یہ دوا اُن کمزوري والي قوت کو پھر پیدا کر دیتي ہے - قیمت ایک روپیہ -

ASTHMA TABLETS

کسي قسم کا دمہ اور کتنے ہي عرصہ کا ہو اگر اس سے اچھا نہ ہو تو ہمارا ذمہ - کھانسي کے لیے بھي مفید ہے - قیمت ایک روپیہ -

PILES TABLETS.

بواسیر خوني ہو یا بادي - بغیر جراحي عمل کے اچھا ہوتا ہے - قیمت ایک روپیہ -

S. C. Roy, M. A. Mfg. Chemists 36 Dharamtola Street, Calcutta

ہر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے ہر قسم کا جنون خواہ نوبتي جنون، مرگي والا جنون، غمگین رہنے کا جنون، عقل میں فتور، بے خوابي وغیرہ وغیرہ دفع ہوتي ہے - اور وہ ایسا صحیح و سالم ہوجاتا ہے کہ کبھي ایسا گمان تک بھي نہیں ہوتا کہ وہ کبھي ایسے مرض میں مبتلا تھا -

قیمت في شیشي پانچ روپیہ علاوہ محصول ڈاک -

S. C. Roy, M. A. 167/3, Cornwallis Street. Calcutta.

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر سیام صاحب کا اوبھرالین

مستورات کے جملہ اقسام کے امراض - کا خلاصہ نہ آنا - بلکہ اسوقت درد کا پیدا ہونا - اور اسکے دیر پا ہونیسے تشنج کا پیدا ہونا - اولاد کا نہ ہونا غرض کل شکایات جو اندرونی مستورات کو ہوتے ہیں - مایوس شدہ لوگونکو خوشخبري دیجاتي ہے کہ مندرجہ ذیل مستند معالجونکي تصدیق کردہ دوا کو استعمال کریں اور ثمرہ زندگاني حاصل کریں - یعني ڈاکٹر سیام صاحب کا اوبھرالین استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد ہوں -

مستند مدراس شاہو - ڈاکٹر ایم - سي - ننجنڈا راؤ ارل اسسٹنٹ کھیمکل اکزامنر مدراس فرماتے ہیں - "مینے اوبھرالین کو امراض مستورات کیلیے" نہایت مفید اور مناسب پایا -

مس ایف - جي - ویلس - ایل - ایم - ایل - آر - سي - پي انڈ ایس - سي کوشا اسپتال مدراس فرماتي ہیں :- "نمونے کي شیشیاں اوبھرالین کي اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بیحد نفع بخش پا" -

مس ایم - جي - ایم - براڈلي - ایم - ڈي - (برن) بي - ایس - سي - (لنڈن) سینٹ جان اسپتال ارکاڈي بمبئي فرماتي ہیں : "اوبھرالین جسکو کہ مینے استعمال کیا ہے" زنانہ شکایتوں کیلیے بہت عمدہ اور کامیاب دوا ہے"

قیمت في بوتل ۲ ر - پیہ ۸ آنہ - ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیہ -

پرچہ ہدایت مفت درخواست آنے پر روانہ ہوتا ہے -

Harris & Co., Chemists, Kalighat Calcutta.

IMPERIAL FLUTE

بہترین اور نہایت لاجواب قیمت سنگل ریڈ ۱۴ - ۱۸ - ۲۰ روپیہ

قیمت ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۸ - ۳۵ روپیہ

ہر درخواست کے ساتھہ ۵ روپیہ بطور پیشگي آنا چاہیے -

GANGA FLUTE

قیمت سنگل ریڈ ۱۳ - ۱۷ - ۲۰ روپیہ -

ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۷ - ۳۵ روپیہ

Imperial Depot. 60, Srigopal Mallick Lane Bowbazar, Calcutta.

پوپن ٹائیں

ایک عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز شفا - یہ دوا دماغي شکایتونکو دفع کرتي ہے - پژمردہ دلونکو تازہ بناتي ہے - یہ ایک نہایت مرغوب ٹانک ہے جو کہ ہر کسان مرد اور عورت استعمال کرسکتے ہیں - اسکے استعمال سے ۱ ضلع رگیسے کو قوت پہونچاتي ہے - ہسٹریہ وغیرہ کو بھي مفید ہے - ۱ بوتل کي بکس کي قیمت دو روپیہ -

زینو ٹون

اس دوا کے بیرونی استعمال سے ضعف باہ ایکدم دور ہو جاتي ہے اس کے استعمال کرنے سے آپ محصول ڈاک کي قیمت ایک روپیہ آٹھہ آنہ -

AYESHA

مُفرح دماغ - حسن کي افزایش - رگوں کي تازگي - بال کا بڑھنا یہ سب باتیں اسمیں موجود ہیں - نہایت خوشبودار - قیمت ۲ روپیہ -

نمونہ مفت - مشورہ مفت - فہرست مفت

Dattin & Co, Manufacturing Chemists, Post Box 141 Calcutta.

مفت ! مفت !!

راے صاحب ڈاکٹر کے - سي - داس صاحب کا تصنیف کردہ نوجوانوں کا رہنما و صحت جسماني و زندگي کا بیمہ کتاب قانون عیاشي - مفت روانہ ہوگا -

Swasthy Sahay a Pharmacy, 30/2, Harrison Road Calcutta

البلاغ

فی

مقاصد القرآن

هـذا بيان للناس و هدى و موعظة للمتقين (٣ : ٣٣)

يعنی قرآن حکيم کي مفصل تفسير، اثر خامه اديٹر الهلال

اس تفسير کے متعلق صرف اسقدر ظاهر کردينا کافي هے که قرآن حکيم کے حقائق و معارف اور اوسکي محيط الکل معلمانه دعوة کا موجوده دور جس قلم کے فيضان سے پيدا هوا هے، يه اسي قلم سے نکلي هوئي مفصل قديم مکمل تفسير القرن هے !

يه تفسير موزوں کتابي تقطيع پر چهپنا شروع هوگئي هے - هر مهينے کے وسط ميں اسکے کم سے کم ٦٤ اور زياده سے زياده ١٠٠ صفحے اعلی درجه کے ساز و سامان طباعة کے ساتهه شائع هوتے رهينگے - اس سلسلے کا پهلا نمبر جسميں نصف حصه مقدمهٔ تفسير اور نصف سورهٔ فاتحه کي تفسير کا هوگا، انشاء الله ١٥ - صفر کو شائع هوجائيگا - قيمت سالانه ١٤ - صفر تک چار روپيه - بعد کو پانچ - روپيه -

اديٹر الهلال کي راے

ميں هميشه کلکته کے يورپين فرم " جيمس مرے " کے يهاں سے عينک لينا تها - اس مرتبه مجهے ضرورت هوئي تو ميسرز ايم - اِن - احمد - اينڈ سنز (نمبر ١-١٥ رپن اسٹريٹ کلکته) سے کئي مختلف قسم کي عينکيں خريد کيں، اور ميں اعتراف کرتا هوں که وه هر طرح بهتر اور عمده هيں، اور يورپين کارخانوں سے مستغنی کرديتي هے - مزيد براں مقابلتاً قيمت بهي ارزاں هيں - کام بهي جلد اور وعده کے مطابق هوتا هے - آپکو واجبي قيمت پر هر قسم کي اصلي پتهر کي عينک مضبوط صحيح رقت دينے والي گهڑيونکي ضرورت هو تو ان ميں سے ايک منگواکر آزمايش کريں - رعايتي قيمت وغيره کي لالچ ميں پڑکر دهوکا نه کهائيں -

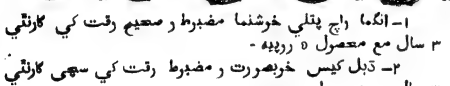

صرف اپني عمر و دور و نزديک کي بيناني کي کيفيت تحرير فرماکر هماري لايق و تجربه کار ڈاکٹر کي تجويز سے اصلي پتهر کي عينک بذريعه وي - پي کے ارسال خدمت کي جائيگي - اسپر بهي اگر آپ کے موافق نه آے تو بلا اجرت بدل ديجائيگي -

عينک نکل کماني مع اصلي پتهر کے قيمت ٥ روپيه سے آٹهه روپيه تک -

عينک رولڈ گولڈ کماني مع اصلي پتهر کے قيمت دس روپيه سے پندره روپيه تک - محصول ڈاک وغيره ٦ - آنه -

دور نظر (يعني نزديک و دور ديکهنے) کي عينک قيمت بالا نرخوں سے ٥ روپيه زياده -

١- انگلش واچ پتلي خوشنما مضبوط و صحيح رقت کي گارنٹي ٣ سال مع محصول ٥ روپيه -

٢- ڈبل کيس خوبصورت و مضبوط رقت کي سچي گارنٹي ٣ سال مع محصول ٦ روپيه -

٣ - چاندي کي ڈبل کيس مثل کورائيڈز کے رقت کي سچي گارنٹي ٣ سال مع محصول ١٠ روپيه -

٤ - نکل کيس و ميگا واچ نهايت پائدار و رقت کي نهايت سچي گارنٹي ٥ سال مع محصول ١٧ - روپيه -

٥ - ٹهوس رسٹ واچ هاتهه کي زيب دينے والي مع تسمه گارنٹي چار سال مع محصول ١٥ - روپيه سے ٢٢ - روپيه تک -

ايم - اِن - احمد اينڈ سنز تاجران عينک و گهڑي نمبر ١ - ١٥ رپن اسٹريٹ ڈاکخانه وبلساي کلکته

جسکا درد وهي جانتا هے، دوسرا کيونکر جان سکتا هے

يه سخت سردي کے موسم ميں تندرست انسان کا جان بلب هو رها هے - سردي هٹانے کيليے کلئے بندوبست کيے جاتے هيں - ليکن افسوس بدقسمتي سے دمه کے مريض نا قابل برداشت تکليف دمه سے پريشان هوتے هيں، اور رات و دن سانس پهولنے کيوجه سے دم نکلے جاتے هيں، اور نيند تک حرام هو جاتي هے - ديکهيے ! آج اونکو کسقدر تکليف هے - ليکن افسوس هے که اس لا علاج مرض کي بازاري دوا زياده تر نشيلي اشياء اور دهتوره، بهنگ، بلا ڈونا، پوٹاس، اے اور ڈاک ديکر بنتي هے - اسليے فائده هونا تو درکنار مريض بے موت مارا جاتا هے - ڈاکٹر برمن کي کيمياوي اصول سے بني هوئي دمه کي دوا انمول جوهر هے - يه صرف هماري هي بات نهيں هے بلکه هزاروں مريض اس مرض سے شفاء پاکر مداح هيں - آپنے بهت خرچ کيا هوگا ليکن ايک مرتبه اسے بهي آزماليں - اسميں نقصان نهيں - قيمت ايک روپيه چار آنه في شيشي - محصول ڈاک ٥ آنه - اس دوا کي دو خاص فوائد هيں - (١) ايک خوراک ميں دمه دبتا هے - (٢) اور کچهه روز استعمال سے جڑ سے چلا جاتا هے اور جبتک استعمال ميں رهے دوره نهيں دبتا هے -

ڈاکٹر ايس - کے - برمن - نمبر ٥ و ٦ تارا چند دت اسٹريٹ کلکته -

Printed & Published by Q. Ahmad at the AL-BALAGH Press, 45, Ripon Lane

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

البلاغ

هذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب (۱۳ : ۵۲)

نمبر - ۴ - ۵ | کلکته : جمعه - ۹ - ۱۶ صفر سنه ۱۳۳۴ هجري | جلد ۱

Calcutta : Friday, December 24 - 17 1915.

ترجمان القرآن

یعني قرآن حکیم کا اردو ترجمه ' اثر خامهٔ ایڈیٹر الهلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقیقي حامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام هیں - پس انکي تبلیغ و تعلیم اور نشر و توزیع کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانه عمل هے ' جس کي توفیق صرف انهي لوگوں کو مل سکتي هے جنهیں حق تعالی انبیاء کرام کي معیت و تبعیت کا درجه عطا فرماتا هے ' اور انکا نور علم براه راست مشکواة نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله یوتیه من یشاء -

هندوستان کي گذشته قرون اخیره میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفیق ملي ' وہ حضرت شاه عبد الرحیم رحمة الله علیه کا خاندان تها - انکے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاه ولي الله قدس سره تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمه کي ضرورت الهام الهي سے محسوس کي ' اور فارسي میں اپنا عدیم النظیر ترجمه مرتب کیا - انکے بعد حضرة شاه رفیع الدین اور شاه عبد القادر رحمة الله علیهما کا ظهور هوا ' اور اردو زبان میں ترجمة القرآن کي بنیاد استوار هوئي - شکر الله سعیهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهیک ایک صدي گذر چکي هے ' لیکن یه کهنا کسي طرح مبالغه آمیز نه سمجها جائیگا که نشر و تبلیغ قرآن حکیم کي جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکهي تهي ' اسکي تکمیل کا شرف حق تعالی نے ایڈیٹر الهلال کیلیے مخصوص کردیا تها ' جنهوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرآنیه ' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکیم کا یه اردو ترجمه نهایت سلیس ' عام فهم ' معني خیز ' حقیقت فرما عبارت میں مرتب کیا هے ' اور بحمد الله که زیر طبع هے -

یه ترجمه کیسا هے ؟ ان لوگوں کیلیے جو الهلال کا مطالعه کرچکے هیں ' اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروري هے -

یه ترجمه حامل المتن ٹائپ کي جگهه لیتهو میں چهاپا جارها هے تاکه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعه میں آسکے - قیمت في جلد چهه روپیه رکهي گئي هے - لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکهتے هي قیمت بهیجدینگے ' انسے صرف سادهے چار روپیه لیے جائینگے - درخواستیں اور روپیه منیجر البلاغ کے نام بهیجنا چاهیے -

نوٹ — قبل نمبر هونے کي وجه سے قیمت في پرچه چهه آنه

" کتاب مرقوم یشهده المقربون" (۸۳ : ۱۸)

" في ذالك فليتنافس المتنافسون ! " [۸۳ : ۲۳]

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(۱) "الهلال" تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہی وقت میں دعوۃ دینیۂ اسلامیہ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کی تجدید' اعتصام بحبل اللہ المتین کا واعظ' اور وحدۃ کلمۂ امۃ مرحومہ کی تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیہ' و فصول ادبیہ ' و مضامین و عناوین سیاسیۂ و ندیہ کا مصور و مرصع مجموعہ تھا - اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص مختاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اُردو علم ادب میں در سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی نے تعلیمات الٰہیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے ' وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرتے ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جملہ ' ایک ایک ترکیب ' بلکہ علم طریق تعبیر و ترتیب ' و اسلوب و نسج بیان اس وقت تک کے تمام اُردو فنیوہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الٰہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوی سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبی مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کی' اور سیاسی آزادی و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ در سال کے اندر ہی اندر ہزاروں دلوں ' ہزاروں زبانوں ' اور صدہا اقلام و مصالف سے اس حقیقت کو معتقدانہ نکلوا دیا !

(۴) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الٰہی سے عمل بالاسلام والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا ' اور بلا ادنیٰ مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار مشککین ' مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام ' راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاہد فی سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر ہیں جن میں ایک نئی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے : و ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء و الله ذو الفضل العظيم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد فی سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالیٰ نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و مرحمت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و ہدایت' متلاشیان علم و حکمت' خواستگاران ادب و انشاء' تشنگان معارف الٰہیہ و علوم نبویہ' غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلیٰ اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئی نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہوں- وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے' جن میں سے ہر فصل و باب بجائے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور ہر زمانے اور ہر وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے-

(۷) چھ مہینے کی ایک جلد مکمل ہوتی ہے - فہرست مراد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی گئی ہے - دلپذیر کپڑے کی جلد ' اعلیٰ ترین کاغذ ' اور تمام ہندوستان میں رشید و فرید چھپائی کے ساتھ بڑی تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپے گی - تیسری' چوتھی اور پانچویں جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں - تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زاید ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں' اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر کسی اردو کتاب میں ہوتی ہیں تو اسکی قیمت دس روپیہ سے کم نہیں ہوتی

(۹) با ایں ہمہ قیمت صرف سات روپیہ ہے- ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے -

Tel Address: "Albalagh," Calcutta.
Telephone No. 648

AL-BALAGH.

Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly ,, Rs. 6-12

البلاغ

مدیر مسئول و رئیس التحریر
ابو الکلام آزاد الدہلوی
مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - ریپن لین
کلکتہ
ٹیلی فون نمبر ۶۴۸
سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

نمبر - ۴ - ۵ | کلکتہ : جمعہ - ۹ - ۱۶ صفر سنہ ۱۳۳۴ ہجری | جلد ۱
Calcutta : Friday, December 17 - 24 1915.

ترجمان القرآن

ترجمان القران اور البیان کیلیے بعض ارباب دل کو اللہ تعالی نے توفیق دي کہ وہ اسکے متعدد نسخے لیکر طلبا و علماء اور مساجد و مدارس میں مفت تقسیم کریں' اور اسطرح انکي ترتیب و اشاعة کا اصلي نفع حاصل کیا جاے - چنانچہ اس ہفتے مولوي علیم الدین صاحب نے برار سے ' مولوي محمد حسن صاحب نے گجرات سے ' اور مولوي امین الدین صاحب اورسیر نے بمبئي سے بالترتیب ترجمان القران اور البیان کے دس دس نسخوں ' آٹھ آٹھ نسخوں ' اور سولہ سولہ نسخوں کي قیمت بھیجدي ہے - فجزا ہم اللہ تعالی خیر الجزاء في الدنیا و الاخرة -

(۲) اس سے پہلے رنگون سے ایک صاحب دل دونوں کتابوں کے بیس بیس نسخوں کیلیے قیمت بھیج چکے ہیں جنکو وہ کسي مدرسہ کے طالب علموں میں تقسیم کرینگے - ساتھ ہي وہ پسند نہیں کرتے کہ انکا نام شائع ہو - یہ انفاق في سبیل اللہ کا منتہاے مرتبہ ہے -

(۳) اس سے زیادہ قابل ذکر جناب رستم علي صاحب سول ہسپتال مالاکنڈ پشاور ہیں جنہوں نے ایک ایسے مقام سے جہاں سوا متعلقین دفاتر کے اور کوئي تعلیم یافتہ آبادي نہیں ' ترجمان القران اور البیان کے نو نو نسخوں کي قیمت بھجوادي ہے -

(۴) بعض احباب توسیع اشاعت کیلیے نمایاں طور پر کوشش کررہے ہیں ' اور دفتر انکے اخلاص و محبت کا شکرگذار ہے - ہم نے بارہا اس خیال کو ظاہر کیا ہے کہ کسي پریس کي اعانت کا صحیح و اصلي طریقہ چندہ اور عطیہ نہیں ہے ' بلکہ توسیع اشاعت کي کوشش - اگر ایک چیز کو آپ مفید یقین کرتے ہیں تو دوسروں تک پہنچائیے اور اسکے فوائد کا دائرہ وسیع کیجیے - ابتدا سے البلاغ محض گذشتہ پیشگي قیمتوں میں تقسیم ہورہا ہے اور اکثر حالتوں میں سال بھر تک اور بعض حالتوں میں چھہ ماہ تک یہي حالت جاري رہیگي - اسلیے سخت ضرورت ہے کہ نئے خریدار پیدا کیے جائیں ' اور امید ہے کہ احباب کرام حتی الوسع اسکے لیے کوشش کرینگے -

شذرات

عہد التواء و انتظار

یاد رفتہ کا ایک لمحۂ فکریہ !

زند ہزار شیوہ را ' طاعت حق گراں نبود
ایک صنم بہ سجدہ در ' ناصیہ مشترک نخواست !

(۲)

(مشرب تجارت اور مذہب دعوة)

میں نے اگر تاجر کے مقابلے میں ایک داعي کي زندگي کا امتیاز " نفع عام " اور " اخلاص عمل " کو قرار دیا ہے ' اور کہا ہے کہ تجارت لینا اور حاصل کرنا چاہتي ہے ' پر راہ دعوة کي اولین شرط دینا اور کھونا ہے ' تو تم انکار کرنے میں جلدي نہ کرو - کیونکہ بہت ممکن ہے کہ جن نظریات متخالف کي بنا پر تم ایسا کرنا چاہو ' انسے میں بیخبر نہوں :

چو بشنوي سخن اہل دل مگو کہ خطا ست
سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا ست !

دراصل یہ سوال اس مشہور اور مشکل مسئلہ کے حدود میں داخل ہو جاتا ہے جسکا تعلق عمل انساني کي خود غرضي اور طبعي خواہش حصول نفع سے ہے ' اور جو فلسفہ کے دائرہ میں آکر یہ سوال بن جاتا ہے کہ انسان کے تمام جذبات و اعمال ' اور اعمال و اقدام کا محور و محرک اصلي کیا ہے ؟ اور اسکا اولي جذبہ و عمل خود غرضي یعني جلب نفع ذات سے خالي ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

قدیم حکماء نے بھي اس مسئلہ پر نظر ڈالي ہے اور حکماء جدید نے بھي - حکماء اسلام میں سے جن حکماء نے اخلاق و فلسفۂ اخلاق

کو اپنا موضوع قرار دیا ہے ' انکے مباحث و آراء کا بھی ایک ذخیرۂ وافر موجود ہے - علامہ ابن مسکویہ ' امام غزالی ' اور امام راغب اصفہانی نے اپنی تصنیفات میں ضمناً جذبات بحثیں کی ہیں - نئے دور کے حکماء میں مل نے اسپر خاص توجہ کی ' اور ایک خاص مقالہ " فلسفۂ خود غرضی " پر لکھا - یہ لوگ کہتے ہیں کہ انسان بالطبع خود غرض ہے ' اسکے تمام جذبات اسی کے تابع ہیں ' وہ جو کچھ کرتا ہے اپنے نفع ذات کیلیے کرتا ہے - حتی کہ ماں باپ کی محبت بھی خود غرضی سے خالی نہیں - البتہ کوئی خود غرضی بہت واضح ہوتی ہے ' کوئی بہت مخفی ' کوئی بالکل سامنے کا قریبی نفع ہوتا ہے جسکو فوراً سمجھہ لیا جا سکتا ہے ' کوئی اسقدر دور ہوتا ہے کہ متعین و معلوم کرنا مشکل ہوتا ہے ' اور اسلیے ایک نا واقف کہہ اٹھتا ہے کہ اس عمل میں اسی طرح کی ذاتی غرض پوشیدہ نہیں - یہ یکسر اخلاص ہے -

لیکن میں یہاں اس بحث کو نہیں چھیڑنا چاہتا ' قرآن حکیم میں اس سوال کے جواب کیلیے روشنی موجود ہے ' اور تفسیر البیان میں یہ تفصیل یہ بحث آچکی ہے - جو لوگ " اخلاص عمل " کے منکر ہیں ' انھوں نے خلوص کی ایک خاص تعریف کی ہے ' اور انکا انکار در اصل اسی خلوص سے ہے - لیکن یہ انکار ہماری موجودہ صحبت کیلیے کچھہ مضر نہیں - راہ دعوت کے خلوص اور طالب نفع عام سے مقصود یہ نہیں ہے کہ داعی کی کوئی ایسی غرض اپنے عمل سے وابستہ نہیں ہوتی جو خود اسکے لیے بھی مفید ہو ' بلکہ مقصود صرف یہ ہے کہ وہ تاجر کی طرح عوض و بدل مالی کا طالب نہیں ہوتا ' اور حصول زر اور طلب مال کو اپنا مقصد قرار نہیں دیسکتا - اسکے کاموں کا مقصد نفع جماعت ہے ' اور وہ جانتا ہے کہ یہ مقصد اپنے اور حاصل کرنے کی راہ نہیں کھول سکتا ' بلکہ یکسر اسکے برعکس اور بالضد حکم رکھتا ہے - یہاں لٹنا اور لٹانا پڑیگا ' اور قدم قدم پر اپنی ذات ' اپنے جسم ' اپنے جذبات و امیال ' اپنی آزادی ' اپنی راحت ' اپنی صحت ' اپنا ہر طرح کا عیش و عشرت ' بلکہ اکثر حالتوں میں اپنی زندگی اور زر اپنی جان تک دیدینی پڑیگی - پس وہ جس لمحہ کے اندر اس امر کا فیصلہ کرتا ہے کہ مجھے راہ دعوۃ اختیار کرنی چاہیے ' اسی لمحہ کے اندر اسکا بھی فیصلہ کرلینا پڑتا ہے کہ تجارت کی کاذبات عوض و بدل سے ہمیشہ کیلیے باہر آجانا چاہیے - وہ دیکھتا ہے کہ تجارت کی دکان اور دعوۃ کی قربانگاہ ' دونوں ایک جگہ نہیں بنائی جا سکتی - یہ دو سرائیں ہیں جو ایک شہر کے گھر میں کبھی بھی جمع نہ ہوئیں - ضرتان ' ان رضیت احد اھما ' سخطت الاخری :

سراپا رہن عشق و ناگزیر الفت ہستی !
عبادت برق کی کرتا ہوں اور افسوس حاصل کا !

(حقیقت اخلاص و خود غرضی)

اگر تم کہتے ہو کہ انسان کا کوئی فعل نفع ذات کی خواہش سے خالی نہیں ہوسکتا ' تو یہ کون کہتا ہے کہ داعی اپنے سامنے نفع ذات کی کوئی خواہش نہیں رکھتا ؟ یقیناً اپنی ذات کی نفع اسکے بھی مد نظر رہتی ہے ' لیکن وہ نہیں جو تاجر کے سامنے رہتی ہے - یقیناً نفع ذات کا ایک محبوب رہ بھی رکھتا ہے ' لیکن وہ نہیں جو تاجر کا معشوق ہے - یقیناً معاوضہ اور بدلے کا ایک خیال رہ بھی دیکھتا ہے ' لیکن وہ نہیں جسکی طلب میں تاجر بیقرار ہوتا ہے - داعی کیلیے سب سے پہلی اور سب سے بڑھکر اپنی ذات کے نفع و سود کی غرض یہ ہوتی ہے کہ جس " یقین " کی قوۃ سے تجارت کی پوری زندگی یکسر محروم ہے ' اس یقین کامل کے ساتھہ وہ سمجھتا ہے کہ ایک سب سے بڑی اور سب سے بالا تر ذات ہے جسکی خوشی اور مرضی اسی دم میں ہے جو میں کر رہا ہوں ' اور جسکا پیار اور عشق مجھکو ' میرے نفس کو ' میرے وجود معین کو ' میرے نفس خاص کو اسی وقت ملسکتا ہے ' جبکہ اس راہ فنا فرماے دعوۃ میں مضطربانہ و والہانہ دوڑوں ' پھولوں کی سیج سے اٹھوں اور کانٹوں کے اوپر اوڑوں ' لعل و جواہر کو پھینکوں اور آگ کے انگاروں سے کھیلوں ' خود اپنے ہاتھہ سے اپنی آسایش و راحت کے گھر کو جلادوں ' خود اپنے ہاتھوں اپنے مال و متاع کو غارتگروں کے حوالے کردوں ' اپنے سے بھائیوں اور کھونے سے عشق کروں ' دست معطی سے دشمنی کروں اور دست سائل کیلیے پکاروں ' اپنے اپکو مٹادوں ' اپنے آپکو کھودوں ' اپنی آنکھوں کو ہمیشہ خونبار رکھوں ' اپنے جسم کو ہمیشہ زخموں سے چور دیکھوں ' اپنے ایک ایک زخم سے خون کی ندیاں بہادوں ' پھر اس پر بھی بس نہ کروں ' اور اگر اس محبوب حقیقی ' اس شاہد یکتا کی ایک چشم مہر ' ایک نگاہ عشق پرور ' ایک تبسم جان نواز ' ایک اداء قبولیت ' بھی ملسکے ' تو سولی کے تختے کا طواف کروں ' جلاد کے ہاتھوں کو بوسہ دوں ' آب شمشیر کو آب زلال حیات سمجھوں :

مرتا ہوں اس آواز پہ ' ہر چند سر اڑجاے
قاتل سے وہ لیکن یہ کہے جاے کہ " ہاں اور "

یہی وہ مقام ہے جسکی طرف صحیح بخاری کی یہ حدیث اشارہ کرتی ہے :

والذی نفسی بیدہ ' لودت انی اقتل فی سبیل اللہ ثم احیا ' ثم اقتل ثم احیا ' ثم اقتل ثم احیـــاء ' ثم اقتل !

اُس خدا کی قسم جسکے ہاتھہ میں میری جان ہے ' میں چاہتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ ہوں اور قتل کیا جاؤں ' پھر زندہ ہوں اور قتل کیا جاؤں ' پھر زندہ ہوں اور قتل کیا جاؤں - اسکی راہ میں مجروح و مقتول ہونا اور تڑپنا وہ لذت رکھتا ہے کہ بار بار مقتول ہوکے کیلیے بار بار کی زندگی کا طالب ہوں !

اے کاش بدے بجاے یک جان صد جان
تـا میکشی ز بـار دگـــر میخـــورم !

تم کہتے ہو کہ اگر تاجر اپنی ذات کا نفع ڈھونڈھتا ہے ' تو یہ بھی نفع ذات اور خود غرضی سے خالی نہیں ہوسکتا جسکا نام داعی رکھا گیا ہے - ہاں ' یہ سچ ہے ' مگر پہلے اسے سمجھہ لو کہ داعی کی خود غرضی اور نفع ذاتی کی طلب کیا ہے ؟ تاجر اگر کسی ایک جنس کو زیادہ اچھی قیمت پا کر بیچتا ہے ' تو خوش ہوتا ہے کہ آج مجھے میرا مطلوب ملگیا ' کیونکہ اسکی خود غرضی کی ہوس طلب مال و زر میں پوشیدہ تھی - اسی طرح داعی اپنے کاروبار دعوۃ میں جس دن اپنے سرمایۂ مال و نفس کو زیادہ لٹائے ' زیادہ کھونے ' زیادہ قربان ہونے کے معاوضے میں فروخت کرتا ہے ' تو خوش ہوتا ہے کہ آج میں نے اپنے محبوب و مطلوب کو اپنے سے زیادہ راضی کیا ' اور آج اُس روٹھے ہوے کو بہت زیادہ منا لیا جو بغیر کھوئے اور مٹنے کے مجھسے من ہی نہیں سکتا تھا - کیونکہ داعی کی خود غرضی اور خود پرستی کی ہوس طلب رضاء الہی میں پوشیدہ تھی - وہ بھی تاجر کی طرح غرض ضرور رکھتا تھا ' مگر اسکو کیا کیجیے کہ غرض کی نوعیت ہی بدل گئی - تاجر کے حصے میں وہ غرض آئی جو پانے سے پرورش پاتی ہے ' اور داعی نے اُس غرض کو پایا جسے کھونے سے نشو و نما ملتی ہے :

من و بیدل حریف سعی بیجا نیستم واعظ
تو و قطع منازلہـــا ' من و یک لغزش پاے !

تاجر جس دن کھوتا ہے ' سر پیٹتا ہے کہ تباہ ہوگیا - داعی جس دن نہیں کھوتا ہے ' ماتم کرتا ہے کہ اج اُس نے اپنے محبوب کی رضا کیلیے کچھہ نہ پایا - رہاں اگر ایک پیسہ کا بھی نقصان

هوتا هے - تو دل میں ٹیس اُٹھتي هے که سرمایۂ زندگي گهٹ گیا - یہاں اگر اشرفیوں کے ختم هوجانے پر بهي افسوس هوتا هے تو صرف اسلیے که کاش اور هوتا تو اور زیاده لٹاتے :

سارت مشـــرقة و سرت مغـــرب
شتان بین مشـــرق و مغـــرب !

یہاں کا عالم درسرا هے' اور مل کے فلسفه هي پر کائنات انساني کے احکام ختم نہیں هوگئے هیں - اُس دنیا میں جہاں انسان راحت ذاتي کو سوچتا اور اپنے جسم کے سکهه اور امن کے عشق میں پاگل رهتا هے ' وه انسان بهي همیشه پیدا هوے هیں اور پیدا هوتے رهینگے جنکي زندگي کي بڑي محبوب و مطلوب غرض جسم کا راحت اور چین نہیں' بلکه درد و ایذا اور دکهه اور ٹیس هے - شاید هي دنیا میں کوئي مخلوق بڑي سے بڑي راحت اور بہتر سے بہتر سکهه پاکر اسقدر خوش هوتا هوگا' جسقدر دکهه اور زخم پاکر اُنکي روح عیش و نشاط سے معمور هوجاتي هے !

وه اپنے کاروبار دعوة کي راه میں جب نکلتے هیں تو صرف زخم و درد هي کے بهوکے پیاسے رهتے هیں - حتی که جب اُنہیں کوئي نیا زخم ملتا هے تو نئي صداے شکر انکے اندر سے اُٹھتي هے ' اور جب وه کسي نئي بربادي ' کسي نئي جسماني تباهي ' کسي نئي ضرب شمشیر ' کسي نئي حلقۂ زنجیر سے دوچار هوتے هیں' تو خوشیاں مناتے هیں که آج اپنے خدا کو اپنے سے راضي کرنے کیلیے سب سے بڑي دولت هاتهه آئي :

در عالم نقد جان بر دست دارند
بیا زارے که سوداے تو باشد !

حضرة رابعۂ بصریه سے پوچها که عبادت کا کیا حال هے ؟ قالت : رکعتان في العشق ' لا یصح و ضوءهما الا بالدم - صرف دو رکعتیں ' مگر انکا وضو صحیح نہیں هوسکتا جب تک که اپنے گرم گرم خون کے چلو بهر کر منهه کو نه دهو لو :

گریزد از صف ما هر که مرد غوغا نیست
کسیکه کشته نشد از قبیلۂ ما نیست !

سید الطائفۂ بغدادي سے ایک شخص نے پوچها که چالیس اونٹ هوں تو انکي زکواة کیا هوئي ؟ کہا : اما عندکم فواحد ' و اما عندنا فکله - تمہارے نزدیک تو چالیس میں صرف ایک ' اور همارے مشرب میں پورے چالیسوں - یہي مذهب حضرة صدیق کا تها ' جب وه سب کچهه لٹا کر آنحضرة صلی الله علیه وسلم کي خدمت میں حاضر هوے تهے' اور جب حضور نے انسے پوچها تها که : ما ابقیت لاهلك ؟ اپنے اهل و عیال کیلیے کیا چهوڑ آے هو ؟ عرض کیا : ابقیت لهم الله و رسوله ! الله اور اسکے رسول کو - من له المولی فله الکل :

آنکس که ترا بخواست جان را چه کند ؟
فرزند و عیال و خان و مان را چه کند ؟
دیوانه کني هر در جهـــانش بخشي
دیوانۂ تو هر در جهـــان را چه کند ؟

(تجارت و ربح دعوة)

اور اگر تم تجارت تجارت هي کهه رهے هو' تو پهر تمهاري دکانداري کے مقابلے میں یہاں بهي ایک خرید و فروخت موجود هے :

ان الله اشتـــری من المومنین انفسهم و اموالهم بان لهم الجنة -

بلا شبه خدا نے مومنین مخلصین کي جانوں اور مالوں کو نعائم اخرة کے معاوضے میں خرید لیا هے !

یه نه کہو که راه دعوة میں " اخلاص " نہیں هوسکتا - اگر نہیں هوسکتا تو خرید و فروخت اور عوض و بدل کي خود غرضي هي سهي - لیکن یه کیا ضرور هے که تم جن معاوضوں پر مر رهے هو' هر دل کیلیے اسي معاوضے میں کشش هو ؟ کیا یه ممکن نہیں که ایک مومن داعي اُس معاوضه کے نفع کیلیے اپنا جان و مال اور اپنا سب کچهه دیدے' جو روز ازل هي میں خریدار عالمین نے اس سے خرید لیا هے ؟ و انشد الاصمعي لجعفر الصادق علیه و علی اٰبائه و اجداده الصلواة و السلام :

اذا من بالنفـــس النفیســـة ربها
و لیـــس لها فی الخلق کلهمـــو ثمن
بها تشتـــري الجنات ان اتا معتـــا
بشـــي سواها ' ان ذالکمـــو غبـــن
اذا ذهبت نفســـي بشي اصیبـــه
فقد ذهب الدنیا و قد ذهـــب الثمن !

اگر " غرض " کي تلاش هے تو اس سے بڑهکر بهي کوئي غرض دنیا میں ایک انسان کیلیے هوسکتي هے که رب السماوات و الارض کو اپنے نفس و مال جیسي حقیر و اذل متاع کا خریدار بناے ؟ اور ایک ایسے مال کو دیکر جسے یقیناً ایک دن چهوڑنا هي پڑیگا' اور ایک ایسي جان کو دیکر جو بجبر و اکراه ایک دن دینے هي پڑیگي' اسکي رضا و محبت کي دولت لازوال حاصل کر لے ؟

جان بجـــانان ده و گزنه از تو بستـــاند اجل
خود تو منصف باش اے دل این بدن یا آن بکن !

(ابتغاء مرضات الله)

قرآن حکیم نے بهي اخلاص کے معني وه نہیں بتلاے هیں جو تم اپني فلسفیانه تفرید جذبات و امیال کے بعد قرار دینا چاهتے هو - وه اخلاص کي حقیقت یہي بتلاتا هے که تکاثر دنیوي اور زینة مادیه کي جگه محض الله کي خوشنودي کیلیے اپني جان و مال کو خرچ کرنا ' اور خدا کي مرضي کے حصول اور اسکي محبت کي پادشاهت کو اپني غرض وحید اور اپنا نفع مطلوب ٹهرانا :

و من الناس من یشري نفسه ابتغاء مرضات الله ' و الله روف بالعبـــاد -

اور الله کے بندوں میں سے بعض ایسے مومنین مخلصین بهي هیں جو اپني جان دیکر مرضي خدا کرتے هیں تاکه الله کي رضا حاصل کریں !

سورۂ دهر میں اُن مخلصوں کے اعمال بتلاے جو اپني خدمتوں کا کوئي دنیوي معاوضه طلب نہیں کرتے - خدا کے بندوں کي خدمت کرتے هیں ' بهوکوں کو کهلاتے هیں' پیاسوں کو پلاتے هیں' اور پهر کہتے هیں که :

انما نطعمکم لوجه الله لا نرید منکم جزاء و لا شکـــورا !

یه جو هم نے تمہیں کهلایا پلایا ' سو اسکا کوئي بدله اور کوئي احسان مندي تم سے نہیں چاهتے - یه جو کچهه بهي تها صرف الله کیلیے تها اور اسیکي رضا کیلیے !

(ایک اشارۂ حقیقت)

راه دعوة و تبلیغ کا اصلي مرکز و ماخذ مقام نبوت هے - تم نے کبهي غور کیا که یه کیا بات هے که قرآن حکیم نے جتنے انبیاء کرام کا ذکر کیا هے ' اُن میں سے تقریباً سب نے اپني قوم کو مخاطب کرکے همیشه کہا که هم داعي هیں' تاجر نہیں هیں؟ حضرة نوح علیه السلام نے کہا : و ما اسئلکم علیه من اجر' ان اجري الا علی رب العالمین (هود) حضرة هود نے کہا : و ما اسئلکم علیه من اجر' ان اجـــري الا علی رب العالمیـــن (شعرا) حضرة صالح نے قوم ثمود سے کہا : و ما اسئلکـــم علیه من اجر' ان اجري الا علی رب العالمین (شعرا) حضرة لوط نے کہا : و ما اسئلکم علیه من اجر الا

علی رب العالمین (شعرا) حضرۃ خاتم المرسلین کی نسبت فرمایا :
و ما تسئلهم علیه من اجر ' ان هو الا ذکر للعالمین (اخر یوسف)
یعنی سب نے کہہ دیا کہ ہم اپنی خدمتوں کا کوئی معاوضہ ' کوئی بدلہ ' کوئی اجر ' تم سے نہیں چاہتے - ہمارا جو کچھہ بھی اجر و معاوضہ کا حساب ہے ' اسکی جگہ دوسری ہے ' اور وہ بارگاہ رب العالمین ہے !

یہ داعی حقیقت ثابتہ و نبویہ کی طرف اشارہ ہے کہ تجارت اور اقتصاد سود و زیاں کی راہ دوسری ہے ' اور دعوۃ و تبلیغ کی راہ دوسری ہے - جو تجارت کے مشرب کا ایک شائبہ بھی رکھتا ہو ' وہ داعی نہیں ہوسکتا ' اور جسمیں دعوۃ کا ایک لمعہ بھی کفر جائے ' وہ بازار تجارت کا رہرو نہیں ہوسکتا - انبیاء کرام معلم دعوۃ و تبلیغ کا انتہائی مرتبہ تھا ' پس جب کبھی انہوں نے دنیا کو مخاطب کیا تو سب سے پہلے اپنی حیثیت کو واضح کیا اور کہا کہ ہم داعی ہیں ' تاجر نہیں ہیں - سورۂ ہود اور سورۂ شعراء کو دیکھہ جاؤ - حضرات انبیاء کرام علیہم الصلواۃ و السلام نے تمام مواعظ و خطب کیا کہتے ہیں ؟ ان اجری الا علی رب العالمین : رب العالمین کے لفظ پر غور کرو - اللہ ' اللہ ' جو مزدور اپنی مزدوری تمام جہانوں کے مالک ' تمام عالموں کے شہنشاہ ' تمام کائنات خلق کے فاطر و پروردگار سے لینے والا ہو ' اسکی نظروں میں زمین پر چلنے پھرنے والے انسان جو اپنے ایک ایک دانے اور ذرۂ رزق ایسے اسی سرکار کے محتاج ہیں ' کیا ہستی رکھتے ہیں کہ آگے دست طلب دراز کرے اور آنہیں اپنا خریدار بنائے ؟

مباش غمزدہ عرفی کہ زلف قامت یار
جزاے ہمت عالی و دست کوتہ ماست !

سب سے پہلے اور سب سے بڑی " غرض " (اگر غرض کی تلاش ضروری ہے) تو داعی کے سامنے یہی ہوتی ہے ' اور اسی کو قرآن حکیم نے وجہ اللہ ' سبیل اللہ ' مرضات اللہ ' اور لقاء وجہ رب سے تعبیر کیا ہے - تم چاہو تو اسکو اپنی فلسفیانہ زبان میں یوں سمجھ سکتے ہو ' کہ بلا شبہ انسان کا کوئی کام غرض سے خالی نہیں ہوتا ' لیکن مذہب کی یقین بخشی مرضات الہی کی طلب اسی جوش و عشق کے ساتھہ پیدا کر دیتی ہے ' جس جوش و ہیجان سے ایک تاجر خریدار کی جیب کو دیکھتا ہے ' پس دنیا میں بعض ایسے مجنون ' لا یعقل ' اور سحر زدۂ مذہب انسان بھی ہوتے ہیں جو اس غرض کے آگے اور تمام غرضوں کو ہیچ دیکھتے ہیں ' اور اپنے اندر اور اپنے سے باہر جو کچھہ بھی رکھتے ہیں ' سب کو اسی غرض کیلیے لٹا دیتے ہیں - تم انکو مجنون سمجھکر اپنے جی کو سمجھا لو - لیکن وہ ایسے مجنون ہیں کہ انکا جنون تمہاری ہشیاری پر ہنستا ہے - تم ساری دنیا کی دولت کما کر بھی وہ لذت ' وہ عیش ' وہ نشاط ' وہ سرور و انبساط ایک لمعہ کیلیے حاصل نہیں کرسکتے ' جو وہ اپنا سب کچھہ کھو کر ' اپنے ہاتھوں میں ہتکڑیاں پہن کر ' اپنے پاؤں میں زنجیروں کے حلقے ڈالکر ' اپنے جسم کو زخموں سے چور کرکے ' بلکہ اکثر اوقات دار و رسن کے نیچے کھڑے ہوکر حاصل کیا کرتے ہیں - تم میں ایک انسان نہیں جو ہفت اقلیم کی پادشاہت کا تاج پہن کر بھی اس لذت کو پاسکے ' جو راہ دعوۃ کا ایک درویش و فاقہ مست اپنے تلووں میں کانٹے چبھا کر حاصل کرتا ہے ' اور اپنی شہنشاہی کے آگے تمہارے چاندی اور سونے کے بڑے بڑے بتکدوں کو ٹھکر پتھر کے ایک ڈھیر سے زیادہ نہیں پاتا - تم اس سے انکار مت کرو ' البتہ کہو کہ تم ان باتوں کے مخاطب نہیں :

حریف کاوش مژگان خوں ریزش نمی خاصم
بدست آور رگ جانے و نشتر را تماشا کن

یہاں راہ دعوۃ کا تذکرہ ہے - کسی شخص خاص کے واردات سے بحث نہیں ' اور نہ اشخاص کی محرومی سے عمل کی تقدیس کو بٹہ لگ سکتا ہے - مانا کہ ہم خود محروم ہیں ' لیکن صدہا اور ہزارہا انسان اس مقام سے لذت یاب ہوچکے ہیں ' اور خدا کی زمین کبھی انسے خالی نہ رہیگی - عرفی شیرازی نے کیا خوب اسکا فیصلہ کردیا ہے :

منکر نتواں گشت اگر دم زنم از عشق
ایں نشہ بمن گر نہ بود با دگرے ہست

البتہ یہ یاد رہے کہ حقیقت ' انسانی اعتراف کی منتظر نہیں ' اور دھواں جبھی اٹھتا ہے جب آگ سلگتی ہے - اگر آنکھوں میں بینائی ہے تو دیکھہ سکتے ہو :

فریاد حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست
ہم قصۂ غریب و بیان عجیب ہست

(موثرات و داعیات دعوۃ)

اس مبحث میں سب سے زیادہ اہم نقطۂ نظر یہ ہے کہ داعی کے کاروبار اور مقاصد عمل کی نوعیت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ اگر وہ قربانی و بذل مال و متاع سے گریز کرنا بھی چاہے ' تو اسوقت تک نہیں کرسکتا جب تک کہ دعوۃ کی راہ سے یکقلم باہر نہ آ جائے -

داعی خواہ کسی درجہ ' کسی قسم کا ہو ' لیکن اگر وہ داعی ہے ' کوئی دعوۃ ' کوئی پکار ' کوئی تبلیغ اپنے سامنے رکھتا ہے ' تو قدرتی طور پر اسکی زندگی اور زندگی کی تمام جد و جہد کا مقصد صرف یہی ہوگا کہ کسی نہ کسی طرح اپنی دعوۃ کی کامیابی کو دیکھے ' اور کسی نہ کسی طرح انسانوں کے دلوں کو اسکی طرف مائل کردے - اگر وہ مخلص نہیں ہے ' اگر سچا جوش و خروش اپنے اندر نہیں رکھتا ' اگر شہرت کا بھوکا ہے ' ناموری پر جان دیتا ہے ' دعوۃ و تبلیغ کے ذریعہ اپنی زندگی کو محترم اور اپنے اوقات کو پر شرف بنانا چاہتا ہے ' یا ان اغراض کے علاوہ اور کوئی غرض و مقصد نفسانی و ذاتی اپنے سامنے رکھتا ہے ' تو بھی بہ حیثیت داعی ہونے کے ' بہ حیثیت ایک خیال ' ایک عقیدے ' کیطرف انسانوں کو بلانے اور مائل کرنے کے خواہشمند ہونے کے ' کام کی نوعیت ہی اسے مجبور کریگی کہ لینے کا وہم بھی دلمیں نہ لائے ' اور دینے اور لٹانے کیلیے ہر وقت طیار رہے - اسکو دلوں کا رخ بدلنا ہے ' اسکے آگے عقائد و افکار کا انقلاب ہے ' وہ لوگوں سے انکی مالوفات و محبوبات کو چھڑانا چاہتا ہے ' وہ ان سے اعتقاد ' عمل ' اور اعتراف و تصدیق کا طالب ہے ' پس اگر اسکو ہزارہا روپیے دیکر ایک انسان بھی ملیگا ' لاکھوں اور کروروں اشرفیوں کے لٹانے سے ایک قلب مصدق بھی ہاتھہ آئیگا ' سب کچھہ دیکر اور کھو کر اسکے معاوضے میں ایک چہرے کو بھی اپنی طرف مائل پائیگا ' تو وہ کہیگا کہ یہ نقصان مال نہیں ' یہ اتلاف متاع نہیں ' یہ ضیاع وقت و نفس نہیں ' یہ تو کامیابیوں کی شہنشاہی ہے ' کامرانیوں کا تاج و تخت ہے ' فوز و مراد کی فتح ہے ' حصول و وصول کی بہشت ہے - یہ لٹنا نہیں ' لوٹنا ہے - یہ دینا نہیں ' لینا ہے - یہ کھونا نہیں ' پانا ہے - یہ خسران نہیں ' ربح ہے - یہ تحبط اعمال نہیں ' فوز عظیم ہے - یہ موت نہیں ' حیات جاودانی ہے - کیونکہ یہی چیز اسکا مقصد تھی ' یہی مقام اسکا منزل مطلوب تھا - اگر وہ نام و نمود کا طالب تھا تو اسی میں ہے ' اگر وہ شہرت کا بھوکا تھا تو اسی راہ میں ہے ' اگر وہ عزت و شرف کا طالب تھا تو اسی میں ملیگی - وہ راہ دعوت میں آکر کھونے اور لٹنے سے بچیگا کیوں ؟ وہ تو کھونے ہی میں اپنی ہر غرض کو مخفی دیکھے گا -

لیکن برخلاف اسکے کاروبار تجارت کی نوعیت ہی ایسی ہے کہ وہ کھونے اور لٹانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا - اگر خواب میں بھی اپنی ایک کوڑی کو گرتے دیکھے گا ' تو اس زور سے چیخ ماریگا کہ پھانسی کا پھندا دیکھکر بھی ایسی بدحواسی کی چیخ نہیں نکل سکتی -

اسئلة واجوبتها

فاتحــة البــلاغ

بعــض اسئلــة مهمــه

حديث اختــلاف امتي رحمة

[از جناب مولانا علي احمد صاحب مدراسي]

جناب کو معلوم هے که یه خاکسار آغاز اشاعة الهــلال سے اسکا بالالتزام مطالعه کرتا رها هے ' اور اس بارے میں جو خیالات رکهتا هوں ' اسے زباني عرض کر چکا هوں جبکه حسن اتفاق سے دهلي میں شرف نیاز حاصل هوا تها - اب ایک عرصه کے انتظار و اضطراب کے بعد البــلاغ نکلا تو اسکے محاسن و فضائل الهــلال سے بهي در چند بلکه ده چند نظر آے :

نقش نقش ثاني بهتر کشد ز اول !

علی الخصوص عربي فاتحة البــلاغ جو مسلسل در اشاعتوں میں شائع هوا - اسکي فصاحت و بلاغت لفظي اور معارف معنوي کا حال صرف ارباب ذوق و کمال هي جان سکتے هیں - هندوستان کي سرزمین سے تو ادب عربي کي ایسي صدائیں مدتوں سے نهیں اٹهیں ' اور نه اُن معارف و مطالب کا کهیں سراغ لگ سکتا هے جو اسکے هر حصے میں موجود هیں - سچ یه هے که جناب کا معامله اب اس سے گذر چکا هے که معمولي و رسمي الفاظ تعریف و توصیف کے اسکے لیے استعمال کیے جائیں :

ترا چنانکه ترئي هر کسے کجا داند
بقدر طاقت خود مي کنند استدراک !

.....

البته فاتحة البــلاغ کے بعض مقامات ایسے هیں جنکے متعلق جناب سے مزید ارشادات کا طالب هوں - حاشا که اس سے مقصود اعتراض و ایراد مخالفانه هو - مقصود محض توضیح مزید هے ' اور جو اخلاص و ارادت جناب کي سالها سال سے خاکسار رکهتا هے ' امید هے که وه هر طرح سوء ظن کے دروازوں کو مسدود کردیگي -

سب سے پهلي بات یه هے که نمبر اول کے آخري صفحه میں جهاں جناب نے حدیث " لتسوں صفوفکم او لیخالفن الله وجوهکم " پر بحث کي هے ' وهاں تعجب و انکار کے لهجے میں یه بهي فرمایا هے که : و نعد هذا رحمة بنا و نعتقد بان الاختلاف بین الامة رحمة ؟ یعني آنحضرة صلی الله علیه و سلم نے نماز کي صف میں همارے قدموں کا اختلاف بهي پسند نهیں کرتے ' اور همارا یه حال هے که هم سرے سے نماز کي جماعتوں هي میں اختلاف کرتے هیں ' اور هر گروه اپني الگ جماعة کهڑي کرتا هے ' اور پهر اس اختلاف کو اپنے لیے رحمت شمار کرتے هیں اور کهتے هیں که اختلاف امة کا رحمت هے ؟

لیکن نهیں معلوم جناب نے اختلاف امة کو رحمت قرار دینا کیونکر قابل اعتراض قرار دیا ' جبکه سمجهنے والوں کي یه اپني سمجهه هي نهیں هے بلکه مشهور حدیث خود سرور کائنات کي موجود هے که " اختلاف امتي رحمة " میري امة کا باهمي اختلاف رحمت هے - پس گو اختلاف کا اس حدیث میں آور مطلب هو ' مگر لفظ تو اختلاف کا آیا هے - اور جناب کا انکار و تعجب اس حدیث تک پهنچ جاتا هے - از راه لطف اسکي نسبت تشریح فرمائیے ' کیونکه بڑے بڑے مستند علماء نے اس حدیث کو اپني کتابوں میں درج کیا هے اور حضرة امام شعراني نے میزان میں اس حدیث کا مصداق اختلاف ائمهٔ اربعه کو قرار دیا هے - کما لا یخفی علیکم -

البــلاغ :

حدیث " اختلاف امتي رحمة "

بلا شبه آپکا یه خیال درست هے که فاتحه کي عبارت منقوله کا انکار و تعجب اس حدیث کے سوال تک منتهي هوتا هے - لیکن نفس حدیث تک نهیں ' بلکه حدیث کے اُس مطلب تک جو عام طور پر لوگوں نے سمجها هے ' اور عموماً فتنهٔ اختلاف و تحزب و تمذهب کے مباحث میں اس سے استدلال کیا جاتا هے -

فقیر کا اُس جمله سے مقصد صرف یه تها که جس وجود اقدس (روحي فداه) کو امة کا تقدیم و تاخیر قدم میں اختلاف گوارا نه تها ' اسکي امة عقائد و عبادات میں مجسمهٔ اختلاف و شقاق بنگئي هے ' اور پهر کهتي هے که یه رحمت هے - اگر یه " رحمت " الهي هے تو بقول جاحظ کے " عذاب الهي یقیناً اتفاق و اتحاد هوگا " فنعوذ بالله من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا !

رها اس حدیث کي صحت و عدم صحت کا سوال ' تو اگر میں آپکے اور عامة الناس کے پیش کرده الفاظ هي پر اڑ جاؤں ' تو بلا تامل کهدیسکتا هوں که اسکي کوئي اصلیت نهیں :

قصه کوته گشت ورنه درد سر بسیار بود !

مگر اس عاجز کا مقصود همیشه تحقیق و کشف حق رهتا هے ' نه که مکابره و مجادله - پس واضح هو که جن الفاظ کے ساتهه آپنے اس حدیث کو لکها هے ' اگر اس سے قطع نظر کر لیا جاے ' اور صرف نفس اختلاف کو پیش نظر رکها جاے ' تو بلا شبه اختلاف اصحاب رسول الله صلی الله علیه و سلم کے متعلق (نه که اختلاف امة کے متعلق) باختلاف الفاظ ایک روایت بعض محدثین نے درج کي هے ' اور چاهیے که اسکے تمام طرق و مسانید پر نظر ڈالي جاے -

حافظ سخاوي نے مقاصد میں اُسکي تمام روایتیں جمع کردي هیں ' اور دیگر طرق کا حال بعض متاخرین کي کتابوں سے معلوم هوجاتا هے - میں اُن تمام طرق کو یهاں جمع کرتا هوں :

(۱) بیهقي نے مدخل میں روایت کیا هے :

" سلیمان بن ابي کریمه عن جویبر عن الضحاک عن ابن عباس : قال قال رسول الله صلعم : مهما ارتکتم من کتاب الله فالعمل به لا عذر لاحد في ترکه ' فان لم یکن في کتاب الله فسنة مني ' فان لم تکن سنة مني فما قال اصحابي - ان اصحابي بمنزلة النجوم في السماء ' فایما اخذتم به اهتدیتم ' و اختلاف اصحابي لکم رحمة - یعني آنحضرة صلی الله علیه و سلم نے فرمایا : کتاب الله پر عمل کرو ' اسکے ترک کیلیے کسي کا عذر مسموع نهیں ' اگر کتاب الله میں کسي معامله کو نه پاؤ تو میري سنت پر عمل کرو ' اگر میري سنت نه پاؤ تو میرے اصحاب کے اقوال کو ڈهونڈهو - میرے اصحاب ایسے هیں جیسے آسمان میں ستارے - انمیں جو چاهو لوگے ' اسمیں هدایت هوگي - اور اختلاف میرے اصحاب کا تمهارے لیے رحمت هے - انتهي ملخصاً -

(۲) طبراني اور دیلمي نے اپني معجم و مسند میں بهي اسي طریق سے روایت کیا هے اور انهي الفاظ سے -

(۳) نصر مقدسي نے کتاب الحجة میں موقوفاً اسي روایت کو نقل کیا هے ' اور زرشي نے اسکا ذکر کیا هے - مگر اسناد نهیں لکهي هے -

(۴) اسي طرح عراقي نے ادم بن ایاس کا حوالہ دیا هے ' لیکن لکها هے که مرسل اور ضعیف هے - انکي روایت کے الفاظ یه هیں : اختلاف اصحابي رحمة لامتي -

(۵) بیهقي نے رسالہ اشعریه میں بهي درج کیا هے ' مگر بغیر اسناد -

(۶) بیہقي نے مدخل میں قاسم بن محمد کا قول بروایت سفیان عن افلح بن حمید نقل کیا ہے کہ : اختلاف اصحاب محمد صلی اللہ علیہ و سلم رحمۃ لعباد اللہ - اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اختلاف اللہ کے بندوں کیلیے رحمت ہے -

(۷) قتادہ کہتے ہیں کہ عمر ابن عبد العزیز کہا کرتے تھے : ما سرني ان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ و سلم لم یختلفوا ' لانہم لو لم یختلفوا ' لم تکن رخصۃ - یعني اگر آنحضرۃ کے اصحاب میں اختلاف نہوتا تو امۃ کیلیے آسانی اور رخصت کی وسعت نہوتی -

یہاں تک تو ہم نے حافظ سخاوي کي المقاصد سے نقل کیا ہے (صفحہ ۱۲ - مطبوعہ لکھنؤ) لیکن طبقات ابن سعد میں بھي قاسم بن محمد کا وہ قول موجود ہے جو بیہقي نے مدخل میں نقل کیا ہے کہ اختلاف اصحاب رسول اللہ رحمۃ للناس -

ابن حجر مکي نے بھي الدرالمنتثرہ میں اسکے مختلف طرق کو جمع کرنا چاہا ہے ' مگر ان میں جو قابل ذکر تھے وہ سب اوپر آگئے -

لیکن آپ دیکھہ رہے ہیں کہ ان تمام مخارج مندرجۂ صدر میں ایک صدا بھي ایسي نہیں ہے جس سے اس روایت کو کچھہ بھي تقویت مل سکے ' اور جس سے حسب اصول فن و قوم ثابت ہوسکے کہ یہ حدیث قابل احتجاج و استناد ہے -

اس حدیث کے تمام مخارج پر نظر ڈالیے - دفعہ ۲ سے لیکر ۷ تک جسقدر مخارج ہیں ' ان میں ایک حوالہ بھي ایسا نہیں ہے جس سے کوئي توثیق و سند حاصل کي جاسکے - طبراني اور دیلمي کا حوالہ کوئي نئي سند نہیں ہے- وہي روایت ہے جو بیہقي نے مدخل میں درج کي ہے - نصر مقدسي کے متعلق زرکشي ' حافظ سخاوي ' اور ابن حجر مکي ' سب کہتے ہیں کہ مرفوعاً روایت کي ہے ' مگر ساتھہ ہي تصریح کرتے ہیں کہ اسناد معلوم نہیں ' اور جب اسناد معلوم نہیں تو محدثین نے فیصلہ کردیا ہے کہ ایک مفتی کیلیے بھي قابل قبول نہیں -

حافظ عراقي نے یہ تغیر الفاظ اسي روایت کو لکھا ہے ' مگر اسناد اسکي بھي معلوم نہیں - حافظ سخاوي کہتے ہیں کہ انکے نزدیک مرسل و ضعیف ہے لیکن اگر اسناد بتلائي ہوتي تو معلوم کیا جاسکتا کہ ارسال میں بھي اسکا کیا حال ہے ' اور ضعف کے کیا کیا اسباب ہیں ؟

بیہقي نے ایک اور رسالہ میں بھي اسي روایت کو درج کیا ہے ' مگر حافظ سخاوي کي زباني آپ سن چکے ہیں کہ بغیر اسناد ! پس وہ بھي کوئي نئي اور مفید سند نہیں -

حدیث کے مخارج تو بس اسي قدر ہیں - اب اسکے بعد صحابہ و تابعین کے اقوال آتے ہیں - بیہقي نے مدخل میں قاسم بن محمد کا قول نقل کیا ہے کہ آنحضرۃ صلی اللہ علیہ و سلم کے اصحاب کا اختلاف بندگان خدا کیلیے رحمت ہے - لیکن یہ قاسم بن محمد کا قول ہے - وہ اُسے اوپر رفع نہیں دیتے -

اسي طرح قتادہ کہتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز کہا کرتے تھے کہ اگر صحابہ اپنے اجتہاد و استخراج مسائل یا تنوع طریق و عمل میں مختلف نہوتے ' تو امۃ کیلیے رخصت اور وسعت و سہولت نہوتي - اول تو یہ چیز ہي درسري ہے ' اختلاف امتی یا اختلاف اصحابي کے عموم سے اسے کیا تعلق ؟ پھر جو کچھہ بھي ہے ' عمر بن عبد العزیز رضي اللہ عنہ کا قول ہے -

آخر میں طبقات ابن سعد کا ذکر آیا ہے ' لیکن وہ بھي کوئي نئي سند نہیں - قاسم بن محمد کا وہي قول ہے جو بیہقي نے مدخل میں نقل کیا ہے -

اب صرف وہ ایک ہي روایت رہگئي جو دیلمي نے مسند الفردوس میں ' طبراني نے معجم میں ' اور بیہقي نے مدخل میں درج کي ہے- اسکے سوا اور کوئي اسناد ہمارے سامنے نہیں ہے - لیکن اسکا یہ حال ہے کہ روایت حضرت ابن عباس کي ہے ' جنسے ضحاک نے ' اور ضحاک سے "جویبر" نے روایت کي - ارباب فن و نظر کو معلوم ہے کہ حضرۃ ابن عباس کي روایت بذریعۂ ضحاک کا کیا حال ہے ؟ اور ائمۂ نقد کا کیا فیصلہ ہے ؟ یہ ضحاک ابن مزاحم البلخي مشہور مفسر ہیں ' لیکن انکي احادیث کے متعلق ائمۂ حدیث نے اختلاف کیا ہے کہ درخور قبول ہیں یا نہیں ؟ اگر اس اختلاف سے قطع نظر کرلیا جاے ' جب بھي یہ امر بالکل واضح طور پر تسلیم کرلیا گیا ہے کہ انکی ملاقات حضرۃ ابن عباس سے ثابت نہیں اور نہ انہوں نے خود ابن عباس سے کچھہ اخذ کیا ہے - اس بنا پر انکي تمام مرویات منقطع ہیں ' اور یہ روایت بھي اسي میں داخل -

پھر ضحاک کے بعد اسکا راوي "جویبر" ہے - یہ "جویبر" وہي جویبر ابن سعید الازدي الخراساني ہیں ' جن سے محمد بن عبد اللہ فلسطیني اور سالم بن یزید وغیرہ نے فضائل قران و نکاح وغیرہ میں بڑا ذخیرہ روایت کیا ہے ' اور انکي مجروحیت کتب قوم میں مشہور ہے - ابن معین کہتے ہیں کہ "لیس بشي" یعنی وہ کچھہ نہیں - نسائي اور دار قطني جیسے ائمۂ فن کا فیصلہ ہے کہ "متروک الحدیث" جوزجاني نے کہا کہ "لا یشتغل بہ" مدارسي نے کشف الاحوال میں ابن جوزي اور سیوطي کا نقد نقل کیا ہے کہ "متروک بمرۃ و قال في کتاب المبتدء ھالک" (صفحہ ۲۹ - مطبوعہ لکھنؤ)

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ دیلمي وغیرہ کي روایت کو اگرچہ "اختلاف امتی" سے کوئي تعلق نہیں بلکہ وہ صرف صحابہ کے اختلاف کے متعلق ہے ' تاہم اسکي صحت کیلیے بھي کوئي سامان ہمارے پاس نہیں ہے ' اور بہترسے بہتر مخرج جو اسکا ہوسکتا تھا ' اسکي اسناد بھي لائق احتجاج و اعتماد نہیں -

چنانچہ اسي بنا پر حافظ سخاوي نے لکھا ہے کہ :

و قد زعم کثیر من الائمۃ انہ لا اصل لہ - (المقاصد صفحہ ۱۲)

اور ائمۂ فن میں سے ایک جماعت کثیرہ نے خیال کیا ہے کہ اس حدیث کي کوئي اصل نہیں !

اسکے بعد خطابي کي نسبت لکھا ہے کہ انہوں نے غریب الحدیث میں اسے لیا ہے ' اور جاحظ اور موصلي کے اس قول کا رد کیا ہے کہ "لو کان الاختلاف رحمۃ لکان الاتفاق عذابا !" لیکن سوال اس رد و تغلیط کي نسبت نہیں ہے - کسي وجہ سے خطابي کي راے یہي ہوگي - لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اصول مقررۂ فن کے مطابق بھي انہوں نے کوئي سند لکھي ؟ یا توثیق و تصدیق کا خارج سے کوئي مزید اثر ڈالا ؟ اسکا حال یہ ہے کہ خود حافظ سخاوي ہي لکھتے ہیں : "ثم تشا غل الخطابي برد ھذا الکلام و لم یقع في کلامہ شفاء في عزو الحدیث ' ولکنہ اشعر بان لہ اصلاً عندہ" لیکن "اصلاً عندہ" کا حسن ظن ہمارے لیے کیا مفید ؟

کہ خضر از آب حیواں تشنہ مي آرد سکندر را !

آپ پر واضح ہو کہ فن کا معاملہ نہایت نازک ہے ' اور اعتماد شخصي اور حسن ظن معتقدانہ یہاں کوئي چیز نہیں - متاخرین عموماً اس اعتماد کي بنا پر اکثر روایتیں قبول کرلیتے ہیں ' اور کہتے ہیں کہ جب علماء نے لکھا ہے ' تو گو انہوں نے سند نہیں لکھي مگر ضرور کوئي نہ کوئي سند انکے پاس ہوگي - یہ بات محض حسن ظن کیلیے تو اچھي چیز ہے ' لیکن اگر فن میں اس سے کام لیا جائیگا تو پھر کوئي فن فن باقي نہ رہیگا -

فن حدیث کے اصول ہیں ' قواعد ہیں ' جرح و نقد ہے ' ائمۂ فن کي تصریحات ہیں ' روایت ہے ' درایت ہے ؛ اور محدثین کرام رحمہم اللہ نے بالاتفاق ہمیں بتلا دیا ہے کہ جس حدیث کي سند نہ بتلائي جاے ' بلا تامل اُسے رد کردو - پھر ہم ان بزرگوں کے اصولوں پر عامل ہوں ' یا انکي جمع و گردآوري پر ؟ کیا آپکو معلوم نہیں کہ محدثین کرام کي احتیاطات فن کا یہ حال ہے کہ وہ بغیر سند اور حوالۂ

مخرج کے نقل حدیث تک کو جائز نہیں رکھتے ؟ حافظ ابن الصلاح کے مقدمہ کو دیکھیے کہ نوع اول کے آخر میں کیا لکھتے ہیں ؟ علامۂ نووی کی شرح مسلم کی تصریحات پر نظر ڈالیے کہ انہوں نے نقل و روایت کیلیے کیا شرائط بیان کیے ہیں ؟ انہی چیزوں کے لیے طبقۂ محدثین متوسطین نے اصطلاح "الوجادہ" (بالکسر) وضع کی ' اور اسکی آٹھ قسمیں قرار دیں جنکی رعایت کے بغیر نقل حدیث جائز نہیں : السماع ' و القراۃ ' و الاجازہ ' و المناولہ ' و المکاتبہ ' و اعلام الشیخ ' و الوصیۃ بالکتابہ -

اسکے مقابلے میں آجکل کی حالت دیکھیے کہ اگر تصوف و مواعظ کی کسی کتاب میں کوئی روایت نظر سے گذر گئی' تو بغیر علم اسناد و مخارج کے ہر صاحب عمامہ حق رکھتا ہے کہ بلا تامل استدلال و احتجاج کرلے اور پورے اطمینان سے کہدے کہ : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم - اور اگر متاخرین فقہاء و عامۂ مصنفین کے یہاں اسکا سراغ چل گیا' تو پھر تو اسکی توثیق میں کوئی شبہ ہی نہ رہا' اور جو شبہ کرے اسپر قطعاً انکار حدیث کا فتوی ہے !

بل ہی فتنۃ و لکن اکثر الناس لا یعلمون !

(معنی اختلاف صحابہ)

آئیے ' اس سے قطع نظر ہی کرلیں کہ اصل روایت کا کیا حال ہے ؟ اسکو دیکھیں کہ جن علماء نے اس روایت پر اعتماد کیا ہے ' وہ اختلاف سے کونسا اختلاف مراد لیتے ہیں ؟ مختلف مذہبوں ' جماعتوں ' عقیدوں ' اور صور و اشکال عبادات و اعمال کا اختلاف ' یا کوئی اور اختلاف ؟

یہ تو آپکو معلوم ہوچکا کہ الفاظ مشہورہ "اختلاف امتی رحمۃ" کی کوئی اصلیت نہیں ملتی' البتہ اختلاف صحابہ کے رحمت ہونے کے متعلق ایک اسناد بیان کی گئی ہے' پس دیکھنا یہ ہے کہ بصورت صحت روایت' صحابہ کے اختلاف سے بھی کونسا اختلاف مراد ہے؟ کیا وہ اختلاف جس نے کئی دن تک حضرۃ عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے مکان کا محاصرہ کیا ' غذا اور پانی کو بند کیا ' اور بالاخر انکی مظلومانہ شہادت کا باعث ہوا ؟

کیا وہ اختلاف جسکی مختلف دو جماعتیں مدینہ اور مکہ سے نکلیں ' اور جسکا نام تاریخ نے " جنگ جمل " رکھا ہے ؟

اگر یہ نہیں تو کیا وہ اختلاف ' جسکی تلواریں صفین میں بے نیام ہوئیں' اور جسکی بدولت صدہا صحابۂ کرام مقتول و شہید ہوے ؟

آپ یقیناً کہینگے کہ " اختلاف صحابہ " سے مراد یہ اختلاف تو کسی طرح نہیں ہوسکتا ' بلکہ کوئی اور اختلاف جو موجب قتال و جدال ہونے کی جگہ موجب رحمت و فیضان ہوسکتا ہے -

چنانچہ جن علماء نے اس روایت پر اعتماد کیا ہے' اُن میں سے بھی بعض نے صاف صاف تصریح کردی ہے کہ اختلاف سے مراد مذہب و جماعت اور فرقہ بندی کا اختلاف نہیں ہے- بلکہ فہم و تدبر مسائل' اجتہاد و طرز اجتہاد' استنباط و طرز استنباط' مسالک مختلفۂ علم و عمل' اور طریق سلوک و مجاہدات دینیہ کا اختلاف مراد ہے' یا اور کوئی اسی طرح کا اختلاف جو امۃ کیلیے ایک نظیر اور اسوہ ہونے کے لحاظ سے' نیز نتائج و اتباع کے لحاظ سے رحمت تھا -

اصل یہ ہے کہ روایت میں جسطرح " اختلاف " کا لفظ آیا ہے اور جس ترتیب سے آیا ہے ' وہ خود بتلا رہا ہے کہ اختلاف سے مقصود کیا ہے ؟

روایت کا موضوع یہ ہے کہ امۃ کیلیے عمل و اتباع کے اصول و مخارج کیا کیا ہیں ؟ فرمایا کہ سب سے پہلے کتاب اللہ ہے - قران حکیم میں جو کچھ تمہیں دیدیا گیا اور جو کچھ بتلا دیا گیا ' کسی حال میں اس سے اغماض و غفلت نہیں کرنا چاہیے - لیکن اگر ایسے معاملات پیش آجائیں کہ انکی تفصیل و جزئیات سے قران حکیم خاموش ہو' تو سنت کی طرف متوجہ ہو' اور دیکھو کہ حامل قران کا اسوۂ حسنہ کیا کہتا ہے ؟ اگر یہ بھی خاموش ہو تو پھر عہد نبوت کی صحبت یافتہ اور طیار کردہ جماعت کے اجتہاد اور قضایا ہیں ' انکو دیکھو کہ کیا روشنی بخشتے ہیں ؟

لیکن چونکہ فہم و استنباط مسائل و تعلیمات میں ہر دماغ ایک خاص حال رکھتا ہے ' اسلیے ضرور ہے کہ صحابہ کے اجتہادات میں بھی اختلاف ہو ' اور ایک ہی مسئلہ کے متعلق مختلف صحابہ مختلف رائیں رکھتے ہوں - پس فرمایا کہ انکے اس اختلاف اجتہاد اور تعدد طرق فہم و استنباط سے مایوس نہیں ہونا چاہیے' بلکہ اسکے اندر حقیقت مرجعہ کو تلاش کرنا چاہیے - یہ اختلاف اجتہاد طبیعی ہے ' اور یہ کوئی مصیبت نہیں بلکہ رحمت ہے - اگر فہم و اجتہاد میں اختلاف نہوتا تو دنیا کی عقلی و دماغی ترقی رک جاتی -

چنانچہ یہ بالکل بیان واقعہ ہے- ہر شخص جانتا ہے کہ فہم و استنباط مسائل و طرق استدلال و اجتہاد میں صحابۂ کرام مختلف تھے' مگر چونکہ جماعت بندی اور تمذہب و تعزب نہ تھا ' " الی اللہ و الی الرسول " کے آگے سب کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں' اور ہر شخص اپنی راے و قیاس کو کتاب و سنت پر عرض کرتا تھا' اسلیے انکا اختلاف یقیناً رحمت تھا' جس سے شریعت کے حقائق ابھرے' اور اسکا ہر گوشہ نمایاں ہوا- انکا اختلاف وہ اختلاف نہ تھا جو در اصل ایک عذاب الہی ہے' اور جسکی نسبت امۃ مرحومہ کو وصیت کی گئی تھی کہ: "لا تکونوا کالذین تفرقوا و اختلفوا من بعد ما جاءھم البینات اولائک لھم عذاب عظیم !

حضرۃ ابن عباس تمتع بالعمرہ الی الحج کے وجوب کے قائل تھے' بعض دیگر صحابہ کو اس سے اختلاف تھا - جب عروہ نے انسے کہا کہ افراد حج افضل ہے' تو انہوں نے کہا : تمتع رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم - عروہ نے کہا : ولکن ابو بکر و عمر لم یفعلا - لیکن حضرۃ ابوبکر و عمر نے نہیں کیا - اسپر حضرۃ ابن عباس نے غضب ناک ہوکر اور " فردوہ الی اللہ و الرسول " کی روح القدس سے معمور ہوکر فرمایا : یوشک ان ینزل علیکم حجارۃ من السماء - اقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم' و تقولون قالا ابوبکر و عمر؟ ممکن ہے کہ تم پر آسمان سے سنگ باری ہو- میں کہتا ہوں کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے ' اور اسپر تم حجۃ لاتے ہو کہ کہا ابوبکر و عمر نے ؟

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

اسی واقعہ سے اندازہ کرلیجیے کہ " فردوہ الی اللہ و الرسول " کا کیا جاہ و جلال صحابۂ کرام کی نظروں میں تھا؟ اور جب حالت یہ تھی تو ظاہر ہے کہ انکا اختلاف فہم و اجتہاد کیوں نہ موجب رحمت ہوتا؟

صحابہ کے اندر سماع موتی میں اختلاف تھا ' لیلۃ الاسراء کے متعلق اختلاف تھا ' تیمم جنابت کے متعلق اختلاف تھا ' وجوب غسل از اکسال کے متعلق حضرۃ عایشہ کا فتوی اور تھا ' حضرۃ علی ' عثمان ' طلحہ ' ابو ایوب ' اور ابن کعب (رضی اللہ عنہم) کا فتوی دوسرا تھا ' لیکن اُن میں سے کوئی اختلاف بھی فتنۂ تعزب و تشیع (۱) تک منجر نہوا - یہی معنی " اختلاف اصحابی رحمۃ " کے ہیں ' اور فی الحقیقت یہ اختلاف رحمت الہی تھا -

چنانچہ حضرۃ عمر ابن عبد العزیز کا جو قول قتادہ نے نقل کیا ہے ' وہ صاف صاف واضح کر رہا ہے کہ مقصود اختلاف سے اسی قسم کا اختلاف ہے' نہ کہ اختلاف تمذہب و تعزب - کیونکہ انہوں نے کہا کہ اگر اختلاف نہوتا تو امۃ کیلیے توسیع اور رخصت کی سہولت نہ ہوتی-

ابن حجر مکی نے یہ بھی لکھا ہے کہ : و قیل المراد اختلافھم فی الحرف و الصنائع - یعنی یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں اختلاف

(۱) تشیع یعنی فرقہ بندی اور گروہ گروہ ہو جانا - یہاں تشیع سے مقصود مصطلحہ فرقۂ شیعہ نہیں ہے -

سے مقصود مختلف حرفتوں اور صنائع کا اختلاف ہے - اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اختلاف تشدد و تعصب کا مقصود نہیں -

(اختلاف صحابہ اور قرآن)

حضرۃ عمر ابن عبد العزیز نے عزائم و رخص کی طرف اشارہ کیا ہے' اور یہ بتایا ہے کہ مقصود اختلاف افکار نہیں بلکہ اختلاف اعمال ہے - یعنی اگر تمام صحابہ تمام ایک ہی طرح کی عملی زندگی بسر کرتے' تو ایک طبقہ تو تقسیم عمل کے قدرتی اصول کی بنا پر صدہا اعمال ضروریہ کا تارک بن جاتا' دوسری طرف جو نمونہ امۃ کیلیے قائم ہوتا' وہ ناقابل عمل و انتفاع ہوتا -

حضرات صحابہ کرام کو ہم دیکھتے ہیں کہ انھوں نے عمل صالح اور طلب مصالح کے وہ تمام مختلف طریقے اختیار کیے جتنا ہر امۃ عادلہ و صالحہ کے اندر ہونا ضروری ہے - سب ایک ہی راہ جہد و طلب کے عامل نہ تھے - ایک جماعت تھی جس نے تفقہ فی الدین کی طرف زیادہ توجہ کی' اور علوم نبویہ کی حامل و حافظ ہوئی - ایک جماعت تھی جس نے زیادہ وقت جہاد و قتال فی سبیل اللہ میں صرف کیا اور دشمنان حق سے شریعۃ کو محفوظ کیا - ایک گروہ تھا جس نے طلب معاش عالم اور تجارت و کسب حلال پر زیادہ وقت صرف کیا اور اسطرح انکی تاجرانہ زندگی بھی اشاعۃ حق و تبلیغ احکام و تائید و نصرۃ دین کا ذریعہ بنی - غور کیجیے کہ جو کچھ کہہ رہا ہوں' کس طرح ٹھیک ٹھیک قرآن حکیم سے ماخوذ ہے - خود اللہ تعالی نے سورۂ مزمل کے آخر میں صحابۂ کرام کے مجموعی اعمال مقدسہ و طیبہ کی تصویر کھینچی ہے :

ان ربك يعلم انك تقوم ادنى من ثلثى الليل و نصفه و ثلثه و طائفة من الذين معك والله يقدر الليل و النهار علم ان لن تحصوه فتاب عليكم فاقرؤا ما تيسر من القرآن علم ان سيكون منكم مرضى و اخرون يضربون فى الارض يبتغون من فضل الله و اخرون يقاتلون فى سبيل الله فاقرؤا ما تيسر منه و اقيموا الصلوة و اتوا الزكوة و اقرضوا الله قرضا حسنا - (۷۳ : ۲۰)	"بیشک تمہارا پروردگار تمہاری ہر حالت کی خبر رکھتا ہے' اور تم جو کچھ کرتے ہو' سب اسکے سامنے ہے - وہ جانتا ہے کہ تم راتوں کو تقریباً دو تہائی رات تک یا آدھی آدھی رات اور ایک ایک پہر تک ذوق عبادت میں مستغرق کھڑے رہتے ہو' اور تمہارے اصحاب میں سے بھی ایک جماعت اس عالم میں تمہارے ساتھ ہوتی ہے - اللہ نے رات اور دن کی تقسیم اوقات کی ایک تقدیر کردی ہے' اور وہی انکا اندازہ فرما ہے - اسکو یہ بھی معلوم ہے کہ تم ان اوقات عبادت کو نباہ نہیں سکتے' پس اس نے تم پر سے اسقدر شدید عبادت اٹھادی - یہ ضروری نہیں کہ تم آدھی آدھی رات اور دن تین پہر تک خداوند کے حضور کھڑے رہو - یوں کرو کہ جسقدر بھی آسانی کے ساتھ رات کی نوافل میں قرآن پڑھسکو' پڑھلیا کرو - خدا کو معلوم ہے کہ تم میں بعض عبادت گذار ایسے ضعیف الجسم ہیں کہ اگر آدھی آدھی رات تک اسی طرح عبادت کرینگے تو بیمار ہوجائینگے' اور خدا کا عبادت سے یہ مقصود نہیں - وہ جانتا ہے کہ کچھ لوگ ان میں ایسے ہونگے جو تجارت اور کسب رزق نیز حصول فواید و نعائم کی تلاش میں سفر کرینگے' اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سفر کی حالت میں ایسی شدید عبادت کو بھی جاری رکھیں - نیز وہ خدا جانتا ہے کہ ان میں بعض لوگ حق و صداقت کیلیے دشمنان اسلام سے لڑتے ہیں' انکے شب و روز زیادہ تر اسی میں بسر ہونگے - پس جاہیے کہ راتوں کو وقت کی قید اوٹھا دو' جسقدر آسانی سے ہوسکے' قرآن کو نماز میں پڑھو - اور صلوۃ الہی کو قائم کرو' زکوۃ ادا کرو' اپنے مال دولت کو خدا کی راہ میں لٹاؤ' یہ گویا اللہ کو قرض حسنہ دینا ہے جسکا بدلہ اسکے خزانے سے دونوں جہانوں میں پاؤگے"

اللہ اللہ' وہ کیا لوگ تھے جنکے اعمال کی یہ تصویر و تقسیم تھی' اور وہ کیسی پاک روحیں تھیں' جنکی جان نثاریوں اور عبادت گذاریوں کا حال ایک عاشقانہ محبت و شفقت کے لہجہ میں خود خدا تعالی نے فرمایا' اور انکے ذکر باقی کو صفحات کلام اللہ میں ہمیشہ کیلیے ثبت کردیا: فهم جلساء الله' لا يشقى جليسهم' وهم الذين قال في حقهم: لئن سئلني لاعطينه' و لئن استعاذني لاعيذنه (بخاري)

بہر حال ان آیات کریمہ میں ضمناً قرآن حکیم نے خود ہی بتلادیا ہے کہ صحابہ کرام کی راہ عمل مختلف تھی - فرمایا کہ بعض فضل الہی کی تلاش میں سیر و سیاحت کرتے ہیں' اور بعض جہاد فی سبیل اللہ کی راہ میں نکلتے ہیں - پھر کیوں آپ اس روایت میں لفظ اختلاف کا یہی مطلب نہ قرار دیں کہ انکا طریق کار حسب اصول تقسیم عمل مختلف تھا' اور یہ اختلاف قطعاً رحمت ہے' اور ایسی رحمت عظیم کہ اگر نہو تو دنیا کے عمران و تمدن کی بنیادیں ہل جائیں -

اس سے بھی ایک در قدم اور آگے بڑھیے' اور دیکھیے کہ عزائم و رخص کے لحاظ سے بھی فی الحقیقت صحابہ کرام کی راہیں مختلف تھیں اور ان میں باہم اختلاف تھا - حضرۃ ابو ذر زہد و نسک میں منہمک تھے' حضرۃ عثمان بن مظعون اور حضرۃ عبد اللہ بن عمر پر استغراق عبادۃ و ترک لذائذ دنیوی کا غلبہ تھا' حضرۃ ابن کعب' ابن مسعود' ابن عباس' حفظ و درس علوم پر زیادہ وقت صرف کرتے تھے' مگر حضرۃ عثمان ابن عفان نے کسب و تجارت پر اور زیادہ توجہ کی - پس اگر صحابہ میں یہ اختلاف نہوتا اور سب کے سب مثل حضرۃ ابو ذر اور ابن مظعون کے زہد و ترک لذائذ میں مستغرق ہو جاتے' تو نتیجہ یہ نکلتا کہ انکا نمونہ امۃ مسلمہ میں آنے چلکر وہ غلو اور حرج پیدا کردیتا جو اہل کتاب کے رہبان میں پیدا ہوا' اور جسکو اسلام نے دور کیا : ورهبانية ابتدعوها - لیکن اگر سب کے سب مثل امیر معاویہ اور عمرو ابن العاص کے دہاء و سیاست اور محبت نعیم و زینۃ و ریاست میں منہمک ہوجاتے' تو تمام امۃ محض مادیۃ و جسمانیۃ ہی میں غرق ہوجاتی اور روحانی لذتوں کا کوئی بھوکا نہ رہتا - لان القدوة و الاسوة اشد تاثيرا في نفوس البشر من التعاليم القولية و العلميه - فهذا هو الاختلاف الذي كان رحمة للامة -

یہ جو کچھ عرض کیا گیا' یقین کیجیے کہ قرآن حکیم ہی کی بخشی ہوئی روشنی ہے' اور اپنی راہ یہی ہے کہ ہر روشنی جو آنکھ دیکھے' اسکا انتساب نور آسی آفتاب ہدایت سے کیا جائے - خود یہی زیر بحث روایت بتلاتی ہے کہ سب سے پہلے کتاب اللہ سے اخذ فیضان کرو' اور اسلیے ہر روایت کو بھی سب سے پہلے کتاب اللہ پر عرض کرنا چاہیے - اختلاف کی نوعیت کے متعلق سورۂ مزمل کی آیات اوپر گذر چکی ہیں - اب ایک اور آیت آخر سورۂ توبہ کی تلاوت کیجیے :

و ما كان المومنون لينفروا كافة' فلو لا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين و لينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم' لعلهم يحذرون (۹ : ۱۲۴)	سارے مسلمان تو اسی کام کیلیے ہوکر نہیں نکل سکتے' پس کیوں نہ ایسا ہو کہ ہر جماعت میں سے ایک گروہ اس غرض سے نکلے کہ دین کے علم و احکام کو حاصل کرے' اور دین کا مبلغ و داعی بنکر اپنی قوم میں واپس جاے اور باطل پرستی کے نتائج سے اسکو ڈرائے -

اس آیۂ کریمہ میں بتلایا ہے کہ سب لوگ خدمت دین کی ایک ہی شاخ کے نہیں ہو جا سکتے - تقسیم عمل کا قدرتی طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ ہر جماعت میں سے ایک گروہ اپنے اپنے حلقوں میں تبلیغ دین کا کام اپنے ذمے لیلے' اور اپنے وقت کو حصول علم دین میں خرچ کرے - پس یہی اختلاف صحابہ کے مختلف گروہوں کا تھا جو امۃ کیلیے رحمت ہوا' اور یہی رحمت ہے جس سے اب ہم محروم ہیں -

اسیران جنگ
(۲)

گذشته نمبر میں اُن قوانین و دفعات کا خلاصہ ہم درج کرچکے ہیں جو اسیران جنگ کے متعلق آج یورپ کے ادعاء تمدن و تہذیب کا (بشرطیکہ موجودہ عالمگیر جنگ کے بعد یہ ادعاء باقی رہا ہو) سدرۃ المنتہی ہے ' اور جس سے زیادہ وہ آور کچھہ نہیں کرسکتا - یہ دفعات گذشتہ چالیس سال کے اندر بتدریج قرار پائے ہیں ' اور سوئٹزرلینڈ کی آخری بین الملی کانگریس نے اپنا ایک پورا اجلاس انکی تکمیل میں خرچ کیا ہے -

اس قانون کو پیش نظر رکھکر اب چاہیے کہ ہم اسلام کے اُس طرز عمل اور سلوک کی تفتیش میں نکلیں جو اُس نے اسیران جنگ کے ساتھہ کیا ہے - اور جس سے ہم ایک " اسلامی قانون اسیران جنگ " کا استنباط کرسکتے ہیں - لیکن اسکے لیے ضروری ہے کہ ایک مختصر اور اجمالی نظر عرب جاہلیۃ کی حالت پر بھی ڈال لی جاے - کیونکہ اسلام کا مبدء ظہور وہی ملک ' اور وہیں کی آب و ہوا کی نشوونما تھی -

(اہل عرب اور اسیران جنگ)

اسلام کے زمانے تک اگرچہ مہذب قوموں میں فدیہ لیکر اسیران جنگ کے رہا کر دینے کا رواج ہوگیا تھا ' لیکن عموماً ایک انتقام کیش عرب جاہلی بغض و کینہ کے جذبات پر مال و دولت کو قربان کردیتا تھا -

چنانچہ ایک عورت کو جب معلوم ہوا کہ اوسکا بھائی عمرو اوسکے دوسرے مقتول بھائی کا خوں بہا لیکر صلح کرنا چاہتا ہے ' تو اوسنے طنز آمیز لہجے میں انتقام لینے پر شعر کو اشتعال دلایا :

ودع عنك عمروا ان عمروا مسالم
وهل بطن عمرو غير شبر لمطعم

عمرو کا ذکر نہ کرو ' وہ تو آمادۂ صلح ہے - عمرو کا پیٹ ہے تو بالشت بھر کا - مگر پھر بھی نہیں بھرتا ' اسلیے وہ دیت لینا چاہتا ہے :

فان انتم لم تثأروا و تديتم
فمشوا باذان النعام المعلم !

پس اگر تم لوگ خون کا انتقام نہیں لیتے ' بلکہ خوں بہا لیتے ہو ' تو جاؤ اور ہر جگہ ذلت و خواری کے ساتھہ رسوا پھرو !

اس بنا پر اہل عرب اسیران جنگ سے فدیہ بہت کم لیتے تھے ' اور اکثر نہایت بیرحمی کے ساتھہ قتل کرڈالتے - حرب کلاب میں جب کندہ کا سردار گرفتار ہوا ' تو قیس بن عاصم نے پہلے اپنی کمان سے اوسکے دانت توڑ ڈالے ' پھر اپنے سردار نعمان بن جساس کے بدلے میں اُسے قتل کرڈالا - بنو ضبہ نے جب محرق غسانی اور اوسکے بھائی حبش بن دلف کو قید کیا تو فوراً دونوں کی گردن ماردی - عامر بن مالک نے سعید بن زرارہ کے ساتھہ اس قدر سختیاں کیں کہ وہ حالت قید ہی میں مرگیا - زمانۂ اسلام میں حباب کو بھی بنو عامر نے قید کرکے اسی طرح قتل کردیا تھا -

پھر اہل عرب اگر قیدیوں کے ساتھہ کچھہ زیادہ فیاضی کرتے بھی تھے ' تو وہ فیاضی یہ تھی کہ ذلت کا ایک داغ دیکر اُنہیں رہا کرتے ! عون ابن احوص نے معاویہ ابن جون کو گرفتار کیا تو پیشانی کے بال کاٹ کر رہا کیا - قبیلۂ بنو یربوع نے جب عرب کے مشہور پادشاہ منذر بن السماء کے بیٹے قابوس کو ایک معرکے میں قید کرلیا ' تو اسی قسم کا ذلت آمیز برتاؤ کیا -

آج مہذب دنیا حالت قید میں بادشاہوں کے ساتھہ شریفانہ برتاؤ کرنے پر فخر کرتی ہے ' لیکن اہل عرب اونکی تذلیل و تحقیر کو اپنا مایۂ ناز سمجھتے تھے اور یہی عرب کی اصلی فطرۃ حریۃ ہے چنانچہ عرب کا مشہور شاعر عمرو بن کلثوم کہتا ہے :

فابو بالنهاب و باسبايا * و ابنا بالملوك مصفدينا

یعنی عام لوگ تو مال غنیمت اور معمولی قیدیوں کو لیکر پلٹے ' مگر ہم بادشاہوں کو ہتھکڑیاں پہنا کر لاے - (۱)

لونڈیوں کے ساتھہ اس سے بھی زیادہ وحشیانہ برتاؤ کیا جاتا تھا - یہاں تک کہ قید کی حالت میں اون سے ہر قسم کا تمتع جائز سمجھا جاتا - عمرو بن عمرو نے جب قبیلۂ بنو عبس کے بہت سے قیدی گرفتار کیے تو ایک نو خیز لڑکی سے ناجائز تمتع بھی کیا - اسی بنا پر فرقۂ شعوبیہ نے (یہ فرقہ عرب کا دشمن تھا) عرب پر اختلاط نسب کا بھی الزام لگایا ہے ' کیونکہ وہ قیدی عورتوں سے جبراً علائق پیدا کرتے - صاحب عقد الفرید اور ابن قتیبہ نے اسے بالتفصیل لکھا ہے -

(اسلام اور اسیران جنگ)

اسلام دنیا میں آیا تو پہلے معرکۂ جہاد ہی میں اوسکے سامنے اسیران جنگ کا مسئلہ پیش ہوا - چنانچہ غزوۂ بدر میں جب آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ستر قیدی پیش کیے گیے ' تو اونکے بارے میں آپ نے حضرت ابو بکر سے مشورہ کیا - اونھوں نے فدیہ لیکر رہا کردینے کی راے دی - لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے اختلاف کیا ' انھوں نے کہا کہ دشمنان حق کو فدیہ لیکر چھوڑنا کیسا ؟ ہر مسلمان شخص کو چاہیے کہ خود اپنے ہاتھوں سے اپنے کافر عزیزوں کو قتل کرکے محبت حق کا ثبوت دے - لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی راے پر عمل فرمایا ' اور فدیہ لیکر تمام قیدیوں کو رہا کردیا -

مفسرین کرام کے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کی راے صحیح تھی - وہ کہتے ہیں کہ اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل پر خدا نے یہ عتاب آمیز آیت نازل فرمائی :

ما كان لنبي ان تكون	پیغمبر کیلیے قیدی بنانا اوسوقت تک
له اسري حتي يثخن	کیلیے جائز نہیں جبتک کہ وہ فرض جہاد
في الارض - تريدون عرض	کو پوری طرح ادا نہ کرلے - تملوگ دنیوی
الدنيا و الله	مال و دولت کے بھوکے ہو اور خدا تو
يريد الاخرة ' و الله عزيز	صرف اخرۃ کا ثواب چاہتا ہے - وہ
حكيم - لولا كتاب من الله	غالب اور حکیم ہے - اگر خدا کا حکم پہلے
سبق ' لمسكم فيما اخذتم	سے نہ ہوچکا ہوتا ' تو جو مال تم نے لیا
عذاب عظيم - فكلوا مما	ہے اوسکی پاداش میں تم پر بڑا

(۱) اس حصے کیلیے بلوغ الارب - ذکر ایام العرب از ص - ۶۱ - تا ص - ۸۳ کا مطالعہ بہتر ہوگا - کیونکہ اسمیں احوال جاہلیۃ کے اکثر مطالب یکجا کردیے ہیں -

غنمتم حلالا طيبا ' و اتقو الله ' ان الله غفور رحيم (انفال)

سخت عذاب نازل هوتا - مگر اب جو کچهه مال غنيمت ميں تم نے لوٹا هے ' اوسکو حلال اور پاک چيزوں کي طرح کهاؤ ' بلا شبه الله بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا هے

ليکن ترمذي کي ايک روايت سے ثابت هوتا هے که اس آيت کو اسيران بدر کے فديه سے کوئي تعلق نهيں ' بلکه وه مال غنيمت کے متعلق نازل هوئي هے :

فلما كان يوم بدر وقعوا في الغنائم قبل ان تحل لهم ' فانزل الله : لولا كتاب من الله لمسكم فيما اخذتم عذاب عظيم (ترمذي كتاب التفسير ص - ۵۰۳)

جب معرکۂ بدر پيش آيا تو مال غنيمت کے حلال هونے سے پيشتر هي لوگوں نے لوٹنا شروع کردیا - اسپر خدا نے يه آيت نازل فرمائي که اگر خدا کا حکم پہلے سے نه هوچکا هوتا ' تو جو کچهه تم نے لوٹا هے اوسکي پاداش ميں تم پر بڑا عذاب نازل هوتا -

يهي وجه هے که اس آيۃ کي تفسير ميں بر بناء احاديث صحيحه همارا مسلک عام مفسرين کي راه سے الگ هے ' اور اسکي پوري تحقيق سورۂ انفال و توبه کي تفسير سے معلوم هو سکيگي -

غزوۂ بدر کے بعد آنحضرت صلی الله عليه و سلم کا جو طرز عمل رها ' اوس سے بهي ثابت هوتا هے که اس آيت نے فديه پر کوئي اثر نهيں ڈالا - چنانچه آپ نے غزوۂ بني مصطلق ميں تمام اسيران جنگ کو فديه ليکر رها کردیا تها - (۱)

(فديه کا مقصد)

اسلام اگرچه فديه کا موجد نه تها ' بلکه زمانۂ قديم سے جو رسم چلي آتي تهي ' وهي جاري رهگئي تهي ' با اينهمه اسلام کا طرز عمل اس معامله ميں تمام دنيا سے مختلف تها - اعمال کے نتائج کا اثر خود عمل سے نهيں ظاهر هوتا بلکه نيت سے ظاهر هوتا هے - اختلاف نيت سے ايک هي عمل کا نتيجه مختلف صورتوں ميں ظاهر هو سکتا هے - گذشته قوموں نے فديه کي جو رسم قائم کي تهي ' اوس سے اسيران جنگ پر احسان تو ضرور هوجاتا تها ' ليکن وه بالکل عارضي تها - اونهوں نے اسے مال و دولت جمع کرنے کا ايک ذريعه بنا ليا تها - قديم قوموں ميں بهت سے جنرل اسيکي بدولت دولت مند هوگئے - ليکن اسلام نے اسکا دائره صرف رهائي کے احسان تک هي محدود کردیا - چنانچه کفار نے جب ايک سردار کي لاش کو فديه ديکر واپس لينا چاها تها ' تو آنحضرت نے صاف انکار کردیا تها (۲) اسلام نے اگر فديه کو مالي فائده حاصل کرنے کا ذريعه بنايا هوتا تو فديه ليکر لاشوں کا واپس کرنا زنده انسانوں کي واپسي سے زياده آسان اور بے ضرر تها - حضرت ابوبکر رضي الله عنه نے اسيران بدر کے متعلق فديه لينے کا جو مشوره دیا تها ' اوس سے صرف مالي فائده اوٹهانا مقصود تها - چنانچه اونهوں نے صاف صاف کهدیا تها که اس سے فوجي مصارف ميں مدد ملیگي - پس اگر اس آيت کا وهي شان نزول تسليم کرليا جائے جسکو حضرات مفسرين کرام نے بتايا هے ' تو اوس سے بهي صرف يهي نتيجه نکلتا هے که فديه کو دنيوي فوائد کے حاصل کرنے کا ذريعه نهيں بنانا چاهيے - چنانچه خدا خود کهتا هے :

تريدون عرض الدنيا و الله يريد الاخره !

تم دنيوي فوائد چاهتے هو اور خدا تمهارے ليے آخرة کا ثواب چاهتا هے -

ليکن اس سے فديه ليکر بطور احسان رها کردینے کي نفي لازم نهيں آتي - اور دراصل اس مبحث سے اس آيۃ کو کوئي تعلق هي نهيں -

(۱) ترمذي ص - ۲۹۴
(۲) طبقات ابن سعد جلد ۲ - ص - ۶۴

مگر اسلام کا دریاے کرم ان خس و خاشاک کا بهي پابند نهيں هوسکتا تها - آنحضرة نے اگرچه بعض موقعوں پر فديه قبول کرليا تها ' ليکن آپ عموماً قيديوں کو بغيرکسي مالي معاوضے کے آزاد فرماديا کرتے تهے - قبيله بنو مصطلق کے بعض اسيران جنگ سے اگر آپنے فديه ليا ' تو قيديوں کا ايک گروه بلا معاوضه بهي رها کردیا (۱)

و كان منهم من من عليه رسول الله صلى الله عليه و سلم ' و منهم من افتدى ' فلم يبق امراة من بني المصطلق الا رجعت الى قومها (طبقات ابن سعد جلد ۲ - ص - ۴۶)

اونکے بعض قيديوں کو آپ نے احساناً رها کردیا ' اور بعض سے فديه ليا - اسطرح بنو مصطلق کي هر گرفتار شده عورت اپني قوم ميں واپس چلي گئي - اور ايک عورت بهي نه بچي جو قيد ميں رهگئي هو !

(غزوۂ دومة الجندل)

غزوۂ دومة الجندل ميں تقريباً ايکسو بچے اور عورتيں قيد کرلي گئي تهيں - ليکن جب ابو زيد مسلمان هوکر آپ کي خدمت ميں حاضر هوا اور اونکے رها کرنے کي درخواست کي ' تو آنحضرت صلی الله عليه و سلم نے حضرت علي کے ذريعه حضرت زيد بن حارثه کو حکم دیا :

ان تجعلي بينهم و بين حرمهم (ابن سعد جلد ۲ ص ۴۶)

اونکـــي عورتـــوں کو بالکـــل آزاد کردو -

(بني تميم و هوازن)

غزوۂ بني تميم ميں صحابه گيارہ عورتوں اور تيس بچوں کو گرفتار کر لاے - آنحضرت نے اونکو رمله بنت حارث کے گهر ميں بند کردیا ' ليکن جب اوس قبيله کے سردار آئے اور اونکو ديکهکر قيديوں نے رونا پيٹنا شروع کيا ' تو آنحضرت صلی الله عليه و سلم نے تمام قيديوں کو اونکے ساتهه رها کرکے واپس کردیا (۲)

غزوۂ هوازن ميں علاوه بهت سے مال غنيمت کے ۶ هزار زن و مرد گرفتار هوے تهے (۳) ليکن جب وه لوگ مسلمان هوکر آپ کي خدمت ميں حاضر هوے اور مال غنيمت کے واپس کرنے کي درخواست کي ' تو آپنے فرمایا : " مال اور قيدي دونوں واپس نهيں کيے جاسکتے - ايک کو اختيار کرسکتے هو " اونلوگوں نے قيديوں کو واپسي کيليے انتخاب کيا - چونکه تمام قيدي تقسيم کردیے گئے تهے ' اسليے آنحضرت نے ايک خطبه دیا ' جسکا مطلب يه تها :

" جو لوگ قيديوں کو بخوشي واپس کرنا چاهيں وه واپس کردیں - ليکن اگر کچهه لوگ مالي معاوضه چاهتے هوں تو چاهيے که صبر کريں - اسکے بعد ميرے حصه ميں جو مال خمس کا آئيگا ' ميں اوس ميں سے هر قيدي کے عوض ۱۶ اونٹ ديدونگا "

ليکن تمام صحابه نے قيديوں کو بخوشي واپس کردیا (۴)

(قاتلوں کے ساتهه سلوک)

بعض حالتوں ميں آپ پر دشمنوں نے کمينگاهوں سے نهايت خداعانه حملے کيے هيں اور وه گرفتار هوکر آے هيں - کفار مکه کي ايک جماعت نے جو ۸۰ - اشخاص سے مرکب تهي ' عين نماز فجر ميں آپ پر حمله کرنا چاها اور صحابه نے اونکو گرفتار کرليا - ليکن آپنے ان کو بهي بغير کسي مالي معاوضه کے بلا تامل آزاد کردیا (۵)

عهد نبوت ميں متعدد قبائل کے ڈاکوؤں نے ايک جتهه قائم

(۱) طبقات ابن سعد جلد ۲ - ص - ۱۱۶
(۲) طبقات ابن سعد جلد ۲ - ص - ۱۱۱
(۳) يه واقعه ابو داؤد ' بخاري ' مسلم ' سب ميں هے -
(۴) ابو داؤد جلد ۲ - ص - ۱۰
(۵) مقريزي جلد ۲ - ص - ۷۸

کرلیا تھا ' اور عام طور پر ڈاکہ مارتے پھرتے تھے - آپ نے اونکي گرفتاري کیلیے فوج بھیجي مگر جب وہ گرفتار ہوکر آے تو سب کو آزاد کردیا - چنانچہ عرب نے اونکو عتقاء (آزاد شدہ) کا خطاب دیا - آگے چل کر اسي نام سے اونھوں نے ایک مستقل قبیلہ کي شکل اختیار کرلي ' اور بعہد عمرو بن عاص مصر میں آباد ہوگئے -

(واقعۂ شمامہ بن آثال)

مالي معارضہ کي سب سے زیادہ توقع امراء اور روساء سے ہوسکتي تھي ' اسلیے اگر اسلام نے فدیہ کو حصول دولت و مال کا ذریعہ بنایا ہوتا ' تو وہ سب سے زیادہ امراء کے آگے اپنے دامن کو وسیع کرتا - لیکن اوس نے امراء کو بھي اوسي طرح آزاد کر دیا ' جسطرح وہ ایک غریب بدوي کو آزاد کر دیتا تھا - صحابہ کرام اہل یمامہ کے سردار شمامہ بن آثال کو گرفتار کر کے لاے ' اور مسجد کے ایک ستون سے باندہ دیا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاے تو اوس سے پوچھا کہ تیرے پاس کیا ہے ؟ اوس نے کہا : " اگر آپ قتل کرنا چاہتے ہیں تو میرے پاس رگوں میں خون ہے ' اگر احسان کرنا چاہتے ہیں تو میرے پاس زبان شکرگذار ہے ' اور اگر مال چاہتے ہیں ' تو جس قدر مطلوب ہو باساني دیا جاسکتا ہے " آنحضرت سنکر واپس گئے اور دوسرے دن پھر یہي سوال کیا ' اوس نے بھي اپنے پہلے ہي جواب کا اعادہ کیا - آپ آج بھي واپس گئے ' تیسرے دن پھر وہي سوال کیا ' اوس نے پھر وہي پہلا جواب دیا - آپنے حکم دیا کہ بلا کسي معارضے کے اسے بالکل آزاد کردو ! وہ آزاد ہوکر مسجد سے نکلا تو ایک کھجور کے درخت کے پاس جاکر پہلے غسل کیا ' پھر مسجد میں آکر کلمۂ توحید پڑھا اور کہا :

" اے محمد ! خدا کي قسم ' دنیا میں میرے لیے تمھارے چہرہ سے زیادہ مکروہ کوئي چہرہ نہ تھا - لیکن آج مجھے تمھارے رخسار سب سے زیادہ محبوب نظر آتے ہیں - میرے نزدیک تمھارے مذہب سے زیادہ مبغوض کوئي مذہب نہ تھا ' لیکن آج تمھارا دین مجھے تمام مذاہب سے زیادہ عزیز معلوم ہوتا ہے - میں تمھارے شہر سے زیادہ کسي شہر کو قابل نفرت نہیں سمجھتا تھا ' لیکن آج تمھارا شہر مجھے تمام شہروں سے زیادہ دلفریب نظر آتا ہے - میں عمرہ کي غرض سے چلا تھا - راستے میں آپ کي فوج نے مجھے قید کر لیا - اب آپ کا کیا حکم ہے " ؟

آپ نے اوسکو عمرہ ادا کرنے کا حکم دیا - لیکن جب وہ مکہ میں آیا تو اہل مکہ نے طعنہ دینا شروع کیا کہ " یہ گمراہ ہوگیا " لیکن اوس نے کہا : " تم غلط کہتے ہو - میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس مسلمان ہوا ہوں ' پھر گمراہ میں ہوں یا تم ؟ اب جبتک آنحضرت حکم نہ دینگے ' یمامہ سے مکہ میں گیہوں کا ایک دانہ بھي نہ آسکیگا " - (۱)

(آستانۂ اسلام اور غلامان عرب)

غلامونکے ساتھہ آنحضرت کے اس کریمانہ برتاؤ کي شہرت ہوئي ' تو کفار مکہ کے بہت سے غلام آپکي خدمت میں بھاگ بھاگ کر آگئے کہ آپ کے دامن کرم میں پناہ لیں - یہ رنگ دیکھکر کفار نے آپکو خط لکھا کہ " ان غلاموں کو آپ کے مذہب سے کوئي خوش اعتقادي نہیں ہے ' صرف آزادي کي کشش اونکو آپ کي خدمت میں کھینچ لیگئي ہے " صحابہ نے بھي اسکي تائید کي اور کہا : " کفار سچ کہتے ہیں - آپ ان کو واپس کردیجیے " لیکن آنحضرت صحابہ پر سخت برہم ہوے اور فرمایا : " اب ان کو واپس نہیں کیا جاسکتا - یہ خدا کي راہ میں آزاد ہیں " (۲) کفار کا بیان کیونکر سچ ہوسکتا

(۱) مسلم جلد ۲ - ص - ۷۵
(۲) ابو داود جلد ۲ - ص - ۱۳

تھا ؟ انھوں نے کہا کہ اُن غلاموں کو اسلام سے کوئي خوش اعتقادي نہیں جو اُسکے آستانۂ کرم پر آزادي کیلیے آئے ہیں ' لیکن اگر یہ سچ تھا کہ وہ آزاد ہونے کیلیے آئے تھے تو اوسکا یہي مطلب تھا کہ وہ مسلمان ہونے کیلیے آئے تھے - کیونکہ اسلام اسکے سوا کیا ہے کہ وہ ہر طرح کے دماغي و جسماني غلاموں کو آزاد کردینے کیلیے ظاہر ہوا ؟

(اسیران بنو قریظہ)

تمام غزوات میں آپ نے بظاہر سب سے زیادہ سختي بنو قریظہ کے ساتھہ کي تھي جنھوں نے اپنے تخالف عہد و میثاق سے اپنے تئیں سخت سے سخت تشددات کا مستحق بنا دیا تھا ' لیکن اون کے قیدي بھي آپ کے لطف و مراعات سے محروم نہ رہے ' اور آپ نے بہت سے قیدیوں کو آزاد کردیا (۱)

(قیدیوں کي ضروریات)

دور جدید کے فیاضانہ قانون کي رو سے قیدیوں کے بدن سے زیور یا کپڑا نہیں اوتارا جاسکتا ' لیکن اسلام کي فیاضي نے صرف اتنا ہي نہیں کیا بلکہ خود قیدیوں کو کپڑا بھي پہنا دیا - غزوۂ بدر میں جب حضرۃ عباس رضي اللہ عنہ آپ کے سامنے برہنہ کھڑے ہوے ' تو آپنے نے اونکو عبد اللہ بن سلول کي قمیص لیکر پہنائي - یہ اوسي احسان کا معارضہ تھا کہ آپ نے اوسکے مرنے کے بعد اپنا کرتہ اوسکے کفن کیلیے دیا تھا - قبیلۂ ہوازن کے قیدیوں کي تعداد تقریباً ۶ ہزار تھي ' لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو کپڑا پہنا کر واپس کیا - (۲)

(اسیران جنگ کے جذبات کي رعایت)

قید کي حالت میں جسماني تکلیفوں سے زیادہ انسان کے جذبات کو صدمہ پہونچتا ہے ' لیکن آج تک دنیا کي کسي قوم نے قیدیوں کے جذبات کا لحاظ نہیں رکھا - صرف اسلام ہي ایک ایسا مذہب ہے جس نے جسم کے ساتھہ قیدیوں کي روح کو بھي سکھہ پہونچایا ہے - قید کي حالت کا وہ منظر نہایت درد انگیز اور رقت خیز ہوتا ہے جب بھائي بھائي سے ' بیٹا باپ سے ' شوہر بي بي سے بجبر ایک غیر متعین مدت کیلیے جدا کردیے جاتے ہیں - لیکن اسلام نے قید کي حالت میں ہمیشہ عزیزوں کي باہمي یکجائي سے اونکے لیے تسکین کا سامان مہیا کیا - جب حضرت علي نے ایک لڑکي کو اوسکي لڑکي سے جدا کرنا چاہا تھا ' تو آنحضرت نے اسکي ممانعت فرمائي تھي (۳) یہي وجہ ہے کہ اسلام نے کبھي قیدیوں کے مذہبي جذبات و عقائد سے بھي تعرض نہیں کیا - مدینہ میں یہود کے مذہبي اثر نے اس قدر وسعت حاصل کرلي تھي کہ اگر کسي عورت کے بچے زندہ نہیں رہتے تھے تو وہ نذر مانتي تھي : " اگر اوسکا بچہ زندہ رہیگا تو وہ اوسکو یہودي بنائیگي " - چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہود بنو نضیر کو جلا وطن کیا ' تو اون میں اس قسم کے بہت سے بچے بھي تھے - انصار نے انکو روکنا چاہا ' لیکن اسپر یہ آیت نازل ہوئي :

لا اکراہ في الدین — مذہب میں اکراہ و جبر نہیں '
قد تبین الرشد — بلا شبہ اب حق باطل کے مقابلے
من الغي - (۴) — میں بالکل واضح و روشن ہوگیا ہے -

(مبادلہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے ساتھہ قیدیوں کا مبادلہ بھي کیا ہے - ابن سلمہ کا بیان ہے :

" جب قبیلہ بنو فزارہ پر حملہ کیا گیا ' تو میں اوس قبیلہ کي

(۱) طبقات ابن سعد جلد ۲ - صفحہ - ۵۴
(۲) ایضاً جلد ۲ - ص - ۱۱۱
(۳) ابو داود جلد ۲ - ص - ۱۲
(۴) ابو داود جلد ۲ - ص - ۹

ایک عورت کو گرفتار کر لایا - اسکے ساتھہ اوسکی نوخیز لڑکی بھی تھی - حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ امیر الجیش تھے ' اونھوں نے مال غنیمت کو تقسیم کیا تو وہ لڑکی مجھہ کو ملی - میں اوسکو مدینہ لے آیا - راستہ میں حسن اتفاق سے آنحضرت کا سامنا ہو گیا - آپ نے اوس لڑکی کو دیکھہ کر فرمایا کہ اس عورت کو مجھپر ہبہ کردو - میں نے کہا خدا کی قسم مینے اب تک اسے ہاتھہ بھی نہیں لگایا ہے ' اور اب اسکو آپ کی نذر کرتا ہوں ! لیکن آپنے اوس لڑکی کو لیکر اہل مکہ کے پاس واپس بھیجدیا ' اور کفار نے اپنے عوض میں متعدد مسلمان قیدیوں کو رہا کر دیا " (۱)

(واقعۂ حضرت صفیہ)

اس واقعہ سے ایک دوسرے اہم مسئلہ کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے ' آنحضرت نے رہائے میں امراء کے خاندان کی جو عورتیں گرفتار ہوکر آئیں ' اون میں جویریہ اور صفیہ کے ساتھہ آپنے خود نکاح فرمایا - چونکہ وہ اور باتوں کے ساتھہ حسن و جمال میں بھی نہایت ممتاز تھیں ' اسلیے یورپ اسکو بد کماتی کی نگاہ سے دیکھتا ہے ' لیکن واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت قید کی حالت میں بھی شرفاء کی عزت کا ہمیشہ لحاظ رکھتے تھے - صفیہ پہلے دحیہ کلبی کے حصہ میں آئی تھیں ' لیکن وہ ایک امیر وقت کے خاندان کی چشم و چراغ تھیں ' ظاہر ہے کہ ایک رئیسہ کے حفظ مراتب کا دحیہ لحاظ نہیں رکھہ سکتے تھے - جویریہ اپنے بدل ازادی کیلیے جسطرح پریشان حال پھرتی تھیں ' وہ اونکے لیے بھی سخت توھین کا باعث تھا - اور صفیہ نے تو خود اس خیال کو ظاہر بھی کردیا تھا - اس بنا پر آنحضرت نے اونکی اس ذلت کو گوارا نہیں کیا ' اور خود اونکے ساتھہ نکاح کر کے اونکی خاندانی عزت میں اور اضافہ کر دیا - چنانچہ آپ کے طرز عمل سے صحابہ کو خود بھی اسکا احساس ہو گیا تھا - صفیہ کو ایک شخص نے یہ کہکر آنحضرت کی خدمت میں پیش کیا :

یا نبی اللہ ! اعطیت دحیۃ صفیۃ بنت حیی ابن اخطب سید قریظۃ و النضیر ' لا تصلح الا لک - (۲)

یا رسول اللہ ! آپ نے صفیہ کو جو حیی ابن اخطب سردار قریظہ و نضیر کی لڑکی ہے ' دحیہ جیسے معمولی شخص کے حوالے کیا ہے - لیکن وہ صرف آپ ہی کیلیے موزوں ہے -

(مطعم بن عدی)

آنحضرت احسان کے معاوضے میں بھی قیدیوں کو رہا فرمایا کرتے تھے - زمانۂ جاہلیۃ میں مطعم بن عدی نے آپ کے ساتھہ ایک احسان کیا تھا - اسکا آپ پر اس قدر اثر تھا کہ جب اسیران بدر آپ کی خدمت میں حاضر کیے گئے تو آپ نے فرمایا : " اگر مطعم بن عدی آج زندہ ہوتا اور وہ ان قیدیوں کے معاملے میں گفتگو کرتا ' تو میں سبھوں کو رہا کر دیتا "

(وحشیانہ مراسم کا انسداد)

لیکن سب سے زیادہ آپ نے ان مظالم اور ان ذلت آمیز طریقوں کو مٹایا ' جو غلاموں کے متعلق تمام عرب میں رائج تھے - عرب میں یہ ایک نہایت درد انگیز طریقہ جاری ہوگیا تھا کہ غلاموں کے ہاتھہ پاؤں باندھکر نہایت بیدردی سے قتل کردیتے تھے - چنانچہ بنو عامر نے حضرت خبیب کو اسی طریقہ سے قتل کیا تھا - لیکن آپنے نہایت سختی کے ساتھہ اس ظلم و وحشت کو روک دیا -

لونڈیوں کے ساتھہ بغیر انقضاء مدت کے لوگ تعلق کرلیتے تھے یہاں تک کہ حاملہ لونڈیاں بھی اس سے مستثنی نہ تھیں - لیکن آنحضرت نے نہایت سختی کے ساتھہ اس کی بھی ممانعت فرمائی - آپنے ایک لڑائی میں ایک حاملہ لونڈی کو دیکھکر فرمایا : " شاید اسکے آقا نے اسکے ساتھہ یکجائی کی ہے " صحابہ نے بھی آپ کے خیال کی تائید کی - اسپر آپنے فرمایا :

هممت ان العنه لعنة تدخل معه في قبره (۱)

جی میں آتا ہے کہ اس فعل کے کرنے والے پر ایسی دائمی لعنت بھیجوں جو اسکی قبر تک اوسکے ساتھہ جائے !

پھر غزوۂ اوطاس میں عام حکم دیدیا :

لا توطاء حاملة حتى تضع ' و لا غير ذات حمل ' حتى تحيض حيضة (۲)

حاملہ لونڈیوں سے وضع حمل کے قبل نزدیکی نہ کی جائے ' نیز غیر حاملہ عورتوں سے بھی اوسوقت تک علیحدگی ضروری ہے جب تک کہ اون پر ایک مہینہ طہارت ایام مخصوصہ کا نہ گذر جائے -

(رقاصہ لونڈیاں)

زمانۂ جاہلیۃ میں عموماً لونڈیوں سے رقص و سرود کا کام لیا جاتا تھا ' اور اس قسم کی لونڈیوں کا ایک خاص طبقہ پیدا ہوگیا تھا جسکو " قینہ " کہتے تھے - اس طبقہ میں وہ لونڈیاں نہایت مودب سمجھی جاتی تھیں ' جو عین محفل کے اندر لمس و مس کا حیا سوز موقع دیتی تھیں - اس بے حیائی کا اثر اونکی وضع و لباس سے بھی ظاہر ہوتا تھا - وہ نہایت ڈھیلا ڈھالا کرتہ پہنتی تھیں - اوسکا گریبان نہایت کشادہ اور کھلا ہوتا تھا - چنانچہ طرفہ نے ان لونڈیوں کا ذکر اپنے مشہور قصیدۂ معلقہ میں نہایت تفصیل سے کیا ہے ' اور ارباب فن کو معلوم ہے -

عرب جاہلیۃ کی یہ حالت بعینہ قدیم تمدن روم سے ملتی جلتی ہی جسکی رقاصہ اور مغنیہ عورتوں کے نیم برہنہ لباس کی تصویریں اور تماثیل تم نے دیکھی ہونگی - آج یورپ کا لباس محفل رقص جسکو " فل ڈریس " کا عجیب و غریب لقب دیا گیا ہے :

بر عکس نہند نام زنگی کافور

اسی کا بقایا ہے ' اور اس سے عرب جاہلیۃ کی رقاصہ لونڈی کے کھلے گریبان اور منظر عریانی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے -

بہت سے لوگ جبراً لونڈیوں سے بدکاری کرواتے تھے ' اور اس طریقہ سے مالی فائدہ اوٹھاتے تھے - آج بھی تمام متمدن قوموں میں یہ ہو رہا ہے -

لیکن اسلام کی اخلاقی تعلیم نے ان تمام وحشیانہ رسموں کو مٹا دیا - قرآن حکیم کی مندرجۂ ذیل آیت پر غور کرو :

ولا تكرهوا فتياتكم على البغاء ان اردن تحصنا لتبتغوا عرض الحياة الدنيا و من يكرههن فان الله من بعد اكراههن غفور رحيم (۳۴ : ۳۳)

اور اپنی لونڈیوں کو زنا پر دنیوی فائدہ کیلیے مجبور نہ کرو جبکہ وہ پاکدامن رہنا چاہتی ہیں ' اور اگر لوگ اونکو مجبور کرتے ہیں ' سو اس جبر کے بعد اگر وہ مرتکب زنا ہوجائیں تو خدا بڑا ہی معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے -

اسطرح لونڈیوں نے قعر مذلت اخلاقی سے نکل کر ایک نئی شریفانہ زندگی کے عالم میں قرآن حکیم کی بدولت قدم رکھا - یہاں تک کہ قرآن نے اونکو " فتاۃ " کا خطاب دیا ' جسکے معنی عربی میں شریف لڑکی کے ہیں ' لونڈی نہیں کہا -

(باقی آیندہ)

(۱) ابو داود جلد ۲ - ص - ۱۲

(۲) مسلم جلد ۱ - ص - ۵۴۶ کتاب النکاح

(۱) ابو داود جلد ۱ - ص - ۲۹۲ کتاب النکاح

(۲) ابوداود جلد ۱ - ص - ۲۹۲

مرحوم مولانا شبلي نعماني

حياة علمي و ادبي پر ايک سرسري نظر

گذشته سال کي ايک صحبت

گذشته سال ايک يادگار جلسه مسلم انسٹي ٹيوٹ هال کلکته ميں زير صدارت جسٹس سيد حسن امام منعقد هوا تها - اس غرض سے که يه عاجز شمس العلما مولانا شبلي نعماني مرحوم کي حياة علمي و ادبي کے متعلق لکچر دے -

کسي کثير التصانيف مصنف کي علمي زندگي کے متعلق (علی الخصوص جبکه وه مختلف علوم سے تعلق رکهتي هو) ايک دو گهنٹے کي صحبت ميں کيا کها جاسکتا هے ؟ تاهم ايک تقرير کي گئي ' اور چونکه مجمع هر طرح کا تها ' اسليے کوشش کي گئي که خالص علمي مباحث کا خشک مذاکره هي نهو ' بلکه زياده تر انهي پهلوؤں پر نظر ڈالي جاے ' جو عام طور پر بهي کوئي ادبي و علمي بصيرة سامعين کے ليے رکهتے هيں -

ميرے ايک عزيز و مخلص مولوي محمد يعقوب صاحب نے اس تقرير کے نوٹ بطور خود لے ليے تے - وه آنکر مرتب کرکے اس غرض سے ميرے پاس لاے که کسي بيان ميں غلطي تو نهيں رهگئي هے - چنانچه وه کاغذ ايکبار ميں نے رکهه ليا - ليکن اسکے بعد نه تو مجهے اسکي ياد آئي اور نه مولوي صاحب نے ياد دهاني کي ضرورت سمجهي - آج ايک سال کے بعد ايک ضرورت سے کاغذات کو ديکهنے لگا تو يه پورا مضمون نکل آيا - مضمون نے پهلے سال گذشته کا وه زمانه ياد دلايا جب ميں نے ان کاغذات کو حوالۂ نسيان کيا تها ' اور اس ياد کے ساتهه هي مولانا شبلي مرحوم ' اور انکي نا قابل فراموش علمي و ادبي صحبتيں ياد آگئيں !

جرت الرياح علی مکان ديارهم * فکانهم کانوا علی ميعاد !

اگرچه يه ايک محض زباني اور سرسري تقرير تهي ' اور پهر اسکے بهي يه نامکمل و متفرق نوٹ هيں ' تاهم خيال آيا که گذشته کي هر ياد ' اور رفته کا هر تذکره کچهه نه کچهه دلچسپي ضرور رکهتا هے - اسے شائع کرديا جاے تو بهتر هے - ممکن هے که اسکے سرسري اشارات سے کوئي مفيد بات کسي کو معلوم هوجاے - اور پهر تذکرۂ علم و ارباب علم بهر حال عدم تذکره سے بهتر هے :

(آغاز تقرير)

" ميں اس موثر اور عظيم الشان اجتماع پر اس هال کو مبارکباد ديتا هوں ' اسليے نهيں که انسانوں کا ايک بهت بڑا مجمع مجهے اپنے اردگرد نظر آتا هے ' کيونکه مجامع همیشه هوتے هيں اور همیشه هونگے - اسليے نهيں که شوق اور محبوبيت کا ايک غير معمولي اجتماع ميرے سامنے هے ' کيونکه ميں نے اس سے بهي وسيع تر حلقه هاے محبوبيت و ذوق ديکهے هيں ' اور اسليے بهي نهيں که ايک منتخب اور تعليم يافته صحبت يهاں منعقد هوگئي هے ' کيونکه ايسا بارها هوا هے ' اور يه ميرے ليے کوئي نئي چيز نهيں - مگر اے حضرات ! صرف اسليے که آج کا اجتماع ان تمام موجبات تبريک سے بهي بڑهکر ايک خصوصيت اپنے اندر رکهتا هے ' اور وه کسي متمدن اور زنده اجتماع کيليے سب سے بڑي عظمت هے جو دنيا ميں حاصل هو سکتي هے - همارا آج کا اجتماع طاقت کے ماتم ميں نهيں هے ' جسکا ماتم همیشه کيا جاتا هے - همارا ماتم دولت کے لٹنے کا نهيں هے جسکے ليے غلام دولت مجمعوں نے همیشه ماتم کيا هے - همارا ماتم دنيوي عزتوں کيليے نهيں هے جسپر حلقه بگوشان دنيا نے همیشه سينه کوبي کي هے - هم کو کسي دنيوي عز و جاه کي کشش کهينچ کر يهاں نهيں لائي هے جسکي طاقتور زنجيروں نے همیشه بنده هوس انسانوں کو مقيد کيا هے - بلکه آج هم صرف علم اور فن کے ماتم کيليے يهاں جمع هوئے هيں ' جسکي تقديس سب سے بالاتر ' اور جسکي عظمت کے آگے دنيا کي هر بڑي سے بڑي قوت بهي هيچ هے - (چيرز) هم ايک ايسے انسان کے غم ميں اشکبار هيں جو ايک فقير بے نوا تها ' جسکو کسي طرحکي دنيوي عزت حاصل نه تهي ' جو نه کبهي بڑے بڑے ايوانوں ميں رها ' اور نه چاندي سونے کے خزانے اپنے وارثوں کيليے آسدے جمع کيے (چيرز) البته اس نے دنيوي شهنشاهوں کي جگه چاليس سال تک سلطان علم کي خدمت گذاري کي (چيرز) پس مبارک هے وه اجتماع جو علم اور ارباب علم کيليے هو ' اور مبارک هو تم که آج طاقت ' حکومت ' عزت ' اور دولت کي جگهه ' صرف علم اور اهل علم کي عظمت کيليے جمع هوے هو (چيرز) "

اسکے بعد مقرر نے اصل موضوع پر توجه کي ' اور اپني مشکلات کو ظاهر کيا - انهوں نے کها که " آپ اعلان ميں پڑه چکے هيں ' که ميرا موضوع " مولانا شبلي مرحوم کي حيات علمي و ادبي " هے ' ليکن حيران هوں که ڈيڑه دو گهنٹے کي صحبت کے اندر ايک چاليس سالہ علمي زندگي کے متعلق آپکو کيا بتلا سکتا هوں ؟ اس قسم کے علمي موضوعوں کيليے بهت کافي وقت کي ضرورت هے - همارے سامنے ايک ايسي زندگي هے جو يکسر تصنيف و تاليف ميں بسر هوئي ' اور جسکي تصنيف و تاليف کا ميدان نهايت وسيع تها - اگر صرف ايک فن هي کا تذکره هوتا تو اسکے ليے بهي ايک مختصر صحبت کافي نه تهي يهاں تو مختلف علوم کي تصنيفات و مباحث کے مسائل درپيش هيں ' اور جن ميں بعض ايسے علوم بهي هيں جنکا ذوق باهم متضاد و مختلف هے - انهوں نے ايک هي زندگي ميں ايک هي وقت کے اندر تاريخ ' سيرة ' کلام ' فقه ' حديث ' اور ادب و شعر کے متعلق تصنيفات مرتب کي هيں ' اور اسليے همیں بهي ايک هي وقت کے اندر علوم دينيه کے خشک اور مقدس مباحث کے ساتهه عالم حسن و عشق اور ادب و شعر کي کليوں ميں بهي سرگرداني کرني هے - پهر اس سے بهي مشکل تر يه که کسي مصنف کي زندگي پر نقد و بحث کرنے کے ليے خالص علمي بحث کي ضرورت هے - اس نے جن مواضيع پر اپني مصنفات يادگار چهوڑي هيں ' انکے مقاصد اور اطراف و متعلقات کو واضح کرنا چاهيے - پهر ان مقاصد کيليے جو ذخيره متقدمين نے موجود هے ' اسکي حالت کو بکثرت مثاليں ديکر اور اقتباسات پيش کر کے ذهن نشين کرنا چاهيے - اسکے بعد ڈهالنا چاهيے که ايک ايسے متفرق ' غير مرتب ' غير منظم ' اور پريشان سامان سے کيونکر ايک کامل ' جامع اور مرتب و منظم عمارت طيار کي گئي ؟ اور اجتهاد فکر ' دقت نظر ' وسعت مطالعه ' اور حسن اخذ و استدلال نے اس طرح ان تمام نقصوں کو پورا کرديا جو قلت مواد اور تساهل مصنفين سے پيدا هوگئے تے ؟

ليکن علاوه قلت وقت کے يه ايک ايسي خشک بحث هوگي جو شايد بعض طبائع پر شاق گذرے -

پهر اس سے بهي مقدم تو امر فن تصنيف و تاليف کا تذکره هے اور اسکے بغير ميري بحث کامل نهيں هوسکتي - تصنيفات کي مختلف قسميں هيں ' اور مجهے بتلانا چاهيے که انکے فرائض و مقاصد کيا کيا هيں ؟ نيز يه که ايک مصنف کے ليے استعداد دماغي ' حسن مطالعه ' اور وسعت معلومات کيونکر بهم هوسکتے هيں ' اور همارے نقيد علم و فن کا ان ضروري ارکان ثلاثه تصنيف ميں کيا حال تها ؟

ايسي حالت ميں آپ سمجهه سکتے هيں که اس موضوع اور قلت وقت نے کسقدر مشکل کرديا هے ؟ تاهم مجهے کچهه نه کچهه کهنا هے اور اسي موضوع پر کهنا هے - ميں مختصر اشارات سے کام لونگا ' اور کوشش کرونگا که اس علمي زندگي ميں جو عبرتيں اور بصيرتيں خواستگاران علم و بزرگي کيليے پوشيده هيں ' انهيں اپنے سفر بيان کے هر قدم پر نمايان کروں - کيونکه ان تمام مذاکرات و بيانات کا مقصد اصلي يهي هے : لقد کان في قصصهم عبرة لاولي الالباب "

اسکے بعد انہوں نے مختصر طور پر تصنیفات کی بلحاظ موضوع و مقاصد چند قسمیں بیان کیں' اور سب سے پہلے مولانا مرحوم کی تاریخی تصنیفات پر بحث کیلیے منتخب کیا -

اس سلسلے میں انہوں نے سب سے پہلے اسلام کے تاریخی ذخیرہ کی ایک مختصر تاریخ بیان کی - انہوں نے کہا کہ " اگرچہ اسلام کی تدوین تاریخ کے مختلف دور ہیں' مگر میں تسہیل بیان و اختصار مطلب کی غرض سے انہیں صرف دو بڑی قسموں میں تقسیم کردیتا ہوں' یعنی قدماء مورخین کا دور جو سنہ ۶۰ سے شروع ہوتا ہے' جبکہ بروایۃ ابن الندیم بعض روایات غزوات قلمبند کی گئیں' اور متاخرین مورخین کا دور جنہوں نے چوتھی صدی کے بعد نئی ترتیبات و مقاصد سے تاریخیں مدون کیں "

اسکے بعد انہوں نے قدماء کی خصوصیات تحریر و تدوین کو بیان کیا' اور دیر تک اسکی تفصیل مثالوں کو پیش کرتے ذہن نشین کرتے رہے - مثلاً انہوں نے کہا کہ " سادگی بیان' سلسلۂ روایت' صحت نقل' عدم تاثر موثرات سیاسیۂ و دینیہ' اور تمام اجزاے ضروریۂ واقعہ نگاری کے لحاظ سے ہمارا اصلی ذخیرہ (مثل تمام علوم اسلامیہ کے) صرف متقدمین ہی کا ہے - لیکن افسوس کہ یہی بدولت اصلی ضایع ہوچکی ہے' اور مستشرقین یورپ علی الخصوص تمام پروسٹان جرمنی کی بدولت جو چند کتابیں میسر آئی ہیں' وہ ہماری ضرورتوں کیلیے کافی نہیں ہیں - سب سے قدیم تر کتاب طبقات " ابن سعد " ہے جو صحابۂ کرام کا تذکرہ ہے' اور گذشتہ آٹھ سال کے اندر مستشرقین جرمن کی مساعی حسنہ سے شایع ہوا ہے - اسکے بعد ابن قتیبہ' ابو حنیفہ' طبری' ابن الندیم' بلاذری' یعقوبی' اور ابن ہشام ہیں' اور تمام متاخرین تقریباً انہی کتابوں سے مواد اخذ کرتے ہیں "

پھر انہوں نے متاخرین کا ذکر کیا اور کہا : " مواد تاریخ کیلیے تقریباً یہ تمام ذخیرہ بیکار ہے - کیونکہ اول تو کوئی نئی شہادت نہیں' پھر ترتیب و تنظیم اور جزئیات تاریخ کے لحاظ سے بھی کچھ مفید نہیں " انہوں نے ابن خلدون کے مقدمہ' مقریزی کی تاریخ مصر' اور اندلس کے مورخین اور اس عام تنزل تاریخی سے مستثنیٰ کردیا' اور محی الدین مراکشی' ابن وزیر غرناطی' اور مقری کی بہت تعریف کی " جنہوں نے قرون مدینۂ اندلس کے متعلق بہترین مواد تاریخی جمع کیا' اور مذاق تصنیف کے تنزل اور تدوین علوم کی اس بد مذاقی سے محفوظ رکھنے میں کامیاب ہوے جو تمام مشرق پر طاری تھا "

سلسلۂ بیان میں آنہوں نے تاریخ مصنفات اسلامیۂ و عربیہ کے متعلق جا بجا نہایت مفید اور دقیق اشارات کیے جو افسوس ہے کہ اردو مختصر نویسی کے رائج نہونے کی وجہ سے قلمبند نہیں کیے جا سکتے - مثلاً آنہوں نے طرز تصنیف' طریق ترتیب' تنظیم مطالب' تقسیم ابواب و فصول' تبویب عناوین و مواضیع' اور حسن ضبط و تسلسل بیان کے لحاظ سے بھی قدماء مصنفین کو متاخرین پر ترجیح دی' اور کہا کہ " تمام دنیا میں علوم و تمدن کی ترویج و ترقی کے ساتھ اقوام متمدنہ کے علمی ذخیرہ میں بھی نئی نئی خوبیاں پیدا ہوئی ہیں' مگر تاریخ اسلام کا حال اس لحاظ سے نہایت عجیب اور بالکل برعکس ہے - یہاں مذہب' علم' اخلاق' اور سیاست' سب کی خوبیاں قدماء کے حصے میں آئیں' اور جسقدر زمانہ گذرتا گیا' ترقی کی جگہہ ہر شے میں انحطاط ہوتا گیا - حتی کہ آجکل کے ترقی یافتہ فن تصنیف کے لحاظ سے بھی تمام خوبیاں قدماء اہل اسلام ہی کے یہاں مل سکتی ہیں "

اسی سلسلے میں آنہوں نے ایک نئی بات کہی جسپر ممکن ہے کہ عام طور پر تعجب کیا جاے -

جب وہ سلسلۂ بیان میں فن تدوین علوم کے متعلق قدماء کے حالات بیان کرنے لگے' تو آنہوں نے اپنا خیال ظاہر کیا کہ " نہ صرف عظمت موضوع و تقدس مضمون کے لحاظ سے' بلکہ طرز تصنیف و ترتیب' ضبط مطالب' اور حسن تقسیم و تنظیم کے لحاظ سے بھی تمام تاریخ اسلام میں بہترین کتاب "صحیح بخاری" لکھی گئی ہے' اور کوئی اسلامی تصنیف اس تک نہیں پہنچ سکتی - امام بخاری کے بعد بقیہ اصحاب صحاح و جامعین سنن و معاجم و مسانید نے نئے نئے اسلوب مطالب پیدا کیے' مگر کوئی کتاب صحیح بخاری تک نہ پہنچ سکی' اور یہ میں محض فن حدیث کی قدیم خوش اعتقادیوں کی بنا پر نہیں کہہ رہا ہوں' بلکہ یقین کیجیے کہ اس فن تصنیف کو پیش نظر رکھکے جو ترقی یافتہ علمی زبانوں میں آج پایا جاتا ہے' میں نے علی وجہ البصیرۃ یہ راے قائم کی ہے"

اسکے بعد انہوں نے مثالیں دیکر واضح کیا کہ اس تمام ذخیرہ کا کیا حال ہے ؟ متقدمین کی تصنیفات ناپید' اور متاخرین کا ذخیرہ غیر مفید :

" پھر یہ حال بھی صرف مواد تاریخ و واقعات کے لحاظ سے ہے - طرز تصنیف و ترتیب و تفحص جزئیات و عمل کی راہیں تو تقریباً بالکل مسدود ہیں - آجکل کے مصنف کے فرایض پچھلے مصنفین سے بالکل مختلف ہوگئے ہیں' اور اسکا کام بہت مشکل ہے - اب محض سلسلۂ سنین و اعصار سے واقعات غیر مربوط و غیر معلل کو جمع کردینا کسی مکمل تاریخ کا نام حاصل نہیں کرسکتا - فلسفۂ تاریخ کی وہ راہ جسے ابن خلدون نے پیدا کیا مگر ہمیں اسپر نہ چلا سکا' اور جسے اب یورپ نے اپنا طریقۂ کار قرار دیا ہے' ہمارے سامنے ہے' اور ہمیں اسی پر چلنا چاہیے - غور کیجیے کہ اس لحاظ سے موجودہ زمانے کے ایک مورخ کے کیا فرائض ہیں ؟ "

اسکے بعد انہوں نے ان فرائض کی تشریح کی' اور پھر مثالیں دیکر بتلایا کہ " قدماء کے غیر مکمل اور متاخرین کے غیر مفید ذخیرہ سے ایک ایسی تاریخ کا مرتب کرنا کسقدر مشکل کام ہوگیا ہے - آجکل کی تاریخوں اور سیرتوں کے جو ضروری ابواب ہیں' ان میں سے ایک باب کیلیے بھی ہمیں مکمل ذخیرہ نہیں ملسکتا یہ کمی اب صرف اجتہاد فکر' سلامتی ذوق' اعتدال راے' قوۃ استدلال و استنباط' اور بہت زیادہ وسعت مطالعہ و نظر ہی سے دور ہوسکتی ہے - ہماری بہت سی قیمتی معلومات ہیں جنکو کوئی با قاعدہ جگہ نہیں ملی ہے' مگر وہ کہیں نہ کہیں پریشان اور آوارہ گرد ضرور موجود ہیں - اسقدر وسیع نظر ہونی چاہیے کہ صدہا غیر متعلق کتابوں سے آپ اپنے موضوع کا مواد حاصل کرسکیں - بہت ممکن ہے کہ جو تاریخی واقعہ تاریخ ابن اثیر میں آپکو ملنا چاہیے تھا' وہ خوارزمی کے کسی خط میں آپ کو ملجاے اگرچہ وہ ادب کی کتاب ہے - ہوسکتا ہے کہ آپ کسی اہم واقعہ کی تفصیل کیلیے تمام تاریخوں کی ورق گردانی کرچکے ہوں اور ناکام رہے ہوں' لیکن وہ ایک کتاب حدیث کی شرح میں ملجاے' جہاں ضمناً اسکا کچھہ تذکرہ آگیا ہے !

آپ ایک عمارت بنارہے ہیں' مگر اسکا مصالحہ صدہا میلوں کے رقبہ میں پھیلا ہوا ہے' اور ایسے ایسے گوشوں میں پوشیدہ ہے جنکا وہم و گمان بھی نہیں ہوسکتا - پس بہت ہی وسیع تلاش و تفحص کی ضرورت ہے' اور صرف ایک فن ہی کی نہیں' بلکہ واقفیت عامہ کی - ارباب کار سمجھہ سکتے ہیں کہ یہ کسقدر مشکل کام ہے ؟"

اسی سلسلے میں مطالعہ کا ذکر آگیا' اور طالبان علم کیلیے نہایت مفید نکات انہوں نے بیان کیے - مثلاً انہوں نے کہا کہ "محض کثرت مطالعہ ہی مفید نہیں ہے بلکہ اصل شے "حسن مطالعہ" و " قوت اخذ و نظر " ہے - بہت سی کتابوں کو پڑھکر بھی ایک شخص جاہل رہسکتا ہے - جب اخذ مطالب و تفحص نوادر کی قوت دماغ میں پیدا ہوجاتی ہے' تو پھر اسکی ضرورت نہیں ہوتی کہ ہر کتاب کو اول سے لیکر آخر تک پڑھا جاے' اور اسکے تمام کار آمد مطالب کے نوٹس لکھے جائیں - بڑے مصنفین نے کبھی

بھي با قاعدہ مطالعہ نہيں کيا ہے ' وہ ايک بڑي سے بڑي کتاب کو اُٹھا ليتے ہيں اور معض ايک سر سري نظر ڈالکے اور ادھر اودھر سے ديکھکے بہترين معلومات حاصل کر ليتے ہيں - انکي نظروں کو کام کي باتوں سے کچھہ ايسي مقناطيسيت ہو جاتي ہے کہ وہ جب صفحوں پر پڑتي ہيں تو صرف کام کي باتوں هي پر پڑتي ہيں ' اور انکے بيکار اطراف کو اسطرح چھوڑ ديتي ہيں گويا انکے غير مفيد ہونے کي نسبت وہ پہلے سے فيصلہ کرچکي ہيں ! - اس حقيقت کي صرف وهي لوگ تصديق کرسکتے ہيں جنپر يہ فيضان عام کھل چکا ہے ' کيونکہ يہ بحث و استدلال کا مسئلہ نہيں ہے - زيادہ تر ذوق و کيفيت کا سوال ہے " -

درميان ميں لکچرر نے اور بہت سے نکات مطالعہ اور فن تصنيف و تاليف کے متعلق بيان کيے ' پھر مولانا شبلي مرحوم کي بعض تصنيفات کو مثال کيليے چُنکر اپنے تمام گذشتہ بيانات کو منطبق کيا ' اور دکھلايا کہ انھوں نے اسلامي تاريخ کي تدوين و تہذيب کے ان مشکل ترين مراحل کو کمانتک کاميابي کے ساتھہ طے کيا ' اور پرانے مصالحہ سے کيسي باقاعدہ اور منظم عمارتيں کھڑي کيں ؟

اسي سلسلہ ميں انھوں نے طريق استدلال ' تعليل واقعات ' توجيہ امور ' اور ترتيب و انطباق حوادث پر بھي بحث کي -

پھر فرمايا کہ " مختلف فنون کے مطالعہ کا ذکر آگيا ہے ' اور ميں بتلانا چاهتا هوں کہ همارے فقيد ملت کي ايک خصوصيت " جامعيت ذوق " بھي تھي "

انھوں نے کہا کہ " اس تعليم يافتہ مجمع ميں جو ميرے سامنے ہے ' يہ کہنا مزيد تفصيل کا محتاج نہوگا کہ ايک هي وقت ميں مختلف علوم کا مطالعہ اور ذوق پيدا کرنا ايک ايسي خصوصيت ہے جو هميشہ اور هر علمي عہد ميں کمياب رهي ہے - علي الخصوص ايسي چيزوں کا ايک هي وقت ميں ذوق صحيح پيدا کرنا جو باهم متضاد سمجھي جاتي هوں - ايک دماغ ايک هي وقت ميں فلسفہ اور شاعري کا مطالعہ نہيں کرسکتا ' اور بہت مشکل ہے کہ ايک شخص تاريخ کے ساتھہ ادب اور کلام کا بھي مطالعہ جاري رکھے - قدماء اهل اسلام ميں بھي جامعيت کي مثاليں زيادہ نہيں ملينگي - حضرت امام غزالي کي احياء علوم الدين جس درجہ کي کتاب ہے وہ کسي سے پوشيدہ نہيں - تصوف و اخلاق ' معارف شريعت ' اور علوم اسرار الدين ميں حجۃ الله البالغہ کو مستثني کرديني کے بعد اور کوئي کتاب اسکے سامنے نہيں لائي جاسکتي - مگر ساتھہ هي فن حديث کے متعلق اسقدر بے احتياط کتاب ہے کہ اکثر صوفيوں اور حکماء الاهيين کے اقوال کو حديث قرار ديديا ہے ' اور اسرائيليات سے تو اسکے متعدد ابواب مملوء هيں - چنانچہ امام حجۃ الاسلام علامہ ابن تيميہ کو کہنا پڑا کہ " کلامہ في الاحياء غالبہ جيد ' لاکن فيہ اربع مواد فاسدۃ : مادہ فلسفية و مادۃ کلامية و مادۃ الاحاديث الموضوعہ " الخ

ليکن اس سے امام غزالي کے جلالۃ مرتبۃ پر کوئي اثر نہيں پڑتا ' کيونکہ وہ متکلم ' حکيم ' فقيہ ' اور صوفي تھے ' نہ کہ محدث و ناقد حديث - و لکل فن رجال -

ليکن مولانا شبلي مرحوم کو اگر هم ايک هي وقت کے اندر مختلف علوم کے مطالعہ ميں منہمک پاتے هيں ' تو اسکي قدر شناسي سے انکار نہيں کرنا چاهيے - انھوں نے ايک هي زندگي ميں متعدد زندگيوں کے کام انجام ديے - انکي تصنيفات انکے تعدد مذاق و تنوع مطالعہ کي شہادت ديتے هيں - وہ ايک هي وقت ميں مورخ خلفاء ' مورخ ملوک ' مورخ علوم ' اور پھر اديب ' انشا پرداز ' اور شاعر تھے - بارها تم نے ديکھا هوگا کہ تاريخ و کلام کي علمي صحبتوں سے اُٹھکر حسن و عشق کي شاعرانہ بزموں ميں نغمہ طراز هيں ' اور ادب و شعر کي مجلسيں ان کي دقيقہ سنجيوں سے رونق پا رهي هيں ! "

(باقي آيندہ)

بصائر و حکم

فلسفہ اجتماع

اور جنگ

(۱)

دنيا اور دنيا کي دلچسپياں نہايت مختلف هيں - ايک شخص فلسفہ سے دلچسپي رکھتا ہے ' دوسرا شعر و سخن سے - ايک شخص حسن شوخ پر جان ديتا ہے ' دوسرا سادہ اداؤں پر - ايک شخص مسجد ميں شب بيداري کرتا ہے ' دوسرا کسي بتخانے ميں - ايک شخص شہر کي تنگ گليوں ميں ذوق نظارہ کو پورا کرتا ہے ' دوسرا کھلے هوے ميدانوں ميں - غرض دنيا کے اسي اختلاف مذاق نے هر چيز کو با کار اور محبوب و مرغوب بنا ديا ہے - اور اسکے دسترخوان کي کوئي غذا بيکار نہيں -

ليکن دنيا کي تمام چيزوں ميں صرف جنگ هي ايک ايسي چيز ہے جس سے هر شخص يکساں دلچسپي رکھتا ہے - زاهدان شب گذار بھي واقعات جنگ کو اوسي ذوق و شوق سے سنتے هيں ' جس طرح ايک ماهر سياست ميدان جنگ کي خبروں پر کان لگاے رکھتا ہے - هيگ کانفرنس کا حال کتنے لوگوں کو معلوم ہے جو " صلح " اور " امن " کيليے قائم هوئي تھي ؟ ليکن موجودہ جنگ کے واقعات بچے بچے کي زبان پر هيں اور کوئي فرد بشر نہيں جسے اسکي خونيں سرگذشتيں معلوم نہوں !

پس زمانۂ "جنگ" ميں تمام دنيا متحد المذاق اور متحد الخيال هوکر ايک نئي "جماعت" بن جاتي ہے - زمانۂ جنگ ميں دنيا ايک انجمن هوتي ہے ' جس ميں صرف جنگ هي کے واقعات بار بار دوهراے جاتے هيں - تمام انجمنوں کے چراغ بجھہ جاتے هيں ' صرف لڑائي کي آگ دنيا کي اس مشترک انجمن کيليے شمع هوتي ہے - " جماعت " کے متعلق تم کو معلوم ہے کہ اسکے اعمال کسي ترتيب عقلي کے پابند نہيں هوتے - جماعت صرف جذبات کي مخلوق ہے - اسليے يہ " کائنات منفعلۂ جنگ " نہايت زود اعتقاد ' سريع الانفعال ' اور يکسر خيال پرست هوتي ہے - جنگ کے ساتھہ هي سريان خيال کي ايک برقي رو تمام دنيا ميں دوڑ جاتي ہے - ايک بات جہاں کسي زبان سے نکلي ' تمام دنيا اوسيکا کلمہ پڑھنے لگتي ہے -

قواے عقليہ بالکل بيکار هو جاتے هيں ' دنيا پر صرف قوت غير شاعرہ حکومت کرتي ہے ' هربات نہايت آساني سے قبول کرلي جاتي ہے ' درايت کا تمام دفتر پارينہ آلت ديا جاتا ہے ' مبالغہ هر واقعہ کا جزو لازمي هوجاتا ہے ' هر واقعہ کي اصلي صورت مسخ کردي جاتي ہے ' دوست و دشمن ميں کوئي تفريق نہيں کي جاتي - آج ايک فريق کي فتح پر اظہار مسرت کيا جاتا ہے ' تو کل دوسرے فريق کي شجاعت کي داد دي جاتي ہے - ايک جہاز پورے بيڑے کي طاقت حاصل کرليتا ہے - ايک سپاهي لاکھوں افراد سے زيادہ قوي تسليم کرليا جاتا ہے - لوگ اوس سے اوسي قدر مرعوب هوجاتے هيں ' جس قدر ايک عظيم الشان بحري طاقت اور ايک کثير التعداد مجموعۂ افواج سے مرعوب هوسکتے تھے -

ساتھہ ہي جماعت پر جو موثرات فرداً فرداً اثر ڈالتے تھے، وہ اب مجموعي طور پر منظر عام پر آجاتے ہیں - دنیا کا سویا ہوا نفوذ و اقتدار دفعتاً بیدار ہو جاتا ہے - جدل، سپہ سالار، فوج، سلاطین، اپني زرق برق وردیوں کے ذریعہ اپنے ذاتي اقتدار کا مجموعي اثر ڈالتے ہیں، مذہب و وطنیت کا جوش تازہ کیا جاتا ہے، مقرروں کي تقریریں میدان جنگ سے لیکر ایوان سلطنت تک میں آگ لگاتي ہیں، تعارب قدیمہ کا بار بار اعادہ کیا جاتا ہے، کہا جاتا ہے کہ یہ قوم ہماري پراني دشمن ہے، ہمارے تہذیب و تمدن کو اس نے سینکڑوں بار برباد کر دیا ہے، بائیسکوپ میں فوجي نقل و حرکت کے تماشے دکھائے جاتے ہیں - قلعے فتح کیے جاتے ہیں، گنجوں میں آگ لگائي جاتي ہے، دارالعلوم اور کتب خانے لوٹ لیے جاتے ہیں، قوم دیکھتي ہے کہ ہمارے علوم و فنون کا، ہماري ثروت و ثروت کا، ہماري گذشتہ مجد و عظمت کا، سرمایۂ کون دفعتاً برباد ہوا جاتا ہے - قوم زخموں کا چہرہ نہیں دیکھتي، اونکے چہرے کا زخم دیکھتي ہے - تلوار کي چمک، توپ کي گرج، کمان کي جوجھاہٹ، گھوڑوں کي ہنہناہٹ، جنگي جہازوں کے مسئول، لہراتے ہوئے پرچم، رنگیں جھنڈے، اور ان سب کا مجموعي ساحرانہ اثر، دنیا کے دفتر حواس کا شیرازہ درہم برہم کر دیتا ہے - حقیقت صورت کے پردے میں چھپ جاتي ہے، تکرار و اعادہ جسکا جماعت پر سب سے زیادہ اثر پڑتا تھا، ایک عام چیز ہو جاتي ہے - ہر شخص خواہش کرتا ہے کہ دنوں کو دھراؤ، واقعات کا اعادہ کرو، ایک ہي خبر کو بار بار اخبار و شاعري کا اضافہ کر کرکے سناتے رہو!

ایک ہي خبر مختلف اخباروں میں بار بار شائع ہوتي ہے، اور دنیا اوسکو مختلف زبانوں سے سنتي ہے - سرویاں خیال کا مجموعي اثر عام ہو جاتا ہے، اور پریس کي مادي طاقت اوس میں اور بھي بال و پر لگا دیتي ہے -

پس زمانۂ جنگ میں دنیا جماعت کا ایک مشترکہ جولانگاہ بن جاتي ہے، اور جماعت کے تمام موثرات نیچے سے، اوپر سے، اندر سے، باہر سے، مشرق سے، مغرب سے، جنوب سے، شمال سے، غرض ہر طرف سے اپني پوري طاقت کے ساتھہ عمل کرنے لگتے ہیں - اسلیے تمام دنیا اندھي ہو جاتي ہے، خیرہ سر ہو جاتي ہے، بیراہہ رو ہو جاتي ہے - افلاطون اپنے زواق میں افلاطون تھا، مگر ان موثرات کے ہجوم میں وہ بھي مثل اوروں کے ایک انسان ہے - فلسفہ یہاں کیا کام دیسکتا ہے؟ وہ بھي اسي آب مدہوشي کا ایک گھونٹ پیکر عام حالت میں مدغم ہو جاتا ہے!!

اس عالم میں دنیا واقعات کو مسخ کر دیتي ہے، رات کو خواب میں ہوائي جہاز اڑتا ہوا دیکھتي ہے - تناقض واقعہ بن جاتا ہے، تمام متناقض واقعات کو وہ قبول کر لیتي ہے، "التوحید في التثلیث و التثلیث في التوحید" کي حقیقت اوسکے لیے اوتني ہي ناقابل انکار ہو جاتي ہے، جتنا فلسفہ، تناقض و تضاد کے استحالہ کو بدیہي اور ناقابل انکار قرار دیتا تھا!

پس زمانۂ جنگ میں دنیا ایک ظلمت کدہ بن جاتي ہے، جس میں تلوار کي چمک کے سوا دوسري روشني نظر نہیں آتي، اور اسي برق عالم سوز کي چمک نے دنیا کو اندھا کر دیا ہے!

(نامہ نگاران جنگ اور فلسفۂ اجتماع)

اب دوسري جنگ میں نامہ نگاران جنگ نے مشعل دکھانا شروع کي ہے، لیکن ہمکو اونکے فن روایت کا بھي نقد کرنا چاہیے اور اونکي روایت کي حقیقت پر فلسفۂ اجتماع کي روشني میں نظر ڈالني چاہیے - بہت کم لوگ ہونگے جنہوں نے اس حیثیت سے اس موضوع کا مطالعہ کیا ہوگا -

زمانۂ جنگ میں دنیا ایک نئي جماعت بن جاتي ہے، اور اسکے تمام افراد کے معتقدات و خیالات، بلکہ کان، آنکھہ، ہاتھہ، پاؤں، سب ایک ہو جاتے ہیں - نامہ نگاران جنگ بھي اسي دنیا میں رہتے ہیں، اسلیے وہ بھي اسي نئي متحدہ جماعت کا ایک جزو ہوتے ہیں - کہیں باہر سے نہیں آتے - دنیا پر جن چیزوں کا اثر پڑ سکتا ہے، وہي اُن پر بھي پڑتا ہے - بلکہ میدان جنگ کے مناظر خونیں اور اُنکا دائمي مطالعہ اون پر جنگ کا سب سے زیادہ اثر ڈالتا ہے -

اثر دنیا اندھي ہے تو وہ بھي اندھے ہیں، اگر دنیا بہري ہے تو وہ بھي بہرے ہیں - اسلیے وہ جو کچھہ دیکھتے ہیں، اور جو کچھہ سنتے ہیں، وہ بھي ارتنا ہي مشتبہ، قابل جرح، اور غلط آمیز ہوتا ہے - جتنا خود ہمارے مشاہدات و مرئیات - رئیس المسئول با علم من السائل؟

پھر یہ کیسي عجیب بات ہے کہ جب دنیا اندھي ہوتي ہے تو اندھوں سے بینائي مانگتي ہے؟ جب وہ بہري ہو جاتي ہے تو بہروں سے سامعہ طلب کرتي ہے؟ جب محروم العقل ہو جاتي ہے تو اپنے ہي جیسے محروم العقل ہستیوں سے عقل و دانائي کا سوال کرتي ہے؟ جنگ کا جو عالمگیر اجتماعي اثر جماعت کے حواس و امیال پر پڑتا ہے، اس سے نامہ نگاروں اور مورخین عصر کو کیوں مستثنیٰ سمجھہ لیا جاے؟ وہ بھي اُسي جماعت کے افراد ہیں جو جنگ کے جماعتي ہیجان و انفجار جذبات کے سوا اور سب کچھہ کھو چکي ہے، اور عقل و استدلال و مشاہدات عقلیہ سے یکقلم محروم ہے - وہ نہ تو آسمان سے اُترے، اور نہ زمین ہي شق ہوئي تا کہ نامہ نگاروں کي ایک صف اسکے اندر سے اُبھرتي - وہ جماعت ہي کي اندھي نظر، جماعت ہي کے بہرے کان، جماعت ہي کے محروم العقل دماغ کو ساتھہ لیکر اس کوہ فراموشي کے عمیق دامنوں میں چلے گئے، جسکا ساحرانہ اثر ہزارہا میلوں اور فرسخوں کے فاصلے سے تمام دنیا کو مسحور کر رہا تھا - پس جس سمندر کي لہریں دور کي بستیوں کو پیام ہلاکت دے رہي تھیں، وہ عین اسکے اندر ڈوب گئے، جس آتش فشاں پہاڑ کي باران سنگي دور دور کي آبادیوں کیلیے بارش ہلاکت تھي، وہ عین اسکے کنارے میں جا کر ٹھہرے ہوگئے - اب وہ صرف آنکھوں جیسے ایک معطل دماغ ہیں، بلکہ آنکھوں سے زیادہ کھوے ہوے، اور کانوں سے زیادہ گم دیدہ، اور سب سے زیادہ عقل فراموش، اور سب سے زیادہ مدہوش و حواس فروش!

کہا جاتا ہے کہ اونکي خبریں یقیني مشاہدات کا نتیجہ ہوتي ہیں، لیکن اوپر کي مثالوں اور عام بیانات سے ثابت ہو چکا ہے کہ جماعت کا مشاہدہ بالکل غلط ہوتا ہے، اور وہ بھي اسي جماعت کے زیادہ غلط بین افراد ہیں -

نامہ نگاران جنگ کو جو خصوصیت تمام دنیا سے ممتاز کرتي ہے وہ یہ ہے کہ وہ ایک مخصوص جماعت ہیں جنکو عیني گواہوں کي جماعت کہنا چاہیے، اسلیے ہمکو گواہوں کي خصوصیات نفسانیہ پر بحث کرنا چاہیے، تاکہ انکي قوۃ شہادت واضح ہوسکے -

شہادت کیلیے عموماً تعلیم یافتہ اور روشن خیال لوگ منتخب کیے جاتے ہیں، لیکن جماعت تو عقل سے خالي ہوتي ہے، اسلیے اگرچہ وہ لوگ شخصي حالتوں میں بہت بڑے دانا و ہوشمند تھے، لیکن جماعت میں داخل ہو کر اونھوں نے بھي اپنے قواے عقلیہ کو بالکل کھو دیا ہے، اور اونکي حیثیت ایک عام فرد کي سي ہو گئي ہے -

عقل ایک روشني ہے، لیکن روشني ہر جگھہ کام نہیں دیتي - سورج کو ہر شخص یکساں طور پر دیکھتا ہے، لیکن یکساں طور پر اسکي روشني سے کام نہیں لیا جاتا - اسلیے شاہد کتنا ہي بڑا

فلسفي هو' لیکن جب وہ کسی عام واقعہ کے متعلق شہادت دیگا ' تو اوسکي حیثیت ایک مزدور کے علم و یقین سے زیادہ نہ ہوگي- جس آنکھہ اور کان سے ایک مزدور اوس واقعہ کودیکھتا ہے اورسنتا ہے' اوسي کان سے سنکر' اوسي آنکھہ سے دیکھہ کر' اوسطر بھي شہادت کے کٹھرے میں کھڑا ہو گا - اگر وہ حالت شہادت میں عقلي اصول پر واقعات کا نقد کریگا ' تو جج اِسے اپنے فرائض کي ترھیں سمجھے گا اور سپاھي کو حکم دیگا کہ اوسطر کو توھین عدالت کي پاداش میں سزا دے !

سنہ ۱۸۴۸ ع میں فرانس کے عام سیاسي معاملات میں شہادت لینے کیلیے مخصوص لوگ منتخب کیے جاتے تھے - مدرسین ' اھل منصب ' مصنف ' اور انشا پردازوں کي شہادتوں سے عام ملکي مسائل کا فیصلہ کیا جاتا تھا - لیکن اب تاجر' زمیندار' معمولي ملازمین ' اور حرفت پیشہ لوگوں کي شہادت لي جاتي ہے - جب شہادتوں کا مقابلہ کیا گیا تو دنیا نے حیرت سے دیکھا کہ نتائج میں کوئي فرق نہیں - چنانچہ بڑے بڑے ججوں نے اسکا اعتراف کیا ہے - ایک جج اپنے یاد داشت میں لکھتا ہے :

" اب شاھدوں کے انتخاب کا حق میونسپلٹي کو حاصل ہوگیا ہے' اور میونسپلٹي ھي سیاسي اغراض کے لحاظ سے ایک شہادت کو رد اور دوسرے کو قبول کرتي ہے - میونسپلٹي کے تعلق سے معمولي درجہ کے تاجروں کي شہادت قبول کي جاتي ہے ' حالانکہ اس سے پہلے بڑے بڑے عہدہ دار شاھد بنائے جاتے تھے - لیکن گواھوں کي حالت میں اس سے کوئي محسوس فرق پیدا نہیں ہوا - نتائج جیسے پہلے تھے ' ویسے ھي اب ھیں' اسکي وجہ یہ ہے کہ جمعیت تمام پیشوں کا عطر اور خلاصہ ہے - جو تعلیم یافتہ جماعت شہادت کے کٹھرے میں کھڑي ہوتي ہے' اوسکو اجتہاداً عام پیشہ ور لوگوں کے تجارب کي طرف رجوع کرنا پڑتا ہے - اسلیے نتیجہ وھي ہوتا ہے جو دوسري صورت میں تھا - روایت کے لحاظ سے ادنی درجہ کے لوگوں میں بھي ثقات کي کمي نہیں ' اسلیے بصارت کے معاملات میں ہر شخص جج کو یکساں نتیجہ پر پہونچنا سکتا ہے "

شاھدوں پر بھي واقعات خارجیہ کا اوسي طرح اثر پڑتا ہے ' جسطرح ایک عامي پر پڑتا ہے - ایک جج کہتا ہے :

" ایک شگفتہ رو عورت مسکرا کر گواھوں کي سراسیمگي کو اپنا فریفتہ بنا لے سکتي ہے "

ایک بیرسٹر کا قول ہے :

" ایک دردمند پلاني والي عورت ' اور چند غریب یتیم بچوں کي مصیبت ' گواھوں سے بلا تامل جھوٹ بلوا سکتي ہے "

اگر ایک شخص کوئي پولیٹکل یا تمدني جرم کرتا ہے' اور گواہ سمجھتا ہے کہ ملک و قوم پر اسکا عام اثر ھوگا ' تو وہ اوسکے خلاف نہایت بیدردانہ شہادت دیگا - لیکن اگر ایک شخص کسي لڑکي کو بھگا لیگیا ہے ' تو شاھد کي شہادت میں بیرحمي کي وہ جھلک نظر نہ آئیگي - کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس جرم کا کوئي عام قومي اور پلیٹک اثر نہیں پڑیگا -

گواہ اکثر نفوذ و اقتدار سے بھي متاثر ھوجاتے ھیں- ایک دولت مند' خطاب یافتہ ' اور مشہور آدمي کے خلاف اگر کسي تعلیم یافتہ شخص کو شہادت دینی ھو' تو اوسکي حالت اوس سے بالکل مختلف ھوگي ' جب وہ چور کے خلاف شہادت دیگا - ایک بیرسٹر کہتا ہے :

" وکلاء کو چاھیے کہ گواھوں کے حرکات و اشارات کو بار بار دیکھیں - جسطرح ایک عام آدمي سے خطاب کیا جاتا ہے ' ٹھیک اوسي طرح اوس سے بھي خطاب کرنا چاھیے - شاھد پر جو خارجي اثر پڑ رہا ھے ' اوس سے پورا فائدہ اوٹھانا چاھیے "

اُسوۂ حسنہ

کائناتِ خلّت

یا

تاریخ "امۃ مسلمۃ"

ما طفل کم سواد و سبق قصہ ھاے دوست
صد بار خواندہ و دگر از سر گرفتہ ایم

(۴)

(۵) سورۂ انعام کي آیۃ کریمہ کا پہلا ٹکڑہ آپ پڑھچکے ھیں لیکن اسکے بقیہ حصہ سے بھي اس حقیقت پر روشني پڑتي ہے :

و وھبنا لہ اسحــاق و یعقوب کلا ھدینا ' و نوحا ھدینــا من قبــل ' و من ذریتہ داؤد و سلیمان و ایوب و یوسف و مــوسی و ھارون ' و کذالک نجزی المحسنین - و زکریا و یحیی و عیسی و الیاس ' کل من الصــالحیــن - و اسماعیل و الیسع و یونس و لوطا و کلا فضلنا علی العالمین- (۶ :)

اور ابراھیم کو ھم نے اسحاق و یعقوب کي نسل بخشي ' اور نوح بھي جنکو انسے پہلے ھم نے راہ دعوۃ حق دکھلائي تھي ایسي ھي ایک نسل حق کي بخشش سے ممتاز ھوے تھے' اور انکي ذریت میں سے داؤد' سلیمان' ایوب' یوسف' موسی اور ھارون کو ھم نے پیدا کیا ' جو اقوام و امم کي ھدایت کا وسیلہ بنے - یہ بہت ھي بڑي فضیلت ہے' اور جو صاحبان احسان ھیں' انکو اسي طرح خدا تعالی جزاء خیر دیتا ہے - نیز زکریا ' یحیی ' عیسی ' اور الیاس کہ یہ سب کے سب صالحین میں سے تھے - اور اسماعیل ' الیسع ' یونس ' اور لوط کہ ان سب کو ھم نے تمام جہان میں فضلیت و امتیاز سے سر بلند کیا ! !

سورۂ انعام کي یہ آیۃ اس لحاظ سے نہایت اھم ہے کہ جسطرح ایک مقام پر انبیاء کرام کي ایک بڑي تعداد کا بیان ذکر کیا گیا ہے' اسطرح اور بہت کم کیا گیا ہے - اس آیۃ نے بعد کسي پیچیدگي کے بالکل صاف صاف واضح کردیا ہے کہ حضرۃ ابراھیم کي دعوۃ موسسہ تھي ' اسکے لیے انبیاء مجددین کا ایک بڑا سلسلہ قائم ھوا '

(پہلے کالم کا بقیہ مضمون)

پس نامہ نگاروں کي جماعت بھي عام افراد کي طرح ھر خبر سے متاثر ھوتي ہے - اگر جرمن قوم کا نامہ نگار ہے تو اوسکو ھمیشہ جرمن جھنڈا ھي بلند نظر آئیگا - جرمني کے مظالم کي داستان کتني ھي درد انگیز ھو ' جرمن نامہ نگار اسکي کوئي بہتر تاویل کرلے گا - مگر فرانس کا نامہ نگار اس میں اصلیت سے زیادہ مبالغہ کي رنگ آمیزي کرے گا - غرضکہ دنیا کي قدیم و جدید تاریخ پر اعتبار کرنے کا ھمارے پاس کوئي صحیح ذریعہ نہیں - قدیم عہد ظلمت کو جدید دور برق و کہربائیت نے کچھہ زیادہ روشن نہیں کیا - دنیا جسطرح پہلے تاریک تھي اب بھي ہے -

وہ سب کے سب دعوۃ ابراھیمی ھی کے ذیل میں داخل ھیں ' کیونکہ وہ سب " ذریۃ ابراھیمی " کی نسبت سے بیان کیے گیے ' اُن تمام انبیاء کرام میں سب سے زیادہ نمایاں اور عظیم الاثر انبیاء چودہ تھے ' جنکے نام بعض پیش نظر مقاصد کے لحاظ سے خاص طور پر لیے گئے ھیں -

لیکن قبل اسکے کہ اس آیۃ کریمہ سے ھم استدلال کریں ' چند اھم مباحث کا صاف کردینا نہایت ضروری ھے ' کیونکہ انکی وجہ سے اس آیۃ کا صاف صاف اور ایک ھی مطلب خواہ مخواہ کو پیچیدگیوں میں پڑ گیا ھے ' اور حضرات مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالی نے مختلف بحثیں اسکے ضمن میں چھیڑ دی ھیں -

مرجع ضمیر " ذریۃ " و حقیقت " ذریۃ "

یہ بالکل ظاھر ھے کہ اس آیۃ اور اسکے ماقبل کی آیتوں میں تذکرہ صرف حضرۃ ابراھیم علیہ السلام کے مقامات و درجات ھی کا ھے (جیسا کہ گذشتہ نمبر میں گذر چکا) اور درمیان میں محض ایک ضمنی اشارہ حضرۃ نوح علیہ السلام کی جانب بھی کردیا گیا ھے ' لیکن چونکہ حضرۃ نوح کے ضمنی تذکرہ کے بعد پھر ایک ضمیر آگئی ھے ' اسلیے حضرات مفسرین رحمہم اللہ کے سامنے یہ بحث آگئی کہ اس ضمیر کا مرجع کون ھے ؟ حضرۃ نوح یا حضرۃ ابراھیم ؟ (علی نبینا و علیہما السلام)

وضاحت مبحث کیلیے آیۃ کریمہ کا وہ ٹکڑہ پھر ایک بار پڑھ لیجیے :

و وھبنا لہ اسحاق و یعقوب کلا ھدینا ' و نوحا ھدینا من قبل ' و من " ذریتہ " داؤد و سلیمان و ایوب - الخ یعنی ھم نے ابراھیم کو اسحاق اور یعقوب جیسا فرزند اور پوتا دیا ' اور نوح جنکو انسے پہلے ھدایت کی ' اور " انکی " ذریت میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب پیدا ھوے - الخ - چونکہ حضرۃ نوح کے ذکر کے بعد ھی " و من ذریتہ " (اور انکی ذریت میں سے) آگیا ھے ' اسلیے سوال پیدا ھوگیا کہ یہ " انکی " کی ضمیر کس کی طرف راجع ھے ؟

یہ بالکل واضح تھا کہ تذکرہ اصلی حضرۃ ابراھیم کا ھے ' اسلیے اس ضمیر کو بھی انہی کی طرف راجع ھونا چاھیے ' لیکن حضرات مفسرین کو اسمیں ایک سخت مشکل نظر آئی - انھوں نے دیکھا کہ یہاں لفظ " ذریۃ " کا آیا ھے اور اسکے بعد متعدد انبیاء کرام کا ذکر کیا گیا ھے ' پس اس ضمیر کا مرجع وھی ھوگا ' جسکی ذریۃ اور نسل سے وہ تمام انبیاء متذکرہ مابعد پیدا ھوے ھوں - لیکن جن انبیاء کا بعد میں ذکر کیا گیا ھے ' اُن میں حضرۃ لوط اور حضرۃ یونس علیہما السلام کا بھی نام آیا ھے ' اور یہ بالکل ظاھر ھے کہ حضرۃ لوط حضرۃ ابراھیم کے معاصر تھے - انکی نسل میں سے نہ تھے - اسی طرح آنکے نزدیک حضرۃ یونس کو بھی نسل ابراھیمی سے تعلق نہ تھا - پس ضرور ھے کہ " و من ذریتہ " کی ضمیر کا مرجع حضرۃ نوح ھوں ' اور ترتیب بیان کے لحاظ سے بھی اسکا قریبی مرجع وھی ھیں - چنانچہ امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ھیں :

و الھاء التی فی قولہ : " و من ذریتہ " من ذکر نوح ' و ذالک ان اللہ ذکر فی سیاق الایات التی تقلو ھذہ الا یۃ ' لوطا ' و معلوم ان لوطا لم یکن من ذریۃ ابراھیم ..... لو اریدبالذریۃ ذریۃ ابراھیم لما دخل یونس و لوط فیھم ' ولا شک ان لوطا لیس من ذریۃ ابراھیم و لکن من ذریۃ نوح ' فلذالک وجب ان تکون الھاء فی " الذریۃ " من ذکر نوح - (جلد ۷ صفحہ : ۱۷۲)

اور ضمیر کی " ھاء " جو " و من ذریتہ " میں ھے ' حضرۃ نوح کے متعلق ھے - اسلیے کہ اللہ تعالی نے اس آیۃ کے سلسلے میں حضرۃ لوط کا بھی نام لیا ھے ' اور یہ معلوم ھے کہ حضرۃ لوط حضرۃ ابراھیم کی نسل سے نہ تھے - ..... اگر قران کا مقصود لفظ " ذریۃ " سے حضرۃ ابراھیم کی " ذریۃ " ھوتا ' تو انکی نسل میں حضرۃ لوط اور حضرۃ یونس کے ناموں کو کبھی داخل نہ کرتا ' اور اسمیں کوئی شک نہیں کہ حضرۃ لوط حضرۃ ابراھیم کی نسل سے نہیں بلکہ حضرۃ نوح کی نسل سے تھے - اس بنا پر ضروری ھوا کہ " ذریتہ " کی " ھاء " کو ذکر حضرۃ نوح ھی میں سے قرار دیا جاے -

اس تفسیر کے مطابق تاویل عبارت یوں ھوئی کہ " و نوحا وفقنا للحق من قبل ابراھیم و اسحاق و یعقوب ' و ھدینا ایضاً من ذریۃ نوح ؛ داؤد و سلیمان " یعنی نوح کو ھم نے ابراھیم و اسحاق و یعقوب سے قبل راہ ارشاد دکھلائی ' اور نیز نوح کی نسل میں سے داؤد و سلیمان وغیرھم کی بھی ھدایت کی -

تاھم چونکہ آیۃ کا موضوع اور سیاق و سباق کی ترتیب صاف صاف ظاھر کرتی تھی کہ اصل تذکرہ حضرۃ ابراھیم کا ھے نہ کہ حضرۃ نوح کا ' اسلیے ایک جماعۃ محققین کی اس طرف بھی گئی کہ یہ ضمیر حضرۃ ابراھیم ھی کی طرف راجع ھے ' اور اُنھی کی ذریۃ کی آگے چلکر مزید تشریح کی ھے -

چنانچہ امام رازی نے دونوں جماعتوں کے قول نقل کیے ھیں ' اور دونوں کو " قیل " کے لفظ سے تعبیر کیا ھے ' نیز قائلین ذکر نوح کے دلائل بھی زیادہ تفصیل سے بیان کیے ھیں :

قیل المراد و من ذریۃ نوح و یدل علیہ وجوہ (الاول) ان نوحا اقرب المذکورین - (الثانی) ذکر فی جملتھم لوطا و ھو کان ابن اخ ابراھیم و ما کان من ذریتہ بل کان من ذریۃ نوح ' و کان رسولاً فی زمان ابراھیم (الثالث) ان ولد الانسان لا یقال انہ ذریتہ فعلی ھذا اسماعیل ما کان من ذریۃ ابراھیم بل ھو من ذریۃ نوح (الرابع) قیل ان یونس ما کان من ذریۃ ابراھیم - و القول الثانی - ان الضمیر عائد الی ابراھیم علیہ السلام و احتج القائلون بھذا القول بان ابراھیم ھو المقصود بالذکر فی ھذہ الایات (ج۳-ص-۷۶)

کہا گیا ھے کہ مراد اس ضمیر سے ذریۃ حضرۃ نوح کی ھے اور اسکے لیے متعدد وجوہ ھیں :

(۱) اس ضمیر کیلیے سب سے زیادہ قریبی مرجع حضرت نوح ھی کا ھے -

(۲) من جملہ انبیاء ذریۃ کے حضرۃ لوط ھیں ' اور وہ حضرۃ ابراھیم کے بھتیجے اور انکے عہد کے ایک رسول تھے ' انکی نسل سے نہ تھے -

(۳) کسی آدمی کے بیٹے کو اُسکی نسل نہیں کہینگے - ذریۃ کا اطلاق اولاد کی اولاد در اولاد پر ھوتا ھے - پس اس بنا پر حضرۃ اسماعیل بھی حضرۃ ابراھیم کی ذریۃ میں نہوے - ذریۃ حضرۃ نوح کی ھوئی ' مگر انکا ذکر بھی اس سلسلے میں آیا ھے -

(۴) حضرۃ یونس کا بھی نام آیا ھے اور کہا گیا ھے کہ وہ بھی نسل ابراھیمی سے نہ تھے - دوسرا قول اس آیۃ کی تفسیر میں یہ ھے کہ ضمیر حضرۃ ابراھیم ھی کی طرف راجع ھے - اس تفسیر کے قائلین نے اس دلیل سے حجۃ پکڑی ھے کہ ان آیات میں اصل مقصود حضرۃ ابراھیم کا تذکرہ ھے - پس ضرور ھے کہ انہی کی نسل کا ذکر جاری رھے "

چنانچہ عام متداول تفاسیر مثلاً مدارک و خازن وغیرہ میں تم پاؤگے کہ دونوں قول نقل کردیے ھیں ' مگر ترجیح حضرۃ نوح کے مرجع ھونے کو دی ھے - اور قدماء میں امام ابن جریر کے علاوہ فراء ' قشیری ' ابن عطیہ (رحمہم اللہ) بھی اسی طرف گئے ھیں - بغوی نے زجاج کا یہ قول نقل کیا ھے : " کلا القولین جائز لان ذکرھما جمیعا قد جری " (دونوں طرح تفسیر کرنا جائز ھے کیونکہ دونوں کا وھاں ذکر کیا گیا ھے)

اصل یہ ھے کہ حضرۃ لوط اور حضرۃ یونس کے ناموں کا آ جانا ایک ایسی سخت مشکل سمجھی گئی ' جسکا کوئی عمدہ حل نظر

نہیں آتا تھا - اسلیے تمام متاخرین اس سے متاثر ہوے' اور اس مشکل سے بچنے کیلیے سب نے ضروری سمجھا کہ حضرت نوح ہی کی طرف ضمیر کو لیجائیں - یہاں تک کہ ہمارے جلالین نے تو اختلاف کا ذکر بھی نہیں کیا - بطور ایک مسلم قول کے " و من ذریتہ " کی تفسیر " و من ذریۃ نوح " ہی کر دی !

جن لوگوں نے اس ضمیر کا مرجع حضرۃ ابراہیم کو قرار دیا ' انھوں نے تذکرۂ حضرۃ لوط و یونس کی مشکل کا کیا حل کیا ؟ اسکی تفصیل امام رازی نے نہیں کی حالانکہ پہلے قول کے دلائل پوری تفصیل کے ساتھہ جمع کیے ' لیکن تفسیر بالروایۃ کے امام فن ' اور تمام طبقۂ مفسرین متاخرین میں اکمل و افضل ' حافظ ابوالفداء ابن کثیر (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنی بے نظیر تفسیر میں انکے دلائل نقل کیے ہیں :

انہ دخل فی الذریۃ تغلیباً کما فی قولہ تعالی : " ام کنتم شہداء اذ حضر یعقوب الموت اذ قال لبنیہ : ما تعبدون من بعدی ؟ قالوا : نعبد الھک و الہ آبائک ابراہیم و اسماعیل و اسحاق " فاسماعیل عمہ و دخل فی آبائہ تغلیباً (بر حاشیۂ فتح البیان جلد ۳ صفحہ ۹۳۰)

حضرۃ لوط کا ذکر اس سلسلہ میں بطور تغلیب کے آگیا ہے اگرچہ وہ نسل ابراہیمی سے نہ تھے ' جیسا کہ اس آیۃ میں ہے کہ " جبکہ یعقوب نے اپنے بیٹوں سے پوچھا : میرے بعد تم کس کی پرستش کروگے ؟ تو اونھوں نے کہا : ہم تیرے خدا اور تیرے آباؤ اجداد ابراہیم ' اسماعیل ' اور اسحاق کے خداء واحد کی پرستش کرینگے -

یہ ظاہر ہے کہ حضرۃ اسماعیل حضرۃ یعقوب کے چچا تھے ' باپ نہ تھے - لیکن اولاد یعقوب نے اونکو بھی " آبائک " میں داخل کیا - پس جسطرح یہاں تغلیباً انکا نام لیا گیا ہے ' اسی طرح نسل ابراہیمی میں حضرۃ لوط کو بھی داخل کر دیا -

اس سے معلوم ہوا کہ جو محققین اس طرف گئے کہ ضمیر حضرۃ ابراہیم کی طرف عائد ہے ' وہ بھی اس مشکل سے پوری طرح متاثر ہوے کہ حضرۃ لوط و یونس کا ذکر سلسلۂ ذریۃ میں کیوں آگیا ہے ؟ اور اسکے سوا اور کوئی حل نہ قرار دیسکے کہ حضرۃ لوط کو تغلیباً ذریۃ ابراہیم علیہ السلام میں داخل کر دیا جاے -

لیکن کیا یہ جواب تشفی بخش ہوسکتا ہے ؟ دلیل میں انھوں نے ایک آیۃ پیش کی ہے جسمیں اولاد یعقوب نے حضرۃ یعقوب کے چچا (حضرۃ اسماعیل) کو بھی اُنکے آباء میں داخل کیا تھا ' لیکن کیا یہ مثال واقعی اس مشکل کا حل کردیتی ہے ؟

زیادہ غور کی ضرورت نہیں ' ایک سرسری نظر ڈالکر ہر شخص اندازہ کرسکتا ہے کہ یہ جواب نہ صرف ضعیف بلکہ ضعیف سے بھی کچھہ زیادہ ہے ' اور قرار دادہ تغلیب کے ثبوت میں جو آیۃ پیش کی گئی ہے ' اس سے پیش نظر مشکل کیلیے کوئی مدد نہیں ملتی -

بلا شبہ اولاد یعقوب نے حضرۃ اسماعیل کو بھی " آبائک " میں شامل کیا ' لیکن یہ کوئی طرز بیان کی مخصوص تغلیب نہیں ہے بلکہ لغت و زبان اور اطلاقات رسم و ملک کا عام سوال ہے - " چچا " اپنی بزرگی اور رشتے کی عظمت کے لحاظ سے ہر جگہ مثل باپ کے سمجھا جاتا ہے ' اور علی الخصوص عربی زبان میں تو " اب " کا اطلاق بکثرت " عم " پر ہوتا ہے - خالہ کو بھی اہل عرب " ام " کہتے ہیں - " آذر " حضرۃ ابراہیم کے چچا تھے - باپ نہ تھے - تورات میں حضرۃ ابراہیم کے باپ کا نام " تارح " ہے ' اور حضرۃ ابن عباس ' مجاہد ' ابن جریج ' اور سدی نے اسکی تصریح کردی ہے - لیکن قرآن حکیم نے " آذر " کو اسی آیۃ کریمہ کے آغاز میں حضرۃ ابراہیم کا " باپ " کہا : و اذ قال ابراہیم لابیہ آذر - خود احادیث میں اس اطلاق کے شواہد ملسکتے ہیں - ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس کی نسبت فرمایا تھا : ردوا علی ابی - حالانکہ حضرۃ عباس آپکے چچا تھے - پس اگر " آبائک " میں حضرۃ اسماعیل داخل کیے گئے ' تو یہ ایک ایسی تغلیب ہے جو لغۃ عرب میں عام طور پر رائج ہے ' اور " اب " کا اطلاق " عم " پر بر بناء لغۃ کیا جاسکتا ہے - بلکہ لغۃ کی بنا پر " اب " کے مفہوم کا دائرہ اس سے بھی زیادہ وسیع ہے - فن لغۃ و الفاظ قرآنیہ کا ایک مسلم الثبوت امام لکھتا ہے :

" الاب " الوالد ' و یسمی کل من کان سببا فی ایجاد شی ' او اصلاحہ ' او ظہورہ ' اباً ' . . . . . و یسمی العم مع الاب ابوین ' و کذالک الام مع الاب و الجد مع الاب - (مفردات امام راغب اصفہانی صفحہ ۴)

" اب " یعنی باپ ' اور ہر اُس وجود کو جو کسی چیز کی ایجاد یا اصلاح یا ظہور کا سبب ہو ' اب کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں - . . . . . اور اہل عرب ابوین میں باپ کے ساتھہ چچا کو بھی داخل کرتے ہیں اور ماں اور دادا بھی اب کے ساتھہ تبعاً مفہوم میں داخل ہوسکتے ہیں -

لیکن اس سے یہ کیونکر ثابت ہوگیا کہ اُن اشخاص کو بھی کسی شخص کی نسل میں داخل کردیا جاسکتا ہے ' جو اسکی نسل سے نہیں ہیں ؟ " اب " کا اطلاق خود زبان عربی میں چچا پر ہوتا ہے اور اسلیے حضرۃ اسماعیل بھی آباء یعقوب میں شامل کیے گئے ' لیکن عربی میں ذریۃ کا اطلاق غیر ذریۃ و نسل پر کب ہوتا ہے کہ حضرۃ لوط اور حضرۃ یونس بھی " ذریۃ " کے اطلاق میں آسکتے ؟ مثال جو دی گئی ہے وہ یقیناً لغۃ کے مطابق ہے ' اور اسلیے بالکل ٹھیک ہے ' لیکن جس دعوے کیلیے اس سے شاہد کا کام لیا گیا ہے ' اسکے لیے لغۃ میں گنجائش کہاں ہے ؟ کہا گیا ہے کہ وہ بھی تغلیب ہے اور یہ بھی تغلیب ہے - لیکن وہ تو ایسی تغلیب ہے جو لغۃ نے کی ' عرف و رسم نے کی ' اور اسکے شواہد موجود ہیں ' مگر یہ ایسی تغلیب ہے جسکے لیے نہ تو لغۃ موید ہے ' نہ عرف و عوائد ' اور نہ اور کوئی وجہ و سبب ؟

غرضکہ قائلین قول ثانی نے جو وجہ بتلائی ہے وہ تشفی بخش نہیں ' اور لیس بشی میں داخل ہے -

(کشف حقیقت)

اب چاہیے کہ بطور خود اس آیۃ کریمہ پر تدبر کریں -

بلا شبہ اس آیۃ میں " و من ذریتہ " کی ضمیر حضرۃ ابراہیم علیہ السلام ہی کی طرف عائد ہے ' اور جن مفسرین کرام نے اسکا مرجع حضرۃ نوح کو قرار دیا ہے ' انکی تفسیر بوجوہ متعددہ و بینہ مرجوح ہے -

یہ بالکل واضح ہے کہ اِن آیات میں ابتدا سے حضرۃ ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ ہو رہا ہے ' انہی کے فضائل و مدارج کی خبر دی گئی ہے ' انہی کی نسبت اپنے اس فضل و کرم اور بتلایا ہے کہ بقاء نسل و در ام ذکر کا مرتبہ عطا کیا گیا ' و ہی ہیں جنکو حضرۃ اسحاق اور یعقوب کی سی اولاد و احفاد دی گئی ' جنکے ذریعہ نسل ابراہیمی نے ایک وسیع سلسلہ اقوام و انبیاء کا پایا -

اب درمیان میں حضرۃ نوح علیہ السلام کی طرف صرف استدر اشارہ آگیا ہے کہ حضرۃ ابراہیم سے پہلے انپر بھی ایسا ہی فضل الٰہی ہوا تھا ' لیکن یہ بالکل ایسا درمیانی و غیر مسلسل جملہ ہے ' جیسا ہم لوگ درمیان میں جملۂ معترضہ بول جاتے ہیں - اور ترتیب بیان ' ربط مضمون ' احاطۂ موضوع ' سلسلۂ ما سبق ' داعیۂ مطالب ' یہ سب باتیں ثابت کرتی ہیں کہ اس درمیانی تذکرہ نوح کے بعد بھی حضرۃ ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہونا چاہیے - اگر ایسا نہیں

ہے تو یہ ربط و نظم بیان کے بالکل خلاف ہے' اور لوگ اسے کلام الہی کیلیے جائز نہیں' کہ ہم جائز نہیں رکھہ سکتے -

جن مفسرین نے اس رائے کو قبول نہ کیا' بلا شبہ انہوں نے حقیقت شناسی کا زیادہ ساتھہ دیا ' لیکن افسوس کہ جسقدر ذخیرہ ہمارے پاس موجود ہے' اسمیں انکی جانب سے کوئی تشفی بخش حل ان مشکلات کا نہیں ملتا جو قائلین مذہب اول نے پیدا کردیے ہیں -

" ذریۃ " سے لفظ ' اور حضرۃ لوط اور حضرۃ یونس کے تذکرہ نے مجھہ ایسا اپاہجپاؤ پیدا کردیا ہے کہ پہلی جماعت نے تو اس کو لا علاج قرار دیکر سرے سے ضمیر ہی کو وہاں سے ہٹا دیا ' اور دوسری نے بھی تغلیب کے سوا اور اچھہ چارہ کار نہ دیکھا -

لیکن در اصل اسکا حل دوسرا ہے - ممکن ہے کہ ہم حقیقت سے کوئی قریب تر جگہ پالیں - " ذریۃ " کی ضمیر تو ضرور حضرۃ ابراہیم ہی کی طرف پھرتی ہے اسمیں کوئی شک نہیں - لیکن " ذریۃ " کے لفظ سے یہاں مقصود محض جسمانی نسل ہی نہیں ہے - انبیا کی ذریۃ اصلی' ذریۃ جسمانی نہیں ہوتی' اور نہ جسمانی نسل کوئی ایسی چیز ہے کہ اسے انبیاء کیلیے خدا ایک بہت بڑی نعمت قرار دے - بلکہ یہاں حضرۃ ابراہیم کی وہ عظیم الشان " ذریۃ " معنوی مراد ہے جو انکی " دعوۃ موسسہ " سے مثل حضرۃ نوح کے پیدا ہوئی اور پھیلی ' اور جسکے بڑے بڑے مجدد وہ انبیاء کرام علیہم السلام تھے' جنکے اسماء گرامی اس آیۃ کریمہ میں لیے گئے ہیں -

خدا تعالی یہاں اپنے احسان و فضل کا ذکر کر رہا ہے' جو خصوصیت کے ساتھہ حضرۃ ابراہیم علیہ السلام پر مبذول ہوا -

اس احسان کا ایک گوشہ تو خاص انکی ذات و عہد سے تعلق رکھتا تھا کہ اللہ نے انکے قلب کو تمام نقائص خارجیہ سے " سلیم " رکھا اور انکی فطرۃ اصلیۃ اسلامیہ کسی خارجی اثر ضلالت و نمائش بطلان سے مرعوب نہ ہوئی ' نیز انکو وہ " حجۃ اللہیہ " عطا کیے گئے جنکے ذریعہ انہوں نے اپنے پاس عقل و ادراک انسانی کیلیے سب سے بڑا پیام ہدایت پایا ' اور انکے مراتب معنویہ مرتفع و سرفراز ہوے -

دوسرا حصہ احسان الہی کا وہ ہے جسے قرآن حکیم بقاء ذکر اور لسان صدق " فی الاخرین " کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے - اسکی حقیقت تم گذشتہ صحیفوں میں سن چکے ہو کہ مرتبۂ نبوت کی قوۃ " موسسہ " کی طرف اشارہ ہے' جو اپنی دعوۃ کے ذریعہ ایک باقی و قائم امۃ صالحہ پیدا کردیتی ہے' اور اسطرح آنے والے قرون و اجیال میں اس دعوۃ کا سلسلۂ ہدایت ہمیشہ جاری و ساری رہتا ہے - انکی دعوۃ کے گھرانے اور نسل کی زندگی افراد و اشخاص کی موت و حیات کے دائرۂ اثر سے باہر ہو جاتی ہے - اگرچہ وجود موسس دنیا سے چلا جاے ' لیکن اسکی " تاسیس " پر موت طاری نہیں ہوتی -

پچھلے قسم کے احسان کا ذکر اس آیۃ میں وہاں ختم ہوتا ہے جہاں فرمایا کہ : و تلک حجتنا اتینا ھا ابراھیم علی قومہ' نرفع درجات من نشاء ' ان ربک حکیم علیم - اور دوسرا احسان بقاء دعوۃ اور " لسان صدق فی الاخرین " کا وہ ہے جسکو یوں تعبیر کیا کہ : و وھبنا لہ اسحاق و یعقوب کلا ھدینا - نیز ہم نے حضرۃ ابرھیم کو اسحاق اور یعقوب جیسی اولاد ' احفاد دی جنکے ذریعہ دعوۃ ابراھیمی کے بقاء و تسلسل کا سلسلہ شروع ہوا اسرائیل (حضرۃ یعقوب) سے بنو اسرائیل کی امۃ پیدا ہوئی' اور انکی اصلاح و تجدید و احیاء کیلیے یکے بعد دیگرے انبیاء کرام (یہ تحت دائرہ ابراھیمی) آتے رہے -

پس وہ " ذریۃ " اور " نسل " جو حضرۃ ابراھیم کو خدا نے دی' جسم اور خون کی نسل نہیں ہے جسکے ماتحت تم حضرۃ لوط اور حضرۃ یونس کو کسی طرح نہیں لا سکتے' اور اسلیے حیران ہو - جسمانی نسل حضرۃ ابراھیم کیلیے کوئی بڑا انعام نہ تھا' بلکہ کسی پیغمبر کیلیے اللہ کا ممتاز انعام نہیں ہوسکتا - انکا گھرانا دیوار و در کا احاطہ نہیں بلکہ حق اور تبلیغ حق کا رشتہ ہے ' انکا وجود گوشت اور پتھروں کا ڈھانچہ نہیں بلکہ شریعۃ اور شریعۃ کی پکار ہے' انکا وطن گرد اور غبار کا کوئی منجمد ٹکڑہ نہیں' بلکہ سچائی اور راست بازی کے دعوۃ کا رقبہ ہے ' پھر کیوں نہیں کہدیتے کہ انکی ذریۃ بھی جسم اور خون کی نہیں بلکہ دعوۃ الہی اور رسالۃ ربانی کے بقاؤ قیام کی ہے ؟

ساری مشکل اس آیۃ کی تفسیر میں لفظ " ذریۃ " سے پیدا ہو گئی ہے کہ حضرۃ لوط اور حضرۃ یونس نسل ابراھیمی سے نہ تھے ' اور یہ مشکل سر تا سر نتیجہ اسکا ہے کہ صنف " تاسیس " و " تجدید " کی جو حقیقت گذشتہ صحیفوں میں واضح کی گئی ہے ' وہ پیش نظر نہیں ہے -

یہاں " ذریۃ " سے مراد دعوۃ ابراھیمی کی وہ " ذریۃ " ہے جو انکی دعوۃ " موسسہ " نے پیدا کی - وہ " موسس " تھے - مجدد نسہ تھے - پس جو انبیاء مجددین دعوۃ ابراھیمی کے ذیل میں ظاہر ہوے ' قرآن حکیم نے ان میں سے چند ناموں کی طرف یہاں توجہ دالائی ہے ' اور درمیان میں حضرۃ نوح کی " تاسیس " کی طرف اشارۂ مماثلۃ کردیا ہے ' تاکہ واضح ہوجاے کہ اللہ تعالی نے حضرت ابراھیم کو کیسا کچھہ موسس بنایا ؟ اور کیسی نسل دعوۃ انسے پھوٹی اور پھلی پھولی ؟

سب سے پہلی دقت اس تفسیر میں حضرۃ لوط کے متعلق ہے کہ انکا نام کیوں آگیا ہے ؟ لیکن یہ دقت ' دقت ہی کب ہے جب کہ خود قرآن حکیم نے بتلا دیا ہے :

و ابراھیم اذ قال لقومہ : اعبدوا اللہ و اتقوہ ' ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون -	اور ابراھیم نے جب قوم سے مخاطب ہوکے کہا : اللہ کی پرستش کرو اور اسی سے ڈرو - اگر تم سمجھہ رکھتے ہو تو تمہیں سمجھنا چاہیے کہ تمہاری فلاح اسی میں ہے - - - - - - - - - -
فامن لہ لوط و قال انی مھاجر الی ربی ' انہ ھو العزیز الحکیم -	لیکن قوم کی جہالت و ضلالۃ کیلیے یہ دعوۃ حق کچھہ سودمند نہ ہوئی ' اور صرف لوط ابراھیم پر ایمان لائے -

تورات کتاب پیدایش سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرۃ لوط حاران برادر تارح کے بیٹے اور حضرۃ ابراھیم کے بھتیجے تھے - (۱۱ : ۲۷) اور قرآن حکیم کی مندرجۂ بالا آیت بتلاتی ہے کہ وہ حضرۃ ابراھیم پر ایمان لائے ' اور انکی دعوۃ کے ساتھی ہو گئے - پس حضرۃ لوط گو حضرۃ ابراھیم کی نسل سے نہیں تھے ' انکے بھتیجے تھے ' لیکن چونکہ انکی دعوۃ ' دعوۃ موسسہ ؤ مستقلہ نہ تھی بلکہ دعوۃ ابراھیمی ہی کے تابع تھی' وہ اسی دعوۃ موسسہ کے ایک مجدد تھے ' اسلیے وہ حضرۃ ابراھیم کی " ذریۃ رسالت " ہی میں داخل تھے ' اور اسی لیے اس آیۃ میں انکو بسلسلۂ مجددین دعوۃ ابراھیمی شامل کیا گیا -

(مجددین دعوۃ ابراھیمی)

اس آیۃ کریمہ میں " و من ذریتہ " کے بعد سے " علی العالمین " تک جتنے انبیاء کرام کا ذکر کیا گیا ہے ' وہ سب کے سب بلا استثناء دعوۃ موسسۂ ابراھیمیہ کے مجدد ہیں ' اور اسی لیے " ذریۃ " ابراھیمی میں داخل -

انکی تعداد ۱۴ - ہے ' اور بیان میں ترتیب تاریخی نہیں ہے کیونکہ یہاں استقراء تاریخی مقصود نہ تھا' صرف دعوۃ موسسۂ ابراھیمی کی بقاء ذریۃ ' اور قیام سلسلہ کو ظاہر کرنا تھا -

چنانچه فرمایا که : و من ذریته : داؤد ' و سلیمان ' و ایوب ' و یوسف ' و موسی ' و هارون ' و کذالک نجزي المحسنین - و ذکریا ' و یحیی ' و عیسي ' و الیاس ' کل من الصالحین - و اسماعیل ' و الیسع ' و یونس ' و لوطا ' کلاً فضلنا علی العالمین !

گو اسکا موقع نهیں لیکن کہنے کیلیے طبیعت میں بے اختیار بیقراري اٹھتي هے که گو یه مقام محض چند اسماء اور عطف کے ساتھه جمع کردینے کا تھا ' لیکن بلاغت قراني یہاں بھي اپنے اعجاز سے غافل نہیں - تم دیکھه رهے هو که ان چوده نبیوں کے ناموں کو ایک هي جمله میں نہیں گن دیا هے ' بلکه اسکے تین ٹکڑے کردیے هیں اور سب کے درمیان وقف هے - پہلا ٹکڑه " محسنین " پر ختم هوا ' دوسرا " صالحین " پر ' تیسرا " عالمین " پر - ایک بہت بڑا نکتهٔ بلاغت اسمیں یه هے که اگر ایک هي جملهٔ تامه کے اندر یه پورے چوده نام آ جاتے ' تو وه ناموں کے اجتماع کا اتنا بڑا جمله هو جاتا ' جسکو بیک دم پڑھنے سے طبیعت نہایت گراني و ثقالت محسوس کرتي - اسلیے به لحاظ اوصاف غالبه ان انبیاء کي تین جماعتیں کر دیں ' اور هر جماعة کے اسماء کے بعد اُن کي زندگي کے اُن غالب اوصاف کي طرف اشاره کردیا ' اور اسطرح ایک لنبا سلسله جسمیں یکے بعد دیگرے معطوف هوتے هوے چوده نام آ جاتے ' تین چھوٹے چھوٹے هم وزن جملوں میں منقسم هوگئے -

بہرحال اس سلسلے میں بقیه انبیاء کے متعلق تو بالکل ظاهر هے که وه حضرة ابراهیم کے بعد بني اسرائیل میں آے ' اور همارا استدلال یه هے که یه تمام سلسله دعوة ابراهیمي کے مجددین هي کا تھا - لیکن حضرة لوط ' حضرة یونس ' حضرة الیاس ' اور حضرة الیسع کے متعلق مفسرین کو مشکلات پیدا هوگئي هیں -

حضرة لوط کا ذکر اوپر آ چکا هے - حضرة یونس بھي انبیاء اسرائیل کے سلسلے کے ایک نبي هیں جنکا اصلي عبراني نام " یوناه " هے - وه " متی " کے بیٹے تھے - عہد عتیق کے صحائف میں عبدیاه نبي کے بعد انکے ظہور و مواعظ کا بھي ایک مستقل تذکره هے - مثل متعدد انبیاء متاخرین کے یه بھي امة اسرائیلي کے آخري ماتم گذاروں میں سے تھے -

پس تعجب هے که حضرات مفسرین (رحمهم الله) نے کیونکر یه قرار دے لیا که حضرة یونس نسل ابراهیمي سے نه تھے ؟ اگر وه مثل حضرة لوط کے نہوتے ' جب بھي وه درية ابراهیمي هي میں داخل تھے کیونکه سلسلهٔ بنو اسرائیل میں جتنے انبیاء کرام آئے ' سب کے سب دعوة موسسهٔ ابراهیمي کے مجدد تھے - لیکن لطف یه هے که جسماني نسل کے اعتبار سے بھي حضرة یونس نسل یعقوب سے هیں اور یعقوب حضرة اسحاق کے بیٹے تھے ' اور اسحاق حضرة ابراهیم نے (علیهم السلام) !

حضرت " الیاس " کے متعلق بھي لڑکوں نے عجیب عجیب قیاسات کیے هیں ' اور بعضوں کا یه حال هے که وه انبیاء کے عبراني الاصل ناموں کیلیے عربي مادوں اور مصدروں کو ڈھونڈھتے هیں - دراصل تورات میں جو نام " ایلیاه " کي شکل میں تم دیکھتے هو ' وهي عربي میں آ کر " الیاس " هوگیا هے - حضرة ایلیاه کا مفصل تذکره کتاب سلاطین اول اور دوم ' دونوں میں موجود هے - انکا ظہور " اخي اب " پادشاه کے زمانے میں هوا ' جو یہودي هوکر یعلبک کے بتوں سے مرعوب هوگیا تھا - انکے متعلق کتاب سلاطین دوم (۲ : ۱۰) میں لکھا هے که جب یوں پار اترے ' تو ایک آتشیں رتھه آسمان سے اترا - اور وه یکایک غائب هوگئے - صدرقیوں نے انہي کے دوباره ظہور کا انتظار تھا -

بہرحال یه بھي ایک رسول اور مجدد اسرائیلي تھے ' اور دعوة ابراهیمي کي درية میں جسم و روح دونوں اعتبار سے داخل -

حضرة " الیسع " کے متعلق انسے بھي زیاده غلط فہمیاں پیدا هوئي هیں ' اور انکي شخصیت کے متعلق کوئي صاف فیصله نہیں کیا گیا هے -

بعض تو اس عام غلط فہمي کي بنا پر که یه نام عربي هیں ' الیسع مصادر و مواد ڈھونڈھنے لگے ' بعض نے " الیاس " اور " الیسع " دونوں کو ایک قرار دیا ' بعض نے کہا که اسپر الف لام کا آنا اسکي عربیت کي پوري دلیل هے -

اس سے بھي زیاده آجکل کے بعض مدعیان تحقیق جدید نے ٹھوکر کھائي هے ' اور لکھا هے که تورات میں جس نبي کا نام " یسعیاه " آیا هے اور جنکا ایک صحیفه بھي موجود هے ' وهي الیسع هیں -

لیکن دراصل یه تمام تحقیقات بے سود هے - مثل اور ناموں کے یه نام بھي عبراني هے ' مگر بغیر اسي تبدیلي کے بجنسه عربي میں آگیا هے - کتاب سلاطین اول و دوم میں جہاں حضرت ایلیاه کا ذکر کیا گیا هے ' وهاں انکے ایک ساتھي " الیسع " بھي هیں ' جو انکي غیبت کے بعد انکي نبوة کے وارث ٹھہرے ' اور جب یوں پار اترے تو یروحو نے انبیاء زادوں نے پکارا : " ایلیاه کي روح الیسع پر اتري " (سلاطین ۲ : ۱۵)

اگر همارے مصنفین نے تورات کا مطالعه کیا هوتا ' تو یه دقتیں پیدا نه هوتیں -

بہرحال حضرة " الیسع " علیه السلام بھي قطعاً اسرائیلي هیں ' اور اسلیے قطعاً حضرة ابراهیم علیه السلام کي جسماني درية سے بھي هیں ' اور انکي روحاني درية سے بھي ' وه بھي مثل دیگر انبیاء بنو اسرائیل کے تجدید دعوة ابراهیمي کیلیے آے جو شریعت موسوي کے نام سے موسوم تھي -

(تفسیر آئمهٔ اهلبیت علیهم السلام)

اور الحمد لله که " و من ذریته " کي یہي تفسیر بعض ائمهٔ اهلبیت کرام علیهم السلام نے بھي کي هے ' اور فی الحقیقت ان خزائن و ینابیع علوم نبوت سے بڑھکر اور کون هے جسکي تفسیر مقبول و مطلوب هوسکتي هے ؟

حجاج بن یوسف نے ایک مرتبه حضرة امام باقر علیه و علی اجداده و آبائه الصلواة والسلام سے پوچھا که آپ لوگ حضرات حسنین علیهما السلام کو آنحضرة صلی الله علیه و سلم کي درية قرار دیتے هیں ' اور کہتے هیں که یه قران سے ثابت هے - مگر میں نے تمام قران کا مطالعه کیا ' مجھے کہیں انکا ذکر نہیں ملا -

اسپر حضرة امام علیه السلام نے فرمایا :

الیس تقرء سورة الانعام	" کیا تو نے سورة انعام میں یه آیة
"ومن ذریته داؤد و سلیمان"	نہیں پڑھي که : و من ذریته داؤد
حتی بلغ : ویحیی وعیسی"	و سلیمان " اور کیا اسي سلسله
فقال : الیس من ذریة	میں حضرة عیسي علیه السلام کا
ابراهیم و لیس له اب ؟	بھي نام نہیں آیا هے ؟ اگر آیا هے

تو حضرة عیسی حضرة ابراهیم کي درية کیونکر هوے - حالانکه انکا باپ نه تھا ؟

جواب کا مطلب یه هے که جب حضرة مریم علیها السلام کے نسب کي بنا پر خدا نے حضرة عیسی کو درية ابراهیم قرار دیا ' تو پھر حضرة سیدة النساء فاطمة الزهراء علیها السلام کے لخت جگر کیوں رسول الله صلی الله علیه و سلم کي درية نہوں ؟

امام رازي وغیره نے اس جواب کو حضرة امام باقر علیه السلام کي طرف نسبت دي هے ' لیکن حافظ ابو الفداء نے بسلسلهٔ روایت یحیی بن یعمر کي طرف منسوب کیا هے - میں نے حضرات مفسرین اثنا عشریه کي مصنفات اس غرض سے دیکھیں ' تو تفسیر صافي میں بجنسه حضرة امام کا مندرجهٔ صدر قول ملگیا -

اس جواب سے ثابت هوا که آیة انعام میں " و من ذریته " کي ضمیر کا حضرت ابراهیم کي طرف عود اسدرجه مسلم تھا که جب حضرة امام نے استدلال کیا ' تو معترضین نادمین کیجهه جواب نه دیسکے -

نیز یه که حضرات ائمهٔ اهل بیت نبوة علیهم السلام کا بھي یہي مسلک تھا - و الحمد لله علی ذالک -

مواعظ وخطب

الحـــرية فـي الاســـلام

ان القـوة لله جميعـــاً (۲ : ۱۶۰)

اس سے پہلے کہ دنیا نور اسلام سے منور ہو' انسان کا کیا حال تھا ؟

وہ دنیا کے ذرہ ذرہ کو خدا سمجھتا تھا' جنگل کا ہر بڑا درخت اوسکا خدا تھا' زمین کا ہر خوفناک کیڑا اوسکا خدا تھا' پہاڑ کا ہر سیاہ پتھر اوسکا خدا تھا - وہ سانپ کو پوجتا تھا کہ سانپ دیوتا تھا' وہ دریا کو پوجتا تھا کہ دریا دیبی تھی' وہ پہاڑ کو پوجتا تھا کہ وہ دیوتاؤں کا مسکن تھا' وہ آگ کو پوجتا تھا کہ وہ کہیں اگنی دیبی تھی اور کہیں خدا کا مظہر تھی' وہ عالم ستاروں کو پوجتا تھا کہ وہ حکمران عالم تھے - وہ چاند اور سورج کو پوجتا تھا کہ وہ نور اکبر تھے' وہ حیوانوں کو پوجتا تھا کہ اون میں انسانوں سے زیادہ قوت تھی' وہ انسانوں کو بھی پوجتا تھا کہ خدا کے اوتار تھے !

ہندوستان جو علوم ریاضیہ کا سرچشمہ تھا' پتھروں اور مورتوں کا بندہ تھا' یونان جو علوم عقلیہ کا مرکز تھا' طرح طرح کے دیوتاؤں کا مسکن تھا' مصر و بابل جو علم ہیئۃ و فن تعمیر کے سب سے پہلے گھر تھے' ستاروں کے ہیکل سے آباد تھے - دنیا اسی تاریکی میں گھری ہوئی تھی' کہ ناگہاں میں "مسلم اول" کا ظہور ہوا' جسنے :

فلما جن علیه اللیل	رات کو ستاروں کو دیکھا تو کہا یہ
را کوکبا قال هذا ربی فلما	میرا خدا ہے' لیکن جب ستارے
افل قال لا احب الافلین -	چھپ گئے تو اوسنے کہا : میں چھپ
فلما را القمر بازغا	جانے والوں کو خدائی کیلیے نہیں
قال هذا ربی فلما افل	پسند کرتا - پھر چاند نظر آیا تو پکار
قال لئن لم یهدنی	اٹھا کہ یہ میرا خدا ہے' پر جب وہ ڈوب
ربی لا کونن من القوم	گیا' تو کہا : میرا سچا خدا میری
الضالین - فلما را الشمس	ہدایت نکرتا تو یقیناً میں گمراہ ہو
بازغة قال هذا ربی	چکا تھا ! پھر دن کو جب سورج چمکتا
هذا اکبر' فلما افلت	ہوا نکلا تو اوسنے کہا : ہاں یہ میرا خدا
قال یا قوم انی بریء مما	ہے کہ یہ سب سے بڑا ہے' لیکن جب
تشرکون ' انی وجهت	وہ بھی غروب ہوگیا تو اوسنے اپنی قوم
وجهی للذی فطر	کو مخاطب کیا : لوگو ! میں اون سب
السموات و الارض حنیفاً	سے تبری کرتا ہوں جنکو تم خدا کا
و ما انا من المشرکین -	شریک بناتے ہو' میں تمام جھوٹے

معبودوں سے منہہ پھیر کر اوس سچے خدا کیطرف رخ کرتا ہوں جسنے آسمان و زمین کو پیدا کیا - میں اپنے خدا کا کسیکو شریک نہیں بناتا -

یہ پہلا دن تھا جب اسلام نے حقیقت انسانی کے چہرہ سے پردہ اٹھایا' اور اوسنے بتایا کہ اے انسان ! تو مخلوقات کا بندہ نہیں - تو مخلوقات کا آقا ہے - تو انکے لیے نہیں پیدا کیا گیا - وہ تیرے لیے پیدا کیے گئے ہیں - تو انکا غلام نہیں بنایا گیا' وہ تیرے غلام بنائے گئے ہیں تو تمام مخلوقات سے اشرف ہے' اور تیری ذات ان تمام ہستیوں سے ارفع ہے - تو صرف خالق مخلوقات کا بندہ ہے' اور اور تمام مخلوقات کا آقا ہے - پھر تو جنکا آقا ہے' حیف ہے کہ اونکو اپنا خدا بنائے اور انکے آگے غلامی کا سر جھکائے ؟

و لقد کرمنا بنی آدم و	ہم نے انسان کو عزت و بزرگی بخشی'
حملنهم فی البر و البحر	اوسکو خشکی و تری میں سواری دی'
و رزقنهم من الطیبت	اچھی چیزیں روزی کیں' اور اپنی
و فضلنهم علی کثیر	اکثر مخلوقات پر فضیلت کامل
ممن خلقنا تفضیلاً :	عطا کی -
(۱۷ - ۷۱)	

اے انسان ! تمام دنیا تیرے ہی لیے بنی ہے - تو اسکی پرستش نکر :

الم تر ان الله سخر لکم	کیا تم نہیں دیکھتے کہ خدا نے جو کچھ
ما فی الارض ؟	زمین میں ہے' تمہارے لیے مسخر
(۲۲ - ۶۴)	کردیا ؟
هو الذی خلق لکم ما	خدا وہی ذات اقدس ہے جسنے تمہارے
فی الارض جمیعاً !	لیے تمام زمین کی چیزیں پیدا کیں !
(۲ : ۲۷)	

بلکہ آسمان و زمین کی سب چیزیں تیرے ہی لیے ہیں - تو انکے لیے نہیں ہیں - پس تو انکو خدا نہ جان :

الم تروا ان الله سخر	کیا تم نہیں دیکھتے کہ آسمان و زمین
لکم ما فی السموات	کی تمام چیزیں تمہارے لیے خدا نے
و ما فی الارض ؟	مسخر کردیں ؟
(۳۱ : ۱۹)	
و سخر لکم ما فی السموات	خدائے تمہارے لیے آسمان و زمین
و ما فی الارض جمیعا	کی تمام چیزیں مسخر کردیں -
(۴۵ : ۱۲)	

تو دریا کو دیبی نکہہ کہ وہ تو تیری ضروریات کا ایک خزانہ ہے :

سخر لکم البحر لتجری الفلک	تمہارے لیے دریا کو مسخر کردیا
فیه بامره و لتبغوا من فضله	تاکہ اوسمیں خدائے حکم سے کشتیاں
(۴۵ - ۱۱)	چلیں اور اپنی رزق کو تلاش کرو -
و هو الذی سخر البحر لتاکلوا	خدا وہی ذات قدوس ہے جسنے
منه لحما طریا و تستخرجوا	دریا کو مسخر کیا تاکہ تم اوس سے
منه حلیة تلبسونها' و تری	تازہ گوشت کھاؤ' اوس سے اپنی زیب
الفلک مواخر فیه و لتبتغوا من	و زینت کی اشیاء نکالو' اوسمیں
فضله و لعلکم تشکرون (۱۶:۱)	تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں پانی کو

پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں' تاکہ اوس سے خدا کی برکت تلاش کرو' اور اوسکا شکر ادا کرو -

تو حیوانات کو دیوتا نہ سمجھہ کہ وہ تیرے ہی فائدہ کے لیے مخلوق ہوے ہیں :

و جعل لکم من الفلک و الانعام	کشتی اور جانور تمہارے لیے
ما ترکبون' لتسووا علی ظهوره	پیدا کیے تاکہ تم اونکی پیٹھہ پر
ثم تذکروا نعمة ربکم اذا	سیدھے سوار ہو' پھر اپنے خدا کے
استویتم علیه' و تقولوا سبحان	احسان کو یاد کرو' اور کہو کہ
الذی سخر لنا هذا و ما کنا	پاک ہے وہ ذات جسنے ہمارے
له مقرنین (۴۳ : ۱۲)	لیے مخلوقات کو مسخر کردیا ! ہم

اپنی قوت سے انکو مسخر نہ کرسکتے !

آگ دیبی نہیں وہ تو تیرے ہی لیے پیدا ہوئی ہے :

والذی جعل لکم من الشجر	خدا وہ ہے جسنے سبز لکڑی سے
الاخضر نارا (۳۷ : ۸۰)	تمہارے لیے آگ پیدا کی !

پہاڑ دیوتاؤں کا مسکن کیسے ہو سکتا ہے ؟ وہ تو خود انسان کے تابع ہے اور خدا کا فرمانبردار ہے :

انا سخرنا الجبال معه یسبحن	ہم نے داؤد نبی کیلیے پہاڑ کو
بالعشی و الاشراق (۳۸ : ۱۷)	مسخر کردیا کہ صبح و شام خدا کی
	تسبیح کریں -

آفتاب و مہتاب اور دیگر ستارے بھی اے انسان تیرے خدا نہیں' تو خود اونکا خداوند و آقا ہے' اسلیے تو اونکو سجدہ نکر !

و سخر لکم الشمس و القمر	تمہارے لیے آفتاب و ماہتاب کو مسخر
دائبین و سخر لکم اللیل	کردیا جو حرکت کرتے ہیں' اور اسیطرح

و النهار (۱۴ - ۲۷) رات اور دن اور انکے خواص و موثرات کو بھي تمہارا تابع فرمان بنا دیا !

و سخر لکم اللیل و النهار، و الشمس و القمر و النجوم مسخرات بامره (۱۶ : ۲)

رات، دن، سورج، چاند، سب کو تمہارے تابع کردیا کیونکہ تمام ستارے خدا کے حکم کے تابع هیں -

غورکرو، ایک "مشرک" اور ایک "مسلم" کي زندگي میں کتنا فرق هے ؟ مشرک پتھروں سے ڈرتا هے کہ وہ خدا هیں، ستاروں سے ڈرتا هے کہ وہ خدا هیں، کہنہ اور بوسیدہ قبروں کي اینٹوں سے ڈرتا هے کہ وہ خدا هیں، خود انسانوں سے ڈرتا هے کہ وہ خدا هیں، لیکن ایک مسلم کا عقیدہ یہ هے کہ " فاطر السموات و الارض " کي ایک ذات کے سوا دنیا میں کوئي وجود نہیں جس سے ڈرا جاے - ایک مشرک اپنے کو دنیا کي هر شے سے کمزور و حقیر سمجھتا هے، لیکن ایک مسلم وجود ذات " عزیز و متکبر " کے سوا خود کو سب سے بلند اور سب سے اعلیٰ سمجھتا هے، کیونکہ هر لحظہ اوسکے کان میں یہ آواز آتي رهتي هے :

لن العـــزة لله و لرسوله و للمومنین - عزت صرف خدا کیلیے هے، اوسکے رسول کیلیے هے، اور مسلمانوں کیلیے هے -

اے مشرک انسان ! تو کیوں خدا کے سوا آوروں کیطرف هاتھہ پھیلاتا هے ؟ کیا تو اونمیں سے بعض سے بہتر اور بعض کے برابر نہیں هے ؟ اے مشرک انسان ! تو کیوں خدا کے سوا آوروں سے ڈرتا هے ؟ کیا وہ بھي تیرے هي طرح خدا کي مخلوق نہیں ؟ اے مشرک انسان ! تو خدا کو چھوڑ کر کس سے حاجت بر آري کي درخواست کرتا هے ؟ کیا وہ خود خدا کے محتاج نہیں ؟ پس ایک هي هے جسکي طرف هاتھہ پھیلانا هے، ایک هي هے جس سے ڈرنا هے، ایک هي هے جسکے آگے جھکنا هے، ایک هي هے جسکے آگے کڑگڑانا هے، ایک هي هے جسکو اپنے سے بالاتر سمجھنا هے، اور هاں ایک هي هے جس سے حاجت بر آري کي درخواست هے :

قل افرایتم ما تدعون من دون الله، ان ارادني الله بضر هل هن کاشفات ضره؟ او ارادني برحمة هل هن ممسکات رحمته؟ قل حسبي الله، علیه یتوکل المتوکلون - اگر خدا مجھے مصیبت پہونچاني چاهے تو کیا تمہارے معبود جنکو تم پکارتے هو، اوس مصیبت کو دور کرسکتے هیں ؟ اگر خدا اپني رحمت مجھپر نازل کرني چاهے تو کیا وہ روک سکتے هیں ؟ هاں کہدو کہ خدا هي کا رشتہ بس کرتا هے، بھروسہ کرنے والے صرف اوسیکي ذات پر بھروسہ کرتے هیں !

پس جو مسلم هے وہ خود دار هے، کیونکہ خدا کے بندوں میں اوسکا کوئي همسر نہیں، پھر کس سے وہ اپني ذات کو حقیر سمجھے اور اوسکے سامنے جھکے ؟ اوسنے صرف ایک هي سے اپني ذات کو حقیر سمجھا، اور اوسیکے سامنے جھکا -

جو مسلم هے وہ آزاد هے، کیونکہ مخلوقات میں کون بڑا هے جس سے وہ ڈرے ؟ اوسنے ایک کو بڑا سمجھا اور اوسي سے وہ ڈرا -

مسلم خدا کے سوا کسي سے کیوں نہیں ڈرتا ؟ اسلیے کہ وہ دل سے اعتقاد رکھتا هے کہ :

خدا کے سوا نفع و ضرر کسي کے هاتھہ میں نہیں -
دنیا کي هر قدرت و قوت کا مالک وهي هے -
اوسکے سوا کسي میں قوت و قدرت نہیں -
مخفي دعاؤں کا سننے والا تنہا وهي هے -
دنیا کي تمام قوتوں کي عنان حکومت صرف اوسي کے دست قدرت میں هے -
عطاے موت و حیات و نفع و ضرر صرف اوسیکا کام هے -
هماري طرح دنیا کا ذرہ ذرہ اوسیکا محتاج هے، پر وہ کسي کا محتاج نہیں -

تاریخ و عبر

امر بالمعروف و نهي عن المنکر

تاریخ معتزلہ کا ایک صفحہ

غیلان دمشقي

ذیل کے مضمون میں اور اسکے بقیہ سلسلے میں نہ تو همیں فرقۂ معتزلہ کے عقائد و کلام سے کوئي تعلق هے، اور نہ انکے صحت و عدم صحت پر کوئي تبصرہ کرنا هے - ایک ایسے دور میں جبکہ تمام نئے مصنفوں اور مصلحوں نے اپنے لیے راہ عمل صرف اعتزال هي کي تقلید میں پائي هے، اللہ تعالی نے اپنے فضل و کرم سے اس عاجز کي رهنمائي کي، اور اشاعرہ و معتزلہ، دونوں کي راهوں سے بلند تر ایک تیسري راہ حقیقت و استقامت دکھلا دي - اگر اسکي هدایت و توفیق دستگیر نہ هوتي تو سچ یہ هے کہ ان دونوں راهوں کي دلدل بڑي هي قدم گیر تھي :

بندۂ را کہ بفرمان خـــدا راہ رود
نگزارند کہ در بند زلیخـــا مانـــد

تمام عالم اسلامي نے حقیقت کو اشاعرہ کي و راستي میں دیدیا تھا - اب بعض نئے مصلحین اٹھے هیں اور اعتزال کي مفقود و متهدم راہ از سر نو درست کرني چاهتے هیں - پر افسوس کہ سلف صالح اور مومنوں اولوں کي اس راہ کي کسي کو خبر نہیں، جو اس وقت سے هے، جبکہ نہ تو اعتزال کي پکار بلند هوئي تھي، اور نہ امام ابو الحسن اشعري کا وجود تھا - بہر حال یہ موقعہ اس تذکرہ کا نہیں - صرف یہ

(پچھلے قائم کا بقیہ مضمون)

پھر کیونکر ممکن هے کہ شدائد و خطرات کا مہیب دیو اوس مسلم کو خوفزدہ بنا سکے، جسکا قلب مطمئن خدا کے سوا کسي سے خوفزدہ نہیں ؟ اور کیونکر ممکن هے کہ خوف و هراس اوس دل پر قبضہ کرسکے جو خدا کے سوا کسي کے قبضہ میں نہیں ؟ اور هاں کیونکر ممکن هے کہ متکبرانہ کي هیبت و عظمت، جبابرۂ عالم کا قہر و غضب، سپاهیوں کي تیغ و سنان، اور فرعونوں کا جاہ و جلال اوس انسان کو مرعوب کرسکے، جسکي نظر میں یہ سب کے سب ایک دست شل اور ایک عضو معطل سے زیادہ نہیں ؟

پھر جسکي یہ حقیقت هے، کیونکر ممکن هے کہ وہ شدائد و خطرات سے خوف کھاکر نصرت حق سے باز آجاے ؟ اوسکا دل راستي اور سچائي کي سختیوں کو دیکھکر لرز جاے، اوسکي زبان قول حق سے خاموش رهے ؟ اوسکا قدم جادۂ صداقت سے متزلزل هو جاے ؟ کیونکہ مسلم کي حقیقت یہ هے کہ وہ خدا کے سوا دنیا میں کسي سے نہیں ڈرتا - اپنے نفع و ضرر کي باگ اوسکے سوا کسي نے هاتھہ میں نہیں دیکھتا -

پھر کیا یہ سچ نہیں کہ مسلم فطرتاً خود دار هے کہ اکثر مخلوقات سے وہ برتر اور بعض کے برابر هے ؟ کیا یہ صحیح نہیں کہ مسلم فطرتاً آزاد اور حر هے کہ خالق کے سوا وہ کسي مخلوق سے نہیں ڈرتا، کیونکہ قوتوں کا منبع اور قدرتوں کا مرکز اوسکي نظر میں ایک هي هے :

ان یمسسك الله بضر فلا کاشف له، و ان یمسسك بخیر فهو علی کل شیئ قدیر، و هو القاهر فوق عباده، و هو الحکیم الخبیر (انعام)

اگر وہ ضرر پہونچانا چاهے تو کوئي اوسکو هٹانے والا نہیں، اور اگر نعمتي و برکت دینا چاهے تو وہ هر بات پر قادر هے، وہ بندوں پر غالب هے، وہ هر نکتہ سے آگاہ هے، اور هر خبر سے واقف هے -

واضح کرتا ہے کہ اپنی راہ درسری ہے ' اور اس عہد ضلالت کیش میں الحمد للہ کہ صراط مستقیم سے مہجور نہیں :

راہے کہ خضر داشت ز سر چشمہ دور بود
اب تشنگی ز راہ مگسو پردہ ایم ما !

لیکن عقائد و علم سے باہر آ کر تاریخی حیثیت سے اس نامور فرقہ کا مطالعہ کرنا چاہیے جو صدیوں تک مسلمانوں کی علمی و سیاسی زندگی کا ایک بہت بڑا رکن رہا ' اور جسمیں ہر علم و فن کے اساطین و راسخین پیدا ہوے - ہمارا موجودہ تاریخی ذخیرہ اس کے لیے بالکل بیکار ہے - تاہم بعض ذرائع ایسے بھی بچ رہے ہیں جنسے تھوڑا بہت سراغ لگ سکتا ہے - ہم چاہتے ہیں کہ گاہ گاہ بغیر اسی ترتیب کے بعض بصائر و حکم اسکے متعلق شائع کریں -

(امر بالمعروف و نہی عن المنکر)

جس زمانے میں فرقۂ معتزلہ نے نشو و نما پائی تھی ' اسلام تمام دنیا پر فیاضانہ حکومت کر رہا تھا ' اور تمام دنیا اوسکے فیض عام سے کل بدامان ہو رہی تھی - بالخصوص علماء و فقہاء کو سلاطین و خلفاء کی قدردانیوں نے مالامال کر دیا تھا -

لیکن اس حالت میں بھی اس فرقے نے اپنے دامن کو درہم و دینار سے چمکنے والے داغ سے آلودہ ہونے نہیں دیا - ایسے وقت میں جبکہ دست بہار پھولوں کا انبار لگا رہا تھا ' اور ابر کرم موتیوں کا مینہ برسا رہا تھا ' اس فرقے نے اپنا دامن قناعت ہمیشہ سمیٹے ہوے رکھا ' اور خار زار حرص و طمع سے الجھنے نہ دیا -

استغناء اور بے نیازی کی شان مختلف مظاہر میں نظر آتی ہے ' لیکن اوسکا اعلی ترین مظہر امر بالمعروف والنہی عن المنکر ہے - وہ ایک امانت الٰہی ہے جسکا بار سب سے پہلے علماء کے سر پر ڈالا گیا ہے : و لتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینہون عن المنکر ' و اولئک ھم المفلحون (۳ : ۱۰۰)

لیکن اس گروہ کی راہ میں سب سے زیادہ درہم و دینار کے خرف ریزے حائل ہوتے ہیں - سلاطین بنو امیہ نے اسی درہم و دینار کی مہر لگا کر علماء کی زبانوں کو بند کرنا چاہا تھا ' لیکن علماء حق کی بے نیازی نے اس سنگ راہ کو ہمیشہ اپنے آگے سے ہٹایا ' اور اس فرض کے ادا کرنے میں جان تک سے دریغ نہ کیا - خلفاء بنو امیہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز نے وراثت شاہی میں جو خزانہ پایا تھا ' وہ اوس مال و متاع سے لبریز تھا جسکو دست تظلم نے سمیٹ سمیٹ کر اوس میں بھر دیا تھا ' اسلیے یہ دولت اون کے سینے کا بوجھ تھی - وہ اوس سے خزانے کو خالی کرنا چاہتے تھے -

لیکن اس عادلانہ اقدام کی طرف سب سے پہلے اونکو غیلان دمشقی نے توجہ دلائی جو اکابر معتزلہ میں ایک مشہور نامور متکلم تھا ہے - اوس نے اونکو ایک خط لکھا تھا :

" اے عمر ! تم نے اسلام کو ایک داغ کہن ' اور ایک بوسیدہ صورت میں پایا ہے ' اے وہ شخص جو تمام مردوں میں سے ایک مردہ ہے ' تو کوئی قابل تقلید راہ اور کوئی زبان سے راستہ بتانے والا آدمی نہیں پاتا جس کی رہنمائی سے فائدہ اوٹھاے - آہ ' سنت کا چراغ بجھ گیا ' بدعت کی تاریکی چھاگئی ' دنیا کو ذرا دیا گیا ہے ' عالم لوگ خود نہیں بولتے ' اور جاہلوں کو بولنے کی اجازت نہیں ملتی - اسلام کی بات سے قوم نجات بھی پا سکتی ہے اور ہلاک بھی ہو سکتی ہے ' خدا خود کہتا ہے :

و جعلنا ھم ائمۃ ھم نے اونکو امام بنایا اور وہ ہمارے حکم یھدون بامرنا - سے رہنمائی کرتے ہیں -

یہی امام دنیا کو گمراہی سے بچاتے اور انکو تاریکی سے روشنی میں لاتے ہیں ' لیکن ایک قسم کے امام اور بھی ہوتے ہیں :

و جعلنا ھم ائمۃ یدعون اور ہم نے اونکو ایسا امام بنایا جو آگ الی النار - کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں -

لیکن اس قسم کے ائمہ صاف صاف یہ نہیں کہتے کہ آگ کی طرف آؤ بلکہ دنیا کے سامنے گناہوں کا دروازہ کھولدیتے ہیں - تو اے عمر ! جو لوگ خود دنیا کو گناہوں کی دعوت دیتے ہیں ' کیا وہ دنیا کو گناہوں سے بچا سکتے ہیں ؟ کیا کوئی ایسا حاکم ہے ' جو اپنے اعمال پر خود نکتہ چینی کرتا ہے ؟ کیا کوئی ایسا قاضی ہے کہ جو فیصلہ خود کرتا ہے ' اسی فیصلہ کے خلاف ایک حاکم کو سزا بھی دیتا ہے ؟ کیا کوئی ایسا رہنما ہے جو دنیا کو سیدھی راہ دکھاتا ہے ' اور خود منزل مقصود سے بھٹک جاتا ہے ؟ کیا کوئی رحمدل انسان بھی تکلیف مالا یطاق دیتا ہے ؟ یا لوگوں سے بجبر اطاعت کرواتا ہے ؟ کیا انصاف بھی ظلم پر آمادہ کر سکتا ہے ؟ کیا سچ بھی جھوٹ بول سکتا ہے ؟ "

یہ خط اگرچہ خلفاء بنو امیہ کے مظالم کا ایک اجمالی متن ہے ' لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز تو خود ہی اونکے ستون سلطنت کو گرا کر عدل و انصاف کا منارہ قائم کرنا چاہتے تھے ' اسلیے اونکو ایک معمار ہاتھ آگیا - اونھوں نے خوش ہوکر خود غیلان کو طلب کیا ' اور اقامۂ عدل میں اوس سے اعانت کی درخواست کی - غیلان نے خزانہ اور توشہ خانہ کے انتظام کو اپنے ہاتھ میں لیا ' اور عام منادی کردی کہ " خیانت پیشہ ظالموں کا ' اون ظالموں کا جنھوں نے رسول کی جانشینی کا تو دعوی کردیا ' لیکن رسول کے سنت کی تقلید نہ کی ' مال و متاع لیک رہا ہے - جسکو لینا ہو وہ آے "

چنانچہ توشہ خانہ سے ایک موزہ نکلا جسکے دام ۳۰ ہزار درہم اوٹھے - غیلان نے اوسکو ہاتھ میں لیکر کہا : " لوگو ! خدا کے لیے بتاؤ کیا یہ لوگ امام بنکر دنیا کی رہنمائی کرسکتے تھے ؟ وہ ۳۰ ہزار درہم کے موزے اوس حالت میں پہنتے تھے جبکہ دنیا بھوک سے مرتی تھی "

اسی حالت میں ہشام ابن عبد الملک آگیا اور کہا ; " یہ میری اور میرے باپ دادا کی علانیہ پردہ دری کر رہا ہے - اگر موقع ملا تو اسکے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کردونگا " ہشام کے چلے جانے کے بعد غیلان اپنے دوست صالح کے ساتھ آرمینیا کی طرف روانہ ہوگیا - ہشام نے موقع پاکر اوسکو گرفتار کرایا ' اور چند روز قید رکھکر صالح اور غیلان دونوں کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیے ' اور کہا " تمھارے خدا نے تمھارے ساتھ کیا سلوک کیا ؟ " غیلان نے کہا " خدا یہ ظلم کیوں کرنے لگا ؟ یہ اوسنے کیا ہے جس پر خدا لعنت کرتا ہے " (مسئلۂ جبر و قدر کی طرف اشارہ تھا) اسکے بعد صالح نے پانی مانگا ' ہشام کے درباریوں نے جواب دیا کہ تمکو آب زقوم پینا پڑیگا جو دوزخیوں کے لیے مخصوص ہے - غیلان نے اس مایوسانہ جواب پر صالح کو تسکین دی ' اور وہ اسی حالت تشنگی میں شہید ہوگیا - غیلان نے نماز جنازہ پڑھی اور نماز سے فارغ ہوکر لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر کہا " خدا ان ظالموں سے سمجھے ' انھوں نے زندہ حق کو مردہ ' اور مردہ باطل کو زندہ کیا ' شریف لوگوں کو ذلیل اور ذلیل لوگوں کو معزز بنایا " لوگوں نے اسکی اس آزادانہ تقریر سے متاثر ہوکر ہشام سے کہا " ہاتھ پاؤں کاٹنے سے تو اوسکی زبان اور تیز ہوگئی " ہشام نے حکم دیا کہ اسکی زبان بھی کاٹ دی جاے - چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ' اور شمع ہدایت کی یہ لو ہمیشہ کیلیے خاموش ہوگئی : بل احیاء و لکن لا یشعرون !

یہ علماء حق تھے ' یہ اسلام کی بخشی ہوئی وراثت علم تھی ' اور یہ وہ ہستیاں تھیں جنکا افسانۂ حق تو آج پڑھلو مگر انکی نسل کی تلاش میں نہ نکلو ' کیونکہ وہ اب دنیاے اسلام میں نہیں بستی - ان علماء حق کے مقابلے میں آجکل کے اُن علماء منافقین و شیاطین اخرس کی ملعنت بھی ہمارے سامنے ہے جو اپنی چند روٹیوں کیلیے ' یا کسی مدرسہ کی نوکری کیلیے ' یا کسی امیر کے مردے کے قل کی مٹھائی کیلیے ' یا شمس العلماء کے خطاب کے تحفظ کیلیے ' ایک چھوٹے سے چھوٹے حق کے اظہار کی بھی طاقت اپنے اندر نہیں رکھتے !

مراسلات

سورہ والتین

[از مولانا مظہر الدین صاحب شیرکوٹی]

(۱)

انسان جب غور و فکر کی آنکھیں کھولتا ہے تو دیکھتا ہے کہ نیچے زمین ہے اور سر پر آسمان ہے - انکی وسعت اوسکے خیال سے بالاتر اور انکی قدامت اوسکے ادراک سے باہر ہے - ایک طرف وہ عظیم الشان پہاڑوں میں گھرا ہے ' جنکی چوٹیاں نامعلوم بلندیوں تک مرتفع ہیں ' دوسری طرف بلاخیز سمندر کی لہریں اوسکے ارد گرد طوفاں خیز ہیں ' جن کے سامنے انسان کی ہستی تو کیا اوسکی زمین بھی کائی کی طرح چھٹ جاتی ہے - ان عظیم ترین ہستیوں سے قطع نظر کر کے جب وہ چھوٹے چھوٹے جسموں کی قوت پر توجہ کرتا ہے ' تو اور زیادہ متعجب ہوتا ہے کہ ہستی و حیات کے یہ حقیر ذرات طاقت و عمل کی کیسی حیرت انگیز مثالیں اپنے اندر رکھتے ہیں ؟ ! !

وہ ڈسنے والے سانپوں کی برق رفتاری پر خیال کرتا ہے ' خونخوار جانوروں کی طاقت کو دیکھتا ہے ' ابر کے ایک معمولی ٹکڑے سے بڑے بڑے شہروں کا زیر و زبر ہونا اوسکے سامنے آتا ہے ' پھونک سے اوڑ جانے والی چنگاری کی قوت اوسکے پیش نظر ہوتی ہے ' اور جب ان تمام مناظر قدرت کو اپنے سامنے لاتا ہے ' تو بے اختیار پکار اوٹھتا ہے کہ اے ہستی انسانی ! تو کیا ہے ؟ تیری حقیقت کچھ بھی نہیں ! بحر وجود میں پانی کا ایک بلبلہ ' عالم خلق میں ہوا کا ایک جھونکا ' میدان تکوین میں مجموعۂ عناصر کا ایک نقش پا !

لیکن سورۂ مبارکہ " و التین " میں قرآن حکیم نے اس خیال کی تردید کی ہے ' اور شرف انسانی کے دلائل پیدہ پیش کیے ہیں - اُس نے بتایا ہے کہ عالم وجود کی دوسری چیزوں کے ساتھ انسان کو کیا نسبت ہے ؟ بلا شبہ انسان پانی کا بلبلہ ہے ' مگر کونسا پانی ؟ وہ ' جو آب بقاء کا ایک سرچشمہ ہے ! کچھ شک نہیں کہ انسان ہوا کا ایک جھونکا ہے ' مگر کس ہوا کا ؟ وہ ' جو باغ وحدت کی ایک لہر ہے ! ہاں ' یقیناً انسان کا وجود ایک نقش پا ہے ' مگر ایسا نقش پا ؟ وہ ' جو وجود بحت کا سب سے زیادہ مکمل نشان ہے ! خلاصہ یہ کہ سرپر ظہور کا تاجدار اور منصہ شہود کی رونق ' وجود انسانی ہی ہے !

انسان کا اشرف خلائق ہونا ایک ایسا بین دعوی ہے جسکے لیے احتیاج دلیل نہ تھی - لیکن اپنی ہستی سے خود فراموشی ہی کبھی کبھی مانع کار ہو جاتی ہے ' اور اکثر دنیا کے بڑے بڑے اعمال صرف اسی لیے ناتمام رہجاتے ہیں کہ اونکے کرنیوالے اپنے آپ کو نہایت ضعیف و ناتواں سمجھکر ہمت ہار دیتے ہیں - لہذا ایک ایسے ناموس الہی کیلیے جو " تبیانا لکل شیء " اور " نور مبین " کی حیثیت رکھتا ہو ' ضرور تھا کہ انسانی فضیلت کی کامل حقیقت کو اوسکے سامنے صاف صاف پیش کردے -

علاوہ ازیں یہ دین حنیف کے اوس اہم ترین رکن کی ایک تمہید اور مقدمہ بھی تھا ' جسے میں حضرۃ شاہ ولی اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی اصطلاح میں " قانون مجازاۃ " کے لقب سے تعبیر کرونگا -

پس اس سورۃ کے مضمون کی تقسیم دو قسموں میں ہوسکتی ہے :
(۱) شرف انسانی کا ثبوت - (۲) قانون مجازاۃ -

(مبحث اول)

و التین و الزیتون — انجیر ' زیتون ' طور سینا ' مکۂ
و طور سینین و ھذا البلد — معظمہ ' اس دعوے پر شاہد ہیں
الامین ' لقد خلقنا الانسان — کہ ہم نے انسان کو بہتر سے بہتر
فی احسن تقویم - — حالت میں پیدا کیا ہے -

" تقویم " کی تفسیر میں قاضی بیضاوی تحریر فرماتے ہیں :

تعدیل بان خص — تقویم کے معنی تعدیل کے ہیں ' اور
بانتصاب القامۃ و حسن — اوس سے مراد یہ ہے کہ انسان
الصورۃ و استجماع — سرو قامتی ' حسن صورۃ ' اور کائنات
خواص الکائنات و نظائر — کے تمام خواص ' اور تمام ممکنات
سائر الممکنات (انتہی) — کی تمثیلات کا مجموعہ ہے -

اسی مضمون کو امام رازی ان الفاظ میں ادا کرتے ہیں :

" التقویم " تصییر الشیء — تقویم کے معنی ہیں کسی شی
علی ما ینبغی ان یکون — کا ایسی حالت میں پیدا کرنا
فی التالیف و التعدیل — جسکے لائق وہ اپنی تالیف و تعدیل
یقال قومتہ تقویما فاستقام — میں تھی - ایسے موقعہ پر جب
و تقوم (انتہی) — کوئی شے چند چیزوں سے ترتیب دیکر
بنائی گئی ہو اور وہ درست ہو ' تو اہل عرب کہا کرتے ہیں : قومتہ
تقویما فاستقام و تقوم -

محدث ابن جریر طبری اپنی شہرۂ آفاق تفسیر میں " تقویم " کے مختلف معنی نقل کرتے ہوئے اپنی رائے ' ان الفاظ میں ظاہر فرماتے ہیں :

و اولی الاقوال فی ذلک بالصواب — تقویم کے معنی میں بہترین
ان یقال ان معنی ذلک فی — قول یہ ہے کہ اسکے معنی احسن
احسن صورۃ و اعدلھا - (انتہی) — و اعدل حالت کے ہیں -

یہ تینوں مفسر اور انکے سوا اور مفسرین بھی اگرچہ ترتیب الفاظ و تعبیر مقصد میں مختلف ہیں ' تاہم منشاء و مآل سب کا ایک ہے - یہ ضرور ہے کہ بیضاوی نے نہایت مفصل اور جامع الفاظ میں " تقویم " کا مفہوم ادا کیا ہے ' جسکا خلاصہ یہ ہے کہ " دیا بلحاظ حسن صورت ' اور کیا بلحاظ بلندی قامت ' انسان تمام ممکنات کی تمثیل اور کل کائنات کے خواص کا مجموعہ ہے " اور یہ انسانی شرف کی بہت بڑی دلیل ہے کہ جو اوصاف (مثلاً حیوانات میں حرکت و ارادہ و انتقام ' نباتات میں نشوونما ' ملائکہ میں طاعت رب العزت وغیرہ وغیرہ ') فرداً فرداً دیگر مخلوقات میں موجود ہیں ' وہ سب کے سب ایک وجود انسانی میں مکون ہیں - فلینظر الناظرون و یمحص المشککون -

اسی مضمون کو قرآن حکیم نے دوسرے مقامات پر بھی بیان کیا ہے - صرف اجمال و تفصیل کا فرق ہے ' ورنہ مقصود ایک ہے -

ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے :

و صورکم فاحسن صورکم — اے انسانوں ! خدا نے تمکو بہترین
صورت میں پیدا کیا ہے -

یہاں صورۃ سے مراد صرف نقش و نگار جسمانی یا خد و خال نہیں ' بلکہ صور معقولہ و قواء ادراکیہ بھی ہیں - (کما صرح بہ الاصفہانی فی الذریعۃ و المفسرون فی تفسیر ہم) -

دوسری جگہ جو بہت زیادہ مفصل ہے اسطور پر مذکور ہے :

و لقد کرمنا بني آدم و حملنا هم في البر و البحر و رزقناهم من الطيبات و فضلنا هم علي کثير ممن خلقنا تفضيلا -

هم نے بني آدم کو بزرگي عطاء فرمائي اور توري و خشکي ميں اونکے چلنے کيليے سواريان بنائيں - عمده عمده چيزيں کهانے کو ديں - يهانتک که مخلوقات کے اکثر حصه پر اونکو فضيلت و سيادت حاصل هے -

ان تمام آيات سے ايک دوسرے کے ساتهه ملا کر پڑهنے سے معلوم هو جاتا هے که انکا مقصود فضيلت انساني کا ثبوت هے - " سورة التين " ميں اس دعوے کو مدلل و مشرح کيا گيا هے ' اور ثبوت ميں چار دليليں بصورت قسم پيش کي گئي هيں -

محققين نے محاورات عرب و اشعار جاهلية سے اسکا فيصله کرديا هے که قسم اپنے ما بعد بيان کيليے شهادت و دليل هوتي هے - امام رازي سورة داريات کي تفسير لکهتے هوے شروع هي ميں تحرير فرماتے هيں :

ان الايمان اللتي حلف الله تعالي بها کلها دلائل اخرجها في صورة الايمان - مثاله قول القائل انعمه و حق نعمک الکثيرة ' اني لا ازال اشکرک - فمقام النعم و هي سبب مقيد لدوام الشکر -

" تمام وه قسميں جو الله تعالي نے قران شريف ميں بيان فرمائي هيں ' سب کي سب قسم کي صورتوں ميں دلائل هيں - جس طرح کوئي اپنے محسن کا شکريه ادا کرنيکے ليے کهتا هے : و حق نعمتک الکثيرة ' اني لا ازال اشکرک - اور اس قول ميں نعمتوں کا ذکر دوام شکر کيليے سبب قرار ديتا هے "

اس مسئله کو پيش نظر رکهتے هوے اب هماري فرض هے که هم يه ثابت کريں که " لقد خلقنا الانسان في احسن تقويم " پر يه چار قسميں " تين ' زيتون ' طور سينين ' بلد امين " کيونکر دليل هوسکتي هيں ؟

(تين و زيتون کي شهادت)

" تين " کے معني بعض مفسرين نے دمشق کے ايک پهاڑ اور بعض نے بيت المقدس کے ايک پهاڑي مقام نے بيان کيے هيں - ليکن يه سب اقوال مرجوح هيں - اور انکے ضعف کي طرف بيضاوي وغيره مفسرين نے اشاره بهي کيا هے - مناسب هي نهيں بلکه ضروري هے که اس کے معني اوسي پهل کے ليے جائيں جسکو هم اپني زبان ميں " انجير " کهتے هيں - اسيطرح زيتون سے بهي مراد وهي مشهور پهل هے جس سے روغن نکالا جاتا هے ' اور جو اهل عرب کي هر دل عزيز و جان پرور غذا هے -

ابن جرير لکهتے هيں :

حدثنا ابن بشار ... عن الحسن في قول الله والتين والزيتون قال تينکم هذا الذي يؤکل و زيتونکم هذا الذي يعصر

حضرت حسن سے مروي هے که قرآن شريف ميں تين سے مراد وهي پهل هے جسے لوگ کهاتے هيں - اور زيتون سے مراد وهي هے جس سے روغن نکالتے هيں -

امام رازي اپنے تفسير ميں تين و زيتون کے معني بيان کرتے هوے حضرت ابن عباس رضي الله کا قول نقل کرتے هيں " هو تينکم و زيتونکم هذا " اے اهل عرب ! تين وزيتون سے مراد يهي تمهارے مشهور پهل هيں -

ان دونوں الفاظ کے معني متعين هونيکے بعد غور کرو که يه شرف انساني پر کسطرح شاهد هيں ؟ تم جانتے هو که انجير ايک نهايت چهوٹا سا پهل هے ' ليکن غذا و دوا ميں بيشمار فوائد رکهتا هے - ذائقه کے لحاظ سے نهايت شيريں هے - باعتبار طبي فوائد کے قاطع بلغم ' ملين طبع ' مطهر کليتين ' مسمن بدن وغيره ' اسکے معمولي خواص هيں -

پس انجير شاهد هے که جسطرح يه جسم صغير هوکر بيشمار فوائد کا مجموعه هے ' اسي طرح وجود انساني بهي جسماً مختصر ليکن مختلف قوتوں کا پتله ' گوناگوں جذبات کا سراپا ' بر قلموں اسرار کا مجسمه هے !

بيشک اسکي مٹهي بهر هڈيوں کا ڈهانچه عالم تکوين کي غير محدود کوه پيکر هستيوں کے سامنے کچهه حقيقت نهيں رکهتا ' مگر ان هڈيوں هي ميں وه طاقت هے جو پهاڑوں کي چوٹيوں اور سمندروں کے طوفانوں کو مسخر کرسکتي هے !

دوسري شهادت زيتون کي هے - وه يه که جسطرح زيتون ميں روغن حلول کيے هوے هے ' اور زيتون کي قدر اوسکے روغن هي کيوجه سے هے ' اسي طرح انساني جسم ميں بهي روح کا حلول هے ' اور اسکا شرف بهي اوسکي روح هي سے هے - ورنه انسان مٹي کا ايک ڈهير يا حشرات الارض کي گهناؤني غذا هے اور بس -

يهاں پر دو سوال اور قابل غور هيں - ايک يه که جناب باري نے زيتون هي کو شهادت کيليے کيوں منتخب کيا ' جبکه يه فائده اور روغن دار پهلوں يا اسي قسم کے تخموں سے بهي حاصل هوسکتا تها ؟

اسکا جواب يه هے که اهل عرب جو قرآن کريم کے اولين مخاطب هيں ' اونکے سامنے جو چيز بکثرت موجود تهي ' وه زيتون هے ' اور جو فوائد غذاء و دواء کے اعتبار سے اونهيں حاصل هو رهے تهے ' وه بالکل آنپور واضح و آشکارا تهے -

دوسرا سوال يه هوسکتا هے که جبکه روح جسم سے اعلي و اشرف اور اوسپر حاکم هے ' تو اسکي شهادت کو جسم کي شهادت سے مقدم هونا چاهيے ' اور اسليے والتين کي جگه والزيتون کے لفظ سے سورة کو شروع کرنا چاهيے تها - يه درست هے ' مگر ياد رکهنا چاهيے که دليل و اثبات کے موقعه پر مقدم هونيکا وه چيزيں حق رکهتي هيں جو تجارب و محسوسات کے دائره ميں هوں - قطع نظر فلسفهٔ جديده کے جسکي بنياد کا سنگ اولين هي تجربه هے ' اگر ارسطو و افلاطون کے فلسفه کو ديکهو - اور کم از کم علامه بهاري کي سلم کے آخر ميں برهان کي بحث سامنے رکهو ' تو معلوم هوجائيگا که دليل مفيد يقين وهي هوسکتي هے جسکے مقدمات کي ترتيب امور يقينيه اور تجربه پر هو ' يا کم از کم ايسے مقدمات کيطرف اونکي تحصيل هوتي هو - بهرحال جسم اور اوسکے فوائد محسوس اور بالکل ظاهر هيں ' اور روح غير محسوس هے - پس اسليے جسم کي شهادت کو حق تها که وه روح کي شهادت پر مقدم هو ' اور سورة کو والتين هي کے لفظ سے شروع کيا جاے -

(نکته)

زيتون کے لفظ ميں ايک اور لطيف اشاره هے - وه يه که جب زيتون سے روغن نکال ليا جاتا هے تو اوس سے دوسرے فوائد کے علاوه چراغ بهي روشن هوسکتا هے ' اور وه اپنے ارد گرد تمام چيزوں کو منور کرديتا هے - اسي طرح وه روح جو قفس عنصري ميں مقيد هے ' اگر بقدر طاقت بشري اوسکو بهي علائق ماديه سے پاک و صاف کرليا جاے ' تو پهر اس سے بهي بهت سي تاريک روحيں منور ' اور ظلماتي قلوب روشن هوسکتے هيں !

(طور سينين کي شهادت)

" طور سينين " کي تفسير ميں تمام مفسرين اپني عادت قديم کے موافق بهت سے احتمالات بيان کرتے هيں ' مگر دراصل يه سب تکلف هے - اس سے مراد وهي پهاڑ هے جو حضرة موسي کيليے جلوه گاه رباني اور بني اسرائيل کيليے قانون شريعت کا

مہبط تھا - ابن جریر نے بھی اسی کو پسند فرمایا ہے - چنانچہ لکھتے ہیں :

و اولی الاقوال فی ذالک بالصواب قول من قال طور سینین جبل معروف -

صواب تر قول اس بارہ میں اوس شخص کا ہے جو کہتا ہے کہ طور سینین سے مراد مشہور و معروف پہاڑ ہے -

یہ شہادت ایک عجیب و غریب شہادت ہے جو ثابت کرتی ہے کہ ضعیف و ناتواں انسانی پتلہ میں مادی ترقی کی قوۃ کہانتک ہے' اور وہ اپنے کمال کے بازوؤں سے اوڑ کر کہانتک پہونچ سکتا ہے؟ اس سے پہلے تم بنی اسرائیل کی حالت پر نظر کرو' وہ ایک ایسی قوم تھی جس نے اسرائیلی برکت اور حضرۃ ابراہیم کے خدا کے وعدے کو فراعنہ کے قدموں میں پامال کردیا تھا - اوس بدبخت قوم نے فطرت کی سب سے زیادہ گراں قدر نعمت (یعنی حریۃ) کو ہمیشہ غیروں کی چوکھٹوں پر قربان کیا !

یہی بد نصیب بنو اسرائیل تھے جو انسانی عبدیۃ کے خون سے پیدا ہوئے - غلامی کے دودھ سے پلے - استبداد کی آب و ہوا میں بڑھتے رہے - یہاں تک کہ شرف قومی کا پاک جذبہ جسکی حفاظت دل کے خون اور دماغ کی روح سے ہونی چاہیے تھی' فراموش کردیا گیا - آہ' صرف یہی نہیں بلکہ انہوں نے دیکھا کہ ظالم مصریوں کی خون آشام تلواریں اپنی پیاس اونکے معصوم بچوں کے خون سے بجھاتی ہیں' اور اونکی مخدرات کی عصمت کی فرعونیوں کے وحشت کدہ پر قربانی ہورہی ہے - یذبحون ابناءہم و یستحیون نساءہم - مگر تاہم اس بے حسی کی صدا سے باز نہ آئے کہ : فاذھب انت و ربک فقاتلا انا ھاھنا قاعدون -

بد قسمت عبرانیوں کی یہ حالت تھی' مگر جب جبل طور پر (جسکی قسم اس سورۃ میں کھائی گئی ہے) موسیٰ علیہ السلام کو قانون ملۃ عطا ہوا' اور اوسپر آیندہ نسل نے عمل کیا' تو پھر وہ حالت ہوئی کہ جو غلام تھے وہ شہنشاہ ہوگئے - جس قوم کو مصر میں سوکھی روٹیوں کے ٹکڑے بھی پیٹ بھرنیکے لیے چین سے نصیب نہ تھے' اونکے قدموں پر شام کے خزانے جمع کیے گئے - کنعانیوں اور حبشیوں کے دلفریب سبزہ زاروں کی یہ قوم مالک ہوئی - اموریوں (۱) اور فرزیوں' حویوں اور یبوسیوں' کی دودھ و شہد بہانیوالی زمینیں اونکے قبضہ میں آگئی - اسی کے آفتاب جلالت و سطوت سے بابل و نینوا کے قصر جگمگا اوٹھے' اور اسی کے رعب و شوکت نے مصر کے ایوانوں کو ہلادیا - یہ سب کیوں ہوا؟ صرف اسلیے کہ پہلے وہ صراط مستقیم و راہ حق سے بے خبر تھی' اور اب اوسپر عامل ہوگئی - پہلے وہ اوس قانون الٰہی سے جو طور پر نازل ہوا جو ترقی کے بے شمار اسرار سے معمور تھا' محروم تھی اور اب اوسکی پرستار ہوگئی - پس خداوند تعالیٰ نے اسی لیے طور کو جس سے ایک بہت بڑی قوم کے عروج و زوال کی تاریخ وابستہ تھی' بطور شاہد کے پیش کیا ہے کہ دیکھو' یہ طور شاہد ہے کہ انسان کو ہم نے اشرف ترین پیدا کیا - کیا باوجود ایک حقیر و ضعیف ہستی ہونے کے اسکی پرواز سب سے زیادہ بلند نہیں ہے ؟

جسطرح کہ پہلے جسم کی شہادت اور اسکے بعد روح کی شہادت بیان کی گئی تھی' اسی طرح تیسری شہادت میں پہلے جسمانی و مادی ترقی کا ثبوت دیکر چوتھی شہادت اوسکی روحانی ترقی کی دلیل قرار پائی -

(بلد امین کی شہادت)

و ھذا البلد الامین - امین امن سے مشتق ہے' جسکے معنی حفاظت کرنیکے ہیں - امانۃ کو امانۃ اسی لیے کہتے ہیں کہ اوسمیں حفاظت کی جاتی ہے - امین اگر اسم فاعل کا صیغہ ہے اور اپنے حقیقی معنی امن میں یہاں مستعمل ہے' تو اسکے معنی ہونگے " حفاظت کرنیوالا " یا مثل قتیل بمعنی مقتول اسم مفعول کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے' تو اسوقت اسکے معنی ہونگے محفوظ - بہر حال دونوں صورتوں میں بلد امین سے مراد مکہ معظمہ (زادھا اللہ شرفا) ہے - کذا صرح الکشاف والرازی والبیضاوی وغیرھم -

پہلی صورت میں مطلب یہ ہے کہ خائف بعد فار من الدم (جو شخص کسیکو قتل کرکے بیت اللہ میں آ چھپے) کے قصاص سے اور جانوروں کے شکار سے جبکہ وہ حرم میں داخل ہو جائیں' حفاظت کرنیوالا ہے - کیونکہ نص قرآنی میں دوسری جگہ "حرما آمنا" موجود ہے -

دوسری صورت میں مطلب یہ ہے کہ یہ کعبۂ محترمہ قتل و غارت' جنگ و جدال وغیرہ سے محفوظ ہے - یہ چوتھی قسم ہے' اور انسانی شرف کے جس شعبہ پر شہادت لائی گئی ہے' اسکو ہم اوپر لکھہ آئے ہیں - اسکی تفصیل کیلیے ایک مختصر مقدمہ پیش نظر رہنا ضروری ہے -

محبت کے دو درجے ہیں - ایک یہ کہ محبوب اور اوسکے جمیع متعلقات سے الفت ہو - اوسکے دیار و لباس کی یاد بھی وہی دل پر اثر کرے جو اوسکی چشم بیمار کے اشارے کرتے ہیں - امرء القیس نے جب ایک سفر میں اپنی محبوبہ کی قیام کے آثار کو دیکھا' تو بیخود ہوگیا' اور یاران سفر سے کہنے لگا :

قفانبک من ذکری حبیب و منزل
بسقط اللوی بین الدخول فحومل

دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ محبوب کے سوا کسی سے محبت نہ ہو - اوسکا روے آتشیں قلب میں وہ آگ روشن کردے کہ ماسوا کی الفت خاکستر ہو جاے' اور یہ عالم ہو :

جدھر دیکھتا ہوں اودھر تو ہی تو ہے !

یہ مرتبہ پہلے سے اعلیٰ ہے اور اسی کا نام مرتبۂ خلت ہے' جسکا نمونہ حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام تھے - حضرت ابراہیم کیلیے تو یہ مقام ظاہر ہے کہ جب اون سے اونکے جگر گوشہ و چشم و چراغ اسمعیل کی قربانی کیلیے ارشاد ہوا تو وہ بلا تامل تیار ہوگئے' اور اسپر حضرت باری سے یہ خطاب عطا ہوا :

و اتخذ اللہ ابراھیم خلیلا — اللہ تعالیٰ نے ابراھیم کو اپنا خلیل بنایا -

لیکن حضرت اسمعیل بھی اس مقام خلت سے محروم نہ تھے - چنانچہ جب راہ حق میں اونکو قربان کرنیکے لیے کہا گیا (انی اذبحک فانظر ما ترٰی) تو انہوں نے بلا تامل عرض کیا کہ اے باپ اگر آپ قربان کرنیکے لیے طیار ہیں' تو میں بھی قربان ہونے کے لیے حاضر ہوں -

یا ابت افعل ما تومر ستجدنی انشاء اللہ من الصابرین (۲۳ : ۷)

کعبہ مکرمہ جو انہی پرستاران حق و فداکاران ملت کی ہاتھ کردہ تعمیر ہے' گویا تعلیم خلت کی درسگاہ ہے' جسکو یہ بزرگوار تعمیر کرتے جاتے تھے اور اپنے جذبۂ عشق میں معمور ہوکر کہتے جاتے تھے :

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم' — اے ہمارے خدا تو ہمارے اس کام بناء کعبہ کو قبول فرما اسلیے کہ تو ہی ہماری دعا کو سننے والا اور ہمارے کاموں کو جاننے والا ہے -

ربنا واجعلنا مسلمین

---

(۱) ان تمام الفاظ سے شام کے قبائل مراد ہیں' اور یہ تلمیح ہے کتاب خروج ۳/۱۷ و ۱۷/۱ کے اوس مضمون کیطرف جسمیں حضرۃ موسیٰ علیہ السلام سے انعامات کا وعدہ کیا گیا تھا

انک رحیم ذو بنا ۔ اے پروردگار ! اب تو همکو اپنا فرمانبردار
امة مسلمة لک وارنا بنده بنائے اور همارے نسل سے ایک مطیع
مناسکنا و تب علینا و مدام امة قائم کر - اے خدا اپنے ارکان
انک انت التواب عبادت همکو هدایت کر اور همپر رحمت
الرحیم - ربنا و ابعث نازل فرما کیونکه تو هی تواب و رحیم هے -
فیهم رسولا منهم یتلو اور پهر اس امة میں ایک ایسا رسول مبعوث
علیهم آیاتک و یعلمهم فرما جو اونمیں سے هو ' وہ رسول تیرے احکام
الکتاب والحکمة انکو سنائے اور تعلیم کتاب و حکمت کی
و یزکیهم انک انت انکو پاک و صاف کرے ' تو سب کچھه کرسکتا
العزیز الحکیم ۔ هے ' اسلیے که تو سب پر غالب اور سر
(۱۴ : ۱) چشمه حکمت هے -

پس درسگاه خلت یعنی بیت ابراهیمی اس پر شاهد هے که انسانی روح کہانتک ترقی کرسکتی هے ' اور انسانی انتہا کیا هے ؟ تمکو معلوم هوگیا که انسانی ترقی اس حد تک هے جہاں پہونچکر ایک هی مقصود ' ایک هی مطلوب ' اور ایک هی شاهد ' مشهود سامنے هوتا هے ' جسمیں جشم و ابرو کے اشاروں اور دهن حق طلب کی مسرات پر اپنی تونگر نرین چیزونکو بهی قربان کردیا جاتا هے -

اے گم گشتگان طریق حق ! اگر دین حنیف تمهارے هاتهوں میں ' اسمعیلی خون تمهاری رگوں میں ' اور ابراهیمی دعاء کی امة مسلمه تم هو ' تو پهر تمهارے لیے ذریعهٔ فلاح و نجات وهی جذبه خلت ' وهی جوش محبت ' وهی سودائے عشق ' وهی طریق ابراهیمی هے ' جسکی شہادت تمهارا کعبهٔ مکرمه بزبان حال پیش کر رها هے ' اور اسکی صدا اوسکے در و دیوار سے آرهی هے -

حضرة شاه ولی الله نے حجة الله البالغه میں اس امر کو مفصل بیان کیا هے که روح و جسم کا وجود اور اونکا اجتماع دوسرے جانداروں میں بهی هے - لیکن حصول سلطنت اور مقام خلت جس پر تیسری و چوتهی قسم شاهد هے ' یه انسان هی کیساتهه مخصوص هے - ان دو آخری خصوصیتوں میں سے پہلے قوة حیوانیهٔ انسانیه ' اور دوسری قوة ملکوتیه کا خاصه هے - پس ان خصائص و قوی ' ان فوائد و منافع کے انکشاف کے بعد کون هے جو اسمیں شک کرسکتا هے که : لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ؟

(اشتهار)

اکسیر اعظم یا زندگی کی بهار

(ایجاد نادره حکیم حافظ ابو الفضل محمد شمس الدین)

—:o:—

" ایک سریع الاثر اور معجب مرکب "

ضعف دماغ و جگر کیلیے یه ایک معجب اور موثر دوا هے - خصوصاً ضعف مثانه اور اُن مایوس کن امراض نیلیے جنکا سلسله بعض اوقات خود کشی تک مسلسل هوتا هے ایک بے خطا اور آزموده مرکب هے - صحت کی حالت میں اگر اسے استعمال کیا جائے تو اس سے بهتر اور کوئی شے محافظ قوت نہیں هوسکتی -

قیمت فی شیشی ۶ - روپیه محصول ڈاک ۶ - آنه

المشتهر : مینیجر دی یونانی مڈیکل اسٹورس فوارهٔ صحت

نمبر ۱۵/۱ زین اسٹریٹ ڈاکخانه ویلسلی - کلکته

الهـــلال :

(از جناب مولانا السید مرتضی نور نهروی)

جب دوسرے سال دفعتاً یه نورانی پرچه نظر فقیر سے گزرا تها تو میں نے محرر و مدیر الهلال جناب علامه دوران ' وحید الزمان مولانا ابوالکلام آزاد کو لکها تها که یه هلال نہیں هے - اسکا نام " البدر " هونا مناسب هے - اسنے بدریة کے افق پر تدریجاً حرکت و ترقی نہیں کی هے بلکه بدر تکوین هی سے وہ بدر هے - لہذا مستحق تسمیهٔ البدر عین الکمال روزگار هے - لیکن اس قمر کو محاق میں چند روز رهنا پڑا - ان ایام ظلمت میں افکار اهل علم و بصیرت کے اندر جو ماتم برپا تها اوس ماتمگساری کا بزبان حال یه نوحه تها :

خون دل خود کن که شرابے به ازیں نیست
آتش بجگر زن که کبابے بـه ازیں نیست

مگر بمقتضاے : والقمر قدرناه منازل حتی عاد کالعرجون القدیم - اب پهر تاریکی محاق سے نکلکر ' عالم اسلام و علوم و ادب کو منور کرنے لگا ' اور سماے حریة راے ' و معارف قرآنی ' و حقائق حکمة و بیان یزدانی کا آفتاب عالمتاب بفکر نصف النهار و نقطه وسط النهار پر چمکنے لگا -

هنود و براهمه اور عوام شیعه قمر در عقرب کی نحوست کے قائل هیں - گو جناب مجلسی حق الیقین جلد ۱۴ بحار میں بقاعده هیئة و ریاضی اسکی تضعیف پر مائل هیں - دفاتر روایات اهل سنة و جماعت بهی اس روایت سے خالی نہیں هیں مگر محققین و ناقدین نے اسکو قابل وثوق نہیں سمجها هے - بهرحال همارا قمر عقربیة کے خطرات سے بالکل نکل آیا هے ' اور امید هے که البلاغ کے بلوغ رشد و کمال کا یه روز دنیاے اسلام میں بهتر از صد عید و تقریب نشاط هو ' جو کسی رسم و قید کی پابند نہیں !●

همارے آرزوؤں اور امیدوں نے بصورت البلاغ اپنا ظهور موفور السرور کیا هے ' مگر قلم جادو نگار علامه عصر حضرت آزاد هی کا هے - وهی غالغة آفریں عالم ازراج و معانی سے بلند هے ' وهی علم و فن کی رنگینی هے ' وهی معارف قرآنیه کی نور افشانی هے جس پر فصاحت و بلاغت هزارها سجده کرتی هے ' وهی متانت افکار اور آزادی راے کا نظاره هے جو پہلے تها ' وهی انکشاف حقائق و علوم هے جو اسکی خصوصیت تهی ' وهی معارف قرآنیه و نبویه کی جلوه فرمائیاں هیں جنکے لیے وہ عالمگیر شہرت حاصل کرچکا هے - فافهم و تامل و تبصر -

بهر رنگے که خواهی جامه می پوش * من انداز قدت را می شناسم

البـــلاغ فقیر کی نظر سے گزرا تو زبان پر یه شعر جاری هوا :

یا بـدر دجی بوصله احیـــانی * ان زارکـــم بهجره افنـــانی
باله علیك عجل سفك دمی * لا طاقة لی بلیلة الهجـــران

ایک ماهـوار تاریخی رســاله

میں ایک ماهوار تاریخی رساله جاری کرنے کا مصمم اراده کرچکا هوں ' جو تهذیب اخلاق اور تهذیب نفس کا کام انجام دیتا هوا ملک و قوم کی صحیح تاریخ پیش کرسکیگا ' پہلا نمبر انشاء الله تعالی جنوری میں شایع هوجائیگا - احباب کی خدمت میں گذارش هے که اس نگارش کے ملاحظه فرماتے هی اپنے اراده سے مطلع فرمائیں که آیا آپ رساله کی (جسکا نام عبرت هوگا) خریداری پر آماده هیں ؟ نیز اپنے قیمتی مشوره اور اعانت سے دریغ نه فرمائیں - رساله کی قیمت صرف ایک روپیه ششماهی ' اور ضخامت تیس چالیس صفحات هوگی - مجهکو مخاطب کرنیکے لیے ذیل کا پته کافی هے -

اکبر شـــاه خان - نجیب آباد

هر فرمایش میں ابلاغ کا حوالہ دینا ضروری ہے

رینلڈ کی مسٹریز اف دي کورٹ ف لندن

یہ مشہور ناول جو کہ سولہ جلدوں میں ہے ابھي چھپ کر نکلی ہے اور تھوڑي سي رہگئي ہے - اصلي قیمت کي چوتھائي قیمت میں دیجاتي ہے - اصلي قیمت چالیس ۴۰ روپیہ اور آپ دس ۱۰ روپیہ - کپڑےکي جلد ہے جسمیں سنہري حروف کي کتابت ہے اور ۳۱۶ ہاف ٹون تصاویر ہیں تمام جلدیں دس روپیہ میں وي - پي اور ایک روپیہ ۱۴ - آنہ محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بھوبازار - کلکتہ

Imperial Book Depot, 60 Srigopal Mullick Lane, Bowbazar Calcutta.

نصف قیمت اور

تبلہ انعام

ہمارا سائنس فکسن فورٹ ہارمونیم سریلا اور مضبوط سب موسم اور آب و ہوا میں یکساں رہنے والا ہمارے خاص کارخانہ میں گواساں لکڑي سے طیار کیا ہوا ہے اسوجہ سے کبھي پوري قیمت اور کبھي نصف قیمت پر فروخت کرتے ہیں - ایک ماہ کیلیے یہ قیمت رکھي گئي ہے - ایک مرتبہ منگواکر آزمایش کیجیے - نہیں تو پھر آپکو افسوس کرنا پڑیگا - اگرچہ مال ناپسند ہوے تو تین روز کے اندر واپس کرنے سے ہم واپس کرلیوںگے - اس وجہ سے آپ دریافت کرلیجیے کہ یہ کمپني کسي کو دھوکا نہیں دیتي ہے - گرانٹي تین برس - سنگل ریڈ اصلي قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ روپیہ - اور اسوقت نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - ۲۵ روپیہ - و ڈبل ریڈ اصلي قیمت ۶۵ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ روپیہ - و نصف قیمت ۳۲ - ۳۵ - ۴۰ - ۴۵ روپیہ - ہر ایک باجہ کیواسطے مبلغ پانچ روپیہ پیشگي روانہ کرنا چاہیے اور اپنا پورا پتہ اور ریلوے اسٹیشن صاف صاف لکھنا چاہیے - ہر ایک سنگل ریڈ کے ساتھہ ایک گھوڑي اور ڈبل ریڈ کے ساتھہ ایک تبلہ و ڈرگي انعام دیا جاویگا - ہندي ہارمونیم سکھنے کا قیمت ایک روپیہ ہے -

نیشنل ہارمونیم کمپني ڈاکخانہ شمبہ - کلکتہ

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر سیام صاحب کا اربھرالیس

مستورات کے جملہ اقسام کے امراض - کا خلاصہ نہ آنا - بلکہ اسوقت درد کا پیدا ہونا - اور اسکے دیر پا ہونیسے تشنج کا پیدا ہونا - اولاد کا نہونا غرض کل شکایات جو اندروني مستورات کو ہوتے ہیں - مایوس شدہ لوگونکو خوشخبري دیجاتي ہے کہ مفصلہ ذیل مستند معالجونکي تصدیق کردہ دوا کو استعمال کریں اور تمو زندگاني حاصل کریں - یعني ڈاکٹر سیام صاحب کا اربھرالیس استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد ہوں -

مستند مدراس شاہر - ڈاکٹر ایم - سي - ننجنڈا راؤ اول اسسٹنٹ کھیکل اکزامنر مدراس فرماتے ہیں - "مینے اربھرالیس کو امراض مستورات کیلیے " نہایت مفید اور مناسب پایا -

مس ایف - جي - ویلس - ایل - ایم - ایل - آر - سي - پي ایفڈ ایس - سي کرشا اسپتال مدراس فرماتي ہیں :- " نمونے کي شیشیاں اربھرالیس کي اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بیحد نفع بخش پا " -

مس ایم - جي - ایم - براڈلي - ایم - ڈي - (برن) بي - ایس - سي - (لنڈن) سینٹ جان اسپتال ارکاڈي بمبئي فرماتي ہیں: " اربھرالیس جسکو کہ مینے استعمال کیا ہے " زنانہ شکایتوں کیلیے بہت عمدہ اور کامیاب دوا ہے "

قیمت في بوتل ۲ روپیہ ۸ آنہ - ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیہ -

پرچہ ہدایت مفت درخواست آنے پر روانہ ہوتا ہے -

Harris & Co., Chemists, Kalighat Calcutta.

IMPERIAL FLUTE

بہترین اور نہایت لاجواب قیمت سنگل ریڈ ۱۴ - ۱۸ - ۲۰ روپیہ

قیمت ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۸ - ۳۵ روپیہ

ہر درخواست کے ساتھہ ۵ روپیہ بطور پیشگي آنا چاہیے -

GANGA FLUTE

قیمت سنگل ریڈ ۱۳ - ۱۷ - و ۲۰ - روپیہ -

ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۷ - ۳۵ - روپیہ

Imperial Depot. 60, Srigopal Mallick Lane Bowbazar, Calcutta.

پوپن ٹائین

ایک عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز شفاء - یہ دواکل دماغي شکایتونکو دفع کرتي ہے - اور دوبارہ دماغونکو تازہ بناتي ہے - یہ ایک نہایت موثر ٹانک ہے جوکہ یکساں مرد اور عورت استعمال کرسکتے ہیں - اسکے استعمال سے اعضاء رئیسہ کو قوت پہونچتي ہے - ہسٹریہ رفیرہ کو بھي مدد ہے - دوا اس کو لیواکي بکس کي قیمت دو روپیہ -

زینو ٹون

اس دوا کے پیونکي استعمال سے ضعف باہ ایکدم دور ہو جاتي ہے اس کے استعمال کرنے سے آپ محسوس کرینگے قیمت ایک روپیہ آٹھہ آنہ -

AYESHA

مفرح دماغ - حسن کي افزایش - رگوں کي تازگي - بال کا بڑھنا یہ سب باتیں اسمیں موجود ہیں - نہایت خوشبودار - قیمت ۲ روپیہ -

نمونہ مفت - مشورہ مفت - فہرست مفت

Dattia & Co, Manufacturing Chemist, Post Box 141 Calcutta.

مفت ! مفت !!

راے صاحب ڈاکٹر کے - سي - داس صاحب کا تصنیف کردہ نوجوانوں کا رہنما و صحت جسماني و زندگي کا بیمہ کتاب قانون عیاشي - مفت روانہ ہوگا -

Swasthy Sahaya Pharmacy, 30/2, Harrison Road Calcutta

SALVITAE

یہ ایک اتنا مجرب دوا آن امراض کا ہے کہ جسکي وجہ سے انسان اپني قدرتي قوت سے گرجاتا ہے - یہ دوا آن کمزوري ہوئي قوت کو پھر پیدا کر دیتي ہے - قیمت ایک روپیہ -

ASTHMA TABLETS

کسي قسم کا دمہ اور کتنے ہي عرصہ کا ہو اگر اس سے اچھا نہ ہو تو ہمارا ذمہ - کھانسي کے لیے بھي مفید ہے - قیمت ایک روپیہ -

PILES TABLETS.

بواسیر خوني ہو یا بادي - بغیرجراحي عمل کے اچھا ہوتا ہے - قیمت ایک روپیہ -

S. C. Roy, M. A. Mfg. Chemists 36 Dharamtola Street, Calcutta.

ہر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے ہر قسم کا جنون خواہ نوٹني جنون ' مرگي والا جنون ' غمگین رہنے کا جنون ' عقل میں فتور ' نے خوابي وغیرہ وغیرہ دفع ہوتي ہے - اور وہ ایسا صحیح و سالم ہو جاتا ہے کہ کبھي ایسا گمان تک بھي نہیں ہوتا کہ وہ کبھي ایسے مرض میں مبتلا تھا -

قیمت فی شیشي پانچ روپیہ علاوہ محصول ڈاک -

S. C. Roy, M. A. 167/3, Cornwallis Street, Calcutta.

البیان

فی

مقاصد القرآن

هـذا بیان للناس و هدی و موعظة للمتقین (۳ : ۳۳)

یعنی قرآن حکیم کی مفصل تفسیر، اثر خامہ اڈیٹر الہلال

اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر ظاہر کردینا کافی ہے کہ قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اوسکی محیط الکل معلمانہ دعوۃ کا موجودہ دور جس قلم کے فیضان سے پیدا ہوا ہے، یہ اسی قلم سے نکلی ہوئی مفصل اور مکمل تفسیر القرن ہے !

یہ تفسیر موزوں کتابی تقطیع پر چھپنا شروع ہوگئی ہے - ہر مہینے کے وسط میں اسکے کم سے کم ۶۴ اور زیادہ سے زیادہ ۱۰۰ صفحے اعلیٰ درجہ کے ساز و سامان طباعت کے ساتھ شائع ہوتے رہینگے - اس سلسلے کا پہلا نمبر جسمیں نصف حصہ مقدمۂ تفسیر اور نصف سورۂ فاتحہ کی تفسیر کا ہوگا، انشاء اللہ ۱۵ - صفر کو شائع ہوجائیگا - قیمت سالانہ ۱۴ - صفر تک چار روپیہ - بعد کو پانچ - روپیہ -

اڈیٹر الہلال کی رائے

میں ہمیشہ کلکتہ کے یورپین فرم "جیمس مرے" کے یہاں سے عینک لیتا تھا - اس مرتبہ مجھے ضرورت ہوئی تو میسرز ایم - ای - احمد - اینڈ سنز (نمبر ۱-۱۵ رپن اسٹریٹ کلکتہ) سے کئی مختلف قسم کی عینکیں خریدیں، اور میں اعتراف کرتا ہوں کہ وہ ہر طرح بہتر اور عمدہ ہیں، اور ڈیورپین کارخانوں سے مستغنی کردیتی ہے - مزید براں مقابلتاً قیمت بھی ارزاں ہیں - کام بھی جلد اور وعدہ کے مطابق ہوتا ہے -

آپکو راجبی قیمت پر ہر قسم کی اصلی پتھر کی عینک مضبوط صحیح وقت دینے والی گھڑیوں کی ضرورت ہو

تو ان میں سے ایک منگواکر آزمایش کریں - رعایتی قیمت وغیرہ کی لالچ میں پڑکر دھوکا نہ کھالیں -

صرف اپنی عمر و دور و نزدیک کی بینائی کی کیفیت تحریر فرمائے پر ہمارے لایق و تجربہ کار ڈاکٹروں کی تجویز سے اصلی پتھر کی عینک بذریعہ وی - پی کے ارسال خدمت کی جائیگی - اسپر بھی اگر آپ کے موافق نہ آے تو بلا اجرت بدل دیجائیگی -

عینک نکل کمانی مع اصلی پتھر کے قیمت ۵ روپیہ سے آٹھ روپیہ تک -

عینک رولڈ گولڈ کمانی مع اصلی پتھر کے قیمت دس روپیہ سے پندرہ روپیہ تک - محصول ڈاک وغیرہ ۶ - آنہ -

دور نظر (یعنی نزدیک و دور دیکھنے) کی عینک قیمت بالا نرخوں سے ۵ روپیہ زیادہ -

۱- انگلما راج پتلی خوشنما مضبوط و صحیح وقت کی گارنٹی ۳ سال مع محصول ۵ روپیہ -

۲- ڈبل کیس خوبصورت و مضبوط وقت کی سچی گارنٹی ۳ سال مع محصول ۶ روپیہ -

۳ - چاندیکی ڈبل کیس مثل کورالیزر کے وقت کی سچی گارنٹی ۳ سال مع محصول ۱۰ روپیہ -

۴ - نکل کیس و میگا راج نہایت پائدار و وقت کی نہایت سچی گارنٹی ۵ سال مع محصول ۱۷ - روپیہ -

۵ - نیو رسٹ راج ہاتھ کی زیب دینے والی مع تسمہ گارنٹی چار سال مع محصول ۱۵ - روپیہ سے ۲۲ - روپیہ تک -

ایم - اِن - احمد اینڈ سنز تاجران عینک و گھڑی نمبر ۱ - ۱۵ رپن اسٹریٹ ڈاکخانہ ویلسلی کلکتہ

جسکا درد وہی جانتا ہے، دوسرا کیونکر جان سکتا ہے

یہ سخت سردی کے موسم میں تندرست انسان کا جان بلب ہو رہا ہے - سردی ہٹانے کیلیے کلنے بندوبست کیے جاتے ہیں - لیکن افسوس بدقسمتی سے دمہ کے مریض نا قابل برداشت تکلیف دمہ سے پریشان ہوتے ہیں، اور رات و دن سانس پھولنے کیوجہ سے دم نکلے جاتے ہیں، اور نیند تک حرام ہو جاتی ہے -

دیکھیے ! آج اوڈنو کسقدر تکلیف ہے - لیکن افسوس ہے کہ اس لا علاج مرض کی بازاری دوا زیادہ تر نشیلی اشیاء اور دھتورہ، بھنگ، بلا ڈونا، پوٹاس، اے او ڈائڈ، دیکر بنتی ہے - اسلیے فائدہ ہونا تو درکنار مریض بے موت مارا جاتا ہے - ڈاکٹر برمن کی کیمیائی اصول سے بنی ہوئی دمہ کی دوا انمول جوہر ہے - یہ صرف ہماری ہی بات نہیں ہے بلکہ ہزاروں مریض اس مرض سے شفاء پاکر مداح ہیں - آپنے بہت خرچ کیا ہوگا - لیکن ایک مرتبہ اسے بھی آزمالیں - اسمیں نقصان نہیں - قیمت ایک روپیہ چار آنہ فی شیشی - محصولڈاک ۵ آنہ - اس دوا کی دو خاص فوائد ہیں - (۱) ایک خوراک میں دمہ دبتا ہے - (۲) اور کچھ روز کے استعمال سے جڑ سے چلا جاتا ہے اور جبتک استعمال میں رہے دورہ نہیں ہوتا ہے -

ڈاکٹر ایس کے برمن - نمبر ۶۷۵ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

Printed & Published by Q. Ahmad at the AL-BALAGH Press, 45, Ripon Lane Calcutta

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الكريم)

البلاغ

هذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب (۱۳ : ۵۲)

نمبر - ۶ - ۷ | کلکته : جمعه ۸ - ۱۵ ربیع الاول سنه ۱۳۳۴ هجري | جلد ۱

Calcutta : Friday, January 14 , 21 1916.

ترجمان القرآن

یعني قران حکیم کا اردو ترجمه ' اثر خامه اڈیٹر الهلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقیقي حامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام هیں - پس انکي تبلیغ و تعلیم اور نشر و ترویج کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانه عمل هے ' جس کي توفیق صرف انهي لوگوں کو مل سکتي هے جنهیں حق تعالی انبیاء کرام کي معیت و تبعیت کا درجه عطا فرماتا هے ' اور اونکا نور علم براه راست مشکواة نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله یوتیه من یشاء -

هندوستان کي گذشته قرون اخیره میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفیق ملي ' وه حضرت شاه عبد الرحیم رحمة الله علیه کا خاندان تها - انکے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاه ولي الله قدس سره تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمه کي ضرورت الهام الهي سے محسوس کي ' اور فارسي میں اپنا عدیم النظیر ترجمه مرتب کیا - انکے بعد حضرة شاه رفیع الدین اور شاه عبد القادر رحمة الله علیهما کا ظهور هوا ' اور اردو زبان میں ترجمة القران کي بنیاد استوار هوئي - شکر الله سعیهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹھیک ایک صدي گذر چکي هے ' لیکن یه کہنا کسي طرح مبالغه آمیز نه سمجها جائیگا که نشر و تبلیغ قرآن حکیم کي جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکهي تهي ' اسکي تکمیل کا شرف حق تعالی نے اڈیٹر الهلال کیلیے مخصوص کردیا تها ' جنهوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرانیه ' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکیم کا یه اردو ترجمه نهایت سلیس ' عام فهم ' معني خیز ' حقیقت فرما عبارت میں مرتب کیا هے ' اور بحمد الله که زیر طبع هے -

یه ترجمه کیسا هے ؟ ان لوگوں کیلیے جو الهلال کا مطالعه کرچکے هیں ' اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروري هے -

یه ترجمه حامل المتن ٹائپ کي جگهه لیتهو میں چهاپا جارها هے تاکه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعه میں آسکے - قیمت في جلد چهه روپیه رکهي گئي هے - لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکهتے هي قیمت بهیجدینگے ' انسے صرف سارهے چار روپیه لیے جائینگے - درخواستیں اور روپیه منیجر البلاغ کے نام بهیجنا چاهیے -

نوٹ — قبل نمبر هونے کي وجه سے قیمت فی پرچه چهه آنه

" کتاب مرقوم یشهده المقربون" (۸۳ : ۱۸)

" في ذالك فليتنافس المتنافسون ! " [۸۳ : ۲۳]

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خوان این دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

(۱) " الهلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ایسی وقت میں دعوۃ دینیۂ اسلامیۂ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کی تجدید' اعتصام بحبل اللہ المتین کا داعیٔ اور وحدۃ کلمۂ امۃ مرحومہ کی تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیہ' و فصول ادبیہ ' و مضامین و عناوین سیاسیۂ و نفیہ کا مصور و مرصع مجموعہ تھا - اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تحریر نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی نے تعلیمات الاہیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے ' وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرتے ہیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جملہ ' ایک ایک ترکیب ' بلکہ عام طرز تعبیر و ترتیب ' و اسلوب و نسج بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الاہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوی سیاست و اجتماعیۃ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی تریبی مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کی' اور سیاسی آزادی و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ دو سال کے اندر ہی اندر ہزاروں دلوں ' ہزاروں زبانوں ' اور صدہا اقلام و مصالف سے اس حقیقت کو معتقدانہ نکلوا دیا !

(۴) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الہی سے عمل بالاسلام والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا ' اور بلا ادنی مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار مشککین ' مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام ' راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاہد فی سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر ہیں جن میں ایک نئی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے : و ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد فی سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و مرحمت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و ہدایت' متلاشیان علم و حکمت' خواستگاران ادب و انشاء' تشنگان معارف الاہیہ و علوم نبویہ' غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئی نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہوں - وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے' جن میں سے ہر فصل و باب بجائے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور ہر زمانے اور ہر وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے -

(۷) چھ مہینے کی ایک جلد مکمل ہوتی ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی گئی ہے ' اینٹی نیوز کی جلد ' اعلی قریں کاغذ ' اور تمام ہندوستان میں رحیدہ و فرید چھپائی کے ساتھ بڑی تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپے گی - تیسری' چوتھی اور پانچویں جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں - تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زاید ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں' اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر کسی اور کتاب میں ہوتی ہیں تو اسکی قیمت دس روپیہ سے کم نہیں ہوتی

(۹) با ایں ہمہ قیمت صرف سات روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے -

Tel Address: "Albalagh," Calcutta.
Telephone No. 648

AL-BALAGH.

Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly ,, Rs. 6-12

البلاغ

مدیر مسئول و مشیر اعلیٰ
ابو الکلام آزاد الدہلوی
مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - ریپن لین
کلکتہ
ٹیلی فون نمبر ۶۴۸
سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

نمبر ۶-۷-۸ | کلکتہ : جمعہ ۸ - ۱۵ - ۲۲ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۴ ھجری | جلد ۱
Calcutta : Friday, January 14, 21, 28 1916.

البلاغ کي اشاعت میں تاخیر اور اینده کیلیے اعلان

اینده سے البلاغ بدستور قدیم هفته وار شایع هوگا

(۱) البلاغ کي اشاعت میں ابتک نهایت بدنظمي رهي - ابتدا میں اراده کیا تها که کچهه دنوں تک مهینے میں دوبار شائع کیا جاے ' اور اسطرح جو وقت اس سے بچے وه تصنیف و تالیف میں صرف هو ' لیکن تجربے سے ثابت هوا که اپنے لیے ایام اشاعت کي هر صورت یکساں هے ' اور کام کي کثرت و قلت دل کي جمعیة اور دماغ کے استعداد پر موقوف هے ' صرف وقت هي کا سوال نهیں هے - محنت اور ذمه داري میں اس سے کوئي فرق نهیں آتا ' صرف اتني تبدیلي هو جاتي هے که چار مرتبه کي جگه دو مرتبه کام کا اختتام و آغاز هوتا هے - مگر یه تبدیلي اپني مشکلات کیلیے کچهه زیاده سودمند نهیں -

(۲) اس سے بهي بڑهکر یه که ابتک یکے بعد دیگرے کچهه ایسے افکار و حالات گرد و پیش رهے ' جنکي وجه سے طبیعت برابر بجهي رهي ' اور انهماک و محویت عمل کا شعله نه بهڑک سکا - آرزونکي خبر نهیں ' مگر اپنے کاموں کو دیکهتا هوں تو یهي انهماک اور محویت میري زندگي کي اصلي قوت اور میرے تمام ضعف جسم و ناتواني صحت کا علاج حقیقي هے :

اے تو افلاطون و جالینوس ما !

لیکن اب تک یه حال رها که البلاغ کي تحریر و ترتیب میں میرے لیے وه لذت و کیفیت هي نه تهي ' جو اپنے ذوق و شوق کے تمام کاموں میں پاتا هوں ' اور جو اگر مجهه سے چهین لي جاے تو میري قوة شغل و عمل یکسر هلاک هوجاے - اسي کا نتیجه هے که نه تو البلاغ کے کسي نمبر کو اسکي اصلي تقسیم و ترتیب کے مطابق طیار کیا گیا ' نه تمام ابواب و فصول هي شروع هوسکے ' اور نه پیش نظر مطالب مهمه کیلیے زبان کهلي - صرف یهي خیال سامنے رها که کسي نه کسي طرح البلاغ مرتب هو کر نکل جاے اور سلسله برابر جاري رهے -

(۳) لیکن الحمد لله که میرے دلکي افسردگیوں کا موسم اب بدل گیا هے ' کیونکه مجهسے باهر بهي تبدیلي هوگئي هے - اب میں مستعد هوں که اپنا جسقدر وقت البلاغ کیلیے نکالوں ' ذوق و انهماک کے ساتهه خرچ کروں ' اور پرچه بهي هفته وار شائع هو - مجهے معلوم هوا هے که تا خیر اشاعت دوستوں پر بهت شاق هے -

(۴) اس نمبرکي اشاعت میں بهت دیر هوگئي - به تین هفتوں کي مجموعي اشاعت هے - اُن احباب کرام سے امید وار معافي هوں جنهوں نے همیشه میري مشکلوں اور معذوریوں پر نظر رکهکر میري کمزوریوں کو معاف کیا هے :

سخن طرازي و دانش هنر نظیری نیست
قبول درست مگر نالهٔ حزیں گردد

(۵) آیندہ نمبر سے انشاء الله هر جمعه کو البلاغ ڈاک میں پڑ جائیگا ' اور بهت سي تبدیلیاں اسکي ترتیب و مضامین میں نظر آئیں گي - الهلال کے زمانے میں اکثر بزرگوں نے لکها تها که رساله کے مضامین کو طرز تحریر و انتخاب مباحث کے اعتبار سے دو بڑي قسموں میں منقسم کردیا جاے - چند مضامین نهایت آسان و سهل زبان اور تمام دقیق مطالب و علمي اشارات سے معرّی هوں ' تاکه هر شخص ان سے دلچسپي حاصل کرسکے ' اور چند مضامین مخصوص طور پر اهل علم و نظر هي کیلیے هوں ' اور صرف انهي کو رساله اپنے مطالب دقیقه ' مباحث مهمه ' اور انشاء مخصوص کیلیے محدود کردے -

اگرچه یه طریق تبلیغ و درس ابتدا سے پیش نظر رها هے ' لیکن آیندہ سے اسکي مزید کوشش کي جائیگي ' اور انشاء الله البلاغ کے هر نمبر کے مضامین میں یه تقسیم ملحوظ رهیگي - الهلال کے جسقدر ابواب مضامین تهے ' وه بهي اب انشاء الله بالالتزام البلاغ میں آپ ملاحظه فرمائینگے - بعض کے مضامین مرتب هوچکے هیں ' لیکن ابتک انکي اشاعت کیلیے جگه نه نکل سکي -

البیان و ترجمان القرآن

کیلیے احباب کرام کو کسي قدر اور انتظار کرنا چاهیے - حتی الامکان پوري کوشش کر رها هوں که کسي نه کسي طرح اسکا سلسله جلد شروع هو جاے - تفسیر اور ترجمه شائع هوجاتا لیکن انکے مقدمه کي وجه سے دیر هوگئي کیونکه ضروري معلوم هوا که پہلے نمبر کے ساتهه مقدمه پورا شائع کردیا جاے - بهر حال امید هے که اب زیاده انتظار نه کرنا پڑیگا - البیان کا جب تک پہلا نمبر شائع نهیں هوا هے ' رعایتي قیمت کے بهیجنے کي مهلت باقی هے -

عهـــد التـــواء و انتـظـــار

ما نبودیم بدین مرتبه راضي غالب
شعر خود خواهش آں کرد کہ گردد فن ما !

الہلال کي پچھلي دو اشاعتوں میں اس عاجز نے مشرب تجارت اور راہ دعوۃ کے متعلق جو کچھہ عرض کیا تھا ' امید ہے کہ احباب کرام نے پیش نظر ہوگا -

پس اس سلسلے میں سب سے پہلي حقیقت جو میں آنکے آگے واضح کرنا چاہتا ہوں ' یہ ہے کہ وہ ایک مرتبہ الہلال و البلاغ کے متعلق اچھي طرح سمجھہ لیں کہ اسکے تمام کام اصولاً کس قسم میں داخل ہیں ؟ اگر ایسا کیا گیا تو وہ صدہا فروعي اور جزئي معاملات صاف ہو جائینگے جو ہمیشہ پیش آتے رہتے ہیں ' اور جنکے لیے نہ تو میرے پاس وقت ہے کہ بار بار کہوں ' اور نہ دوستوں کا وقت بیکار ہے کہ مقصد اصلي کي جگہ محض شخصي حالات و معاملات کي سماعت میں ضائع ہو -

گذشتہ صحیفوں میں یہ حقیقت ایک حد تک واضح ہوچکي ہے کہ تجارت اور دعوۃ کي راہیں بالکل متضاد ہیں ' اور ایک وقت میں دونوں کا رشتہ جمع نہیں کیا جا سکتا - تجارت حاصل کرنا چاہتي ہے مگر دعوۃ کي پہلي شرط کھونا ہے -

اخبار نویسي اور تجارتي مطبوعات کي تمام شاخیں تجارت کے ماتحت ہیں ' اور یورپ جو تحریر و تصنیف کے اس طریق کا مرجد ہے ' اسکو تجارت ہي کے اصول پر چلا رہا ہے -

ہر اُس شخص کو جسکي نظروں سے میرے مطبوعہ کاموں کي ایک سطر بھي گذري ہے ' اور نیز ہر اُس شخص کو جس تک میري آواز پہنچ سکتي ہے ' یہ معلوم ہوجانا چاہیے کہ میں تاجر نہیں ہوں ' اُس خدا کیلیے جسکي زمین لاکھوں کروروں تجارت گاہوں اور تجارت کے قافلوں سے رَبي ہوئي ہے ' یہ کچھہ ضروري نہیں ہے کہ وہ اپنے ہر بندے کو تاجر ہي بناے - اُسکي ربوبیت و رحمت انسان کو ہر طرح کا دل ' ہر طرح کا دماغ ' ہر طرح کا فکر ' اور ہر طرح کا عشق بخش سکتي ہے ' اور کسي شخص اور جماعت کو یہ حق نہیں پہونچتا کہ اگر اپنے اندر کسي چیز کو نہ پاے تو ساري دنیا کو اس سے محروم سمجھے :

ایں نشہ بمن گر نبود با دگرے ہست !

پس میں جو کچھہ اور جیسا کچھہ بھي ہوں ' لیکن اس حقیقت کے اظہار کیلیے اپني زندگي کے ہر اثر کو شاہد رکھتا ہوں کہ میں تاجر نہیں ہوں ' اور تجارت نہیں کرتا - خلاق فطرۃ نے مجھکو تجارت کي کوئي چھوٹي سے چھوٹي استعداد بھي نہیں دي ' اور ابتداے عمر سے جن حالات و موثرات کے ماتحت رکھا ' انکي دنیا تجارت گاہ سود و زیان سے اسقدر دور ہے کہ اگر میں خود چلکر وہاں جانا بھي چاہوں تو نہیں پہنچ سکتا -

بلا شبہ میں نے پریس کھولا ' اور یقیناً میں نے ایک رسالہ جاري کیا ' لیکن یہ صرف اسلیے کیا کہ اظہار خیال اور تبلیغ مقصد کا اس سے بہتر اور زود عمل طریق آور کوئي نہ تھا ' اور میرے پاس اتني دولت نہ تھي کہ میں مفت چھاپکر تقسیم کیا کرتا -

پس میرے تمام کاموں کي بنیاد تبلیغ ہے ' نہ کہ تجارت - میري اخبار نویسي کو تم اخبار نویسي نہ قرار دو ' کیونکہ میں نے اسے ضمناً اختیار کیا ہے اور وہ میرا اصلي کام نہیں ہے - میں نے اگر اُسے اختیار کیا تو یہ ہندوستان کي اخبار نویسي اور مطبوعہ اشاعات کیلیے بہتر ہوا اور اسکے لیے ترقي کي ایک بالکل نئي راہ کھلي ' مگر خود میرے لیے اسمیں کوئي شرف نہیں ' کیونکہ میرے کاموں کیلیے اصل راہیں دوسري تھیں :

ما نبودیم بدین مرتبہ راضي غالب
شعر خود خواهش آں کرد کہ گردد فن ما !

یہ ایک اصولي بنیاد ہے - اب اسکے ماتحت طرز عمل و طریق کار کي تمام چیزیں آ جاتي ہیں -

اگر تمھارے سامنے الہلال کي پوري زندگي موجود ہے ' تو تم صدہا نشانیاں اسکي پا سکتے ہو کہ تجارت اور تجارتي زندگي و اوضاع سے اسکي زندگي کي ہر شاخ بالکل متضاد تھي -

تجارتي زندگي کیلیے سب سے پہلي چیز پریس کا نفع و نقصان تھا ' لیکن دنیا جانتي ہے کہ اس چیز سے زیادہ میں نے کسي چیز سے بے پروائي نہیں کي ' اور مال و صحت کے نقصان کے سوا اس سے کوئي تجارتي معاوضہ مجھے حاصل نہ ہوا -

مجھے ملک کے دولتمند و دولت بخش طبقہ سے یکقلم بے پروا اور کنارہ کش رکھنے کي خدا نے توفیق دي ' جو راہ دعوۃ کي اولین شرط مگر راہ تجارت کیلیے بربادي اور موت ہے - مجھے ارباب دولت کے عطیوں اور اعانتوں کو بلا تامل رد کردینے کي قوت ملي جسکے بغیر راہ تبلیغ میں ایک قدم بھي نہیں اُٹھایا جاسکتا لیکن جسکا تصور بھي تجارتي اخبار نویسي کیلیے گناہ ہے - میں نے اپنے کاموں کي کوئي قیمت (اُس قیمت کے سوا جو کاغذ اور سیاھي کي ہر الہلال کے پڑھنے والے نے دي) کبھي بھي کسي انسان سے نہ چاھي ' اور کبھي بھي اس کیلیے کسي انسان کے چہرہ پر میري نگاہ نہیں پڑي - یہ اللہ کا احسان ہے ' اسکا فضل و کرم ہے ' اسکي ذرہ نوازي ہے ' اور میري طرف سے تم میں سے ہر شخص کو اجازت ہے کہ ان تذکروں کو میرا غرور اور گھمنڈ قرار دے ' مگر میں راہ تبلیغ کو باز کرنے کیلیے اور طلبگاران دعوۃ کے آگے نمونہ رکھنے کیلیے یہ سب کچھہ کہتا ہوں اور ہمیشہ کہونگا :

مي گویم و بعد از من گویند بدستانہا !

میں نے تجارت کي دکان نہیں کھولي تھي ' اسلیے کبھي بھي میں نے اپنے کار و بار کے نفع و نقصان کو تجارت کے ترازو سے نہ تولا - میرا میزان سود و زیاں دوسرا تھا ' اور با وجود اسکے کہ الہلال پریس جاري کرکے میں نے اپنا وہ سب کچھہ کھودیا جو مال دنیوي میں سے میرے پاس تھا ' میرے منافع اور فوائد کا خزانہ اتنا وسیع و عظیم ہے کہ آج ہندوستان میں کسي انسان کے پاس نہ اتني چاندي ہے اور نہ اتنا سونا ہے ' نہ لعل و جواہر ہیں ' نہ زمین کي زراعت - میں اپني آنکھوں سے دیکھہ رہا ہوں کہ اس سر زمین میں سب سے بڑا دولت مند آدمي میرے سوا اور کوئي نہیں :

فیالیت قومي یعلمون بما غفر لي ربي و جعلني من المکرمین -

پھر تم اُس کي نسبت کیا کہتے ہو جس نے خاک دي اور اسکے معاوضے میں سونا پایا ؟ میں نے تین چار سال تک اپني تبلیغ و دعوۃ کي تجارت کي ' اور زخارف دنیوي کي ایک حقیر پونجي اسمیں لگا کر کھو دي - لیکن دیکھو کہ خدا نے اسکے معاوضہ میں ہزاروں انسانوں کے دل ' لاکھوں مسلمانوں کي روحیں ' متعدد بڑي بڑي آبادیاں اور بستیاں ' ان کے عقائد و اعمال کي تبدیلیاں ' صدہا مومنین کاملین اور عباد اللہ مخلصین کي ایمان پرستیاں ' اور ان سب سے بھي بڑھکر یہ کہ کلمۂ حق و قرآن کا ایک انقلابي دور عظیم میرے خزانۂ اقبال میں کسطرح جمع کردیا ہے ؟

تذکار مقدس

ماہ ربیع الاول

ولادة نبوي - صلی الله علیه و سلم

و ما ارسلناك الا رحمة للعالمين !

جب زمین پیاسی ہوتی ہے تو رب السماوات و الارض پانی برساتا ہے ' جب انسان اپنی غذا کیلیے بیقرار ہوتا ہے تو وہ موسم ربیع کو بھیجدیتا ہے ' جب خشک سالی کے آثار چھا جاتے ہیں ' تو آسمان رحمت پر بدلیاں پھیل جاتی ہیں :

الله الذي يرسل الرياح فتثير سحابا ' فيبسطه في السماء كيف يشاء و يجعله كسفا فترى الودق يخرج من خلاله ' فاذا اصاب به من عباده ' اذا هم يستبشرون - (۳۰ : ۷۴)

وہ خدا ہی تو ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے ' اور ہوائیں بادلوں کو اپنی جگہ سے ابھارتی ہیں ' اور جسطرح اسکی مرضی کے انتظام کردیا ہے ' بادل فضا میں پھیل جاتے ہیں - پس تم دیکھتے ہو کہ انکے اندر سے مینہ برسنے لگتا ہے اور تمام زمین سرسبز و شاداب ہوجاتی ہے - پھر جب وہ اپنے بندوں پر جو بارش سے مایوس ہوگئے تھے ' پانی برسا دیتا ہے ' تو وہ کامیاب و خرم ہوکر خوشیاں منانے لگتے ہیں !!

خدا کی تمام مثالیں اور دانائیاں جو وہ اپنے بندوں کی ہدایت کیلیے کھولتا ہے ' ہمیشہ عام اور قدرتی مظاہر سے تعلق رکھتی ہیں ' تاکہ زمین کی ہر مخلوق انکی تصدیق کرسکے اور ان سے دانائی حاصل کرسکے - وہ ایسے تغیرات و حوادث اور غیر فطری و صناعی چیزوں کا ذکر نہیں کرتا جنکو دیکھنے اور سمجھنے کیلیے کسی خاص طرح کی زندگی ' خاص طرح کے علم ' اور خاص طرح کے گرد و پیش کی ضرورت ہو - بلکہ اسکی ہر تعلیم ایسی عام اور خالص فطری حالات سے متعلق ہوتی ہے ' جسکو سنکر جنگل کا ایک چرواہا اور متمدن آبادیوں کا ایک فیلسوف ' دونوں یکساں اثر کے ساتھ خدا کی سچائی کو پاسکتے ہیں - پس اگر تم نے فلسفہ و حکمت نہیں پڑھا ہے ' اگر تم نے اجرام سماویہ کے دیکھنے کیلیے کسی رصد خانے کی قیمتی دوربینیں نہیں پائی ہے ' اگر تم کو مادہ کے خواص کا تجربہ نہیں ہے ' اگر تم کسی دار العلوم کے اندر برسوں تک نہیں رہے ہو ' اگر تم صحرائی ہو ' اگر تم پہاڑوں کی چوٹیوں پر گوشہ نشیں ہو ' اگر پھونس کی ایک چھت اور بانسوں کی ایک شکستہ دیوار ہی رہنے اور بسنے کیلیے تمہارے حصے میں آئی ہے ' اور اسطرح تم نہیں جانتے کہ اپنے خدا کو آسمان کے عجیب و غریب ستاروں کے اندر کیونکر دیکھو اور اسکے حسن و جمال کو عناصر و ذرات خلقة کی آمیزش و آویزش کے اندر کیونکر ڈھونڈھو ' تا ہم تم انسان ہو ' تم کو روح دی گئی ہے اور تم زمین پر بستے ہو ' تم آسمان کی ہر بدلی کے اندر ' بادلوں کے ہر ٹکڑے کے اندر ' ہواؤں کے ہر جھونکے کے اندر ' باران رحمت کے ہر قطرہ کے اندر ' اپنے خداوند حی و قیوم کو ' اسکی حکمت و قدرت کو ' اسکی رافت و رحمت کو ' اسکے پیار اور محبت کو دیکھ سکتے ہو اور اُسے پاسکتے ہو - تم میں سے کون ہے جس نے آمید و بیم کی نظروں سے کبھی آسمان کو نہیں دیکھا ہے ' اور اسکی بجلیوں کی چمک اور بادلوں کی گرج کے اندر اپنی کھوئی ہوئی امید کو نہیں ڈھونڈھا ہے ؟

و من آيا ته ان يريكم البرق خوفا و طمعا - اور قدرت الہی کی ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ جب زمین پیاسی ہوتی ہے اور خشک سالی کے آثار ہر طرف چھا جاتے ہیں ' تو وہ آسمان پر بارش کی علامتوں کو پیدا کردیتا ہے ' اور تم امید و بیم کی نظروں سے انہیں دیکھتے ہو !

پھر وہ کون ہے کہ جب تم اور تمہاری تشنہ و بیقرار زمین پانی کے ایک ایک قطرہ کیلیے ترس جاتی ہے ' خاک کا ایک ایک ذرہ رطوبت و نمو کیلیے بیقرار ہو جاتا ہے ' اور ارضی اپنی بیخودانہ حرارت میں آفتاب کے آتشکدہ سے قریب تر ہوتی جاتی ہے ' اسکی تمام کائنات نباتاتی اپنا حسن و جمال فطری کھودیتی ہے ' پرند اپنے کھونسلوں میں ' ٹہنیاں درختوں میں ' اور انسان اپنے گھروں میں پانی کیلیے ماتم کرتا اور ہر دم آسمان کی گرم و خشک فضاء کی طرف مایوسی کی نگاہیں اُٹھاتا ہے ' تو وہ اپنی محبت و ربوبیت کے نقاب میں آتا ہے ' اور مایوسی کے بعد امید کا ' نا مرادی کے بعد مراد کا ' موت کے بعد زندگی کا پیام زمین کے ایک ایک ذرہ تک پہنچا دیتا ہے ؟

و ينزل من السماء ماء فيحي به الارض بعد موتها ' ان في ذالك لايات لقوم يتفكرون !

اس کی ربوبیت و رحمت کو دیکھو کہ جب تم امید و بیم کی نظروں سے آسمان کو دیکھتے ہو اور تمام زمین پر مردنی اور ہلاکی چھا جاتی ہے ' تو وہ آسمان سے پانی برساتا ہے اور زمین پر موت کے بعد زندگی طاری ہو جاتی ہے - یقیناً قدرت الہی کی اس نمود میں صاحبان فکر و عقل کیلیے بڑی ہی نشانیاں رکھی گئی ہیں !

(۲)

یہ وہ انتظام الہی ہے جو پروردگار عالم نے انسان کے جسم کی غذا کیلیے کیا ہے ' پھر کیا اس نے انسان کی روح کیلیے کچھ نہ کیا ہوگا ؟ وہ رب الارباب جو زمین کی بکار سنکر اسے پانی دیتا اور جسم کی بیقراری دیکھکر اسے غذا بخشتا ہے ' کیا سرزمین روح و معنی کی تشنگی کیلیے اچھا نہیں رکھتا ' اور دل کی بیراہ کیلیے اسکے خزانوں میں کوئی نعمت نہیں ؟

وہ کہ اسکی محبت زمین کی مٹی کو خشک نہیں دیکھ سکتی ' اور درختوں کی ٹہنیوں کو وہ سبز پتوں اور سرخ پھولوں کی زیبائش سے محروم نہیں رکھتا ' کیا روح انسانی کو ہلاکت و بربادی کیلیے چھوڑ دیتا ' اور عالم انسانیة کا مرجھا جانا اسے خوش آئیگا ؟ وہ رب العالمین جو تمہارے جسم کو غذا دیکر موت سے بچاتا ہے ' کیونکر ممکن ہے کہ تمہاری روح کو ہدایت دیکر ضلالت سے نہ بچائے ؟

جب فرعون نے حضرة موسی علیه السلام سے پوچھا کہ :

من ربكما يا موسى ! (۲۰ : ۵۱)

تمہارا پروردگار کون ہے اے موسی !

تو حضرة موسی نے نہ صرف اپنے رب العالمین کی نسبت خبر ہی دی ' بلکہ اسکی ربوبیت کی دلیل قطعی و فطری بھی چند لفظوں میں فرمادی :

ربنا الذي اعطى كل شي خلقه ثم هدى (۲۰ : ۵۲)

ہمارا رب وہ ہے ' جو " رب " ہے ' اور اسلیے اسکی ربوبیت نے کائنات کی ہر چیز کو اسکی خلقی ضروریات بخشیں ' پھر اسکے بعد اُنکی ہدایت کردی تاکہ صحیح اور فطری طریقہ پر کاربند رہکر اپنی خلقت کے مقصد کو حاصل کریں -

پس اس نے کہ زمین کی مٹی کے اندر قوة نشوونما رکھی ' اور پھر پانی برسا کر اسکی ہدایت کردی ' یعنی اسکے آگے نفوذ و عمل کی راہ کھولدی ' اور جس کی ربوبیت نے عالم ہستی کے ایک ایک ذرہ کیلیے خلقت اور ہدایت ' دونوں کا سامان کردیا ' انسان کو بھی جسم اور روح دونوں کے ساتھ پیدا کیا ہے ' اور اسکے لیے بھی خلقت اور ہدایت ' دونوں کا سامان رکھتا ہے -

اسکی ربوبیت نے جسطرح جسم کیلیے زمین کے اندر طرح طرح کے خزانے رکھے ہیں ' اسی طرح روح کی غذا کیلیے بھی اسکے

آسمانوں کي وسعت معمور ہے - جسطرح جسم کي غذا اور زمين کي مادي حيات و نمو کيليے آسمانوں پر بدليان پھيلتيں' بجليان چمکتيں ' اور موسلا دھار پاني برستا ہے - ٹھيک اسي طرح اقليم روح و قلب کي فضاء ميں بھي تغيرات ہوتے ہيں - يہاں اگر زمين کي مٹي پاني کيليے ترستي ہے ' تو وہاں بھي انسانيت کي معصوميت عدالت کيليے تڑپنے لگتي ہے - يہاں پتے جھڑتے ہيں ' ٹہنياں سوکھنے لگتي ہيں' اور پھولوں کے رنگين ورق بکھر جاتے ہيں' تو تم اپنے ہو يہ آسمان اور رحم کرنا چاہيے - وہاں بھي جب سچائي کا درخت مرجھا جاتا ہے' نيکي کي کھيتياں سوکھ جاتي ہيں' عدالت کا باغ ويران ہوجاتا ہے' اور خدا کے ظلمۂ حق و صدق کا شجرۂ طيبہ دنيا کے ہر گوشہ اور ہر حصہ ميں بے برگ و بار نظر آنے لگتا ہے' تو اسوقت روح انسانيت چيختي ہے کہ خدا کو رحم کرنا چاہيے - يہاں زمين پر موت طاري ہوتي ہے تو خدا کي بارش اسے زندگي بخشتي ہے - وہاں انسانيت ہلاک ہوجاتي ہے تو خدا کي ہدايت اسے پھر اٹھاکر کھڑا کر ديتي ہے :

وھـــو الذي يرسل الرياح بشرا بين يدي رحمتـــه ' حتى اذا اقلت سحابا ثقالا سقناه لبلد ميت ' فانـــزلنا به الماء فاخرجنا به من كل الثمـــرات ' كذالك نخرج الموتى لعلـــكم تذكرون - (۷ : ۵۵)	اور وہ پروردگار عالم ہي تو ہے کہ بارش سے پہلے ہواؤں کو بھيجتا ہے جـو باران رحمت کے آنے کي خوشخبـري سنا ديتي ہيں - يہاں تک کہ جب اسکا وقت آجاتا ہے تو وہ وزني بادلوں کو حرکت ديتي ہيں' اور ہم انہيں ايک ايسے شہر کے اوپر لدجاکر پھيلا ديتے ہيں

جو ہلاک ہوچکا ہے اور زندگي کيليے پياسا ہے - پھر پاني برستا ہے اور زمين کي موت کو زندگي سے بدلديتا ہے - اسکي نمو بخشي سے طرح طرح کے پھل پيدا ہوتے ہيں اور مخلوقات اپني غذا حاصل کرليتي ہے ' ٹھيک اسي طرح ہم مردوں کو بھي اٹھاتے ہيں - اور يہ جو کچھہ کہا گيا ہے سو دراصل ايک مثال ہے ' تاکہ تم دانائي اور سمجھہ حاصل کرو -

(۳)

عالم انسانيت کي فضاء روحاني کا ايک ايسا ہي انقلاب عظيم تھا جو چھٹي صدي عيسوي کے وسط ميں ظاہر ہوا - وہ رحمت الٰہي کي بدليوں کي ايک عالمگير نمود تھي جسکے فيضان عام نے تمام کائنات ہستي کو سرسبزي و شادابي کي بشارت سنائي ' اور زمين کي خشک سالياں اور محرومياں کي بد حالي کا دور ہميشہ کيليے ختم ہوگيا - وہ خداوند قدوس جس نے سينا کي چوٹيوں پر کہا تھا کہ ميں اپني قدرت کي بدليوں کے اندر آتشيں بجليوں کے ساتھہ آؤنگا ' اور دس ہزار قدسيوں کے ساتھہ ميرے جاہ و جلال الٰہي کي نمود ہوگي ' سو بالآخر وہ آگيا' اور سعير و فاران کي چوٹيوں پر اسکے ابر کرم کي بوندياں پڑنے لگيں !

يہ ہدايت الٰہي کي تکميل تھي ' يہ شريعت رباني کے ارتقاء کا مرتبۂ آخري تھا' يہ سلسلۂ ترسيل رسل و نزول صحف کا اختتام تھا ' يہ سعادت بشري کا آخري پيام تھا ' يہ رحمت ارضي کي آخري بخشش تھي ' يہ امۃ مسلمہ کے ظہور کا پہلا دن تھا ' اور اسليے يہ حضرۃ ختم المرسلين و رحمۃ للعالمين محمد بن عبد الله کي ولادت باسعادت تھي - صلى الله عليه و على آله و صحبه و سلم -

(۴)

يہي واقعۂ ولادۃ نبوي ہے جو دعوۃ اسلامي کے ظہور کا پہلا دن تھا ' اور يہي ماہ ربيع الاول ہے جسميں اُس اُمۃ مسلمہ کي بنياد پڑي جس کو تمام عالم کي ہدايت و سعادت کا منصب عطا ہونے والا تھا - يہ ريگستان حجاز کي بادشاہت کا پہلا دن نہ تھا ' يہ عرب کي ترقي و عروج کے بانی کي پيدائش نہ تھي ' يہ محض قومي طاقتوں کا اعلان نہ تھا ' اُسميں صرف نسلوں اور ملکوں کي بڑائي کي دعوۃ نہ تھي ' جيسا کہ ہميشہ ہوا ہے ' اور جيسا کچھہ دنيا کي تمام تاريخ کا انتہائي سرمايہ ہے ' بلکہ يہ تمام عالم کي رباني بادشاہت کا يوم ميلاد تھا ' يہ تمام دنيا کي ترقي و عروج کے بانی کي پيدائش تھي ' يہ تمام کرۂ ارضي کي سعادت کا ظہور تھا ' يہ تمام نوع انساني کے شرف و احترام کا قيام عام تھا ' يہ انسانوں کي پادشاہتوں' قوموں کي بڑائيوں' اور ملکوں کي فتوحات کا نہيں ' بلکہ خدا کي ايک ہي اور عالمگير پادشاہت کے عرش جلال و جبروت کي آخري اور دائمي نمود تھي ! !

پس يہي دن سب سے بڑا ہے' کيونکہ اسي دن کے اندر دنيا کي سب سے بڑي بڑائي ظاہر ہوئي - اسکي ياد نہ تو قوموں سے وابستہ ہے اور نہ نسلوں سے' بلکہ وہ تمام کرۂ ارضي کي ايک عام اور مشترک عظمت ہے' جسکو وہ آسوقت تک نہيں بھلا سکتي جب تک کہ اُسکو سچائي اور نيکي کي ضرورت ہے' اور جب تک کہ اُسکي زمين اپني زندگي اور بقاء کيليے عدالت و صداقت کي محتاج ہے -

(۵)

دنيا ميں بڑے بڑے انقلابات ہوے ہيں - يہ انقلابات خاص خاص انسانوں کے وجود سے تعلق رکھتے ہيں ' اسليے ان انسانوں کي پيدائش کے ايام کو بھي دنيا عظمت کے ساتھہ ياد رکھنا چاہتي ہے' اور اس اعتبار سے اسکي يادگاروں کي فہرست بڑي ہي طويل ہے - اسميں پادشاہوں کے زر نگار تختوں کي قطاريں ہيں' فاتحوں کي بے پناہ تلواروں کي جھنکار ہے' سپہ سالاروں کے زرہ بکتر کي ہيبت ہے' حکيموں کي حکمتوں اور دانائيوں کے دفاتر ہيں ' فلاسفہ و علماء کے علوم و صحائف کے خزائن ہيں' صناعوں کي ايجاديں ہيں ' وطن پرستوں کے مواعظ ہيں ' قومي پيشواؤں اور ملکي داعيوں کي جانفشانيوں اور سر فروشيوں کي داستانيں ہيں - ليکن سوال يہ ہے کہ دنيا اگر اپني عظمت کے اصلي دن کو ياد رکھنا چاہتي ہے' تو اُن ميں سے کس کو ياد کرے ؟

ان ميں سے کون ہے جس نے دنيا کو سب سے بڑي چيز دي ہے' تاکہ وہ بھي سب سے پہلے اور سب سے زيادہ اُسيکي ياد کو پيار کرے ؟

(۶)

آؤ' ہم سب سے پہلے بڑے بڑے اولوالعزم شہنشاہوں کو ديکھيں جنھوں نے دنيا کے بڑے بڑے رقبوں کو نوک شمشير پر رکھہ ليا ' اور ايسے ايسے عجيب و غريب ايوانوں اور محلوں ميں بسے جنکي ديواريں اور چھتيں چاندي سونے اور لعل و جواہر سے بنائي گئي تھيں - انھوں نے بہت زيادہ مال و متاع جمع کيا ' انکے پاس لوہے کے بہت زيادہ آلات خونريزي تھے ' اور انکي اطاعت و غلامي ميں انسانوں کا سب سے بڑا گلہ تھا - پس انکي پيدائش کے واقعہ کو بھي سب سے زيادہ عظيم الشان اور نا قابل فراموش ہونا چاہيے -

ليکن اگر دنيا انکي پيدائش کو ياد کرے ' تو بتلاؤ کہ دنيا کيليے انھوں نے کيا کيا؟ انکي فتوحات بہت وسيع تھيں' اور انکي وہ دولت جو انھوں نے زميں کي بستيوں کو اجاڑ کر لوٹي تھي ' بڑے بڑے وسيع رقبوں کے اندر آئي تھي ' ليکن دنيا کو اس سے کيا ملا کہ دنيا کي گردن انکي ياد کے آگے جھکے ؟ اگر وہ بہت بڑے فاتح تھے' تو اسکو يوں کہو کہ انھوں نے سب سے زيادہ زمين کو ويران کيا' سب سے زيادہ اسکي آباديوں کو اجاڑا ' سب سے زيادہ خون کي نديان بہائيں' اور سب سے زيادہ خدا کے بندوں کے گلے ميں اپني غلامي کي لعنت کا طوق ڈالا - پھر کيا دنيا اپني ويرانيوں ' اپنے قتل و غارت ' اپنے نہب و سلب ' اور اپني غلامي کي ملعنت کے ناپاک دنوں کو ياد کرے ؟ اور جنکي ابليسيت نے يہ لعنت پھيلائي تھي ' انکي پيدائش کي نحوست پر خوشياں منائے ؟

سکندر دنیاے قدیم کا سب سے بڑا فاتح تھا' جس نے تمام دنیا سے اپنے تخت کی پوجا کرانی چاہی ' لیکن دنیا اگر اسکی چیدایش کو یاد رکھے تو یہ یاد کن واقعات کی یاد ہوگی ؟

یہ دنیا کی ویرانیوں ' ہلاکتوں ' اور غلامیوں کی لعنتوں کا ایک بہت بڑا سرمایہ ہوگا جو اسے ہاتھہ آئیگا !

دنیا میں جسقدر پادشاہ پیدا ہوے ' اگر تم انکی زندگی کے تمام کارناموں کا حاصل معلوم کرنا چاہو' تو اسکے سوا اور کچھہ نہوگا کہ وہ جتنے بڑے پادشاہ تھے ' اتنے ہی زیادہ انسانوں کو غلام بنانے والے تھے ' اتنے ہی زیادہ انکی فطری قوتوں کیلیے پتھر تھے ' اتنے ہی زیادہ انکی قدرتی حرکت و نشوء کیلیے زنجیر تھے ' اور اتنے ہی زیادہ خدا کی عطا کردہ جبلت صالحہ اور انسان کے نوعی شرف و احترام کیلیے انکے اندر بربادیوں اور ہلاکتوں کی نحوست تھی -

پس جنکا وجود خود دنیا کیلیے ایک زخم تھا' وہ انکی یاد میں اپنی گم شدہ شفا کیونکر پاسکتی ہے ؟

(۷)

حکماء کی حکمت ' فلاسفہ کا فلسفہ ' صناعوں کی ایجادیں ' بلا شبہ تاریخ عالم کے اہم واقعات ہیں ' لیکن اگر وہ اپنی یاد کے آگے دنیا کو جھکانا چاہتے ہیں' تو انہیں بتلانا چاہیے کہ انہوں نے اپنی حکمت سرائیوں اور عجیب عجیب ایجادوں سے دنیا کے اصلی دکھہ اور زمین کی حقیقی مصیبت کیلیے کیا کیا ؟ آسمان کی فضاء میں ان گنت ستاروں کی قطاریں پھیلی ہوئی ہیں - بلا شبہ وہ شخص بہت بڑا غور کرنے والا دماغ اور بڑی ہی کاوش کرنے والی نظر رکھتا تھا جس نے ہم کو سب سے پہلے بتلایا کہ یہ بڑے بڑے ستارے ہیں ' ان میں ثوابت ہیں ' سیارات ہیں ' اور انکی حرکتوں کے معین اوقات و ایام ہیں - لیکن دنیا جب ستاروں کی یہ بہت بڑی سچائی نہیں جانتی تھی' تو اس وقت بھی بیمار تھی' اور یہ معلوم کرکے بھی بیمار ہی رہی - اسکا اصلی دکھہ یہ نہ تھا کہ انسان آسمان کے متعلق تھوڑا جانتا ہے' بلکہ ہمیشہ سے وہ اس ایک ہی مرض میں گرفتار رہی ہےکہ انسان خود اپنی نسبت' اپنی فطرۃ صالحہ کی نسبت ' اپنی راہ سعادت کی نسبت کچھہ بھی نہیں جانتا -

اُس صناع کو اگر تم بڑا سمجھتے ہو جسنے انسان کیلیے فن تعمیر ایجاد کیا ' تا کہ وہ پائدار مکانوں اور خوبصورت چھتوں کے نیچے بیٹھے ' تو تمہیں بتلانا چاہیے کہ انسان درختوں کے نیچے بیٹھکر نیک اور سچا انسان نہ تھا ' مگر بڑے بڑے محلوں کے اندر بسکر اس نے اپنی گم شدہ حقیقت پالی ؟ دنیا کا اصلی مرض انسانیت حقیقی کی گم شدگی ہے - سعادت انسانی اور امن ارضی ہی وہ نعمت ہے جسکی دھونڈھہ میں ابتدا سے کائنات کا ذرہ ذرہ تہ و بالا ہو رہا ہے - پھر بتلاؤ کہ اگر یہ بڑے بڑے صناع اور موجد ہی انسانیت کی سب سے بڑی بڑائی رکھتے ہیں' تو انکی ایجادوں نے انسان کو کسقدر امن دیا ؟ کسقدر سلامتی بخشی ؟ کہاں تک صراط سعادت پر چلایا ؟ طلسم حیات انسانی کا کونسا راز افشاء کیا ؟ خدا اور بندوں کے رشتوں کو کہاں تک جوڑا ؟ پھر اگر وہ یہ نہ کرسکے تو دنیا انکی ایجادات کو اپنے خزانے میں رکھہ سکتی ہے' پر انکی یاد میں اسکے لیے کوئی خوشی نہیں ہوسکتی ' کیونکہ اُنھوں نے اسکے اصلی دکھہ کیلیے کچھہ نہیں کیا !

(۸)

اچھا' دنیاے قدیم کے ذخیرہ میں جو کچھہ ہے اُسے چھوڑ دو' کلدان و بابل اور یونان و اسکندریہ کے کھنڈر اور مسمار شدہ آثار کے اندر اگر دنیا کیلیے کچھہ نہ تھا ' تو بہت ممکن ہےکہ آج لنڈن اور برلن و پیرس کی عجیب و غریب آبادیوں اور عقل و فہم کو مبہوت کردینے والے تمدن کے اندر دنیا کو وہ چیز ملجاے' جسکے لیے ابتداے خلقت سے حیران و سرگشتہ رہی ہے !

موجودہ تمدن یورپ کی ابتدا جن بڑے بڑے دعووں سے ہوتی ہے' ضرور ہےکہ وہ سب کے سب اس وقت تمہارے سامنے ہوں' کیونکہ ہماری موجودہ صحبت انکے اعادے کی متحمل نہیں - ہم کو بتلایا گیا تھا کہ موجودہ تمدن کو دنیا کے قدیم تمدنوں سے کوئی مشابہت نہیں - اُن کی مختلف شاخوں میں باہم ربط و علاقہ نہ تھا' انکی بنیادیں صحت و حقیقت پر نہ تھیں' وہ انسانی علم و عمل کی تمام شاخوں کو بیک وقت مکمل نہ کرسکی تھیں' اُنھوں نے معلومات و اعمال میں کوئی صحیح نظم و ترتیب پیدا نہیں کی' اور اُنھیں اپنے تمدن کی اشاعت اور پھیلاؤ کے وہ ذرائع حاصل نہ تھے جنکے ذریعہ ہم نے تمام کرۂ ارضی کو علم و تمدن کا ایک گہوارہ بنا دیا ہے - پس گذشتہ تمدنوں کی ناکامی سے موجودہ تمدن کی ناکامی پر استدلال نہیں کیا جاسکتا - یہ اور اسی طرح کے دعوے تھے' جنسے موجودہ تمدن کی فضاء بھر گئی تھی' اور جنکے ذریعہ اعلان کیا جاتا تھا کہ دنیا میں سب سے بڑی طاقت موجودہ تمدن کی ہے' حالانکہ سب سے بڑا صرف خدا ہے :

لقد استکبروا فی انفسھم — بلا شبہ اُنھوں نے یہ کہکر اپنے اندر بڑا
وعتوا عتوا کبیرا - — گھمنڈ پیدا کیا اور بڑی سخت درجہ
(۲۵ : ۲۱) — کی سرکشی کی !

سو اب تم دیکھو کہ دنیا اپنے اعتراف کا سر جھکا کے کیلیے جب تمدن کے اس سب سے بڑے مغرور بت کی طرف جاتی ہے' تو اُسے کیا جواب ملتا ہے ؟

آج تمدن کے ابلیسانہ گھمنڈ کا ماہوں بت چور چور کردیا گیا ہے' اور خدا کا وہ زبردست اور بے پناہ ہاتھہ جو قوم ثمود و عاد ' اور بڑی بڑی آبادیوں' اور بڑے بڑے خیموں والوں کو سزا دیچکا تھا ' اپنے جلال اور ہولناکی کی آتشیں چمک دکھلا رہا ہے - نہ یورپ کی موجودہ جنگ اور متمدن اقوام کی باہمی قتل و خوں ریزی پر چار پایوں کی طرح نہیں بلکہ انسانونکی طرح نظر ڈالو' اور دیکھو کہ یہ کیا ہے جو تمہارے سامنے ہو رہا ہے ؟ یہ تمدن اور وحشت کی پیکار نہیں ہے ' یہ علم اور جہل کی ٹکر نہیں ہے - یہ تمدن ہے جو تمدن سے ٹکرا رہا ہے ' یہ علم ہے جو علم کو ذبح کر رہا ہے ' یہ صناعت ہے جو صناعت کو پیس رہی ہے ' یہ ایجاد کا مغرور شیطان ہے' جو ایجاد ہی کے شیطان لعین کو دس رہا ہے' اور اسطرح تمدن کا گھمنڈ ہی ہے جو تمدن کے گھمنڈ کو ریزہ ریزہ اور پاش پاش کر رہا ہے :

یخربون بیوتھم بایدیھم - — اپنے گھروں کو وہ اپنے ہاتھوں ہی سے
(۵۹ : ۲۰) — اُجاڑ رہے ہیں -

پس اگر مسکین دنیا اُن انسانوں کو یاد رکھنا چاہتی ہے جو تمدن کے پادشاہ تھے ' علم کے فرمان فرما تھے' اور ایجاد و صناعت کے دیوتا تھے ' تو تم اُسکا ہاتھہ پکڑو ' اور اسے آج یورپ کے اُن میدانوں کے سامنے لیجاکر کھڑا کردو' جہاں تمدن و علم کا تخت عظمت و اجلال آگ اور لہو کی بدلیوں اور دھوئیں اور زہریلی گیسوں کی مسموم فضاء کے اندر بچھایا گیا ہے' اور مسمار عمارتوں کے کھنڈروں' سرخ سرخ خون کی ندیوں ' اور انسانوں کی تڑپتی ہوئی لاشوں کے تودوں پر اُسکے سنہری ستون عظمت نصب کیے گئے ہیں - پھر اس سے کہو کہ وہ اپنی احسانمندی اور شکر گذاری کیلیے اُن عظیم الشان انسانوں میں سے کسی بڑائی کو چھانٹ لے' جو آج گیہوں اور جو کیلیے رڑتے ہیں کیونکہ ہوا میں اور زمین کے آلات اور پانی کو مفرد اجزا میں بدل لینے کا علم انکے لیے کچھہ کم نہ آیا !!

وہ ان میں سے کس کو اپنی پرستش اور یاد کیلیے چُنیگی ؟ کیا وہ اس سب سے بڑے فلسفی کو یاد کریگی' جو چودھویں صدی عیسوی میں آیا اور اس نے تجربہ کی راہ کھولی' جس راہ نے کہ انسانوں کو ہلاکت اور خونریزی کے سب سے زیادہ روح پاش آلات تک پہنچادیا ؟ وہ کیمسٹری کے اس دیوتا کو یاد کریگی جسپر موجودہ تمدن کو سب سے زیادہ ناز ہے اور جس نے ایسی زہریلی گیسیں'

اسی کا ملک ہو اور بدل ' اور ایسے کے پناہ مرادات بنادیے جنکے آگے انسانی جماعتیں بالکل بے بس ہوجاتی ہیں' اور ملکوں کے اندر بڑی بڑی آبادیاں موت کی لعنت سے بچ جاتی ہیں ؟ اچھا ' بھاپ کی طاقت کے موجد اور ایجاد کی بڑائی کیسی عجیب تھی جس نے بھاپ کی بڑی معلوم طاقت کو انسان کے تابع کردیا ؟ لیکن آہ! وہ اس دنیا میں بھاپ کے جو موت کی نہیں' بلکہ زندگی کی بھوکی ہے' اور جسکو رہتی ہے کہ بھاپ کے شیطان بھی کے اندر وہ سب سے بڑی کے پناہ خدا قدرت ہے' جس کے آج جنگ کے میدانوں میں مختلف بھیسوں اور مختلف صورتوں کے اندر موت کی سب سے بڑی پھاڑ مار رہی ہے' اور تمام انسانی علم و دانائی اس بچاؤ کیلیے بیکار ہے ؟

پھر کیا دنیا کے تمدن و علم نے ان معمور بلاؤں کی پیدائش پر خوشیاں منائے جنہوں نے اسکی موت اور ہلاکت کیلیے تو سب کچھ کیا' پر اسکے امن و سلامتی اور سعادت و طمانیت کیلیے کچھ نہ کیا ؟ اگر پاس انسان کے اڑنے ' سمندروں کے اندر جانے ' بجلی کو قابو میں کرنے ' ہوا کے تموج اور ذرات کو اپنے نامہ و پیام کا سفیر بنانے ' اور خود بخود بھاگنے والے ' جاجن اور بڑی تیزی سے چلنے والی سواریوں کیلیے تو بڑا ذخیرہ ہے ' لیکن انسان کو نیک اور راست باز بنانے ' خدا کی عدالت و صداقت سے زمین کو معمور کرنے ' امن اور راحت کی پادشاہت کے قائم کرنے ' ظلم و فساد کے بیج سے زمین کو صاف کرنے ' طاقت اور حکم کے جبر سے ضعف اور ناتوانی کو بچانے ' اور انسانوں کو درندوں اور سانپوں کی طرح نہیں' بلکہ انسانوں کی طرح بسادینے کیلیے کچھ بھی نہیں ہے !

تم نے یورپ کے تمدن کی بلاؤں کی طرح اوٹ کو اور بھیڑوں کی طرح جانور ہمیشہ پرستش کی ہے ' اور مذہب کی تعلیمات کی ہنسی اڑائی ہے کہ وہ آخرۃ آخرۃ کہتا ہے مگر یورپ کی طرح دنیا کیلیے کچھ نہیں بتلاتا ' لیکن شاید تم آج قرآن حکیم کی اس آیت کو سمجھنے سکو جسکے متعلق حدیث صحیح میں آیا ہے کہ اسکی تلاوت آخری زمانے کے فتنہ سے بچائیگی :

هل ننبئكم بالاخسرين	تم کو بتلاؤں کہ سب سے زیادہ ناکام
اعمالا ؟ الذين ضل سعيهم	و نامراد کام کرنے والے کون ہیں ؟
فى الحيوة الدنيا	وہ جنکی تمام قوۃ سعی صرف دنیا کی
وهم يحسبون انهم	زندگی سنوارنے ہی میں کھوئی گئی
يحسنون صنعا اولئك	اور جہل حقیقت نے ان میں
الذين كفروا بايت ربهم	یہ بھسنت پیدا کردیا کہ وہ
و لقائه فحبطت اعمالهم	بہت ہی خوبیوں کا کام کررہے ہیں '
فلا نقيم لهم يوم القيامة	یہی لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی
وزنا (۱۸ : ۱۰۴)	نشانیوں اور اسکے رشتے کو نہ سمجھا

اور اس سے انکار کیا ' پس انکا تمام کیا دھرا برباد گیا ' اور قیامت کے دن انہیں کوئی وزن نصیب نہوگا -

دوسری جگہ ارباب کفر کے اعمال یہ بتلائے :

يعلمون ظاهرا من	صرف دنیا کی زندگی کا ایک ظاہری
الحيوة الدنيا و هم عن	پہلو انہوں نے جان لیا ہے اور وہ آخرۃ
الاخرة غافلون	کے علاقوں سے بالکل غافل ہوگئے ہیں !

" آخرۃ " سے مقصود یہ نہیں ہے کہ دنیا اور دنیا کے اعمال ترک کردیے جائیں ' بلکہ اسکی عملی تفسیر یورپ کی موجودہ زندگی کو سمجھو جسنے اپنے تئیں صرف دنیا ہی کیلیے وقف کردیا اور اسکے گھمنڈ میں وہ اللہ اور اوسکے رشتے کیلیے کوئی وقت اور فکر نہ نکال سکی - نتیجہ یہ نکلا کہ اس نے وہ چیز تو حاصل کرلی جسکا نام تمدن رکھا گیا ہے ' لیکن وہ شے حاصل نہ کرسکی جو انسان کیلیے امن حقیقی کی راہ ' اور سلام و سعادت فطری کی صراط مستقیم ہے -

(۹)

تم کہہ سکتے ہو کہ یہ ان انسانوں کا حال ہے جنکی برائیاں صرف جسم و مادہ تک محدود تھیں - لیکن اگر دنیا کیلیے آرنلڈ پیدایش کی یاد میں کوئی تسکین اور راحت نہیں ہے تو وہ ان تمام صفوں سے باہر آجائیگی ' اور دنیا کے بڑے بڑے مذہبوں کے دامن میں پناہ لیگی - وہ بانیان مذہب کی عظمتوں کا نظارہ کریگی ' وہ خدا کے رسولوں اور اسکے پاک پیاموں کے پیغامبروں کو ڈھونڈھیگی !

ہاں' اگر دنیا ایسا کرے تو یہ فی الحقیقت اوسکی مصیبتوں کا خاتمہ ہوگا ' اسکے دائمی درد اور بیقراریوں کیلیے سکھ اور راحت کی ایک حیات بخش کروٹ ہوگی ' اور وہ بلا شبہ منزل مقصود کو پالیگی - قرآن حکیم نے بھی اسکے دکھ کا یہی علاج بتلایا ہے ' اور جبکہ وہ پادشاہوں' قومی پیشواؤں' کاہنوں' اور علم و مذہب کے جھوٹے مدعیوں کے دامن غرور میں لپٹی ہوئی تھی ' تو اسے وصیت کی کہ وہ سچائی کے رسولوں اور خدا کے داعیوں کی راہ اختیار کرے' اور انہی کی زندگی کو اپنا نصب العین بنائے :

اهدنا الصراط المستقيم	خدایا تو ہمیں صراط مستقیم پر چلا '
صراط الذين انعمت عليهم	وہ صراط مستقیم جو تیرے نبیوں '

صدیقوں ' شہیدوں ' صالح بندوں کی راہ عمل ہے !

لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس میدان میں بھی آکر وہ کونسی زندگی ہے' جس کے اعمال دعوۃ کے اندر دنیا کو پیام امن و سعادت ملسکتا ہے ؟

دنیا میں آج جو بڑے بڑے مذاہب موجود ہیں' وہ علم الاقوام کی تقسیم کے مطابق دو قسموں میں منقسم کیے جاسکتے ہیں - ایک سمیاطیقی سلسلہ ہے جسکے ماتحت یہودی اور مسیحی قومیں ابتک دنیا میں باقی ہیں - دوسرا آریں سلسلہ ہے جس سے گوتم بدھ اور ہندوستان کے تمام داعیان مذاہب وابستہ ہیں -

پھر دنیا کیلیے اگر سب سے بڑا رسول یہودی مذہب کی تاریخ میں ہے' تو وہ حضرۃ موسیٰ علیہ السلام کی زندگی اور انکی پیدایش کو سب سے بڑا واقعہ قرار دیگی - لیکن اگر اس نے ایسا کرنا چاہا تو اسے یہ سمجھنے کا حق حاصل ہے کہ حضرۃ موسیٰ علیہ السلام کے اعمال حیاۃ میں اپنے لیے پیام امن ڈھونڈھے - حضرۃ موسیٰ کی حیاۃ مقدس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے مصر کی ایک جابر و ظالم گورنمنٹ کے پنجۂ استبداد سے بنی اسرائیل کو نجات دلائی ' اور اسے غلامی کی ناپاکی سے نکالکر جو انسانیت کیلیے سب سے بڑی ناپاکی ہے' حکومت اور امن و عزت کی طہارت تک پہنچادیا -

بلا شبہ انہوں نے اپنی قوم یعنی بنی اسرائیل کی نسل کیلیے بڑا ہی مقدس جہاد کیا' اور یہ انکا یادگار عالم اسوۂ حسنہ ہے جسکی دنیا کو تقدیس کرنی چاہیے - لیکن سوال یہ ہے کہ انہوں نے تمام دنیا کیلیے کیا کیا ؟ دنیا صرف بنی اسرائیل ہی کا نام نہیں ہے - غیر الہی عبودیت کی زنجیریں صرف بنی اسرائیل ہی کے پاؤں میں نہیں تھیں' بلکہ کرۂ ارضی کی تمام آبادی کے پاؤں اس کے بوجھ سے زخمی تھے' پس دنیا کیلیے وہی تلوار محبوب ہوسکتی ہے جو صرف فرعون کی ڈالی ہوئی زنجیریں ہی کو نہ کاٹے ' بلکہ دنیا کے تمام فرعونوں کے تخت غرور کو الٹ دے ؟

انہوں نے صرف بنی اسرائیل کو غلامی سے نجات دلائی' مگر تمام دنیا غلامی سے نکلنے کی آرزو مند ہے -

دوسرا سب سے بڑا اسرائیلی مذہب مسیحی تحریک کا ہے - لیکن مسیحی دعوت کی تعلیم ہمارے سامنے ہے - اسکے علاوہ مسیحیت سے منسوب قومیں جو کچھ کہینگی' ہم انہیں حضرۃ مسیح کے نام سے قبول نہیں کرسکتے - حضرت مسیح نے کہا کہ میں

صرف تورات کو قائم کرنے آیا ہوں' خود کوئی نئی دعوت نہیں لایا - (متی ۵ : ۱۷) اُنھوں نے تصریح کی کہ میرا مشن صرف بنی اسرائیل کی اصلاح تک محدود ہے - نیز اُنھوں نے غیر قوموں میں منادی کرنے سے روکا (۱) اور ہمیشہ اپنے ہاتھوں اور اپنی رسیتوں میں اپنی تعلیم کو اسرائیل کے گھرانے تک ہی محدود رکھا - پس در اصل اُنھوں نے جو کچھہ بھی خدمت کرنی چاہیے' وہ محض بنی اسرائیل نامی ایک مسخ شدہ قوم کی تھی - تمام دنیا کیلیے اُنکے پاس کچھہ نہ تھا -

پھر اُنکا ظہور اُس وقت ہوا جبکہ روم کی ظالمانہ حکومت نے شام کے مقدس مرغزاروں کو روند ڈالا تھا' اور بت پرست قوموں کی جابر و مستبد گورنمنٹیں دنیا کے بڑے حصے کو اپنا غلام بنائے ہوئے تھیں' لیکن اُنھوں نے نہ تو اس ظلم و طغیان کے متعلق کچھہ کہا' اور نہ اس سے کچھہ تعرض کیا -

پہلی صدی مسیحی کے بعد جسقدر مسیحی قومیں دنیا میں آباد ہوئیں' اُنکو حضرۃ مسیح کی تعلیم و دعوت سے کچھہ تعلق نہ تھا' اور وہ سر تا سر یونان کے ایک تعلیم یافتہ یہودی پولس کے مذہب کی پیرو تھیں - پولس نے تمام حواریان مسیح کے مذہب کے خلاف غیر اسرائیلی انسانوں کو بپتسما دینا شروع کیا' اور اسطرح روم و یونان کے مختلف جزیروں اور دیہاتوں میں ایک نیا گروہ پیدا کرایا - پس اگر دنیا حضرۃ مسیح کی طرف جھکنا چاہیگی' تو دنیا کو اُنکے کارنامۂ حیات کے لیے بمشکل ایک چوتھائی صدی ہاتھہ آئیگی' جسکے اندر اُنکے تربیت یافتہ حواریوں کے اعمال نظر آ سکتے ہیں - اور یہ چند سال فضائل و محاسن اخلاق کا کیسا ہی عمدہ نمونہ پیش کریں' لیکن ان میں دنیا کیلیے کوئی عام پیام نجات نہیں ہے -

پھر اس سے بھی قطع نظر کرو - نتائج کی بحث بعد کو آتی ہے' سب سے پہلے دعوۃ' اعلان' ادعاء' اور نفس تعلیم کا سوال ہے - دنیا حضرۃ مسیح کی یاد پر کیونکر قناعت کرلے جبکہ خود انھوں نے دنیا کیلیے کچھہ نہ کیا' بلکہ ہمیشہ اسے ٹھکرایا' مردود کیا' اور اسکے ساتھیوں کو' اسکے دوستوں کو' اور اس سے رشتہ رکھنے والوں کو خدا کی پادشاہت کی مہربانی سے محروم بتلایا ؟ حتی کہ ایک آخری فتوی دیدیا " تم خدا اور دنیا' دونوں کی خدمت نہیں کرسکتے " (متی ۶ : ۲۵) " اونٹ کا سوئی کے ناکے سے نکل جانا اس سے آسان ہے کہ دولت مند خدا کی پادشاہت میں داخل ہو " (متی ۱۹ : ۲۳)

اس سے بھی درگذر کرو' اور اسکی بہتر سے بہتر توجیہہ جو کرسکتے ہو کرلو - نیز پولس کی دعوۃ ہی کو حضرۃ مسیح علیہ السلام کی دعوۃ تسلیم کرلو' اور ان تمام قوموں کو جنھوں نے مسیح کے نام پر بپتسما کا پانی اپنے اوپر چھڑکا' مسیحی دعوۃ کا پھل مان لو' لیکن پھر بھی مسیحی تحریک کی پوری تاریخ کا کیا حال ہے ؟ جبتک مسیحیت دنیا پر حکمراں رہی' جسوقت تک مسیحی مذہب کا دینی تسلط انسانوں سے اطاعت کراتا رہا' اور جب تک کہ مسیحی راہنماؤں اور خلیفوں کی غلامی سے دنیا نے انحراف نہ کیا' تاریخ شاہد ہے کہ اُس وقت تک اُسکا وجود دنیا کیلیے' دنیا کے علم و تمدن کیلیے' آبادی و عمران کیلیے' اخلاق و پاکیزگی کیلیے' اور ان سب سے بڑھکر یہ کہ انسان کی فطری حریت اور شرف انسانیۃ کیلیے ایک بدترین لعنت رہا' جس نے جلایا' ویران کیا' مسمار کیا' قتل کیا' جیل خانے بھرے' زبانوں پر مہریں لگائیں' انسانی دماغوں کو معطل کیا' لیکن انسان اور انسانیت کی راستی و ترقی کیلیے چند لمحوں کا بھی ایک دور پیدا نہ کیا - مشہور مورخ گبزز' سیدو' لاکرے' اور ڈریپر اس بارے میں ہمارے لیے بہترین راوی ہیں -

لیکن جس وقت سے کہ مسیحیت کی قوۃ کے شکست کوئی تمدن کا غیر دینی دور شروع ہوا' مذہبی جماعتوں اور مذہبی خلافت (پوپ) کے حلقۂ غلامی سے یورپ آزاد ہوگیا' تو اسوقت سے یورپ کے موجودہ تمدن کی بنیاد پڑی اور مسیحی قوموں نے ترقی شروع کی -

اگر تم کہتے ہو کہ دنیا کیلیے سب سے بڑی عظمت مسیحی مذہب کے بانی میں تھی' تو خود اسکے بانی ہی نے ہمیں معیار حق و باطل بھی بتلا دیا ہے کہ " درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے " (مرقس ۱۹ : ۱۶) پس دنیا اگر مسیحی مذہب کی پیدایش کے اندر اپنی خوشی ڈھونڈھے' تو اسکو انسان کی امن و سلامتی اور فطرۃ کی آزادی و سعادت کی جگہ قتل و غارت اور ہلاکت و غلامی کی یادگار کا جشن منانا پڑیگا - کیونکہ مسیحیت کے درخت کا صرف یہی پھل ہمارے سامنے ہے -

پھر کیا دنیا اسکے لیے طیار ہے ؟

یہ جو کچھہ تھا' مسیحی اقوام کی تاریخ قدیم کی بنا پر تھا' لیکن اگر اسپر گذشتہ دو صدیوں کے واقعات و نتائج کا بھی اضافہ کردیا جاے جو اقوام یورپ کے اعمال تمدن سے وابستہ ہیں' تو دنیا کی مایوسی اور زیادہ درد انگیز ہو جاے -

اسکے بعد مذاہب عالم میں آرین نسلوں کی دعوتیں ہمارے سامنے آتی ہیں لیکن افسوس کہ دنیا کیلیے انکے پاس بھی کوئی پیام سعادت نہیں - عظیم الشان گوتم بدھہ کی تمام تعالیم و وصایا کا ما حصل یہ بتلایا جاتا ہے کہ " نجات دنیا کے ساتھہ رہکر حاصل نہیں ہوسکتی " پس دنیا کو جن لوگوں نے ٹھکرادیا' دنیا انکے پاس جاکر کیا سامان حاصل کریگی ؟ پھر اس نے جو کچھہ بھی بتلایا اور سکھلایا ہو' لیکن قوموں اور ملکوں کے دائرہ ہی میں اسکی دعوۃ محدود رہی - ہندوستان میں آتے شکست ملی تو جاپان اور چین میں جاکر محدود ہوگئی - پس زمین اپنی اس مصیبت کیلیے جو رقبوں اور ملکوں میں محدود نہیں ہے' عظیم الشان بدھہ سے کیا حاصل کرسکتی ہے ؟

ہندوستان کے مذہبی ذخیرۂ تعلیمات اور اُونکی پر اثر قدامت کی وقعت سے ہم انکار نہیں کرسکتے' تاہم دنیا کیلیے اُنکے باتیوں کی نظامت کے اندر کیا خوشی ہوسکتی ہے جبکہ وہ ہمالہ کی دیواروں اور بحر عرب کی موجوں سے باہر بھی دنیا ہے' مگر ہندوستان کے مذہبی داعیوں نے صرف ہندوستان کے اندر بسنے والوں ہی کو اپنی ہدایتیں سپرد ہیں -

(۱۰)

پس دنیا اگر اپنی نجات کیلیے بیچین ہے تو اسکے لیے راحت اور تسکین کا پیام صرف ایک ہی ہے' اور صرف ایک ہی کی زندگی میں ہے - اسکا دکھہ ایک ہی ہے' اسلیے اسکی شفا کے نسخے بھی ایک سے زیادہ نہیں ہوسکتے - اسکا پروردگار ایک ہے' جو اپنے ایک ہی آفتاب کو اسکے خشک و تر پر چمکاتا' اور ایک ہی طرح کی بدلیوں سے اسکے آباد و ویرانہ کو شاداب کرتا ہے' پس اسکی ہدایت و رحمت کا آفتاب بھی ایک ہی ہے' اور دو بہت سے ستارے اسکی روشنی سے اکتساب نور کرتے ہوں' مگر ان سب کا مرکز و مبدء نورانیت ایک ہی ہے :

قرآن حکیم نے آفتاب کو " سراج " کہا :

و جعلنا سراجاً ھاجا　　اور ہم نے آسمان میں سورج کے چراغ کو بڑا ہی روشن بنایا -
(۷۸ : ۱۴)

اور اسی طرح اُسکے ظہور کو بھی " سراج " کہا جسکی ہدایت و رحمت کی روشنی تمام کرۂ ارضی کی ظلمتوں کیلیے پیام صبح تھی :

---

(۱) غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور نہ سامریوں کے کسی شہر میں داخل ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا (متی ۹ : ۶)

انـــا ارسلناك شاهداً ومبشراً و نذيراً و داعياً الى الله باذنه و سراجاً منيـــرا -

اے پیغمبر اسلام! ہم نے تمکو دنیا کے آگے حق کی گواہی دینے والا، سعادت انسانیۃ کی خوشخبری پہنچانے والا، اللہ کی طرف اسکے بندوں کو بلانے والا، اور دنیا کی تاریکیوں کیلیے ایک چراغ نورانی بنا کر بھیجا -

پس تمام کرۂ ارضی کی روشنی کیلیے یہی ایک آفتاب ہدایت ہے، جسکی عالم تسخیر کرنوں کے اندر دنیا اپنی تمام تاریکیوں کیلیے نور بشارت پکڑتی ہے، اور اس لیے صرف وہی ایک ہے جسکے طلوع کے بعد دن ہو دنیا کبھی نہیں بھلا سکتی، اور اگر اس نے بھلا دیا ہے تو وہ وقت دور نہیں جب اسے طبعل عشق و شیفتگی کے ساتھ صرف اسی کے آگے جھکنا پڑیگا، اور اسی کو اپنا دعوۂ امید بنانا پڑیگا -

اس مقدس پیدایش نے دنیا میں ظاہر ہوکر یہ نہیں کہا کہ میں صرف بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانے آیا ہوں، بلکہ اس نے کہا کہ تمام عالم انسانیت کو غیر الہی غلامیوں سے نجات دلانا میرا مقصد ظہور ہے - اس نے صرف اسرائیل کے گھرانے کی گم شدہ رونق ہی سے عشق نہیں کیا، بلکہ تمام عالم کی اجڑی ہوئی بستی پر غمگینی کی، اور انکی دوبارہ رونق و آبادی کا اعلان کیا - اس نے اس خدا کی محبتوں کی طرف دعوۃ نہیں دی جو صرف سیدنا کی چوٹیوں یا ہمالہ کی گھاٹیوں میں بستا ہے، بلکہ اس رب العالمین کی طرف بلایا جو تمام نظام ہستی کا پروردگار ہے، اور اسلیے تمام کائنات عالم کو اپنی طرف بلا رہا ہے - ہم کو دنیا میں سکندر ملتا ہے جس نے تمام عالم کو فتح کرنا چاہا تھا، لیکن ہم دنیا کی پوری تاریخ میں خدا کے اسی رسول کو نہیں پاتے جس نے تمام عالم کی ضلالتوں اور تاریکیوں کے خلاف اعلان جہاد کیا ہو - اسکا صرف ایک ہی اعلان ہے جو آغاز خلقت سے ابتک کیا گیا ہے، اور اسلیے اگر دنیا نسلوں، قوموں، اور رقبوں کا نام نہیں ہے بلکہ مخلوقات الہی کی اس پوری نسل کا نام ہے جو کرۂ ارضی کی پیٹھ پر بستی ہے، تو وہ مجبور ہے کہ ہر طرف سے مایوسی کی نظریں ہٹا کر صرف اس ایک ہی اعلان عام کے آگے جھک جاے اور صرف اسی کی پیدایش کے دن کو اپنی عمر کا سب سے بڑا دن یقین کرے:

تبارك الذى نزل الفرقان على عبـــده ليكون للعالمين نذيرا (۲۵ : ۱)

کیا ہی پاک اور برکتوں کا سرچشمہ ہے ذات اسکی جس نے اپنے برگزیدہ بندے پر الفرقان نازل کیا تاکہ وہ قوموں اور ملکوں ہی کیلیے نہیں بلکہ تمام عالموں کی ضلالت کیلیے ڈرانے والا ہو!

دنیا میں جسقدر داعیان حق و صداقت کے اعلانات موجود ہیں، اگر دنیا انکو بھلا دیگی، تو یہ صرف قوموں اور ملکوں کی سعادت کی فراموشی ہوگی، کیونکہ اس سے زیادہ انہوں نے کچھ نہ کیا، لیکن اگر ربیع الاول کو اس نے بھلا دیا، تو یہ تمام کرۂ ارضی کی نجات کو بھلا دینا ہوگا، کیونکہ ربیع الاول کی رحمت کسی ایک سرزمین کیلیے نہیں بلکہ تمام عالمین کیلیے تھی -

(۱۱)

یہاں تک جو کچھ حوالۂ قلم ہوا، یہ محض ایک تمہید تھی اور اسلام کی رحمت عامہ کا ایک سرسری مطالعہ لیکن اسکے بعد اصلی سوال ہمارے سامنے آتا ہے - یعنی اس پیدایش نے دنیا کی حقیقی اور عالمگیر مصیبت کیلیے کیا کیا؟ اور انسانیت کی سعادت و ارتقاء فطری کی کیونکر تکمیل کی؟ اس مبحث عظیم کا احاطہ و استقصاء تو ممکن نہیں، لیکن چند سرسری اشارات آیندہ نمبر میں ملینگے -

مواعظ و خطب

مـــاہ ربیـــع الاول

اور جشن تذکار ولادت نبوی صلی اللہ علیہ و سلم

آن راز کہ در سینہ نہانست نہ وعظ ست
بر دار تواں گفت، بہ منبر نہ تواں گفت!

عزیزان ملت! ماہ ربیع الاول کا ورود تمہارے لیے جشن و مسرت کا ایک پیغام عام ہوتا ہے - کیونکہ تم کو یاد آجاتا ہے کہ اسی مہینے کے ابتدائی ہفتوں میں خدا کی رحمت عامہ کا دنیا میں ظہور ہوا، اور اسلام کے داعی برحق کی پیدایش سے دنیا کی دائمی غمگینیاں اور سرگشتگیاں ختم کی گئیں - صلی اللہ علیہ و علی الہ و صحبہ و سلم -

تم خوشیوں اور مسرتوں کے والوں سے معمور ہو جاتے ہو، تمہارے اندر خدا کے رسول برحق کی محبت و شیفتگی ایک بیخودانہ جوش و محویت پیدا کردیتی ہے - تم اپنا زیادہ سے زیادہ وقت اسی کی یاد میں، اسی کے تذکرہ میں، اور اسی کی محبت کے لذت و سرور میں بسر کرنا چاہتے ہو!

تم اسکے ذکر و فکر کی مجلسیں منعقد کرتے ہو، انکی آرایش و زینت میں اپنی محنت و مشقت کی کمائی بے دریغ لٹاتے ہو، خوشبودار اور تروتازہ پھولوں کے گلدستے سجاتے ہو، کافوری شمعوں کے خوبصورت فانوس اور برقی روشنی کے بکثرت کنول روشن کرتے ہو، عطر و گلاب کی مہک اور اگر کی بتیوں کا بخور جب ایوان مجلس کو اچھی طرح معطر کردیتا ہے، تو اوسوقت مدح و ثنا کے زمزموں اور درود و سلام کے مقدس ترانوں کے اندر اپنے محبوب و مطلوب مقدس کی یاد کو ڈھونڈھتے ہو، اور بسا اوقات تمہاری آنکھوں کے آنسو اور تمہارے پر محبت دلوں کی آہیں اسکے اسم مبارک سے والہانہ عشق کرتیں اور اسکے عشق سے حیات روحانی حاصل کرتی ہیں!

پس کیا مبارک ہیں وہ دل جنھوں نے اپنے عشق و شیفتگی کیلیے رب السمارات و الارض کے محبوب کو چنا! اور کیا پاک و مطہر ہیں وہ زبانیں جو سید المرسلین و رحمۃ للعالمین کی مدح و ثنا میں زمزمہ سنج ہوئیں!

مصلحت دیـــد مـــن آنست کہ یاراں ہمہ کار
بگذرا نـــد و خـــم طـــرۂ یارے گیـــرند!

انھوں نے اپنے عشق و شیفتگی کیلیے اسکی محبوبیت کو دیکھا، جسکو خود خدا نے اپنی چاہتوں اور محبتوں سے ممتاز کیا، اور انکی زبانوں نے اسکی مدح و ثنا کی، جسکی مدح و ثنا میں خود خدا کی زبان، اسکے ملائکہ اور قدوسیوں کی زبان، اور کائنات ارضی کی تمام پاک روحوں اور سعید ہستیوں کی زبان، انکی شریک و ہم نوا ہے:

ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی، یا ایہا الذین امنـــوا، صلـــوا علیـــہ و سلـــموا تسلیمـــا (۳۳ : ۵۶)

(کائنات ہستی کی محبوبیۃ اعلی)

بلا شبہ محبت نبوی اور عشق محمدی کے یہ پاک زلولے اور یہ مخلصانہ ذوق و شوق تمہاری زندگی کی سب سے زیادہ قیمتی

متاع ہے' اور تم اپنے ان پاک جذبات کی جتنی بھی حفاظت کرو کم ہے - تمہارا یہ عشق الٰہی ہے ' تمہاری یہ محبت ربانی ہے ' تمہاری یہ شیفتگی انسانی سعادت اور راست بازی کا سرچشمہ ہے' تم اُس وجود مقدس و مطہر کی محبت رکھتے ہو جسکو تمام کائنات انسانی میں سے تمہارے خدا نے ہر طرح کی محبوبیتوں اور ہر قسم کی محمودیتوں کیلیے چن لیا ' اور محبوبیۃ عالم کا خلعت اعلیٰ صرف اسی کے وجود اقدس پر راست آیا - کرۂ ارضی کی سطح پر انسان کیلیے بڑی سے بڑی بات جو کہی جاسکتی ہے ' زیادہ سے زیادہ عشق جو کیا جاسکتا ہے ' اعلیٰ سے اعلیٰ مدح و ثنا جو کی جاسکتی ہے ' غرضکہ انسان کی زبان انسان کے لیے جو کچھ کہہ سکتی اور کرسکتی ہے' وہ سب کا سب صرف اُسی ایک انسان کامل و اکمل کیلیے ہے ' اور اسکا مستحق اسکے سوا کوئی نہیں :

مقصود ما ز دیر و حرم جز حبیب نیست
هر جا کنیم سجده بـــداں آستـــان رســـد

و لله در مـا قال :

عبـارتنـا شتی و حسنك واحد
و کل الـــی ذاک الجمال یشیر !

(وحـده لا شـریک)

خدا کی الوہیت و ربوبیت جس طرح وحدہ لا شریک ہے کہ کوئی ہستی اُسکی شریک نہیں ' اسی طرح اس انسان کامل کی انسانیۃ اعلیٰ اور عبدیت کبریٰ بھی وحدہ لا شریک ہے کیونکہ اُسکی انسانیت و عبدیت میں کوئی اسکا ساجھا نہیں' اور اُسکے حسن و جمال فردانیت کا کوئی شریک نہیں :

منـزه عـن شریـک فی محاسنه
فجوهر الحسن فیـــه غیـــر منقسم

یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں تم دیکھتے ہو کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلواۃ و السلام کا ذکر جہاں کہیں کیا گیا ' وہاں اُن سب کو اُنکے ناموں سے پکارا ہے ' اور انکے واقعات کا بھی ذکر کیا ہے تو انکے ناموں کے ساتھ کیا ہے - لیکن اس انسان کامل' اس فرد اکمل' اس صفات عبدیۃ کے وحدہ لا شریک کا اکثر مقامات میں اسطرح ذکر کیا ہے کہ نہ تو اُسکا نام لیا گیا ' نہ ہی کسی دوسرے وصف سے نامزد کیا گیا ' بلکہ صرف " عبد " کے لفظ سے اسکے پروردگار نے اُسے یاد فرمایا :

سبحان الذی اسریٰ بعبده لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی -

کیا پاک ہے وہ خداوند قدوس جس نے ایک رات اپنے "عبد" کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کرائی!

سورۂ جن میں فرمایا :

و انـه لمـا قام عبد الله یـدعـوه کادوا یـکونـون علیه لبدا -

اور جب اللہ کا بندہ (عبد) تبلیغ حق کیلیے کھڑا ہوتا ہے تاکہ اللہ کو پکارے' تو کفار اُسکو اِسطرح گھیر لیتے ہیں گویا قریب ہے کہ اُس پر آ گرینگے!

سورۂ کہف کو اس آیۃ سے شروع کیا :

الحمد للـه الذي انزل علی عبده الکتـــاب -

تمام تعریفیں اللہ کیلیے ہیں جسنے اپنے "عبد" پر کتاب اُتاری -

سورۂ فرقان کی پہلی آیت ہے :

تبـــارک الذي نـزل الفرقان علی عبده لیکون للعـــالمیـن نـذیـرا -

کیا ہی پاک ذات ہے اُسکی جسنے "الفرقان" اپنے "عبد" پر اُتارا تاکہ وہ تمام عالم کی ضلالتوں کیلیے ڈرانے والا ہو!

اسی طرح سورۂ نجم میں کہا : فاوحیٰ الی "عبده" ما اوحیٰ' حدید میں کہا : ینزل علی "عبـده" آیات - پس ان تمام مقامات میں اُنکا اسم گرامی نہیں لیا' بلکہ اسکی جگہ صرف "عبد" فرمایا - حالانکہ بعض دیگر انبیاء کے لیے اگر عبد کا لفظ فرمایا ہے تو اسکے ساتھ نام کی تصریح بھی کردی ہے - سورۂ مریم میں حضرۃ ذکریا کیلیے فرمایا : ذکر رحمـة ربك عبـده ذکریا - سورۂ ص میں کہا : و اذکر عبدنا داؤد - نیز : و اذکر عبدنا ایوب -

اس خصوصیت و امتیاز سے اسی حقیقت کو واضح کرنا مقصود الٰہی تھا کہ اس وجود گرامی کی عبدیۃ اور بندگی اس درجۂ آخری و مرتبۂ قصویٰ تک پہنچ چکی ہے جو انسانیۃ کی انتہا ہے' اور جسمیں اور کوئی عبد اس عبد کامل کا شریک و سہیم نہیں - پس عبدیۃ کا فرد کامل وہی ہے ' اور اسلیے بغیر اضافت و نسبت کے صرف "عبد" کا لقب اسکو تمامی اور علموں کی طرح پہچنوا دیتا ہے - کیونکہ تمام کائنات ہستی میں اُسکا سا اور کوئی عبد نہیں!

پس یہ وہ تھا کہ اسکے صفات الاٰلہیہ کا یہ حال ہے' اسکی انسانیت و عبدیۃ کی وحدت اسطرح فرمانفرمائے جمیع کائنات ہے' اسکی محبت و محبوبیت کا خود رب السماوات والارض نے اعلان کیا' اور اسکی رحمت او اپنی رزوبیت کی طرح تمام عالمین پر محیط کردیا' اُسکو اللہ نے اپنی صفات رافت و رحمت سے متصف فرمایا ' اور اگر اپنے آپکو الرحمٰن الرحیم کہا تو اسے بھی بالمومنین رؤف الرحیم قرار دیا - اسکو تمام قرآن حکیم میں کبھی بھی نام لیکر نہ پکارا ' بلکہ کبھی صدائے عزت سے نوازا کہ یا ایہا الرسول اور کبھی طریق محبت سے پکارا کہ یا ایہا المزمل ! اسکے وجود کی عزت و عظمت کو اپنی عزت کی طرح اپنے بندوں پر فرض کردیا ' اور جابجا حکم دیا کہ تعززوہ و توقروہ (اسکی عزت کرو اور اسکی توقیر بجا لاؤ) پھر وہ کہ اسکی محبوبیتوں اور عظمتوں کا یہ حال تھا کہ اسکا وجود مقدس و اطہر تو بڑی چیز ہے ' وہ جس آبادی میں بسا اور جس شہر کی گلیوں میں چلا پھرا ' اسکی عزت کو بھی خدائے زمین و آسمان نے تمام عالم میں نمایاں کیا :

لا اقسـم بهـذ البـــلد
و انت حل بهذ البلد -

ہم مکہ کی قسم کھاتے ہیں مگر اسلیے کہ تیرا وجود اُسکی سرزمین میں رہا اور بسا ہے !

و من مـذهبي حب الدیـــار لاهلهـــا
و للنـــاس فیما یعشقـــون مـــذاهب

پس جسکی قدسیت و جبروتیت کا یہ مرتبہ ہو ' اُسکی یاد میں جتنی گھڑیاں بھی کٹ جائیں' اُسکے عشق میں جتنے آنسو بھی بہہ جائیں' اُسکی محبت میں جتنی آہیں بھی نکل جائیں' اور اُسکی مدح و ثنا میں جسقدر بھی زبانیں زمزمہ پیرا ہوں ' انسانیت کا حاصل' روح کی سعادت ' دل کی طہارت ' زندگی کی پاکی' اور ربانیت و الاٰلہیت کی پادشاہی ہے - و لله درما قال :

راه تو بهـر قـــدم که پویند خوش ست
وصل تو بهـر سبب که جویند خوش ست !
روے تو بهـر دیـده که بینـند نـکوست
نام تو بهـر زبـان که گویند خوش ست !

(جشن حصول و ماتم ضیاع)

لیکن جبکہ تم اس ماہ مبارک میں یہ سب کچھ کرتے ہو ' اور اس ماہ کے واقعۂ ولادت کی یاد میں خوشیاں مناتے ہو ' تو اسکی مسرتوں کے اندر تمھیں کبھی اپنا وہ ماتم بھی یاد آتا ہے جسکے بغیر اب تمہاری کوئی خوشی نہیں ہو سکتی ؟ کبھی تم نے اس حقیقت پر بھی غور کیا ہے کہ یہ کس کی پیدایش ہے جسکی یاد کیلیے تم سر و سامان جشن کرتے ہو؟

یہ اون تھا جسکي ولادت کے تذکرہ میں تمہارے لیے خوشیوں اور مسرتوں کا ایسا عزیز پیام ہے ؟

آہ ! اگر اس مہینہ کي آمد تمہارے لیے جشن و مسرت کا پیام ہے' تو بیشک اسي مہینے میں وہ آیا جسنے تم کو سب کچھ دیا تھا' تو میرے لیے اس سے بڑھکر اور کسي مہینے میں ماتم نہیں' کیونکہ اس مہینے میں پیدا ہونے والے نے جو کچھ ہمیں دیا تھا' وہ سب کچھ ہم نے کھو دیا - اسلیے اگر یہ ماہ ایک طرف بیشک والے کي یاد تازہ کرتا ہے' تو دوسري طرف کھونے والوں کے زخم کو بھي تازہ ہو جانا چاہیے :

ما خانہ زمیدکان ظلمیم
پیغام خوش از دیار ما نیست

تم اپنے کھونکو مجلسوں سے آباد کرتے ہو' مگر تمہیں اپنے دل کي اجڑي ہوئي بستي کي بھي کچھ خبر ہے ؟ تم کافوري شمعوں کي قندیلیں روشن کرتے ہو' مگر اپنے دل کي اندھیاري کو دور کرنے کیلیے کوئي چراغ نہیں ڈھونڈھتے ؟ تم پھولوں کے گلدستے سجاتے ہو' مگر آہ' تمہارے اعمال حسنہ کا پھول مرجھا گیا ہے - تم گلاب کے چھینٹوں سے اپنے رومال و آستین کو معطر کرنا چاہتے ہو' مگر آہ تمہاري غفلت' کہ تمہاري عظمت اسلامي کي عطر بیزي سے دنیا کي مشام روح یکسر محروم ہے ! کاش تمہاري مجلسیں تاریک ہوتیں' تمہارے اینٹ اور چونے کے مکانوں کو زیب و زینت کا ایک ذرہ نصیب نہ ہوتا' تمہاري آنکھیں رات رات بھر مجلس آرائیوں میں نہ جاگتیں' تمہاري زبانوں سے ماہ ربیع الاول کي ولادت کیلیے دنیا کچھ نہ سنتي' مگر تمہاري روح کي آبادي معمور ہوتي' تمہارے دل کي بستي نہ اُجڑتي' تمہارا طالع خفتہ بیدار ہوتا' اور تمہاري زبانوں سے نہیں مگر تمہارے اعمال کے اندر سے اسوۂ حسنۂ نبوي کي مدح و ثنا کے ترانے اٹھتے : فانہا لا تعمی الابصار و لکن تعمی القلوب التي في الصدور :

مبیں یہ در ہے دل زندہ' تو نہ مرجاے
کہ زندگاني عبارت ہے تیرے جینے سے !

پھر آہ وہ قوم' اور صد آہ اس قوم کي غفلت و نادانی' جسکے لیے ہر جشن و مسرت میں پیام ماتم ہے' اور جسکي حیات قومي کا ہر قہقہۂ عیش فغان حسرت ہوگیا ہے' مگر نہ تو ماضي کي عظمتوں میں اسکے لیے کوئي منظر عبرت ہے' نہ حال کے واقعات و حوادث میں کوئي پیام تنبہ و ہوشیاري ہے' اور نہ مستقبل کي تاریکیوں میں زندگي کي کسي روشني کو اپنے سامنے چمکتي ہے - اسے اپني کامجوئیوں اور جشن و مسرت کي بزم آرائیوں سے مہلت نہیں' حالانکہ اسکے جشن و طرب کے ہر ورود میں ایک نہ ایک پیام ماتم و عبرت بھي چھپا دیا گیا ہے - بشرطیکہ آنکھیں دیکھیں' کان سنیں' اور دل کي دانائي غفلت و سرشاري سے چھین نہ لي ہو : و ان في ذالک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع و ھو شھید !

(ظہور و مقصد ظہور)

ماہ ربیع الاول کي یاد میں ہمارے لیے جشن و مسرت کا پیام اسلیے تھا کہ اسي مہینے میں خدا کا وہ فرمان رحمت دنیا میں آیا جسکے ظہور نے دنیا کي شقاوت و حرماني کا موسم بدل دیا' ظلم و طغیان اور فساد و عصیان کي تاریکیاں مٹ گئیں' خدا اور اُسکے بندوں کا ٹوٹا ہوا رشتہ جوڑ گیا' انساني اخوت و مساوات کي یگانگت نے دشمنیوں اور کینوں کو نابود کردیا' اور کلمۂ کفر و ضلالت کي جگہ کلمۂ حق و عدالت کي پادشاہت کا اعلان عام ہوا :

لقد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین' یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام -

اللہ کے طرف سے تمہاري جانب ایک نور ہدایت اور کتاب مبین آئي - اللہ اسکے ذریعہ اپني رضا چاہنے والوں کو سلامتي اور زندگي کي راہوں پر ہدایت کرتا اور انکے آگے صراط مستقیم کو کھولتا ہے !

لیکن دنیا شقاوت و حرماني کے درد سے پھر دکھیا ہوگئي' انساني شر و فساد اور ظلم و طغیان کي تاریکي خدا کي روشني پر غالب ہونے کیلیے پھیل گئي' سچائي اور راست بازي کي کھیتیوں نے پامالي پائي' اور انسانوں کے بے راہ گلہ کا کوئي رکھوالا نہ رہا - خدا کي وہ زمین جو صرف خدا ہي کیلیے تھي' غیروں کو دیدي گئي' اور اُسکے کلمۂ حق و عدل کے غمگساروں اور ساتھیوں سے اُسکي سطح خالي ہوگئي :

ظہر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی النـــاس !

زمین کي خشکي اور تري دونوں میں انسان کي پیدا کي ہوئي شرارتوں سے فساد پھیل گیا اور زمین کي صلاح و فلاح غارت ہوگئي !

پھر آہ ! تم اسکے آنے کي خوشیاں تو مناتے ہو' پر اسکے ظہور کے مقصد سے غافل ہوگئے ہو' اور وہ جس غرض کیلیے آیا تھا' اسکے لیے تمہارے اندر کوئي ٹیس اور چبھن نہیں ؟

یہ ماہ ربیع الاول اگر تمہارے لیے خوشیوں کي بہار ہے' تو صرف اس لیے کہ اسي مہینے میں دنیا کي خزاں ضلالت ختم ہوئي' اور کلمۂ حق کا موسم ربیع شروع ہوا - پھر اگر آج دنیا کي عدالت مسموم ضلالت کے جھونکوں سے مرجھا گئي ہے' تو اے غفلت پرستو ! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ بہار کي خوشیوں کي رسم تو مناتے ہو' مگر خزاں کي پامالیوں پر نہیں روتے ؟

(آتشیں شریعت)

اس موسم کي خوشیاں اس لیے تھیں کہ اسي میں اللہ کي عدالت کي وہ "آتشیں شریعت" کوہ فاران پر نمودار ہوئي جسکي سعیر کي چوٹیوں پر صاحب تورات کو خبر دي گئي تھي' اور جو مظلوموں کے آنسو بہانے' مسکیني کي آھیں نکالنے' ذلت و نامرادي سے ٹھکرائے جانے کیلیے دنیا میں نہیں آئي تھي' بلکہ اسلیے آئي تھي تاکہ اعداء حق و عدالت نامي کے آنسو بہائیں' دشمنان الہي مسکینیں کیلیے چھوڑ دیے جائیں' ضلالت و شقاوت نامرادي و ناکامي کي ذلت سے ٹھکرائي جاے' اور سچائي و راستي کا عرش عظمت و اجلال نصرۃ الہي کي کامرانیوں اور اقبال و فیروزي کي فتح مندیوں کے ساتھہ تمام کائنات ارضي میں اپني جبروتیت و قدوسیت کا اعلان کرے - پس وہ اللہ کے ہاتھہ کي چمکائي ہوئي ایک تلوار تھي' جسکي ہیبت و قہاریت نے باطل پرستي کي تمام طاقتوں کو لرزا دیا اور کلمۂ حق کي پادشاھت اور دائمي فتح کي دنیا کو بشارت سنائي :

ھـــو الـــذي ارسل رسـولہ بالھـــدی و دین الحق لیظھـــرہ علی الـــدین کلـــہ و لو کرہ المشـــرکون -

وہ خدا ہي ہے جس نے اپنے رسول کو دنیا کي سعادت کے قیام اور ضلالت کي مقہوریت کیلیے دین حق کے ساتھہ بھیجا تاکہ وہ تمام دینوں پر اُسے غالب کردے' پس اسکي حقانیت کي طاقت ہي آخر میں دائمي اور عام فتح پانے والي ہے اگرچہ مشرکوں پر ایسا ہونا بہت ہي شاق گذرے -

وہ ذلت کا زخم نہ تھا بلکہ نامرادي کا زخم لگانے والا ہاتھہ تھا' وہ مظلومي کي تڑپ نہ تھي بلکہ ظلم کو تڑپانے والي شمشیر تھي' وہ مسکیني کي بیقراري نہ تھي' بلکہ دنیا کو بیقرار کرنے والوں نے اس سے بیقراري پائي' وہ درد و کرب کي کروٹ نہ تھي' بلکہ درد و کرب میں مبتلا کرنے والوں کو اس سے بے چیني کا بستر ملا -

وہ جو کچھہ لایا اسمیں غمگینی کی چیخ نہ تھی ' ماتم کی آہ نہ تھی ' ناتوانی کی بے بسی نہ تھی ' اور حسرت و مایوسی کا آنسو نہ تھا ' بلکہ یکسر شادمانی کا غلغلہ تھا ' جشن و مراد کی بشارت تھی ' کامیابی و عیش فرمائی کی بہار تھی ' طاقت اور فرمان فرمائی کا اقبال تھا ' امید اور یقین کا خندۂ عیش تھا ' زندگی اور فیروز مندی کا پیکر و تمثال تھا ' فتح مندی کی ہمیشگی تھی ' اور نصرۃ و کامرانی کی دائمی :

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا و ابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون - نحن اولیائکم فی الحیوۃ الدنیا والاخرۃ و لکم فیھا ما تشتھی انفسکم و لکم ما تدعون -

اللہ کے وہ صالح بندے جنھوں نے دنیا کی تمام طاقتوں سے کہت کر کہا کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے اور اسکے سوا کوئی نہیں ' پھر ساتھہ ہی اسپر جم گئے اور ثابت قدمی کے ساتھہ اپنی خدا پرستی کو قائم کیا ' سو یہ وہ لوگ ہیں کہ کامرانی و فتح مندی کیلیے خدا نے انکو چن لیا ہے - وہ اپنی ملائکہ نصرت کو انپر بھیجتا ہے جو ہر دم پیام شادمانی و کامیابی پہنچاتے ہیں کہ نہ تو تمہارے لیے خوف ہے اور نہ کسی طرح کی غمگینی - دنیا کی زندگی میں بھی تم خدا کی نصرۃ و حمایت سے فتح مند و کامیاب ہوگے اور اخرۃ میں بھی خدا کی مہربانیوں سے بامراد - اللہ کی تمام نعمتیں صرف تمہارے ہی لیے ہیں ' تم جو نعمت چاہوگے تمہیں ملیگی اور جس چیز کو پکاروگے پاؤگے -

(لا تہنوا ولا تحزنوا).

کیونکہ وہ جو ربیع الاول میں آیا ' اس نے کہا کہ غم اور ناکامی انکے لیے ہونی چاہیے جنکے پاس کامیابی و نصرۃ بخشنے والے کا رشتہ نہیں ہے ' پر وہ جو جنھوں نے تمام انسانی اور دنیاوی طاقتوں سے سرکشی کرکے صرف خدا کی قدوس طاقت کے ساتھہ وفاداری کی ' اور اس ذات کو اپنا دوست بنالیا جو ساری خوشیوں کا دینے والا اور تمام کامیابیوں کا سرچشمہ ہے ' تو وہ کیونکر غمگینی پاسکتے ہیں ' اور خدا کے دوستوں کے ساتھہ اسکی زمین میں کون ہے جو دشمنی کرسکتا ہے ؟

ذالک بان اللہ مولی الذین آمنوا ' وان الکافرین لا مولی لھم (۴۷ : ۱۲)

اسلیے کہ اللہ مومنوں کا دوست اور حامی ہے مگر کافروں کا نہیں جنھوں نے اس سے انکار کیا -

جن پاک روحوں نے خدا کی سچائی اور کلمۂ حق و عدل کی خدمت گذاری کیلیے اپنے آپکو وقف کردیا ' وہ کسی سے نہیں ڈرسکتے ' البتہ انکی ہیبت و قہاریت سے دنیا کو ڈرنا چاہیے :

فلا تخافوھم ' و خافون ان کنتم مومنین (۳ : ۱۷۰)

دشمنان حق کی شیطانی ہیبتوں سے نہ ڈرو ' اللہ سے ڈرو اگر فی الحقیقت تم مومن ہو -

دنیا میں متضاد سے متضاد اجزا باہم جمع ہوسکتے ہیں - آگ اور پانی ممکن ہے کہ ایک جگہ جمع ہوجائیں ' شیر اور بکری ہوسکتا ہے کہ ایک گھاٹ سے پانی پی لیں ' لیکن خدا کا " ایمان " اور " انسان کا خوف " یہ دو چیزیں ایسی متضاد ہیں جو کبھی بھی ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتیں ' اور اگر ایک بد بخت ایمان الہی کا دعوا کرکے انسان کے ڈر سے بھی کانپ رہا ہے ' تو تم اسے اُن کنکروں اور پتھروں کی طرح ٹھکرا دو جو انسان کی راہ میں لوٹھکر آجاتے ہیں ' تاکہ دوڑنے والوں کیلیے ٹھوکر بنیں ' کیونکہ وہ ایمان کے یقین سے محروم ہے :

لا تہنوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مومنین -

نہ ہراساں ہو اور نہ غمگین ہو ' تمہیں سب پر غالب آنے والے ہو اگر تم سچے مومن ہو !

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون -

یاد رکھو کہ جو لوگ اللہ کے دوست اور اسکے چاہنے والے ہیں ' انکے لیے نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ کبھی وہ غمگین ہونگے !

(استبدال نعمت)

لیکن آج جبکہ تم عید میلاد کی مجلسیں منعقد کرتے ہو ' تو تمہارا کیا حال ہے ؟ وہ تمہاری دولت کہاں ہے جو تمہیں دی گئی تھی ؟ وہ تمہاری نعمت کامرانی کدھر گئی جو تمہیں سونپی گئی تھی ؟ وہ تمہاری روح حیات کیوں تمہیں چھوڑ کر چلی گئی ' جو تم میں پھونکی گئی تھی ؟ آہ ! تمہارا خدا تم سے کیوں روٹھہ گیا ؟ اور تمہارے اقا نے کیوں تم کو صرف اپنی ہی غلامی کیلیے نہ رکھا ؟ کیا ربیع الاول کے آنے والے نے خدا کا وعدہ نہیں پہنچایا تھا کہ عزت صرف تمہارے ہی لیے ہے ؟ اور اس دولت کا اب زمین پر تمہارے سوا کوئی وارث نہیں ؟

ان العزۃ للہ و لرسولہ و للمومنین و لکن المنافقین لا یعلمون -

عزت اللہ کیلیے ہے ' اسکے رسول کیلیے ' اور مومنوں کیلیے ' لیکن جن کے دل نفاق سے کھوے گئے وہ اس حقیقت کو نہیں جانتے -

پھر یہ کیا انقلاب ہے کہ تم ذلت کیلیے چھوڑدیے گئے ہو ' اور عزت نے تم سے منہہ چھپالیا ہے ؟ کیا خدا کا وعدۂ نصرۃ تم تک نہیں پہنچایا گیا تھا کہ :

و کان حقا علینا نصر المومنین (۳۰ : ۴۷)

مسلمانوں کو نصرت و فتح دینا ہمارے لیے ضروری ہے - یہ کسی طرح نہیں ہوسکتا کہ ہم غیروں کو فتحیاب کریں اور مومن ناکام رہجائیں -

پھر یہ کیوں ہے کہ تم نے کامیابی نہ پائی اور تم و مراد نے تمہارا ساتھہ چھوڑ دیا ؟ کیا خدا کا وعدہ سچا نہ تھا ؟ اور کیا وہ اپنے قول کا پکا نہیں ؟ تم جو انسانوں کے وعدوں پُر ایمان رکھتے اور انکے حکموں کے آگے گرنا جانتے ہو ' خدا کے وعدۂ لا یخلف المیعاد کیلیے اپنے اندر ایمان کی کوئی صدا نہیں پاتے ؟ آہ ! نہ تو اسکا وعدہ جھوٹا تھا اور نہ اس نے اپنا رشتہ توڑا ' مگر تم ہی ہو ' تمہاری ہی محرومی و بے وفائی ہے ' تمہارے ہی ایمان کی موت اور راستی کی حرمانی ہے ' جس نے اپنے پیمانۂ وفا کو توڑا ' اور خدائے مقدس رشتے کی عزت کو اپنی غفلت و بد اعمالی اور غیروں کی پرستش و بندگی سے بٹہ لگایا :

ذالک بان اللہ لم یک مغیرا نعمۃ انعمھا علی قوم حتی یغیروا ما بانفسھم و ان اللہ لیس بظلام للعبید (۸ : ۵۵)

اسلیے کہ خدا کبھی کسی قوم کی نعمت کو محرومی سے نہیں بدلتا جب تک وہ قوم خود ہی اپنے اندر تبدیلی نہ کردے اور وہ اپنے بندوں کیلیے ظالم نہیں ہے کہ انکو بغیر جرم کے سزا دے -

خدا اب بھی غیروں کیلیے نہیں بلکہ صرف تمہارے ہی لیے ہے ' بشرطیکہ تم بھی غیروں کے لیے نہیں بلکہ صرف خدا ہی کیلیے ہوجاؤ :

ان تنصروا اللہ ' ینصرکم و یثبت اقدامکم -

اگر تم خدا کے کلمۂ حق کی مدد کروگے تو اللہ بھی تمہاری مدد کریگا اور تمہارے اندر ثابت قدمی اور مضبوطی پیدا کردیگا -

(یادگار حریت)

تم ربیع الاول میں آنے والے کی یاد اور محبت کا دعوا رکھتے ہو ' اور مجلسیں منعقد کرکے اسکی مدح و ثنا کی صدائیں بلند کرتے ہو ' لیکن تمہیں کبھی بھی یہ یاد نہیں آتا کہ جسکی یاد کا تمہاری زبان دعوا کرتی ہے ' اسکی فراموشی کیلیے تمہارا ہر عمل گواہ ہے ؟ اور جسکی مدح و ثنا میں تمہاری صدائیں زمزمہ سرا ہوتی ہیں ' اسکی عزت کو تمہارا وجود بٹہ لگا رہا ہے ؟ وہ دنیا میں اسلیے آیا تھا تاکہ انسانوں کو انسانی بندگی سے ہٹاکر صرف اللہ کی عبودیت کی صراط مستقیم پر چلائے ' اور غلامی کی اُن تمام زنجیروں سے ہمیشہ کیلیے نجات دلا دے جنکے بڑے بڑے بوجھل حلقے اُنھوں نے اپنے پانوں میں ڈال لیے تھے :

یضع اصرھم و اغلالھم التی کانت علیھم

پیغمبر اسلام کے ظہور کا مقصد یہ ہے کہ گرفتاریوں اور بندشوں سے انسان کو

نجات دلائے ' اور غلامي کے جو طوق اُنھوں نے اپني گردنوں میں پہن رکھے ھیں' اُنکے بوجھہ سے رھائي بخشے -

اس نے کہا کہ اطاعت صرف ایک ھي کي ھے اور حکم و فرمان صرف ایک ھي خدا کے سزاوار ھے :

ان الحکم الا للہ - حکم و طاقت کسي کیلیے نہیں ھے
مگر صرف اللہ کیلیے !

اس نے سب سے پہلے انسان کو اسکي چھني ھوئي آزادي و حریت واپس دلائي اور کہا کہ مومن نہ تو پادشاھوں کي غلامي کیلیے ھے' نہ ناھنوں کي اطاعت کیلیے' نہ کسي اور انساني طاقت کے آگے جھکنے کیلیے ' بلکہ اسکے سر کیلیے ایک ھي چوکھٹ ' اسکے دل کیلیے ایک ھي عشق ' اسے پاؤں کیلیے ایک ھي زنجیر' اور اسکي گردن کیلیے ایک ھي طوق اطاعت ھے - وہ جھکتا ھے تو اسي کے آگے' روتا ھے تو اسي کے لیے' اعتماد کرتا ھے تو اسي کي ذات پر' ڈرتا اور لرزتا ھے تو اُسي کي ھیبت سے' امید کرتا ھے تو اسي کي رحمت پر - وہ مشرک نہیں ھے کہ خدا کي طرح انسانوں کو بھي ھیبت اور قہاریت کي صفت بخشے :

ارباب متفرقون خیر ام — پرستش اور غلامي کیلیے کئي اک
اللہ الواحد القہار ؟ ما — معبود بنا لینا اچھا یا ایک ھي
تعبدون من دونہ الا اسماء — خداے واحد و قہار کا ھو رھنا ؟ یہ جو
سمیتموھا انتم و اٰباؤکم — تم نے اپني بندگي کیلیے بہت سي
ما انزل اللہ بھا من — چوکھٹیں بنا رکھي ھیں ' تو بتلاؤ ؟
سلطان - ان الحکم الا للہ — انکي ھستي بجز اسکے کیا ھے کہ چند
امر الا تعبدوا الا ایاہ - — وھم ساز نام ھیں جو تم نے اور تمھارے
ذالک الدین القیم ولکن — بڑوں نے اپني گمراھي سے گڑھ لیے
اکثر الناس لا یعلمون - — اور مدت کي ضلالت و رسم پرستي

نے انکے اندر مصنوعي ھیبت و مرعوبیت پیدا کردي - حالانکہ خدا نے نہ تو انکے اندر کوئي طاقت رکھي اور نہ انکي معبودیت و محبوبیت کیلیے کوئي حکم اُتارا - یقین کرو کہ تمھاري غلامي کے یہ تمام مصنوعي بت کچھہ بھي نہیں ھیں - حکم و سلطاني دنیا میں نہیں ھے مگر صرف اللہ کیلیے' اس نے حکم دیا کہ پرستش نہ کرو مگر صرف اسي کي - یہي انسان کي فطرة صالحہ کي راہ ھے اور اسلیے یہي دین قیم ھے -

اور دیکھو کہ اس نے انسان کي حریت صادقہ اور آزادي حق کو کس طرح مثالوں کي دانائي میں سمجھایا :

ضرب اللہ مثلاً : عبداً — اللہ ایک مثال دیتا ھے - یوں فرض کرو
مملوکا لا یقدر علی — کہ ایک شخص ھے جو کسي دوسرے
شيء ' و من رزقناہ منا — انسان کا غلام ھے - خود اسے کوئي اختیار
رزقاً حسناً ' فھو ینفق — حاصل نہیں - وہ اپني کسي چیز پر
منہ سراً و جھراً ' ھل — باوجودیکہ اُسیکي ھے' کچھہ قدرت نہیں
یستوون ؟ (۱۶ : ۷۷) — رکھتا اور صرف اپنے آقا کے حکموں کا

بندہ ھے - مگر اسکے مقابلے میں ایک دوسرا آزاد و خود مختار انسان ھے جسپر کسي انسان کي حکومت نہیں' اسے اپني ھر چیز پر قدرت و اختیار حاصل ھے ' اور جو کچھہ خدا نے دیا ھے ' وہ اسے ظاھر و پوشیدہ ' جس طرح چاھتا ھے بے دھڑک خرچ کرتا ھے ' تو کیا یہ دونوں آدمي ایک ھي طرح کے ھوے ؟ کیا دونوں کي حالت میں کوئي فرق نہیں ؟ اگر فرق ھے تو پھر وہ کہ اُسکا مالک صرف خدا ھي ھے' اور وہ کہ اُسکے گلے میں انسانوں کي اطاعت کے طوق پڑے ھوے ھیں' دونوں ایک طرح کے کیسے ھوسکتے ھیں ؟

پس اگر ربیع الاول کا مہینا دنیا کیلیے خوشي و مسرت کا مہینا تھا ' تو صرف اسلیے کہ اسي مہینے میں دنیا کا وہ سب سے بڑا انسان آیا جسنے مسلمانوں کو اُنکي سب سے بڑي نعمت یعنے " خدا کي بندگي اور انسانوںکي آقائي " عطا فرمائي ' اور اُسکو اللہ کي خلافت و نیابت کا لقب دیکر خدا کي ایک پاک و محترم امانت ٹھہرایا - پس ربیع الاول انساني حریت کي پیدایش کا مہینا ھے ' غلامي کي موت اور ھلاکت کي یادگار ھے ' خلافت الہي کي بخشش کا اولین یوم ھے ' و راثت ارضي کي تقسیم کا اولین اعلان ھے - اسي ماہ میں کلمۂ حق و عدل زندہ ھوا ' اور اسي میں کلمۂ ظلم و فساد اور کفر و ضلالت کي لعنت سے خدا کي زمین کو نجات ملي -

لیکن آہ ' تم کہ اس ماہ حریت کے ورود کي خوشیاں مناتے ھو ' اور اسکے لیے ایسي طیاریاں کرتے ھو' گویا وہ تمھارے ھي لیے اور تمھاري ھي خوشیوں کیلیے آیا ھے ' خدا را سچے بتلاؤ کہ تم کو اس پاک اور مقدس یادگار کي خوشي منانے کا کیا حق ھے ؟ کیا موت اور ھلاکي کو اسکا حق پہنچتا ھے کہ زندگي اور روح کا اپنے کو ساتھي بناے ؟ کیا ایک مردہ لاش پر دنیا کي عقلیں نہ ھنسینگي اگر وہ زندوں کي طرح زندگي کو یاد کریگي ؟ ھاں یہ سچ ھے کہ آفتاب کي روشني کے اندر دنیا کیلیے بڑي ھي خوشي ھے' لیکن ایک اندھے کو کب زیب دیتا ھے کہ وہ آفتاب کے نکلنے پر آنکھوں والوں کي طرح خوشیاں مناے ؟

پھر تم بتلاؤ کہ تم کون ھو ؟ تم غلاموں کا ایک گلہ ھو جس نے اپنے نفس کي غلامي ' اپني خواھشوں کي غلامي' ما سوی اللہ رشتوں کي غلامي ' اور غیر الہي طاقتوں کي غلامي کي زنجیروں سے اپني گردن کو چھپا دیا ھے - تم پتھروں کا ایک ڈھیر ھو' جو نہ تو خود ھل سکتا ھے اور نہ اسمیں جان اور روح ھے' البتہ جو زور ھوسکتا اور ایک دوسرے پر پٹکا جاسکتا ھے - تم غبار راہ کي ایک مشت ھو' جسکو ھوا اُڑا لیجاے تو اُڑ سکتي ھے ' ورنہ وہ خود صرف اسلیے ھے تاکہ ٹھوکروں سے روندي جاے اور جولان قدم سے پامال کي جاے - فیا للرزیۃ و یا للمصیبۃ !

گلگونۂ عارض ھے نہ ھے رنگ، حنا تو
اے خوں شدہ دل' تو تو کسي کام نہ آیا !

پھر اے غفلت کي ھستیو ' اور اے بیخبري کي سرگشتۂ خواب روحو ! تم کس منہ سے اسکي پیدائش کي خوشیاں مناتے ھو جو حریت انساني کي بخشش' حیات روحي و معنوي کے عطیہ ' اور کامراني و فیروز مندي کي خسروي و ملوکي کیلیے آیا تھا ؟ اللہ اللہ غفلت کي نیرنگي اور انقلاب کي بو قلموني ! ماسوي اللہ کي عبودیت کي زنجیریں پاؤں میں ھیں' انسانوں کي مملوکیت و مرعوبیت کے حلقے گردنوں میں ' ایمان باللہ کے ثبات سے دل خالي ' اور اعمال حقہ و حسنہ کي روشني سے روح محروم ! ان سامانوں اور طیاریوں کے ساتھہ تم مستعد ھوے ھو کہ ربیع الاول کے آنے والے کي یاد کا جشن مناؤ ' جسکا آنا خدا کي عبودیت کي فتح ' غیر الہي عبودیت کي ھلاکت ' حریت صادقہ کا اعلان حق ' عدالت حقہ کي ملوکیت کي بشارت ' اور امۃ عادلہ و قائمہ کے تمکن و قیام کي بنیاد تھا ! فما لھا اولاء القوم ' لا یکادون یفقھون حدیثا !

پس اے غفلت شعاران ملت ! تمھاري غفلت پر صد فغاں و حسرت ' اور تمھاري سرشاریوں پر صد ھزار نالۂ و بکا ' اگر تم اس ماہ مبارک کي اصلي عظمت و حقیقت سے بے خبر رھو اور صرف زبانوں کے ترانوں ' اور دیوار کي آرائشوں ' اور روشني کي قندیلوں ھي میں اسکے مقصد ریادگاري کو گم کردو - تمکو معلوم ھونا چاھیے کہ یہ ماہ مبارک امۃ مسلمہ کي بنیاد کا پہلا دن ھے ' خداوندي پادشاھت کے قیام کا اولین اعلان ھے ' خلافت ارضي و وراثت الہي کي بخشش کا سب سے پہلا مہینا ھے - پس اسکے آنے کي خوشي اور اسکے تذکرہ و یاد کي لذت ھر اُس شخص کي روح پر حرام ھے جو اپنے ایمان اور عمل کے اندر اس پیغام الہي کي تعمیل و اطاعت اور اس اسوۂ حسنہ کي پیروي و تاسي کیلیے کوئي نمونہ نہیں رکھتا : فبشر عبادي الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولائک الذین ھدا ھم اللہ و اولائک ھم اولو الالباب !

الدين و السياسة

(۱)

دنیوي حکومتوں نے اگرچہ سیاست کو ظلم و جور، تمرد و طغیان، خود غرضي و هواے نفس، کذب و فریب، دسائس و حیل، اور حرص و مطامع کا مرادف بنا دیا ' لیکن درحقیقت وہ ایک روحاني صداقت ہے، جسپر دنیا کي تمام صداقتوں کي طرح ابتلاء و امتحان، ترقي و تنزل، اور ظهور و خفاء کے مختلف دور گذر چکے هیں - آغاز خلقت میں جب انسان جنگل کے تاریک گوشوں اور پہاڑوں کي اندهیري غاروں میں رهتا تها، تو سیاست بهي اوسکے تمام محاسن و فضائل کي طرح انهي تاریکیوں میں عزلت گزیں رهي - پهر جب دنیوي تمدن نے ترقي کي اور متمدن سلطنتیں قائم هوئیں، تو سیاست نے بهي اس تاریک افق سے سر نکالا ' اور سلاطین کے هواے نفس کے ساتهہ ساتهہ مدتوں تک دنیا پر جابرانہ حکومت کرتي رهي -

لیکن اوسکا یہ جابرانہ دور حکومت خدا کي مرضي کے مطابق نہ تها ' اسلیے وہ پادشاهوں کے عظیم الشان درباروں سے رخصت هوئي ' اُسنے تاج و تخت کو ٹهوکر لگایا ' اور مذهب کے داعیان الهي کے دامن میں جاکر پناہ لي -

دنیا کي تمدني تاریخ میں یہ ایک عظیم الشان انقلاب تها ' اس نے دنیا کي غیر متحرک فضا میں شعاع آفتاب کي رعشہ دار اورنگلیوں کي طرح ایک نوراني تموج پیدا کردیا ' جسکي پہلي لہر دریاے نیل سے اوٹهي ' اور پهر ریگستان عرب میں پهونچکر آب زمزم کي سطح ساکن کے اندر مل گئي !

(القرآن الحکیم)

قرآن حکیم ایک مجموعہ صداقت ہے، اسلیے اوس نے دنیا کي تمام صداقتوں کے ساتهہ سیاست کو بهي اپنے دامن میں سب سے پہلي جگہ دي، اور جو نور چند لمحوں کیلیے کوہ طور پر چمکا تها، وہ همیشہ اوسکے تاج حقیقت کا طرۂ زرنگار رها، سیاست الهي فرعون کے تاج و تخت کي ذمہ دار نہیں تهي، اوسکا کام ابو جہل و ابو سفیان کي سیادت کو محفوظ رکهنا نہ تها ' وہ دنیا میں صرف میزان عدل کے قائم کرنے کیلیے آئي تهي ' اسلیے اوس نے ایک فطري مذهب کي آغوش میں اپنے آپ کو نمایاں کیا ' کیونکہ فطرۃ فطرۃ هي ایک ایسي چیز ہے جو خود عدل و انصاف سے سر مو تجاوز نہیں کرسکتي ' اور اگر وہ اپنے مرکز سے هٹ جاے تو دنیا کا تمام قدرتي نظام دفعۃ درهم برهم هو جاے -

(المیزان)

آفتاب و ماهتاب دنیا پر ایک لا زوال طاقت کے ساتهہ حکومت کر رہے هیں ' اور اونکا دور حکومت سلاطین کي حکومت سے بہت زیادہ وسیع و طویل ہے - گهنے درختوں کا سایہ بادشاهوں کے دامن دولت سے بہت زیادہ فراخ هوتا ہے - امیر و غریب کو یکساں طور پر جگہ دینے کیلیے اوسکي آغوش هر وقت کهلي رهتي ہے - آسمان کي حکومت سب سے زیادہ قدیم اور پائدار ہے کہ وہ ازل هي سے تمام دنیا کے سر پر محیط ہے - لیکن فطرت نے ان کو بهي خود سر، مغرور، اور سرکش نہیں بنایا ' بلکہ ایک عادلانہ نظام کا پابند کردیا ہے ' اور اونهوں نے فطرۃ الهي کے آگے اپني اپني گردنیں جهکا دي هیں :

الشمس و القمر بحسبان	سورج اور چاند ایک خاص نظام کے
و النجم و الشجر یسجدان	ماتحت گردش کر رہے هیں ' درختوں
و السماء رفعها و وضع	نے بهي اپنے بلند سروں کو اوسي نظام
المیزان (۴ : ۵۵)	کے آگے جهکا دیا ہے ' یہ فطري

نظام قدیم سے ہے ' خدا نے جب آسمان کو پیدا کیا اور اوسکو بلند کیا تو اوسي وقت ایک میزان عدل بهي قائم کردیا -

انسان فطرت کا اعلیٰ ترین مظهر ہے ' اس بنا پر خدا کي ان عظیم الشان مخلوقات کي طرح وہ بهي اسي فطرتي نظام عدل کا پابند ہے ' اور اگر وہ خدا کي تمام مخلوقات میں بڑا ہے تو اسکو خدا کے نظام عدل کا بهي سب سے زیادہ پابند هونا چاهیے - چنانچہ اللہ تعالی نے آفتاب و ماهتاب کي پابندیوں کے جلوے دکها کر انسان کو بهي اسي عادلانہ قانون کي پابندي کا حکم دیا :

الا تطغوا فی المیزان	جسطرح آفتاب و ماهتاب ' درخت اور
و اقیموا الوزن بالقسط	آسمان، اپنے محور و نظام عدل سے تجاوز
و لا تخسروا المیزان	نہیں کرتے ' اُسي طرح تم بهي اس
(۸ : ۵۵)	میزان عدل کو پوري عدالت کے ساتهہ

قائم رکهو، اور اوس میں کسي قسم کي کمي بیشي نہ کرو !

(عدالت الهي)

یهي نظام عدل ہے جو سیاست مذهبي کي روح ہے - مذهب دنیا میں اسیکے پهیلانے کیلیے آیا تها ' لیکن انسان کا دست ستم همیشہ اس نظام کو درهم برهم کرتا رها ہے ' اسلیے فطرت الهي همیشہ اوسکو سزا بهي دیتي رهتي ہے ' اور سیاست کا میزان همیشہ قوت هي سے قائم رہ سکتا ہے -

فطرت کي عدالت دنیوي عدالتوں سے بالکل مختلف مگر اون سے زیادہ منصف ہے - دنیوي عدالتیں سزائیں دیتي هیں ' لیکن جرم و سزا میں کوئي مناسبت نہیں ڈهونڈهتیں - اگر ایک شخص نے چوري کي ہے تو عدالت حکم دیتي ہے کہ وہ تین برس تک ایک عمارت کے اندر قید کردیا جاے ' اگر ایک شخص نے مکر و فریب سے کسي کو دهوکا دیا ہے تو عدالت اسکے اخلاقي مرض کا یہ علاج تجویز کرتي ہے کہ روز ایک من گیہوں پیسے - مگر فطرت جرم و سزا میں همیشہ دقیق مناسبت تلاش کرتي ہے ' اور اوسي مناسبت کي بنا پر سزا دیتي ہے - مثلاً جن قوموں نے احکام الهي کي خلاف ورزي کي ' میزان عدل و قسط کو پامال کیا، اور خدا کے بندوں پر ظلم و جبر کے ساتهہ مسلط هوگئے، تو خداوند تعالی نے بهي اون پر اپني عظیم الشان مخلوقات کو مسلط کردیا '

جنہوں نے انکے سر غرور و طغیان کو چور چور ریزہ ریزہ پاش پاش کردیا :

کذبت ثمود و عاد بالقارعة
فاما ثمود فاهلكوا بالطاغية
و اما عاد فاهلكوا بريح صرصر
عاتية ، سخرها عليهم
سبع ليال و ثمنية ايام
حسوما فترى القوم فيها
صرعى كانهم اعجاز نخل
خاوية ، فهل ترى لهم
من باقية ؟ (٥ : ٦٩)

ثمود نے عاد نے ہلا دینے والی چیز
یعنے قیامت کا انکار کیا جو خدا
کی عدالت کا دن تھا پس ہم نے
دنیا ہی میں اسکا نمونہ دکھا دیا ،
ثمود کی قوم زلزلہ سے تباہ کردی
گئی ، اور عاد پر آندھی کا طوفان
آیا جو متصل سات رات اور آٹھہ
دن تک قائم رہا - وہ لوگ اوس
میں گرے ہوے کھوکھل درختوں

کی طرح نظر آتے تھے ، وہ کہ اپنی آبادیوں اور عمارتوں پر ناز کیا کرتے تھے اور ظلم و فساد کے غرور میں عذاب الہی سے غافل تھے ، آج زمین پر انکی ایک یادگار بھی نہیں دکھائی جاسکتی !

ایک مدت تک اسی نظام عدل اور اصول فطرت کی بنا پر دنیا میں قومیں بنتی بگڑتی رہیں - جب تک دنیا میں کوئی قوم یا کوئی سلطنت عدل و انصاف کے قیام کے ذریعہ خود صالح رہی ، اور اپنے ساتھہ دوسروں کی بھی اصلاح کی ، اوسوقت تک وہ ہلاکت و بربادی سے محفوظ رہی :

وما كان ربك ليهلك القرى
بظلم و اهلها مصلحون -
(٥ : ٦٩)

تمہارا پروردگار کسی آبادی کو
اوسوقت تک ہلاک نہیں کرتا
جب تک کہ وہ اصلاح کی خدمت
انجام دیتی ہے -

دنیا کی بادشاہت و سیاست صرف اصلاح کیلیے ہے - " اصلاح " اور " افساد " کی تشریح کا یہ موقعہ نہیں لیکن تم سورۂ انبیاء میں بار بار پڑھچکے ہو :

ان الارض يرثها عبادي الصلحون
(١٠٥ : ٢١)

زمین کے وارث صرف ہمارے
صالح بندے ہوے اور ہوں گے -

لیکن بر خلاف اسکے جب کسی قوم نے عدل کو ظلم سے ، اور اصلاح کو افساد سے بدل دیا ، اور خدا کے بندوں کو خدا کی غلامی سے ہٹا کر اپنا غلام بنانا چاہا تو وہ دفعۃً ہلاک کردی گئی :

الم تر كيف فعل ربك
بعاد ارم ذات العماد التي
لم يخلق مثلها في
البلاد و ثمود الذين
جابوا الصخر بالواد و فرعون
ذي الاوتاد الذين طغوا
في البلاد فاكثروا فيها
الفساد فصب عليهم ربك
سوط عذاب (٥ : ٨٩)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمہارے پروردگار
نے عاد ارم کے ساتھہ کیا سلوک کیا ،
جو ایسے قوی ، و متمدن تھے کہ دنیا
میں ویسی قوی قوم اب تک پیدا
نہیں ہوئی ؟ اور قوم ثمود جنہوں نے
اچھے رہنے کیلیے پہاڑوں کو تراشکر گھر
بنائے تھے ، اور فرعون جو اپنی شان و
شوکت خسروی کیلیے خیمہ و خرگاہ
رکھتا تھا ؟ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے

انسانی آبادیوں میں فتنہ و ظلم کا بڑا سر اوٹھایا تھا ، اور عدل و اصلاح کی جگہ اون میں فساد پھیلا رکھا تھا - پس قانون الہی نے اپنے تازیانۂ عذاب کو حرکت دی اور ان سب کو نابود کردیا -

ان آیات کریمہ نے ظلم و عدوان اور ثمود و طغیان کے نتائج ہی کی تصریح نہیں کی بلکہ اسکے سر چشمۂ اصلی کی طرف اشارہ بھی کردیا ، یعنی قوت کا صحیح استعمال جس طرح دنیا کے نظام عدل و معیار انصاف کو قائم رکھہ سکتا ہے ، اوسی طرح اوسکا غلط استعمال اس شیرازہ کو درہم و برہم بھی کردیتا ہے -

(عذاب الہی کا پہلا درز)

لیکن ہواے نفسانی قوت کا مرکز ثقل اکثر بدل دیتی ہے ، اور جب تک کوئی روحانی طاقت ان اغراض فاسدہ کی مقاومت نہیں کرتی ، قوت ہمیشہ بیراہ روی اختیار کرتی رہتی ہے - ان قوموں نے دنیا میں ظلم و عدوان کی جو آگ بھڑکا دی تھی ، اسکی وجہ صرف یہ تھی کہ انکے ضمیر کا احساس بالکل فنا ہوگیا تھا - یہ وسیع ملک رکھتے تھے ، دولت و ثروت کا ذخیرہ اونکے پاس تھا ، اور قوت جسمانی نے پہاڑوں کو اونکے لیے روئی کا تودہ بنا دیا تھا - خدا کی زمین صالح تھی - اوس نے نیکی کے بیج کیلیے اپنی آغوش کو کھول دیا تھا ، اور عدل و انصاف کا چشمہ اسکے ایک ایک مسام سے ابل سکتا تھا - اگر یہ قومیں زمین کی اصلاح پر آمادہ ہوتیں تو وہ بھی اونکو صالح قوم کا خطاب دیتی ، اور اپنے آپ کو ہمیشہ کیلیے اونکے قدموں کے نیچے ڈالدیتی ، لیکن اونھوں نے زمین کو اپنی اغراء فاسدہ کا مرغزار بنایا ، اور اوس میں گل و ریحان کے بجاے کانٹے بوے ، اسلیے جو چیزیں نیکی کے بیج کی تربیت و نشو و نما کرسکتی تھیں ، وہی اون کیلیے عذاب الہی بن گئیں - ثمود کو خود زمین ہی نے پیس دیا ، عاد کی نسل کو خود ہوا ہی اوڑا لیگئی ، اور فرعون کو خود دریاے احمر کی موجیں نگل گئیں - چنانچہ خداوند تعالی نے قران حکیم کی دوسری آیتوں میں اس اصول کو نہایت وضاحت کے ساتھہ بیان فرمایا ہے :

فاما من طغى و آثر الحيوة
الدنيا فان الجحيم هي
الماوى - واما من خاف
مقام ربه و نهى النفس
عن الهوى فان الجنة
هي الماوى (٣٧ : ٧٩)

لیکن جو شخص سرکش ہوا ، اور
دنیوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی
تو اسکا ٹھکانا صرف جہنم ہے ، لیکن
جو شخص خدا سے ڈرا ، اور اپنے دل
کو اون نفسانی خواہشوں سے روکا جو
ظلم و تمرد اور طغیان و فساد کی طرف
لیجاتی ہیں تو اوسکا ٹھکانا جنت ہے -

(عذاب الہی کا دوسرا درز)

لیکن دنیا کی ترقی کے ساتھہ قوانین فطرت نے بھی ترقی کی ہے اور اس ترقی کی حرکت نہایت عجیب و غریب ہے - دنیا کی ہر چیز ترقی کرتی ہے تو بڑھتی ہے ، ابھرتی ہے ، پھیلتی ہے ، لیکن قوانین فطرت کی نشو و نما بالکل اسکے بر عکس ہوئی - اونھوں نے ترقی کی تو سکڑنا شروع کیا ، اور سمٹ کر انسان کے گرد جمع ہوگئے - وہ پہلے خاک کے ذرات میں ملے ہوتے تھے ، ہوا کے اجزا میں بکھرے ہوتے تھے ، پانی کی موجوں کے ساتھہ تیرتے پھرتے تھے ، اسلیے جب کوئی قوم نظام عدل کی خلاف ورزی کرتی تھی ، تو خاک کے تودوں ، ہوا کے جھونکوں ، اور دریا کی لہروں کے اندر ہیجان پیدا ہوتا تھا ، اور وہ زمین کی زلزلہ انگیز حرکت ، ہوا کے قیامت خیز تموج ، اور سمندر کی طوفانی لہروں کی صورت میں نمود کرکے پیس ڈالتے تھے ، اوڑا لیجاتے تھے ، بہا کر ساحل عدم تک پہونچا دیتے تھے - لیکن اب اونھوں نے صرف انسان ہی کے دل و دماغ کو اپنا نشیمن بنایا کہ وہ تمام مظاہر فطرت کا مجموعہ تھا ، پس اب اون تمام ذمہ داریوں اور اون تمام فرائض کا بوجھہ صرف انسان ہی کے سر پر آگیا ، جس کو آسمان و زمین نے گھبرا کر اپنے کندھے سے پھینک دیا تھا :

انا عرضنا الامانة على
السموات والارض والجبال
فابين ان يحملنها
واشفقن منها و حملها
الانسان انه كان ظلوما
جهولا (٧٢ : ٣٣)

ہم نے اپنی امانت کو آسمان ، زمین
اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا ، لیکن
سب نے اسکے اوٹھانے سے انکار کیا ، اور
اوس سے ڈر گئے - لیکن انسان آگے بڑھا
اور اس بوجھہ کو اٹھا لیا - بلا شبہ ایسا
کرکے اس نے اپنے اوپر ظلم کیا اور
بڑی ہی نادانستگی کی -

انبیاء کرام کا ظہور اسی ترقی کی مکمل صورت تھی ، لیکن اغراض فطرت سے انسانی قوت نے جو بے راہ روی اختیار کی تھی ، اب وہ اپنے

انتهائي درجه تک پهونچ چکي تهي' اور انبياء عليهم السلام نے زباني وعظ و نصائح اور هدايت و ارشاد کا جو طريقه اختيار کر رکها تها' وه دنيا کيليے کافي نه تها - اب دنيا قوت کے نشه ميں بالکل چور چور هوگئي تهي ' اور ايسي حالت ميں اوسکا مقابله صرف قوت هي سے کيا جاسکتا تها - انسان پر فطرت نے جو ذمه داريان عايد کردي تهيں ' تمدن کي ترقي اور جذبات و عواطف کي رقت و لطافت نے اونکے احساس کو اور بهي سريع الاشتعال بنادیا تها ' اسليے قلب کي يه حرکت هاتهه پاؤں ميں بهي جنبش پيدا کرنا چاهتي تهي ' اور انسان زبان کے ساتهه هاتهه سے بهي کام لينا چاهتا تها -

(دعـــوة موسوي)

اس آتشکده کي آگ سب سے پہلے مصر کي سر زمين ميں بهڑکي' جسکو فراعنه نے ظلم و عدوان اور تمرد و طغيان کا جولان گاه بنا ديا تها' جهاں ايک قوم کے ساتهه اسر و غلامي کي حالت ميں جانوروں کي طرح سلوک کيا جاتا تها' غلامي کي لعنت کي زنجيريں اسکے پانوں ميں تهيں' اور انساني حکومت کي پرستش کا داغ پيشاني پر' يه ظالمانه طرز عمل صرف فرعون کے قصر شاهي تک هي محدود نه تها' بلکه اوسکا نظاره هر گلي کوچے ميں نظر آتا تها - حاکم قوم اپني قومي حکومت کے گهمنڈ ميں بني اسرائيل کے هر فرد کو اپنا زر خريد غلام سمجهتي تهي' اور اسکو يقين تها که سر زمين کنعان کا يه مهجور گله صرف اسي ليے هميں ديا گيا هے تاکه چار پايوں کي طرح همارے آگے جهکے ' اور کتے کي طرح هماري جوتيوں کي گرد چاٹے - پس خدا تعالى کے ايک اولعزم ' صاحب قوت و نفوذ ' اور ذکي الحس بندے نے راه جور و ستم کا يه درد انگيز نظاره ديکها ' اور ايک مظلوم اسرائيلي شخص کي اچانک فرياد ' اور غيرت قومي کے فوري احساس نے اوسکے جذبات رقيقه کے بڑقي خزانے ميں آگ لگا دي :

و دخل المدينة علـــى حين غفلة من اهلهـــا فوجد فيها رجلين يقتتلن هذا من شيعته و هذا من عـــدوه فاستغـــاثه الذي من شيعته على الذي من عدوه فوكزه موسى فقضى عليـــه قال هـــذا من عمـــل الشيطان انه عدو مضل مبين (١٤ : ٢٨)

اور ايک ايسي حالت ميں جب که تمام شهر غافل تها' موسى شهر ميں آے ' اور دو آدميوں کو ديکها که لڑ رهے هيں' اون ميں ايک موسى کي قوم کا تها' دوسرا اوسکے دشمـــن کے گـــروه کا - موسى کو ديکهکر اوسکي قوم کے آدمي نے اپنے دشمن کے مقابله ميں مدد مانگي - موسى نے اوسکي مدد کي - اوسکے دشمن کو ايک گهونسا مارا اور وه مرگيا - موسى نے اپنے دل ميں کها که يه تو ايک شيطاني کام هوگيا' بے شک شيطان انسان کا دشمن اور گمراه کن هے -

لهکر بعد اگرچه فرعون کے غلبه اور جبر و استبداد کے خوف سے موسى عليه السلام گهبرا گئے ' ليکن قومي حميت کي آگ دل ميں برابر سلگتي رهي - سوء اتفاق سے دوسرے دن پهر يهي ناگوار موقعه پيش آگيا :

فاصبح في المدينـــة خائفا يترقب فاذا الذي استنصـــره بالامـــس يستصرخه قال له موسى انك لغوي مبين - فلما اراد ان يبطش بالذي هو عدو لهما قال يموسى اتقتلني كما قتلت نفسا بالامس ان تريد الا ان تكون جبارا في الارض و ما تريد ان تكون من المصلحيـــن (١٧ : ٢٨)

اب موسى شهر ميں خوف زده هوکر چهپنے لگے' اتفاق سے پهر وهي پهلا سا موقع پيش آگيا - اور جس شخص نے کل اون سے مدد طلب کي تهي ' اوس نے آج پهر اون سے فرياد کي - موسى نے کها تو تو بڑا گمراه آدمي هے - پهر جب موسى نے اوس قبطي پر حمله کرنا چاها جو اون کا دشمن تها' تو اوس نے کها : کيوں موسى ! جسطرح تم نے کل ايک آدمي کو مار ڈالا هے - کيا آج اوسيطرح مجهے بهي قتل کرنا چاهتے هو؟ تم زمين ميں ظالم بنکر رهنا چاهتے هو امن دوست بننا تمهيں پسند نهيں ؟

(هجـــرت)

اب تمام شهر ميں اس واقعه کي شهرت هوگئي ' اور حضرت موسى عليه السلام کے سامنے جلا وطني کا وه مقدس مرحله پيش آگيا' جو هر حقاني جد و جهد کي پهلي منزل هے :

و جاء رجل مـــن اقصا المدينة يسعى قال يموسى ان الملاء يا تمرون بـــك ليقتلـــوك فاخرج انـــي لك من الناصحين - فخرج منها خائفا يترقب - قال رب نجني من القـــوم الظلميـــن (١٩ : ٢٨)

شهر کے کنارے سے ايک آدمي دوڑتا هوا آيا اور کها که اے موسى ! ارکان سلطنت تمهارے قتل کے بارے ميں مشوره کر رهے هيں - اب تم يهاں سے نکل جاؤ' ميں تمهيں خير خواهانه مشوره ديتا هوں - موسى شهر سے خوف زده هوکر خفيه طور پر نکلے' اور خدا کي جناب ميں دعا مانگي که : خداوندا ! مجهکو ظالموں کے پنجه سے نجات دے !

(حريت کا بيروني مرکز)

مصر سے نکل کر اونکو خدا کے اوس صالح بندے کي باريابي کا شرف حاصل هوا جو مصر کي غلامانه اور مستبدانه آبادي کي جگه آزادي کي آب و هوا ميں آزادانه زندگي بسر کررها تها' اور حضرة موسى کي دعوة حريت کيليے يه دوسري منزل تهي که ايک آزاد و خود مختار سر زمين ميں رهکر آنے والے وقت کيليے طيار هوں :

فلما جاء و قص عليـــه القصص قال لا تخـــف نجوت من القوم الظلمين (٢٥ : ٢٨)

جب حضرت موسى عليه السلام حضرت شعيب کے پاس مدين ميں آے ' اور اون سے اپنے واقعات بيان کيے ' تو اونهوں نے اونکي حوصله افزائي کي' اور کها مت ڈرو' تم نے ظالم قوم کے پنجه سے نجات حاصل کرلي -

(تکميل و اعلان)

مذهبي حيثيت سے يه پهلا قدم تها جو سياست کي طرف بڑهايا گيا تها - ليکن قومي حميت کي جو آگ حضرت موسى عليه السلام کے دل ميں سلگ رهي تهي' اس کيليے اس سے بهي زياده حرارت درکار تهي - چنانچه جب فرعون کے تخت و تاج کے اولٹنے کا وقت آگيا تو آتشکده طور نے اپني حرارت کو اونکي دل کے کانوں مقدس کے اندر مشتعل کردیا :

فلما قضى موسى الاجل و سار باهلـــه آنـــس من جانب الطور نارا قال لاهلـــه امكثوا اني آنست نارا لعلى آتيكم منها بخبر او جذوة من النار لعلكم تصطلون - فلما اتاها نودى من شاطي الواد الايمن في البقعة المباركة من الشجرة ان يموسى اني انا الله رب العالمين (٢٩ : ٢٨)

جب موسى نے شعيب کي خدمت ميں اپنے درس و فکر کے دن پورے کرليے اور اپنے اهل و عيال کو ليکر وهاں سے چلے' تو طور کے دامن ميں ايک آگ نـــظـــر آئـــي - اونـــهوں نے اپني بيوي سے کهـــا : تم لوگ ٹهرو' ميں اوس آگ کا پته لگاؤں ' يا آگ کا کوئي انگارا ساتهه لے آؤں تاکه تمهارے تاپنے کے کام آے - ليکن جب وه اوس آگ کے پاس پهونچے تو وادي ايمن کے کنارے سے ايک ربانی صدا آئي : اے موسى يه آگ نهيں هے جسکے ليے تم دوڑے هو' بلکه ميں هوں تمام دنيا کا پالنے والا !!

خدا تعالی کو دنیا کے ایک سب سے بڑے سرکش اور مستبد بادشاہ، اور سب سے بڑی ظالم حکمراں قوم کو ہلاک کرنا منظور تھا، اسلیے وہ خود ہی دنیا میں اوترا ایسا جیسا کہ وہ ہمیشہ اپنی جلال و قہاریت کی فضا میں اترتا رہا ہے، اور حضرت موسی علیہ السلام کے وجود مطہر کے اندر سے اس نے اپنی پاک حریت اور انسانیۃ کی مدنی آزادی کے ظہور کا اعلان کردیا۔ لیکن ابھی حضرت موسی اس راہ کے پہلے مرحلہ میں تھے، اور اقتضاے بشریت سے انکے دل میں خوف و ہراس باقی تھا - وہ جب اپنی تنہائی اور فرعونیوں کی کثرت و قوت کا مقابلہ کرتے تھے تو قدرتی طور پر انکے اندر ہراس پیدا ہوجاتا تھا۔ پس قوۃ مربیۂ الہی نے سب سے پہلے انکے قلب کو مختلف طریقوں سے عزم و ثبات کا کامل جوہر بخشا، اور دنیا کو یہ طاقت صرف انسانوں کی قلت و کثرت ہی میں مخفی نہیں ہے، حق اور ربانی نصرت کی روح سے معمور ہوکر ایک تنہا انسان لاکھوں انسانوں پر غالب آسکتا ہے - چنانچہ سب سے پہلے انہیں حکم دیا :

و ان الق عصاک، فلما	اے موسی اپنی لاٹھی پھینک دو!
راھا تھتز کانھا جان ولی	جب موسی نے اپنی لاٹھی کو دیکھا تو
مدبرا و لم یعقب۔ یموسی	وہ سانپ کی طرح حرکت کررہی تھی،
اقبل ولا تخف انک	وہ ڈرے اور پیٹھ پھیر کر بھاگے - خدا
من الامنین (٣١ : ٢٨)	نے کہا اے موسی! تم پیچھے ہٹنے کیلیے پیدا نہیں کیے گئے ہو۔ تمھارا کام صرف آگے بڑھنا ہے - آگے بڑھو، کیونکہ وہیں آگے ہی بڑھانے کیلیے یہ سب کچھ کیا گیا ہے، خوف نکرو، تم ہمیشہ امن میں رہوگے -

موسی علیہ السلام کے ہاتھ نے اب تک اگرچہ تلوار کا قبضہ نہیں پکڑا تھا، لیکن خدا نے انکو دکھا دیا کہ جو ہاتھ حق کی حمایت میں اوٹھتا ہے، اسکے پاس کوئی کی تلوار نہو لیکن وہ خود اپنی انگلیوں کے اندر ہی تلوار کی چمک رکھتا ہے :

اسلک یدک فی جیبک	اپنے گریبان میں ہاتھ ڈالو، وہ اوسکے
تخرج بیضاء من غیر سوء	اندر سے چمکتا ہوا نکلیگا - اور اس
اضم الیک جناحک	سے تمھیں کچھ نقصان نہ پہنچیگا -
من الرھب فذنک برھانن	اپنے بازو کو سمیٹ لو، تمھارے خدا
من ربک الی فرعون و ملائہ	کی طرف سے فرعون اور اسکی قوم کیلیے
انھم کانوا قوما فاسقین	یہ دو نشانیاں ہیں، یہ وہ لوگ تھے
(٣٣ : ٢٨)	جنھوں نے عدالت الہی کے قانون کو توڑ دیا تھا اور اللہ کی اطاعت سے باہر ہوگئے تھے -

حضرت موسی علیہ السلام اب اگرچہ ان معجزانہ آلات حرب سے مسلح ہوگئے، لیکن سیاسی میدان میں تلوار کی چمک اور توپوں کی گرج سے زیادہ دل کی قوت اور زبان کی طاقت و روانی کام آتی ہے، اسلیے اونھوں نے اپنی کمزوریوں کا عذر کیا :

قال رب انی قتلت منھم	الہی! اونکی قوم کے ایک آدمی کو
نفسا فاخاف ان یقتلون	میں نے مار ڈالا ہے - ایسا نہ ہو کہ وہ
و اخی ھرون ھو افصح	اوسکے عوض میں مجھے قتل کردیں،
منی لسانا فارسلہ معی	میرا بھائی ہارون مجھ سے زیادہ فصیح
ردا یصدقنی انی	و مقرر ہے، اوسکو میرا حامی بنا کر
اخاف ان یکذبون	میرے ساتھ کردے کہ وہ میری تصدیق
(٣٣ : ٢٨)	کرے، ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ مجھے جھٹلائیں -

خدا نے اونکی تمام دعائیں قبول کیں اور حضرۃ ہارون علیہ السلام کی مدد سے اونکے دست و بازو کو قوی تر کردیا :

قال سنشد عضدک	خدا نے کہا: ہم تیرے بھائی کے ذریعہ
باخیک و نجعل لکما	تیرے دست و بازو کو قوی کردینگے
سلطانا فلا یصلون الیکما	اور تم دونوں کو اپنے معجزات قاہرہ کی
بایتنا انتما و من اتبعکما	برکت سے ایسا غلبہ عطا کرینگے کہ وہ
الغلبون (٣٥ : ٢٨)	لوگ تمھارے پاس پھٹک بھی نہ سکینگے - صرف تم اور تمھارے ساتھیوں ہی کو غلبہ حاصل ہوگا -

(حضرت موسی کا مطالبہ)

خدا تعالی نے ان معجزات قاہرہ اور ان بشارات عظیمہ کے ساتھ حضرت موسی علیہ السلام کو فرعون کے پاس بھیجا - فرعون مشرک بھی تھا، مے نوش بھی تھا، بدکار بھی تھا، فاسق بھی تھا، فاجر بھی تھا - غرض وہ سب کچھ تھا جو دنیا کا ایک سیاہ کار اور شریر و ظالم انسان ہوسکتا ہے -

لیکن اب غور کرو کہ تفسیر قران کا کیسا اہم مقام تمھارے سامنے ہے، اور افسوس کہ تم نے قران کا حق فہم کبھی بھی ادا نہ کیا - حضرت موسی علیہ السلام ایک پیغمبر حق تھے - توحید الہی، رد شرک و اصنام پرستی، تزکیہ نفس و اخلاق، درس کتاب و حکمت، انکے فرائض نبوت کے حقیقی ارکان ہیں - انکا مخاطب ایک مشرک و فاجر پادشاہ اور ایک مشرک و فاجر حکمراں قوم تھی - اگر "سیاست" اور "دین" دو الگ الگ چیزیں ہیں جیسا کہ نادانی اور جہل کے ابلیس نے تمھیں سمجھایا ہے، اور اگر ایک قوم کو غلامی سے نجات دلانا ایک غیر دینی عمل ہے جیسا کہ بد بختانہ تم سمجھتے آئے ہو، تو اب ضرور تھا کہ حضرۃ موسی کی دعوت و تبلیغ بھی اس چیز سے بالکل الگ رہتی جسکا نام تم نے "سیاست" رکھا ہے - وہ آئے اور فرعون سے سب کچھ چاہتے، مگر وہ نہ چاہتے جو نہ تو دین ہے اور نہ پیغمبرانہ دعوۃ کا کوئی جزو حقیقی، مگر قران حکیم تمھارے سامنے موجود ہے - خدا نے فرعون کو نہ تو توحید کی دعوت دی، نہ اوسکی شراب کی بوتلیں توڑ ڈالیں، نہ اوسکی سیہ کاریوں کا جائزہ لیا، بلکہ حضرت موسی علیہ السلام کو اس دعوت کا صرف ایک ہی مقصد بتاکر رخصت کیا :

اذھب الی فرعون انہ	فرعون کے پاس جاؤ کیونکہ وہ بڑا سرکش
طغی (٢٥ : ٢٠)	اور ظالم ہوگیا ہے -

حضرت موسی علیہ السلام اوسکے پاس آئے، اور اونھوں نے بجز اسکے اور کچھ نہ کہا کہ :

ان ادوا الی عباد اللہ	خدا کے بندوں یعنے قوم بنی اسرائیل کو
انی لکم رسول امین	میرے واپس دیدو جسے تم نے اپنا محکوم
(١٧ : ٤٤)	بنا رکھا ہے - میں تمھارے پاس ایک امانت دار رسول بنکر آیا ہوں -

تم نے غور کیا یعنی حضرۃ موسی نے فرعون کے آگے اپنی تبلیغ کا مقصد یہ نہیں کہا کہ فسق و فجور چھوڑ دو، گناہ اور شرارت سے باز آجاؤ، نیک زندگی اختیار کرو، پاک طریقوں پر عمل کرو، بلکہ اولیں مطالبہ یہ کیا کہ خدا کے جن بندوں کے پاؤں میں تو نے اپنی محکومی اور غلامی کی زنجیریں ڈالدی ہیں، انہیں چھوڑ دے اور میرے واپس دیدے - خدا نے میرے اس قوم کا امین بنایا ہے - اسکے بندوں کو میں آزادی دلاؤنگا - محکومی کی جگہ ایک حکمراں قوم بناؤنگا - خدا کے بندے خدا کی امانت ہیں - تو ظالم و مستبد ہے - اسلیے تو اس امانت کا مستحق نہیں - یہ شرف اللہ نے میرے عطا فرمایا ہے کہ میں اس امانت کو ٹھیک ٹھیک اپنے پاس رکھونگا!

یہ مطالبہ اگرچہ نہایت مختصر الفاظ میں کیا گیا، لیکن درحقیقت وہ سیاست کی روح، سیاست کا مغز، اور سیاست کی حقیقی تفسیر تھا - پہلے تو حضرت موسی علیہ السلام نے اپنا مطالبہ "ادوا" کے لفظ سے کیا "ادوا" کا اصل "الداۃ" ہے اور

اسکے معني هيں " دفع الحق " کے ' يعني کسي ايسي چيز کو ديدينا جو لينے والے کا حق تها ' تم نے اپنے پاس سے اسے نهيں ديا - يهي وجه هے که اداء خراج' اداء جزيه ' اداء امانت ' عربي ميں بکثرت آتا هے - خراج اور جزيه حکومت کا حق هے - امانت ' امانت رکهنے والے کي چيز هے - اسے واپس دينا ' اسکے حق کو ادا کرنا هے - پس حضرة موسي نے " ادوا " فرمايا يعني ايک ايسي چيز مانگي جو فرعون کي ملکيت نه تهي ' حضرة موسي کا حق تها - اس سے ثابت هوتا هے که رعايا کسي قوم کے ظلم و ستم کا تختهٔ مشق نهيں بنائي گئي هے ' اگر خدا نے کسي گروه کو کسي شخص کے هاتهه ميں ديديا هے تو اوسکا يه مقصد نهيں هے که وه اوس سے آله بے جان کي طرح کام لے اور اپنا غلام بنالے ' اگر ايک قوم کسي ضعيف فرقه کي قسمت کي مالک هوگئي هے ' تو وه اوسکو اپنے اغراض ذاتي و قومي کا ذريعه نهيں بنا سکتي - رعايا صرف ايک امانت الهي هے ' اور جب کوئي قوم اس امانت ميں خيانت کرتي هے تو خدا اوسکو واپس ليکر اپنے دوسرے امانت دار بندوں کے حوالے کر ديتا هے -

پهر اونهوں نے بنو اسرائيل کو " عباد الله " کے لفظ سے تعبير کيا ' جس ميں يه اشاره تها که رعايا باد شاهوں کي محکوم هوکر اونکي غلام نهيں بن جاتي ' بلکه اوسکے گلے ميں غلامي کا صرف ايک هي حلقه ڈالا گيا هے ' اور وه حلقه صرف خدا کي عبوديت کا هے - وه " عباد الله " هيں - " عباد السلاطين " نهيں هيں - انکو خدا کي بندگي کيليے پيدا کيا گيا هے - انسانوں کے تخت غرور کے آگے جهکنے کيليے نهيں بنايا گيا - پهر اونهوں نے اپنا تعارف " رسول امين " کے لقب سے کرايا ' جس سے يه ظاهر کرنا مقصود تها که فرعون نے امانت الهي ميں خيانت کي ' اسليے خدا اب اپني امانت کو ايک دوسرے امين بندے کے سپرد کرنا چاهتا هے -

خدا نے اپنے صالح بندوں کو جهاں کهيں تاج و تخت کي بشارت عظيمه دي هے ' اوس سے حکومت کرنے کي صلاحيت هي مراد هے' اور دنيا کي جس سلطنت نے سياست کے اس اصول زريں کو پامال کرديا ' وه دفعتاً برباد هوگئي - دنيا کے جبابره ميں فرعون نے سب سے زياده بيدردي کے ساتهه اس اصول کو پامال کيا تها ' وه بنو اسرائيل کو نه صرف غلام بلکه اپني جائداد غير منقوله سمجهتا تها ' اور اونکے واپس کرنے پر کسي طرح راضي نهيں هوتا تها ' اسليے حضرة موسي نے جبراً اونکو چهين لينا چاها که جبر کا علاج صرف جبر هي سے هوسکتا هے - خدا تعالي نے حکم ديا :

فاسر بعبادي ليلا انکم　　ميرے بندوں کو ليکر راتوں رات نکل
متبعون (۴۴ : ۲۲)　　جاؤ ' تمهارا تعاقب کيا جائيگا -

(عذاب الهي کا ظهور)

حضرت موسي عليه السلام اس امانت الهي کو ليکر نکلے تو حسب اطلاع الهي فرعون نے ايک عظيم الشان لشکر کے ساتهه اونکا تعاقب کيا - اب اگرچه اس قسم کے سرکشوں کي سزا کيليے خدا نے خود انسان هي کو مسلط کرديا تها ' اور دوسري فطري مخلوقات نے اپنا يه منصب انسان هي کو ديديا تها ' تاهم فرعون کي هلاکت و بربادي ميں سب نے کچهه نه کچهه حصه ليا - دريائے احمر کي موجيں اونکو نگل گئيں ' خوش فضا باغوں نے اونکا ساتهه چهوڑديا ' زمين سے اوبلنے والے چشمے اون سے عليحده هوگئے ' لهلهاتي هوئي کهيتياں اُن سے روٹهه گئيں ' اور آسمان و زمين تک کو اُن پر رحم نه آيا :

و اترک البحر رهوا انهم　　هم نے موسي کو حکم ديا که دريا کو
جند مغرقون - کم ترکوا　　ساکن چهوڑدو اور نکل بها گو - فرعون
من جنت و عيون　　اپنے لشکر سميت اوسميں ڈوب جائيگا '
و زروع و مقام کريم　　چنانچه حکم الهي پورا هوا ' اور وه سب
و نعمة کانوا فيها فکهين　　کے سب دريا کي لهروں ميں نابود

کذلک و ورثنها قوما　　هوگئے - پهر ديکهو که يه کون لوگ تهے ؟
آخرين ' فما بکت عليهم　　انکي کيسي شان و شوکت تهي ؟ کيسا
السماء و الارض و ما کانوا　　جاه و جلال تها ؟ کيسا کهمنڈ اور کيسي
منظرين (۴۴ : ۲۳)　　شرارتوں سے بهري هوئي صدائيں تهيں ؟

ليکن بالآخر خدا کے عذاب سے کوئي طاقت انهيں نه بچاسکي - کسقدر سر سبز باغ ' کيسي کيسي دلفريب نهريں ' شاداب و پر ثمر زراعت گاهيں ' عاليشان و پر تکلف عمارتيں ' عيش و نشاط کي نعمتيں ' غرضکه وه سب کچهه جو دنيوي جاه و جلال ميں سے انکے پاس تها اور جنکے اندر وه بيفکري کے مزے اوڑا رهے تهے ' اپنے بعد چهوڑ گئے ' اور هم نے دوسري قوموں کو انکا وارث بنايا جو ان پر قابض هوگئيں' اور باوجود اس درد انگيز انقلاب کے نه تو آسمان هي انپر رويا اور نه زمين هي نے آنسو بهائے ' اور نه اونکو اپني حالت کے اصلاح کي مهلت ديگئي - کيونکه مهلت پوري هوگئي تهي' اور آسمان و زمين کا خداوند جب ناراض هو جاے تو پهر تمام کائنات هستي ميں کون هے جو ان بدبختوں سے راضي هوسکتا هے ؟

(سياست حقه کا آخري ظهور)

قوت اگرچه سياست کا جزو لازمي هے ' ليکن اوس ميں رحم و تلطف اور رفق و ملاطفت کي بهي آميزش کي جا سکتي هے ' چنانچه حضرت موسي عليه السلام کو خدا نے جب فرعون کے پاس بهيجا ' تو سب سے پهلے اسي پيغمبرانه اخلاق کے اظهار کي تلقين کي :

اذهبا الي فرعون انه　　اے موسي تم اور هارون فرعون کے
طغي فقولا له قولا　　پاس جاؤ کيونکه وه سرکش هوگيا هے '
لينا لعله يتذکر　　با اينهمه اوسکے ساتهه نرمي سے
او يخشي (۴۶ : ۲۰)　　گفتگو کرنا - شايد وه عبرت حاصل
کرے ' يا اوسکے دل ميں خوف خدا پيدا هو جاے -

(اخلاق اور سياست)

ليکن فرعون کے جبر و استبداد ' غرور و عناد' اور حکومت ابليسي کے گهمنڈ نے اوسکو حضرت موسي عليه السلام کے دريائے لطف کے ايک قطرے سے بهي تشنه لب رکها' اور دريائے احمر کي لهروں ميں اونکي معجزانه قوت نے نهايت عبرت ناک طور پر بحر عدم کے ساحل تک پهونچا ديا - تاهم الهي سياست فطرتاً رحم کے ساتهه هم آغوش رهنا چاهتي تهي - فرعون کو اوسکے تمرد نے اگرچه اس تلطف آميز سياست سے فائده اوٹهانے کا موقع نهيں ديا ' ليکن جب دنيا کے ساتهه تمدن نے اور زياده ترقي کي' تو اخلاق و سياست کي تصويريں ايک مرقع ميں نظر آگئيں - اسلام اسي اخلاق و سياست کا مجموعه هے -

ليکن هر اجتماع و ترکيب سے پهلے اسکے متفرق اجزاء کا الگ الگ هونا ضروري هے ' اور هر اعتدال کيليے افراط و تفريط کا وجود لازمي هے' سياست کا ايک جزو يعني قوت کو تو حضرت موسي عليه السلام نے پيدا کرديا تها ' اور اوس کي آخري نمايش دريائے احمر ميں هوچکي تهي - ليکن دوسرا جزو يعني اخلاق اب تک معدوم تها - حضرت عيسي عليه السلام نے اوسکو بهي پيدا کرديا ' اور اوسکے حريف يعني سياست و قوت کي رگ گردن کاٹ ڈالي - يهود تهوس پتهر کي طرح سخت تهے' ليکن حضرة مسيح نے اپنے معجزانه آتش بيانيوں سے اونکو اس قدر گداز کرديا که وه ايک سيال مادّه بن گئے ' جو هر قوت کے سامنے جهک جاتا تها ' لچک جاتا تها ' دب جاتا تها !

اگر کوئي شخص اونکے گال پر ايک طمانچه مارتا تها تو انهوں نے کها که وه اپنا دوسرا گال بهي اوسکے سامنے پيش کرديںگے ' اگر کوئي شخص ايک ميل اون کو بيگار ليجانا چاهتا تها تو وه دو ميل تک اوسکا بوجهه پهونچاديتے تهے - اظهار قوت کا سب سے بڑا ذريعه حکومت هے ' ليکن اونهوں نے دنيوي حکومت کيليے کچهه نه چاها ' اور صرف خدا کے غريب بندوں هي کو آسماني حکومت کي بشارت دي - قوت

کي نمائش کيليے جنگ ناگزير هے ' ليکن اونهوں نے کہا کہ اپنے دشمنوں کو بهي پيار کرو - غرض حضرت موسى عليه السلام کے زمانے ميں قوت جس درجه افراط تک پہونچ گئي تهي ' ٹهيک اوسي کے مقابل حضرة مسيح نے اوسکو درجه تفريط تک پہونچا ديا - اگرچه اپنے اپنے وقتوں ميں دونوں چيزيں صحيح اور عين اعتدال تهيں -

(امة وسطا)

اس بنا پر اعتدال کلي و دائمي کيليے جس قسم کے الگ الگ افراط و تفريط کي ضرورت تهي ' اب وہ پوري هو گئي ' اور قوانين ارتقاء جس جامع و مکمل مذهب کو ڈهونڈه رهے تهے ' اوسکے ظهور کا وقت آگيا - پس زبان الٰهي نے اوس معتدل امت کے پيدا هونے کي بشارت دنيا کو سنا دي :

وکذالک جعلناکم امة	اسي طرح هم نے تمکو ايک عدل و
وسطا لتکونوا شهداء على	توسط کي قوم بنايا ' تاکه تمکو
الناس و يکون الرسول	دنيا کيليے نمونه بنو ' اور پيغمبر
عليکم شهيدا (۱۳۷ : ۲)	تمهارے ليے نمونه هو -

داعي مذهب اسلام نے اس " امة وسطا " کيليے اپنا اعلى نمونه قائم کرديا - حضرت موسى عليه السلام کو چونکه ايک سخت طاقتور بادشاه اور سخت جابر قوم کا مقابله کرنا تها ' اسليے خدا نے اونکو فطرتاً پر جلال بنايا تها - اسي بنا پر فرعون کے سامنے نرم کلامي کي تلقين کرنا پڑي ' ليکن پيغمبر اسلام خود هي فطرتاً رحم و شفقت ' نرم و رافت ' عفو و درگذر کا خلق عظيم تها :

فبما رحمة من الله لنت لهم	يه الله کي رحمت هے کہ تم اونکے ليے
و لو کنت فظا غليظ القلب	فطرتاً نرم خو پيدا کيے گئے ' اور
لا نفضوا من حولک	اگر تم سخت و سنگدل هوتے تو
(۱۵۳ : ۳)	لوگ تمهارے گرد جمع هي نه هوتے
	اور بهاگ جاتے -

حضرت موسي عليه السلام سے اپني قوم کي ذلت برداشت نه هوسکي ' اور وہ چند دنوں کے بعد اسکو ليکر چلے گئے - ليکن پيغمبر اسلام نے کامل ۱۳ برس تک اپني قوم کي هدايت ياب هونے کا انتظار کيا ' طرح طرح کي تکليفيں برداشت کيں ' اور اپنے متبعين کو مختلف قسم کے جسماني مصائب ميں مبتلا ديکها ' با اينهمه خدا نے اونکو صبر و سکون کا اعلى ترين معيار بتلاديا تها :

و اصبر نفسک مع الذين	اونلوگوں کے ساتهه رهکر صبر کرو جو
يدعون ربهم بالغدوة	صبح و شام اپنے خدا کي پکار ميں
و العشي يريدون وجهه	سرگرم رهتے هيں ' اور صرف خدا کي
و لا تعد عينک عنهم	مرضي تلاش کرتے هيں ' اپني نگاه
(۲۷ : ۱۸)	اون سے نه پهيرو -

کفر زار مکه کي ايک ايک کنکري اگرچه اوسکے متبعين کو ٹهوکر لگانا چاهتے تهي ' ليکن اون لوگوں نے داعي اسلام کے اسوۂ حسنه کي اس عديم النظير طاقت کے ساتهه تقليد کي کہ ايک تنکے کو بهي نگاه کرم سے نه ديکها ' بلکه بعض موقعوں پر تو وہ کيا کہ اخلاق مسيحي اسکے آگے هيچ هے :

و عباد الرحمن الذين	اور خدا کے وہ بندے جو زمين پر
يمشون على الارض هونا	آهسته آهسته چلتے هيں - اور جب جہلاء
و اذا خاطبهم الجهلون	اونکو نامعقول طريقے سے مخاطب کرتے
قالوا سلاما (۶۳ : ۲۵)	هيں تو وہ کہتے هيں کہ تم سلامت رهو -
	همين اپني راہ چلنے دو !

ليکن اسي ضعف ميں اونکي قوت کا راز بهي چهپا هوا تها - دنيا ميں ايک هي اصول متضاد نتائج پيدا کرتا هے - کبهي تو قوت دبکر بالکل فنا هوجاتي هے ' اور کبهي وہ جسقدر دبائي جاتي هے اوسيقدر ابهرتي بهي هے ' اور آهسته آهسته اپنے بکهرے هوے اجزاء کو جمع کرليتي هے - پاني کي سوتيں بعض اوقات تو خاک پتهر کے اندر دب کر بالکل خشک هوجاتي هيں ' ليکن کبهي اندر هي اندر منافذ پيدا کرکے زمين کے اندروني حصے ميں اپنا جال پهيلا ديتي هيں ' اور ايک دن چشمه کي صورت ميں ابل پڑتي هيں - يه کوئي تعجب انگيز بات نهيں - قوت کي مرت اور اوسکي زندگي در حقيقت تربيت هي پر موقوف هے - حضرت عيسى عليه السلام چونکه يهود کي شقاوت کو توڑنا چاهتے تهے اسليے اونهوں نے اپنا ايک خاص مظلومانه نمونه قائم کيا ' ليکن پيغمبر اسلام مسلمانوں کو ايک طاقتور قوم و عزيز ترين هستي بنانا چاهتا تها - وہ آسمان کي پادشاهت غريبوں اور مسکينوں کو نهيں ديتا تها بلکه دنيا کي پادشاهت کي بشارت سے مسکينوں کو صاحب تاج و تخت بنانے والا تها ' اسليے اسنے ابتدا هي سے اون کو عزم و استقلال کي تعليم دي - اور ايک بلند تر مطمح نظر کيليے تيار کيا - چنانچه اوس مظلومي کے زمانے ميں جب کہ ارض مکه کي ايک ايک کنکري مسلمانوں کو ٹهوکر لگاتي تهي اور دنيوي عيش و نعم کے تمام دروازے آنپر بند هوگئے تهے ' آس نے خدا کي نصرت سے معمور هوکر بشارت دي کہ آج ظلم و جبر کے پتهروں کو اٹها لو ' کل کو تمام دنيا تمهارا بوجهه اوٹهائيگي :

شکونا الى رسول الله	صحابه کہتے هيں کہ هم نے آنحضرت
صلى الله عليه و سلم	سے اپنے مصائب کي شکايت کي ' اور
قلنا له الا تستنصر لنا الا	کہا کہ آپ همارے ليے خدا سے مدد
تدعو الله لنا ؟ قال کان	نهيں مانگتے اور اوسکي درگاہ ميں دعا
الرجل فيمن قبلکم يحفر	نهيں کرتے ؟ آپ نے فرمايا کہ گذشته
له في الارض فيجعل فيه	قوموں ميں ايسے راسخ العزم لوگ تهے
فيجاء بالمنشار فيوضع	کہ زمين ميں گڑهے کهود کر انهيں
على راسه فيشق باثنتين	ڈال ديا جاتا تها ' پهر آرے سے اونکے
و ما يصده ذلک عن	دو ٹکڑے کرديے جاتے تهے اور لوہے کي
دينه و يمشط بامشاط	کنگهياں اونکے بدن پر چلائي جاتي تهيں
الحديد ما دون لحمه	جو اونکي رگوں کو هڈيوں تک سے الگ
من عظم او عصب و ما	کرديتي تهيں - تاهم يه آزمائشيں
يصده ذلک عن دينه	بهي اونکو سچائي سے نهيں هٹا سکتي
والله ليتمن هذا الامر حتى	تهيں - خدا کي قسم دين اسلام اسقدر
يسير الراکب من صنعاء	کامل اور غالب هوگا کہ ايک سوار يمن
الى حضر موت لا يخاف	سے حضرموت تک اسطرح بے خوف
الا الله - (بخاري جزء	و خطر چلا جائيگا کہ خدا کے سوا اوسکو
۴ - ص - ۲۰۱)	کسي چيز کا ڈر نهوگا -

دنيا کے خزائن و دفائن ميں قوت کا خزانه سب سے زياده قيمتي اور مستحق حفاظت هے - اسليے اوسکو هر وقت اور هر جگهه آساني کے ساتهه صرف نهيں کيا جاسکتا - هر چيز اجزاء کي تقسيم سے فنا هوجاتي هے ' اور کوئي عظيم الشان نتيجه پيدا نهيں کرسکتي - عرب جاهلية سے زياده فياضي کے ساتهه کسي قوم نے جنگي قوت کو خرچ نه کيا هوگا - ليکن انتشار و پراگندگي کے سوا اس سے کوئي نتيجه حاصل نه هوا :

لا يقاتلونکم جميعاً	وہ متفق هوکر تم سے نهيں لڑ سکتے ' صرف
الا في قري محصنة	قلعه بند گانوں ميں يا کسي ديوار کي آڑ
او من وراء جدر	ميں چهپکر حماه کرينگے - وہ باهم نهايت
باسهم بينهم شديد '	سخت جنگ کرتے تهے ' اسليے تم اونکو ايک
تحسبهم جميعا	متحده جماعت سمجهتے هو ' ليکن جماعت
و قلوبهم شتى ذلک	صرف اتفاق هي سے پيدا هوتي هے اور
بانهم قوم لا يعقلون	اونکے دلوں ميں اتفاق کہاں ؟ وہ

ايک نادان و بے عقل قوم هے ' اتفاق و اجتماع قواء کے فوايد نهيں سمجهتي -

ليکن تکميل مذهب ' نشر امن و سلام ' اور عدل و انصاف کے قيام کا جو مقصد اسلام کے پيش نظر تها ' وہ ايک متفقه جماعت اور متحده قوت کا محتاج تها ' اسليے وہ اپني قوت کا خزانه اوس طرح نهيں صرف کرسکتا تها ' جس احمقانه طريقے سے اهل عرب

صرف کیا کرتے تھے - متبعین اسلام کو کفار مکہ کی سفیہانہ آرزشوں پر صبر و تحمل کا جو حکم دیا گیا تھا ' وہ نہ ترکسی قسم کی کمزوری پر مبنی تھا ' اور نہ اوس سے اخلاق مسیحی کی تکمیل مقصود تھی ' بلکہ سیاسی مصالح کی بنا پر اوس کے ذریعہ قوت کے خزانے کو ایک اجتماع عظیم اور مقصد وحید کیلیے جمع کرنا اور محفوظ رکھنا مقصود تھا - چنانچہ جب اس سیاست الہی کے اظہار کا وقت آگیا ' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ :

یا ایها النبي جاهد الكفـــار و المنفقين و اغلظ عليهـــم (۹ : ۷۳)

اے پیغمبر کفار اور منافقین سے جہاد کرو ' اور اونکے ساتھہ پوری سختی سے پیش آو -

تو قوت کا یہ سرچشمہ دفعتاً ابل پڑا ' اور وہی فقیر و مظلوم مسلمان جنھوں نے سالہا سال تک دشمنان حق کے مظالم خاموشی کے ساتھہ سہے تھے ' اس جوش و قوت کے ساتھہ سر فروشی کیلیے طیار ہوگئے کہ آگ کے شعلے ' سمندر کی موجیں ' پہاڑوں کی چوٹیاں ' تیروں کی بارش بھی انکے سیلاب کو نہ روک سکی :

ان رسول الله صلى الله عليه و سلم شارر حين بلغه اقبال ابي سفيان ' فقـــام سعد بن عباده فقال ايانا تريد يا رسول الله والذي نفسي بيـــده لو امرتنـا ان نخيضها البحر لا خضناها و لو امرتنا ان نضرب اكبادهـــا الى برك العماد لفعلنا (مسلم ج - ۲ - ص - ۸۴)

آنحضرت کو جب معلوم ہوا کہ ابو سفیان نے بدر کی طرف پوش قدمی کی ہے تو آپنے صحابہ سے مشورہ کیا ' انصار میں سے سعد بن عبادہ اوٹھے اور کہا : کیا آپ کا روی سخن ہماری طرف ہے ؟ اوس ذات کی قسم جس کے ہاتھہ میں ہماری جان ہے ' اگر آپ فرمائیں تو ہم دریا میں گھس پڑیں ' اور اپنے سینوں کو تلواروں کی میان سے ٹکرادیں -

لیکن یہ سیلاب ایک معتدل قوم کے دل سے اوٹھا تھا ' اسلیے وہ دریاے احمر کی موجوں کی طرح ہر جسم کے نکلنے کیلیے اندھا دھند تیار نہ تھا ' بلکہ اسکا حال بالکل مختلف تھا - جو تنکا اوس کی سطح پر جسقدر جنبش پیدا کرتا تھا ' اوسی قدر مساوی و ہم وزن طاقت کے ساتھہ وہ اُسے تھپیڑے بھی لگاتا تھا :

فمن اعتدي عليكم فاعتدوا عليه بمثل ما اعتدى عليكم و اتقو الله واعلموا ان الله مع المتقين (۲ : ۱۹۰)

جو شخص تم پر ظلم کرے ' تم بھی اوسپر اوسی قدر ظلم کرو جس قدر اوس نے تم پر کیا ہے ' اس سے آگے بڑھنے میں خدا سے ڈرو اور یقین رکھو کہ خدا صرف پرہیزگاروں کے ساتھہ ہے -

سیاست و اخلاق کے جو اجزاء شریعت موسوی و عیسوی میں الگ الگ بکھرے ہوے پڑے تھے ' اسلام نے اون میں باہم ترکیب دیدی ' اور رحمت اور فیاضی سے سیاست پر اخلاق کے جزء کو غالب کردیا - لیکن مضمون بہت طویل ہوگیا ہے اور ہم اس بحث کو نہیں چھوڑنا چاہتے - یہ ایک مستقل عنوان ہے ' اور اللہ تعالی درس و بیان معارف اسلامیہ کی ہم سب کو توفیق عطا فرماے -

بہرحال صفوۃ القول یہ کہ اسلام جسطرح اخلاق و عقائد اور عادات و خصائل کا مکمل مجموعہ ہے ' اوسی طرح سیاسیات میں بھی وہ ایک کامل ترین مذہب ہے - اور سیاست صحیحہ اور دین الہی دو الگ الگ حقیقتیں نہیں ہیں ' بلکہ دین حق کا اہم ترین مقصد سیاست حقہ کا قیام ہی ہے - اس حقیقت کو صرف وہی سمجھہ سکتا ہے جسنے قران حکیم کو پڑھا ہے ' مگر قران کے پڑھنے والے زیادہ نہیں ہیں -

یہی وجہ ہے کہ جب عقائد و عبادات کے تمام ارکان قائم ہوگئے تو اونکے ساتھہ اوسکے سرچشمۂ سیاست یعنی حکومت کی بھی تکمیل ہوگئی ' اور دنیا کو اوسکی تکمیل کا مژدہ سنا دیا گیا : الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتي و رضیت لکم الاسلام دینا -

بصائر و حکم

جنگ اور مطالعۂ علم النفس

(۲)

(سپاہیوں کی روایت)

واقعات جنگ کے متعلق نامہ نگاروں سے زیادہ قابل اعتبار شہادت خود فوجی سپاہیوں کی خیال کی جاتی ہے - لیکن اوسکی حقیقت بھی سراب سے زیادہ نہیں - چنانچہ ذیل کی مثال سے اسکی تشریح ہوسکتی ہے جو پیرس کے ایک اخبار میں شائع ہوئی تھی اور ہم اسے موسیو لیبان کی زبانی نقل کرتے ہیں :

"دریا میں طوفان آیا اور تند ہوا کے جھونکوں نے ایک اسٹیمر کو جنگی جہاز سے دور پھینکدیا - طوفان اور برق و باد کے تھمنے کے بعد جہاز اوسکی تلاش میں روانہ ہوا - دن کا وقت تھا ' سورج نہایت تیزی کے ساتھہ چمک رہا تھا ' مطلع بالکل صاف تھا - ایک شخص نے ایک ڈوبتے ہوے اسٹیمر کی طرف اشارہ کیا ' تمام لوگوں کی نگاہیں اوسکی طرف اوٹھہ گئیں - ہر سپاہی نے دیکھا کہ ایک اسٹیمر ہچکولا کھا رہا ہے ' اور اوسپر ڈوبنے کی خبر دینے والی جھنڈیاں لہرا رہی ہیں - کپتان نے فوراً ایک کشتی بھیجی کہ اوسکو بچاے - کشتی نہایت سرعت سے آگے بڑھی - جو لوگ اس کشتی میں تھے ' وہ جوں جوں ڈوبنے والے اسٹیمر سے قریب ہوتے جاتے تھے ' اونکو مصیبت زدہ لوگوں کا ایک غول نظر آتا جاتا تھا ' وہ ڈوبتے تھے ' اوچھلتے تھے ' ہاتھہ پاؤں مارتے تھے ' شور و شغب کرتے تھے - لیکن جب کشتی قریب پہونچی تو معلوم ہوا کہ یہ سب وہم کی کرشمہ سازیاں تھیں ' نہ اسٹیمر تھا ' نہ ڈوبنے والے آدمی - ساحل کے قریب چند سرسبز درختوں کی ٹہنیاں کاٹ کے دریا میں ڈال دی گئی تھیں ' جنکو ہوا کے جھونکے حرکت دیتے تھے ' وہی ٹہنیاں اسٹیمر ' جھنڈیاں ' ڈوبنے والے آدمیوں کا غول ' غرضکہ سب کچھہ بنگئی تھیں " ! !

اس مثال سے ثابت ہوتا ہے کہ فوج کے مشاہدات میں وہم کی قوت اختراعی کسطرح عمل کرتی ہے ' اور سریان خیال اوس وہم پرستی کو کیونکر عام کردیتا ہے -

فوج کے سپاہیوں سے زیادہ خود سپہ سالاروں کی شہادت وقیع ہوتی ہے - لیکن اون کی رپورٹیں عموماً سپاہیوں کے بیان سے مرتب کی جاتی ہیں ' اور سپاہیوں کی شہادت کی جو وقعت ہے اوسکا آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں - یہ رپورٹ جب کسی محکمہ کے سامنے پیش ہوتی ہے تو وہ اوسکو بدل دیتا ہے ' اور جدید رپورٹ مرتب کرتا ہے - یہ رپورٹیں فوجی افسر اعلی کی خدمت میں پیش ہوتی ہیں ' وہ ان سب کو بدلکر ایک نئی رپورٹ لکھتا ہے ' اس حک و محو اور تغلیط و ترمیم میں اصل حقیقت بالکل گم ہو جاتی ہے -

پس ہم جنگ کے متعلق یقینی طور پر صرف اتنا جان سکتے ہیں کہ کس نے فتح پائی اور کسنے شکست کھائی - اسکا علم بھی آخر میں ہو سکتا ہے ' اور صرف اسی کا انتظار کرنا چاہیے -

(جنگ اور تمدن)

مصائب جنگ میں تمدن کی بربادی سب سے بڑی مصیبت ہے ' ہم مال و دولت کی بربادی کی تلافی کرسکتے ہیں ' مقتولین جنگ

کي ياد بهي بهلا ديسکتے هيں ' مجروحين کے زخموں سے بهي آنکهه بند کر لےسکتے هيں ' ليکن هم تاريخ کو بهلا نهيں سکتے ' وہ هميشه همارے سامنے رهيگي ' اور اگر همکو يه يقين هے که جن واقعات کو وہ نهايت آب و رنگ کے ساتهه همارے سامنے پيش کرتي هے ' اونکو مذهب و مبالغه کا رنگ چڑها هوا هے ' تو اسکي پهانس همارے دلوں ايسےے تلوار کي نوک سے بهي زياده تکليف دہ هوگي -

جنگ اگر جنگ هے تو مثل اور تمام مصائب کے اس تاريخي غلطي کي مصيبت بهي اوسکے ليے لازمي هے - ليکن ايک جماعت کے تمدن و تهذيب کي چادر کے اندر ايک خوشنما خواب ديکها هے ' اور وہ کهتي هے که اسکي تعبير ايک صلح عام کي صورت ميں ظاهر هوگي جنگ کے ساتهه جنگ کے تمام مصائب کا بهي خاتمه کرديگي - اگر يه تعبير صحيح هے تو همکو اسکا خير مقدم کرنا چاهيے - فلسفهٔ تاريخ کا سنگ بنياد کها جاتا هے که ابن خلدون نے رکها هے ' ليکن اگر اس زمانه ميں جنگ کا هميشه کيليے خاتمه هوجاے ' تو اوسکے حقيقي نتائج اب ظاهر هونگے ' اور دنيا کي صحيح تاريخ کا دور جديد بيسويں صدي سے از سرنو شروع هوجائيگا -

ليکن هم کہيں حالت خواب ميں فريب تو نهيں کهاتے ؟

کيا تمدن جنگ کو مٹا سکتا هے ؟

چند ظاهر بيں لوگ مايوسانه جواب اس بنا پر ديتے هيں که فن جنگ کي جديد ترتيب ' مصارف قواے بحريه و بريه کي وسعت ' آلات مهلکه کي ايجادات نے تو اور زياده جنگ کے دست و بازو کو قوي کرديا هے - پهر عالمگير صلح کي تشکيل کيونکر ممکن هے ؟ ليکن يه تو اوني مايوسي کي وجه نهيں - بگاڑنا بنانے سے زياده آسان هے ' جس دولت نے بحر و بر ميں يه خزانه لٹايا هے ' وهي اوسکو سميٹ بهي سکتي هے - جن دماغوں نے جديد فوجي نظام قائم کيا هے ' وهي اوسکو درهم برهم بهي کر سکتے هيں ' جن مشينوں نے مهلک آلات جنگ ڈهالے هيں ' وهي اونکو پهر خاک آلود لوهے کے قالب ميں ڈهال بهي سکتے هيں - يه کام بهت آسان هے ' اور مادي طاقت اسکو بآساني کر سکتي هے -

ليکن اصلي بحث يه هے که کيا همارا دل بهي قساوت کے جذبات سے خالي هوسکتا هے ؟ فوجي بارکيں سپاهيوں سے خالي کردي جائيں ' کارخانوں سے توپوں کے ڈهالنے کي مشينيں نکال دي جائيں ' بارود کے مخازن سے بارود نکالکر کيهوں بهر ديا جاے ' ليکن انسان کے دل و دماغ کے اندر جو کچهه هے ' اسے کيونکر نکالکر پهينکديں ؟

کيا تمدن رحمدلي پيدا کرتا هے ؟ جذبات و تمدن ميں کيا علاقه هے ؟ تمدن کا اصلي کام کيا هے ؟

يهي سوالات جنگ و صلح کا فيصله کر سکتے هيں ' اگر علم و تهذيب کي برکت سے دنيا جنگ کو مٹانا چاهتي هے تو يه ايک دماغي جهاد هے ' اسليے اسپر صرف عقلي حيثيت هي سے بحث کرني چاهيے - اس ميدان ميں زنگ آلود تلوار اور جوهر دار خنجر ' دونوں بيکار هيں - تمدن نظام عالم ميں کسي قسم کي کمي نهيں کر سکتا - وہ ايک ذره کو بهي نهيں مٹا سکتا - اوس کا کام کسي جديد چيز کو پيدا کرنا نهيں هے ' بلکه دنيا کے مواد کو مختلف قالب ميں بدلديتا هے -

دنيا پہلے زمين پر بيٹهه کر کهاتي تهي ' اب ميز کرسي پر کهاتي هے ' پہلے همارے دسترخوان پر پتوں کے اندر کهانا چنا جاتا تها ' اب رنگيں تشتريان سامنے رکهي جاتي هيں ' پہلے هم چلو سے پاني پيتے تهے ' اب گلاس ميں پيتے هيں - ماده ايک هے ' ليکن مختلف قالبوں ميں جلوه گر هورها هے - جنگ بهي دنيا کي ايک قديم ذهني و مادي طاقت هے - تمدن اسکو مٹا نهيں سکتا ' اوسکي شکل کو بدل سکتا هے - آج يورپ و ايشياء کے بحر و بر ميں جو طوفان خيز نظاره نظر آتا هے ' وہ تمدن کي اسي ترقي يافته جنگ کي ايک مهيب شکل هے - کهاجاتا هے که تمدن اسکو مٹا دے گا ' ليکن اگر وہ اس ميں کامياب هوا تو وہ تمدن نهيں ' بلکه وقت هے - اگر تمدن تمدن هے تو اوسکا حقيقي فرض يه هے که وہ اسکو اور زياده ترقي دے ' اور وہ اپنے فرض کو پوري مستعدي کے ساتهه انجام دے رها هے ' پس جنگ کو مٹانا بعينه تمدن کو مٹانا هے - تمدن جذبات کو بهت زياده لطيف و رقيق کرديتا هے ' وحشي قومين گالي گلوچ کو معمولي بات سمجهتي تهيں ' ليکن تمدن کے زمانے ميں اسي پر لڑائياں چهڑ جاتي هيں - وحشي قومين صرف اپنے قبيله کي نگراني کرتي تهيں ' ليکن ڈاونگ اسٹريٹ کا دفتر خارجيه آج هر اوس طالب العلم کي مردم شماري کررها هے جو جرمني ميں رهتے هيں اور اپنے آپ کو انگريزي سلطنت کا شهري باشنده کهتے هيں - اخبارات کي اشاعت معمولي سے معمولي واقعه کو بهي اهم بنا ديتي هے جو آگے چل کر جنگ کا سبب بن جاتے هيں - پس هم کو يقين کرنا چاهيے که تمدن اسباب جنگ کو اور زياده ترقي ديتا هے اور بهت زياده ترقي ديگا -

جنگ تو پهر بهي ايک بهت بڑي مصيبت هے ' ليکن تمدن نے دنيا کي کس مصيبت کو کم کيا هے ؟ تعليم کي اشاعت کے ساتهه ساتهه جرائم نے بهي غير معمولي ترقي کي هے ' فرانس کا ايک جج کهتا هے : " اسوقت چار هزار مجرموں ميں صرف تين هزار طالب العلم هيں " اوس نے مجرموں کي جو فهرست مرتب کي هے ' اوس سے ثابت هوتا هے که زياده تر جرم وهي نوجوان طلباء کرتے هيں ' جنسے انکے اصلي پيشه کي تعليم چهڑا دي گئي هے اور علوم و فنون کي نري تعليم دي جاتي هے -

کميت کے ساتهه اگر کيفيت کا لحاظ کيا جاے تو تعليم کا چهره اور بهي سياه نظر آئيگا - پہلے ساده طريقه سے جرائم کيے جاتے تهے ' اب اون ميں علمي آفرينش کرلي گئي هے - جو چيز برقي صندوق ميں رکهي جاتي هے ' وہ بجلي هي کي کنجي سے کهولي جاتي هے - پس تمدن دنيا کے ايک ذرے کو بهي نهيں مٹا سکتا ' البته ذرے کو آفتاب بنا ديتا هے - بيسويں صدي ميں فلسفه کتني هي ترقي کرجاے ' ليکن جنگي تاريخ اوتني هي مشتبه رهيگي جسقدر وہ اوس دن تهي ' جب قابيل نے اپنے بهائي کے اوپر تلوار اوٹهائي تهي - يهي وجه هے که قرآن حکيم ميں غزوات اسلاميه کا حال بهت کم مذکور هے ' اور مغازي کے دفتر کو صحاح سته نے نهايت مختصر کرديا هے - اکثر صحابه مغازي کے متعلق بهت کم روايت کرتے تهے ' اور اس باب ميں اسلام کي تاريخ کو ايک خاص درجهٔ امتياز حاصل هے -

(دماغ کا اثر جنگ پر)

ليکن هر قوت کا ايک رد عمل بهي هوتا هے ' اگر هم کسي گيند کو زمين پر پٹکيں تو وہ اوچهل کر هماري طرف آئيگا - يهي فطري اصول جنگ اور دماغ کے اثرات پر بهي راست آتا هے - جنگ دماغ کو ايک فانوس خيال بناديتي هے ' ليکن دماغ پر صرف جنگ هي کا حمله نهيں هوتا ' بلکه کبهي کبهي دماغ بهي ميدان جنگ پر حمله کرديتا هے - اگر تم کسي قوم کے مظالم کي ' وحشت کي ' خونريزي کي ' داستان ايک قوم کو بار بار سنائے رهو ' اوسکي طرف سے قوم کے دلوں ميں بدگماني پيدا کرتے رهو ' اوسکے اعمال کو بد ترين شکل ميں دکهاتے رهو ' تو آهسته آهسته دماغ اوس سے متاثر هوتا رهيگا ' رفته رفته کاسهٔ دماغ ميں يه قطرے جمع هوکر ايک دن چهلک جائينگے ' اور وهي دن هوگا جب مقدمات جنگ کا شعله ايک

آتشکده جنگ کي صورت میں نمایاں هوگا - سلطنتیں اسي بنا پر ایک چهوٹي سي چهوٹي بات پر گرفت کرتي رهتي هیں - صلیبي لڑائیاں ایک دن میں نهیں قائم هوئیں ' عیسائي پادریوں نے ایک مدت تک مسلمانوں کي وحشت کي داستان سنا سنا کے تمام یورپ کو اس جنگ پر آماده کیا تها - شورش فرانس سو برس کي آتش بیانیوں کا نتیجه تهي - دولة عثمانیه کا جمهوري انقلاب ایک مدت کي کوششوں کا حاصل تها - غدر سنه ۵۷ - ایک زمانه کي بدگمانیوں کي آخري شکل تهي -

حقیقت یه هے که جماعت کسي محکم عقیدے کي پابند نهیں هوتي' اسلیے کوئي عقیده کتنا هي صحیح و مستحکم هو' مگر دفعتاً اوسکے دماغ پر کوئي اثر نهیں ڈال سکتا - البته وه اوسکو سنتي هے اور اپنے دماغ میں محفوظ رکهتي هے - یه برق کا خزانه نهیں هوتا جس میں دفعتاً آگ لگ جائے ' البته جماعت پر خیالات عرضیه نهایت قوي اثر ڈالتے هیں - عقائد محکمه ایک پهاڑ هیں ' لیکن پهاڑ میں جنبش نهیں هوتي' بر خلاف اسکے عام اور وقتي افکار پاني کي ایک رو هیں جو پهاڑوں کو بهي هلا دیسکتي هے - پاني کتنا هي ٹیڑها ترچها هوا کرے لیکن اوسکي قوت میں کوئي فرق نه آئیگا - اسیطرح عام خیالات کتنے هي متناقض اور ایک دوسرے سے لڑ رهے هوں اور ادنی درجه کے هوں' تاهم جماعت پر اونکا یکساں اثر پڑتا هے - حامیان جنگ صلیبي نے التوحید في التثلیث کي اوتني هي محافظت کي تهي ' جسقدر مسلمانوں نے کلمه توحید کي - غدر سنه ۵۷ ایک معمولي بات پر برپا هوگیا تها - شعبده گر مختلف رنگ کي ڈبیه اپنے جهولي سے نکالتے هیں ' اور جماعت سب کو یکساں دلچسپي سے دیکهتي هے - وه اون میں تلازم ' تشابه ' اتحاد ' مناسبت' ربط و توافق نهیں ڈهونڈهتي' اسي طرح وقتي اسباب سے جو عقائد و خیالات پیدا هو جاتے هیں ' جماعت اونهي کے سهارے پر چلتي هے ' اور اون میں مناسبت نهیں ڈهونڈهتي - یهي وه موقع هے جهاں جماعت کے لیڈر کو دور اندیشي سے کام لینا چاهیے - اوس نے عقائد محکمه کا جو بیج ایک مدت سے بویا تها ' اوسکے کاٹنے کا وقت یهي هے - اوسکو چاهیے که ان وقتي عوارض و اسباب سے کام لیکر قوم کے دماغ کو میدان جنگ کے ٹیلیفون سے دفعتاً ٹکرا دے - دنیا کي تمام لڑائیوں میں توپ اور گولے کے حملوں کا بڑے شوق سے نظاره کیا جاتا هے ' حالانکه وه ایک دماغي حمله هوتا هے - کارتوس سپاهي کے پیٹي سے نهیں نکالے جاتے ' بلکه کاسه دماغ سے نکالے جاتے هیں جس میں ایک مدت سے بهر دیے گئے تهے - یهي وجه هے که زمانه جنگ میں دماغي انتشار کیوجه سے اکثر ملکوں میں بغاوتیں هو جاتي هیں - اسي ڈر سے شکست کي خبروں کو چهپایا جاتا هے ' فتح و ظفر کي جهوٹي خبریں اوڑائي جاتي هیں - پس اگر همکو جنگ کي حقیقي مصیبتوں سے بچنا هے ' تو زره اور خود سے زیاده اپنے دماغ کو مضبوط کرنا چاهیے که ان خیالات عرضیه کي کهیں ٹهوکر نه کها جاے -

(استدراک)

گذشته اشاعة میں به تحت " بصائر و حکم " جو مضمون " فلسفۂ اجتماع اور جنگ " کے عنوان سے نکلا تها ' اسي سلسلے کا یه دوسرا نمبر هے - لیکن چونکه اپنے ربط و ترتیب بیان میں ایک مستقل حیثیت رکهتا هے ' اسلیے نئے عنوان سے درج کردیا گیا -

اس مضمون میں اور اس سے قبل کے تمام اُن مضامین میں جو بصائر و حکم کے ذیل میں شائع هوے هیں' اور جهاں جهاں واقعات سے استدلال کیا گیا هے ' وه سب کے سب موسیو لیبان صاحب تمدن عرب و هند کي ایک تصنیف سے ماخوذ هیں ' جسکا ترجمه سعد پاشا زغلول وزیر مصر نے " روح الاجتماع " کے نام سے شائع کیا هے -

اُسوۂ حسنه

اسوه محمدی صلی الله علیه و سلم کا ایک صفحه

اعمال نبوت به حیثیت محتسب

(احتساب)

احتساب ایک سنهري زنجیر هے ' جس میں تمدن ' اخلاق ' مذهب ' اور معاشرت کے تمام جزئیات جکڑے هوے هیں - اگر اس کي بندشیں ڈهیلي پڑ جائیں ' تو دفعتاً نظام عالم کي ایک ایک کڑي درهم برهم هو جاے - اسي غرض سے دنیا نے احتساب کو مختلف صورتوں میں قائم رکها - خاندانوں اور کنبوں نے مختلف رسم و رواج اختیار کیے جنکي خلاف ورزي موجب ملامت بلکه بعض اوقات قومي جرم خیال کي جاتي هے - سلطنتوں نے قوانین بناے جو انسان کو ایک خاص نظام کے ماتحت هر قسم کي مادي ' اخلاقي ' اور مذهبي ترقي کرنے کا موقع دیتے هیں - حکماء نے فلسفه اخلاق ایجاد کیا ' جو اخلاقي قوانین کي پیروي پر جمعیة بشري کو مجبور کرتا هے -

اگر یورپ کو اپني تهذیب پر فخر هے که وه انسان کي هر فرو گذاشت پر سختي کے ساتهه گرفت کرتي هے ' اگر رومن لا کو اپنے اوپر ناز هے که وه دنیا کے قواے متضاده کو اپنے مرکز سے هٹنے نهیں دیتا - اگر یونان کو اپنے فلسفۂ اخلاق پر گهمنڈ هے که وه اخلاقي قواء کي تربیت کرتا هے ' تو همکو اون کے بڑے بول سے مرعوب نهیں هوجانا چاهیے - هم رسم و رواج کے غلام نهیں هیں که یورپ کے قوانین معاشرت پر فریفته هو جائیں' هم قانوني سختیوں کے برداشت کرنے کے خوگر نهیں هیں که اپنے هاتهه کو هر هتکڑي کے حوالے کردیں - قیاسات عقلي هماري غذاے روحاني نهیں هے که یونانیوں کے طلسم میں پهنس جائیں' بلکه همارے رگ اور پٹھے ایک پاک مذهب کے سلسلے میں جکڑے هوے هیں' همارے گوشت و خون پر چمڑے کي جگه مذهب کا غلاف چڑها هوا هے' همارے قلب کو ایک غیر متزلزل مذهبي احساس حرکت دے رها هے ' پس همکو هر دلفریب رسم و رواج ' هر مرعوب کرنے والے قانون' اور هر متحیر کردینے والے فلسفه کو چهوڑ کر اپني باگ صرف اسلام هي کے هاتهه میں دیدینی چاهیے ' اور اسپر فخر کرنا چاهیے که :

رشته در گردنم افگنده دوست
میبرد هر جا که خاطر خواه اوست

مذهب کي قوت احتساب ان تمام چیزوں سے بالا تر هے - یهي وجه هے که الله تعالی نے هم پر آنحضرة (صلی الله علیه و سلم) کا اتباع فرض کر کے همکو تمام دنیا کي مادي و اخلاقي غلامي سے آزاد کر دیا هے :

لقد کان لکم في رسول الله اسوة حسنة - یقیناً تمهارے لیے الله کے رسول کي زندگي میں پیروي و اتباع کیلیے بهترین نمونه رکها گیا هے -

الله تعالی نے یه نهیں فرمایا که تم رسول الله کي تقلید کرو ' کیونکه ایک شخص کي تقلید کرنے سے دوسرے اشخاص کي تقلید کي نفي نهیں هوجاتي - بلکه یه فرمایا که تمهاري تقلید صرف

اسي پاک ذات ميں محدود هے ' کيونکه تمهيں اعمال صالحه کا يه خزانه دوسري جگهه نهيں مل سکتا - اس طرز بيان سے نه صرف جناب رسول الله صلى الله عليه و سلم کا اتباع لازم کرديا گيا ' بلکه ساتهه هي دوسرے تمام بڑے بڑے انسانوں کے اتباع کي نفي بهي کردي ' اسليے صرف ايک هي آفتاب هے جسکي روشني ظلمت زار دنيا کي هر اندهيري راه اور هر تيره و تاريک راستے ميں هماري رهنمائي کر سکتي هے :

چو غلام آفتابم همه ز آفتاب گويم
نه شبم نه شب پرستم که حديث خواب گويم

اسي آفتاب کي روشني سے اور سيارے بهي نور حاصل کرتے هيں ' اسليے اونکا اتباع بهي هم پر واجب هو جاتا هے :

خير القرون قرني '	بهترين زمانه ميرا زمانه هے ' اسکے بعد
ثم الذين يلونهم	اون لوگوں کا دور جو اسکے بعد آئينگے '
ثم الذين يلونهم -	پهر وه لوگ جو اسکے بعد ان اسوه هاے
	حسنه کي تقليد کرينگے -
اصحابي كالنجوم -	ميرے اصحاب مثل ستارے کے هيں-

اسي بنا پر الله تعالى نے قرآن حکيم ميں جناب رسول الله صلى الله عليه و سلم اور صحابه کرام کي اس خصوصيت کا بار بار ذکر کيا هے :

و هو الرسول النبي	اور يه وهي پيغمبر امي هے ' جسکي
الامي المكتوب في	بعثت توراة و انجيل ميں لکهي
التوراة و الانجيل : يامر	هوئي هے - وه نيکي کے کاموں کا حکم
بالمعروف و ينهى عن	ديتا هے ' برائيوں سے روکتا هے '
المنكر و يحل لهم الطيبات	پاک و مفيد چيزوں کو انپر حلال ' اور
و يحرم عليهم الخبائث	ناپاک و مضر چيزوں کو حرام کرتا هے -
(۷ : ۱۵۶)	
كنتم خير امة اخرجت	تم لوگ بهترين امت هو جسکو خدا نے
للناس تامرون	دنيا کي هدايت و رهنمائي کيليے نمايان
بالمعروف و تنهون	کيا - تم نيکي کا حکم ديتے هو ' برائي
عن المنكر و تومنون بالله	سے روکتے هو ' اور خدا پر ايمان لاتے هو !

ليکن ان آيتوں کي عملي تفسير همکو صرف احاديث کي کتابوں ميں ڈهونڈهنا چاهيے ' جنکے ذريعه جناب رسول الله صلى الله عليه و سلم اور صحابهٔ کرام کے مواقع احتساب کے ايک ايک جزئيات کا پته لگ سکتا هے ' اور اوس سے ثابت هوتا هے که خدا نے هدايت و ارشاد کيليے جو آفتاب و سيارے پيدا کيے تهے ' وه هميشه ضياء گستر رهتے تهے -

(اسوهٔ نبوي)

احتساب کي ترتيب اصلاح نفس سے شروع هوکر بالترتيب محتسب کے قبيله ' اور قوم تک منتهي هوجاتي هے - جناب رسول الله صلى الله عليه و سلم نے فرض احتساب کو اسي ترتيب کے ساتهه ادا فرمايا هے -

(اصلاح نفس)

آنحضرت کي ذات پاک جامع فضائل تهي ' الله تعالى نے آپ کے تمام زلات کو معاف کرديا تها ' با اينهمه آپ اس کثرت سے نماز پڑهتے تهے که پاؤں پهول کر پهٹ پهٹ جاتے تهے - صحابه نے اس رياضت شاقه کو ديکهکر عرض کيا : " يا رسول الله ! خدا نے تو آپ کے تمام اگلے پچهلے گناهوں کو معاف کر ديا هے ' پهر آپ کيوں اس قدر مصروف عبادت رهتے هيں ؟ آپ نے فرمايا :

افلا اكون عبدا شكورا	کيا ميں خدا کے شکر گذار بنده هونے کي
(۱)	کوشش نه کروں ؟

(۱) بخاري مطبوعه براق ص - ۹۹ جزء - ۸

چنانچه جب کبهي اس قسم کے مواقع پيش آتے تهے جو قلب کو خدا کي طرف سے پهير ديسکتے تهے ' يا نفس ميں غرور و تکبر پيدا کر سکتے تهے ' تو آپ نهايت سختي کے ساتهه انکا انکار فرماتے - حضرت عائشه رضي الله عنها نے گهر ميں ايک پرده لٹکا رکها تها جس ميں تصويريں بني تهيں ' آپ کي نظر پڑي تو فرمايا :

اميطي عنا فانه	همارے سامنے سے اپنا پرده هٹالو کيونکه
لاتزال تصاويره تعرض	اوسکي تصويريں هميشه ميري نماز ميں
في صلاتي (۱)	خلل انداز هوتي رهتي هيں -

ايک صحابي نے بطور تحفه کے آپ کو حرير کا ايک چغه ديا ' آپ نے اسکو پهنکر نماز پڑهي - نماز سے فارغ هونے کے بعد نهايت ناگواري سے اوتار کر پهينکديا اور فرمايا :

لا ينبغي هذا للمتقين (۲)	يه پرهيزگاروں کے قابل نهيں هے -

غرور و کبر کا سرچشمه مدح و تعريف هے ' امراء و سلاطين کو اسي مرض نے دنيا کي تمام چيزوں سے بالا تر بنا ديا هے ' آنحضرت اگرچه خيرالبشر تهے ' ليکن اگر کوئي شخص آپ کو انبياء سابقين پر ترجيح ديتا تها ' تو آپ اسکو منع فرماتے تهے - ايک صحابي اور ايک يهودي ميں جهگڑا هوگيا - صحابي نے غصه ميں قسم کهائي اور کها : " اسي خدا کي قسم جس نے محمد کو تمام دنيا سے افضل بنايا هے " يهودي نے بهي قسم کهائي اور کها : " اس خدا کي قسم جس نے موسى کو تمام دنيا پر ترجيح دي هے " صحابي نے اسپر غصه ميں آکر يهودي کے منهه پر طپانچه مارا ' اس نے آنحضرت سے شکايت کي - آپ نے حکم ديا که " مجهے موسى پر ترجيح نه دو " (۳)

(احتساب قبيله و خاندان)

خيرات گهر هي سے شروع هوتي هے ' اسي بنا پر الله تعالى نے آنحضرت کو حکم ديا تها : و انذر عشيرتك الاقربين ' اپنے خاندان کے قريبي رشته داروں کے آگے حق کو پيش کرو اور عذاب الهي سے ڈراؤ - جب يه آيت نازل هوئي تو آپ نے اپنے تمام قبيله اور تمام خاندان کو جمع کرکے ايک پيغمبرانه لهجه ميں اس حکم الهي کو سنايا :

" يا معشر قريش ! يا معشر بني عبد مناف ! يا معشر بني قصي ! يا معشر بني عبد المطلب ! اے فاطمه محمد کي بيٹي ' تم سب اپنے آپ کو دوزخ کي آگ سے بچاؤ ' کيونکه ميں تمهيں قيامت کے دن کچهه بهي نفع و نقصان نه پهونچا سکوں گا ! اے فاطمه تجهکو مجهه سے صرف جسماني تعلق هے ' اور ميں رشتے کي بيل کو صرف دنيا هي ميں سرسبز و شاداب رکهه سکوں گا " (۴)

يه ايک عام احتساب تها ' ليکن مخصوص مواقع پر بهي آپ ازواج مطهرات اور اهل و عيال کو نيکي کي ترغيب ديتے ' اور برائي سے روکتے رهتے تهے - ام سلمه سے روايت هے که آپ ايک رات کو اٹهے اور فرمايا : " سبحان الله ! آسمان سے فتنهٔ و فساد کي بارش هورهي هے ' اور برکات و فضائل کے خزانے کهل گئے هيں - حجروں ميں سوئے والوں کو (ازواج مطهرات) کو جگادو کيونکه دنيا کي بهت سي کپڑے پهننے والي عورتيں آخرت ميں برهنه نظر آئينگي " (۵)

آپ نے تنزو نفس اور استغناء و قناعت کيوجه سے باوجود فقر و فاقه کے اپنے اوپر اور اپنے تمام خاندان کے اوپر صدقه کو حرام کرديا تها-

(۱) بخاري جزء ۱ - ص - ۷۰
(۲) بخاري جزء ۱ - ص - ۸۰
(۳) بخاري جزء ۸ - ص - ۱۰۸
(۴) ترمذي صفحه ۵۲۶ کتاب التفسير -
(۵) بخاري جزء ۲ - ص - ۳۰

امام حسین علیہ السلام نے ایک مرتبہ بچپن میں صدقہ کی ایک کھجور اٹھا کر منہ میں ڈال لی - آپکی نگاہ پڑی تو فوراً تڑکا: "کخ کخ" کیا تمھیں خبر نہیں کہ ہمارا خاندان صدقہ نہیں کھاتا" (۱)

آپ ایک مرتبہ شب کو حضرت علی (ع) اور حضرت فاطمہ کے پاس آے اور فرمایا: "تملوگ اٹھکر تہجد نہیں پڑھتے ؟" حضرت علی علیہ السلام نے جواب دیا "یا رسول اللہ ! ہماری نیند اور بیداری تو خدا کے اختیار میں ہے ' اگر وہ جگائیگا تو جاگینگے" آنحضرت خاموش ہوگئے مگر اپنی ران پر افسوس کے ساتھ ہاتھ مارا اور یہ آیت پڑھی:

کان الانسان اکثر شی جدلا — آدمی بڑا ہی جھگڑا لو ہے - (۲)

(احتساب قوم)

اگرچہ وہ تمام جزئی مواقع جہاں آنحضرت نے احتساب کا فرض ادا کیا ہے ' احتساب قومی کے تحت میں داخل ہیں ' لیکن آپ نے کلی طور پر دو موقعوں پر نہایت بلیغ تشبیہ کے ساتھ اپنی اس خصوصیت کا اظہار تمام قوم کے سامنے فرمایا -

ایک موقع پر فرمایا :

"میری اور میری شریعت کی مثال بعینہ اوس شخص کی سی ہے' جس نے ایک قوم کے پاس آکر یہ وحشت انگیز خبر سنائی کہ میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر تمہاری طرف آتے ہوے دیکھا ہے ' میں ایک نذیر عریاں ہوں (عرب میں کسی اہم یو انقلابی واقعہ کی خبر ننگے ہوکر دیتے تھے) پس تمکو ہوشیار ہوجانا چاہیے - چنانچہ ایک گروہ نے اوسکا کہنا مانا اور وہ رات ہی رات بچکے نکل گیا اور دوسرے گروہ نے اوسکو جھٹلایا' نتیجہ یہ ہوا کہ لشکر نے دھاوا مارا' اور اوسکا استیصال کردیا"

دوسرے موقع پر آپ نے فرمایا :

"میری اور تمام لوگوں کی مثال اوس شخص کی سی ہے جس نے آگ بھڑکائی ' جب آگ کی روشنی چاروں طرف پھیلی' تو پروانے اوس پر ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے' اوس نے پروانوںکو آگ میں جانے سے روکنا چاہا ' لیکن وہ سب اوسکے قابو میں نہ آسکے اور آگ میں گھس گئے -

اسی طرح میں تم لوگوں کی کمر پکڑ کر کھینچتا ہوں تاکہ آگ میں داخل ہونے نہ پاؤ ' لیکن لوگ اوسمیں گھسے جاتے ہیں" (۳)

(عقــائــد)

آنحضرت کی بعثت کا سب سے بڑا مقصد تصحیح عقائد تھا - عقائد میں بد ترین چیز شرک فی اللہ تھی ' اور آنحضرت نے صرف شرک ہی کے مٹانے کیلیے جہاد کیا جو احتساب کی آخری منزل ہے - لیکن اسکے علاوہ اور بھی بہت سے عقائد ہیں جو عام دسترس سے باہر ہیں - اگر عام لوگوں کو اون میں غور و فکر کرنے کا موقع دیا جاے ' تو مذہبی عقائد میں بہت سے مفاسد پیدا ہوجائیں' اور اسلامی عقائد کی سادگی فنا ہوجاے جو اسلام کا سب سے بڑا زیور ہے - اسی غرض سے آنحضرت نے مسلمانوں کی یہ خصوصیت قرار دی تھی کہ وہ غیر ضروری چیزوں میں وقت ضائع نہیں کرتے - چنانچہ عہد نبوت میں جب کبھی اس قسم کے مواقع پیش آے ہیں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی کے ساتھ صحابہ کو زجر و توبیخ کی ہے -

(۱) بخاری جزء ۲ - ص - ۱۲۸
(۲) بخاری جزء اول - ص - ۵۰
(۳) بخاری جزء ۸ صفحہ ۱۰۱ - ۱۰۲

ایک مرتبہ صحابہ مسئلہ قضا و قدر کے متعلق مباحثہ کر رہے تھے ' جس نے آگے چل کر مسلمانوں کے دو عظیم و حریف مقابل فرقے پیدا کردیے - آنحضرت نے دیکھا تو چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہوگیا ' اور فرمایا :

لھذا خلقتم تضربون — کیا تملوگ اسی لیے پیدا کیے گئے ہو ؟
القرآن بعضہ بعض لھذا — تملوگ قرآن کو رد کر رہے ہو '
ھلک الامم قبلکم (۱) — گذشتہ قوموں کو اسی قسم کے لایعنی مسائل نے برباد کردیا -

اسلام نے اگرچہ عرب جاہلیت کے تمام توہم آمیز عقائد دور کردیا تھا ' تاہم بعض باتیں باقی رہ گئی تھیں ' اور کبھی کبھی اونکا ظہور ہوجاتا تھا - عرب کا خیال تھا کہ جب کوئی بڑا شخص مرتا ہے تو سورج میں گہن لگ جاتا ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم نے انتقال کیا تو اتفاق سے اوسی دن سورج میں گہن بھی لگ گیا - لوگوں کو خیال ہوا کہ یہ حضرت ابراہیم ہی کی موت کا اثر ہے - لیکن آپنے فوراً اس خیال سے لوگوں کو روکا ' اور فرمایا : "چاند اور سورج میں کسی کے مرنے جینے سے گہن نہیں لگتا"

(عبــادات)

عبادات چونکہ روز کی چیز تھی جس میں سہو و غفلت اور بے عنوانی کا پیدا ہونا ضروری تھا' اسلیے آنحضرت کو اس کے متعلق احتساب کی اکثر ضرورت پیش آتی تھی (۲) - اسلام نے ادائے نماز کیلیے جماعت کو واجب کردیا تھا ' لیکن اکثر لوگ اس میں غفلت کرتے تھے - ایک مرتبہ آنحضرت نے جماعت میں چند اشخاص کو ڈھونڈھا تو نہیں پایا' نہایت برہم ہوے اور فرمایا: "جی میں آتا ہے کہ ایک شخص کو امام بنا کر خود اون لوگوں کے پاس چلا جاؤں اور لکڑیوں کا ڈھیر لگا کر اونکو آگ میں پھونک دوں (۳)

بعض لوگ جب امامت کرتے تھے تو نماز میں طول دیتے تھے جس سے کار و باری اور ضعیف لوگ گھبرا جاتے تھے - ایک شخص نے اسی بنا پر امام کی شکایت کی ' آپ کو معمول سے زیادہ غصہ آگیا ' اور فرمایا "تم لوگوں کو مذہب سے متنفر کر رہے ہو - امام کو نماز میں تخفیف کرنی چاہیے' کیونکہ اون میں مریض' ضعیف' کار و باری ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں (۴)

نماز کا اصلی مقصد خشوع و خضوع ہے ' لیکن جب کسی کے طرز عمل سے انکا ظہور نہیں ہوتا تھا تو آنحضرت اوسکو تنبیہ فرماتے تھے - ایک بار ایک شخص نے نہایت عجلت کے ساتھ نماز پڑھی - نماز پڑھ چکا تو آپنے فرمایا: "نماز کو پھر دوہراؤ" تم نے نماز پڑھی ہی نہیں - اوس نے تین بار نماز دوہرائی اور آپنے تینوں بار تڑکا ' آخر میں اوس نے کہا: "اب میں اس سے بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا" آپنے تکبیر ' قرات ' رکوع ' سجود ' قیام و قعود کے وہ طریقے بتاے جن سے اطمینان ' سکون ' وقار ' اور اعتدال کا اظہار ہوتا تھا - (۵)

عبادات اور مقدمات عبادات کے متعلق آپ نہایت معمولی اور جزئی باتوں پر بھی گرفت فرماتے تھے - ایک بار سفر میں تھے ' نماز عصر کا وقت آگیا' صحابہ نے پانوں کا مسح کیا' آپ نے دیکھا تو دور سے چلاکر آواز دی :

(۱) سنن ابن ماجہ - ص - ۱۶
(۲) بخاری جزء ۲ - ص - ۳۴
(۳) صحیح مسلم مطبوعہ مصر جلد ۱ - ص - ۲۴۳
(۴) بخاری جزء ۱ - ص - ۲۶
(۵) بخاری جزء ۱ - ص - ۱۴۸

ویل للاعقاب من النار (۱) ایڑیوں کیلیے آگ کا عذاب ہے -

ابتداے اسلام میں نماز کے قیام و ادا کی حالت بالکل ابتدائی تھی اور اسلام جزئیات و فروعات ابھی واضح نہیں ہوے تھے - اس طرح کا بتدریج ارتقاء مذہب کی ہر تعلیم میں ہوتا ہے - موجودہ حالت ایک مدت کے تغیرات کے بعد پیدا ہوئی تھی - چنانچہ ابتدا میں اکثر لوگ مسجد کے اندر تھوک دیتے تھے - ایک مرتبہ آپ نے مسجد میں تھوک کا دھبہ دیکھا' خود اوٹھے اور اپنے دست مبارک سے اوسکو مٹا دیا' پھر فرمایا: " نماز میں ہر شخص خدا سے سرگوشی کرتا ہے' اسلیے اسی شخص کو قبلہ کی طرف تھوکنا نہیں چاہیے' البتہ دائیں بائیں' یا اپنے پاؤں کے نیچے تھوک سکتا ہے - (۲)

(یہاں یہ واضح رہے کہ اسوقت مسجد کا فرش پختہ نہ تھا - صحن مسجد اور عام سطح زمین میں سوا حدود عمارت کے اور کوئی امتیاز قائم نہ تھا - ریتلی زمین تھی اور وہ ہر طرح کی رطوبات جذب کرلیتی تھی - لیکن اب مسجدوں کا داخلی حصہ پختہ ہوتا ہے ' پس وہاں تھوکنا مسجد کی صفائی اور نمازیوں کے حقوق نشست و مقام پر حملہ کرنا ہے -)

(بدعت)

نظام مذہبی کا سب سے زیادہ خطرناک مرض بدعت ہے' آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اگرچہ اسلام اس مرض میں مبتلا نہیں ہوسکتا تھا تاہم جاہلیۃ کے زمانے کی بہت سی بدعتوں کی جھلک کبھی کبھی نظر آجاتی تھی - اسلیے آپ ہمیشہ اونکے مٹانے میں مصروف رہتے تھے -

بدعت کی اگرچہ مختلف قسمیں اور مختلف مظاہر ہیں ' لیکن اسکی بدترین شکل رہبانیت اور جوگ ہے' جو یہود و نصاری کے مذہب کا جزء بن گئی ہے - رہبانیۃ ابتدعوھا عرب پر چونکہ یہود و نصاری کا مذہبی اثر غالب تھا ' اسلیے وہاں اس قسم کی بدعات پیدا ہوگئی تھیں - ایک مرتبہ آنحضرت نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا کہ اپنے دو بیٹوں کے کاندھے پر ہاتھ رکھے کے جا رہا ہے - آپ نے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے ؟ اونھوں نے کہا " اس نے پیدل چلنے کی نذر مانی ہے - ضعف کیوجہ سے بیٹوں کے سہارے چلتا ہے " آپ نے فرمایا : " اوس نے اپنے آپ کو کیوں عذاب میں مبتلا کر دیا ہے ؟ خدا اس سے بے نیاز ہے " عقبہ بن عامر کی بہن نے خانہ کعبہ تک ننگے پاؤں پیدل جانے کی منت مانی ' اور عقبہ کو آنحضرت کے پاس بھیجا کہ پوچھے آئیں - آنحضرت نے فرمایا : " سواری پر بھی جا سکتی ہے " (۳)

ایک مرتبہ آپ خطبہ دے رہے تھے اور لوگ نہایت سکون و اطمینان کے ساتھہ بیٹھہ کر سن رہے تھے ' لیکن ایک شخص کھڑا تھا آپ نے دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ اوس نے نذر مانی ہے کہ ہمیشہ کھڑا رہے گا' سایے میں نہ بیٹھے گا' کسی سے بات چیت نہ کرے گا ' اور روزہ رکھے گا - آنحضرت نے حکم دیا کہ اوسکو بیٹھنا چاہیے ' سایے میں آنا چاہیے ' گفتگو کرنی چاہیے ' اور روزہ کو بھی پورا کرنا چاہیے (۴)

اسی طرح آپ کو ایک شخص نظر آیا جسکو ایک آدمی ناک میں نکیل ڈالکر خانہ کعبہ کا طواف کرا رہا تھا - آپ نے اوسکی ناک کی رسی کاٹ دی اور فرمایا " اسکا ہاتھہ پکڑ کر طواف کراؤ " (۵)

(۱) بخاری جزء ۱ - ص - ۲۷
(۲) بخاری جزء ۱ - ص - ۸۶
(۳) صحیح مسلم جلد ۲ - ص - ۱۷
(۴) بخاری جزء ۸ - ص - ۱۴۳
(۵) بخاری جزء ۸ - ص - ۱۴۳

لیکن ان بدعات سے زیادہ اون اصولوں کا مٹانا ضروری تھا جن کی بنا پر بدعات پیدا ہوتی ہیں - بدعت کا سب سے بڑا سرچشمہ تشددآمیز مذہبی انہماک ہے - یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اپنے نظام عبادت کو نہایت سہل و آسان طریقے پر قائم کیا ہے ' اس لحاظ سے اگرچہ خود اسلام کے سنگ بنیاد پر بدعت کی عمارت نہیں قائم کی جاسکتی تھی' تاہم ابتداء میں صحابہ کا ایک پرجوش و مخلص گروہ نہایت شدت کے ساتھہ عبادت میں مصروف رہنا چاہتا تھا - جب آنحضرت نے ایک دن چھوڑ کے روزہ رکھنا شروع کیا ' تو اکثر صحابہ نے بھی اسکی تقلید کی - لیکن آپ کو نظر آیا کہ یہی چیز بدعت کا پیش خیمہ بھی ہے - آپ نے صحابہ کو سختی کے ساتھہ منع فرمایا - اسپر بھی لوگ باز نہیں آے' تو معمول کے خلاف متصل روزہ رکھنا شروع کردیا کہ لوگ خود گھبرا کر باز آجائیں گے - (۱) عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو کثرت صوم و صلاۃ سے اسی بنا پر روکدیا تھا - حضرت سلمان رضی اللہ نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ کو بھی شدت زھد سے منع فرمایا تھا' اور آپ نے اونکی تائید کی تھی (۲)

(رسم و رواج کا انسداد)

رسم و رواج کو جب استحکام ہوجاتا ہے تو بدعات کی طرح اونکا چھوڑنا بھی نہایت شاق گذرتا ہے - حالانکہ اکثر حالتوں میں وہ بدعات سے کم ضرر رساں ثابت نہیں ہوتیں' اور بڑی قیامت یہ ہے کہ بعض اوقات مذہبی حیثیت پیدا کرلیتی ہیں -

عرب میں بہت سے مضر رسمیں قائم ہوگئی تھیں جن کی پابندی نہایت ضروری خیال کی جاتی تھی ' اسلیے بدعات کے ساتھہ ساتھہ ان کا بھی انسداد کیا گیا -

عرب کے جذبات نہایت رقیق و لطیف تھے' اسلیے وہ اعزہ و اقارب کی موت سے نہایت متاثر ہوتے تھے جسکا اظہار مختلف حیثیتوں سے کیا جاتا تھا - عورتیں نہایت شدت کے ساتھہ میت پر گریہ و بکا کرتی تھیں' منہ نوچنا ' بال منڈوا ڈالنا' گریباں چاک کردینا ' شوہر کی موت پر برسوں تک خاص خاص پابندیوں کے ساتھہ گھر سے باہر رہکر ماتم کرنا ' عرب کی عورتوں کا عام شعار تھا - آنحضرت نے ان تمام رسوم کو نہایت سختی سے مٹایا ' لیکن شخصی حالتوں کے علاوہ میت پر قومی حیثیت سے بھی ماتم کیا جاتا تھا - یعنی قبیلہ کی بہت سی عورتیں جمع ہوکر میت کے محاسن و فضائل بیان کرتیں اور باہم روتی تھیں' اسی رسم کا نام " نیاحہ " ہے - آنحضرت کے زمانے تک یہ رسم قائم تھی' لیکن آپ کے سامنے جب کبھی اس قسم کے مواقع پیش آے تو اس طرح کی عورتوں کو سختی کے ساتھہ تنبیہ کی -

حضرت ام سلمہ کو جب اپنے شوہر کے انتقال کی خبر ملی تو بہ حسرت بولیں : " مسافر مسافرت میں مرا - اوس پر اسقدر گریہ و بکا کروں گی کہ یادگار رہے گا " چنانچہ اس غرض سے اونھیں تو عرب کے دستور قدیم کے مطابق ایک عورت نے گریہ و بکا میں اونکا ساتھہ دینا چاہا - آنحضرت نے دیکھا تو فرمایا : " کیا اوس گھر میں شیطان کو داخل کرنا چاہتے ہو جس سے خدا نے اوسکو نکال دیا ہے " (۳)

جب حضرۃ جعفر بن ابی طالب کے قتل کی خبر آئی تو اونکی عورتوں نے اسی طریقہ سے نوحہ کرنا شروع کیا - ایک شخص نے آنحضرت کو خبر کی - آپ نے منع کرنے کا حکم دیا لیکن وہ ناکامیاب

(۱) بخاری جزء ۸ - ص - ۱۷۴
(۲) بخاری جزء ۸ - ص - ۳۲
(۳) صحیح مسلم جلد ۱ - ص - ۳۴۰

واپس آیا - آپ نے اسي غرض سے دوسري مرتبه پھر اُوسیکو بھیجا ' اسپر بھي کچھه اثر نه هوا تو تیسري بار فرمایا : " جاکر اُون عورتوں کے منه میں خاک جھونک دو " (۱)

جنازه کے متعلق بھي اسي قسم کي متعدد رسمیں پیدا هوگئي تھیں - مثلاً اهل عرب جنازه کے ساتھه سواري پر جاتے تھے - آنحضرت صلی الله علیه وسلم نے چند اشخاص کو دیکھا که وه ایک جنازه کے ساتھه سوار هوکر جا رهے هیں - فرمایا : " کیا تمھیں شرم نہیں آتي که فرشتے پیدل هیں اور تم سواري پر جا رهے هو ؟ " (۲

جنازه کي مشایعت صرف کرته پہنکر کرتے تھے' اظهار غم کیلیے چادر اُوتار ڈالتے تھے' چادر عرب کا عام لباس تھا - آنحضرت نے اسي وضع میں چند اشخاص کو دیکھا تو فرمایا : " کیا جاهلیة کے طریقه پر عمل کر رهے هو ؟ " (۳)

جنازه میں عورتیں بھي عموماً شریک هوتي تھیں ' چنانچه آپ نے چند عورتوں کو بیٹھے هوے دیکھا تو پوچھا " کیوں بیٹھي هو ؟ بولیں : " ایک جنازے کا انتظار هے " فرمایا : " کیا اُوسکو غسل دوگی ؟ " اُون سبھوں نے کہا " نہیں " پھر فرمایا " تو کیا لاش کو کاندھا دوگي " اُون سبھوں نے کہا " نہیں " پھر فرمایا " تو کیا لاش کو قبر میں اُوتارو گي ؟ " بولیں " نہیں " - تو آپ نے فرمایا : " پھر واپس جاؤ " (۴)

عرب کي فخر پسند طبیعت همیشه باپ دادا کے کارناموں کا ذکر نہایت بلند آهنگي سے علي رؤس الاشهاد کرتي تھي - یہاں تک که زمانۂ حج میں بھي یه داستان پارینه تازه کي جاتي تھي : و اذکروا اسم الله کذکرکم ابا کم او اشد ذکرا - اس کو " مناشرت " کہتے تھے - فخر و غرور کے اظهار کا یه طریقه اکثر بڑي بڑي نزاعیں قائم کردیتا تھا - اسلام نے اس رسم کو بالکل هي مٹا دیا - لیکن اسکا اثر مختلف صورتوں میں پھیل گیا تھا ' منجمله اُونکے ایک صورت یه تھي که باپ دادا کے نام کي قسم کھاتے تھے - ایک مرتبه حضرت عمر نے بھي قسم کھائي - آپنے فرمایا : " خدا باپ دادا کے نام کي قسم کھانے سے منع کرتا هے ' صرف خدا کي قسم کھاني چاهیے ' ورنه خاموشي بہتر هے " (۵)

(اخـــلاقي اصـــلاح)

آنحضرت صلی الله علیه وسلم کي بعثت کا اصلي مقصد اصلاح اخلاق و تزکیه نفس تھا ' جسکو خود آپ نے ظاهر فرما دیا تھا :

انما بعثـت لاتمم مکارم اخلاق - میں اخـلاق کـي تـکمیل کیلیے مبعوث هوا هوں -

اور یه مقصد همیشه آپ کے پیش نظر رهتا تھا ' اصولي طور پر آپنے اخلاق کے متعلق جو اصلاحیں کیں ' وه اونکے علاوه هے ' جزئي طور پر جب کسي شخص سے کسي قسم کي بد اخلاقي کا ظهور هوتا تھا تو آپ فوراً اوسکو تنبیه فرمادیتے تھے - چنانچه احادیث میں اسکي به کثرت مثالیں ملتي هیں' جنکے جزئیات کي تفصیل حسب ذیل هے :

(انســداد گداگـري)

اسلام نے زکواة کا ایک مستقل نظام قائم کردیا کیونکه خاص خاص لوگ اوسکے حقیقي مستحق تھے' لیکن عام طور پر اسلام گداگري اور مفت خواري کو نہایت ذلیل پیشه قرار دیتا هے - یہي وجه هے که آنحضرت صلی الله علیه وسلم غیر مستحق لوگوں کو اس سے نہایت سختي کے ساتھه روکتے تھے -

(۱) صحیح - مسلم جلد ۱ - ص - ۳۴۵
(۲) سنن ابن ماجه - ص - ۲۵۰
(۳) سنن ابن ماجه - ص - ۲۵۱
(۴) سنن ابن ماجه - ص - ۲۶۹
(۵) بخاري جزء ۸ - ص - ۲۷

ایک مرتبه ایک انصاري نے آپ سے سوال کیا ' آپنے پوچھا : " تمھارے گھر میں کچھه پونجي بھي هے " اوس نے کہا " ایک ٹاٹ هے جسکو اوڑھتا بچھاتا هوں - ایک پیالہ هے جس میں پاني پیتا هوں " - آپنے فرمایا " اوسکو جاکر لے آؤ " وه جاکر اوٹھا لایا ' آپنے تمام صحابه کے سامنے اوسکو بغرض فروخت پیش کیا - ایک صحابي نے ایک درهم پر لینا چاها ' دوسرے صحابي نے قیمت میں اضافه کرکے دو درهم پر لے لیا - آپنے دونوں درهم اوس انصاري کے حوالے کیے اور فرمایا " ایک درهم کا غله لیکر گھر میں دے آؤ ' دوسرے درهم کا ایک بسولا خرید کر میرے پاس لاؤ " وه بسولا خرید لایا ' آپنے خود دست مبارک سے اوس میں دسته لگایا ' اور حکم دیا که " جنگل میں جاکر لکڑي کاٹو اور بیچو - ۱۵ دن تک میں تمھاري صورت نه دیکھوں - " وه لکڑي کاٹ لایا اور اوسکو فروخت کیا - دس درهم هاتھه آے - اس رقم کو لیکر آنحضرت کي خدمت میں حاضر هوا - آپنے فرمایا : " اس رقم سے کچھه غله اور کچھه کپڑا خرید کر کھاؤ پہنو ' گداگري سے یه بہتر هے ' وه تو آدمي کے چہرے کا داغ هے - صرف اپا هج لوگوں کیلیے هي جائز هوسکتي هے " (۱)

(رشـوت خـــواري)

عدل و انصاف کي بربادي اور ظلم کي روح خبیث کا سب سے بڑا سبب رشوت خواري هے - عهد نبوت میں چونکه آنحضرت کے فیض صحبت سے صحابه کا معیار اخلاق نہایت بلند هوگیا تھا - اسلیے رشوت خواري کي مثالیں نہیں ملتیں تاهم جب کبھي کسي کے طرز عمل پر رشوت کا شبهه بھي هوتا تھا تو آنحضرت اوسپر تنبیه فرماتے تھے - حکام و عمال کو اکثر رشوتیں نذر و هدیه کے ذریعه سے دي جاتي هیں - آنحضرت کے زمانه میں بھي اسي قسم کا ایک واقعه پیش آیا - آپنے قبیلۂ ازد کے ایک شخص کو صدقه وصول کرنے کیلیے بھیجا ' اوس نے واپس آکر آنحضرت کے سامنے صدقه کا مال پیش کیا اور کہا " اتنا مسلمانوں کا مال هے ' اور اس قدر مجھے هدیتاً ملا هے " چونکه اس قسم کا هدیه رشوت کا ذریعه بن سکتا تھا اور اگر علانیه اسکا انسداد نه کیا جاتا تو اور لوگ بھي اس طریقه سے فایده اٹھاتے ' اسلیے آپ نے ایک خطبه دیا اور فرمایا : " اس عامل کو دیکھو جو کہتا هے که یه مال مسلمانوں کا اور یه مال میرا هے - ذرا وه اپنے گھر میں تو بیٹھه کے دیکھے که اوسکے پاس هدیه آتا هے یا نہیں ؟ (۲)

(خیانت کا انسداد)

معاملات میں سب سے زیاده خیانت' چالاکي' اور خدع و فریب کا موقعه تجارتي کاروبار میں مل سکتا هے ' اسلیے آنحضرت خاص طور پر اسکي طرف اپني توجه مبذول رکھتے تھے - ایک مرتبه بازار میں سے گذرے اور ایک شخص کے غله کے ڈھیر کے اندر هاتھه ڈال کے دیکھا تو نمي محسوس هوئي - چونکه بھیگنے سے غله کا وزن بڑھ جاتا هے اسلیے آپ نے فرمایا : " جو شخص دھوکا دیتا هے ' وه هم میں سے نہیں هے " (۳)

عرب میں چونکه غله بہت کم آتا تھا ' اسلیے جب باهر سے سوداگر غله لاتے تھے تو لوگ شہر سے باهر هي تخمیناً خرید لیتے تھے' لیکن اس سے کئي طرح کے نقصانات پیدا هوتے تھے - اولاً تو تمام شہر محروم رہ جاتا تھا ' دوسرے یه ایک غیر معین و غیر معلوم بیع تھي ' اسلیے آنحضرت صلی الله علیه وسلم نے اس سے روکا - آپ عموماً لوگوں کو اسپر سزا دیتے تھے (۴)

(۱) سنن ابن ماجه - ص - ۳۹۷
(۲) صحیح مسلم جلد ۲ - ص - ۱۱۳
(۳) سنن ابن ماجه - ص - ۳۰۳
(۴) بخاري جزء ۳ - ص - ۶۸

(حفظ الید و حفظ اللسان)

اسلام نے ایک عظیم الشان اخلاقي اصول یه قائم کیا تها :

المسلم من سلم المسلمون من یده و لسانه - مسلمان وہ هے ' جس کے هاتهه اور زبان سے مسلمانوں کو ایذا نه پهونچے -

اس اصول کي خلاف ورزي کا اثر اگرچه هر موقع پر برے نتائج پیدا کرتا هے ' تاهم برابر درجه کے لوگ انتقام لیکر اپنے دل کو تسکین دے لیتے هیں - کمزور انسانوں کو تو اسکا بهي موقعه نهیں ملسکتا - چنانچه اس قسم کے موقعوں پر جب کوئي شخص اس اخلاقي جرم کا مرتکب هوتا تها ' تو آپ فوراً ٹوک دیتے تهے - حضرت ابو ذر غفاري فرماتے هیں که میںنے اپنے غلام کو ماں کي گالي دي - آپ نے فرمایا " تم اوسکو گالي دیتے هو ؟ تم میں زمانۂ جاهلیۃ کا اثر ابهي باقي هے - تمهارے غلام تمهارے بهائي هیں جنکو خدا نے تمهارے سپرد کردیا هے - جو تم کهاؤ ' وهي اونکو کهلاؤ - جو تم پهنو ' وهي اونکو پهناؤ ' اور اونکي طاقت سے زیادہ اون سے کام نه لو ' اگر لیتے هو تو اونکي اعانت کرو " (۱)

حضرت ابو مسعود انصاري کهتے هیں : " میں اپنے غلام کو مار رها تها - یکایک پیچهے سے ایک آواز آئي که اے ابو مسعود ! هوشیار ! خدا کو تم پر اس سے زیادہ قدرت حاصل هے - میںنے پیچهے موڑ دیکها تو آنحضرت تهے " حضرت ابو مسعود پر اس کا یه اثر هوا که اونهوں نے غلام کو آزاد کردیا (۲)

(مداحي کا انسداد)

انسان خوشامد پسند هے ' اور مداحي اس دبي هوئي چنگاري کو اور بهي اوبهار دیتي هے - امرا و سلاطین کو اسي نے تباه کردیا - آنحضرت صلی الله علیه وسلم کو خود مدح سے نفرت تهي ' اور لوگوں کو بهي اس سے منع فرماتے تهے - چنانچه ایک آدمي نهایت مبالغه آمیز طور پر ایک شخص کي مدح کر رها تها ' آپ نے دیکها تو فرمایا : " تم نے اوسکو هلاک کردیا " (۳)

(عیش پرستي کا انسداد)

عیش پرستي بظاهر تمدن کا زیور هے ' لیکن درحقیقت اوسکے اندرونی نظام کا اصلي گهن یهي چیز هے - آنحضرت کي زندگي نهایت سادہ تهي ' آپ تمام لوگوں کو اسي سادگي کي تعلیم دیتے تهے ' اور جب کبهي کوئي چیز اسکے خلاف نظر سے گذرتي تو اوس سے بیزاري ظاهر فرماتے تهے -

ایک مرتبه آپ راستے سے گذرے تو ایک بلند عمارت نظر آئي - آپ نے فرمایا کسکا مکان هے ؟ لوگوں نے ایک انصاري کا نام لیا - آپ خاموش هوگئے ' لیکن دل میں بات رکهه لي - وہ انصاري آپ کي خدمت میں حاضر هوے اور سلام کیا ' آپ نے منهه پهیر لیا - اونهوں نے کئي بار سلام کیا لیکن آپ کا اعراض بدستور قائم رها - اونهوں نے اپنے دوستوں سے آنحضرت کي ناراضي کا سبب پوچها تو لوگوں نے واقعه بیان کیا - وہ فوراً گئے اور اوس منزل کو منهدم کردیا - آپ دوسري بار اوس طرف سے گذرے تو فرمایا که وہ عمارت کیا هوگئي ؟ لوگوں نے کها یا رسول الله ! صاحب خانه نے آپ کي ناراضي کے خوف سے اوسکو گرادیا - آپنے فرمایا هر وہ گهر جو ضرورت سے زائد هو ' صاحب خانه پر وبال هے - (۴)

ایک مرتبه آپ کسي لڑائي سے واپس آے ' حضرت عائشه نے شوق و محبت سے گهر کو ایک نهایت رنگین پرده سے سجادیا - آپ تشریف لاے تو حضرت عائشه نے سلام کیا ' لیکن آپ کے چهرے سے ناراضي کے آثار ظاهر هوے اور سلام کا جواب تک نهیں دیا - پهر خود اپنے دست مبارک سے پردے کے دو ٹکڑے کردیے اور فرمایا که خدا نے همکو مٹي اور پتهر کے آراسته کرنے کا حکم نهیں دیا هے - (۱)

حضرت فاطمه رضی الله عنها کے ساتهه بهي اس قسم کے مواقع پیش آے هیں -

(عفت و عصمت)

اسلام پاکبازي اور عفت کي تعلیم دینے کیلیے آیا تها :

والذین لفروجهم حفظون - کامیاب مسلمان وہ هیں جو عفیف اور پاکباز هیں -

اس بنا پر جب کبهي اس قسم کے مواقع پیش آتے تهے جن سے مسلمانوں کي اس خصوصیت پر حرف آسکتا تها ' تو آنحضرت صلی الله علیه وسلم فوراً اوس سے تعرض فرماتے تهے -

حضرت فضل ابن عباس نهایت رجیه آدمي تهے ' زمانه حج میں آنحضرت نے اونکو اپنے ساتهه سوار کرلیا تها - ایک خوشرو عورت آنحضرت کي طرف فتوی پوچهنے کیلیے بڑهي - فضل نے اوسکو شوق کي نگاهوں سے دیکهنا شروع کیا ' آنحضرت نے خود دست مبارک سے اونکي ٹهڈي پکڑکر اونکا منه اوسکي طرف سے پهیر دیا - (۲)

یورپ کو آج اپنے تهذیب و تمدن پر بڑا ناز هے اگرچه یورپ کي اخلاقي حالت کے اصلي منظر نهایت نفرت انگیز هیں - بظاهر هر انگریز کو ستر عورت کا خیال رهتا هے اور کسي نے کسي انگریز کو راہ میں برهنه تن بهت کم دیکها هوگا ' لیکن اسلام کي تهذیب اس بارے میں صرف نمائشي لباس آرائي هي کو کافي نهیں سمجهتي - ایک بار آنحضرت صلی الله علیه وسلم نے ایک شخص کو میدان میں برهنه نهاتے هوے دیکها ' فوراً منبر پر تشریف لاے اور ایک عام خطبه دیا :

ان الله حي ستیر یحب الحیاء و الستر فاذا غسل احدکم فلیستر - - خدا صاحب حیا اور پرده دار هے ' وہ حیا اور ستر پوشي کو پسند کرتا هے پس تم میں سے جو کوئي غسل کرے چاهیے که پرده ڈال لیا کرے -

آنحضرت کو ستر عورت کا اسقدر خیال تها که ایک مرتبه مسور بن مخرمه نے ایک بهاري پتهر اوٹهایا - اس حالت میں اونکا کپڑا گرگیا - آپ نے فوراً ٹوکا که کپڑا اوٹهاؤ - برهنه نه هو (۳) لیکن یورپ کي ستر پوشي کا یه حال هے که غسل خانوں ' حماموں ' بحري ساحلوں ' اور پیراکي کے حوضوں میں صدها متمدن انسان برهنه هوکر ایک دوسرے کے سامنے هوتے هیں -

(اصلاح شئون النساء)

اس معاملہ میں عورتوں کي حالت مختلف حیثیتوں سے قابل توجه و محتاج اصلاح تهي - عرب میں مخنثوں کا ایک گروہ موجود تها ' جو علانیه گهروں میں آتا جاتا تها - ایک بار ایک مخنث نے ازواج مطهرات کے سامنے ایک عورت کے محاسن بالکل ایک مرد کي نظر و ذوق سے بیان کیے - آنحضرت نے فوراً حکم دیا که یه لوگ گهر میں نه گهسنے پائیں (۴)

عرب کي عورتوں میں جو بد اخلاقیاں پهیل گئي تهیں ' اون میں ایک بد اخلاقي یه بهي تهي که بعض عورتیں مردوں کي وضع اختیار کرتي تهیں - آنحضرت نے ان پر عموماً لعنت بهیجي هے - لیکن جب کبهي کسي عورت کي وضع کو مردوں سے بلا قصد بهي

(۱) بخاري جزء ۱ - ص - ۱۱
(۲) ابو داود ص - ۳۴۷ - جلد - ۲
(۳) بخاري جزء - ۳ - ص - ۱۷۷
(۴) ابو داود جلد - ۲ - ص - ۳۵۶

(۱) ابو داود ص - ۲۱۶ - جلد - ۲
(۲) بخاري جزء - ۸ - ص - ۵۱
(۳) ابوداؤد جلد - ۲ - ص - ۲۰۱
(۴) مسلم جلد - ۲ - ص - ۲۴۴

مشابہت ہوجاتي ' تو آپ فوراً ٹوکدیتے - ایک مرتبہ حضرت ام سلمہ دوپٹا اوڑھ رہي تھیں - آپ نے دیکھا تو فرمایا :

لیة لا لیتین ایک تہ کرکے اوڑھو دو تہ نہ کرو

کیونکہ دو تہ کرنے سے عمامہ کے ساتھہ مشابہت پیدا ہوجاتي تھي' جو مردوں کی خاص وضع ہے- آپ کو اسپر اسقدر اصرار تھا کہ ایک عورت نے پردہ سے آپ کو ایک خط دینا چاہا' اسکے ہاتھوں میں مہندي تھي - آپ نے فرمایا : یہ مرد کا ہاتھہ ہے یا عورت کا ؟ اسنے کہا میں عورت ہوں ' فرمایا " اگر تم عورت ہو تو مہندي لگاؤ "

اکثر عورتیں نہایت غیر محتاط لباس پہنتي تھیں - اسکے متعلق خود قرآن حکیم میں آیتیں نازل ہوئي ہیں - خود آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم جب کبھي اس قسم کي بی احتیاطي ملاحظہ فرماتے تھے تو فوراً روکدیتے تھے - حضرت اسماء بنت ابي بکر آپ کے سامنے باریک کپڑا پہن کے آئیں تو آپ نے منہ پھیر لیا ' پھر فرمایا : " عورت بلوغ کے بعد صرف منہ اور ہاتھہ کھلا رکھہ سکتي ہے " (۱)-

عورتیں عموماً راستوں میں مردوں کے دوش بدوش چلتي تھیں - ایک مرتبہ آپ مسجد سے نکلے تو دیکھا کہ مرد و عورت دونوں ساتھہ ساتھہ راہ میں چل رہے ہیں ' آپ نے فرمایا : " تم کو درمیان راہ چلنے کا کوئي حق حاصل نہیں ' تم کو راستے کے کنارے چلنا چاہیے " اسکے بعد سے عورتیں دیواروں سے لگ کر چلنی لگیں - اس قسم کے بیسیوں واقعات کتب حدیث میں مذکور ہیں -

(رفع نزاع باھمي و اصلاح ذات البین)

اسلام نے مسلمانوں پر سب سے بڑا احسان الہي یہ جتایا ہے :

فاصبحتم بنعمتہ اخوانا خدا نے تمکو باہم دشمني کے بعد بھائي بھائي بنادیا -

لیکن باھمي اختلاف و تنازع سے یہ رشتۂ اخوت ٹوٹ سکتا تھا' اسلیے آنحضرت کے فرائض احتساب میں سب سے اہم فرض رفع نزاع تھا - چنانچہ جب کبھي آپ کو کسي شرو فساد خانگي کي خبر ملتي تو آپ جاتے اور اصلاح فرماتے - ایک مرتبہ آپ کو خبر ملي کہ قبیلہ بني عمرو بن عوف میں باہم کچھہ نا چاقي پیدا ہوگئي ہے - آپ چند صحابہ کے ساتھہ تشریف لیگئے ' اور معاملہ کے سلجھانے میں اسقدر دیر لگي کہ نماز کا وقت آگیا - چنانچہ حضرت بلال کے درخواست کرنے پر حضرت ابوبکر نے نماز پڑھائي (۲)

عبداللہ بن سلول ایک بار نہایت گستاخانہ پیش آیا ' یہاں تک کہ صحابہ سے ضبط نہوسکا اور وہ لڑنے بھڑنے پر تیار ہوگئے' اسپر عبد اللہ بن سلول کے حامي بھي اڑے ' اور فریقین باہم دست و گریباں ہوگئے' لیکن آنحضرت نے مسلمانوں کو سمجھا بجھا کر الگ کیا اور فرمایا کہ صلح فساد سے بہتر ہے (۳)

واقعہ حک کے متعلق خود مسلمانوں کے دو قبیلوں اوس و خزرج میں سخت نزاع قائم ہوگئي' اور دونوں فریق آمادہ جنگ ہوگئے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو سمجھا بجھا کر ٹھنڈا کیا -

(مراعاۃ ادب)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑوں کے ادب و تعظیم کا نہایت خیال رہتا تھا ' معمولي باتوں پر بھي گرفت کرتے تھے - ایک موقع پر جب حضرت عبد اللہ بن مسعود کے چھوٹے بیٹے نے گفتگو میں مسابقت کرني چاھي تو آپ نے فوراً ٹوکدیا :

الکبر الکبر (۴) یعني پہلے بڑے کو بولنے دو !

(۱) ابو داؤد جلد - ۲ - ص - ۲۱۱
(۲) ابو داؤد جلد - ۲ - ص - ۲۱۸
(۳) ابو داؤد جلد - ۲ - ص - ۲۱۱
(۴) ابو داؤد جلد - ۲ - ص - ۳۶۰

اسئلۃ واجوبتھا

حکومۃ شوریٰ اور اسلام

خلافۂ راشدۂ اسلامیہ کا نظام جمہوري

منہاج نبوۃ اور شوریٰ

(از جناب مولوي مصباح الدین صاحب - لشکر گوالیار)

عرصہ ہوا الہلال میں جناب نے اسلام کے حکم شوریٰ اور خلافۂ راشدہ کے نظام حکومت کے متعلق ایک مضمون تحریر فرمایا تھا' اور دھلي کے کسي شخص نے اسپر اعتراض کیا تھا - خاکسار نے وہ مضمون جو پیسہ اخبار میں شائع کیا گیا تھا ' حضور کي خدمت مبارک میں بھیجا تھا اور استدعا کي تھي کہ اس مسئلہ کو ایک بار بالکل واضح کردیا جاے - جناب نے از راہ کرم لکھا تھا کہ عنقریب اسپر توجہ کي جائیگي - اسکے بعد جب الہلال میں " القارعہ " کے عنوان سے جناب نے مسئلہ خلافۂ اسلامي پر مضمون لکھا تو اسمیں یہ بھي لکھا تھا کہ اسلام نے اپنا نظام حکومت ایک خاص طرح کا جمہوري قرار دیا ہے' اور کوئي حکومت اسلامي نہیں ہوسکتي جب تک کہ وہ پارلیمنٹري طرز حکومت پر عامل نہو - اسپر بھي بعض لوگوں نے اعتراض کیا تھا' اور اس وقت مکرر خاکسار نے جناب کو اس اہم مسئلہ پر توجہ دلائي تھي' لیکن صد افسوس کہ اسکے بعد مقدس الہلال کي اشاعت بند ہوگئي' اور دل کي حسرت دل ہي میں رہگئي -

اب تیسري بار جناب کو زحمت دیتا ہوں اور ملتمس ہوں کہ البلاغ میں اس کے لیے بھي کچھہ جگہ نکالي جاے - معترضین کا بیان ہے کہ خلافت راشدہ کا طرز حکومت ایک طرح سے شخصي تھا - ایک شخص خلیفۃ المسلمین ہوتا تھا' اور سب اسکي متابعت کرتے تھے - حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید کو معزول کردیا اور باوجود مخالفت کے مسلمانوں کے مشورہ کي کچھہ پروا نہ کي - حضرۃ ابوبکر نے منکرین زکواۃ سے قتال کیا اور بہت سے صحابہ اسکے مخالف تھے - پس پارلیمنٹ کہاں ہوئي اور ارکان شوریٰ کي راے کي متابعت خلیفہ کیلیے کیونکر واجب ہوئي ؟ وغیرہ وغیرہ - ضرورت اسکي ہے کہ سب سے پہلے جناب خلفاء راشدین کے طرز حکومت کو واضح فرمادیں تاکہ موجودہ زمانے کي اصطلاحات پارلیمنٹ وغیرہ کو اس سے ملاکر معلوم کیا جاسکے کہ کسقدر حالت مختلف اور کسقدر متحد تھي ؟ خاکسار نے الفاروق کو اسي خیال سے بار بار دیکھا تاکہ کم از کم حضرۃ عمر کے عہد کا نمونہ صاف ہوجاے' لیکن تشفي نہوئي - بعض حضرات کا یہ بھي خیال ہے کہ جب تک سلطان عبد الحمید سریر آراے خلافت تھے ' اس وقت تک دولۂ عثمانیہ ٹھیک ٹھیک اسلامي خلافۃ کي مصداق تھي' لیکن اسکے بعد یورپ کے اثرات سے متاثر ہوکر نوجوان ترکوں نے شورش کي' اور انکو معزول کرکے تمام رشتۂ حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لیا - اب سلطان ترکي کوئي اختیار نہیں رکھتے' اور تمام اختیار پارلیمنٹ کے ہاتھہ میں ہے- اسمیں عیسائي ممبر بھي ہیں' یہودي ممبر بھي ہیں' دروز بھي ہیں - اب امیر المومنین کي اسلامي طاقت محض براے نام ہے -

البـــلاغ :

آپ نے ایک نہایت اہم دینی اور تاریخی بحث چھیڑدی ہے جو بعد اسکے صاف نہیں ہوسکتی کہ نہایت شرح و بسط کے ساتھ نظر ڈالی جائے - آپکے سوال کو میں چند ٹکڑوں میں منقسم کردیتا ہوں تاکہ بسہولت تمام پہلو بحث میں آسکیں :

(۱) خلافۂ راشدۂ اسلامیہ کا طرز حکومت جسکو آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے " علی منہاج النبوۃ " فرمایا یعنی وہ طریق نبوۃ پر قائم ہوگئی' کیا تھا؟

(۲) موجودہ پارلیمنٹری طرز حکومت اور اسلامی طریق شوریٰ-

(۳) ایک ایسا دار الشوریٰ جسمیں غیر مسلم ارکان بھی ہوں' کیا اسلامی دارالشوریٰ ہوسکتا ہے؟

الہلال کی جلد (۳) میں جو سلسلۂ مضامین " الحریۃ فی الاسلام" کے عنوان سے شائع ہوا ہے' آپ اسپر مکرر نظر ڈال لیں - نہایت شرح و بسط کے ساتھ اس مسئلہ کا حل شرعی اسمیں موجود ہے اور ایک طالب حق کو کفایت کرتا ہے - البتہ یہ سلسلہ نا تمام رہگیا تھا' اور ایک پورا ٹکڑہ جو " حکم شوریٰ " کے عنوان پر لکھا گیا تھا ' اس خیال سے شائع نہوا کہ زیادہ مفصل و مدلل کرکے شائع کرنا مقصود تھا - لیکن اس ٹکڑے کو بھی اب شائع کردیا جاتا ہے- یہ ایک مختصر اور اجمالی نظر ہے - آپکے مطالعہ میں آجائے - اسکے بعد بقیہ سوالات کا جواب عرض کرونگا -

(حکـــم شوریٰ)

یعنی تمام داخلی و خارجی معاملات ملکی اور امور انتظامی و قانونی ملک کے اہل الرائے اور زعماء ملت اشخاص کے مشورہ سے انجام پائیں' اس مسئلۂ کے اثبات و تفصیل سے پہلے ایک تمہید کی ضرورت ہے -

ہر دستوری (مقید بقانون) حکومت کیلیے ایک اصولی قانون ہوتا ہے' جو باہمی مشورہ سے منفصل ہوکر آیندہ تمام قوانین کیلیے ایک اصول موضوعہ اور سنگ بنیاد قرار پاتا ہے - یورپ کے جمہوری و پارلیمنٹری دور نے اسے " قانون اساسی" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے - حکومت ہمیشہ اس بنیادی قانون کی متابعت پر مجبور ہوتی ہے اور جتنے قوانین و اصول وضع ہوتے ہیں' سب کے سب اسی اولین قانون اساسی کے ماتحت رہتے ہیں - اسکی تمام دفعات اصولی و کلی ہوتی ہیں - وہ جزئیات سے کوئی تعلق نہیں رکھتا - ہر شاخ حکومت و نظام سلطنت کیلیے اصولی دفعات وضع کردیتا ہے -

اسلام کا بھی ایک قانون اساسی ہے یعنی " قرآن اور اُسکی عملی تفسیر جسکا نام " سنت" ہے - اسی پر تمام قوانین اسلامی کی بنیاد ہے -

اسلام کا یہ قانون اساسی دنیا کے تمام دیگر قوانین اساسیہ کے خلاف انسانوں کا گھڑا ہوا نہیں ہے بلکہ اوس مقنن اعظم کی تاسیسات ہیں جسکے قوانین فطرت سے دنیا کا ذرہ ذرہ جکڑا ہوا ہے' اور جسکے کلمات و سنن میں کبھی تغیر و تبدل نہیں ہوسکتا: لا تبدیل لکلمات اللہ - و لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا -

اس قانون اساسی کے ماورا جو معاملات ملکی اور امور انتظامی و قانونی ہیں' اسلام کا حکم ہے کہ وہ ہمیشہ باہمی مشورۂ عام سے طے ہوں - مسجد نبوی ہماری مجلس شوریٰ تھی - مہاجرین و انصار مجلس کے ارکان خاص ' اور عام مسلمان اوسکے ارکان عام تھے - " الصلوۃ جامعۃ " انعقاد مجلس کا اعلان تھا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو مشورۂ انسانی سے مستغنی تھے ' وہ بھی بربناے تعلیم امت استشارہ فرماتے تھے اور تمام خلفاے راشدین کا اسی پر عمل تھا - ہمکو اس مسئلہ میں زیادہ کاوش کی ضرورت نہیں' خود قرآن حکیم نے اس مسئلہ کو فیصل کردیا ہے :

و شـــاورهـــم في الامر — معاملات حکومت میں مشورہ کرلیا کرو!
(۳-۱۵۳)

دوسری جگہ صحابۂ کرام کی توصیف و مدح میں خدا فرماتا ہے:

وامرهـــم شورىٰ بينهـم — اونکے معاملات حکومت باہمی مشورہ
(۴۲-۳۶) سے طے ہوتے ہیں -

پہلی آیۃ نے حکم دیا ' اور دوسری نے اسکی تعمیل کی خبر دیدی -

پہلی آیت کی تفسیر میں صاحب فتح البیان نے ایک نامور عالم ابن خواز منداد کا یہ قول نقل کیا ہے :

واجب علی الولاۃ مشاورۃ العلماء فیمـــا لایعلمون و فیمـا اشکل علیهم من امور الدنیا و مشاورۃ وجوہ الجیش فیمـــا یتعلق بالحرب و وجوہ الناس فیما یتعلق بالمصالح و وجوہ الکتاب والعمال والوزراء فیما یتعلق بمصالح البلاد و عمارتها(ج-۲-ص-۱۳۰ مصر)

حکام ملک پر اون معاملات میں جنکو وہ نہیں جانتے اور دیگر امور دنیاوی میں واقف کاروں سے ' معاملات جنگ میں افسران فوج سے ' مصـــالح عـــامہ میں معززین ملک سے ' اور معاملات ملکی میں اہل دفتر و حکام و وزرا سے مشورہ کرنا واجب ہے -

وہ امام یا سلاطین جو حکم شوریٰ کی تعمیل نہیں کرتے ' امام قرطبی حسب ذیل فتوی اونکے متعلق نقل کرتے ہیں :

لا خلاف في وجوب عزل من لایستشیر اهل العلم و الدین - (فتح البیان ج - ۲-ص-۱۳۰)

جو خلیفہ اہل علم و اہل دین سے مشورہ نہ کیا کرے ' اوسکی معزولی کے واجب ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں -

" الحریۃ فی الاسلام " کی گذشتہ صحبتوں میں ہم حکم شوریٰ کی تشریح کرچکے ہیں - اب دیکھنا چاہیے کہ عمل کی حیثیت سے اسلام نے اسکا کیا نمونہ پیش کیا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت عائشہ کی شہادت ہے کہ :

ما رایت رجلاً اکثر استشارۃ للرجال من رسول اللہ صلعم:- (رواہ البغوی)

میں نے رسول اللہ سے زیادہ کسیکو اس بارے میں نہ پایا کہ لوگوں سے مشورہ کرکے کام کیا جائے -

حضرۃ ابو ہریرہ سے مروی ہے :

ما رایت احدا اکثر مشورۃ لاصحابه من رسـول اللہ صلعم (رواہ الترمذی)

میں نے آنحضرت صلعم سے زیادہ کسیکو اپنے اصحـاب سے مشورہ لیتے نہیں دیکھا -

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص کو لکھا تھا :

ان رسول اللہ صلعم شاورنا في الحرب فعلیك بـــه (کنزہ العمال - ج - ۱ - ص ۱۶۲)

رسول اللہ صلعم امور جنگ میں ہم لوگوں سے مشورہ لیتے تھے ' پس تم بھی ایسا ہی کیا کرو -

اس حدیث سے نہ صرف آنحضرت کا طرز عمل ظاہر ہوتا ہے بلکہ حضرت ابوبکر کا بھی اصول عمل واضح ہوجاتا ہے -

اسکے بعد حضرت عمر کا دور ہے - اونہوں نے مہاجرین و انصار کی باقاعدہ مجلسیں قائم کیں' اون سے ہمیشہ امور مملکت میں مشورہ لیا - عام مسلمانوں کو بھی ہر مسئلہ میں اعتراض کا حق حاصل تھا ' عہد فاروقی کی تاریخ ان واقعات سے اسقدر لبریز ہے کہ انکو کسی ایک مضمون میں ضمناً سمیٹنا ممکن نہیں - مثلاً چند واقعات حوالۂ قلم ہیں:

عن ابن شهاب كان عمـــر بن الخطاب اذا نزل الامر المعضل دعا الفتيـــان فاستشـارهـم ليقتفي حـــدة عقـــولهـــم (كنز العمال ج - ۱ - ص - ۱۶۳)

زهري روايت كرتے هيں كه حضرت عمر كو جب كوئي مشكل مسئله پيش آتا تو نوجوانوں كو طلب فرماتے اور ان سے مشوره ليتے ' تاكه اونكي زهارت عقل كا اتباع كريں -

بلاذري جو مشهور مورخ هے ' ايك ضمني موقع پر لكهتا هے :

كان للمهاجرين مجلس في المسجد فكان عمـــر يجلس معهم و يعدثهـــم عما ينتهى اليه من امر الافاق (فتوح البلدان -)

مسجد نبوي ميں مهاجرين كي ايك مجلس تهي - حضرت عمر اونكے پاس بيٹهتے تهے اور ملك كے جو واقعات ان تك پهونچتے تهے اونكو بيان كرتے تهے -

قرآن و حديث كے بعد فقه كا درجه هے - فقه اسلامي كا تيسرا ركن اجماع هے ' جو مشورهٔ ملت كي سب سے كامل اور محتاط حد هے - يعني علماے امت كا كسي مذهبي غير منصوص مسئله پر اور قوم كے ارباب سياست كا كسي طريقه سياست پر اتفاق كرنا - آنحضرة نے جماعت كي اكثريت كو هميشه ايك بالاترجگه دي - كبهي فرمايا كه لا تجتمع امتي على الضلالة - ميري امة كبهي بهي ضلالت پر اجماع نهيں كرسكتي - كبهي ارشاد هوا كه يد الله على الجماعة - جماعت پر الله كا هاتهه هے - اس سے تخلف نه كرو - شخصيت كے مقابله ميں جماعت كي قوت كو قائم كرنا جمهوريت كي اصلي بنياد هے ' اور اس سے بڑهكر اسكے ليے تصور كيا هوسكتي هے ؟

ان تصريحات كے علاوه تاريخ و احاديث كے بكثرت واقعات هيں جن سے ثابت هوتا هے كه خود آنحضرت باتباع حكم الهي اور نيز خلفاے راشدين باقتداے سنت نبوي ' هر امر اهم ميں لوگوں سے مشوره ليتے تهے ' اور مسائل پر اجماع كرتے تهے - مسجد نبوي اسلام كي مجلس عمومي يا سينيٹ تهي - اكابر مهاجرين و انصار اركان خاص ' اور عام مسلمان اركان عام تهے - مدينه كي گليوں ميں الصلوة جامعة كي ندا انعقاد مجلس كا اعلان كرديتي - اس قسم كي مجالس ميں جو واقعات پيش هوے ' اونكي ايك مختصر فهرست ذيل ميں هم پيش كرتے هيں :

(عهد نبوت)

طريقهٔ اذان ' تكذيب واقعهٔ افك ' جنگ بدر ميں آگے بڑهنا ' بدر كے كنويں پر مقيم هونا ' فديهٔ اسيران جنگ بدر ' جنگ احد ميں مدينه سے نكلكر لڑنا ' غزوهٔ خندق ميں مدينه كے اندر محصور هوكر لڑنا ' ايام خندق ميں حمله آوروں سے مدينه كي ايك تهائي پيداوار پر صلح كرنيكي بحث ' حديبيه ميں جنگ كا مسئلهٔ ' وغيره

(عهد خلافـــت راشده)

كتابت قران ' قتال اهل ارتداد ' جنگ شام ' مجوسيوں سے جزيه لينے كي بحث ' ملك عراق و شام كو فوج كي جاگير ميں دينے كا مسئله ' نهاوند كي لڑائي ميں حضرت عمر كي شركت كي بحث ' بعض عمال و حكام كا تقرر ' امراء فوج كا انتخاب ' تقسيم غنيمت ' فوج كي تنخواه ' سنه هجري كا تعين ' غسل جنابت بغير خرچ ' ترتيب دفاتر ' وبا زده ملك ميں داخل هونيكي بحث ' تجارت غير قومي پر محصول ' جنگ افريقه ' بيت المال كا تعلق و تصرف ' وغيره ذالك -

شخصي اور غير شخصي حكومتوں ميں بڑا فرق يهي هے كه شخصي حكومتوں ميں هميشه سلاطين و ملوك نے ملك كي آمدني كو اپني خاص چيز سمجها هے ' جسپر وه هر قسم كا اختيار تصرف و اقتدار كا ركهتے هيں ' اور اپنے فوائد ذاتي سے بچا كر جو كچهه رعايا كيليے خرچ كرتے هيں ' اسكو اپنا احسان قرار ديتے هيں ليكن دستوري و جمهوري حكومت كي سب سے پهلي خصوصيت يه هے كه متحاصل ملكي كو اونكے دست قهر سے نجات دلاتے ' كيونكه وه پبلك كي چيز هے ' اور پبلك هي كي ضرورتوں ميں اوسكو صرف هوتا هے - البته رئيس ملك كو اپني خدمات و انتظام كے معاوضه ميں بقدر ضرورت اوس سے دياجاسكتا هے - ليكن يه ايك ايسي مساوات هے جسكي تعميل يورپ كي دستوري حكومتوں ميں بهي اب تك نهوسكي ' اور لاكهوں روپے هر سال ملوك و سلاطين اور اركان خانداں شاهي كے اسراف و نشاط كيليے دئے جاتے هيں هم العربية في الاسلام كے ايك نمبر ميں سلاطين يورپ اور پريسيڈنٹ جمهوريت فرانس و امريكه كي تنخواهوں كا حال درج كرتے اسكا مقابله خلفاء راشدين كي تنخواهوں سے كرچكے هيں

ليكن اسلام اپنے اول ظهور سے اسپر عامل هے - ملك كي آمدني كو وه مال الله اور پهر مال المسلمين سمجهتا هے ' اور اسي ليے خزانهٔ ملكي كا نام اوسكي اصطلاح ميں بيت مال المسلمين هے يعني تمام مسلمانوں كے مال كا خزانه ! -

عهد نبوت ميں خراج و جزيه كي جو رقم ممالك مفتوحه سے آتي تهي ' آپ اوس سے صرف اسقدر ليتے جسقدر ايك فقير العال شخص كي ناگزير ضرورتوں كيليے لا بدي هے ' اور تمام رقم ملك كے اهل حاجت كي امداد اور مسلمانوں كي عام ضروريات ميں صرف هوتي تهي - اكثر ايسا هوتا تها كه بادشاهٔ عرب بهوك سے پيٹ پر پتهر باندهتا تها ' اوسكے گهر ميں مهينوں چولها نهيں جلتا تها ' اكثر راتونكو چراغ ميں تيل تك ميسر نه آتا تها ' ليكن خزانهٔ ملكي سے وه اس حالت ميں بهي ايك پيسه ايذا گواره نكرتا تها - جب اوسنے وفات پائي تو اوسكي زره ايك يهودي كے هاں چند سير جو پر رهن تهي !

حكومت كو ذاتي ملك نه قرار دينے پر سب سے بڑي دليل يه هے كه آپ نے اپنا جانشين اپنے كسي عزيز كو قرار نهيں ديا - خلفاے راشدين بهي اس اسوهٔ حسنه كے بهترين نمونه تهے ' خلفاے اربعه ميں سے كسيكو بهي يه حق نه تها كه بمعاوضهٔ خدمت ملكي چند درهم ماهوار سے زياده حاصل كرے - حضرت ابو بكر رضي الله عنه اپنے آغاز ايام خلافت ميں بهي تجارت كرتے تهے ' اور اپنے ليے بيت المال سے كچهه نه ليتے تهے ' جب خدمات خلافت كي گرانباري سے مجبور هوگئے اور تجارت كيليے وقت نه نكال سكے تو مسلمانوں كے مشوره كے بعد خود بهي بقدر احتياج لينے لگے - حضرت عمر بهي بيت المال سے حق مقرره سے زياده نهيں ليتے تهے ' اور اس حق مقرره كي بهي خود اونهوں نے تفصيل كر دي تهي - يعني گرمي اور جاڑوں كيليے دو جوڑے كپڑے ' ايك متوسط العال قريشي كيطرح اهل و عيال كے اخراجات ' حج كيليے سال ميں ايك بار سواري ' اور بس !

ايك بار ايك مسلمان نے صرف اس بنا پر اونكي اطاعت سے انكار كيا كه اوسكو شبهه هوا كه حضرت عمر نے اپنے حق سے زياده چادر ليلي هے - بيت المال سے ايك اونٹ كم هوتا تها تو حضرت عمر (ض) گهبرا جاتے تهے كه ميں جوابده هوں - كاروبار خلافت كيليے جب چراغ جلاتے تهے تو فراغت كے بعد فوراً بجهاديتے تهے كه اب مجهے اس سے فائده اٹهانے كا حق نهيں !

ايك بار حضرت عمر كي بيوي نے ايك مسلمان قاصد كي معرفت جب وه خلافت كے طرفسے قسطنطنيه جا رها تها ' قيصر كي بيوي كو كچهه تحفه بهيجا - قيصره نے رومي قاصد كے هاتهه ايك گرانبها هديه حضرت عمر كي بيوي كے ليے بهيجديا - حضرت عمر كو جب معلوم هوا تو گهر ميں تشريف لاے اور وه گرانبها هديه ليكر بيت المال ميں داخل كرديا ' اور فرمايا " يه عام مسلمانوں كي چيز هے ' كيا اس سے پهلے بهي قيصر نے تحفه هديه بهيجا تها ؟ "

اس واقعه سے زیادہ واضح اور زیادہ روشن حضرت عمر کا وہ خطبه هے جسمیں اونہوں نے خلیفه اور عام اهل ملک کے حقوق مالي کا ذکر کیا هے :

انما انا و مالکم کولي الیتیم ان استغنیت استعففت و ان افتقرت اکلت بالمعروف ' لکم علي ایها الناس خصال فخذوني بها ' لکم علي ان لا اجتبي شیئاً من خراجکم و لا مما افاء الله علیکم الا من وجهه ' ولکم علي اذا وقع في یدي ان لا یخرج مني الا في حقه ' ولکم علي ان ازید في اعطیاتکم (کتاب الخراج ابو یوسف - ص ۶۷)

تمہارے مال کي اور میري مثال ایک یتیم کے مربي کیطرح هے ' اگر میں مستغني هونگا تو کچھه نه لونگا اور اگر محتاج هونگا تو حسب دستور کچھه کھانیکو لے لونگا - لوگو ! مجھپر تمہارے چند حقوق هیں جنکا تمکو مجھسے مطالبه کرنا چاهیے - مجھپر تمہارا حق هے که ملک کا خراج اور مال غنیمت بیجا طور سے جمع نکروں ' مجھپر تمہارا حق هے که جب میرے هاتھه تمہارا خراج و غنیمت آئے تو میرے هاتھه سے بیجا طور سے نه نکلے ' مجھپر تمہارا حق هے که میں تمہارے وظائف میں اضافه کروں -

الله الله ! آج رعایا کو زمامداروں سے اپنا حق مانگنا هے اور نہیں ملتا ' اور ایک زمانے میں مسلمانوں کو عادت دلائي گئي تھي که اگر وہ اپنا حق مانگنا بھول جائیں تو خود پادشاہ وقت انکو یاد دلائے که تمہیں مجھسے مطالبه کرنا چاهیے !!

حضرت عثمان رضي الله عنه کا بھي خود اپنے متعلق یہي طرز عمل تھا ' آخر ایام میں جب بعض اعزہ کے متعلق طرفداري کا میلان ان سے ظاهر هوا تو فوراً مسلمانوں کي ایک بڑي جماعت انکي طرف سے مشتبه هوگئي - حضرت علي علیه السلام کا بھي وشدت اسي پر عمل تھا - عبد الله بن زمعه نے جب اون سے بلا استحقاق کچھه طلب کیا تو فرمایا :

ان هذا المال لیس لي و لک و انما هو فيء للمسلمین !

یه مال نه میرا هے اور نه تیرا ' یه عام مسلمانوں کي آمدني هے - (نہج البلاغة ص - ۴۸۹)

ولید بن عبد الملک دمشق میں جب بے انتہا مصارف سے جامع مسجد بنوا رہا تھا تو مسلمانوں نے فوراً اعتراضات کیے که بیت المال کا اسقدر روپیه یوں بیکار صرف کیا جا رہا هے ؟ حضرت عمر بن عبد العزیز سلطنت کے کاغذات دیکھنے کیلیے ایک خاص چراغ رکھتے تھے جسمیں بیت المال کا تیل ڈالا جاتا تھا ' اور اپنے ذاتي مطالعه کیلیے دوسرا چراغ رکھتے تھے جسمیں اپني ذاتي قندھوں سے تیل ڈالدیتے تھے -

کیا ان واقعات کے بعد بھي اسمیں شبه هوسکتا هے که حکومت اسلامیه کا نظام دستوري یا جمهوري نه تھا ؟ کیا اس سے بہتر مثال حکومت عامه کي کوئي قوم پیش کرسکتي هے ؟ کیا تاریخ ماضي کے خزانه میں اس سے بہتر کوئي نظیر موجود هے ' اور مستقبل کو اس سے بہتر نمونه ملسکتا هے ؟

یه تو مسلمانوں کي حکومة ماضیه کا افسانه تھا جو اونکي مذهبي تعلیمات کي سطح پر ٹھیک تیرہ سو برس هوے که قائم هوئي تھي ' لیکن آج مسلمانوں نے اگر زندگي حاصل کي هے ' اگر مذهبي احساس آنمیں پھر پیدا هوگیا هے ' اگر جوهر و روح اسلام کے وہ پھر طالب هیں ' تو دین کے بعد اونکي سب سے پہلي کوشش دنیا کي صحیح سیاست کیلیے هوني چاهیے ' کیونکه اسلام نے دین اور سیاست کو الگ الگ نہیں رکھا هے - وہ ایک هي حقیقت شرعي هے - قرآن حکیم نے ' احادیث نے ' تاریخ اسلام نے ' همکو جس طرز سیاست کي آب و هوا میں زندہ رکھنا چاها هے ' اوسي میں همارے لیے زندگي هے ' اور اوسکے بغیر موت هے -

تاریخ و عبر

تاریخ معتزلہ کا ایک ورق

نظر و امثال

(۲)

معتزلہ میں اگرچه دعوۃ حق کي آخري منزل شہادت سے گذر جانیکا فخر صرف نیلان دمشقي هي کو حاصل هوا ' تاهم احتساب کي وہ خصوصیت جو کسي گروہ کو سلاطین سے بے نیاز ' جاہ پرستي سے متنفر ' مناصب دنیا سے بیزار کردیتي هے ' اس فرقه کے هر فرد میں نمایاں طور پر نظر آتي هے -

محمد بن اسمعیل عسکري کي بے نیازي کا یه عالم تھا که ایک بار بادشاہ وقت نے اونکے پاس خط بھیجا - سلاطین کے خطوط دنیادار اشخاص کي تاریخ زندگي کا روشن صفحه هوتے هیں - لیکن اوس نے نہایت بے پروائي سے کہا : " میں ذرہ هاے خاک کے برابر بھي اس خط کي وقعت نہیں کرتا " -

جعفر بن بشر اگرچه اس عسرت کے ساتھه زندگي بسر کرتا تھا که وہ مستحقین زکوۃ میں داخل هوگیا تھا ' تاهم جب اوس کو ایک بادشاہ نے دس هزار درهم کا عطیه دینا چاها ' تو اوس نے صاف انکار کردیا ' البته ایک دوست کے دو درهم قبول کر لیے - لوگوں نے اسکي وجه پوچھي - اوس نے کہا : " جن لوگوں کو دس هزار کي ضرورت هے ' وہ مجھه سے زیادہ اوسکے مستحق تھے - میري ضروریات کیلیے یه دو درهم کافي هیں "

ابوبکر محمد بن ابراهیم کو ایک بادشاہ نے عطیه لینے پر اسقدر مجبور کیا که اوسکے ناخنوں میں کیلیں ٹھوکردیں - با اینهمه اوس نے قبول نہیں کیا -

صله و عطیه هي کي خصوصیت نه تھي ' بلکه علماے حق کو هر اوس چیز سے احتراز تھا جو سلاطین و امراء کي طرف منسوب هوتي تھي - ابو عبد الله حسین بن علي کي فاقه مستي اس درجه تک پہنچ گئي تھي که ایک مرتبه ابو الحسن ازرق اوسکے پاس آیا - دیکھا تو وہ تصنیف و تالیف میں مصروف تھا - ابو الحسن نے حجرے میں پاني ڈھونڈھا تو نہیں ملا ' ادھر اودھر نگاہ دوڑائي ' کھانے پینے کي کوئي چیز نظر نہیں آئي ' اوس نے تعجب کے ساتھه پوچھا : " آپ اس فاقه مستي میں کیونکر تصنیف و تالیف کرتے هیں ؟ " حسین بن علي نے کہا : " اگر میں مشاغل علمیه کو چھوڑ دوں تو کیا سامان معاش فراهم هوجائیگا ؟ " ابو الحسن نے کہا " نہیں " حسین بن علي نے کہا " تو پھر وقت ضائع کرنے سے کیا فائده ؟ تصنیف و تالیف میں مصروف رهنا هي بہتر هے "

لیکن با اینهمه اوسکے زهد کي یه کیفیت تھي که نصف الدولہ اوسکے لیے خوان شاهي سے طعام خاصه بھیجتا تھا اور وہ اوس میں سے ایک لقمه بھي منهه میں نہیں ڈالتا تھا -

ابو مسلم نقاش ایک معتزلي تھا جو نگینه پر نام کھودا کرتا تھا - ایک مرتبه ایک امیر کا خادم ایک نگینه لیکر آیا ' اوس نے نام کھودنے سے انکار کردیا - خادم نے کہا : " اگر اجرت کم هے تو میں اس سے زیادہ دیسکتا هوں " چنانچه اوس نے سو دینار تک اجرت دینا چاهي ' لیکن ابو مسلم نے منظور نہیں کیا - یہاں تک که گھر میں سے اوسکي عورتوں نے پکارا : " تنگدستي سے هم سب کا برا حال هورها هے ' اس رقم سے انکار کردینا کسي طرح مناسب نہیں " لیکن اوسکا

انکار برابر قائم رہا - اسکے بعد ایک تاجر نے ایک نگینہ کھدوایا اور دس درہم اُجرت دي - ابومسلم نے ان درہموں کو گھر میں لاکر عورتوں کے سامنے پھینک دیا ' اور کہا : " میں دس سال سے متصل یہ کوشش کررہا ہوں کہ تمکو مال حرام نہ کھلاؤں "

جعفر بن حرب کا باپ بادشاہ کے درباریوں میں تھا ' اسلیے وہ اپني دولت اور جائداد کو ہمیشہ مشتبہ نگاہ سے دیکھتا تھا - چنانچہ آخر عمر میں تمام مال و دولت چھوڑ کر برہنہ تن گھر سے نکل گیا ' اور ستر پوشي کیلیے ایک تالاب میں جاکر بیٹھ گیا - اسي حالت میں ایک دوست کي نگاہ پڑگئي ' اوس نے ایک کرتہ پہنا کر تالاب سے باہر نکالا -

عیسي بن صبیح نے بھي اسي اشتباہ کي بنا پر مرنے سے پہلے اپني تمام دولت لٹا دي -

محدثین کرام کي سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ علم و مذہب کي خدمت پر کسي سے ایک جبہ معاوضہ لینا پسند نہیں کرتے تھے - تاریخ معتزلہ میں بھي اس خصوصیت کے نظائر بکثرت ملتے ہیں - جعفر بن مشیر نہایت فقیرانہ زندگي بسر کرتا تھا - ایک بار اوس نے خطبہ نکاح پڑھا ' اور ایک تاجر اوسکي طلاقت لساني پر فریفتہ ہوگیا - وہ فوراً اپنے گھر گیا اور پانسو اشرفیاں جعفر بن مشیر کے یہاں بھجوادیں - لیکن جعفر نے اونکو واپس کردیا - لوگوں نے کہا : " آپ بادشاہوں کے عطیہ کو تو واپس ہي کردیتے تھے لیکن یہ تو تاجر کا مال ہے ' اور اوس نے اپنے ہاتھ سے کمایا ہے " جعفر نے کہا : " ہاں لیکن میں اپني خوش بیاني پر معاوضہ لینا نہیں چاہتا "

معتزلہ اگرچہ زہد و قناعت کي بنا پر تعلقات سلطنت سے ہمیشہ احتراز کرتے تھے ' یہاں تک کہ ابوالقاسم عبید اللہ بن احمد کو ایک مرتبہ اُمور سلطنت سے کچھ تعلق پیدا ہوگیا تو آخر میں اُنہوں نے اس سے توبہ کي ' لیکن اگر یہ گروہ نظام سلطنت کا جزو بنایا جاتا ' تو ہمیشہ کیلیے ظلم کي بنیاد متزلزل ہوجاتي ' اور عدل و انصاف کا منارہ دوبارہ قائم ہوجاتا - عمال کے مظالم کا سب سے بڑا سبب حرص و ہوا ہے جو خزانہ شاہي سے زیادہ اون کے جیب و دامن کو بھرتي رہتي ہے - لیکن علماء حق مال و دولت سے بالکل بے نیاز تھے ' اسلیے وہ ان مناصب پر فائز ہوکر احتساب کے فرض کو پوري قوت و نفوذ کے ساتھ ادا کرسکتے تھے - واثق باللہ کے زمانے میں جب تحصیلداروں کا ظلم حد سے گذر گیا تو اوس نے حکم دیا کہ تمام عہدہ داروں کي نگراني کیلیے صیغہ مال میں صرف فرقہ معتزلہ ہي کے لوگ منتخب کیے جائیں - چنانچہ قاضي ابن ابي داؤد نے ابویعقوب شعام کا انتخاب کیا ' اور فضل بن مروان کي نگراني کي خدمت اوسکو تفویض کي - نتیجہ یہ ہوا کہ فضل کا جو ہاتھ رعایا کي ہر چیز کي طرف بے روک ٹوک بڑھتا تھا ' اب احتساب کي سخت زنجیروں میں جکڑ گیا ' اور اوسکي مطلق العناني دفعتاً جاتي رہي -

(معتزلہ کي علمي زندگي)

اسلام نے جو آزادي فکر اور حریت اظہار تمام غیر مذاہب کو بخشي تھي ' اسکو مسلمانوں کي علمي ترقي ' اور خلفاے عباسیہ کي بے تعصبي نے اور زیادہ ترقي دیدي تھي - اسلیے ہر فرقہ نہایت آزادي کے ساتھ اپنے مذہبي عقائد کا اظہار کرسکتا تھا ' اور عموماً بحث و مناظرہ کا بازار گرم رہتا تھا - یہ میدان معتزلہ کي علمي خدمات کا بہترین جولانگاہ بنا -

قدیم مذاہب میں یہود و نصاریٰ کا فرقہ مدت سے اسلام کا حریف مقابل رہچکا ہے اسلیے معتزلہ نے اونکي مذہبي کتابوں کا کافي مطالعہ کیا تھا - ابراہیم بن سیار نظام نے توراۃ و انجیل اور زبور کو مع شروح و تفاسیر کے ازبر یاد کرلیا تھا - واصل بن عطاء نے فرقہ مانویہ کے رد میں ایک مستقل کتاب لکھي تھي جو عموماً پڑھي پڑھائي جاتي تھي - ابو یعقوب نے مخالفین اسلام کے رد میں مختلف کتابیں تصنیف کیں ' ابو علي نے اسي غرض سے علم نجوم میں مہارت حاصل کي اور منجمین کے رد میں ایک کتاب لکھي -

لیکن معتزلہ نے سب سے زیادہ ملاحدہ و دہریہ کي طرف توجہ کي - ملاحدہ میں ایک شخص ابن الراوندي تھا جسکا پورا نام ابوالحسین احمد بن یحیي ہے - وہ بعض ذاتي اغراض سے ملحد ہوگیا اور الحاد کي تائید میں متعدد کتابیں لکھیں - ایک کتاب خود قرآن حکیم کے رد میں لکھي تھي جسکا نام واسع تھا ' ایک کتاب میں موحدین کا رد کیا تھا ' ایک کتاب تمام انبیاء کے رد میں تصنیف کي تھي جسکا نام فرید تھا ' ایک کتاب معتزلہ کي ہجو میں بھي لکھي تھي - وہ نہایت تنگدست تھا ' اور غالباً شکم پروري ہي کي غرض سے ملحد ہوگیا تھا ' اسلیے دوسرے مذاہب کي تائید میں بھي معاوضہ لیکر اُجرتي کتابیں لکھدیا کرتا تھا - بعض کتابوں میں یہود و نصاریٰ اور ثنویہ اور ارباب تعطیل کے مذاہب باطلہ کي تائید کي تھي -

معتزلہ نے اس فتنہ کے دبانے کیلیے ہر قسم کي کوششیں کیں ' پہلے بادشاہ کو اوسکے قتل پر آمادہ کیا ' لیکن ابن راوندي نے بھاگ کر کوفہ کے ایک یہودي کے دامن میں پناہ لي اور وہیں مرگیا ' اوسکے بعد اُسکي تصنیفات کے رد میں معتزلہ کي مجموعي طاقت نے حصہ لیا - فضائح المعتزلہ کا رد ابوالحسین نے کیا جسکا نام النقض والانتصار ہے - کتاب الفرید کي تغلیط ابو ہاشم نے کي ' شیخ ابوعلي ابوالحسین خیاط اور زیدي نے اوسکے رد میں بکثرت کتابیں لکھیں - ابو بکر محمد بن ابراہیم نے اوسکي چاروں کتابوں کا رد کیا -

لیکن ان مذہبي سرگرمیوں میں قلم سے زیادہ معتزلہ نے زبان سے کام لیا - تمدني ترقیوں کے بعد اُنکو ہر فرقہ ' ہر مذہب ' اور ہر گروہ کا مرکز بنا دیا تھا ' اسلیے بغداد کے اندر دجلہ کي لہروں کے ساتھ مختلف عقائد اور مختلف خیالات کا تلاطم بھي برپا رہتا تھا - خلفاے عباسیہ کي علمي بے تعصبي نے ہر گروہ کو اظہار خیالات کا نہایت فیاضانہ موقع دیا تھا ' اس آزادي سے یہودي ' سوفسطائي ' ثنوي ' مجوسي ' سب کے سب یکساں فائدہ اوٹھاتے تھے - خیالات کے اس تزاحم اور زبان کي اس آزادي نے مناظرہ کا ایک اکھاڑا قائم کردیا ' خلفاے بنو عباس کے دربار میں اگرچہ دوسرے سامان آرائش کے ساتھ ' فقہاء ' محدثین ' اور ادباء کا گلدستہ بھي سجایا جاتا تھا ' لیکن اس دنگل کے مرد میدان صرف معتزلہ ہي ہوسکتے تھے -

لیکن اون مناظروں میں اس زمانہ کي طرح محض علمي زور آزمائیاں نہیں ہوتي تھیں ' بلکہ وہ اشاعت اسلام کا سب سے بڑا ذریعہ تھے ' اور اسي غرض سے معتزلہ نے اوس کو اپني علمي طاقت کا جولانگاہ بنایا تھا - ایک مرتبہ فرقہ سمنیہ کے ایک شخص نے جہم بن صفوان معتزلي سے پوچھا : " کیا کوئي چیز حواس خمسہ سے ادراک سے باہر بھي ہے؟ " جہم نے کہا " نہیں " اوس نے پھر پوچھا : " تم نے اپنے خدا کو کس حاسہ کے ذریعہ سے پہچانا؟ " جہم بند ہوگیا ' لیکن اوس نے واصل بن عطاء سے بذریعہ خط و کتابت کے جواب دریافت کیا ' واصل نے جواب دیا کہ " حواس خمسہ کے علاوہ ایک چیز عقل اور حجت بھي ہے ' زندہ اور مردہ میں عقل ہي کے ذریعہ سے تفریق کي جاسکتي ہے ' ہوشیار اور دیوانے کو دلیل ہي کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے " جہم نے اوسکو یہي جواب دیا ' متعرض نے کہا " یہ سچ ہے ' لیکن یہ کسي دوسرے کي بتائي ہوئي بات معلوم ہوتي ہے " جہم نے اسکا اعتراف کیا ' چنانچہ معترض

انکار برابر قائم رہا - اسکے بعد ایک تاجر نے ایک نگینہ کھدوایا اور دس درہم اجرت دی - ابومسلم نے ان درہموں کو گھر میں لاکر عورتوں کے سامنے پھینک دیا ' اور کہا : " میں دس سال سے متصل یہ کوشش کررہا ہوں کہ تمکو مال حرام نہ کھاؤں "

کافی مطالعہ کیا تھا - ابراھیم بن سیار نظام نے توراۃ و انجیل اور زبور کو مع شروح و تفاسیر کے ازبر یاد کرلیا تھا - واصل بن عطاء نے فرقہ مانویہ کے رد میں ایک مستقل کتاب لکھی تھی جو عموماً پڑھی پڑھائی جاتی تھی - ابو یعقوب نے مخالفین اسلام کے رد میں [illegible] علی نے اسی غرض سے علم نجوم [illegible] کے رد میں ایک کتاب لکھی -

[illegible] ملحدہ و دہریہ کی طرف توجہ [illegible] الراوندی تھا جسکا پورا نام [illegible] ذاتی اغراض سے ملحد ہوگیا [illegible] لکھیں - ایک کتاب خود قرآن [illegible] واسع تھا ' ایک کتاب میں [illegible] بیاء کے رد میں تصنیف کی تھی [illegible] ہجو میں بھی لکھی تھی - وہ [illegible] دری ہی کی غرض سے ملحد [illegible] تائید میں بھی معارضہ لکھے [illegible] کتابوں میں یہود و نصاریٰ اور [illegible] اطلہ کی تائید کی تھی -

[illegible] ہر قسم کی کوششیں [illegible] لیکن ابن راوندی نے بھاگ کر [illegible] پناہ لی اور وہیں مرگیا ' اسکے [illegible] فتزلہ کی مجموعی طاقت نے [illegible] حسین نے کیا جسکا نام النقض [illegible] ابو ھاشم نے ' شیخ ابو علی [illegible] رد میں بکثرت کتابیں لکھیں - [illegible] چاروں کتابوں کا رد کیا -

[illegible] قلم سے زیادہ معتزلہ نے زبان [illegible] ہر فرقہ ' ہر مذہب ' اور ہر گروہ [illegible] اندر مجادلہ کی لہروں سے ساتھ [illegible] الات کا تلاطم بھی برپا رہتا تھا - [illegible] نے ہر گروہ کو اظہار خیالات [illegible] آزادی سے بہرہ ور ' سرفراز ' [illegible] فائدہ اٹھانے کی - خیالات [illegible] ہی نے مناظرہ کا ایک اکھاڑا [illegible] بازار میں اگرچہ دوسرے سامان [illegible] اور ادباء کا کلدستہ بھی سجایا [illegible] میدان صرف معتزلہ ہی

[illegible] زمانہ کی طرح محض علمی [illegible] وہ اشاعت اسلام کا سب سے [illegible] ' نے اوس کو اپنی علمی [illegible] فرقہ سمنیہ کے ایک شخص [illegible] کیا کوئی چیز حواس خمسہ سے [illegible] ؟ " نہیں " اوس نے پھر پوچھا : [illegible] ذریعہ سے پہچانا ؟ " جہم بند ہوگیا ' لیکن اوس نے واصل بن عطاء سے بذریعہ خط و کتابت کے جواب دریافت کیا " واصل نے جواب دیا کہ " حواس خمسہ کے علاوہ ایک چیز عقل اور حجت بھی ہے ' زندہ اور مردہ میں عقل ہی نے ذریعہ سے تفریق کی جاسکتی ہے ' ہوشیار اور دیوانے کو دلیل ہی کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے " جہم نے اوسکو یہی جواب دیا ' معترض نے کہا " یہ سچ ہے ' لیکن یہ اسی دوسرے کی بتائی ہوئی بات معلوم ہوتی ہے " جہم نے اسکا اعتراف کیا ' چنانچہ معترض [illegible] ہوگیا " اور خلفائے عباسیہ [illegible] اسلیے ہر فرقہ کو آزادی کے ساتھ اپنے مذہبی عقائد کا اظہار کرسکتا تھا ' اور عموماً بحث و مناظرہ کا بازار گرم رہتا تھا - یہ میدان معتزلہ کی علمی خدمات کا بہترین جولانگاہ بنا -

قدیم مذاہب میں یہود و نصاریٰ کا فرقہ مدت سے اسلام کا حریف مقابل رہچکا ہے اسلیے معتزلہ نے اونکی مذہبی کتابوں کا

توفیق ' موافق کرنا برابر کرنا کسی کو بیقدار ہی کا پتہ لگنا
توافق ' یکجا ہونا موافق ہونا درست ہونا -
توفق ' نگہبان ہونا ایک سا ہونا -
توثیق ' محکم و استوار کرنا مضبوط کرنا
توق ' آرزومندی و غلبہ شہوت و ترقی حرص -

تا با یاء

تیق ' مرید خود و بدمزاج و بدگو و بدکلام آدمی

چوتھی فصل

اون لغات کے بیان میں جن کے اول حرف جیم اور اخیر میں قاف ہے

جیم با الف

جاثلیق ' رئیس نصاریٰ یعنی قوم نصاریٰ کا سرگروہ
جاثلیقا ' وہ چھوٹا خیمہ اور چھوٹا سرا پردہ -
جاق ' سالم و تندرست و صحیح الجسم

جیم با فاء

جفتہ طاق ' نہ کنایہ ابر دیعنے انسان کی بھوئیں

جیم با قاف

جق جق ' شور و غوغا گفتگو لاحاصل بیوک بک -
جقا جاق ' آواز تیغ یعنے تلوار کی آواز
جقماق ' وہ لوہا جو پتھر مارکر آگ نکالتے ہیں
جق ' نر مادہ کی دو دہ بونی جو چار گوشہ بنی ہوتی ہے

جیم با لام

جلق ' منت ' زنا اور دخول سے اول انزال کرنا یہ لفظ زلق کے لفظ سے بدل ہوا ہے -

جیم با میم

جماق ' گرز آہنی شش پہلو جو بیچ سے سطبر ہو کر کنارے

دار ہو کنایہ آلہ تناسل -

جیم با واو

جورق ' دودہ کباب کا جس میں دنبی ہوتی ہے
جوق ' فوج و گروہ و مجمع و ہجوم لشکر کا

پانچویں فصل

اون لغات کے بیان میں جن کے اول حرف حا اور اخیر میں قاف ہے

حا با الف

حاق ' میانہ ہر چیز کا اوسط ہر چیز کا
حاذق ' زیرک و دانا و عقیل و ہشیار و دانا ہنر

حا با دال

حدق ' گرد کرنا اور دورہ اور گولائش ہر چیز کی
حدق ' سیاہی آنکھ کی اور بادنجان کی قسم جو [illegible] مشہور ترکاری ہے -
حدائق ' باغ ہمیشہ درخت جسکے گرد دیوار بطریق [illegible] ہو

حا با ذال

حذاق ' دانا و زیرک عقلمند -

حا با را

حراق ' سوختہ جیسے چقماق سے آگ نکالتے ہیں اوس [illegible] آگ سرایت کرجاتی ہے -
حراق ' بہت جلانے والا جسکی گرمی سے دوسری چیز جل اوٹھے -
حریق ' سوزش اور جلا ہوا اور آگ شعلہ زن مجازاً وقوع
حروق ' ایندھن یا ان سامان آگ جلانے کا
حرق ' جلنا آگ سے -

اس واقعہ سے زیادہ واضح اور زیادہ روشن حضرت عمر کا وہ خطبہ ہے جسمیں انہوں نے خلیفہ اور عام اہل ملک کے حقوق مالی کا ذکر کیا ہے :

انما انا و مالکم کولی الیتیم ان استغنیت استعففت و ان افتقرت اکلت بالمعروف ' لعمر علی ایها الناس خصال فخذوني بها ' لکم علی ان لا اجتبي شیئاً من خراجکم و لا مما افاء الله علیکم الا من وجهه ولکم علی اذا وقع في یدي ان لا یخرج مني الا في حقه ' ولکم علی ان ازید في اعطیاتکم (کتاب الخراج ابو یوسف - ص ۶۷)

تمہارے مال کي اور میري مثال ایک یتیم کے مربي کیطرح ہے ' اگر میں مستغني ہونگا تو کچھہ نہ لونگا اور اگر محتاج ہونگا تو حسب دستور کچھہ کھانیکو لے لونگا - لوگو ! سمجھیر تمہارے چند حقوق ہیں جنکا تمکو مجھسے مطالبہ کرنا چاہیے - سمجھیر تمہارا حق ہے کہ ملک کا خراج اور مال غنیمت بیجا طور سے جمع نکروں ' سمجھیر تمہارا حق ہے کہ جب میرے ہاتھہ تمہارا خراج و غنیمت آئے تو میرے ہاتھہ سے بیجا طور سے نہ نکلے ' سمجھیر تمہارا حق ہے کہ میں تمہارے وظائف میں اضافہ کروں -

اللہ اللہ ! آج رعایا گورنمنٹوں سے اپنا حق مانگتي ہے اور نہیں مانتا ' اور ایک زمانے میں مسلمانوں کو عادت ڈالي گئي تھي کہ اگر وہ اپنا حق مانگنا بھول جائیں تو خود پادشاہ وقت انکو یاد دلائے کہ تمہیں مجھسے مطالبہ کرنا چاہیے !!

حضرت عثمان رضي الله عنہ کا بھي خود اپنے متعلق یہي طرز عمل تھا ' آخر ایام میں جب بعض اعزہ کے متعلق طرفداري کا میدان ان سے طاہر ہوا تو فوراً مسلمانوں کي ایک بڑي جماعت انکي طرف سے مشتبہ ہوگئي - حضرت علي علیہ السلام کا بھي بشدت اسي پر عمل تھا - عبد الله بن زمعہ نے جب ان سے بلا استحقاق کچھہ طلب کیا تو فرمایا :

ان هذا المال لیس لي و لک و انما هو فيء للمسلمین ! یہ مال نہ میرا ہے اور نہ تیرا ' یہ عام مسلمانوں کي آمدني ہے - (نہج البلاغۃ ص - ۴۸۹)

ولید بن عبد الملک دمشق میں جب بے انتہا مصارف سے جامع مسجد بنوا رہا تھا تو مسلمانوں نے فوراً اعتراضات کیے کہ بیت المال کا اسقدر روپیہ کیوں بیکار صرف کیا جا رہا ہے ؟ حضرت عمر بن عبد العزیز سلطنت کے اخذات دیکھنے کیلیے ایک خاص چراغ رکھتے تھے جسمیں بیت المال کا تیل ڈالا جاتا تھا ' اور اپنے ذاتي مطالعہ کیلیے دوسرا چراغ رکھتے تھے جسمیں اپني ذاتي قندھاوہ سے تیل ڈالتے تھے -

کیا ان واقعات کے بعد بھي اسمیں شبہ ہوسکتا ہے کہ حکومت اسلامیہ کا نظام دستوري یا جمہوري نہ تھا ؟ کیا اس سے بہتر مثال حکومت عامہ کي کوئي قوم پیش کرسکتي ہے ؟ کیا تاریخ ماضي کے خزانہ میں اس سے بہتر کوئي نظیر موجود ہے ' اور مستقبل کو اس سے بہتر نمونہ ملسکتا ہے ؟

یہ تو مسلمانوں کي حکومۃ ماضیہ کا افسانہ تھا جو اونکي مذہبي تعلیمات کي سطح پر ٹھیک تیرہ سو برس ہوے کہ قائم ہوئي تھي ' لیکن آج مسلمانوں نے اگر زندگي حاصل کي ہے ' اگر مذہبي احساس آرزمیں پھر پیدا ہوگیا ہے ' اگر جوھر روح اسلام کے وہ پھر طالب ہیں ' تو دین کے بعد اونکي سب سے پہلي کوشش دنیا کي صحیح سیاست کیلیے ہوني چاہیے ' کیونکہ اسلام نے دین اور سیاست کو الگ الگ نہیں رکھا ہے - وہ ایک ہي حقیقت شرعي ہے - قرآن حکیم نے ' احادیث نے ' تاریخ اسلام نے ' ہمکو جس طرز سیاست کي آب و ہوا میں زندہ رہنا چاہا ہے ' اسي میں ہمارے لیے زندگي ہے ' اور اوسکے بغیر موت ہے -

تاریخ و عبر

تاریخ معتزلہ کا ایک ورق

نظائر و امثال

(۲)

معتزلہ میں اگرچہ دعوۃ حق کي آخري منزل شہادت سے گذر جانیکا فخر صرف نیلان دمشقي ہي کو حاصل ہوا ' تاہم احتساب کي وہ خصوصیت جو کسي گروہ کو سلاطین سے بے نیاز ' جاہ پرستي سے متنفر ' مناصب دنیا سے بیزار کردیتي ہے ' اس فرقہ کے ہر فرد میں نمایاں طور پر نظر آتي ہے -

محمد بن اسمعیل عسکري کي بے نیازي کا یہ عالم تھا کہ ایک بار بادشاہ وقت نے اونکے پاس خط بھیجا - سلاطین کے خطوط دنیادار اشخاص کي تاریخ زندگي کا روشن صفحہ ہوتے ہیں - لیکن اوس نے نہایت بے پروائي سے کہا : " میں ذرہ ہاے خاک کے برابر بھي اس خط کي وقعت نہیں کرتا " -

جعفر بن بشر اگرچہ اس عسرت کے ساتھہ زندگي بسر کرتا تھا کہ وہ مستحقین زکوۃ میں داخل ہوگیا تھا ' تاہم جب اوس کو ایک بادشاہ نے دس ہزار درہم کا عطیہ دینا چاہا ' تو اوس نے صاف انکار کردیا ' البتہ ایک دوست کے دو درہم قبول کرلیے - لوگوں نے اسکي وجہ پوچھي - اوس نے کہا : " جن لوگوں کو دس ہزار کي ضرورت ہے ' وہ مجھہ سے زیادہ اوسکے مستحق تھے - میري ضروریات کیلیے یہ دو درہم کافي ہیں "

ابوبکر محمد بن ابراہیم کو ایک بادشاہ نے عطیہ لینے پر اسقدر مجبور کیا کہ اوسکے ناخنوں میں کیلیں ٹھوکرادیں - با اینہمہ اوس نے قبول نہیں کیا -

صلہ و عطیہ ہي کي خصوصیت نہ تھي ' بلکہ علماے حق کو ہر اوس چیز سے احتراز تھا جو سلاطین و امراء کي طرف منسوب ہوتي تھي - ابو عبد الله حسین بن علي کي فاقہ مستي اس درجہ تک پہنچ گئي تھي کہ ایک مرتبہ ابو الحسن ازرق اوسکے پاس آیا - دیکھا تو وہ تصنیف و تالیف میں مصروف تھا - ابو الحسن نے حجرے میں پاني ڈھونڈھا تو نہیں ملا ' ادھر اودھر نگاہ دوڑائي ' کھانے پینے کي کوئي چیز نظر نہیں آئي ' اوس نے تعجب کے ساتھہ پوچھا : " آپ اس فاقہ مستي میں کیونکر تصنیف و تالیف کرتے ہیں ؟ " حسین بن علي نے کہا : " اگر میں مشاغل علمیہ کو چھوڑ دوں تو کیا سامان معاش فراہم ہوجائیگا ؟ " ابو الحسن نے کہا " نہیں " حسین بن علي نے کہا " تو پھر وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ ؟ تصنیف و تالیف میں مصروف رہنا ہي بہتر ہے "

لیکن با اینہمہ اوسکے زھد کي یہ کیفیت تھي کہ عضد الدولہ اوسکے لیے خوان شاہي سے طعام خاصہ بھیجتا تھا اور وہ اوس میں سے ایک لقمہ بھي منہ میں نہیں ڈالتا تھا -

ابو مسلم نقاش ایک معتزلي تھا جو نگینہ پر نام کھودا کرتا تھا - ایک مرتبہ ایک امیر کا خادم ایک نگینہ لیکر آیا ' اوس نے نام کھودنے سے انکار کردیا - خادم نے کہا : " اگر اجرت کم ہے تو میں اس سے زیادہ دیسکتا ہوں " چنانچہ اوس نے سو دینار تک اجرت دینا چاہي ' لیکن ابو مسلم نے منظور نہیں کیا - یہاں تک کہ گھر میں سے اوسکي عورتوں نے پکارا : " تنگدستي سے ہم سب کا برا حال ہورہا ہے ' اس رقم سے انکار کردینا کسي طرح مناسب نہیں " لیکن اوسکا

اس واقعہ سے زیادہ واضح اور زیادہ روشن حضرت عمر کا وہ خطبہ ہے جسمیں انہوں نے خلیفہ اور عام اہل ملک کے حقوق مالی کا ذکر کیا ہے :

انما انا و ما لکم کولی الیتیم ان استغنیت استعففت و ان افتقرت اکلت بالمعروف ' لکم علی ایها الناس خصال فخذوني بها ' لکم علی ان لا اجتبي شیئاً من خراجکم و لا مما افاء الله علیکم الا من وجهه ' ولکم علی اذا وقع فی یدي ان لا یخرج مني الا فی حقه ' ولکم علی ان ازید فی اعطیاتکم (کتاب الخراج ابو یوسف - ص ۶۷)

تمہارے مال کی اور میری مثال ایک یتیم کے مربی کیطرح ہے ' اگر میں مستغنی ہونگا تو کچھہ نہ لونگا اور اگر محتاج ہونگا تو حسب دستور کچھہ کھانیکو لے لونگا - لوگو ! مجھپر تمہارے چند حقوق ہیں جنکا تمکو مجھسے مطالبہ کرنا چاہیے - مجھپر تمہارا حق ہے کہ ملک کا خراج اور مال غنیمت بیجا طور سے جمع نکروں ' مجھپر تمہارا حق ہے کہ جب میرے ہاتھہ تمہارا خراج و غنیمت آئے تو میرے ہاتھہ سے بیجا طور سے نہ نکلے ' مجھپر تمہارا حق ہے کہ میں تمہارے وظائف میں اضافہ کروں -

اللہ اللہ ! آج رعایا کو زمامداروں سے اپنا حق مانگنے اور نہیں ملتا ' اور ایک زمانے میں مسلمانوں کو عادت دلائی گئی تھی کہ اگر وہ اپنا حق مانگنا بھول جائیں تو خود پادشاہ وقت انکو یاد دلائے کہ تمہیں مجھسے مطالبہ کرنا چاہیے !!

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بھی خود اپنے متعلق یہی طرز عمل تھا ' آخر ایام میں جب بعض اعزہ کے متعلق طرفداری کا میلان ان سے ظاہر ہوا تو فوراً مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت انکی طرف سے مشتبہ ہوگئی - حضرت علی علیہ السلام کا بھی بشدت اسی پر عمل تھا - عبد اللہ بن زمعہ نے جب ان سے بلا استحقاق کچھہ طلب کیا تو فرمایا :

ان هذا المال لیس لي و لك و انما هو فيء للمسلمین !

یہ مال نہ میرا ہے اور نہ تیرا ' یہ عام مسلمانوں کی آمدنی ہے (نہج البلاغۃ ص - ۴۸۹)

ولید بن عبد الملک دمشق میں جب بے انتہا مصارف سے جامع مسجد بنوا رہا تھا تو مسلمانوں نے فوراً اعتراضات کیے کہ بیت المال کا اسقدر روپیہ کیوں بیکار صرف کیا جا رہا ہے ؟ حضرت عمر بن عبد العزیز سلطنت کے کاغذات دیکھنے کیلیے ایک خاص چراغ رکھتے تھے جسمیں بیت المال کا تیل ڈالا جاتا تھا ' اور اپنے ذاتی مطالعہ کیلیے دوسرا چراغ رکھتے تھے جسمیں اپنی ذاتی تنخواہ سے تیل ڈالتے تھے -

کیا ان واقعات کے بعد بھی اسمیں شبہ ہوسکتا ہے کہ حکومت اسلامیہ کا نظام دستوری یا جمہوری نہ تھا ؟ کیا اس سے بہتر مثال حکومت عامہ کی کوئی قوم پیش کرسکتی ہے ؟ کیا تاریخ ماضی کے خزانہ میں اس سے بہتر کوئی نظیر موجود ہے ' اور مستقبل کو اس سے بہتر نمونہ مل سکتا ہے ؟

یہ تو مسلمانوں کی حکومۃ ماضیہ کا افسانہ تھا جو اونکی مذہبی تعلیمات کی سطح پر ٹھیک تیرہ سو برس ہوے کہ قائم ہوئی تھی ' لیکن آج مسلمانوں نے اگر زندگی حاصل کی ہے ' اگر مذہبی احساس آونمیں پھر پیدا ہوگیا ہے ' اگر جوہر و روح اسلام کے وہ پھر طالب ہیں ' تو دین کے بعد اونکی سب سے پہلی کوشش دنیا کی صحیح سیاست کیلیے ہونی چاہیے ' کیونکہ اسلام نے دین اور سیاست کو الگ الگ نہیں رکھا ہے - وہ ایک ہی حقیقت شرعی ہے - قران حکیم نے ' احادیث نے ' تاریخ اسلام نے ' ہمکو جس طرز سیاست کی آب و ہوا میں زندہ رہنا چاہا ہے ' اسی میں ہمارے لیے زندگی ہے ' اور اوسکے بغیر موت ہے -

تاریخ و عبر

تاریخ معتزلہ کا ایک ورق

نظائر و امثال

(۲)

معتزلہ میں اگرچہ دعوۃ حق کی آخری منزل شہادت سے گذر جانیکا فخر صرف غیلان دمشقی ہی کو حاصل ہوا ' تاہم احتساب کی وہ خصوصیت جو کسی گروہ کو سلاطین سے بے نیاز ' جاہ پرستی سے متنفر ' مناصب دنیا سے بیزار کردیتی ہے ' اس فرقہ کے ہر فرد میں نمایاں طور پر نظر آتی ہے -

محمد بن اسمعیل عسکری کی بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ ایک بار بادشاہ وقت نے اونکے پاس خط بھیجا - سلاطین کے خطوط دنیادار اشخاص کی تاریخ زندگی کا روشن صفحہ ہوتے ہیں - لیکن اوس نے نہایت بے پروائی سے کہا : " میں ذرہ ہاے خاک کے برابر بھی اس خط کی وقعت نہیں کرتا " -

جعفر بن بشر اگرچہ اس عسرت کے ساتھہ زندگی بسر کرتا تھا کہ وہ مستحقین زکوۃ میں داخل ہوگیا تھا ' تاہم جب اوس کو ایک بادشاہ نے دس ہزار درہم کا عطیہ دینا چاہا ' تو اوس نے صاف انکار کردیا ' البتہ ایک دوست کے دو درہم قبول کر لیے - لوگوں نے اسکی وجہ پوچھی - اوس نے کہا : " جن لوگوں کو دس ہزار کی ضرورت ہے ' وہ مجھہ سے زیادہ اوسکے مستحق تھے - میری ضرورت کیلیے یہ دو درہم کافی ہیں "

ابوبکر محمد بن ابراہیم کو ایک بادشاہ نے عطیہ لینے پر اسقدر مجبور کیا کہ اوسکے ناخنوں میں کیلیں ٹھوکوادیں - با اینہمہ اوس نے قبول نہیں کیا -

صلہ و عطیہ ہی کی خصوصیت نہ تھی ' بلکہ علماے حق کو ہر اوس چیز سے احتراز تھا جو سلاطین و امراء کی طرف منسوب ہوتی تھی - ابو عبد اللہ حسین بن علی کی فاقہ مستی اس درجہ تک پہنچ گئی تھی کہ ایک مرتبہ ابو الحسن ازرق اوسکے پاس آیا - دیکھا تو وہ تصنیف و تالیف میں مصروف تھا - ابو الحسن نے حجرے میں پانی ڈھونڈھا تو نہیں ملا ' ادھر اودھر نگاہ دوڑائی ' کھانے پینے کی کوئی چیز نظر نہیں آئی ' اوس نے تعجب کے ساتھہ پوچھا : " آپ اس فاقہ مستی میں کیونکر تصنیف و تالیف کرتے ہیں ؟ " حسین بن علی نے کہا : " اگر میں مشاغل علمیہ کو چھوڑ دوں تو کیا سامان معاش فراہم ہوجائیگا ؟ " ابو الحسن نے کہا " نہیں " حسین بن علی نے کہا " تو پھر وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ ؟ تصنیف و تالیف میں مصروف رہنا ہی بہتر ہے "

لیکن با اینہمہ اُسکے زہد کی یہ کیفیت تھی کہ عضد الدولہ اوسکے لیے خوان شاہی سے طعام خاصہ بھیجتا تھا اور وہ اوس میں سے ایک لقمہ بھی منہ میں نہیں ڈالتا تھا -

ابو مسلم نقاش ایک معتزلی تھا جو نگینہ پر نام کھودا کرتا تھا - ایک مرتبہ ایک امیر کا خادم ایک نگینہ لیکر آیا ' اوس نے نام کھودنے سے انکار کردیا - خادم نے کہا : " اگر اجرت کم ہے تو میں اس سے زیادہ دیسکتا ہوں " چنانچہ اوس نے سو دینار تک اُجرت دینا چاہی ' لیکن ابو مسلم نے منظور نہیں کیا - یہاں تک کہ گھر میں سے اُسکی عورتوں نے پکارا : " تنگدستی سے ہم سب کا برا حال ہورہا ہے ' اس رقم سے انکار کردینا کسی طرح مناسب نہیں " لیکن اوسکا

انکار برابر قائم رہا - اسکے بعد ایک تاجر نے ایک نگینہ کھدوایا اور دس درہم اجرت دي - ابومسلم نے ان درہموں کو گھر میں لاکر عورتوں کے سامنے پھینک دیا ' اور کہا : " میں دس سال سے متصل یہ کوشش کررہا ہوں کہ تمکو مال حرام نہ کھلاؤں "

جعفر بن حرب کا باپ بادشاہ کے درباریوں میں تھا ' اسلیے وہ اپني دولت اور جائداد کو ہمیشہ مشتبہ نگاہ سے دیکھتا تھا - چنانچہ آخر عمر میں تمام مال و دولت چھوڑ کر برہنہ تن گھر سے نکل گیا ' اور ستر پوشي کیلیے ایک تالاب میں جاکر بیٹھہ گیا - اسي حالت میں ایک دوست کي نگاہ پڑگئي ' اوس نے ایک کرتہ پہنا کر تالاب سے باہر نکالا -

عیسي بن صبیح نے بھي اسي اشتباہ کي بنا پر مرنے سے پہلے اپني تمام دولت لٹادي -

محدثین کرام کي سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ علم و مذہب کي خدمت پر کسي سے ایک جبہ معارضہ لینا پسند نہیں کرتے تھے - تاریخ معتزلہ میں بھي اس خصوصیت کے نظائر بکثرت ملتے ہیں - جعفر بن مشیر نہایت فقیرانہ زندگي بسر کرتا تھا - ایک بار اوس نے خطبہ نکاح پڑھا ' اور ایک تاجر اوسکي طلاقت لساني پر فریفتہ ہوگیا - وہ فوراً اپنے گھر گیا اور پانسو اشرفیاں جعفر بن مشیر کے یہاں بھجوادیں - لیکن جعفر نے اونکو واپس کردیا - لوگوں نے کہا : " آپ بادشاہوں کے عطیہ کو تو واپس کردیتے تھے لیکن یہ تو تاجر کا مال ہے ' اور اوس نے اپنے ہاتھہ سے کمایا ہے " جعفر نے کہا : " ہاں لیکن میں اپني خوش بیاني پر معارضہ لینا نہیں چاہتا "

معتزلہ اگرچہ زہد و قناعت کي بنا پر تعلقات سلطنت سے ہمیشہ احتراز کرتے تھے ' یہاں تک کہ ابوالقاسم عبید اللہ بن احمد کو ایک مرتبہ اُمور سلطنت سے کچھہ تعلق پیدا ہوگیا تو آخر میں اونہوں نے اس سے توبہ کي ' لیکن اگر یہ گروہ نظام سلطنت کا جزو بنایا جاتا ' تو ہمیشہ کیلیے ظلم کي بنیاد متزلزل ہوجاتي ' اور عدل و انصاف کا منارہ دوبارہ قائم ہوجاتا - عمال کے مظالم کا سب سے بڑا سبب حرص و ہوا ہے جو خزانہ شاہي سے زیادہ اون سب کے جیب و دامن کو بھرتي رہتي ہے - لیکن علماء حق مال و دولت سے بالکل بے نیاز تھے ' اسلیے وہ ان مناصب پر فائز ہوکر احتساب کے فرض کو پوري قوت و تفرد کے ساتھہ ادا کرسکتے تھے - واثق باللہ کے زمانے میں جب تحصیلداروں کا ظلم حد سے گذر گیا تو اوس نے حکم دیا کہ تمام عہدہ داروں کي نگراني کیلیے صیغہ مال میں صرف فرقہ معتزلہ ہي کے لوگ منتخب کیے جائیں - چنانچہ قاضي ابن ابي داؤد نے ابویعقوب شحام کا انتخاب کیا ' اور فضل بن مروان کي نگراني کي خدمت اوسکو تفویض کي - نتیجہ یہ ہوا کہ فضل کا جو ہاتھہ رعایا کي ہر چیز کي طرف بے روک ٹوک بڑھتا تھا ' اب احتساب کي سخت زنجیروں میں جکڑ گیا ' اور اوسکي مطلق العناني دفعتاً جاتي رہي -

(معتزلہ کي علمي زندگي)

اسلام نے جو آزادي فکر اور حریت اظہار تمام غیر مذاہب کو بخشي تھي ' اسکو مسلمانوں کي علمي ترقي ' اور خلفاے عباسیہ کي بے تعصبي نے اور زیادہ ترقي دیدي تھي - اسلیے ہر فرقہ نہایت آزادي کے ساتھہ اپنے مذہبي عقائد کا اظہار کرسکتا تھا ' اور عموماً بحث و مناظرہ کا بازار گرم رہتا تھا - یہ میدان معتزلہ کي علمي خدمات کا بہترین جولانگاہ بنا -

قدیم مذاہب میں یہود و نصاریٰ کا فرقہ مدت سے اسلام کا حریف مقابل رہچکا ہے اسلیے معتزلہ نے اونکي مذہبي کتابوں کا کافي مطالعہ کیا تھا - ابراہیم بن سیار نظام نے توراۃ و انجیل اور زبور کو مع شروح و تفاسیر کے ازبر یاد کرلیا تھا - واصل بن عطاء نے فرقہ مانویہ کے رد میں ایک مستقل کتاب لکھي تھي جو عموماً پڑھي پڑھائي جاتي تھي - ابو یعقوب نے مخالفیں اسلام کے رد میں مختلف کتابیں تصنیف کیں ' ابو علي نے اسي غرض سے علم نجوم میں مہارت حاصل کي اور منجمین کے رد میں ایک کتاب لکھي -

لیکن معتزلہ نے سب سے زیادہ ملاحدہ و دہریہ کي طرف توجہ کي - ملاحدہ میں ایک شخص ابن الراوندي تھا جسکا پورا نام ابوالحسین احمد بن یحیي ہے - وہ بعض ذاتي اغراض سے ملحد ہوگیا اور الحاد کي تائید میں متعدد کتابیں لکھیں - ایک کتاب خود قرآن حکیم کے رد میں لکھي تھي جسکا نام واسع تھا ' ایک کتاب میں موحدین کا رد کیاتھا ' ایک کتاب تمام انبیاء کے رد میں تصنیف کي تھي جسکا نام فرید تھا ' ایک کتاب معتزلہ کي ہجو میں بھي لکھي تھي - وہ نہایت تنگدست تھا ' اور غالباً شکم پروري ہي کي غرض سے ملحد ہوگیا تھا ' اسلیے دوسرے مذاہب کي تائید میں بھي معارضہ لیکر اجرتي کتابیں لکھدیا کرتا تھا - بعض کتابوں میں یہود و نصاریٰ اور دہریہ اور ارباب تعطیل کے مذاہب باطلہ کي تائید کي تھي -

معتزلہ نے اس فتنہ کے دبانے کیلیے ہر قسم کي کوششیں کیں ' پہلے بادشاہ کو اوسکے قتل پر آمادہ کیا ' لیکن ابن راوندي نے بھاگ کر کوفہ کے ایک یہودي کے دامن میں پناہ لي اور وہیں مرگیا ' اوسکے بعد اُسکي تصنیفات کے رد میں معتزلہ کي مجموعي طاقت نے حصہ لیا - فضائح المعتزلہ کا رد ابوالحسین نے کیا جسکا نام النقض والانتصار ہے - کتاب الفرید کي تغلیط ابوہاشم نے کي ' شیخ ابوعلي ابوالحسین خیاط اور زیدي نے اوسکے رد میں بکثرت کتابیں لکھیں - ابو بکر محمد بن ابراہیم نے اوسکي چار کتابوں کا رد لیا -

لیکن ان مذہبي سرگرمیوں میں قلم سے زیادہ معتزلہ نے زبان سے کام لیا - تمدني ترقیوں نے بغداد کو ہر فرقہ ' ہر مذہب ' اور ہر گروہ کا مرکز بنا دیا تھا ' اسلیے بغداد کے اندر دجلہ کي لہروں کے ساتھہ مختلف عقائد اور مختلف خیالات کا تلاطم بھي برپا رہتا تھا - خلفاے عباسیہ کي علمي بے تعصبي نے ہر گروہ کو اظہار خیالات کا نہایت فیاضانہ موقع دیا تھا ' اس آزادي سے یہودي ' سوفسطائي ' ثنوي ' مجوسي ' سب کے سب یکساں فائدہ اوٹھاتے تھے - خیالات کے اس تزاحم اور زبان کي اس آزادي نے مناظرہ کا ایک اکھاڑا قائم کردیا ' خلفاے بنو عباس کے دربار میں اگرچہ دوسرے سامان آرائش کے ساتھہ ' فقہاء ' محدثین ' اور ادباء کا گلدستہ بھي سجایا جاتا تھا ' لیکن اس دنگل کے مرد میدان صرف معتزلہ ہي ہوسکتے تھے -

لیکن اون مناظروں میں اس زمانہ کي طرح محض علمي زور آزمائیاں نہیں ہوتي تھیں ' بلکہ وہ اشاعت اسلام کا سب سے بڑا ذریعہ تھے ' اور اسي غرض سے معتزلہ نے اوس کو اپني علمي طاقت کا جولانگاہ بنایا تھا - ایک مرتبہ فرقہ سمنیہ کے ایک شخص نے جہم بن صفوان معتزلي سے پوچھا : " کیا کوئي چیز حواس خمسہ سے ادراک سے باہر بھي ہے؟ " جہم نے کہا "نہیں" اوس نے پھر پوچھا : " تم نے اپنے خدا کو کس حاسہ کے ذریعہ سے پہچانا؟ " جہم بند ہوگیا ' لیکن اوس نے واصل بن عطاء سے بذریعہ خط و کتابت کے جواب دریافت کیا ' واصل نے جواب دیا کہ " حواس خمسہ کے علاوہ ایک چیز عقل اور حجت بھي ہے ' زندہ اور مردہ میں عقل ہي کے ذریعہ سے تفریق کي جاسکتي ہے ' ہوشیار اور دیوانے کو دلیل ہي کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے " جہم نے اوسکو بھي جواب دیا ' متعرض نے کہا " یہ سچ ہے ' لیکن یہ کسي دوسرے کي بتائي ہوئي بات معلوم ہوتي ہے " جہم نے اسکا اعتراف کیا ' چنانچہ معترض

خود واصل کے پاس آیا ' اوس سے بڑی مشکل بحث کی ' اور اس فرقہ الحاد کے تمام ایک مسلمان ہوگئے !

ابو الہذیل علاف سرکردہ معتزلہ اور مناظرہ میں نہایت کمال حاصل تھا ' یہ مخالف کو چند فقروں میں بند کردیتا تھا - بالخصوص مجوس اور فرقۂ ثنویہ کے ساتھ جو مناظرے کیے ہیں ' وہ خاص طور پر شہرت رکھتے ہیں - انہی مناظروں کے اثر نے تین ہزار آدمیوں کو اوسکے ہاتھ پر مشرف باسلام کرایا !

معتزلہ کے مناظروں کا عام اثر اسلیے ہوتا تھا کہ وہ ہر شخص کو تعلیم کردہ دلیلوں میں پھنساتا نہیں چاہتے تھے ' بلکہ اکثر سیدھا سادھا جواب دیدیتے تھے ' جو معترض کے دل میں اتر جاتا تھا - ایک مرتبہ ابو الہذیل کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا : " مجھے قرآن مجید کی بعض آیتوں میں شبہہ ہے اسکو حل کرنا چاہتا ہوں - لوگوں نے اس غرض کے لیے آپ ہی کا نام بتایا ہے " ابوالہذیل نے پوچھا " آپ کو کیا شبہہ ہے ؟" اس نے کہا : " مجھے قرآن کی بعض آیتیں متناقض اور بعض اصول عربیت کے مخالف معلوم ہوتی ہیں " ابو الہذیل نے کہا " میں اُن میں سے ہر ایک کا الگ الگ جواب دوں یا ایک عام تقریر کروں جو سب کا جواب ہو جائے " اس نے کہا " ایک کلی جواب بہتر ہوگا " ابو الہذیل نے کہا :

" آپ کو یہ معلوم ہے کہ آنحضرت شرفائے عرب میں سے تھے ' اور انکی زبان مستند مانی جاتی تھی - آپ یہ جانتے ہیں کہ آنحضرت کا شمار عقلائے عرب میں کیا جاتا تھا - آپ سے یہ بھی مخفی نہیں کہ اہل عرب نے آنحضرت سے مناظرے کیے ' آپ کو ان کوششوں کا بھی علم ہے جو اہل عرب نے آپ کی تکذیب میں کیں ' تو کیا ایک معمولی درجہ کے آدمی کے بہکانے سے آپ آباؤں کے اقوال کو چھوڑدیتے ہیں جو عربی لغت کے سب سے بڑے ماہر تھے ؟ اور جنھوں نے بہت سے مناظروں کے بعد اسلام کو قبول کیا تھا ؟ "

اس نے اسی وقت کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگیا -

فن مناظرہ میں سب سے زیادہ ضرورت انتقال ذہنی اور قوت حافظہ کی ہوتی ہے - ابوالہذیل کا حافظہ اس قدر قوی تھا کہ اسنے ایک مجلس مناظرہ کے اندر سات سو عربی اشعار استشہاد میں پیش کیے !

صالح بن عبد القدوس ایک مجوسی تھا اوس نے ایک مرتبہ مناظرہ میں دعوی کیا کہ " عالم ہستی نور و ظلمت کی ترکیب سے پیدا ہوا ہے " ابو الہذیل نے سوال کیا کہ " ان دونوں کے امتزاج سے کوئی تیسری چیز پیدا ہوتی ' یا نور و ظلمت کی حقیقت میں کوئی تغیر پیدا ہوا ؟ " صالح نے کہا " نہیں عالم صرف نور و ظلمت کا نام ہے ' امتزاج سے کوئی تیسری چیز نہیں پیدا کی " - ابو الہذیل نے کہا " اصول فلسفہ کی بنا پر دو متضاد عناصر کی ترکیب سے ہمیشہ ایک تیسری حقیقت پیدا ہوتی ہے ' اور اگر ترکیب و انضمام سے یہ حقیقت جدیدہ وجود میں نہیں آئے تو سمجھنا چاہیے کہ وہ عنصر متضاد نہیں تھا ' بلکہ صرف ایک ہی عنصر تھا - "

صالح ساکت ہوگیا -

صالح اور ابوالہذیل میں ہمیشہ مجلس مناظرہ گرم رہتی - ابوالہذیل اوس پر اس قدر غالب آگیا تھا کہ ہنسی مذاق میں بھی اوسکو زیر کردیتا تھا - ایک بار صالح کا ایک صغیر السن بچہ مرگیا ' ابو الہذیل اوسکی طرف سے گذرا تو نہایت افسردہ پایا - ابوالہذیل نے کہا " غم کی کیا بات ہے ؟ آدمی تو تمہارے نزدیک صرف ایک سڑا روئیدہ ہے " اوس نے کہا " مجھے صرف یہ افسوس ہے کہ اوس نے میری کتاب الشکوک نہیں پڑھی " ابو الہذیل نے کہا " کتاب الشکوک کس فن کی کتاب ہے ؟ " صالح نے کہا " میں نے ایک کتاب لکھی ہے جسکو پڑھ کر ہر چیز میں شک پیدا ہوجاتا ہے " ابو الہذیل نے کہا " تو پھر اوسکا مرنا بھی مشکوک ہے ' اور اس میں بھی شبہہ ہے کہ اوس نے وہ کتاب پڑھی یا نہیں ؟ "

اسی ظریفانہ طریقہ سے ابو القاسم عبد اللہ بن احمد نے بھی ایک سوفسطائی کو بند کردیا تھا اور اوس نے اپنے عقائد سے توبہ کرلی تھی -

معتزلہ نے فن مناظرہ میں اسقدر شہرت حاصل کی کہ وہ اکثر مناظروں میں جج مانے جاتے تھے - مسئلہ نسخ شریعت میں ایک شخص نے کسی یہودی سے گفتگو کی اور بات اسقدر بڑھی کہ ابو القاسم معتزلی کو دونوں نے حکم مانا -

رفتہ رفتہ مناظرہ کا ذوق اسقدر عام ہوگیا کہ خود خلفاء نے بھی اوس میں حصہ لیا اور دربار شاہی بھی مجلس مناظرہ بن گیا ' لیکن اس بزم کی شمع بھی معتزلہ ہی تھے - ایک مرتبہ مامون الرشید نے ابو الہذیل علاف اور زاذان ثنوی سے مناظرہ کرایا ' سو اتفاق سے جعفر برمکی مجلس مناظرہ میں شریک نہوسکا ' لیکن فرط شوق سے خود زاذان کے پاس پہونچا اور اس مناظرہ کے متعلق جو واقعات تھے اوسکی تصدیق کرنی چاہی - زاذان نے کہا " یہ واقعات سچ ہیں ' لیکن اسکا کیا علاج کیا جائے کہ تمہارے ہی یہاں مجلس ہوتی ہے ' اور تمہارا ہی بادشاہ اوسکا صدر نشین ہوتا ہے "

(ہندوستان میں مجلس مناظرہ)

اب ان مناظروں کی شہرت بغداد سے نکل کر اقصائے ہند تک پہونچی - چنانچہ بادشاہ ہندوستان (سندھ) نے ہارون الرشید کو کہا کہ " آپ اس قوم کے بادشاہ ہیں جو اپنے مذہب کو صرف تلوار کے ذریعہ سے پھیلانا جانتی ہے ' لیکن اگر آپ کو اپنے مذہب کی صداقت پر اعتماد ہے تو مناظرہ کیلیے ایک عالم کو بھیجدیجیے - اگر آپ کا مذہب حق ہوگا تو میں مسلمان ہوجاؤنگا ' ورنہ آپ کو ہمارے مذہب میں داخل ہونا پڑےگا " یہ وہ زمانہ تھا جبکہ فقہاء کی مخالفتوں سے ہارون الرشید نے معتزلہ کو بحث و مناظرہ سے روکدیا تھا ' بلکہ اکثر معتزلہ کو قید کردیا تھا ' اسلیے مناظرہ کیلیے ایک فقیہ کو بھیجنا پڑا - فقیہ موصوف جب بادشاہ ہندوستان کے دربار میں پہونچے ' تو اوس نے نہایت تعظیم کی اور ہندوستان کے تمام پنڈتوں کو جمع کیا -

مناظرہ شروع ہوا تو ان میں سے ایک برہمن نے پوچھا : حقانیت کی کیا دلیل ہے ؟ فقیہ موصوف نے ثوری ' سفیان ' شعبی ' اور ابن عون کے سلسلہ سے روایت شروع کی - برہمن خاموشی کے ساتھ تمام روایتوں کو سنتا رہا ' جب وہ سلسلہ روایت ختم کرچکے تو اس نے کہا " جس شخص کی حدیثیں آپ نے سنائی ہیں ' اسکے ثبوت پر کیونکر یقین کیا جاسکتا ہے " ؟ عالم موصوف نے قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھ دیں جن میں آنحضرت کو نبی اور پیغمبر کہا گیا تھا ' برہمن نے کہا " اسکا کیا ثبوت ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے ؟ ممکن ہے کہ پیغمبر نے اسکو خود ہی گڑھ لیا ہو " اب وہ بالکل خاموش ہوگئے - اوسنے اصول اسلام کو چھوڑ کر علم کلام کے ایک خاص مسئلہ پر گفتگو شروع کی - اسنے پوچھا : کیا تمہارا خدا قادر ہے ؟ اونھوں نے کہا " ہاں " اُسنے کہا " تو کیا وہ اپنا مثل بھی پیدا کرسکتا ہے " فقیہ موصوف نے جواب دیا " یہ تو علم کلام کا مسئلہ ہے ' ہملوگ اسکو بدعت سمجھتے ہیں "

اب برہمن نے بادشاہ کی طرف مخاطب ہوکر کہا " میں نے تو پہلے ہی کہدیا تھا کہ مسلمانوں کی قوم ایک جاہل قوم ہے ' وہ صرف تلوار کے ذریعہ سے اپنے مذہب کو پھیلا سکتی ہے "

آل انڈیا محمڈن کانفرنس

اور دعوة اسلامي

اواخر نومبر میں اس عاجز نے صاحبزادہ آفتاب احمد خان جوائنٹ سکریٹري کانفرنس کو رجسٹرڈ خط کے ذریعہ اطلاع دي کہ وہ سالہاے گذشتہ کي طرح امسال بھي کانفرنس کے پروگرام میں میري تقریر کیلیے وقت رکھیں' اور میري تقریر کا موضوع " صراط مستقیم " ہوگا -

اس خط کے جواب میں صاحبزادہ صاحب نے جو خط لکھا ' اور اسکے جواب میں جو خط میں نے بھیجا ' ان دونوں کي نقل حسب ذیل ہے - میں بیمار ہوں ' اور اس اشاعت میں اسکے متعلق اور کچھہ نہیں لکھہ سکتا - آیندہ نمبر میں انشاء اللہ لکھونگا - یہ محض ایک شخصي مسئلہ نہیں ہے' بلکہ کانفرنس کے اصول مباحث و مواعظ کا ایک عام سوال پیدا ہوگیا ہے' اور مسلمانوں کو معلوم کرنا چاہیے کہ اسکے احاطہ کے اندر اسلام کي دعوة و تعلیم کیلیے گنجایش ہے یا نہیں ؟

(۱)

(صاحبزادہ صاحب کا خط)

میں گذشتہ پانچ ہفتوں میں والدہ صاحبہ کي علالت اور اپنے جوان گریجویٹ بھانجے کي علالت اور انتقال کے سبب سے سخت پریشانیوں میں رہا ' اور نیز چونکہ آپکے خط کے مضمون کے متعلق مجھکو جناب والا آنریري سکریٹري صاحب کانفرنس اور دیگر ممبروں سے مشورہ کرنا تھا ' اسلیے جواب میں دیر ہوئي - معاف فرمائیں -

(بقیہ مضمون صفحۂ ۲۸ کا)

بادشاہ سندھ نے ہارون الرشید کو لکھہ بھیجا کہ " میں نے آپ کے مذہب اور آپ کي قوم کے متعلق جو باتیں سني تھیں' انپر یقین نہیں کرتا تھا ' لیکن آج انکي تصدیق ہو گئي " ہارون الرشید کو یہ خط پڑھ کے سخت رنج ہوا اور بے اختیار پکار اٹھا " کیا اب کوئي ایسا شخص نہیں رہا جو مذہب اسلام کي حمایت کرے ؟ " لوگوں نے کہا " ہاں ! اے امیر المومنین ! ایسے لوگ ہیں' مگر اسوقت انکي زبانیں بند کردیگئي ہیں' اور انمیں سے اکثر تو قید خانوں میں پڑے ہوے سڑ رہے ہیں" ہارون الرشید نے علماء معتزلہ کو بلوایا اور اس مسئلہ کا جواب پوچھا - انہي لوگوں میں ایک لڑکا بھي تھا - اسنے کہا " یہ سوال ہي صحیح نہیں ' کیونکہ ہر مخلوق حادث ہوتي ہے اور خدا قدیم ہے' اسلیے وہ اپنا مثل پیدا ہي نہیں کر سکتا - قدرت کا یہاں کوئي سوال نہیں ! "

ہارون الرشید اس جواب سے اسقدر خوش ہوا کہ اوسي لڑکے کو مناظرہ کیلیے ہندوستان بھیجنا چاہا لیکن لوگوں نے کہا کہ اور مسائل بھي پیش آئینگے - ایسے شخص کو بھیجنا چاہیے جو علم کلام کے تمام مسائل پر حاوي ہو - چنانچہ اس غرض کیلیے معمر معتزلي کا انتخاب ہوا ' لیکن اوس برھمن نے جس نے فقیہ موصوف کے ساتھہ مناظرہ کیا تھا ' اپني رسوائي کے خوف سے راستے میں زہر دلوا دیا -

(استدراک)

معتزلہ کے یہ تمام حالات زیادہ تر قاضي ابوبکر یحیی کي تاریخ معتزلہ سے لیے گئے ہیں جسے پچھلے دنوں ڈاکٹر ارنلڈ نے شائع کیا تھا - بعض بعض واقعات مقریزي کي تاریخ مصر جلد دوم اور ابن خلکان وغیرہ سے بھی ماخوذ ہیں -

آپکو معلوم ہے کہ اس کانفرنس کے وجود کا مقصد اور موضوع تعلیمي تحریک کي اشاعت اون اصول کے مطابق ہے جو سرسید علیہ الرحمة نے قائم کي' اور جنپر علي گڈھ کي تحریک مبني ہے - پس کانفرنس کے پلیٹ فارم پر جو کچھہ بھي تعلیمي تجاویز پیش ہوں اور اونکے متعلق جو کچھہ تقریریں ہوں' اون سب میں اصلي غرض کا ملحوظ رہنا لازمي امر ہے - کانفرنس میں جو تعلیمي مسایل یا مسلمانونکي تعلیمي ضرورتوں کے متعلق جو تجاویز پیش ہوں' اون سے اتفاق یا اختلاف کرنیکا ہر ایک ممبر کو حق ہے - لیکن کانفرنس کے وجود کا جو مقصد اور موضوع ہے' اوسپر کانفرنس کے پلیٹ فارم پر حملہ کرنیکا کسیکو حق نہیں - اسقدر تمہید کے بعد اب میں آپکو آپکي وہ تقریر یاد دلاتا ہوں جو گذشتہ سال راولپنڈي کے اجلاس کانفرنس میں آپنے فرمائي تھي - اور جس میں آپنے فرمایا تھا کہ کانفرنس کي تعلیمي تحریک اس قسم کي ہے جیسے کہ کسي مردہ کو موم روغن کے ذریعہ سے زندہ کرنیکي کوشش کرنا - اس سے مجھکو بحث نہیں کہ آپنے جس راے کا اظہار کیا تھا ' وہ صحیح ہے یا کیا؟ لیکن یہ میں ضرور عرض کرونگا کہ کانفرنس کے پلیٹ فارم پر اس قسم کي تقریر قطعاً اون مقاصد کے منافي ہے جنکے لیے یہ کانفرنس قائم ہے - سالہا سال کي کوشش کے بعد بڑي مشکلات کا سامنا کرکے راولپنڈي میں کانفرنس کا اجلاس اس غرض سے کیا گیا تھا کہ سرحد کے مسلمانونکو تعلیم کي طرف توجہ ہو' اور شمال مغربي اضلاع میں جو اسلامي خطہ ہے اور جو جہل کي تاریکي کیوجہ سے نہایت پستي کي حالت میں ہے' اوس میں تعلیم کے ذریعہ سے بیداري کے سامان پیدا ہوں - چنانچہ حتی الامکان مختلف تحریکوں اور لکچروں کے ذریعہ سے حاضرین کو تعلیمي تحریک کي طرف متوجہ کرنے کي کوشش کي گئي تھي - لیکن آپنے آخري اجلاس میں جو تقریر فرمائي' اوس کا لازمي نتیجہ یہ تھا کہ جو اثر کانفرنس کے مقاصد کي تائید میں پیدا ہوا تھا ' وہ بہت کچھہ زایل ہوگیا - ایسي حالت میں سب سے اول یہ امر صاف ہو جانا ضروري ہے کہ جس تعلیمي تحریک کي اشاعت کیلیے یہ کانفرنس قائم ہے اور جن اصول کے مطابق اور جن مقاصد کیلیے سرسید علیہ الرحمة نے اسکي بنا قایم کي ہے' اونکو آپ ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے مفید اور ضروري سمجھتے ہیں یا نہیں ؟ اور اونکو قوم میں مقبول عام کرانے کي کوشش کرنا کانفرنس کے ممبروں کا فرض تصور کرتے ہیں یا نہیں ؟ اس امر کي نسبت جواب آنے پر جناب کے اول خط کے متعلق جواب عرض کیا جاویگا - والسلام -

خاکسار : آفتاب احمد

(۲)

(خط کا جواب)

جس دن آپکا والا نامہ پہنچا' اسي دن سے نزلہ و درد گلو میں مبتلا ہوں' تمام کام معطل ہیں - آج تھوڑي سي مہلت ملي تو سب سے پہلے جناب یاد آے -

افسوس ہے کہ مجھے اُن حوادث کی خبر نہ تھي جنکا ذکر جناب نے آغاز خط میں کیا ہے' ورنہ تاخیر جواب کیلیے کسي طرح اظہار شکایت نہ کرتا - انا للہ و انا الیہ راجعون' و عظم اللہ اجورکم بمصائبکم -

میں آپکا شکر گذار ہوں کہ آپنے اپنے خیالات صاف صاف ظاہر کردیے اور اُن مصنوعي اور نمایشي عذرات سے بالکل کام نہ لیا جو آجکل ایسے مواقع میں عموماً اخفاء اصلیت کیلیے کام میں لاے جاتے ہیں - یہي شان ایک مسلمان کي تمام معاملات میں

ہونی چاہیے - اگر ہم سب ایسا ہی کیا کریں تو نصف اندرونی اختلافات کا خاتمہ ہوجائے -

لیکن جناب نے اپنے خط میں (معاف فرمائیگا) ترتیب مقدمات و طرز استدلال سے ایسے متعدد مسامحات جائز رکھے ہیں جنکی وجہ سے صحیح عرض جواب میں بڑی ہی مشکل پیش آگئی ہے - اگر ان امور کی نسبت لکھتا ہوں' تو صفحوں کے صفحے چاہییں' مگر نہ مجھے اسکی مہلت نہ آپکو - اعراض کرتا ہوں تو جو خلط مبحث آپنے کردیا ہے' وہ اسی مقصود کو صاف و واضح نہیں ہونے دیتا - ایک چیز آپکی اور آپسے ہم خیال بزرگوں کی خواہش ہے' اور ایک چیز اسی کام کے اصول و مقصد اور شرائط وغیرہ کا مسئلہ - سمجھنا ضروری نہیں کہ پہلی چیز کی بنیاد ثانی الذکر ہی پر رکھی جائے - آپ اگر دونوں مسئلوں کو الگ رکھتے تو بات زیادہ صاف اور روشن تھی -

آپ نے کیسی تعجب انگیز غلطی کی ہے جبکہ خود ہی ایک مقدمہ قائم کیا ہے اور قبل اسکے کہ مخاطب اُسے تسلیم کرے ' یا اسکا مقدمہ مسلمہ ہونا ثابت ہوجائے ' پوری شکل بھی قائم کرلی ہے اور پھر نتیجہ بھی نکال لیا ہے ؟

آپ لکھتے ہیں کہ " کانفرنس کا موضوع تعلیمی ہے" یہ بالکل ٹھیک ہے اور اسکا نام ہی اسکے لیے شاہد :

" گواہ عاشق صادق در آستیں باشد !

لیکن اسکے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ " اُن اصولوں کے مطابق جو سرسید مرحوم نے قائم کیے " گذارش ہے کہ مقدمہ کا یہ ٹکڑا کہاں سے ماخوذ ہے ؟ میں اسے تسلیم نہیں کرتا - کانفرنس کے مقاصد کی فہرست ' دفعات و قواعد' شرائط و ضوابط ' عہد اولی کی مجلسیں' ارکان اساسی کی تقریریں' خود سید صاحب کی تقریر جو اُنہوں نے علی گڈہ کے دونوں جلسوں اور لکھنؤ میں کی ' نیز اسکی تمام رپورٹیں ' یہ تمام ذخیرہ موجود ہے - میں بہت ممنون ہونگا اگر آپ اُنسے ثابت کردکھائیں کہ خود سید صاحب مرحوم نے یہ کہاں لکھا ہے ؟ اور کانفرنس کی تقریروں کے متعلق یہ فیصلۂ امر و نہی کس نے قرار دیا ہے ؟

بلا شبہ سرسید مرحوم اسکے بانی تھے' لیکن بانی ہونے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ مسئلۂ تعلیم کو اُنہوں نے ایک خاص اصول کے ماتحت کرکے کانفرنس کے حوالے کردیا ہے' اور اب اسکے پلیٹ فارم پر اسکے ایک حرف سے بھی انحراف و اختلاف جائز نہیں ؟

قرآن حکیم سے ہمارے مجتہدین و فقہاء مسائل کا استخراج کیا کرتے ہیں - اس استخراج و استنباط کی اُنہوں نے متعدد قسمیں قرار دی ہیں - ایک یہ کہ صاف صاف کسی آیت میں کوئی حکم ہو اسکو " صراحۃ النص " کہیں گے - ایک یہ کہ صاف صاف حکم نہ ہو' لیکن اور طرق بیان سے دلالت ہوتی ہو یا اشارہ کیا گیا ہو' تو اسکے لیے " دلالۃ النص " اور " اشارۃ النص " وغیرہ اصطلاحات قائم کی ہیں -

آپکے لیے بھی یہ دروازہ باز ہے - صراحۃ النص کا تو اصلی مطالبہ ہے' لیکن خیر' دلالۃ النص ہی سہی - کسی نہ کسی طرح یہ واضح کردیجیے کہ جناب کا پیش کردہ اعتقاد فلاں نص سرسید سے ماخوذ ہے -

یا للعجب ! آپ لوگ فخر کرتے ہیں اگر ایک نصرانی کانفرنس کے پلیٹ فارم پر اور بہت سی ایسی باتیں کہہ جائے جو آپکے عقائد و اغراض کے بالکل ضد ہوں' لیکن آپ لوگونکا اعتقاد یہ ہے کہ کوئی مسلمان اختلاف نہیں کرسکتا ؟

پھر کیا آپکو یاد نہیں رہا کہ آپکا یہ مقدمہ کس طرح ہمیشہ پامال کیا جاچکا ہے' اور کتنی نظیریں اسکے لیے مخالف و ضد موجود ہیں ؟

کیا بمبئی کانفرنس کے پریسیڈنٹ مسٹر بدرالدین طیب جی نہیں بنائے گئے جو یکسر علی گڈہ کی تحریک ہی کے مخالف تھے ؟ کیا اُنہوں نے اپنے اختتامی ایڈریس کے اندر وہ کچھ نہ کہا جو سرسید مرحوم کے مشن اور عقائد و اصول تعلیم کے سرتا سر خلاف تھا؟ انسے یہ شرط نہیں کرائی گئی تھی !

سرسید مرحوم پردہ نسواں کے کسقدر اشد شدید حامی تھے ؟ اور خارجی تعلیم نسواں کے باراوں پر کیسے غضب ناک ہوجاتے تھے ؟ حتی کہ میر ممتاز علی کے رسالہ حقوق نسواں کو پھاڑ کر ردی کے ٹوکرے میں ڈالدیا تھا' لیکن آپکے پیشروں نے مسٹر طیب جی کو صدر بنایا' اور انہوں نے پردہ کی علانیہ مخالفت پریذیڈینشل ایڈریس میں کی -

پھر دوسری دہلی کانفرنس کی صدارت کیلیے سر آغا خاں لائے گئے ' انہوں نے مسلمانوں کے تنزل کے جو اسباب اساسی بتلائے ' اُن میں عورتوں کا پردہ بھی تھا - کیا یہ سرسید کے عقائد کے خلاف نہ تھا ؟

اسی پونا کانفرنس کا صدر آپنے جسٹس عبد الرحیم کو بنایا ہے جو سرسید کے بہت سے بنیادی اصولوں ہی کے مخالف ہیں- کیا انسے بھی آپنے یہ مقدمہ طے کرا لیا ہے ؟ آپکو معلوم ہے کہ وہ ایڈریس میں کیا کہیں گے ؟ آپکو معلوم نہیں مگر مجھے معلوم ہے -

مدراس کانفرنس کا صدر ایک مسیحی عہدہ دار (جسٹس اتم) تھا - اس مقدمہ کا اثر زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ سرسید مرحوم کے مذہب تعلیم سے انحراف نہو - لیکن ایک مسیحی شخص کے متعلق تو یہ سوال بھی پیدا ہوسکتا تھا کہ کہیں وہ نفس اسلام کے خلاف کوئی بات نہ کہدے - آپ تو اُسوقت اس جگہ پر نہ تھے' لیکن مرحوم محسن الملک کے کاغذات میں اس اقرار نامے کی نقل تلاش کیجیے جو انہوں نے جسٹس موصوف سے کرایا تھا !

پہلی لکھنؤ کانفرنس میں تو خود سر سید مرحوم نے مرحوم سجاد حسین ایڈیٹر اردو پنچ سے یہ مقدمے طے نہ کیا ' حالانکہ بڑی ضرورت اس مقدمے کی اُس وقت تھی - معلوم نہیں آپکو وہ واقعات معلوم ہیں یا نہیں ؟

معاف فرمائیگا' آپنے یہ ایک اصولی سوال چھیڑ دیا ہے' اور اسکے معنی یہ ہیں کہ آل انڈیا کانفرنس جسکو تمام مسلمانوں کی نیابت دی جاتی ہے ' اپنے پلیٹ فارم کیلیے ایک خاص مذہب رکھتی ہے' اور جو اُسکے خلاف رائے رکھتا ہو' اُسے وہاں قدم رکھنے کا حق نہیں - یہ کانفرنس کا ایک خطرناک اقفال ہے' اور ضروری ہے کہ ایک بار اس مسئلہ کو پبلک کے سامنے ٹھیک ٹھیک فیصل کرلیا جائے - اجتک کسی کو بھی اسکا خیال نہیں ہوا تھا -

(۲) بہر حال یہ تو آپکا مقدمہ ہے - رہی اصلی حقیقت تو یہ بھی صحیح نہیں کہ میں نے راولپنڈی کانفرنس میں کانفرنس کے مقاصد کو سامنے رکھکر اسکا رد کیا تھا - بلکہ اسکا مقصد عام طور پر مسئلۂ دعوۃ و اصلاح کا مبحث تھا ' اور یہ دکھلانا مقصود تھا کہ مسلمانوں کی ہر دعوۃ کو اصولاً مذہبی ہونا چاہیے' اور اسکے واسطے سے تعلیم بھی پھیلانی چاہیے' یہ نہیں ہونا چاہیے کہ مذہب سے الگ ہوکر ایک مستقل تعلیمی دعوت قرار دی جائے ' جسمیں کبھی کامیابی نہیں ہوسکتی -

نیز یہ کہ اسلام میں " تعلیم " کی کوئی علحدہ دعوۃ نہیں ہے - اسکی دعوۃ ایک ہی ہے ' اور اسی کے اندر سب کچھ موجود ہے -

لیکن معاف فرمائیگا' یہ جو کچھ کہا گیا ' اسکو آپ حضرات بالکل نہیں سمجھ سکتے' بلکہ قدیم و جدید جماعتوں میں آج کوئی گروہ ایسا موجود نہیں ہے جو اس حقیقت کا صحیح اندازہ شناس اور محرم

و خبر دار هو - گذشته صدي کے تمام مسائل اصلاح و دعوة میں سے آپ حضرات کو صرف سر سید مرحوم هي کي تحریک کا حال معلوم هے - اسکے استغراق سے مهلت نهیں - آپ کو کیا معلوم که همسئله " تحریک جدید " و " دعوة تعلیم جدید " (متعلق اهل اسلام) خود ایک مرضوع مستقل هوگیا هے ' اور گذشته صدي کے اندر تمام عالم اسلامي نے اسپر نظر ڈالي هے ' اور ایک وسیع لٹریچر اسکا موجود هے - اسکے دیکھنے سے ایک شخص اُن تمام مشارب و مذاهب و طرق و اسالیب کو معلوم کر سکتا هے جو اس مسئله سے تعلق رکھتے هیں ' اور اسلام کي دیني تعلیمات اور مسلمانوں کے قومي خصائص و مقومات کے علم صحیح کا اسپر اضافه کرکے حقیقت شناسي کے طرف قدم اُٹھا سکتا هے - میرے گذشته دس سال کے لیل و نهار ' سفر و حضر ' صحت و مرض ' هر حال کے مطالعهٔ دائمي کا ایک خاص موضوع یه چیز بهي رهي هے - آپکو سنکر تعجب هوگا که مختصر رسائل و اخبارات و مجلات عالم اسلامي کے سوا ' خاص اسي موضوع پر کم از کم پچاس کتابیں میري نظر سے گذري هیں ' جنکے وجود کا بهي خبر داران هند کو علم نهیں - پھر اسکے ساتھه هي الحمد لله میں نے اس بارے میں ایک مجتهدانه بصیرة پائي هے ' اور اسلامي تاریخ کے استقرائي نتائج نے میري مدد کي هے ' اور قران و سنة کے صحیح دلائل و براهین کے ساتھه بتلایا هے که اس مسئله کي صحیح و سعید راه کیا هے ؟ والله یهدي من یشاء الی صراط مستقیم -

پس اس بارے میں میرا تخاطب آپ حضرات سے نهیں هے ' اور نه میں اس بارے میں آپ حضرات سے کچھه کهنا چاهتا هوں - یه موضوع دوسرا هے ' اور اسکي کائنات اُس دنیا سے بالکل مختلف هے جسمیں آپ لوگ بستے هیں - موجوده مسئله سے اسکا کوئي تعلق نه تها ' اور یه بالکل بے سود تها که آپنے اپني خواهش کو کانفرنس کے ایک اصول کي شکل میں پیش کردیا -

آپ لوگوں کا دعوا هے که آپ سر سید مرحوم کے مشن کے داعی هیں - سر سید کا بڑا کارنامه یه بتلایا جاتا هے که انهوں نے تقلید کا قلع و قمع کیا اور اجتهاد رائے کا دروازه کهولنا چاها - لیکن آپ لوگ خود هي ایک بدترین تقلید اعمي میں گرفتار هوگئے هیں ' اور یه تقلید اُس تقلید سے هزار درجه افسوس ناک هے جو مقلدین فقه هدایه یا مقلدین تفسیر جلالین و مدارک کي بیان کي جاتي هے - تاهم میں اس بارے میں کچھه نه کهونگا ' کیونکه کهنا بیکار هے - " تقلیـد " کا پهلا خاصه یه هے که سوال کا جواب نهیں ملسکتا :

و لکن لا حیاة لمن تنـادي

(۳) بهر حال آپنے میرے شخص خاص کے معاملے کو کانفرنس کا اصولي مسئله بناکر ایک اهم بحث چهیڑ دي هے ' جسکو اگر صاف نه کیا گیا تو کانفرنس کے دروازوں پر مسلمانوں کیلیے قفل چڑهادیے جائینگے - اسکا صاف کرنا تو اب ناگزیر هوگیا هے - لیکن ان دو چار دنوں کے اندر آپکے لیے کچھه ضروري نهیں هے که ایک شخصي معاملے کو کسي اصول موضوعه کے حوالے کرکے الگ هوجائیں -

(۴) سر دست اس مسئله کو یوں صاف کیا جاسکتا هے که آپ مجھسے شخصاً دریافت کرلیں که آیندہ کانفرنس میں کس موضوع پر تقریر کرونگا ؟ اور پھر اس سے اندازه کرلیں که یه تقریر کیسي هوگي ؟ میں نے پہلے آپکو لکھا تها - اب بالتشریح لکھتا هوں که میري تقریر کا موضوع " صراط مستقیم " هوگا - اسکي تشریح ' اور وہ بیانات جو قران حکیم نے صراط مستقیم کے متعلق کیے هیں ' اس موضوع کے کسي حصه کو نه تو سر سید کے تعلیمي مشن سے کوئي تعلق هے اور نه کچھه اسکي بحث هے - یه ایک خالص مذهبي موضوع هے اور از سرتا پا قران و سنة سے متعلق -

(۵) الحمد لله که خدا نے هندوستان کے هر گوشے کو میري آواز کي پذیرائي کیلیے آمادہ کردیا هے اور هر جگه هزارها دل پیدا کردیے هیں جو میري هر آواز کے استقبال کیلیے مستعد هیں - و اما بنعمة ربك فحدث - کوئي وزک جو آپ حضرات اسکے لیے پیدا کریں ' سودمند نهیں هوسکتي ' اور گیند کي قوت جذب کا فعل جس قوة سے هوتا هے ' اتني هي طاقت سے قوة دفع جواب بهي دیتي هے - راولپنڈي میں خود آپ لوگوں نے میري مخالفت کرکے پبلک کو اپنے سے بدظن کرایا ' اور پھر اسکے نتائج لازمي هیں - علی الخصوص پونا کو تو میں آپسے زیادہ جانتا هوں - کانفرنس کا بنڈال آپ مجھپر بند کرکے دیکھه لیں ' میں کسي اور گوشے میں خدا اور اسکے رسول کا پیغام مسلمانوں کو پهنچا سکتا هوں - میرا ذاتي نقصان اس سے کچھه نهوگا ' اور اگر کوئي شخص اس حماقت میں گرفتار هے که کانفرنس کا پلیٹ فارم میرے لیے ایک بهت هي بڑي عجیب و غریب دولت هے جس سے محروم هوکر لٹ جاؤنگا ' تو اُسکي حماقت بهت هي افسوس ناک هے - اگر آپ لوگ سمجھتے هیں که کانفرنس میں میري تقریر روک کر کوئي بڑي کامیابي حاصل کرسکتے هیں ' تو بسم الله ' اسکا بهي تجربه هوجائے ' جیسا که چار پانچ سال سے بیسیوں تجربے آپ لوگ کرچکے هیں - بهمي الله اور اسکے رسول کي ان تعلیمات کو کهنا ' لکھنا ' مدون کرنا هے ' جنکو میري بصیرة حق سمجھتي هے ' اور میرا معامله اب وهاں تک پهنچ گیا هے که اب لوگوں کے یه ارادے اسکے لیے بالکل خارج از بحث هیں - مولوي نذیر احمد مرحوم کا ترجمة القران آپکے پاس شاید هوگا - اسمیں سورہ جن کو نکالیے اور کسي وقت فرصت ملے تو اس آیت پر غور کیجیے :

و انه لما قام عبد الله یدعوه ' کا دوا یکونون علیه لبدا -

ضـــرورت مارچ سنه ۱۹۱۶ع میں

ایک قومي بلا فیس تعلیم دینے والے اسکول کي هیڈ ماسٹري کے لیے ایک ایم - اے پاس مسلمان اور سکنڈ ماسٹري کے لیے تین تجربه کار گریجویٹ کي ضرورت هے -

تنخواه یا دیگر باتوں کا فیصله بذریعه خط و کتابت طے هوسکتا هے - درخواستیں معه نقل سرٹیفکٹ پوسٹ بوکس نمبر ۳۷۱ - رنگون آني چاهیے -

P. O. Box No. 371
Rangoon.

ایجنٹوں کیلئے کمیشن

هندوستان کے تمام اردو ' بنگله ' گجراتي ' اور مرهٹي هفته وار رسالوں میں البلاغ پهلا رسالہ هے جو باوجود هفته وار هونے کے روزانه اخبارات کي طرح بکثرت متفرق فروخت هوتا هے - تمام ملک ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک اسکي اشاعت کے استقبال کیلیے چشم براہ هے - پس اگر آپ ایک عمده اور کامیاب تجارت کے متلاشي هیں تو ایجنسي کیلیے درخواست بهیجیے ' کمیشن معقول دیا جاتا هے - اور تبلیغ حق اور اشاعة معارف قرانیه کا ثواب اخروي مزید براں -

مختارات

الحرب فی الاسلام

تاریخ اسلام اور نظام فوجي

البلاغ نمبر ۳ میں ایک مضمون عنوان بالا سے شائع هوا تها ' جو زیاده تر جارج زیدان ایڈیٹر الهلال قاهره کے مضامین سے ماخوذ تها - اسمیں ظاهر کیا گیا تها که حجاج بن یوسف (عهد عبد الملک اموي) تک مسلمانوں کا تمدن فوجي نظام سے محروم تها ' حجاج نے سب سے پہلے ایک با قاعده نظام ني بنیاد ڈالي اور رومي نظام سے اصول و قواعد اخذ کیے -

اس مضمون کے ساتهه هم نے ایک مختصر نوٹ لکها تها ' اور اس خیال کي تغلیط کرتے هوے وعده کیا تها که آیندہ اشاعتوں میں اس موضوع پر مفصل بحث کرینگے -

هم نے لکها تها که مسلمانوں کا فوجي نظام نه تو عبدالملک اموي کے زمانے میں قائم هوا ' اور نه حجاج بن یوسف کو اسمیں کچهه دخل هے - خلافة راشده کے ابتدائي دور هي میں اسکي باقاعده بنیاد پڑ گئي تهي ' اور قدماء مورخین کے علاوه کتب حدیث کے ضمني اشارات و آثار سے بهي اسپر روشني پڑتي هے -

اسی اثناء میں همیں معلوم هوا که شمس العلماء مولانا شبلي نعماني مرحوم نے الفاروق میں ایک مستقل عنوان سے اسپر نظر ڈالي هے ' اور تمام شواهد و واقعات جمع کردیے هیں - الفاروق کے دیکهنے سے اس خیال کي پوري تصدیق هوئي - فی الحقیقت جس وسعت و تحقیق کے ساتهه انهوں نے اس بحث کو لکهدیا هے ' اسپر سوا چند حدیث الطبع کتابوں کے شواهد اور بعض آثار صحابه کے ' اور کچهه اضافه نهیں هوسکتا -

همارا عرصه سے خیال تها که " مختارات " کے عنوان سے ایک نیا باب رساله میں بڑهایا جاے - اسکا مقصد یه هو که بعض اهم اور وقیع مصنفات کے مفید مقامات و ابواب اقتباس و تهذیب کے بعد درج کیے جائیں - صدها کتابیں هیں جو شائع هو چکي هیں ' لیکن عام و سرسري نظر و مطالعه کي رو میں انکے اهم مقامات بهي بهه گئے هیں - ضرورت هے که انهیں از سر نو ابهارا جاے اور بعنوان مناسب ملک کے سامنے پیش کیا جاے -

غیر مطبوعه مصنفات کے مفید ابواب و حصص بهي اسمیں درج کیے جاسکتے هیں ' اور عربي و انگریزي کتب کے تراجم و منقولات اسکا اصلي موضوع هے -

چنانچه " مختارات " کے باب کو اس اشاعة سے شروع کیا جاتا هے ' اور سب سے پہلے الفاروق کے اس حصه کو شائع کرتے هیں - الهلال و البلاغ کي تحریر و تصنیف کي تاریخ میں یه پہلا موقعه هے که اسي اُردو کتاب کا کوئي حصه اُسمیں نقل کیا گیا هے ' بلکه یوں کہنا چاهیے که موجوده عهد کي کسي کتاب سے کوئي چیز نقل کي گئي هے - لیکن امید هے که موضوع کي اهمیت اور منقول عنه کتاب کي واقعي وقعت اسي کي مستحق تصور کي جائیگي

(عرب جاهلیة اور نظام فوجي)

عرب میں شاهان یمن وغیره کے یهاں فوج کا کوئي منتظم بندوبست نهیں تها - اسلام کے آغاز تک اسکي ضرورت هي نهیں پیش آئي ' حضرت ابوبکر کے عهد میں صرف اسقدر هوا که خلافت کے پہلے سال غنیمت سے جسقدر بچا ' وه سب لوگوں پر دس دس روپے کے حساب سے تقسیم کردیا گیا - دوسرے سال آمدني زیاده هوئي تو یه تعداد دس سے بیس تک پہنچ گئي ' لیکن نه تو فوج کي کچهه تنخواه مقرر هوئي ' نه اهل فوج کا کوئي رجسٹر بنا ' اور نه کوئي محکمه جنگ قائم هوا -

حضرت عمر رض کي اوائل خلافت تک بهي یهي حال رها ' لیکن سنه ۱۵ هجري میں حضرت عمر نے اس صیغے کو اسقدر منتظم اور باقاعده کردیا که اُسوقت کے لحاظ سے تعجب هوتا هے -

(حضرت عمر کا فوجي نظام)

حضرت عمر کے توجه کرنے کے مختلف اسباب بیان کیے گئے هیں - عام روایت یه هے که حضرت ابوهریره جو بحرین کے حاکم مقرر کیے گئے تهے ' پانچ لاکهه درهم لیکر مدینه میں آئے ' اور حضرت عمر کو اس کي اطلاع دي - پانچ لاکهه کي رقم اُس وقت اسقدر اعجوبه چیز تهي که حضرت عمر نے فرمایا : خیر هے ! کہتے کیا هو ؟ اُنهوں نے پهر پانچ لاکهه کہا - حضرت عمر نے فرمایا : تم کو گنتي بهي آتي هے ؟ ابوهریره نے کہا هاں ! یه کہکر پانچ دفعه لاکهه لاکهه کہا - حضرت عمر کو یقین آیا تو مجلس شوری منعقد کي ' اور راے پوچهي که اسقدر زر کثیر کیونکر صرف کیا جاے ؟ حضرت علي ' حضرت عثمان ' اور دیگر صحابه نے مختلف تجویزیں پیش کیں - ولید بن هشام نے کہا که میں نے شام کے والیان ملک کو دیکها هے که اُن کے یهاں فوج کا دفتر اور رجسٹر مرتب رهتا هے - حضرت عمر کو یه راے پسند آئي اور فوج کي اسم نویسي اور ترتیب دفتر کا خیال پیدا هوا -(۱) ایک اور روایت میں هے که راے دهنده نے سلاطین عجم کا حواله دیا ' اور یهي روایت قرین قیاس هے ' کیونکه جب دفتر مرتب هوا تو اس کا نام دیوان رکها گیا ' اور یه فارسي لفظ هے - دبستان ' دبیر ' دفتر ' دیوان ' سب ایک ماده کے الفاظ هیں جنکا مشترک ماده " دب " ایک پهلوي لفظ هے ' جسکے معنے نگاه رکهنے کے هیں -

(تمام ملک کو فوج بنانا)

بهر حال سنه ۱۵ هجري میں حضرت عمر نے فوج کا ایک مستقل محکمه قائم کرنا چاها - اس باب میں اُن کي سب سے زیاده قابل لحاظ جو تجویز تهي ' وه تمام ملک کو فوج بنانا تها - اُنهوں نے اس مسئلے کو که هر مسلمان فوج اسلام کا ایک قدرتي سپاهي هے ' باقاعده طور سے عمل میں لانا چاها - لیکن چونکه ابتداء میں ایسي تعمیم ممکن نه تهي ' اسلیے اول قریش اور انصار سے کام شروع کیا - مدینه منوره میں اُسوقت تین شخص بهت بڑے نساب اور حساب و کتاب

(۱) مقریزي صفحه ۹۲ اور فتوح البلدان صفحه ۴۴۹ .

کے فن میں اُستاد تھے : مخرمۃ بن نوفل، جبیر بن معطم، عقیل بن ابي طالب - علم الانساب عرب کا موروثي فن تھا ' اور خاص کر یہ تینوں (۱) بزرگ اس فن کے لحاظ سے تمام عرب میں ممتاز تھے - حضرت عمر نے اُن کو بلاکر یہ خدمت سپرد کي کہ تمام قریش اور انصار کا ایک دفتر تیار کریں' جس میں ہر شخص کا نام و نسب مفصلاً درج ہو - ان لوگوں نے ایک نقشہ بناکر پیش کیا' جس میں سب سے پہلے بنو ہاشم' پھر حضرت ابوبکر کا خاندان' پھر حضرت عمر کا قبیلہ تھا - یہ ترتیب اُن لوگوں نے خلافت و حکومت کے لحاظ سے قرار دي تھي - لیکن اگر وہ قائم رہتي تو خلافت خود غرضي کا آلہ بن جاتي - حضرت عمر نے فرمایا " یوں نہیں بلکہ آنحضرت کے قرابت داروں سے شروع کرو' اور درجہ بدرجہ جو لوگ جسقدر آنحضرت سے دور ہوتے گئے ہیں اسي ترتیب سے اُن کے نام آخر میں لکھتے جاؤ - یہاں تک کہ جب میرے قبیلے تک نوبت آے تو میرا نام بھي لکھو" اس موقع پر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ خلفاے اربعہ میں سے حضرت عمر کا نسب سب سے اخیر میں جاکر آنحضرت سے ملتا ہے - غرض اِس ہدایت کے موافق رجسٹر تیار ہوا' اور حسب ذیل تنخواہیں مقرر ہوئیں : (۲)

تقسیم مراتب	تعداد تنخواہ سالانہ
جو لوگ جنگ بدر میں شریک تھے -	۵ - ہزار درہم
مہاجرین حبش اور شرکاے جنگ اُحد -	۴ - ہزار درہم
فتح مکہ کے پہلے جن لوگوں نے ہجرت کي -	۳ - ہزار درہم
جو لوگ فتح مکہ میں ایمان لاے -	۲ - ہزار درہم
جو لوگ جنگ قادسیہ اور یرموک میں شریک تھے -	۲ - ہزار درہم
اهل یمن -	۴۰ - درہم
قادسیہ اور یرموک کے بعد کے مجاهدین -	۳۰۰ - درہم
بلا امتیاز مراتب -	۲۰۰ - درہم

جن لوگوں کے نام درج دفتر ہوے ' اُن کي بیوي بچوں کي تنخواہیں بھي مقرر ہوئیں - چنانچہ مہاجرین اور انصار کي بیویوں کي تنخواہ ۲۰۰ سے ۴۰۰ درہم تک اور اهل بدر کي اولاد ذکور کي دو دو ہزار درہم مقرر ہوئي - اس موقع پر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جن لوگوں کي جو تنخواہ مقرر ہوئي' اُن کے غلاموں کي بھي وہي تنخواہ مقرر ہوئي ' اور اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اسلام کے نزدیک غلاموں کا کیا پایہ تھا ؟

جسقدر آدمي درج رجسٹر (۳) ہوے ' اگرچہ سب درحقیقت فوج کي حیثیت رکھتے تھے ' لیکن اُن کي دو قسمیں قرار دي گئیں :

(۱) جو لوگ ہر وقت جنگي مہمات میں مصروف رہتے تھے - گویا یہ فوج نظام یعني باقاعدہ فوج تھي -

(۲) جو لوگ معمولاً اپنے گھروں پر رہتے تھے ' لیکن ضرورت کے وقت طلب کیے جاسکتے تھے - اُن کو عربي میں " مطوعہ " کہتے ہیں' اور آجکل کي اصطلاح میں اس قسم کي فوج کو والنٹیر کہا جاتا ہے - البتہ فرق اتنا ہے کہ آجکل والنٹیر تنخواہ نہیں پاتے

فوجي نظم و نسق کا یہ پہلا دیباچہ تھا ' اور اسوجہ سے اسمیں بعض کے ترتیبیں بھي تھیں - سب سے بڑا غلط مبحث یہ تھا کہ فوجي تنخواہوں کے ساتھ پولیٹکل تنخواہیں بھي شامل تھیں اور دونوں کا ایک ہي رجسٹر تھا - لیکن رفتہ رفتہ یعني سنہ ۲۱ ھ میں حضرت عمر نے اس صیغے کو اسقدر مرتب اور منتظم کردیا کہ غالباً اس عہد تک کہیں اور کبھي نہیں ہوا تھا - چنانچہ ہم ایک ایک جزئي انتظام دو اس موقع پر نہایت تفصیل سے لکھتے ہیں اس سے معلوم ہوگا کہ عرب کے ابتداے تمدن میں انتظامات فوجي کي اسقدر شاخیں قائم ہوئیں اور ایک ایک شاخ کا اس حد تک مرتب اور باقاعدہ ہونا کسي شخص کا کام تھا جو فاروق اعظم کا لقب رکھتا تھا -

اس صیغے میں سب سے مقدم اور اصولي انتظام تو ملک جنگي حیثیت سے مختلف حصوں کے اندر تقسیم کردینا تھا ' - حضرت عمر نے سنہ ۲۰ ھ میں فوجي اور ملکي حیثیت سے ملک کي دو تقسیمیں کیں : ملکي اور فوجي - ملکي کا حال دیواني انتظامات کے ذکر میں گزر چکا - فوجي حیثیت سے چند بڑے بڑے مرکز قرار دیے جنکا نام (۱) " جند " رکھا ' اور یہي اصطلاح آجتک قائم ہے - اُن کي تفصیل یہ تھي : مدینہ ' کوفہ ' بصرہ ' موصل ' فسطاط ' مصر ' دمشق ' حمص ' اردن ' فلسطین - حضرت عمر کے زمانے میں فتوحات کي حد اگرچہ بلوچستان کے کنارے سے مل گئي تھي' لیکن جو ممالک آئندہ ممالک کہے جاسکتے تھے'

(پہلے کالم نمبر ۳ کا بقیہ نوٹ)

کہ وہ دفتر اور فوج رکھتے ہیں - آپ بھي دفتر بنائیے اور فوج مرتب کیجیے - چنانچہ حضرت عمر نے والد کے قول پر عمل کیا - دوسرے یہ کہ جن لوگوں سے جنگي خدمت نہیں لیجاتي تھي اور قدیم جنگي خدمتوں کا استحقاق بھي نہیں رکھتے تھے ' حضرت عمر اُنکي تنخواہ نہیں مقرر کرتے تھے - اسي بنا پر مکہ کے لوگوں کو تنخواہ نہیں ملتي تھي - فتوح البلدان میں ہے : " ان عمر کان لا یعطي اهل مکة عطاءاً ولا یضرب علیهم بعثاً " یہي وجہ تھي کہ جب صحرا نشیں بدوؤں نے حضرت ابو عبیدہ سے تنخواہ کي تقرري کي درخواست کي' تو اُنہوں نے فرمایا کہ جب تک آبادي میں رہنے والوں کي تنخواہیں مقرر نہو جائیں' صحرا نشینوں کا روزینہ نہیں مقرر ہوسکتا - البتہ اسمیں شک نہیں کہ اول اول فوج کے رجسٹر میں اور بھي بہت سي قسم کے لوگ شامل تھے - مثلاً جو لوگ قرآن مجید حفظ کرلیتے تھے ' یا کسي فن میں صاحب کمال تھے ' لیکن استقراء سے معلوم ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ یہ خلط مبحث جو بضرورت اختیار کیا گیا تھا' مٹتا گیا - چنانچہ اسي مضمون میں آگے اسکي بحث آتي ہے -

(۱) جند کي تحقیق کے لیے دیکھو فتوح البلدان صفحہ ۱۳۲ مورخ یعقوبي نے واقعات سنہ ۲۰ - ہجري میں لکھا ہے کہ اس سال حضرت عمر نے فوجي صدر مقامات قائم کیے' لیکن مورخ مذکور نے صرف فلسطین ' جزیرہ ' موصل ' اور قنسرین کا نام لکھا ہے' یہ صریح غلطي ہے -

(۱) جاحظ نے کتاب البیان و التبیین (جلد دوم صفحہ - ۳۷ مطبوعہ مصر) میں لکھا ہے کہ تمام قریش میں چار شخص اشعار عرب اور انساب و اخبار کے حافظ تھے ' مخرمہ بن نوفل ' ابوالجہم ' حویطیب بن عبد العزي ' عقیل بن ابیطالب -

(۲) تنخواہوں کي تفصیل میں مختلف روایتیں ہیں - میں نے کتاب الخراج صفحہ - ۲۴ و مقریزي جلد اول صفحہ ۹۲ و بلاذري صفحہ - ۴۴۸ و یعقوبي صفحہ ۱۷۵ و طبري صفحہ ۲۴۱۱ کے بیان کو حتی الامکان مطابق کرکے لکھا ہے -

(۳) اس موقع پر ایک امر نہایت توجہ کے قابل ہے - وہ یہ ہے کہ بہت سے ظاہر بینوں کا خیال ہے کہ حضرت عمر نے تمام عرب کي جو تنخواہیں مقرر کیں' اُسکو فوجي صیغے سے چنداں تعلق نہیں ' بلکہ یہ رفاہ عام کي غرض سے تھا - لیکن یہ نہایت غلط خیال ہے ' اولاً تو جہاں مورخوں نے اس واقعہ کا شان نزول بیان کیا ہے ' لکھا ہے کہ ولید بن ہشام نے حضرت عمر سے کہا : " قد جیت الشام فرایت ملوکها قد دونوا دیوانا و جندا فاخذ بقوله " یعني میں نے شام کے بادشاہوں کو دیکھا ہے

وہ صرف عراق ' مصر ' جزیرہ ' اور شام تھے - چنانچہ اسی اصول پر فوجی صدر مقامات بھی انہی ممالک میں قائم کیے گئے - موصل جزیرہ کا صدر مقام تھا - شام کی وسعت کے لحاظ سے وہاں متعدد صدر مقام رکھنے ضرور تھے' اس لیے دمشق ' فلسطین ' حمص ' اردن' چار صدر مقام قرار دیے - فسطاط کی وجہ سے جو اب قاہرہ سے بدل گیا ' تمام مصر پر اثر پڑتا تھا - بصرہ' کوفہ ' یہ دو شہر فارس ' خوزستان ' اور تمام مشرق کی فتوحات کے دروازے تھے

(بارگیں ' سواری ' اور رسد)

ان صدر مقامات میں جو انتظامات فوج کے لیے کیے تھے' حسب ذیل تھے :

(۱) فوجوں کے رہنے کے لیے بارگیں تھیں - کوفہ ' بصرہ' فسطاط ' یہ تینوں شہر در اصل فوج کے قیام اور بود و باش کے لیے آباد کیے گئے تھے - موصل میں عجمیوں کے زمانے کا ایک قلعہ ' جند گرے' اور معمولی مکانات تھے - ہرثمہ بن عرفتجہ ازدی (گورنر موصل) نے حضرت عمر کی ہدایت کے بموجب داغ بیل ڈال کر اسکو شہر کی صورت میں آباد کیا ' اور عرب کے مختلف قبیلوں کے لیے جدا جدا محلے بسائے -

(۲) ہر جگہہ بڑے بڑے اصطبل خانے تھے جن میں چار چار ہزار گھوڑے ہر وقت ساز و سامان کے ساتھہ تیار رہتے تھے - یہ صرف اس غرض سے مہیا رکھے جاتے تھے کہ دفعتاً ضرورت پیش آجائے تو ۳۲ - ہزار سواروں کا رسالہ فوراً تیار ہوجائے - (۱) سنہ ۱۷ - ہجری میں جزیرہ والوں نے دفعتاً بغاوت کردی تو یہی تدبیر کلید ظفر ٹھہری ان گھوڑوں کی پرداخت اور تربیت میں نہایت اہتمام کیا جاتا تھا - مدینۂ منورہ کا انتظام حضرت عمر نے خود اپنے اہتمام میں رکھا تھا - شہر سے چار منزل پر ایک چراگاہ (۲) تیار کرائی تھی' اور خود اپنے غلام کو جسکا نام ہنی تھا ' اسکی حفاظت اور نگرانی کے لیے مقرر کیا تھا - ان گھوڑوں کی رانوں پر داغ کے ذریعہ سے یہ الفاظ لکھے جاتے تھے ' " فی سبیـــل اللـــہ " (۳) کوفہ میں اسکا اہتمام سلمان بن ربیعۃ الباہلی کے متعلق تھا' جو گھوڑوں کی شناخت اور پرداخت میں کمال رکھتے تھے' یہاں تک کہ اُن کے نام میں یہ خصوصیت داخل ہوگئی تھی ' اور سلمان الخیل کے نام سے پکارے جاتے تھے - جازر میں یہ گھوڑے اصطبل خانے میں رکھے جاتے تھے - چنانچہ جوتھی صدی تک یہ جگہ " آری " کے نام سے مشہور تھی جس کے معنی اصطبل خانہ کے ہیں' اور اسی لحاظ سے عجمی اسکو آخور شاہ جہاں کہتے تھے - بہار میں یہ گھوڑے ساحل فرات پر عاقول

(۱) تاریخ طبری صفحۂ ۲۵۰۴ میں ہے فان لعمر اربعۃ الاف فرس' عدۃ لکون ان کان یشتیھا فی قبلۃ قصر الکوفۃ - و بالبصرۃ نحو منھا - و قیمہ علیھا جزء بن معاویۃ و فی کل مصر من الامصار الثمانیۃ علی قدرھا - فان نابتتھم نایبۃ رکب قوم و تقدموا الی ان یستعد الناس -

(۲) حضرت عمر نے گھوڑوں اور اُونٹوں کی پرورش اور پرداخت کے لیے عرب میں متعدد چراگاہیں تیار کرائی تھیں - سب سے بڑی چراگاہ مقام ربذہ میں تھی جو مدینۂ منورہ سے ۴ - منزل کے فاصلے پر نجد کے ضلع میں واقع ہے - یہ چراگاہ دس میل لمبی اور اسیقدر چوڑی تھی - دوسری مقام ضریہ میں تھی جو مکہ معظمہ سے سات منزل پر ہے - اسکی وسعت ہر طرف سے چھہ چھہ میل تھی' اسمیں قریباً ۴۰ ہزار اونٹ پرورش پاتے تھے - ان چراگاہوں کی پوری تفصیل خلاصۃ الوفا باخبار دارالمصطفی مطبوعہ مصر صفحہ ۲۵۹ و ۲۵۶ میں ہے -

(۳) کنز العمال جلد - ۶ - صفحہ - ۳۳۱ -

کے قریب شاداب چراگاہوں میں چرائے جاتے تھے - سلمان ہمیشہ گھوڑوں کی تربیت میں نہایت کوشش کرتے تھے' اور ہمیشہ سال میں ایک دفعہ گھوڑدوڑ بھی کراتے تھے -

خاص کر عمدہ نسل کے گھوڑوں کو اُنہوں نے نہایت ترقی دی - اس سے پہلے اہل عرب نسل میں مال کی پروا نہیں کرتے تھے - سب سے پہلے سلمان نے یہ امتیـاز قائم کیا - چنانچہ جس گھوڑے کی ماں عربی نہیں ہوتی تھی' اسکو دوغلا قرار دیکر تقسیم غنیمت میں سوار کو حصے سے محروم کردیتے تھے - (۱)

بصرہ کا اہتمام جزء بن معاویہ کے متعلق تھا جو صوبۂ اہواز کے گورنر رہ چکے تھے -

(۳) فوج کے متعلق ہر قسم کے کاغـذات اور دفـتر انہی مقامات میں رہتا تھا -

(۴) رسد کے لیے جو غلہ اور اجناس مہیا کی جاتی تھیں' وہ انہی مقامات میں رکھی جاتی تھیں' اور یہیں سے اور مقامات کو بھیجی جاتی تھیں -

(فوجی چھاؤنیاں)

ان صدر مقامات کے علاوہ حضرت عمر نے بڑے بڑے شہروں اور مناسب مقامات میں نہایت کثرت سے فوجی چھاؤنیاں قائم کیں' اور عرب کو تمام ممالک مفتوحہ میں پھیلا دیا - اگرچہ یہ انکا عام اُصول تھا کہ جو شہر فتح ہوتا تھا' اُسی وقت ایک مناسب تعداد کی فوج وہاں متعین کردی جاتی تھی (۲) جو وہاں سے نکلتی نہ تھی - چنانچہ حضرت ابو عبیدہ نے جب شام فتح کیا ' تو ہر ہر ضلع میں ایک ایک عامل مقرر کردیا جس کے ساتھہ ایک معتد بہ فوج رہتی تھی ' لیکن امن و امان قائم ہونے پر بھی کوئی بڑا ضلع یا شہر ایسا نہ تھا جہاں فوجی سلسلہ قائم نہیں کیا گیا ہو -

سنہ ۱۷ ہجری میں حضرت عمر نے جب شام کا سفر کیا تو اُن مقامات میں جہاں ملک کی سرحد دشمن کے ملک سے ملتی تھی' یعنی دارک' بنج' رعبان ' قورس ' تیزین ' انطاکیہ' وغیرہ (عربی میں اُن کو ثغور یا ثغور کہتے ہیں) ایک ایک شہر کا دورہ کیا اور ہر قسم کا فوجی نظم و نسق اور مناسب انتظامات کیے - جو مقامات دریا کے کنارے پر واقع تھے اور بلاد ساحلیہ کہلاتے تھے (یعنی عسقلان ' یافا ' قیساریہ ' ارسوف ' عکا ' صور ' بیروت ' طرسوس ' صیدا ' ایاس ' لاذقیہ) چونکہ رومیوں کی بحری طاقت کی زد پر تھے' اس لیے اسکا مستقل جداگانہ انتظام کیا ' اور اسکا افسر کل عبد اللہ بن قیس کو مقرر کیا - (۳) بالس چونکہ غربی فرات کے ساحل پر تھا اور عراق سے ہم سرحد تھا ' اسلیے وہاں فوجی انتظام کے ساتھہ اسقدر اور اضافہ کیا کہ شامی عرب جو اسلام قبول کرچکے

(۱) کتب رجال میں سلمان بن ربیعہ کا تذکرہ دیکھو -

(۲) فتوح البلدان صفحۂ ۱۲۸ میں ہے : و کان المسلمون کلما فتحوا مدینـۃ ظاھرۃ اوعند ساحل رتبوا فیھا قدر من یحتاج لھا الیہ من المسلمین - فان حـدث فی شیٔ منھا حـدث من قبل العدوسی برالیھا الامداد - اور صفحۂ ۱۵ میں ہے : ولی ابو عبیدۃ کل کورۃ فتحھا عاملا و ضم الیہ جماعۃ من المسلمین و شحـن النواحی المخوفۃ -

(۳) تاریخ طبـری صفحۂ ۲۵۲۳ - اصل عبارت یہ ہے : قسم عمر الارزاق و سمی الشـواتی و الصوایف و سـد فروج الشام و مسالحھا و اخذ یدور بھا' و سمی ذلک فی کل کورۃ' و استـعمل عبد اللہ بن قیس علی السواحل من کل کورۃ -

قیم آباد کیے - (۱) سنہ ۱۹ھ میں جب یزید بن ابی سفیان کا انتقال ہوا تو اُن کے بھائی معاویہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی کہ سواحل شام پر زیادہ تیاری کی ضرورت ہے - حضرت عمر نے اُسی وقت حکم بھیجا کہ تمام قلعوں کی نئے سرے سے مرمت کرائی جائے ' اور اُن میں فوجیں مرتب کیجائیں ' اِس کے ساتھ تمام دریائی منظرگاہوں پر پہرہ والے تعینات کیے جائیں ' اور آگ روشن رکھنے کا انتظام کیا جائے (۲) -

اسکندریہ میں یہ انتظام تھا کہ عمرو بن العاص کی افسری میں جسقدر فوجیں تھیں ' اُس کی ایک چوتھائی اسکندریہ کے لیے مخصوص تھی ' ایک چوتھائی ساحل کے مقامات میں رہتی تھی ' باقی آدھی فوج خود عمرو بن العاص کے ساتھ فسطاط میں اقامت رکھتی تھی - یہ فوجیں بڑے بڑے وسیع ایوانوں میں رہتی تھیں ' اور ہر ایوان میں اِن کے ساتھ ایک عریف رہتا تھا ' جو اُن کے قبیلہ کا سردار ہوتا تھا اور جسکی معرفت اُن کو تنخواہیں تقسیم ہوتی تھیں - ایوانوں کے آگے صحن کے طور پر وسیع افتادہ زمین ہوتی تھی (۳) -

سنہ ۱۶ھ میں جب ہرقل نے دریا کی راہ سے مصر پر حملہ کرنا چاہا ' تو حضرت عمر نے تمام سواحل پر فوجی چھاؤنیاں قائم کردیں - یہاں تک کہ عمرو بن العاص کی ماتحتی میں جسقدر فوج تھی ' اُسکی ایک چوتھائی اِنہی مقامات کے لیے مخصوص کردی (۴) - عراق میں بصرہ و کوفہ اگرچہ خود محفوظ مقام تھے ' چنانچہ خاص کوفہ میں چالیس ہزار سپاہی ہمیشہ موجود رہتے تھے اور انتظام یہ تھا کہ اِن میں سے دس ہزار بیرونی مہمات میں مصروف رکھے جائیں (۵) ' تاہم اِن اضلاع میں عجموں کی جو فوجی چھاؤنیاں پہلے سے موجود تھیں ' از سرِنو تعمیر کرکے فوجی قوت سے مضبوط کردی گئیں - حزیرہ اور زابوقہ میں سات چھوٹی چھوٹی چھاؤنیاں تھیں ' وہ سب نئے سرے سے تعمیر کردی گئیں (۶) -

صوبۂ خوزستان میں نہایت کثرت سے فوجی چھاؤنیاں قائم کی گئیں ' چنانچہ نہر تیری ' مناذر ' سواق الاھواز ' سرق ' ہرمزان ' سوس ' بنیان ' جندی سابور ' مہرجانقدق ' یہ تمام مقامات فوجوں سے معمور ہوگئے (۷) - رے اور آذر بایجان کی چھاؤنیوں میں ہمیشہ دس ہزار فوجیں موجود رہتی تھیں -

(۱) فتوح البلدان صفحۂ ۱۵۰ میں ہے : و رتب ابو عبیدۃ بالیس جماعۃ من المقاتلۃ ' و اسکنہا قوماً من العرب الذین کانوا بالشام فاسلموا بعد قدوم المسلمین الشام -

(۲) فتوح البلدان صفحۂ ۱۲۸ میں ہے : ان معاویۃ کتب الی عمر بن الخطاب بعد موت اخیہ یزید ' یصف لہ حال السواحل ' فکتب الیہ فی مرمۃ حصونہا و ترتیب المقاتلۃ فیہا و اقامۃ الحرس علی مناظرہا و اتخاذ المراقید لہا -

(۳) مقریزی جلد اول صفحۂ ۱۶۷ میں ہے : و کان لکل عریف قصر ینزل فیہ بمن معہ من اصحابہ و اتخذوا فیہ اخابیز -

(۴) دیکھو طبری صفحۂ ۲۵۹۴ و مقریزی صفحۂ ۱۶۷

(۵) تاریخ طبری صفحۂ ۱۸۰۵ میں ہے و کان بالکوفۃ اذاذاک اربعون الف مقاتل ' و کان یغزو ھذین الثغرین ری و آذربیجان ھم عشرۃ الاف فی کل سنۃ - فکان الرجل نصیبہ فی کل اربع سنین غزوۃ -

(۶) فتوح البلدان صفحۂ ۴۵۰

(۷) طبری صفحۂ ۲۶۵۰ -

(فوجی چھاؤنیاں کس اُصول پر قائم کی تھیں)

اسی طرح اور سیکڑوں چھاؤنیاں جابجا قائم کی گئیں ' جن کی تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں - البتہ اِس موقع پر یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ اِس سلسلے کو اسقدر وسعت کیوں دیگئی تھی اور فوجی مقامات کے انتخاب میں کیا اُصول ملحوظ تھے ؟ اصل یہ ہے کہ اسوقت تک اسلام کی فوجی قوت کے اندیشہ بہت کمزور اور وسعت حاصل کرلی تھی ' لیکن بحری طاقت کا کچھ سامان نہ تھا - اُدھر یونانی مدت سے اِس فن میں مشاق ہوگئے تھے - اسوجہ سے شام و مصر میں اگرچہ کسی اندرونی بغاوت کا کچھ اندیشہ نہ تھا ' کیونکہ اہل ملک باوجود اختلاف مذہب کے مسلمانوں کو عیسائیوں سے زیادہ پسند کرتے تھے ' تاہم رومیوں کے بحری حملوں کا ہمیشہ کھٹکا لگا رہتا تھا - اس کے ساتھ ایشیائے کوچک ابھی تک رومیوں کے قبضے میں تھا ' اور وہاں اُنکی قوت کو کوئی صدمہ نہیں پہنچا تھا - اِن وجوہ سے ضرور تھا کہ سرحدی مقامات اور بندرگاہوں کو نہایت مستحکم رکھا جائے - یہی وجہ تھی کہ حضرت عمر نے جسقدر فوجی چھاؤنیاں قائم کیں ' انہی مقامات میں کیں ' جو یا تو ساحل پر واقع تھے ' یا ایشیائے کوچک کے ناکے پر تھے - عراق کی حالت اس سے مختلف تھی ' کیونکہ وہاں سلطنت کے سارے ملک کے بڑے بڑے رئیس جو مرزبان کہلاتے تھے ' اپنی بقائے ریاست کے لیے لڑتے رہتے تھے ' اور دب کر مطیع بھی ہو جاتے تھے تو اُن کی اطاعت پر اطمینان نہیں ہو سکتا تھا - اس لیے اِن ممالک میں ہر جگہ فوجی سلسلہ قائم رکھنا ضروری تھا کہ مدعیان ریاست بغاوت کا خواب نہ دیکھنے پائیں -

(فوجی دفتر کی وسعت)

حضرت عمر نے اس سلسلے کے ساتھ انتظامات کے اور صیغوں پر بھی توجہ کی ' اور ایک ایک صیغے کو اسقدر منتظم کردیا کہ اُسوقت کے تمدن کے لحاظ سے ایک معجزہ سا معلوم ہوتا ہے ' فوجوں کی بھرتی کا دفتر جسکی ابتدا مہاجرین اور انصار سے ہوئی تھی ' وسیع ہوتے ہوتے قریباً تمام عرب کو محیط ہوگیا - مدینہ سے عسفان تک جو مکہ معظمہ سے دو منزل ادھر ہے ' جسقدر قبائل آباد تھے ' ایک ایک کی مردم شماری ہوکر رجسٹر بنے - بحرین جو عرب کا انتہائی صوبہ ہے بلکہ عرب کے جغرافیہ نویس اسکو عراق کے اضلاع میں شمار کرتے ہیں ' وہاں کے تمام قبائل کا دفتر تیار کیا گیا - کوفہ ' بصرہ ' موصل ' فسطاط ' حیرہ ' وغیرہ میں جسقدر عرب آباد ہوگئے تھے ' سب کے رجسٹر مرتب ہوئے - اس بیشمار گروہ کی علی قدر مراتب تنخواہیں مقرر کی گئیں ' اور اگرچہ اِن سب کا مجموعی شمار تاریخوں سے معلوم نہیں ہوتا ' تاہم قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ کم سے کم آٹھ دس لاکھ ہتھیار بند آدمی تھے - ابن سعد کی روایت ہے کہ ہر سال تیس ہزار نئی فوج فتوحات کیلیے بھیجی جاتی تھی (۱) کوفہ کی نسبت علامۂ طبری نے تصریح کی ہے کہ وہاں ایک لاکھ آدمی لڑنے کے قابل بسائے گئے ' جن میں سے ۴۰ ہزار باقاعدہ فوج تھی - یعنی اُن کو باری باری سے ہمیشہ رے اور آذر بایجان کے مہمات میں حاضر رہنا ضرور تھا -

(سالانہ بھرتی)

یہی نظام تھا جس کی بدولت ایک مدت تک تمام دنیا پر عرب کا رعب و داب قائم رہا ' اور فتوحات کا سیلاب برابر بڑھتا گیا - جسقدر اس نظام میں کمی ہوتی گئی ' اسی قدر عرب کی طاقت میں ضعف آتا گیا - سب سے پہلے امیر معاویہ نے اسمیں تبدیلی کی یعنی شیر خوار بچوں کی تنخواہ بند کردی - عبد الملک بن مروان

(۱) کنز العمال صفحہ ۳۳۱ - امام مالک نے مؤطا میں ۳۰ ہزار کے بجائے ۴۰ ہزار کی تعداد بیان کی ہے -

کے اور بھی اسکو گھٹایا ' اور معتصم باللہ نے سرے سے فوجی دفتر میں سے عرب کے نام ہی نکال دیے' اور اسی دن درحقیقت حکومت بھی مسلمانوں کے ہاتھہ سے نکل گئی - یہ ایک اتفاقیہ جملہ بیچ میں آگیا تھا - ہم پھر حضرت عمر کے فوجی نظام کی طرف واپس آتے ہیں - حضرت عمر نے فوجی دفتر کو یہاں تک وسعت دی کہ اہل عجم بھی اسمیں داخل کیے گئے - یزدگرد شاہنشاہ فارس نے دیلم کی قوم سے ایک منتخب دستہ تیار کیا تھا جس کی تعداد چار ہزار تھی' اور جند شاہنشاہ یعنی فوج خاصہ کہلاتا تھا - یہ فوج قادسیہ میں کئی معرکوں کے بعد ایرانیوں سے علاحدہ ہوکر اسلام کے حلقے میں آگئی - سعد بن ابی وقاص گورنر کوفہ نے ان کو فوج میں داخل کر لیا ' اور کوفہ میں آباد کرکے ان کی تنخواہیں مقرر کردیں (۱) -

(فوجی اقوام)

چنانچہ اسلامی فتوحات میں ان کا نام بھی جا بجا تاریخوں میں آتا ہے - یزدجرد کی فوج ہراول کا سردار ایک بڑا نامی افسر تھا جو سپاہ کے لقب سے پکارا جاتا تھا - سنہ ۱۷ ہجری میں یزدگرد اصفہان کو روانہ ہوا تو سپاہ کو تین سو سواروں کے ساتھہ جن میں ستر بڑے بڑے نامی پہلوان تھے' اصطخر کی طرف بھیجا تاکہ ہر ہر شہر سے چیدہ بہادر منتخب کرکے ایک دستہ تیار کرے - ابو موسیٰ اشعری نے جب سنہ ۲۰ ہجری میں سوس کا محاصرہ کیا تو یزدگرد نے سپاہ کو حکم دیا کہ اس چیدہ رسالے کے ساتھہ ابو موسیٰ کے مقابلے کو جائے - سوس کی فتح کے بعد سپاہ نے مع تمام سرداروں کے ابو موسیٰ سے چند شرائط کے ساتھہ امن کی درخواست کی - ابو موسیٰ کو شرائط پر راضی نہ تھے' لیکن کیفیت واقعہ سے حضرت عمر کو اطلاع دی - حضرت عمر نے لکھہ بھیجا کہ تمام شرائط منظور کر لیے جائیں - چنانچہ وہ سب کے سب بصرہ میں آباد کیے گئے اور فوجی دفتر میں نام درج کرکے ان کی تنخواہیں مقرر کردی گئیں - انمیں سے چھہ افسروں کی (جن کے نام یہ تھے : سپاہ ' خسرو ' شہریار ' شیرویہ ' شہرویہ ' افروذین) ڈھائی ڈھائی ہزار' اور سو سو بہادروں کی دو دو ہزار تنخواہ مقرر ہوئی - تستر کے معرکہ میں سپاہ ہی کی تدبیر سے فتح حاصل ہوئی تھی - (۲)

یا ذان نوشیرواں کی طرف سے یمن کا گورنر تھا ' اسکی رکاب میں جو ایرانی فوج تھی' اسمیں سے اکثر مسلمان ہوگئے تھے - ان کا نام بھی دفتر فوج میں لکھا گیا - تعجب یہ ہے کہ فاروقی لشکر ہندوستان کے بہادروں سے بھی خالی نہ تھا - سندھ کے جاٹ جنکو اہل عرب زط کہتے تھے' یزدگرد کے لشکر میں شامل تھے - سوس کے معرکہ کے بعد وہ اسلام کے حلقہ بگوش ہوے ' اور فوج میں بھرتی کرکے بصرہ میں آباد کیے گیے - (۳)

یونانی اور رومی بہادر بھی فوج میں شامل تھے - چنانچہ فتح مصر میں ان میں سے پانسو آدمی شریک جنگ تھے' اور جب عمرو بن العاص نے فسطاط آباد کیا تو یہ ایک جداگانہ محلے میں آباد کیے گئے - یہودیوں سے بھی یہ سلسلہ خالی نہ تھا ' چنانچہ مصر کی فتح میں ان میں سے ایک ہزار آدمی اسلامی فوج کے ساتھہ شریک تھے - (۴)

(۱) فتوح البلدان صفحہ ۲۸۰ -

(۲) طبری واقعات سنہ ۱۷ ہجری ذکر فتح سوس و فتوح البلدان از صفحہ ۳۷۲ تا ۳۷۵ -

(۳) فتوح البلدان صفحہ ۳۷۵

(۴) مقریزی نے صفحہ ۲۹۸ میں ان سب کے حالات کسی قدر تفصیل سے لکھے ہیں -

غرض حضرت عمر نے صیغۂ جنگ کو جو وسعت دی تھی' اس کے لیے کسی قوم اور کسی ملک کی تخصیص نہ تھی - یہاں تک کہ مذہب و ملت کی بھی کچھہ قید نہ تھی - والنثیر فوج میں تو ہزاروں مجوسی شامل تھے جنکو مسلمانوں کے برابر مشاہرے ملتے تھے - فوج نظام میں بھی مجوسیوں کا پتہ ملتا ہے' چنانچہ اسکی تفصیل غیر قوموں کے حقوق کے ذکر میں آئیگی - لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ صیغۂ جنگ کی یہ وسعت جسمیں تمام قوموں کو داخل کرلیا گیا تھا' صرف اسلام کی ایک فیاضی تھی' ورنہ فتوحات ملکی کے لیے عرب کو اپنی تلوار کے سوا اور کسی کا کبھی ممنون ہونا نہیں پڑا - البتہ اس سے بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ جن قوموں سے مقابلہ تھا' انہیں کے ہم قوموں کو ان سے لڑانا فن جنگ کا بڑا اصول ہے :

که خرگوش هر مرز را بے شگفت
سگ آں ولایت تواند گرفت

جیسا کہ ہم اوپر لکھہ آے ہیں' ابتداے انتظام میں فوجی صیغہ صاف صاف جداگانہ حیثیت نہیں رکھتا تھا - یعنی جو لوگ اور اور حیثیتوں سے تنخواہیں پاتے تھے' ان کے نام بھی فوجی رجسٹر میں درج تھے' اور اسوقت یہی مصلحت تھی - لیکن حضرت عمر نے اب یہ پردہ بھی اٹھا دینا چاہا - شروع شروع میں تنخواہ کی کمی بیشی میں قرآن خوانی کے وصف کا بھی لحاظ ہوتا تھا' لیکن چونکہ اس کو فوجی امور سے کچھہ تعلق نہ تھا اسلیے حضرت عمر نے اسکو صیغۂ تعلیم سے متعلق کرکے اس دفتر سے الگ کردیا - چنانچہ سعد بن وقاص کو یہ الفاظ لکھہ بھیجے : لا لغط علی القرآن احد -

(تنخواہوں میں ترقی)

اسکے بعد تنخواہوں کی ترقی کی طرف توجہ کی' وہ فوج کو زراعت' تجارت' اور اس قسم کے تمام اشغال سے بزور باز رکھتے تھے' اس لیے ضرور تھا کہ ان کی تمام ضروریات کی کفالت کی جاے' چنانچہ اس لحاظ سے تنخواہوں میں کافی اضافہ کیا گیا - ادنیٰ سے ادنیٰ شرح جو ۲۰۰ سالانہ تھی ۳۰۰ کردی - افسروں کی تنخواہ سات ہزار سے لیکر دس ہزار تک بڑھا دی - بچوں کی تنخواہ دودھہ چھوڑنے کے دن سے مقرر ہوتی تھی' اب حکم دیدیا کہ پیدا ہونے کے دن ہی سے مقرر کردی جاے -

(رسد کا انتظام)

رسد کا بندوبست پہلے صرف اسقدر تھا کہ فوجیں مثلاً قادسیہ میں پہونچیں تو آس پاس کے دیہات پر حملہ کرکے جنس اور غلہ لوٹ لائیں' البتہ گوشت کا بندوبست دارالخلافت سے تھا یعنی حضرت عمر مدینۂ منورہ سے بھیجا کرتے تھے - (۱) پھر یہ انتظام ہوا کہ مفتوحہ قوموں سے جزیہ کے ساتھہ فی کس ۲۵ آثار غلہ لیا جاتا تھا اور وہ رسد کے کام میں آتا تھا - مصر میں غلہ کے ساتھہ روغن زیتون' شہد' اور سرکہ بھی وصول کیا جاتا تھا جو سپاہیوں کے لیے سالن کا کام دیتا تھا - جزیرہ میں بھی یہی انتظام تھا - لیکن اسمیں رعایا کو زحمت ہوتی تھی چنانچہ حضرت عمر نے آخر میں اس کے بجاے نقدی مقرر کردی (۲) جسکو رعایا نے نہایت خوشی سے قبول کیا -

(۱) فتوح البلدان صفحۂ - ۲۵۶ - اصل عبارت یہ ہے : فاذا احتاجوا الی العلف و الطعام ' اخرجوا خیولا فی البر فاغارت علی اسفل الفرات و کان عمر یبعث الیہم من المدینۃ الغنم والجزر -

(۲) فتوح البلدان صفحۂ ۱۷۸ و ۲۱۶ -

هر فرمایش میں البلاغ کا حوالہ دینا ضروری ہے

رینلڈ کي مسٹریز اف دي کورٹ ف لندن

یہ مشہور ناول جو کہ سولہ جلدوں میں ہے ابھي چھپ کر نکلی ہے اور تھوڑي سي رہگئي ہے - اصلي قیمت کي چوتھائي قیمت میں دیجاتي ہے - اصلي قیمت چالیس ۴۰ روپیہ اور اب دس ۱۰ روپیہ - کپڑیکي جلد ہے جسمیں سنہري حروف کي کتابت ہے اور ۴۱۶ ہاف ٹون تصاویر ہیں تمام جلدیں دس روپیہ میں وي - پي اور ایک روپیہ ۱۴ - آنہ محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بکوبازار - کلکتہ

Imperial Book Depot, 60 Srigopal Mullick Lane, Bowbazar Calcutta.

نصف قیمت اور

تبلہ انعام

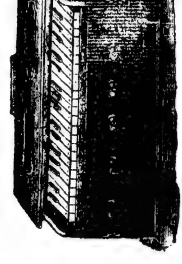

ہمارا سائنس فکسن فورٹ ہارمونیم سریلا اور مضبوط سب موسم اور آب و ہوا میں یکساں رہنے والا ہمارے خاص کارخانہ میں کواسان لکڑي سے طیار کیا ہوا ہے اسوجہ سے کبھي پوري قیمت اور کبھي نصف قیمت پر فروخت کرتے ہیں - ایک ماہ کیلئے یہ قیمت رکھی گئی ہے- ایک مرتبہ منگوا کر آزمایش کیجیے - نہیں تو پھر آپکو افسوس کرنا پڑیگا - اگرچہ مال ناپسند ہوے تو تین روز کے اندر واپس کرنے سے ہم واپس کرلیوینگے - اس وجہ سے آپ دریافت کرلیجیے کہ یہ کمپنی کسی کو دھوکا نہیں دیتی ہے - گرانٹی تین برس - سنگل ریڈ اصلی قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ روپیہ - اور اسوقت نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - ۲۵ روپیہ - و ڈبل ریڈ اصلی قیمت ۶۵ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ روپیہ - و نصف قیمت ۳۲ ۳۵ - ۴۰ - ۴۵ روپیہ - ہر ایک باجہ کیواسطے مبلغ پانچ روپیہ پیشگي روانہ کرنا چاہیے اور اپنا پورا پتہ اور ریلوے اسٹیشن صاف صاف لکھنا چاہیے - ہر ایک سنگل ریڈ کے ساتھہ ایک گھوڑي اور ڈبل ریڈ کے ساتھہ ایک تبلہ و ڈرگی انعام دیا جاویگا - ہندي ہارمونیم سکھنے کا قیمت ایک روپیہ ہے -

نیشنل ہارمونیم کمپنی ڈاکخانہ شملہ - کلکتہ

SALVITAE

یہ ایک اتنا مجرب دوا اُن امراض کا ہے کہ جسکي وجہ سے انسان اپنی قدرتي قوت سے گرجاتا ہے - یہ دوا اُن کھوئي ہوئي قوت کو پھر پیدا کر دیتي ہے - قیمت ایک روپیہ -

ASTHMA TABLETS

کسی قسم کا دمہ اور کتنے ہي عرصہ کا ہو اگر اس سے اچھا نہ ہو تو ہمارا ذمہ - کھانسي کے لیے بھي مفید ہے- قیمت ایک روپیہ -

PILES TABLETS.

بواسیر خوني ہو یا بادي - بغیرجراحي عمل کے اچھا ہوتا ہے - قیمت ایک روپیہ -

S. C. Roy, M. A. Mfg. Chemists 36 Dharamtola Street, Calcutta

---

ہر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے ہر قسم کا جنون خواہ نربلي جنون ' مرگي والا جنون ' غمگین رہنے کا جنون' عقل میں فتور' نے خوابي وغیرہ وغیرہ دفع ہوتي ہے - اور وہ ایسا صحیح و سالم ہو جاتا ہے کہ کبھي ایسا گمان تک بھي نہیں ہوتا کہ وہ کبھی ایسے مرض میں مبتلا تھا -

قیمت فی شیشي پانچ روپیہ علاوہ محصول ڈاک -

S. C. Roy, M. A. 167/3, Cornwallis Street, Calcutta.

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر سیام صاحب کا اوبھرالین

مستورات کے جملہ اقسام کے امراض کا خلاصہ نہ آنا - بلکہ اسوقت درد کا پیدا ہونا - اور اسکے دیر یا ہوبیسے تشنج کا پیدا ہونا - اولاد کا نہ ہونا غرض کل شکایات جو اندرونی مستورات کو ہوتے ہیں - مایوس شدہ لوگونکو خوشخبري دیجاتي ہے کہ مندرجہ ذیل مستند معالجونکي تصدیق کردہ دوا کو استعمال کریں اور ثمرہ زندگاني حاصل کریں یعني ڈاکٹر سیام صاحب کا اوبھرالین استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرے صاحب اولاد ہوں -

مستند مدراس شاہو ڈاکٹر ادم سي نتھنڈا راؤ اول اسسٹنٹ کھیمکل اکزامنر مدراس فرماتے ہیں " میںنے اوبھرالین کو امراض مستورات کیلیے " نہایت مفید اور مناسب پایا -

مس ایف - جي - ویلس - ایل - ایم - ایل - ایم - ایس - پي - ایف ایس - سي گرشا اسپتال مدراس فرماتي ہیں :- " نمونے کي شیشیاں اوبھرالین کي اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بیحد نفع بخش پا " -

مس ایم - جي - ایم - براڈلي ایم - ڈي (ڈبلن) بي - ایس - سي - (لنڈن) سینٹ جان اسپتال ارکاٹ ڈي دملي فرماتي ہیں : " اوبھرالین جسکو کہ میںنے استعمال کیا ہے " زنانہ شکایتوں کیلیے بہت عمدہ اور کامیاب دوا ہے "

قیمت في بوتل ۲ روپیہ ۸ آنہ - ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیہ -

پرچہ ہدایت مفت درخواست آنے پر روانہ ہوتا ہے -

Harris & Co., Chemists, Kalighat Calcutta.

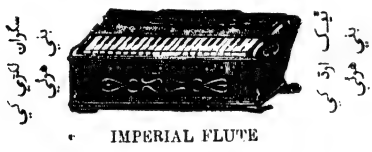

IMPERIAL FLUTE

I mperial Depot. 60, Srigopal Mallick Lane
Bowbazar, Calcutta.

پوپن ٹائین

ایک عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز شفا - یہ دوا دماغي ہکاہٹونکو دفع کرتي ہے - بڑھرہ دماغونکو تازہ بناتي ہے - یہ ایک نہایت مزا ٹانک ہے جو کہ یکساں مرد اور عورت استعمال کر سکتے ہیں - اسکے استعمال سے ۱ ۱۰ روپیہ کو قوت پہر جاتي ہے - ہسٹریہ وغیرہ کو بھی مدد ہے جو اس کو لیوینگے اسکی قیمت دو روپیہ -

زینو ٹون

اس دوا کے بیرونی استعمال سے معدہ باہ بیدرکي دور جاتي ہے اس کے استعمال کرنے سے آپ محسوس کرینگے قیمت ایک روپیہ آٹھہ آنہ

AYESHA

مفرح دماغ - حسن کي افزایش - رگوں کي تازگي - بال کا بڑھنا یہ سب باتیں اسمیں موجود ہیں - نہایت خوشبودار - قیمت ۲ روپیہ -

نمونہ مفت - مشورہ مفت - فہرست مفت

Dattin & Co, Manufacturing Chemist Post Box 141 Calcutta.

مفت ! مفت !!

راے صاحب ڈاکٹر کے - سي - داس صاحب کا تصنیف کردہ نوجوانوں کا رہنما و صحت جسماني و زندگي کا بیمہ کتاب قانون عیاشي - مفت روانہ ہوگا -

Swasthy Sahaya Pharmacy, 30/2, Harrison Road Calcutta

البلاغ

فی

مقاصد القرآن

هـذا بيان للناس و هدى و موعظة للمتقين (٣ : ٣٣)

یعنی قرآن حکیم کی مفصل تفسیر، از خامہ اڈیٹر الہلال

اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر ظاہر کردینا کافی ہے کہ قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اسکی محیط الکل معلمانہ دعوۃ کا موجودہ دور جس قلم کے فیضان سے پیدا ہوا ہے، یہ اسی قلم سے نکلی ہوئی مفصل اور مکمل تفسیر القرن ہے !

یہ تفسیر موزوں کتابی تقطیع پر چھپنا شروع ہوگئی ہے - ہر مہینے کے وسط میں اسکے کم سے کم ٦٤ اور زیادہ سے زیادہ ١٠٠ صفحے اعلی درجہ کے ساز و سامان طباعت کے ساتھہ شائع ہوتے رہینگے - اس سلسلے کا پہلا نمبر جسمیں نصف حصہ مقدمۂ تفسیر اور نصف سورۂ فاتحہ کی تفسیر کا ہوگا، انشاء اللہ عنقریب شائع ہوجائیگا - قیمت سالانہ ٢٥ - ربیع الاول تک چار روپیہ - بعد کو پانچ - روپیہ -

اڈیٹر الہلال کی رائے

میں ہمیشہ کلکتہ کے یورپین فرم "جیمس مرے" کے یہاں سے عینک لیتا تھا - اس مرتبہ مجھے ضرورت ہوئی تو میسرز ایم - ایں احمد - اینڈ سنز (نمبر ١-١٥ پن اسٹریٹ کلکتہ) سے کئی مختلف قسم کی عینکیں خرید کیں، اور میں اعتراف کرتا ہوں کہ وہ ہر طرح بہتر اور عمدہ ہیں، اور یورپین کارخانوں سے مستغنی کردیتی ہے - مزید براں مقابلتاً قیمت بھی ارزاں ہیں - کام بھی جلد اور وعدہ کے مطابق ہوتا ہے -

آپکو راجبی قیمت پر ہر قسم کی اصلی پتھر کی عینک مضبوط صحیح وقت دینے والی گیرنٹی ضرورت ہو تو ان میں سے ایک منگواکر آزمایش کریں - رعایتی قیمت وغیرہ کی لالچ میں پڑکر دھوکا نہ کھائیں -

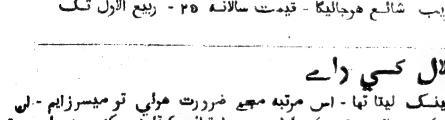

صرف اپنی عمر و دور و نزدیک کی بینائی کی کیفیت تحریر فرمانے پر ہمارے لایق و تجربہ کار ڈاکٹر کی تحریر سے اصلی پتھر کی عینک بذریعہ وی - پی کے ارسال خدمت کی جائیگی - اسپر بھی اگر آپ کے موافق نہ آے تو بلا اجرت بدل دیجائیگی -

عینک نکل کمانی مع اصلی پتھر کے قیمت ٥ روپیہ سے آٹھہ روپیہ تک -

عینک رولڈ گولڈ کمانی مع اصلی پتھر کے قیمت دس روپیہ سے پندرہ روپیہ تک - محصول ڈاک وغیرہ ٦ - آنہ -

عر نظر (یعنی نزدیک و دور دیکھنے) کی عینک قیمت بالا نرخوں سے ٥ روپیہ زیادہ

١- انگلش واچ پتلی خوشنما مضبوط و صحیح وقت کی گارنٹی ٣ سال مع محصول ٥ روپیہ -

٢- ڈبل کیس خوبصورت و مضبوط وقت کی سچی گارنٹی ٣ سال مع محصول ٦ روپیہ -

٣ - چاندی کی ڈبل کیس مڈل کورالیزر کے وقت کی سچی گارنٹی ٣ سال مع محصول ١٠ روپیہ -

٤ - نکل کیس و میگا واچ نہایت پائدار و وقت کی نہایت سچی گارنٹی ٥ سال مع محصول ١٧ - روپیہ -

٥ - فور رسٹ واچ ہاتھہ کی زیب دینے والی مع تسمہ گارنٹی چار سال مع محصول ١٥ - روپیہ سے ٢٢ - روپیہ تک -

ایم - ایں - احمد اینڈ سنز تاجران عینک و گھڑی نمبر ١ - ١٥ پن اسٹریٹ ڈاکخانہ ویلسلی کلکتہ

جسکا درد وہی جانتا ہے، دوسرا کیونکر جان سکتا ہے

یہ سخت سردی کے موسم میں تندرست انسان کا جان بلب ہو رہا ہے - سردی ہٹائے کیلیے کتنے بندوبست کیے جاتے ہیں - لیکن افسوس بدقسمتی سے دمہ کے مریض نا قابل برداشت تکلیف سے بہت ہی پریشان ہوتے ہیں، اور رات و دن سانس پھولنے کھوجنے سے دم نکلے جاتے ہیں، اور نیند تک حرام ہو جاتی ہے - دیکھیے ! آج اونکو کسقدر تکلیف ہے - لیکن افسوس ہے کہ اس لا علاج مرض کی بازاری دوا زیادہ تر لغو چیزوں اشیاء اور دھتورہ، بھنگ، بلا ڈونا، پوٹاس، اے او ڈائڈ، دیگر ہنقی ہے - اسلیے فائدہ ہونا تو درکنار مریض بے موت مارا جاتا ہے - ڈاکٹر برمن کی کیمیائی اصول سے بنی ہوئی دمہ کی دوا ایک انمول جوہر ہے یہ صرف ہماری ہی بات نہیں ہے بلکہ ہزاروں مریض اس مرض سے شفاء پاکر مداح ہیں - آپنے بہت خرچ کیا ہوگا - لیکن ایک مرتبہ اسے بھی آزمالیں - اسمیں نقصان نہیں - قیمت ایک روپیہ چار آنہ فی شیشی - محصولڈاک ٥ آنہ - اس دوا کی دو خاص فوائد ہیں - (١) ایک خوراک میں دمہ دبتا ہے - (٢) اور کچھہ روز کے استعمال سے جڑ سے چلا جاتا ہے اور جبتک استعمال میں رہے دورہ نہیں ہوتا ہے -

ڈاکٹر ایس کے برمن - نمبر ١٥٥ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

Printed & Published by Q. Ahmad at the AL-BALAGH Press, 45, Ripon Lane Calcutta.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

البلاغ

هذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب (۱۳ : ۵۲)

نمبر ۸ - ۹ | کلکته : جمعه ۲۲ - ۲۹ ربیع الاول سنه ۱۳۳۴ هجري | جلد ۱

Calcutta : Friday, 28th Jan. & 4th Feb. 1916.

ترجمان القرآن

یعني قرآن حکیم کا اردو ترجمه ' اثر خامهٔ اڈیٹر الهلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقیقي حامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام هیں - پس انکي تبلیغ و تعلیم اور نشر و توزیع کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانه عمل هے ' جس کي توفیق صرف انهي لوگوں کو مل سکتي هے جنهیں حق تعالی انبیاء کرام کي معیت و تبعیت کا درجه عطا فرماتا هے ' اور اونکا نور علم براه راست مشکواة نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله یوتیه من یشاء -

هندوستان کي گذشته قرون اخیره میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفیق ملي ' وه حضرت شاه عبد الرحیم رحمة الله علیه کا خاندان تها - انکے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاه ولي الله قدس سره تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمه کي ضرورت الهام الهي سے محسوس کي ' اور فارسي میں اپنا عدیم النظیر ترجمه مرتب کیا - انکے بعد حضرة شاه رفیع الدین اور شاه عبد القادر رحمة الله علیهما کا ظهور هوا ' اور اردو زبان میں ترجمة القرآن کي بنیاد استوار هوئي - شکر الله سعیهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهیک ایک صدي گذر چکي هے ' لیکن یه کهنا کسي طرح مبالغه آمیز نه سمجها جائیگا که نشر و تبلیغ قرآن حکیم کي جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکهي تهي ' اسکي تکمیل کا شرف حق تعالی نے اڈیٹر الهلال کیلیے مخصوص کردیا تها ' جنهوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرآنیه ' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکیم کا یه اردو ترجمه نهایت سلیس ' عام فهم ' معني خیز ' حقیقت فرما عبارت میں مرتب کیا هے ' اور بحمد الله که زیر طبع هے -

یه ترجمه کیسا هے ؟ ان لوگوں کیلیے جو الهلال کا مطالعه کرچکے هیں ' اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروري هے -

یه ترجمه حامل المتن ٹائپ کي جگهه لیتهو میں چهاپا جارها هے تاکه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعه میں آسکے - قیمت في جلد چهه روپیه رکهي گئي هے - لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکهتے هي قیمت بهیجدینگے ' انسے صرف ساڑهے چار روپیه لیے جائینگے - درخواستیں اور روپیه منیجر البلاغ کے نام بهیجنا چاهیے -

نوٹ :- قبل نمبر هونے کي وجه سے قیمت فی پرچه چهه آنه

" کتاب مرقوم یشهده المقربون" (۸۳ : ۱۸)

" في ذالك فليتنافس المتنافسون ! " [۸۳ : ۲۳]

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خوان این دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغهاے سینه را

(۱) " الهلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا هفته وار رساله هے جو ایک هي وقت میں دعوة دینیة اسلامیة کے احیاء ' درس قرآن و سنت کي تجدید' اعتصام بحبل الله المتین کا واعظ' اور وحدة کلمة امة مرحومه کي تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیه' و فصول ادبیه ' و مضامین و مناظرین سیاسیة و فنیه کا مصور و مرصع مجموعه تها - اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب الله الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تحریم نهیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا هے - اسکے طریق استدلال و استشهاد قرآنی نے تعلیمات الاهیه کی مسیطر الکل عظمت و جبروت کا جو نمونه پیش کیا هے ' وه اسدرجه عجیب و موثر هے که الهلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکي تقلید کرتے هیں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور هیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جمله ' ایک ایک ترکیب ' بلکه عام طرق تعبیر و ترتیب' و اسلوب و نسج بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانه و مجتهدانه هے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعة الاهیه کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوي سیاست و اجتماعیة ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبي مثال تمام عالم اسلامي میں نهیں رکهتا -

(۳) وه تمام هندوستان میں پہلی آواز هے جس نے مسلمانوں کو انکي تمام سیاسي و غیر سیاسي معتقدات و اعمال میں اتباع شریعت کی تلقین کي' اور سیاسی آزادي و حریت کو عین تعلیمات دین و مذهب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک که دو سال کے اندر هي اندر هزاروں دلوں ' هزاروں زبانوں ' اور صدها اقلام و مصالف سے اس حقیقت کو معتقدانه نکلوا دیا!

(۴) وه هندوستان میں پہلا رساله هے جس نے موجوده عهد کے اعتقادي و عملی الحاد کے دور میں توفیق الهي سے عمل بالاسلام والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغله بپا کردیا ' اور بلا ادنی مبالغه کے کہا جاسکتا هے که اسکے مطالعه سے بے تعداد و بے شمار مشککین ' مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام ' راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاهد في سبیل الله مخلص هوگئے هیں - بلکه متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شهر کے شهر هیں جن میں ایک نئي مذهبي بیداري پیدا هوگئي هے : و ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء و الله ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص علم مقدس جهاد في سبیل الله کے جو حقائق و اسرار الله تعالی نے اسکے صفحات پر ظاهر کیے ' وه ایک فضل مخصوص اور توفیق و مرحمت خاص هے -

(۶) طالبان حق و هدایت' متلاشیان علم و حکمت' خواستگاران ادب و انشاء' تشنگان معارف الاهیه و علوم نبویه' غرضکه سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعه اور کوئي نهیں - وه اخبار نهیں هے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی هوجاتی هوں- وه مقالات و فصول عالیه کا ایک ایسا مجموعه هے' جن میں سے هر فصل و باب بجاے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف هے ' اور هر زمانے اور هر وقت میں اسکا مطالعه مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید هوتا هے-

(۷) چهه مهینے کي ایک جلد مکمل هوتی هے - فهرست مواد و تصاویر به ترتیب حروف تهجي ابتدا میں لگا دی گئي هے - رقیقي کهرے کی جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام هندوستان میں رحید و فرید چهپائي کے ساتهه بڑي تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلي اور دوسري جلد دوبارہ چهپے گي - تیسري' چوتهي اور پانچویں جلد کے چند نسخے باقی رهگئے هیں - تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتهي جلد میں (۱۲۵) سے زاید هاف ٹون تصویریں بهی هیں' اس قسم کي دو چار تصویریں بهي اگر کسی اردو کتاب میں هوتی هیں تو اسکي قیمت دس روپیه سے کم نهیں هوتي

(۹) با ایں همه قیمت صرف سات روپیه هے- ایک روپیه جلد کي اجرت هے -

Tel Address: "Albalagh," Calcutta.
Telephone No 648

AL-BALAGH.

Chief Editor.
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly ,, Rs. 6-12

البلاغ

مرتبہ مسئولین ایسوسی ایشن
ابوالکلام آزاد الدہلوی
مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - ریپن لین
کلکتہ
ٹیلی فون نمبر ۶۴۸
سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

نمبر ۹ | کلکتہ : جمعہ ۲۹ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۴ هجري | جلد ۱
Calcutta : Friday, February 4, 1916.

دعـــوة الى القـــران

(۱) قرآن حکیم کي اشاعة اور تبلیغ مسلمانوں کا قومی عشق تھا - انھوں نے جو کچھہ کیا صرف اسي کیلیے کیا' اور انکي تاریخ معامد و فضائل میں جو کچھہ بھي ہے صرف اسي کے لیے ہے - انھوں نے اپنا وطن چھوڑا تو اسي کیلیے ' عزیز و اقربا سے مہجور ہوے تو اسي کي خاطر' مال و دولت لٹایا تو اسي کي یاد میں' انکي تلواریں بے نیام ہوئیں تو اسي کي صولت کیلیے ' اور انکي گردنوں کا خون بہا تو اسی کے عشق میں! آہ' انکي قومي زندگي کي عام صدا یہ تھي :

اِن صـــلاتي و نسکي	میري عبادت ' میري قرباني ' میرا جینا
و محـیاي و ممـاتي	میرا مرنا ' غرضکہ زندگي اور زندگي میں
لـلہ رب العـــالمین -	جو کچھہ ہے ' سب کچھہ اللہ کیلیے ہے

جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے -

لیکن انقلاب زمانہ نے آج اسي قوم کو اِس حالت تک پہنچادیا ہے کہ قرآن کي تبلیغ کي راہ میں ایثار نفس اورفدویت جسم و جان کي توقع کیا کي جاے ' مال و دولت کے کسي حقیر حصے کا انفاق بھي ناپید ہوگیا ہے !!

(۲) حدیث صحیح میں آیا ہے کہ میري اُمة پر ایک وقت ایسا آئیگا جب ایک چھوٹي سی نیکي اتنا ثواب حاصل کریگي ' جسقدر بڑي سے بڑي نیکي آج حاصل کرتي ہے' کیونکہ جب تاریکي بہت بڑھجاے اور روشني کي تمام قندیلیں بجھہ جائیں' تو اُسوقت دیاسلائي کي ایک تیلي بھي بہت قیمتي ہوتي ہے' اور اگر ایک ٹمٹماتا ہوا دیا بھي میسر آجاے تو اُسے بجلي کے لیمپ سے بڑھکر لوگ غنیمت سمجھتے ہیں -

یقیناً وہ وقت آ گیا - تاریکي ہر طرف ہے مگر روشني کا کوئي سامان نہیں کرتا - ایسي حالت میں اگر کسي طرف سے ایک ہلکي سي شعاع بھي نظر آجاے تو اُسکي ویسي ہي عزت کرني چاہیے جیسي روشني کے عہد میں کسي قیمتي سے قیمتي فانوس کي کیا کرتے تھے -

(۳) ترجمان القرآن اور البیان کي توسیع اشاعة کیلیے بعض احباب کرام جو کچھہ سعي کررہے ہیں' میں اُسے اِسي نظر سے دیکھتا ہوں' اور چاھتا ہوں کہ لوگ بھي اسي نظر سے دیکھیں - ان دونوں کتابوں کیلیے سب سے بڑي ضرورت اس چیز کي ہے کہ غیر مستطیع مسلمانوں میں (اور وہي مسلمان سب سے زیادہ اسکے مستحق ہیں) اسکي اشاعة کا انتظام کیا جاے' اور مسلمانوں کا کوئي حلقہ اور کوئي طبقہ ایسا باقي نہ رہے جسکے اندر اسکے چند نسخے نہ پہنچ جائیں - علي الخصوص انگریزي و عربي' مدارس کے طلباء' مساجد کے ائمہ و حفاظ ' اور بالعموم تمام علماء کرام و ارباب درس و وعظ اسکے اصلي مخاطب ہیں - ان میں سے ہر شخص اپنے ساتھہ ایک بڑا دائرہ دعوة و اثر کا رکھتا ہے' اور اگر قرآن حکیم کے فہم و درس کي صحیح راہ اُسکے آگے کھل جاے تو ہزاروں مسلمانوں کے اندر تبدیلي پیدا ہوجاے -

(۴) سو الحمد للہ کہ بعض ارباب اخلاص کو اللہ نے اسکي توفیق دي ہے کہ آنکي متعدد جلدیں لیکر مفت تقسیم کریں' اور اسطرح اُنھوں نے ایک ایسے عہد میں جبکہ انفاق في سبیل اللہ کي سچي مثالیں ناپید ہو رہي ہیں ' اور مسلمانوں کے مال و دولت میں خدا اور اسکے کلمۂ حق کے لیے کوئي حصہ نظر نہیں آتا ' ایمان باللہ اور عشق کلام الہي کا ایک قابل صد عزت نمونہ پیش کیا ہے -

اس سلسلے میں سب سے زیادہ مستحق ذکر حاجي حبیب عبدالشکور صاحب ہیں جنھوں نے تفسیر البیان کي پچاس جلدوں کي قیمت بھیجدي ہے - ان جلدونکو وہ اپنے وطن میں تقسیم کرینگے -

لیکن سب سے زیادہ قابل تقلید نمونہ اُن احباب بہاولپور کا ہے جنھوں نے اپني ایک رسمي اور تفریحي صحبت کي دالویزوں پر اللہ کے کلام مقدس کي تبلیغ کو ترجیح دي ہے !

جناب شیخ محمد عبد اللہ صاحب بہاولپور سے لکھتے ہیں :

" میرے ایک دوست مسٹر علي احمد خاں بي - اے ہیں جنکي تنخواہ میں اللہ کے فضل سے پچاس روپیہ کا اضافہ ہوا ہے - اس ترقي کي خوشي میں دوستوں کي خواہش تھي کہ چاء اور شیریني کي کوئي صحبت منعقد ہو' لیکن سب کي یہ راے قرار پائي کہ چند لمحوں کي بیفائدہ صحبت کي جگہ اگر دین کي کوئي خدمت ہوجاے اور خدا کا کلام اسکے بندوں تک پہنچ جاے' تو یہ بڑي ہي سعادت کي بات ہوگي - بس ہم سب نے قرار دیا کہ جو روپیہ ٹي پارٹي میں خرچ کرنے کیلیے نکالا گیا تھا ' اس سے آپکے ترجمة القرآن کے نسخے منگواے جائیں اور ارباب دل میں مفت تقسیم کیے جائیں - چنانچہ سو روپیہ کا مني اردر مرسل خدمت ہے - ترجمان القرآن کي قیمت میں محسوب ہو' اس روپیہ سے جسقدر نسخے آپ بھیجیں گے ' مسٹر موصوف کے احباب میں تقسیم کردیے جائینگے "

اللہ تعالی مسٹر موصوف اور انکے تمام دوستوں کو اس عمل خیر کیلیے جزاء خیر دے - بظاہر یہ ایک معمولي سا واقعہ ہے' لیکن غور کیجیے تو مسلمانوں کیلیے محبت قرآني کا ایک بہت بڑا نمونہ ہے - اگر لوگ اسي طرح اپنے اولین فرض اسلامي کو محسوس کریں' تو بغیر کسي بہت بڑے دنیوي نقصان کے گوارا کیے وہ اللہ کي خدمت کیلیے بہت کچھہ کر سکتے ہیں -

اسي طرح شیخ عبد الحمید صاحب (رسولپور ضلع میرٹھہ) نے چند جلدوں کي قیمت بھیجدي ہے' اور چند قومي لائبریریوں کا پتہ لکھا ہے کہ انکي جانب سے مفت وہاں بھیجدي جائیں -

مسلم لیگ

مسلم لیگ کے گذشتہ اجلاس کا تذکرہ اخبارات و رسائل کے صفحات اور بحث و مذاکرہ کی مجلسوں میں قریب الاختتام ہے - کامل چار ہفتے اسپر گذر جانے اور ہر شاہد و سامع نے اسکے نقد و بحث میں کچھہ نہ کچھہ حصہ لیا - تاہم بہت سی ضروری باتیں اب تک باقی ہیں ' اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ اصلیت کو مشتبہ کرنے کیلیے چند مفسدانہ غلط فہمیاں پھیلائی جارہی ہیں -

جنوری کے اوائل میں اگر ہمیں فرصت ملتی تو بہ تفصیل اس واقعہ کی نسبت لکھتے - لیکن اب تفصیل کا موقعہ نہیں رہا - صرف ان غلط فہمیوں کی طرف اشارہ کردینا چاہتے ہیں ' جنکا اثر واقعہ کی عارضی حیثیت کی جگہ اصلی نتائج و عبر پر پڑتا ہے -

اس سلسلے میں سب سے پہلی چیز جو سامنے آتی ہے ' وہ مسلمانان بمبئی کے اندرونی اختلافات کا مسئلہ ہے ' جسکو عام طور پر لیگ کے ہنگامہ کی اصلی علت قرار دیا جاتا ہے -

ہم اس تعجب اور حیرانی کے ظاہر کرنے کیلیے الفاظ نہیں پاتے ' جسکے ساتھہ ہم نے ان تحریروں کو پڑھا ہے جو بعض مدعیان علم و واقفیت نے شائع کی ہیں ' اور جنکے اندر وہ یقین کے ساتھہ ظاہر کرتے ہیں کہ مسلمانان بمبئی کے سیاسی اختلاف اور بازئی فلینگ نے لیگ کے جلسے کو اس مصیبت سے دوچار کیا !

دنیا میں علم و یقین کے حاصل کرنے کا ذریعہ مشاہدہ ہے ' سماع ہے ' روایت ہے ' قیاس صحیح ہے ' اور تواتر و تسلسل واقعات ہے - ہم حیران ہیں کہ لیگ کے اجلاس بمبئی کے متعلق یہ تمام ذرائع موجود ہیں ' اور ان میں سے ہر ذریعہ صاف صاف یقین دلا رہا ہے کہ اس ہنگامہ کو نہ تو مسلمانان بمبئی کے کسی سیاسی اختلاف آراء سے تعلق تھا ' اور نہ مختلف سیاسی جماعتوں کی کشمکش سے - یہ جو کچھہ ہوا ' اسکی علۃ اصلی صرف ایک ہی تھی ' اور وہ صرف اُسی مخفی طاقت کی کارفرمائی تھی جو ہمیشہ خود تو پس پردہ رہتی ہے ' لیکن اپنے تنخواہ دار سپاہیوں کو آگے بھیجدیتی ہے - تاکہ میدان رزم میں خیمہ نشیں سپہ سالار کے احکام کی تعمیل کریں -

لیگ کے اجلاس سے پہلے جو کچھہ ہوا ' اور لیگ کے اجلاس کے اندر جو کچھہ ہوا ' دونوں کی پوری سرگذشت دنیا کے سامنے موجود ہے - اور وہ اس حقیقت کو اسدرجہ روشن و واضح صورت میں نمایاں کر رہی ہے کہ ہندوستان کے مخفی دسائس و فریب کی پوری تاریخ میں ایسا بے نقاب جلوہ کبھی بھی نظر نہیں آیا تھا -

ان نادانوں یا دانستہ حق پوشوں کا بیان ہے کہ لیگ نے اس سال کانگریس سے ملنا چاہا ' اور ہندوستان کے مستقبل کی امیدوں میں وہ یک قلم ہندوں کے ہمدوش کھڑی ہوگئی - مثل آور مقامات کے بمبئی میں بھی مسلمانوں کا ایک گروہ اس بدعت کا مخالف موجود تھا - اس نے پہلے کوشش کی کہ جلسہ نہو - پھر جب سید علی امام نے بمبئی میں راضی نامہ کرانے کی یادگار عزت حاصل کی ' تو مجبوراً ساتھہ ہوگیا - تاہم اختلاف شدید تھا - اسکی دانشمندی و سیاست فہمی کسی طرح بھی گوارہ نہیں کرسکتی تھی کہ مسلمان ہندوں کے ساتھہ ملکر اپنے آپکو تباہ کر ڈالیں - پس وہ ایک مجاہد حق جماعت کی طرح جہاد فی سبیل الحق کیلیے طیار ہوگیا ' اور شہر کے بدمعاشوں اور اراذل کی ایک پلٹن طیار کرکے لیگ پر حملہ کردیا -

لیکن جن لوگوں کو اخبارات کے صفحوں پر اسطرح علانیہ کذب سرائی سے عار نہیں آتا ' کیا وہ بتلاسکتے ہیں کہ جس جماعت نے لیگ کی مخالفت میں حصہ لیا ' اُن میں وہ کون لوگ ہیں جنکو سیاست فہمی اور قوم پرستی کا یہ خلعت عطا ہورہا ہے ؟ کیا پچاس ساٹھہ آدمیوں کی وہ جماعت جو رزیٹروں کے حلقہ میں آکر بیٹھہ گئی تھی ' اور جسے صرف یہ تعلیم دی گئی تھی کہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد " شیم شیم " کا نعرہ بلند کرتے رہنا ' چنانچہ وہ مسکین اپنے پیشواؤں کے شور و غل پر بھی اسی آموختہ کو دھرا دیتے تھے ؟ اگر وہ نہیں تو پھر کیا علی خاں معروف بہ عبد الرؤف جو پرانی گاڑیوں کو رنگا کرتا ہے ' اور جس غریب کو یہ بھی نہیں معلوم کہ کانگریس کیا بلا ہے اور لیگ کس جانور کا نام ہے ؟ اگر وہ بھی نہیں تو پھر کیا بمبئی کے بدمعاشوں کا وہ سردار جو اسٹیج کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا تھا اور جو لیگ سے اپنے سیاسی اختلاف کو اس ماہرانہ جملے میں ادا کرتا تھا کہ " میرا ملک کابل کیوں ہندوں کو بخش رہے ہو " ؟ اگر یہ لوگ صرف مزدور تھے ' اور سیاست کا معلم وہی تھا جسکے ذریعہ انھوں نے مزدوری پائی ' تو پھر کیا سلیمان قاسم مٹھا کے روپیوں کی تھیلیوں میں اس سیاسی فہم و تدبر کو ڈھونڈھیں ' حالانکہ روپیہ سے آلو اور بمبئی کے بدمعاش ' دونوں چیزیں خریدی جاسکتی ہیں مگر نہ تو عقل خریدی جاسکتی ہے اور نہ علم !

لطف کی بات یہ ہے کہ ان بحث کرنے والوں میں اکثر لوگ وہ ہیں جو خود بمبئی میں موجود تھے ' لیکن انکی واقفیت کا یہ حال ہے کہ بیچارے علی خاں سندھی کو " مولانا عبد الرؤف " کے لقب سے لکھتے ہیں ' اور سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی بمبئی کا بڑا لیڈر ہے جس نے بھرے جلسے میں مخالفت کی ' اور محض سیاسی اختلاف کی وجہ سے شور و غل مچایا - حالانکہ بمبئی کا ہر شخص اس شخص کے حالات سے واقف ہے ' اور ہر جگہ اس قسم کے باجے بازاروں میں بکثرت ملتے ہیں ' جنکو کوکدیا جاے تو بجتے رہینگے -

بہرحال بمبئی میں لیگ کے موقعہ پر جو کچھہ ہوا ' اسکو کسی سیاسی اختلاف و جماعت بندی سے کوئی تعلق نہیں - ہر شخص جانتا ہے کہ ہندو مسلمانوں کا اتحاد ان لوگوں کی نظروں میں کس درجہ مہیب چیز ہے ' جنہوں نے اپنی کامیابیوں کا محل تفریق عناصر کی بنیاد پر تعمیر کیا ہے ' اور علی الخصوص موجودہ حالات میں کانگریس اور لیگ کا یکجا ہونا اور مل جلکر ایک کمیٹی بنانا ' انکے مقاصد کیلیے کس درجہ ہولناک ہے ؟ بمبئی میں انہی مقاصد سے لیگ کو منعقد کیا جاتا تھا - پس کوشش کی گئی کہ اسکی راہ میں موانع پیدا کیے جائیں - اسکے لیے ہمیشہ سے ایک ہی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے ' اور وہ ہم سب کو معلوم ہے - شیطان کو کبھی بھی انسانوں نے اپنے سامنے نہیں دیکھا ہے ' اسکی وسوسہ اندازیوں نے ہمیشہ انسانوں ہی کو اپنی سواری کا کندھا بنایا ہے : الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ و الناس -

پس شیطان اس موقعہ پر بھی اپنے ابلیسانہ تخت فساد کے ساتھہ اُترا ' اور اس نے اپنے فرماں بردار اور اطاعت شعار فرزندوں کو پیار کیا - جب اسکی نگاہ لطف کی ایک پر اسرار گردش ثابت

قدمي کي بڑي بڑي چٹانوں کو پاني کي طرح بہا ديسکتي ھے' تو پھر يہ تو اسکے سعادت مند فرزندوں کا گھرانا اور اسکے عشاق قديم کي ايمان بکف محفل تھي - يہاں تو گفت و شنود حسن و عشق' اور قول و قرار وصل و رصول کي جگہ صرف ايک تبسم اميد نواز ھي ديوانہ بنا دينے کيليے کافي تھا :

شنيـده ام که سگاں را قـلاده مي بنـدي
چـرا بگـردن حافـظ نمي نهـي رسنے ؟

پس يـہ اطـاعـت شعاران عشق اپنے پر اسرار و غير مـرئي معشوق کے حکموں کے آگے سچے عاشقوں کي طرح گر گئے ' اور اپنے وجود کو ايک فرماں بردار مرکب بناکر اسکے سپرد کرديا - پھر کس قدر نادان ھيں وہ لوگ جو سواري کے ايک چارپاے کي تو شکايت کرتے ھيں' مگر اسکو نہيں ديکھتے جسکے ھاتھہ ميں اسکي لگام تھي' اور جسکے بوجھہ نے اس مسکين کي پيٹھہ پر قابو پايا تھا ؟ اولـئک حـزب الشيطان ' الا ان حـزب الشيطان هـم الخاسرون (۵۹ : ۱۹)

قرآن حکيم نے ھمکو شيطان کا ايک بڑا خاصہ يہ بھي بتلايا ھےکہ وہ اپنے وفادار غلاموں کو ايک کام کا حکم ديتا ھے' ليکن جب وہ اسکي تعميل کرتے ھيں تو دنيا سے کہتا ھے کہ مجھے اس کام سے کيا واسطہ ؟

کمثل الشيطان اذ قـال للانسان اکفر' فلما کفر قال اني بري منـک ! (۵۹ : ۱۶)

انکي مثال شيطان کي سي ھے - اس نے انسان سے کہا کہ کفر و ضلالت اختيار کر' جب انسان نے اس حکم کي تعميل کي تو پھر وہ الگ ھوگيا ' اور کہنے لگا کہ مجھے اس کام سے کوئي واسطہ نہيں - ميں تيرے کفر سے بالکل بري الذمہ ھوں -

پس يہ بيفائدہ ھے اگر آج بھي وہ ظاھر کرے کہ مجھے اس شر و فساد سے کوئي واسطہ نہيں اور ميں اس سے بري الذمہ ھوں' کيونکہ ھميں اسکي قديمي عادت معلوم ھے ' اور اگرچہ ھميشہ سب کچھہ وھي کرتا ھے' پر ھميشہ اپنے کو الگ دکھلاتا اور ظاھر کرتا ھے کہ اسے کوئي سروکار نہيں -

ياد رکھو کہ شرو فساد جسقدر ھے شيطان ھي کي وسوسہ اندازي کا نتيجہ ھے' ورنہ اسلام کا کوئي چھوٹا سے چھوٹا فرزند بھي راہ فساد اختيار نہ کرتا : ان الشيطان للانسان عدوا مبين -

اسي وسوسہ اندازي کا نتيجہ تھا کہ ليگ سے پلے بھي شرو فساد پيدا ھوا' اور اجلاس کے اندر بھي - پس ھمارا جو کچھہ بھي معاملہ ھے' وہ جہل و ناداني کي ان پتليوں سے نہيں ھے جو دنيا کے سامنے ناچ رھي تھيں ' بلکہ جو کچھہ بھي ھے وہ اس خوفناک آسيب سے ھے جسکي روح انکے اندر حلول کر گئي تھي ' اور جب وہ چيخ رھے تھے تو اسي کي آواز انکے حلقوں سے نکل رھي تھي !

اس سے بھي بڑھکر قابل تذکرہ شرارت اُن لوگوں کي ھے جو ليگ کے گذشتہ اجلاس کے اثرات و نتائج کي نسبت طرح طرح کي غلط فہمياں پھيلاتے ھيں' اور اس ھنگامہ کے واقعات کو اس انداز سے بيان کرتے ھيں' گويا انھوں نے ليگ کے اجلاس کو بالکل کھو ديا -

ليکن ھم کو يقين ھے کہ يہ تمام کوششيں بيکار ھيں' اور غلط فہمي خواہ کتني ھي سخت ھو ليکن انسان کي بينائي نہيں چھين سکتي - گذشتہ اجلاس کي کاميابي و ناکامي کا اندازہ صرف اس چيز سے کيا جاسکتا ھے کہ اجلاس کا مقصود اصلي کيا تھا ' اور وہ حاصل ھوسکا يا نہيں ؟

يہ بالکل ظاھر ھے کہ اس سال ليگ کے بمبئي ميں منعقد کرنے کا کوئي مقصد اسکے سوا نہ تھا کہ ھندو مسلمانوں کے ملکي اتفاق کي طرف سعي و طلب کا ايک نمايان قدم بڑھايا جاے' اور موجودہ حالات و مقتضيات کے مطابق مسلمانوں کي طرف سے ايک زندہ سياسي آواز بلند ھوسکے -

يہي مقصد تھا جسکے ليے ايک جماعت اس بات پر اڑ گئي کہ ليگ کا اجلاس ضرور بمبئي ھي ميں منعقد کيا جاے' اور اسکے فوائد کے يقين کا اسقدر اسپر استغراق طاري ھوا کہ انعقاد کي خوشي ميں باھمي راضي نامہ کي ايک بد ترين اور قابل صد نفرت شکل بھي اس کے منظور کرلي -

يہ راضي نامہ وہ ھے جسکو سر سيد علي امام کي اس " صلح فرما " خصوصيت کا دوسرا عمل سمجھنا چاھيے جسکا پہلا عمل مسئلہ مسجد کانپور کي مشہور " صلح " ھے -

اس راضي نامہ کا مقصد يہ تھا کہ ليگ کے اجلاس ميں سوا تين تجويزوں کے جنکے الفاظ تک قرار پا چکے تھے' اور کوئي کارروائي نہ کي جاے : وفاداري' توسيع عہد ويسراے ' اور ايک کميٹي کا انعقاد -

اب اسکے بعد واقعات پر نظر ڈاليے اور ديکھيے کہ يہ تمام مفسدانہ ساز و سامان جو راضي نامہ کے بعد بھي جاري رکھے گئے' اُس مقصد اصلي کو کہاں تک نقصان پہنچا سکے جو ليگ کے انعقاد سے مقصود اصلي تھا ؟

آل انڈيا مسلم ليگ ' اسکے کاموں' اسکي کارکن جماعت ' اور اسکے سر پرستوں کے طريق عمل کے متعلق ابتدا سے ھماري ايک خاص طرح کي راے رھي ھے ' اور جو اُن دونوں جماعتوں کے افکار سے بالکل مختلف ھے جنکو موجودہ ليگ کے موافقين و مخالفين کے نام سے پکارا جاتا ھے - با ايں ھمہ ھم يقيني طور پر ديکھہ رھے ھيں کہ ليگ کے آغاز وجود سے ليکر اس وقت تک اگر اسکا کوئي اجتماع ايسا ھوا ھے جسکو نسبتاً مفيد و کامياب کہا جاسکے ' تو وہ يہي عجيب و غريب اجتماع تھا جو باوجود ان تمام مفسدانہ طاقتوں اور مفسدانہ ساز و سامان مقاومت کے ساحل بمبئي پر منعقد ھوا -

انعقاد کا پہلا مقصد يہ تھا کہ ھندو مسلمانوں کے ملکي اتحاد کي طرف ايک زيادہ نمايان اور موثر قدم بڑھايا جاے - اسکو کوئي قوۃ فساد نہ روک سکي - نہ افساد و اضلال کي طاقتوں کا وہ سب سے بڑا ھولناک بت روک سکا جسکے چہرے پر نقاب رھتا ھے ' اور نہ اسکے مندر کے وہ پجاري روک سکے جو اسکے پر اسرار حکموں پر رقص عبادت کرتے ھيں - ليگ اور کانگريس کے اجلاس ايک شہر ميں ھوے' ليگ کے ممبر ھوم رول ليگ ميں شريک ھوے اور ماڈريٹ کانگريسي پارٹي سے زيادہ اظہار جوش کے ساتھہ اسکي کارروائي ميں حصہ ليا ' پھر کانگريس ميں شريک ھوے ' اور ممبران کانگريس ليگ ميں آے - يہ چيز فی نفسہ ھماري نظروں ميں کوئي ايسي رفيع چيز نہيں ھے - مگر چونکہ کانگريس اور مسلمانوں کي تفريق کو ھميشہ ايک بت بناکر مسلمانوں نے پوجا ھے' اسليے اسکا پاش پاش ھونا ھر طرح ايک اھم واقعہ ھونے کي استعداد رکھتا ھے -

اس سے بھي اھم تر چيز يہ تھي کہ مسلمانوں کے سياسي مجمع سے ايک ايسي آواز اُٹھے جسميں کچھہ جان ھو' اور جسکي روح کو وقت کا فرضي اور وھمي سوال اٹھا کر ھلاک نہ کيا جاسکے - سو اس ميں کوئي شک نہيں کہ مسٹر مظہر الحق کا ايڈريس اس اعتبار سے ليگ کي تمام تاريخ کا حاصل زندگي ھے ' اور باوجود ھجوم مشکلات و احاطۂ موانع کے اُنھوں نے جسقدر بھي اظہار حقيقت کي توفيق پائي' وہ ھميشہ يادگار رھيگي -

انکے ايڈريس ميں جو کچھہ موجود ھے ' وہ بلحاظ وقت کي مشکلات کے اسقدر وقيع ھے' کہ اسکي وقعت پر غير موجود کا افسوس غالب نہيں آ سکتا -

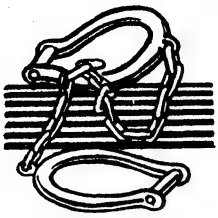

احرار اسلام

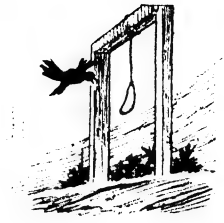

الامر بالمعروف والنهي عن المنكر

تاریخ عہد عباسیہ کا ایک صفحہ

مسئلۂ خلق قرآن اور مناظرۂ دربار مامون الرشید

علماء سلف کی جرءت حقہ اور دعوۃ الی الحق کا ایک نظارہ !

اسلام کے ابتدائی عہدوں میں جن مسائل نے سب سے پہلے اختلاف و تفریق کی بنیادیں رکھی ہیں' اور مسلمانوں کو کتاب و سنت کے صراط مستقیم اور صحابۂ کرام کے اسوۂ حسنہ سے انحراف کی راہ دکھلائی ہے' ان میں سے ایک معرکۃ الاراء اور شدید الاختلاف مسئلہ " خلق و قدم قرآن " کا بھی ہے -

(مسئلہ خلق قرآن)

مسئلۂ " خلق و قدم قرآن " سے مقصود یہ تھا کہ اللہ کا کلام جو ہمارے پاس ایک کتاب کی شکل میں موجود ہے' اسمیں الفاظ ہیں اور معانی ہیں' الفاظ کی آواز ہے جو مختلف حرکات زبان و اطراف زبان سے بنتی اور نکلتی ہے - معانی کے حقائق متصورہ ہیں جنکا وجود معقولی بھی ہے اور وجود خارجی بھی - پس ان اعتبارات سے قرآن قدیم ہے یا حادث ؟ مخلوق ہے یا غیر مخلوق ؟

اس مسئلہ کو فلسفہ اور فلسفہ داں اقوام کے اختلاط نے پیدا کیا تھا - اسلام کی اصلی سرزمین ان لاحاصل اور قراء عملیہ کو بیکار کرنے والی کاوشوں سے بالکل پاک تھی - آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اُن سوالات سے صحابہ کو روکا جو انکی عملی زندگی اور انکے نصب العین سے اُنکو ہٹانے والے تھے - اسلام نے عمل و سعادت کی ایک ہی سیدھی راہ کھول دی تھی' اور وہ چاہتا تھا کہ مسلمان صرف اسی کی رہروی میں مشغول رہیں - آپکے بعد تمام عہد صحابہ بھی اسی حال میں بسر ہوا - لیکن بنو امیہ کی حکومت نے نظام خلافۂ اسلامی میں ایک انقلاب عظیم کرکے اسکی اجتماعی قوت کی نشوؤ نما روک دی' اور نئی نئی فتنوں اور ہلاکتوں کا دروازہ کھول دیا - ایک بڑا فتنہ علوم عقلیۂ قدیمہ اور مذہب کا غیر صالح اختلاط تھا - ایک طرف نو مسلم عجمی اقوام اپنی تمام پرانی بحثوں اور کاوشوں کو اپنے ساتھ لائیں' دوسری طرف اھل کتاب اور مجوسی علماء حکومت اموی کی تمام شاخوں اور محکموں پر حاوی ہوگئے - ان لوگوں نے جہاں اپنی مذہبی روایتیں مسلمانوں میں پھیلائیں' وہاں فلسفیانہ مباحث قدیمہ کا وہ دفتر پارینہ بھی کھولدیا' جو اسکندریہ و سوریا کے کھنڈروں اور جندیسا پور و مدائن کے اطلال و آثار کے اندر مدفون ہوچکے تھے -

در اصل اس سوال کو پیدا کرنا ہی ایک سخت ضلالت اور مسلک شریعۃ سے انحراف تھا - قرآن اللہ کا کلام ہے جسکو خدا کے رسول نے ہم تک پہنچایا - ہماری معلومات اسکی نسبت صرف اسی قدر ہے اور اس سے ہدایت حاصل کرنے کیلیے اتنا علم کافی ہے - وہ مخلوق ہے یا قدیم ؟ یہ سوال نہ تو خود قرآن نے ہمارے سامنے کیا' نہ اللہ کے رسول نے' نہ تربیت یافتگان عہد نبوت نے - پس جو کچھہ ضروری تھا' وہ وہی تھا جو بتلا دیا گیا' اور جو نہیں بتلایا گیا وہ ضروری ہی نہیں ہے' اور اسکی فکر و کاوش میں ہمارے لیے کوئی سعادت نہیں -

سلف صالح اور محدثین کرام کا یہی مسلک تھا' اور صرف اسی راہ میں امن تھا - لیکن افسوس کہ مسلمان اُن فتنوں سے نہ بچ سکے جو انسے پہلے کی قوموں میں موجب ضلالت ہو چکے تھے -

پھر قدم وحدوث کے اعتبار سے بھی دیکھا جاے تو مسئلہ بالکل واضح تھا' اور اسکی حقیقت ایک ہی تھی - اللہ اور اسکی تمام صفات کاملہ قدیم ہیں - اسکی ایک صفت کلام بھی ہے - قرآن اللہ کا کلام ہے' پس حروف و اصوات و الفاظ کی جس مرتبہ و منظمہ شکل میں وہ موجود ہے' اسکی حقیقت نظمی و ترتیبی کو بھی قدیم ہی ہونا چاہیے -

لیکن فلسفیانہ کاوشوں نے ایک صاف بات کو پیچیدہ بنا کر نظر و بحث کی اور راہیں بھی کھولدیں - فرقہ معتزلہ نے جو فلسفہ و معقولات یونانی سے متاثر ہوچکا تھا' اس مسئلہ کو بالکل دوسری نظر سے دیکھا - انھوں نے کہا کہ قرآن حکیم آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا - اس سے پہلے نہ تھا - وہ ایک با معنی عبارت ہے - عبارت جملوں سے مرکب ہے' جملے الفاظ سے' اور الفاظ حروف سے - یہ حروف اور یہ الفاظ جب ہماری زبان سے نکلتے ہیں' تو ہماری آواز ہوتے ہیں جو اس سے پہلے نہ تھی' اور جسکا حدوث ہمارے ہی حلق و زبان سے ہوا - پس ان اعتبارات سے قرآن مخلوق ہے' قدیم نہیں ہو سکتا - علاوہ بریں اللہ ہر شے کا خالق ہے - قرآن بھی اشیاء میں داخل ہے - اُسے بھی مخلوق ہونا چاہیے -

ان خیالات سے معتزلہ نے سخت ٹھوکر کھائی - انھوں نے دعوا کردیا کہ قرآن مخلوق ہے' اور اسطرح گمراہی و فساد کا ایک بڑا دروازہ امۃ پر کھولدیا - انکی ہدایت فلسفیانہ کاوشوں کے اندر گم ہوگئی - وہ یہ نہ سمجھے کہ اصوات حروف کا مخلوق ہونا جو انسان کا فعل ہے' دوسری چیز ہے - اور قرآن کا مخلوق ہونا جو ایک حقیقت نظمی و ترتیبی کا نام ہے' بالکل دوسری - قرآن حکیم کو کسی اعتبار سے بھی مخلوق و حادث نہیں کہہ سکتے - وہ نہ تو حروف کا نام ہے اور نہ ان آوازونکا جو انسان کے حلق سے نکلتی ہیں - " الحمد للہ رب العالمین " کا ہر حرف اور ہر لفظ اپنی انفرادی حالت میں جو آواز پیدا کرتا ہے' اور انکی حرکات صوتیہ سے جو تموج ہوا کے ذرات میں ہوتا ہے' یقیناً حادث ہے - لیکن ساتھہ ہی وہ قرآن بھی نہیں ہے - قرآن تو اُس حقیقت نظمی کا نام ہے جو ان حروفں کی ایک خاص الہی ترتیب و تنظیم سے متشکل ہوئی' اور " الحمد للہ رب العالمین " بکثر لسان وحی پر جاری ہوئی - وہ قدیم ہے' اسلیے کہ خدا بھی قدیم ہے -

گلستان کا هر حرف اور هر لفظ سعدي کا کلام نهيں هے' ليکن گلستان سعدي کي هے - اسليے وه حقيقت جو انفراد حروف و اصوات کے علاوه هے' اسي کا نام گلستان هوگا اور وهي سعدي کي تصنيف هے -

پس " قرآن " جس کتاب کا نام هے ' وه کسي اعتبار سے بهي مخلوق نهيں هوسکتي - معتزله نے اسے مخلوق قرار ديکر ايک طرف تو اُن بحثوں کا دروازه کهولا جو اسلام کيليے سب سے بڑا فتنه تها ' دوسري طرف قرآن کي الهي عظمت و قدسيت کے اعتقادي اساس کو بهي سخت صدمه پهنچنے کا امکان پيدا کرديا - قرآن کي رباني و الهي عظمت کا اعتقاد اسلام کي تمام کائنات زندگي کي اصلي روح تهي - پس اگر آغاز عهد هي ميں اسکي پوري حفاظت نه کي جاتي تو بہت جلد وه وقت آجاتا جب لوگ تورات اور انجيل کي طرح قرآن حکيم کي عزت الهي کو بهي غارت کرديتے -

الله تعالي نے فرزندان اسلام کي سب سے بڑي مقدس و حامل شريعة جماعة يعني محدثين کرام کو اس بدعة مضله کے انسداد کيليے کهڑا کرديا ' اور اُنهوں نے اپنا خون بهاکر اس مسئله کے دست برد سے قرآن حکيم کي حفاظت کي -

(مسئلـه کي اهميت)

آجکل کے بعض ارباب علم و نظر کا خيال هے که اس قسم کي بحثيں جنکے ليے همارے سلف صالح اور علماء حق نے ايک عظيم الشان داخلي جهاد کيا ' اور اکثر اوقات اپني زندگيوں تک کي قرباني کردي ' محض ايک لفظي نزاع تهي ' اور صرف سوء فهم و کج ذهني نے انکو اهم و وقيع بنا ديا تها -

وه ان لوگوں کي عقلوں پر تعجب کرتے هيں اور کهتے هيں که هم اُن سے زياده عقلمند هيں کيونکه ان بحثوں کي بے وقعتي و بے اثري کو خود مندانه محسوس کررهے هيں - ليکن افسوس که هم ان سے متفق نهيں هوسکتے - يه مسائل جس عهد ميں پيدا هوے ' وه اسلام کي نشو و نماء اجتماعي کا ابتدائي عهد تها - اسکے سرچشمے پهوٹ کر بهه رهے تهے ' اور ايک تنکا بهي اُنکي راه ميں آ جاتا تها تو خوف هوتا تها که يهي تنکے جمع هوکر ايک دن بڑي بڑي نهروں کے دهانوں کو بند کردينگے - محدثين کرام نے اس حقيقت کو سمجها ' اور اسلام کي حفاظت کيليے کمر بسته هوگئے - اُنکي مثال اُس جانباز عاشق کي سي تهي ' جو اپنے معشوق کے تلوروں ميں ايک کانٹے کي چبهن بهي ديکهتا هے تو اِس زور سے چيختا هے ' گويا اُسکے پهلو ميں خنجر نے شگاف کرديا - وه اُس ايک ايک تنکے ' ايک ايک کانٹے ' اور مٹي کے ايک ايک ذرے کيليے اپني گردنوں کو ذبح کرا دينا چاهتے تهے جو اسلام کي راه ميں آ جائيں ' اور اسکي صراط مستقيم کو آلوده کرنا چاهيں - اگر اس وقت الله تعالي فرزندان اسلام کي اس سب سے زياده برگزيده جماعت کے دلوں کو اپنے الهام سے معمور نه کرديتا ' اور وه ايک داخلي جهاد عظيم کرکے ان تمام فتنوں کا سد باب نه کرتے ' تو آج دنيا ميں اسلام کي بهي وهي حالت هوتي جو دنيا کے تمام معرف و مسخ مذاهب کي نظر آرهي هے ' اور اسکي حقيقي تعليم کو بهي طرح طرح کي بدعات و محدثات کا سيلاب بها ليگيا هوتا -

آج تمهارا حال يه هے که اسلام کي گردن پر تلواريں چلتي هيں ' تو تمهيں اتنا بهي صدمه نهيں هوتا جتنا کسي انگلي کے پوٹے ميں سوئي کي خلش سے هو سکتا هے - تم اُن پاک روحوں اور خدا کے کلمۂ حق کے جاں نثاروں کي حالت کا کيا اندازه کر سکتے هو جو اسکي راه ميں ايک تنکے کے آجانے سے بهي اسطرح بيچين هوجاتے تهے ' گويا انکے بستر پر دهکتے هوے انگارے بچها ديے گئے ! .

قرآن حکيم کي جس حفاظت و عظمت پر تم آج ناز کرتے هو ' يه دراصل انهي محدثين کرام کي حق پرستيوں کا نتيجه هے جنهوں نے اسکو بهي گوارا نه کيا که کوئي نئي آواز قرآن کيليے اٹهائي جاے ' اور کوئي بات ايسي اسکي نسبت کهي جاے جو اسکي غير انساني عظمت کي تنزيه و تقديس کو بٹه لگاے -

پهر اس سے بهي قطع نظر کرو - يه مسئله محض ايک لفظي نزاع هي کب تها ؟ معتزله کهتے تهے که قرآن مخلوق و حادث هے - هر مسلمان کو اسکا اعتقاد رکهنا چاهيے - اور اس طرح قرآن کو ايک ايسي بات کهتے تهے اور ايک ايسي بات کا اقرار کرانا چاهتے تهے جسکا اقرار نه تو خود قرآن نے کرايا اور نه رسول نے کبهي کيا ' پهر کيا يه ايک سخت فتنه نه تها جو نئي نئي اعتقادي بدعتوں کا ابليسي دروازه کهولتا تها ؟ اور کيا يه شريعة پر اضافه کرنا اور اسلامي اعتقاد کي ترميم نه تهي ؟

محدثين کرام نے جن مقاصد کي بنا پر اس طرح کے تمام فتنوں کي مخالفت کي اور کسي شکل ميں بهي انکو گوارا نه کيا ' واقعات نے ثابت کرديا هے که وه يکسر صحيح و واقعي تهے - هم دنيا دیکهه رهے هيں که انهي مسائل نے بالآخر اسلام کي حقيقي تعليم کو طرح طرح کي خارجي ضلالتوں سے آلوده کيا ' اور ان کوششوں کے بعد بهي اسلامي عقائد غير ديني اثرات و اختلاط سے محفوظ نه رہ سکے - صرف محدثين کرام هي کا ايک گروه ايسا نظر آتا هے جنکے دلوں کو الله نے اپني حفاظت ميں لے ليا تها - نه تو انقلابات علمي کے موثرات انکي استقامت حق پر غالب آسکے - اور نه انساني افکار و اوهام کي دلکشياں انکے دلوں کو جمال قرآن و سنت کے عشق سے پهير سکيں - في الحقيقت يهي وه پاک جماعت تهي جسکے ليے زبان نبوت نے اول روز هي حکم سنا ديا تها : لا يزال طائفة من امتي قائمين علي الحق ' حتي ياتي امر الله و هم غالبون -

بهر حال علماء حق اور محدثين کرام نے اس بدعة شديده اور فتنۂ عظيمه کا اس قوة و سرفروشي کے ساتهه مقابله کيا که تمام دنيا کي حق پرستي و امر بالمعروف کي تاريخ ميں اسکے واقعات يادگار رهينگے -

اگر يه مسئله صرف عامۂ معتزله تک محدود رهتا ' تو پيروان اسلام کے سواد اعظم کيليے (جو اُسکا مخالف تها) کوئي مصيبت نه تهي ' يه صرف بحث و دلائل کا ميدان هوتا اور زبان و قلم کا جهاد اسکے ليے کافي تها ' ليکن مصيبت يه تهي که حکومت وقت نے اس مذهب کا ساتهه ديا ' اور بعض خلفاء عباسيه نے معتزله کے ساتهه هوکر خلق قرآن کے مسئله کو بجبر پهيلانا چاها - انهوں نے حکومت کے زور ' سزاؤں کے اعلان ' قيدخانوں کي زنجيروں ' اور جلادوں کي تلواروں کو حرکت دي ' اسليے يه علمي مسئله ' علمي نه رها ' بلکه ارباب حق کيليے ابتلا و آزمايش کي ايک هيبت ناک هولناکي بنگيا -

(مامون الرشيد کا استبداد)

خلفاے عباسيه ميں مامون الرشيد عباسي ايک عجيب و غريب حکمران گذرا هے - اسکي زندگي ميں بعض چيزيں بالکل متضاد جمع هوگئي تهيں - وه ايک طرف علوم اسلاميه کا ماهر تها ' عربية کا کامل الفن تها ' علم و حکمت کا عاشق اور حريت و آزادي کا حامي تها - اسکي حريت پسندي نے دنيا کے تمام مذهبوں کو مطلق العنان چهوڑ ديا تها - الحاد آزاد تها ' ثنويت کي پرسش نه تهي ' مانويت علانيه ظاهر کي جاتي تهي ' مزدکية کيليے کوئي درہ نه تها ' يونان و ايران کے جن ملحدانه مذاهب کو کبهي بهي پناه نه ملي تهي ' وه بغداد کے گلي کوچوں ميں پرورش پا رهے تهے -

ليکن دوسري طرف اسلام کے اندروني مذاهب و اختلافات کے ميدان ميں آکر ديکهيے ' تو اسکے هاتهه ميں استبداد کي بے بٹه تلوار اور زبان پر جبر و قهر کے سخت سے سخت احکام نظر آتے هيں !

مامون الرشيد کے اسي استبداد داخلي کے سلسلے ميں مسئلۂ خلق قرآن کا فتنۂ عظيمه بهي هے ' جسنے تيسري صدي هجري ميں علماء حق کيليے ابتلاء و امتحان کا ايک نهايت نازک وقت پيدا کرديا تها - اُس نے معتزله کا مذهب خلق قبول کر ليا ' اور اسي کو حق و باطل اور اسلام و کفر کا معيار قرار ديا - اس نے چاها که

کہ حکومت نے جبر و قہر سے لوگوں کو مجبور کرے' اور اُس چیز کا اقرار کرائے جسکے لیے شریعت نے انہیں کوئی حکم نہیں دیا ہے - بلکہ شاید وہ اپنے بھائی امین الرشید کو قید خانے کی کوٹھری میں قتل کرا سکتا تھا' اور بغداد کے بھیجے ہوئے جلادوں کی تلواروں میں یہ قدرت تھی کہ مسکین امین کے کندھے کی ڈھال پر غالب آ جائیں' لیکن اسکی پوری حکومت اور حکومت کی تمام طاقتیں بھی اس سے عاجز نہیں کہ حامیانِ شریعت اور علماء حق نے استقامت و ثبات پر غالب آسکیں' اور انکو حق و ہدایت کی اُس راہ سے پھرادیں جسپر انکا یقین اور نورِ ایمان انہیں چلا رہا تھا!

تاہم فتنہ عظیم تھا' اور اسنے قہارانہ نتائج نے وہ سب کچھ کیا جو ایسے مواقع میں ہمیشہ ہوا ہے - بہت سے علماء حق قید ہوئے' بہت سے جلا وطن کیے گئے' بعض خاک و خون میں بھی تڑپے' اور بہتوں کے قدم جادۂ ثبات سے ڈگمگا بھی گئے -

(فتنہ کی ابتدا)

غالباً سب سے پہلے سنہ ۲۱۲ - ہجری میں مامون الرشید نے خلق قرآن کے مسئلہ کا سرکاری طور پر اعلان کیا اور دار الخلافۃ میں بحث و مباحثہ کا بازار گرم ہوا - لیکن جبر و تشدد کی ابتدا سنہ ۲۱۸ سے نظر آتی ہے' جبکہ مامون الرشید پوری قوت کے ساتھ آمادہ ہوگیا تھا کہ تلوار کے زور سے خلق قرآن کا مذہب مسلمانوں میں پھیلا ہے -

چنانچہ اُسی سنہ میں اس نے ایک فرمان اسحاق بن ابراہیم گورنر بغداد کے نام بھیجا - فرمان کا مضمون یہ تھا کہ تمام علماء شہر کو جمع کرو - جو لوگ خلق قرآن کا اقرار کریں اُنہیں چھوڑ دو' جو انکار کریں اُنکی نسبت خبر دو - پھر دوسرا فرمان بھیجا کہ بشر بن ولید الکندی قاضی القضاۃ اور ابراہیم بن مہدی اگر انکار کریں تو قتل کردیے جائیں - لیکن انکے علاوہ دیگر منکرین خلق قرآن کو صرف قید کردیا جائے - (ابو الفداء - جلد دوم - صفحہ - ۳۱)

ابراہیم بن مہدی کے قتل کا تو پولیٹکل اسباب سے وہ خواستگار ہی تھا - لیکن بشر بن ولید کیلیے قتل کی سختی اسلیے تھی کہ وہ قاضی القضاۃ تھے - افسوس کہ ان دونوں کا ثبات اس پہلی آزمایش ہی میں ہلاک ہوگیا' اور خلق قرآن کا اقرار کرکے اپنی جان بچالی' اور بہت سی کمزور روحوں نے بھی انکا ساتھ دیا' لیکن علماءِ حق کی ایک مقدس جماعت ایسی بھی تھی جسکے لیے حکومت کی تلواروں اور دنیوی عقوبتوں کے فرمانوں سے بڑھکر خدا کا فرمان ہیبت و سطوت رکھتا تھا - اُنہوں نے صاف انکار کردیا' اور قید خانے کی بیڑیاں خوشی خوشی پہن لیں - اس جماعت حق کا سرتاج وہ وجود مقدس و مبارک تھا' جسکو شریعت کے احیاء و تجدید اور کتاب و سنت کے مسلک قویم کے اعلان و حفظ کی خدمت درگاہ الٰہی سے سپرد ہوئی تھی' اور جسکی قربانی کو خدا نے اس فتنہ کے استیصال کیلیے روز ازل ہی سے چن لیا تھا - یعنی حضرۃ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جو فی الحقیقت تمام ائمۂ سلف میں اپنی مخصوص فضیلتوں کی بنا پر ایک ہی شخص ہیں' جنکو " امام اہل سنت و الجماعۃ " کے لقب سے پکارا جا سکتا ہے -

ہم اس مضمون کے دوسرے نمبر میں امام موصوف کی اس یادگار قربانی کا حال بہ تفصیل لکھینگے' یہاں صرف اسی قدر اشارہ کرکے ایک دوسرے واقعہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں -

(جـامع رصـافـہ)

اس واقعہ کے بعد ہی مصائب و محن کا ایک سیلاب امنڈ آیا' اور تمام بغداد کانپ اٹھا - علماء کے سامنے صرف دو ہی راہیں تھیں - یا اس چیز کا اقرار کریں جسکا اقرار شریعت نے انسے نہ کرایا' یا جلاد کی تلوار دیکھیں اور قید خانے کی زنجیروں سے ہم آغوش ہوں - بہتوں نے بغداد سے ہجرت کی' بہتوں نے گھر سے نکلنا بند کردیا' بہتوں کی عزلت گزینی یہاں تک بڑھی کہ جمعہ کی جماعت کی شرکت بھی ترک کردی - لیکن کسی کو اسکی جرأت نہیں ہوتی تھی کہ مامون الرشید کی سطوت و جلال کے مقابلے کیلیے اٹھے' اور اس جبر و قہر اور تسلط غیر شرعی سے آگے روکے -

مامون نے گذشتہ واقعات ہی پر قناعت نہ کی' بلکہ استبداد و جبر کا ایک قدم اور آگے بڑھایا - بغداد کی سب سے بڑی مسجد " جامع رصافہ " تھی جو رصافہ کے شرقی جانب واقع تھی' اور جسکا صحن ہمیشہ علماء ملت کے درس و مواعظ کی مجلسوں سے پر رہتا تھا - مامون نے حکم دیا کہ فقہاء و محدثین میں سے کوئی عالم مسجد میں درس نہ دے' اور نہ لوگوں کے مجمع میں بیٹھے - صرف بشر مریسی اور محمد بن جہم کیلیے یہ منصب مخصوص ہے جو اکابر معتزلہ' اور خلق قرآن کے دعاۃ میں سے تھے -

انہی دونوں شخصوں کے ہاتھ میں تمام فقہاء و محدثین کی موت و حیات کا رشتہ دیدیا تھا - جو عالم مسئلۂ خلق قرآن کی مخالفت میں ایک لفظ بھی زبان سے نکالتا تھا' پولیس اسے گرفتار کرلیتی تھی' اور انکے سامنے لیجاتی تھی - وہ جو حکم دیتے تھے اسکی معاً تعمیل کی جاتی تھی - علماء کا ایک بہت بڑا گروہ جو اپنے اندر سچائی کیلیے کاہ اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا تھا' بظاہر انکا ہم زبان بنگیا تھا' اور نفاق کے سپر پر انکی تلوار کو روکتا تھا -

یہ متوحش خبریں بہت جلد تمام عالم اسلامی میں پھیل گئیں' اور ہر شہر میں اسی فتنہ کا چرچا ہونے لگا -

(شیخ عبد العزیز الکنانی)

مکہ معظمہ میں اس وقت ایک عالم حق اور محدث عصر شیخ عبد العزیز بن یحیی کنانی تھے - انہوں نے جب اس فتنہ کا حال سنا اور مامون کے قہر و جبر' معتزلہ کے استیلاء' اور علماء کی خاموشی کی سرگذشتیں معلوم کیں' تو غیرت حق کے جوش اور امر بالمعروف کی روح ایمانی کے اضطراب سے بے اختیار ہوگئے' اور عزم بالجزم کرلیا کہ اس فتنہ کے انسداد کی راہ میں اپنی زندگی قربان کردینگے - وہ اپنے رسالہ میں (جو خاص طور پر اسی واقعہ کی نسبت لکھا ہے اور جسکا قلمی نسخہ جامع اموی دمشق کے کتب خانہ میں محفوظ ہے) لکھتے ہیں :

اتصـــل بی و انا بمکہ ما ابتلی بـہ النـــاس فـی بغـــداد و کیـف استطـال علیهـــم بشر المـریسی و لبس علی امیر المومنین و عامـۃ اولیائہ ' فاطـار نومی ' و خرجت من بلـــدی متوجهاً الی ربی' و اسأله سلامتی - حتی قدمت بغداد فشاهدت من غلظ الامر و امتـدادہ اضعاف ما کان یتصـــل بی -

میں مکہ میں تھا جب مجھکو بغداد کے واقعات معلوم ہوے کہ کس طرح مسلمان ایک سخت مصیبت میں مبتلا ہوگئے ہیں' اور کس طرح بشر مریسی انپر سختیاں کر رہا ہے' اور کس طرح امیر المومنین اور ارکان سلطنت پر اسکا داؤ چل گیا ہے - پس میں غفلت سے چونکا اور اپنے شہر سے نکلا - اللہ کی طرف میری نظر تھی اور اسی کے فضل و نصرۃ سے اپنی سلامتی کا خواستگار تھا - یہانتک کہ بغداد تک پہنچ گیا اور اپنی آنکھوں سے تمام حالت دیکھی - جھیجھر روشن ہوا کہ معاملہ اس سے بدرجہا زیادہ سخت و پر مصیبت ہے جتنا میں نے سنا تھا - انتہی :

ہم شیخ موصوف کے رسالے سے اس سفر حق اور جہاد امر بالمعروف کے واقعات نقل کرتے ہیں -

(ورود بغـــداد)

شیخ عبد العزیز بغداد پہنچے اور یہاں کے تمام حالات معلوم کیے - سب سے پہلا مرحلہ یہ تھا کہ وہ کسی طرح مامون الرشید کے دربار تک پہنچیں' اور اس مسئلہ کے متعلق امر بالمعروف

کا فرض ادا کریں - لیکن اسمیں بڑی ہی مشکلیں تھیں - ہر قدم پر اسکا خوف لگا تھا کہ کہیں مامون کے مقابلہ سے پہلے ہی گرفتار نہ کر لیے جائیں ' یا قتل کا فتوی نہ دیدیا جاے -

وہ اللہ کی طرف جھکے ' اس راہ میں اسکی نصرۃ غیبی سے مدد چاہی ' اور ایک خاص تدبیر کرکے جمعہ کے دن جامع رصافہ میں پہنچے - انکا چھوٹا سا لڑکا بھی انکے ساتھہ تھا -

(جامع رصافہ میں کلمۂ حق کا اعلان)

نماز جمعہ ابھی ختم ہی ہوئی تھی کہ لوگوں نے حیرت و تعجب کے ساتھہ ایک عجیب واقعہ دیکھا - ایک شخص جو اپنی صورت اور لباس سے مکہ کا باشندہ معلوم ہوتا ہے ' پہلی صف میں کھڑا ہوگیا ہے ' ایک چھوٹا سا بچہ اسکے بالمقابل ایک ستون سے پیٹھہ لگاے اسکی طرف نگراں ہے ' اور باواز بلند باہم سوال و جواب ہو رہا ہے :

اجنبی نے پکار کر پوچھا : " میرے بیٹے ! قرآن کی نسبت تو کیا کہتا ہے ؟ "

بچے نے پکار کر جواب دیا : " کلام اللہ ' منزل ' غیر مخلوق - اللہ کا کلام ' اتارا ہوا ' غیر مخلوق ! ! "

آہ ' یہ چند لفظ تھے جو ایک بچے کی زبان سے نکلے ' لیکن فی الحقیقت انہی کے اندر دعوۃ حق اور امر بالمعروف کی ایک کائنات ایمان مخفی تھی - یہ وہ صدا تھی جسکے لیے اس وقت بغداد کا ایک ایک ذرہ پیاسا تھا ' لیکن اسکی در و دیوار کو برسوں سے نصیب نہیں ہوئی تھی - صرف ایک بار اس جملہ کو کہدینا ہی وہ جہاد اعظم تھا ' جسکی فضیلت کے آگے ایک ہزار برس کی شب ہاے عبادت اور روزہاے صیام بھی کچھہ حقیقت نہیں رکھتے تھے !

اسلیے نہیں کہ خلق قرآن کا مسئلہ دعوۃ حق کی قوتوں کے خرچ کرنے کیلیے سب سے بڑا مصرف تھا ' اور اسلیے بھی نہیں کہ اس صدا کے ایک بار بلند ہوجانے سے وہ جیل خانے کھل جاسکتے تھے جنکے اندر علماء حق محبوس تھے ' اور وہ زنجیریں ٹوٹ جا سکتی تھیں جو امام احمد بن حنبل اور محمد بن نوح کے پاؤں میں پڑی تھیں ' بلکہ صرف اسلیے کہ جبر و استبداد غیر شرعی سے ایک کلمۂ حق کو کہنا جرم قرار دیدیا گیا تھا ' اور انسان کا ہاتھہ پکڑ رکھا تھا تاکہ خدا کی کھلی ہوئی زبانوں کو بند کردے - پس اس وقت زمین کے ہر اس بسنے والے پر جو خدا کو جانتا اور خدا کے رشتے کو اپنے دل میں رکھتا تھا ' فرض ہوگیا تھا کہ اس انسانی جبر کو توڑے ' اور خدا کی وفاداری کیلیے انسانی اطاعت سے سرکش ہوجاے -

اس وقت برسوں کے کاموں اور صدیوں کے ارادوں کی ضرورت نہ تھی ' بلکہ صرف ایک ہی مقدس لمحہ کی جسکے اندر صداے حق کی ایک نذر آواز بلند ہوجاے - اس ایک آواز کا بلند کردینا ہی اصلی کام تھا - اسکے بلند کردینے کے بعد یہ سوال نہیں کیا جاسکتا کہ اس نے کام کیا کیا؟ حق کا کہنا جب جرم ہوجاے تو حق کا کہدینا ہی سب سے بڑا کام ہے !

اگر شیخ عبد العزیز کنانی اسکے بعد ہی قتل کردیا جاتا ' جب بھی اسکے کام کی عظمت کا ایک ذرہ بھی نہ گھٹتا :

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جایر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : سب سے زیادہ فضیلت والا جہاد کلمۂ حق ہے جو کسی جابر پادشاہ کے مقابلہ میں کہا جاے -

(حاکم پولیس اور شیخ کی گفتگو)

اس سوال و جواب کی ایک ہی صدا نے تمام مسجد کے اندر تہلکہ مچادیا - لوگ حیرت سے دم بخود ہوگئے اور حیران ہوکر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے - بہت سے لوگ بھاگے کہ اب کوئی بڑی ہی مصیبت آنے والی ہے - لیکن شیخ عبد العزیز بے خوف و ہراس اپنی جگہ پر کھڑے رہے ' اور انکا لڑکا سامنے کے ستون سے ٹیک لگاے دوبارہ مختلف سوال تھا :

اتنے میں کوتوال شہر سپاہیوں کی ایک جماعت لیکر مسجد میں پہنچ گیا ' اور شیخ عبد العزیز اور انکے لڑکے کو گرفتار کرکے اپنے صیغہ کے رئیس اعلی کے دفتر میں لے گیا ' جسکو آجکل کی اصطلاح میں پولیس کمشنر کہنا چاہیے - اس وقت بغداد کا پولیس کمشنر عمرو بن مسعدہ تھا - دونوں میں حسب ذیل گفتگو ہوئی :

عمرو بن مسعدہ پولیس کمشنر : " کیا تم پاگل ہو ؟ "

شیخ عبد العزیز : " نہیں "

عمرو : کسی نے تمہیں بہکایا ہے ؟

شیخ : نہیں -

عمرو : خود کشی کرنا چاہتے ہو ؟

شیخ : نہیں - الحمد للہ میں صحیح العقل ہوں ' اپنے ہوش و حواس میں ہوں اور علم و معرفۃ رکھتا ہوں -

عمرو : کسی نے تم پر ظلم کیا ہے - تم مظلوم ہو ؟

شیخ : نہیں -

عمرو بن مسعدہ نے کوتوال سے کہا کہ اسے پوری نگرانی و حفاظت کے ساتھہ میرے مکان میں پہنچا دو - سپاہیوں کی جماعت نے شیخ کو گھیر لیا ' دو آدمیوں نے انکے دونوں ہاتھہ اپنے اپنے ہاتھوں میں لے لیے اور پولیس کمشنر کے مکان میں داخل ہوے -

عمرو بن مسعدہ (کمشنر پولیس) انسے پہلے ہی مکان پہنچ گیا تھا ' اور صحن میں ایک آہنی کرسی پر بیٹھا تھا - ایک نہایت ہی مکلف اور مطلا افسر پولیس کی وردی اسکے جسم پر تھی (۱) شیخ کو اپنے سامنے کھڑا کرکے اس نے مزید تحقیق شروع کی :

عمرو : تم کہاں کے رہنے والے ہو ؟

شیخ : مکہ معظمہ کا -

عمرو : آج مسجد میں تمنے جو کچھہ کیا اس سے تمہارا مقصد کیا تھا ؟

شیخ : طلبت القربۃ الی اللہ و رجاء الزلفی لدیہ ! (اللہ کے قرب کی طلب ' اور اس کے رضا کی امید !)

عمرو : نہیں ' تمہارا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے ذریعہ شہرت حاصل کرو ' اور چونکہ تم اسکے نتائج سے ناواقف ہو اسلیے حماقت سے سمجھتے ہو کہ یہ شہرت وسیلۂ رزق ہو جائیگی ' اور لوگوں سے مال و دولت لوٹ سکونگا -

شیخ : اگر اعلان حق کے سوا اور کوئی خیال میرے سامنے تھا ' تو وہ صرف یہ تھا کہ کسی طرح امیر المومنین کے حضور تک پہنچوں ' اور انکی موجودگی میں اس مسئلہ کی نسبت مدعیان خلق قرآن سے مناظرہ کروں -

عمرو : سبحان اللہ ! اسکی بھی آپکو جرأت ہے ؟

شیخ : تم کو میری خواہش پر تعجب کرنے اور حقارت کی نظر ڈالنے کا کوئی حق نہیں - تم امیر المومنین کو سب سے بڑا سمجھتے ہوگے ' مگر میں خدا کو سب سے بڑا یقین کرتا ہوں !

عمرو : اچھا ' یہی سہی ' پھر کیا تم طیار ہو کہ امیر المومنین کے دربار میں اس عقیدہ کو ظاہر کرو اور علماء سے مناظرہ کرو ؟

شیخ : الحمد للہ ' اللہ کی مدد سے بالکل طیار ہوں - صرف یہی ایک چیز ہے جس نے مجھے یہاں تک پہنچایا ' اور میں نے دیدہ و دانستہ ایک ایسے شدید خطرہ میں اپنے آپکو اور اپنے عزیز بچے کی جان کو فدا کردیا ؛ خدا کی مقدس کتاب کی عزت برباد ہورہی ہے ' اور اسکی نسبت اس بات کا اقرار کیا جارہا ہے جسکا اقرار

(۱) شیخ عبد العزیز نے اپنے رسالہ میں یہاں " شواز " کا لفظ لکھا ہے - شواز سے مقصود وہ خاص لباس ہے جو اس زمانے کے افسران فوج و پولیس کی سرکاری وردی ہوتی تھی -

خدا اور اسکے رسول نے نہیں کیا - مسلمانوں کی زبانوں کو خدا نے کھولا ہے' مگر تم بند کر رہے ہو' اور بغیر کسی جرم و قصور کے بندگان خدا طرح طرح کی تکلیفوں میں مبتلا کر رہے ہیں - پس میں علم رکھتا ہوں' جو شریعت کی معرفت خدا نے عطا فرمائی ہے' میرا فرض ہے کہ اس فتنہ کے انسداد کی کوشش کروں - نتیجہ اللہ کے ہاتھ میں ہے -

عمرو : اچھی بات ہے - تم امیر المومنین کے دربار تک پہنچا دیے جاؤگے' لیکن اگر وہاں پہنچکر تم نے اپنا کوئی اور مقصد ظاہر کیا اور ثابت ہوگیا کہ اس مسئلہ کا اظہار محض ایک بہانہ تھا تو پھر؟

اس مسئلہ کے خلاف بحث کرنے کیلیے دربار میں جانا اسوقت ایک ایسی عجیب بات تھی کہ کسی طرح عمرو بن مسعدہ کو اسکا یقین نہیں آتا تھا - وہ سمجھتا تھا کہ کوئی اور ذاتی مقصد ہے - دربار تک پہنچنے کیلیے اس مسئلہ کو وسیلہ بنا لیا ہے -)

شیخ : اگر ایسا ہوا تو میرا خون تمہارے لیے حلال ہے -

عمرو : تمہارے خون کے حرام ہونے میں تو مجھے اب بھی شبہ ہے' جبکہ تم امیر المومنین کے حکم کی علانیہ مسجد میں توہین کرچکے ہو -

شیخ : حکم صرف خدا اور اسکے قرآن کا ہے -

عمرو بن مسعدہ نے گھوڑا طلب کیا' اور کوتوال سے کہا کہ میں دربار کی طرف جاتا ہوں' تم شیخ اور اسکے لڑکے کو سپاہیوں کے حلقہ میں لیکر پیچھے پیچھے آؤ -

شہر کی تمام خلقت ان عجیب و غریب باپ بیٹوں کو حیرت اور افسوس کی نظروں سے دیکھہ رہی تھی' جنھوں نے موت کی تلاش میں بغداد کا سفر کیا تھا' اور اب اسکے منہہ میں بیخوف و خطر جا رہے تھے !

راہ میں انہوں نے لوگوں کی آوازیں سنیں جو کہہ رہے تھے :

" دارالخلافۃ میں باہر کے مسافر زندگی اور راحت کیلیے آتے ہیں' لیکن انہوں نے موت کے عشق میں اپنا گھر چھوڑا "

کیا واقعی ان دونوں نے موت کیلیے اپنے وطن عزیز کو چھوڑا تھا؟

ہاں' مگر اُس موت کیلیے جو تمام اُمۃ مرحومہ کو استبداد کی موت سے نجات دلاکر حریت حقہ کی زندگی بخشنے والی تھی ؟

بل احیاء و لکن لا یشعرون !

قصر شاہی بغداد کے شرقی حصہ میں تھا - یہ مجمع دجلہ کو عبور کرکے ایوان خلافت تک پہنچا' اور عمرو بن مسعدہ شیخ کو کوتوال کی حفاظت میں چھوڑکر خود اندر گیا - کچھہ عرصہ کے بعد واپس آکر شیخ سے کہا :

" میں نے تمہارا حال امیر المومنین کی خدمت میں عرض کردیا کہ تم مسئلہ خلق قرآن کی نسبت ان علماء دار الخلافۃ سے مناظرہ کرنا چاہتے ہو جو خلق کے قائل ہیں - امیر المومنین نے اسے منظور فرمایا - پیر کے دن مجلس مناظرہ منعقد ہوگی' امیر المومنین خود بہ نفس نفیس شریک مجلس ہونگے - اگر پیر تک کیلیے کسی شخص کو اپنی ضمانت میں پیش کرو تو تمہیں رہا کردیا جائے "

شیخ نے کہا : " میں مسافر ہوں' کسی شخص سے یہاں جان پہچان نہیں رکھتا کہ اسکی ضمانت پیش کرسکوں' علی الخصوص ایسی حالت میں کہ ایک شاہی مجرم ہوں' میرے لیے کسے پڑی ہے کہ اپنی جان مصیبت میں ڈالیگا ؟ "

عمرو نے کہا : " خیر' ہم تم پر اعتماد کرتے ہیں - جب تم اپنے عقیدے میں ایک خیال کو حق سمجھکر اسکے لیے ایسی پرخطر جرأت کررہے ہو' تو یقیناً تم جھوٹ نہیں بول سکتے - تم جاؤ اور اپنے معاملہ پر غور کرو - اگر اب بھی تم اس جنون سے باز آجاؤ تو تمہاری مسافرت پر رحم کرکے امید ہے کہ امیر المومنین تمہاری کل کی جرأت کو معاف کردیں "

جرأت حق کی پہلی برکت اور خدا کی نصرۃ کا پہلا نظارہ دیکھو کہ افسر شاہی جو اسلیے تھا کہ شیخ کو سزا دے' خود بخود اسپر اعتماد کرتا ہے اور بغیر کسی کی ضمانت لیے رہا کردیتا ہے :

ان تنصروا اللہ' ینصرکم - (اگر تم خدا کے کلمۂ حق کی مدد کروگے تو خدا بھی تمہاری مدد کریگا)

(مناظـــرہ کے دن)

مامون الرشید نے تمام علماء دار الخلافۃ کو پیر کے دن دربار شاہی میں حاضر ہونے کا حکم دیدیا - شیخ عبد العزیز پیر کے دن قصر شاہی میں حاضر ہوے تو کوتوال کو اپنا منتظر پایا - وہ عمرو بن مسعدہ کے سامنے لے گیا' عمرو نے دیکھتے ہی کہا :

" امید ہے کہ اب تمہیں عقل آگئی ہوگی' اور تم اس جنون سے باز آگئے ہوگے جسکا نتیجہ قتل کے سوا اور کچھہ نہیں ہے - تم امیر المومنین کے حکم و عقیدے کی اس سختی سے مخالفت کرنا چاہتے ہو - اسکا نتیجہ تلوار کے سوا اور کچھہ نہ دیکھوگے - اب بھی اس حماقت سے باز آجاؤ تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ معافی دلا دونگا - نیز شاہی انعام و اکرام اور جاگیر و ریاست سے تم مالا مال کردیے جاؤ گے کیونکہ تمہارے اندر شجاعت کا جوہر موجود ہے "

لیکن شیخ عبد العزیز کیلیے یہ تمام باتیں بے سود تھیں - انہوں نے کہا : " حق مظلوم ہوگیا ہے - میں اسے پھر قائم کرنا چاہتا ہوں - مجھے جب اپنی زندگی کی پروا نہیں تو مال و جاگیر کا ذکر کیا کرتے ہو؟ "

بـرو ایں دام بـر مـرغ دگـر نـه
که عنقـا را بلنـد ست آشیـانـه !

عمرو جوش تاسف سے کھڑا ہوگیا اور کہا : " افسوس تمہاری غربت پر اور صد افسوس تمہارے بچے کی یتیمی اور تمہاری بیوی کی بیوگی پر ! میں تمہیں ہلاکت سے نکالنے کی کوشش کررہا ہوں مگر تم ہلاکت کے عشق میں دیوانے ہو رہے ہو "!

شیخ کی روح حق سے صداے یقین اٹھی : " اللہ کی وہ نصرۃ و اعانت جو صرف حق اور خدمت گذاران حق کیلیے ہے مجھے کبھی نہیں بھلا سکتی' اور اگر میرے لیے اللہ نے اپنی راہ میں موت ہی لکھدی ہے تو یہ شہادت ہے' پھر شہادت سے بڑھکر اور کونسی نعمت ہو سکتی ہے جسکا ایک مومن کو عشق ہو ؟ "

عمرو نے جب دیکھا کہ سمجھانا بیکار ہے' تو مصیبت ختم کردی اور مامون الرشید کو اُسکے آنے اور آمادہ مناظرہ ہونے کی اطلاع دی - پھر شیخ کو ایک جگہ بٹھادیا جہاں سے وہ تمام آنے والے لوگوں کو دیکھہ سکے' اور کہا کہ اجتماع کی تکمیل کے بعد تم حضرت شاہی میں طلب کیے جاؤ گے -

شیخ اپنے رسالے میں لکھتے ہیں کہ عمرو کو میری ہلاکت کا اسدرجہ یقین تھا کہ باوجود میری طرف سے مایوس ہونے کے ضبط نہ کر سکا' اور آخر میں پھر نصیحت کی :

قـد حـرصـت علی خلاصك جهدی' و انت حـریـص علی سفك دماك جهدك ! فقلت: یا عمرو ! معونة الله اعظم والطف من ان ینساني و من یتوکل علی الله فهو حسبه !

میں نے تمہاری نجات و سلامتی کیلیے وہاں تک کوشش کی جہاں تک میرے امکان میں تھا' مگر افسوس کہ تم اپنا خون بہانے کیلیے حریص ہو اور اسکے لیے اپنی پوری قوۃ سعی صرف کر رہے ہو - میں نے کہا : اے عمرو ! اللہ کی اعانت اس سے زیادہ بڑی اور مہربانی زمانے والی ہے کہ مجھے بچالاوے' اور جس نے اللہ پر بھروسہ کیا' اسکو خدا بس کرتا ہے !

[لها بقیۃ صالحه]

تربیت عسکریہ
اور
قرآن حکیم

انسان نہایت سرکش اور متمرد ہے ' اوس نے بارہا حقوق الہي میں دست اندازي کي ہے ' اوسکي عظمت و جبروت کے سراپردۂ جلال کو چاک چاک کرنا چاہا ہے ' اوسکے دامن توحید پر چنگل مارا ہے ' اور پتھروں بلکہ کنکریوں تک کو اوسکا شریک بنا دیا ہے -

اوس نے خدا کي پاکي و قدوسیت کو بھي اپنے انساني جذبات کے ساتھہ ملوث کرنا چاہا ' اور اوسکے صالح بندوں کو اوسکا بیٹا بنایا : سبحانہ و تعالی عما یقولون علوا کبیرا (۱۷ :)

اوس نے کبھي کبھي غرور و تکبر کے گھمنڈ میں آکر خود اپنا نسب نامہ بھي خدا کے ساتھہ جوڑ دیا ہے ' اور اسطرح اپنے خاندان کو تمام دنیا سے اونچا کرنا چاہا ہے ! تعالی اللہ عما یشرکون !

اوس نے خدا کے بھیجے ہوے پیغمبروں کو ساحر ' مجنوں ' پاگل اور دیوانہ کہا ہے ' اونکو طرح طرح کي اذیتیں دي ہیں ' اونکے ساتھہ ہر موقع پر گستاخي کي ہے ' بلکہ کبھي کبھي خدا کے ان صالح بندوں کو قتل بھي کردیا ہے -

لیکن اس سرکش انسان کا خون اس قدر گراں قیمت اور بیش بہا ہے کہ اس تمرد و طغیان پر بھي خدا نے اوسکي حرمت کو قائم رکھا - لیکن جب سرکشي و عصیان نے بہت زیادہ سر اوٹھا یا ' اور خدا کے دائرۂ عفو و کرم کے حدود سے آگے بڑھگئي ' تو قانون تعذیب الہي کو بھي حرکت ہوئي ' اور خدا نے ظالم قوموں پر اپني عظیم الشان مخلوقات کو مسلط کردیا - اُنھوں نے اوسکو بد اعمالیوں کي پوري پوري سزا دي - ثمود کو زمین نے پیس کر غبار بنا دیا ' عاد کو ہوا کے جھونکے خس و خاشاک کي طرح اوڑا لیگئے ' قوم نوح کو طوفان کا ریلا تنکے کي طرح بہا لیگیا ! و کذالک اخذ ربک اذا اخذ القری وھي ظالمۃ ' ان اخذہ الیم شدید ! (۱۱ :)

(حقوق العباد)

لیکن با اینہمہ خدا نے اپنے حقوق کي حفاظت و احترام کیلیے کبھي بھي ایک قطرہ خون نہیں بہایا - خدا نے دنیا کي بڑي بڑي متمرد قوموں کو مٹا دیا ' اونکي نسل فنا کردي ' اونکي یادگاروں کو برباد کردیا ' لیکن وہ جس سر زمین پر آباد تھے ' اوسکے دامن پر خون کا ایک دھبہ بھي نظر نہیں آیا -

البتہ جب انسان نے حقوق الہي کے حدود سے بھي آگے قدم بڑھایا ' اور خود اپنے بھائیوں کے فطري حقوق کو پامال کرنا چاہا ' اونکے ملک چھین لیے ' اونکي آزادي و خود مختاري سلب کرلي ' اونکے بچوں کي آزادانہ نشو و نما روکدي ' انکي زمینوں پر اپنے عیش و نشاط کے محل تعمیر کیے ' انکے جسم سے نکلے ہوے پسینے اور گردنوں سے بہے ہوے خون سے اپني تشنگي ظلم کو تسکین دي ' اور بڑي قوم ' ملک کو اپني قومي سیادت و عظمت کیلیے ایک آلۂ بیجان بنا لیا تا کہ اپني قدرتي حرکت کو چھوڑ کر صرف اونہي کے اشاروں پر حرکت کریں ' تو اس وقت خدا نے بھي اپنے شکنجۂ عذاب کو پہلے سے زیادہ سخت کیا ' اور جو سیاست الہي پہلے سے قائم تھي ' اوسکا رنگ بالکل بدل گیا - پہلے سیاست ربانی کا منصب صرف آسمان و زمین اور ابر و دریا کو حاصل تھا ' جنکي عذاب کي چکي چند لمحوں کے اندر قوم کي قوم کو پیس ڈالتي تھي ' مگر اب یہ خدمت خود انسان ھي کو ' بلکہ صرف انسان کے ہاتھہ کي دس انگلیوں کو سپرد کردي گئي - انسان جب تک خدا کے حقوق کو پامال کر رہا تھا ' خدا اپني عظیم الشان مخلوقات کے ذریعہ سے اونکو عذاب دیتا تھا - اب خود انسان کے حقوق روندے جارہے تھے ' اسلیے خدا نے بھي انسانیۃ کي عزت و احترام کو قائم رکھنے کیلیے خود انسان ھي کو کھڑا کردیا !

زمانہ وحشت میں انسان نے کتنے انسانوں کے حقوق پامال کیے ہونگے ؟ کتنے انسانوں کو قتل کردیا ہوگا ؟ کتنے بچے ذبح کردیے ہونگے ؟ کتنے عورتوں کے سر سے چادر عصمت اوتار لي ہوگي ؟ ان حقوق کے تحفظ کیلیے تلواریں بھي چمکي ہونگي ' نیزوں نے بھي اپني روانی دکھائي ہوگي ' کمانوں کي چرچراہٹ کي آواز سے بھي وحشت کدۂ عالم گونج اٹھا ہوگا ' لیکن تاریخ نے ان واقعات کو یاد نہیں رکھا ' وہ اسوقت موجود نہ تھي - اسلیے وہ بھي ان قوموں کے ساتھہ جنگل کے تاریک گوشوں اور پہاڑوں کے تنگ غاروں میں گم ہوگئي - البتہ زمانۂ تمدن کي تاریخ نے اس قسم کے سیکڑوں واقعات کو اب تک ازبر رکھا ہے ' اور اس آموختہ کے یاد کرنے میں سب سے زیادہ زبان تیغ نے مدد دي ہے - خون کے دھبوں نے اونکے نقوش رنگین کو کبھي مٹنے نہ دیا -

(DIVIDE AND RULE.)

تربیت عسکري کیلیے پہلي چیز ایک متحدہ قومیت کا پیدا ہونا ہے - محض انسانوں کي ایک بھیڑ سے متمدن فوج نہیں بن سکتي جب تک کہ قومیت کي روح ایک متحد جماعت پیدا نہ کردے - باھمي اتفاق و اتحاد کي زنجیریں سب کے پاؤں میں ہوں ' کسي ایک مقصد کے عشق اور ایک حکم کي اطاعت میں سب کے سب ایک بن جائیں - یہي وجہ ہے کہ جو حکومتیں اپنے جبر و استبداد کے قائم کرنے کیلیے کسي قوم کے سپاھیانہ جذبات کو فنا کرنا چاھتي ہیں ' وہ سب سے پہلے سیاسي فریب و دسائس کے ذریعہ اوس میں پھوٹ ' نفاق ' بغض ' کینہ ' اور باھمي انتقام کے جذبات خبیثہ پیدا کرکے اونکي جمعیت کو توڑ دیتي ہیں ' اور اسطرح رفتہ رفتہ اونکي قومیت فنا ہو جاتي ہے -

لیکن اس خدع و فریب کي ضرورت اسوقت ہوتي ہے ' جب قوم میں کچھہ لوگ بیدار دماغ ' متحرک اعصاب ' اور مضطرب دل رکھتے ہوں ' اور سیاست کي چھپي ہوئي چالوں کے زہر آلود اثر سے متاثر ہوتے رہتے ہوں - لیکن جب کوئي قوم دل و دماغ کھوکر

اپنے سر چشمۂ احساس کو بالکل فنا کردیتي هے ' تو پھر ان فریب کاریوں کي ضرورت هي نہیں هوتي ' بلکہ سر بازار تلوار سے اوسکے نقش وجود کو حرف غلط کي طرح مٹا دیا جاتا هے -

دنیا کي ملکي تاریخیں اس قسم کي بہت سي مثلیں هوئي قوموں کو نمایاں کرسکتي هیں ' لیکن مذهبي تاریخ واقعات میں تسلسل و نظام اور ترتیب نہیں ڈهونڈهتي - وہ دنیا کو محض عبرت کا افسانہ سناتي هے - اسلیے وہ صرف ایک اهم اور کثیر النتائج واقعہ کا انتخاب کرلیتي هے ' جو تمام دنیا کیلیے مجموعہ عبرت هوتا هے ' اور اسکو بار بار دنیا کے آگے پیش کرتي رهتي هے - اس اصول کي بنا پر اوس نے همکو صرف فرعون کے مظالم کي داستان سنائي هے ' جسکا انتہائي ظلم و عدوان یہ تھا کہ وہ اپني اجنبي رعایا کے اندر پھوٹ اور نااتفاقي ڈالکر حکومت کرتا تھا اور ایک گروہ کو ضعیف اور دوسرے کو قوي رکھتا تھا :

ان فرعون علا فی الارض و جعل اهلہا شیعا یستضعف طائفۃ منهم - (۳ : ۲۸)	فرعون نے خدا کي زمین میں بہت سر اوٹھایا ' اور اوسکے رهنے والوں میں پھوٹ ڈالکر اُنکو گروہ درگروہ کردیا - و ان میں سے ایک جماعت کو کمزور رکھتا اور ابھرنے نہ دیتا -

مذهبي حکومتوں کے سوا ظلم هر دنیوي سلطنت کا مایہ خمیر هے ' اور باوجود مختلف قسم کے مظالم کے وہ اپني زندگي کے دن پورے کرلیتي هیں جو خدا کے اونکے لیے مقرر کردیے هیں - لیکن جب کوئي سلطنت ظلم کو اس انتہائي درجہ تک پہونچادیتي هے کہ انساني حقوق کا کوئي ٹھکانا نہیں رهتا تو یہ اوسکي زندگي کا آخري دن هوتا هے - اسوقت اوسکا تاج و تخت اوٹھا دیا جاتا هے ' اور وہ صفحۂ هستي سے حرف غلط کي طرح مٹا دي جاتي هے -

آج بھي هم دیکھہ رهے هیں کہ خدا کا یہ قانون کس طرح کام کر رها هے ؟

(ظلم کي موت هي سے عدل پیدا هوتا هے)

لیکن دنیا پر یکے بعد دیگرے همیشہ متضاد قوتوں نے حکومت کي هے ' رات کے جانے کے بعد همیشہ دن جلوہ گر هوا هے ' تاریکي کے بعد همیشہ روشني چمکي هے ' سیاهي کے بعد همیشہ سفیدي نے ظہور کیا هے - یہي حال حکومتوں اور سلطنتوں کا بھي هے - جب ایک ظالم حکومت مٹتي هے تو اُسکي جگہ اوسیوقت ایک عادل سلطنت قائم هو جاتي هے - ظلم کا جانا هي عدل کے ظہور کا پیام هے ' اور رات اگر ختم هوگئي هے تو اسکے یہي معني هیں کہ دن آ گیا -

جب جابرانہ قوموں کي قوت فنا هو جاتي هے ' تو ایک عادلانہ نظام قائم هوجاتا هے - فرعون کي جابرانہ سلطنت کا زوال ایک دوسري قوم کي عادلانہ حکومت کا مقدمہ تھا ' اسلیے خدا نے فرعونیوں کي هلاکت کے ساتھہ هي عدل الہي کے قیام کا بھي مژدہ سنا دیا :

و نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلهم ائمۃ و نجعلهم الوارثین و نمکن لهم فی الارض و نری فرعون و هامان و جنودهما منهم ما کانوا یحذرون (۴ : ۲۸)	اور هم اپنے دائمي قانون عدل کي بنا پر چاهتے هیں کہ جو لوگ هماري زمین میں کمزور بنا کر ایک مدت تک رکھے گئے هیں ' اون پر احسان کریں ' اور اونکو دنیا کي پیشوائي عطا فرمائیں ' بڑي بڑي طاقتور قوموں کے تاج و تخت کے وهي وارث هوں ' اور انکي پادشاهت زمین پر قائم هوجاے - فرعون و هامان اور انکي حکمران قوم کو انکے طرف سے جس چیز کا کھٹکا تھا اور جسکے لیے وہ اُنہیں کمزور رکھتے تھے ' وهي انکے سامنے لائینگے !

(انقـلاب قوۃ و ضعف)

یہ تو سلطنت فرعوني کے انقلاب کي سرگذشت تھي ' لیکن غور کرو کہ اس آیۃ کریمہ کے اندر قران حکیم نے کس طرح اپنے ایک قانون الہي کي خبر دیدي هے ؟ وہ بتلاتا هے کہ دنیا قوت کے جاہ و جلال کي نمایش گاہ هے ' اور کمزوروں کي هلاکت کا مقتل هے - طاقتور قومیں کمزوروں کو اپنا غلام و محکوم بناتي هیں ' ان میں پھوٹ اور اختلاف ڈالتي هیں ' انکے مختلف فرقوں اور مختلف گروهوں کو باهم ملنے نہیں دیتیں ' کیونکہ اگر وہ ملکر ایک هوجائیں تو پھر کمزور نہ رهیں اور اتفاق و یگانگت کي طاقت اعلیٰ ظالموں کا تخت و تاج اوٹھا دے - یہي حال مصر میں بنو اسرائیل کا تھا -

لیکن اسکے ساتھہ هي دنیا کا ایک مستقل قانون بھي هے ' اور خدا کے زبردست هاتھہ کي گاہ گاہ چمک جانے والي حرکت بھي هوتي هے - جب ظلم اور طاقت کے شیطان کا غرور حد سے بڑھجاتا هے تو ایسا بھي هوتا هے کہ دنیا طاقت والوں کي جگہ کمزوروں کا گھر بنا دي جاتي هے ' اور وهي زمین جو کمزوروں کیلیے قتل گاہ تھي ' طاقت والوں کي تباهي و هلاکت کا تماشا گاہ بن جاتي هے - پس اُس دن چھوٹے بڑے کیے جاتے هیں ' اور بڑوں کو چھوٹا بنایا جاتا هے - وہ کہ کمزور کردیے گئے تھے ' وہ کہ بیکس اور بے نوا تھے ' وہ کہ صرف رونے ' ماتم کرنے ' بے بسي کي چیخیں مارنے ' اور لٹنے لٹانے کیلیے تھے ' وقت آتا هے کہ احسان الہي کے سزاوار ٹھہرتے هیں ' اور کمزوري کي جگہ طاقت کیلیے ' بیکسي کي جگہ فرمانروائي کیلیے ' رونے کي جگہ خوشیوں کیلیے ' ماتم کي جگہ عیش و کامراني کیلیے ' اور لٹنے کي جگہ لوٹنے کیلیے ' تمام عالم میں نمایاں هو جاتے هیں - قوۃ فرعوني کي جگہ قوۃ موسوي کي تلوار اُن کي آن میں دنیا کو پلٹ دیتي هے ' اور صدیوں کي گري هوئي قومیں پھر جاہ و جلال رباني کے ظہور و قیام کیلیے دنیا کي وارث اور خلیفہ بنا دي جاتي هیں !

(تربیت عسکـري)

لیکن جسطرح تلوار کي آخري حرکت کسي سلطنت کي شہرگ کو کاٹ دیتي هے ' اوسي طرح اوسکي پہلي جنبش نظام حکومت کو قائم بھي کردیتي هے - حکومت سیاست کا سر چشمہ هے ' اور سیاست کي پیاس همیشہ تلوار هي کے پاني سے بجھتي هے - خدا تعالی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے تاج و تخت اوٹھنے اور بنو اسرائیل کي حکومت قائم کرنے کیلیے ایک تیغ برهنہ کي صورت میں نمایاں کرنا چاهتا تھا ' اسلیے دیکھو کہ کس طرح اونکو بچپن هي سے میدان جنگ کے شدائد و مصائب برداشت کرنے کا خوگر بنایا ' اور طرح طرح کي آزمایشوں میں ڈالدیا ؟ ابھي اُنھوں نے دنیا میں پہلا هي قدم رکھا تھا کہ ماں کے آغوش محبت سے جدا هوگئے ' اور جس آغوش کي محبت سے زمین پر رینگنے والے کیڑے بھي محروم نہیں رهتے ' اللہ کي معلمانہ مشیت نے اپنے رسول اولوالعزم کو اس سے محروم کردیا - دریاے نیل کي طوفان خیز موجوں کي آغوش میں اُنھیں ڈالدیا گیا کہ ایک دن دریا کے طوفان هي میں سے انکو اپني راہ نکالني تھي :

و اوحینا الی ام موسی ان ارضعیہ فاذا خفت علیہ فالقیہ في الیم و لا تخافي و لا تحزني انا رادوہ الیك و جاعلوہ من المرسلین (۶ : ۲۸)	اور هم نے موسیٰ کي ماں کے دل میں یہ بات ڈالدي کہ اوسکو دودھ پلاے ' اور اگر فرعون کے ظلم کیوجہ سے اوسکي جان کا خوف هو ' تو دریا میں ڈالدے - اور کسي قسم کا خوف یا غم نہ کرے ' هم پھر اسکي گود میں اسکے لخت جگر کو واپس کردینگے ' اور اسکو اپنا پیغمبر بنالینگے -

حضرۃ موسیٰ کي والدہ نے اپنے لخت جگر کو دریا کي لہروں کي آغوش میں ڈالدیا - لیکن نیل کي لہریں اس امانت مقدس

کو اور کہیں نہیں لے گئیں ' اُسي کے محل تک بحفاظت پہنچا دیا جسکے سر غرور کو کچلنے کیلیے ایک دن یہ شیر خوار بچہ اُٹھنے والا تھا - پھر محل فرعوني کي عورتوں کو اُنپر مہربان کردیا ' اُنھوں نے اپنے بچوں کي طرح خاص شاهي محل کے اندر پرورش کي ' اور اُنکي والدہ هي اُنکي دایہ قرار پائیں - اسمیں الله کي بڑي مصلحت یہ تھي کہ حضرۃ موسی کي پرورش شاهي محل میں هوکي تو پادشاهوں کے جاہ و جلال باطل کا رعب اُنکے دل سے نکل جائیگا ' اور بچپن هي سے شاهانہ زندگي ' سیاست و ملک داري کے طریقے ' اور ظالمانہ حکومتوں کے تمام اسرار و خفایا اُن پر منکشف هوجائینگے -

فالتقطه آل فرعون ليكون لهم عدوا و حزنا - ان فرعون و هامان و جنودهما كانوا خطئين (۷ : ۲۸)

پھر اوسکو آل فرعون نے دریا سے نکال لیا ' اور اس بچے کو پرورش کیا تاکہ آگے چلکر وہ اونکا دشمن اور سرمایہ رنج و غم بنے - بے شک فرعون ' هامان ' اور اونکا لشکر غلطي پر تھا - جبکہ اپنے دشمن کو اپنے گھر کے اندر پالرہا تھا !

(آغاز کار)

اسکے بعد آزمائش و ابتلاء کے متعدد موقعے پیش آے - اونھوں نے ایک ظالم شخص کو عین حالت ظلم میں قتل کردیا :

و دخل المدينة على حين غفلة من اهلها ' فوجد فيها رجلين يقتتلن : هذا من شيعته و هذا من عدوه - فاستغاثه الذي من شيعته على الذي من عدوه ' فوكزه موسى فقضى عليه - قال هذا من عمل الشيطان انه عدو مضل مبين ! (۱۴ : ۲۸)

اور جب کہ تمام لوگ غافل تھے موسی شہر میں آے ' اور اوسمیں دو آدمیوں کو جھگڑتے هوے دیکھا ' اون میں ایک آدمي اونکي قوم کا تھا ' اور دوسرا اونکے دشمن کے گروہ کا - موسی کو دیکھکر اونکي قوم کے آدمي نے دشمن کے ظلم کي فریاد کي ' اور موسی نے اوسکو ایک ایسا گھونسا مارا کہ وہ مرگیا - یہ حال دیکھکر وہ گھبراے کہ شیطان نے مجھے مصیبت میں پھنسا دیا - بے شک شیطان گمراہ کن دشمن هے -

اب خدا نے ظلم و فساد اور انساني عبودیت و غلامي کي سر زمین سے اونکو دور کرنا چاها ' کیونکہ ضرورت تھي کہ وہ کسي آزاد مقام پر رهکر آنے والے وقت کیلیے طیار هو جائیں - پس وہ نکلے اور ایک طرف خدا کي رهنمائي کے سہارے پر چل کھڑے هوے :

و لما توجه تلقاء مدين قال عسى ربي ان يهديني سواء السبيل - (۲۱ :۲۸)

جب موسی مصر سے نکل کر مدین کي طرف روانہ هوے ' تو کہا کہ خدا مجھکو ضرور سیدھا راستہ دکھائیگا -

(درسگاہ مدین)

خدا نے اونکي رهنمائي کي ' اور بخط مستقیم اونکو اپنے ایک صالح بندے کي آغوش تربیت میں ڈالدیا - وهاں اونھوں نے کامل آٹھ سال تک آزادي کي هوا میں اپنے جذبات حقہ و قواء صالحہ کو نشو و نما دي - پھر جب پلٹے تو فرعون کے تاج و تخت اولٹنے کیلیے تمام ساز و سامان نصرۃ سے مسلح تھے :

و ان الق عصاك فلما راها تهتز كانها جان ولى مدبرا و لم يعقب - يموسى اقبل و لا تخف ' انك من الامنين - اسلك يدك في جيبك تخرج بيضاء من غير سوء ' و اضمم اليك جناحك من الرهب فتلك برهانان من ربك الى فرعون و ملائه انهم كانوا قوما فاسقين - (۳۱ : ۲۸)

اور هم نے موسی کو حکم دیا کہ اپني لاٹھي کو پھینک دو ' موسی نے اپنے هاتھ سے عصا پھینک دیا ' لیکن جب دیکھا کہ وہ سانپ کي طرح حرکت کر رها هے ' تو پشت پھیر کر بھاگے ' اور پھر اوس طرف رخ نہ کیا - هم نے کہا اے موسی ! آگے بڑھو ' مطلق خوف نہ کھاؤ تم محفوظ رهوگے ' پھر هم نے حکم دیا کہ اپنے هاتھہ کو گریبان میں ڈالو ' وہ چمکتا هوا نکلیگا تمھارے خدا کي طرف سے فرعون اور اوسکے ارکان سلطنت کیلیے یہ دو نشانیاں دیگئي هیں -

(سپہ سالار جنگ)

فوج کي تنظیم و ترتیب کیلیے جس سپہ سالار کي ضرورت تھي وہ تمام آلات حرب سے مسلح هوگیا ' لیکن وہ جن لوگوں سے اپني فوج کو مرتب کرنا چاهتا تھا ' وہ خود گرفتار زندان مصیبت تھے ' اسلیے اوس نے اپنا پہلا مطالبہ جو فرعوني گورنمنٹ سے ادا ' وہ اسي فوج کي رهائي کا مطالبہ تھا :

ان ارسلي معي عباد الله اني لكم رسول امين (۱۷ : ۴۴)

خدا کے ان بندوں کو میرے حوالے کردو ' میں تمھارے پاس ایک امانت دار پیغمبر بن کے آیا هوں -

(داخلي تبلیغ)

لیکن فرعون نے جیسا کہ تمام ظالم بادشاهوں کا طریقہ هے ' اونکے اس الهي مطالبہ کو رد کردیا - پس ضرور هوا کہ اب کچھہ دنوں تک مصر هي میں رهکر بنو اسرائیل کي تربیت و تعلیم کا انتظام کیا جاے ' اور صدیوں کي محکومي و غلامي نے جس درجہ انکے فوجي قوی کو معطل کر دیا هے ' اسي درجہ کي قوي و موثر تعلیم کے ذریعہ انمیں حریت و استقلال کے عزائم پیدا کیے جائیں -

پس حکم الهي کے مطابق حضرۃ موسی علیہ السلام اپني دعوۃ کي داخلي تبلیغ میں مشغول هوگئے اور بني اسرائیل کو آنے والے وقت کیلیے طیار کرنا شروع کردیا - اس طیاري کا طریقہ اور اسکے اصول جو قران حکیم نے بتلاے هیں ' هم دسري دوسري صحبت میں انکي طرف متوجہ هونگے -

(پہلي فوجي نمایش) ،

جب ایک اچھي مدت اسپر گذر گئي تو حکم الهي هوا کہ اب وقت آگیا هے کہ اس طیار کردہ فوج کي حرکت شروع هوجاے - پس پہلي منزل یہ هے کہ اب فرعوني گورنمنٹ کے ساز و سامان اور احکام و قوانین کي بالکل پروا نہ کرو - وہ بنو اسرائیل کو اپني غلامي سے نکلنے نہیں دیتي ' مگر تم اسکو اپنے ساتھہ لیکر راتوں رات نکل کھڑے هو - تمھارا تعاقب کیا جائیگا ' لیکن عذاب الهي بھي اسکے تعاقب سے غفلت نہیں کریگا :

فاسر بعبادي ليلا انكم متبعون (۲۲ : ۴۴)

میرے بندوں کو لیکر راتوں رات نکل جاؤ ' کیونکہ تمھارا تعاقب کیا جائیگا -

اُنھوں نے حکم الهي کي تعمیل کي ' اور اسطرح فوج کیلیے جس اجتماع و انضمام کي ضرورت هوتي هے اُسکا قوام تیار هوگیا -

(روح عسکري)

لیکن فوج صرف آدمیوں کي اُس صف هي کا نام نہیں هے جو میدان جنگ میں دیوار کي طرح کھڑي کردي جاتي هے ' بلکہ جسطرح دنیا کي هر حقیقت مادہ و قوت سے مرکب هے ' اُسي طرح فوج بھي جسم و روح کے مجموعہ کا نام هے - یہ روح تلواروں کے چمکتے هوے جوهر میں نہیں مل سکتي ' اُسکا آشیانہ شہسواروں کے خود میں نہیں هے ' وہ حلقہ دار زرہ کے جال میں مرغ رشتہ بپا کي طرح گرفتار نہیں هے ' اُس نے ان تمام قیود سے آزاد هوکر صرف سپاهیوں کے دل هي کو اپنا گھر بنایا هے - اسي گوشے میں اُسکي معجزانہ طاقت کي کارفرمائیاں ظاهر هوتي هیں - فوج کي تعداد کي کمي بیشي سے اسپر کوئي اثر نہیں پڑتا - ایک سو اور ایک هزار کے اختلاف سے اسکي حقیقت بدل نہیں جاتي ' سامان جنگ کے عدم و وجود کو اسمیں کوئي دخل نہیں ' وہ چاهے تو ایک انسان کے اندر چمک کر اسے ایک هزار انسانوں پر غالب کردے :

يا ايها النبي حرض المومنين على القتال ان يكن منكم عشرون صابرون يغلبوا مائتين وان يكن منكم مائة يغلبوا الفا من الذين كفروا بانهم قوم لا يفقهون (۸ : ۶۶)

اے پیغمبر مسلمانوں کو جہاد کیلیے اُبھارو' اگر تم میں بیس آدمی بھی صابر ہوں گے تو وہ دو سو دشمنوں پر غالب آجائینگے' اور اگر تم میں سو آدمی بھی صبر کی طاقت رکھتے ہونگے تو ہزار کی ایک ہزار جماعت پر غلبہ حاصل کرلینگے -

عزم و استقلال اور صبر و تحمل کی طاقت صرف افراد کی کثرت سے پیدا نہیں ہوسکتی' اُسکو آزادی کی زندگی ہی پیدا کرتی ہے جو تمام انسانی کی نشو و نما کی فطرتی تربیت گاہ ہے -

لیکن آزادی ایک ایسا جوہر ہے' جو کبھی تو اس قدر ارزاں ہوجاتا ہے کہ ہر ریگستان کے چمکتے ہوے ذرے میں مل سکتا ہے' اور کبھی اس قدر گراں قیمت ہوجاتا ہے کہ صرف تاج شاہی کے قیمتی ہوے موتیوں ہی میں اُسکی جھلک نظر آتی ہے -

حضرت موسیٰ علیہ السلام جس فوج کی تعلیم و تربیت کیلیے خدا کی طرف سے مامور ہوے تھے' اُس کے اندر یہ جوہر بیقدر مفقود ہوگیا تھا - فرعون کی غلامی نے اُسکے تمام شریفانہ جذبات فنا کردیے تھے' اُس نے کبھی حکومت کا خواب بھی نہیں دیکھا تھا - حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیغمبرانہ دعوۃ کی طاقت نے مومنین با لغیب کا ایک چھوٹا سا گروہ ضرور پیدا کردیا جس نے حریۃ صادقہ کی روح سے معمور ہوکر فرعون کو للکارا تھا :

فاقض ما انت قاض انما تقضي هذه الحيوة الدنيا (۲۰ : ۷۵)

جو حکم چاہو ہمارے لیے دو' تمہاری حکومت زیادہ سے زیادہ اس دنیوی زندگی ہی کا فیصلہ کرسکتی ہے کہ ہمیں قتل کردے - اس سے زیادہ تم اور کیا کرسکتے ہو؟

لیکن یہ بھی صرف نور ایمان کی ایک جدید روح کی صدا تھی جسنے غلاموں کے ملک میں حریت حقہ کا غلغلہ بلند کرکے ایک نمونہ قائم کردیا' ورنہ بنو اسرائیل کے حلقے سے کبھی اِس قسم کی صدائیں بلند نہیں ہوسکتی تھیں -

(جہاد فی سبیل اللہ سے اعراض)

پس اس بنا پر بنو اسرائیل کی فوجی تعلیم و تربیت کیلیے وہی قدرتی مرکز موزوں تھا' جہاں انسان نے سب سے پہلے آزادی کی ہوا کھائی ہے - یعنے آبادیوں اور بستیوں سے الگ کوئی صحرا اور میدان' جہاں نہ کسی کی حکومت ہو' نہ کسی انسان کا حکم - آزاد چڑیوں کے غول ہوں اور خود مختار پرندوں کے جھنڈ' اسی کائنات فطری و حقیقی میں رہکر وہ اپنی گم شدہ حریۃ کو تلاش کرسکتے تھے جو مصر کی آبادیوں میں کھو گئی تھی !

لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہلے آنے والے جاہ و جلال و عظمت کو یاد دلاکر اُنکے جذبۂ شجاعت کو تازہ کرنا چاہا :

واذ قال موسى لقومه يا قوم اذكروا نعمت الله عليكم اذ جعل فيكم انبياء وجعلكم ملوكا وآتاكم ما لم يؤت احدا من العالمين - يا قوم ادخلوا الارض المقدسة التي كتب الله لكم ولا ترتدوا على ادباركم فتنقلبوا خاسرين - (۵ : ۲۳)

جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا : اے لوگو خدا کی نعمتوں کو دیکھو' اُس نے تم میں پیغمبر پیدا کیے تھے' اب تمکو بادشاہ بناتا ہے' اور وہ عظمت عطا فرماتا ہے جو ابتک کسیکو بھی ندی تھی - پس عزم اور ہمت کرو' اور ارض مقدس میں داخل ہوجاو - اُسکی حکومت صرف تمہاری ہی قسمت میں لکھدی گئی ہے' اور ہرگز بزدلوں کی طرح پیٹھہ نہ پھیرو' اسکا نتیجہ بجز ناکامیابی و محرومی کے کچھہ نہ ہوگا -

لیکن یہ امتحان ایک ایسی قوم کیلیے سودمند نہ ہوسکا جو صدیوں سے غلامی کی لعنت میں گرفتار تھی - بنو اسرائیل کی بزدلی نے نہایت مایوسانہ جواب دیا :

قالوا يموسى ان فيها قوما جبارين' وانا لن ندخلها حتى يخرجوا منها - فان يخرجوا منها فانا داخلون (۵ : ۲۵)

اُن لوگوں نے جواب دیا کہ اے موسیٰ ارض مقدس میں ایک نہایت ہیبتناک قوم رہتی ہے - ہم اُس میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتے - وہ اپنے ساز و سامان اور طاقت سے ہمیں پیس ڈالینگے - جب تک کہ وہ ملک سے خود بخود نہ ہٹ جائیں' ہم اُسکا رخ نہ کرینگے -

اس داخلہ سے محض شاہی جاہ و جلال کا منظر دکھانا مقصود نہ تھا' بلکہ بنواسرائیل کی قدیم کھوئی ہوئی عظمت کو خلافت الہی کی صورت میں قائم کرنا تھا' اور خلافت الہی کے قائم کرنے کیلیے جس قسم کی شجاعت درکار ہوتی ہے' اُسکو صرف نور ایمان ہی قائم کرسکتا تھا - بنواسرائیل کے دل اس کی حرارت سے خالی تھے - دو مخلص مومنوں نے اپنے نور ایمان کی حرارت سے اُنکے دلوں کو گرمانا چاہا :

قال رجلان من الذين يخافون انعم الله عليهما ادخلوا عليهم الباب - فاذا دخلتموه فانكم غالبون' وعلى الله فتوكلوا ان كنتم مومنين (۵ : ۲۶)

جو لوگ بیت المقدس میں داخل ہونے سے ڈر رہے تھے' اُنہیں میں سے دو آدمیوں نے جن پر خدا نے نور ایمان کے ذریعہ سے احسان کیا تھا کہا : جہاد فی سبیل اللہ سے انکار نہ کرو اور اللہ پر اعتماد کرکے ارض مقدس میں داخل ہوجاؤ - جب اُسکے اندر داخل ہوجاؤگے تو تم یقیناً غالب ہوگے - اگر تم مسلمان ہو تو خدا پر بھروسہ کرو -

لیکن اس پر بھی اُنکے دلوں میں حرارت پیدا نہ ہوئی' اور انہوں نے صاف جواب دیدیا :

قالوا يموسى انا لن ندخلها ابدا ما داموا فيها' فاذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون - (۵ : ۲۷)

اُن لوگوں نے کہا اے موسیٰ ! جبتک وہ طاقتور لوگ اُس شہر میں ہیں' ہم اُسمیں ہرگز داخل نہیں ہوسکتے - تم اپنے خدا کے ساتھہ جاکر لڑو' ہم اس جگہہ بیٹھہ کر تماشا دیکھینگے -

(چہل سالہ قیام صحراء)

اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بالکل مایوسی ہوگئی' اور اونہوں نے اس بزدل قوم سے علیحدہ ہونا چاہا :

قال رب اني لا املك الا نفسي واخي' فافرق بيننا وبين القوم الفسقين (۵ : ۲۸)

حضرت موسیٰ نے کہا : خداوندا ! میں صرف اپنے وجود پر اور اپنے بھائی ہارون ہی پر اختیار رکھتا ہوں' اپنی قوم کی بزدلی اور روحانی موت کو کیا کروں ؟ اب مجھہ میں اور اس بدکار قوم میں علحدگی کردے -

لیکن حکم الہی ہوا کہ اے موسیٰ ! تم مایوسی کیلیے پیدا نہیں کیے گئے ہو' تمہاری پیغمبرانہ استقامت کی طاقت کو ان مشکلوں کا مقابلہ کرنا چاہیے - بنی اسرائیل کو مدتوں کی غلامی نے جہاد فی سبیل اللہ کی مقدس راہ سے نا آشنا کردیا ہے - وہ چھوٹی چھوٹی راحتوں کے عاشق ہیں' بڑے مقصد کی راہ میں مصیبت اٹھانے سے جی چراتے ہیں - غلامی کی زندگی کا یہ لازمی نتیجہ ہے - پس اس سے نہ گھبراؤ اور انہیں یہاں سے نکالکر کسی آزاد و بے قید صحرا میں جا بساؤ' وہاں کی خالص اور فطری اب و ہوا میں ایک زمانہ بسر کریں - عہد غلامی کی پرورش یافتہ نسل مٹ جاے - ایک نئی مستعد نسل پیدا ہو' پھر وہ راہ جہاد کی مشکلات کو برداشت کرسکیگی :

قال فانها محرمة عليهم اربعين سنة يتيهون في الارض فلا تأس على القوم الفسقين (۵ : ۲۹)

خدا نے کہا : بیت المقدس کا داخلہ اونکے لیے چالیس سال تک حرام ہوگیا' اب اسی سرزمین میں وہ سرگرداں رہینگے - حصول عظمت میں یہ چہل سالہ تاخیر انہی کی بزدلی کا نتیجہ ہے - پس ایسے لوگوں کی محرومی پر تمہیں افسوس نہیں کرنا چاہیے -

مختارات

الحرب فی الاسلام

تاریخ اسلام اور نظام عسکری

(۲)

(رسد کا مستقل محکمہ)

رفتہ رفتہ حضرت عمر نے رسد کا ایک مستقل محکمہ قائم کیا ' جسکا نام اهراء تها - چنانچہ شام میں عمرو بن عتبہ (۱) اس محکمہ کے افسر مقرر هوے - "اهراء" هري کي جمع هے - هري ایک یوناني لفظ هے جسکے معني گودام کے هیں - چونکہ رسد کے یکجا جمع هوتے اور وهاں سے تقسیم هوے کا یہ طریقہ یونانیوں سے لیا گیا تها ' اس لیے نام میں بهي وهي یوناني لفظ قائم رها - تمام جنس اور غلہ ایک وسیع گودام میں جمع هوتا تها اور مہینے کي پہلي تاریخ في سپاهي ایک من دس ثار کے حساب سے تقسیم هوتا تها - اسکے ساتهہ في کس ۱۲ ثار روغن زیتون' اور ۱۲ ثار سرکہ بهي ملتا تها - اس کے بعد اور بهي ترقي هوئي' یعني خشک جنس کے بجاے پکا پکایا کهانا ملتا تها - چنانچہ مورخ یعقوبي نے حضرت عمر کے سفر شام کے ذکر میں اسکي تصریح کي هے -

(خوراک اور کپڑا اور بهتہ)

تنخواہ اور خوراک کے علاوہ کپڑا بهي دربار خلافت سے ملتا تها ' جسکي تفصیل وردي کے ذکر میں آئیگي - ان تمام باتوں کے ساتهہ بهتہ بهي مقرر تها ' جسکو عربي میں "معونۃ" کہتے هیں - سواري کا گهوڑا سواروں کو اپنے اهتمام سے مہیا کرنا پڑتا تها - لیکن جو شخص کم مایہ هوتا اور اسکي تنخواہ بهي ناکافي هوتي اسکو حکومت کي طرف سے گهوڑا ملتا تها - چنانچہ خاص اس غرض کے لیے حضرت عمر کے حکم سے خود دارالخلافۃ میں چار هزار گهوڑے هر وقت موجود رهتے تهے - (۲)

بهتہ اور تنخواہ وغیرہ کي تقسیم کے اوقات مختلف تهے - شروع محرم میں تنخواہ ' فصل بہار میں بهتہ' اور فصل کٹنے کیوقت خاص خاص جاگیروں کي آمدني تقسیم هوتي تهي - (۳) تنخواہ کي تقسیم کا یہ طریقہ تها کہ هر قبیلے کے ساتهہ ایک عریف یعني مقدم یا رئیس هوتا تها - فوجي افسر جو کم سے کم دس دس سپاهیوں پر افسر هوتے تهے' اور جو امراء الاعشار کہلاتے تهے ' تنخواہ اُن کو دیجاتي تهي - وہ عریف کو حوالہ کرتے تهے' اور عریف اپنے اپنے قبیلے کے سپاهیوں کے حوالہ کردیتا - ایک ایک عریف کے متعلق ایک ایک لاکهہ درهم کي تقسیم تهي - چنانچہ کوفہ و بصرہ میں سو عریف تهے جن کے ذریعے سے ایک کروڑ کي رقم تقسیم هوتي تهي - اس انتظام میں نہایت احتیاط اور خبرگیري سے کام لیا جاتا تها - عراق میں امراے اعشار نے تنخواهوں کي تقسیم میں بے اعتدالي کي ' تو حضرت عمر نے عرب کے بڑے بڑے نساب اور اهل الراے مثلاً سعید بن عمران اور مشعلہ بن نعیم' وغیرہ کو بلاکر اسکي جانچ پر مقرر کیا - چنانچہ ان لوگوں نے دوبارہ نہایت تحقیق اور صحت کے ساتهہ لوگوں کے عہدے اور روزینے مقرر کیے' اور دس دس کي جگہ سات سات سپاهي پر ایک ایک افسر مقرر کیا - (۱) عریف کا تقرر بهي فاروقي ایجادات سے تها ' جسکي تقلید مدتوں تک کي گئي - کنز العمال باب الجهاد میں بیہقي کي روایت هے : "اول من دون الدواین و عرف العرفا عمر بن الخطاب"

تنخواهوں میں قدامت اور کارکردگي کے لحاظ سے وقتاً فوقتاً اضافہ هوتا رهتا تها - قادسیہ میں زهرہ' عصمہ' ضي وغیرہ نے بڑے مردانہ کام کیے تهے ' اسلیے اُن کي تنخواهیں دو دو هزار سے ڈهائي ڈهائي هزار هوگئیں - مقررہ رقموں کے علاوہ غنیمت سے وقتاً فوقتاً جو هاتهہ آتا تها اور علیٰ قدر مراتب فوج پر تقسیم هوتا تها' اُسکي تو کچهہ انتها هي نہ تهي - چنانچہ جلولاء میں نو نو هزار اور نہاوند میں چهہ چهہ هزار درهم ایک ایک سوار کے حصہ میں آئے تهے !

صحت اور تندرستي قائم رکهنے کے لیے حسب ذیل قاعدے مقرر تهے :

(اختلاف موسم کے لحاظ سے فوج کي تقسیم)

(۱) جاڑے اور گرمي کے لحاظ سے لڑائي کي جهٹیں متعین کردي تهیں ' یعني جو سرد ملک تهے ان پر گرمیوں میں' اور گرم ملکوں پر جاڑوں میں فوجیں بهیجي جاتي تهیں - اس تقسیم کا نام شاتیہ اور صائفہ رکها اور یہي اصطلاح آجتک قائم هے - یہاں تک کہ همارے مورخین مغربي مہمات اور فتوحات کو صرف "صوایف" کے لفظ سے تعبیر کرتے هیں - یہ انتظام حضرت عمر نے سنہ ۱۷ هجري میں کیا تها - علامۂ طبري لکهتے هیں : "و سمي الشواتي و الصوائف - و سمي ذالک في کل کورۃ"

(۲) فصل بہار میں فوجیں اُن مقامات میں بهیجدي جاتي تهیں' جہاں کي آب و هوا عمدہ اور سبزہ ; مرغزار هوتا تها - یہ قاعدہ اول اول سنہ ۱۷ هجري میں جاري کیا گیا جبکہ مداین کي فتح کے بعد وهاں کي خراب آب و هوا نے فوج کي تندرستي کو نقصان پہنچایا

---

(۱) تاریخ طبري صفحۂ ۲۵۲۶ - اهراء کے معني اور مفهوم کیلیے دیکهو لسان العرب اور فتوح البلدان صفحہ ۲۰۸ -

(۲) کتاب الخراج صفحۂ ۲۷ - اصل عبارت یہ هے : "کان لعمر بن الخطاب اربعۃ الاف فرس - فاذا کان في عطاء الرجل خفۃ او کان محتاجا اعطاہ الفرس"

(۳) طبری صفحہ ۲۴۸۶ - اصل عبارت یہ هے "و امر لهم بمعاونهم في الربیع من کل سنۃ و باعطیاتهم في المحرم من کل سنۃ و بفئیهم عند طلوع الشعری في کل سنۃ ' و ذالک عند ادراک الغلات"

(۱) یہ واقعات نہایت تفصیل کے ساتهہ طبری صفحۂ ۲۶۹۵ و ۲۴۹۶ ' و مقریزی صفحۂ ۹۳ میں هیں -

تھا - چنانچہ عتبہ بن غزوان کو لکھا کہ ہمیشہ جب بہار کا موسم آ جاے تو فوجیں شاداب اور سر سبز مقامات میں چلی جائیں (۱)

(بہار کے زمانے میں فوجوں کا قیام)

عمر بن العاص کو بذریعہ موسم بہار کے آنے کے ساتھہ ہی فوج کو باہر بھیجدیتے تھے ' اور حکم دیتے کہ سیر و شکار میں بسر کریں' اور گھوڑوں کو چراؤ اور فربہ بناکر لائیں -

(آب و ہوا کا لحاظ)

(۳) باڑوں کی تعمیر اور چھاؤنیوں کے بنانے میں ہمیشہ عمدہ آب و ہوا کا لحاظ کیا جاتا تھا ' اور مکانات کے آگے کھلے ہوے خوش فضا صحن چھوڑدیے جاتے تھے - فوجوں کے لیے جو شہر آباد کیے گئے' مثلاً کوفہ ' بصرہ ' فسطاط وغیرہ' ان میں اصول صحت کے لحاظ سے سڑکیں ' کوچے ' اور گلیاں نہایت وسیع ہوتی تھیں- حضرت عمر کو اسمیں اسقدر اہتمام تھا کہ مساحت اور وسعت کی تعیین بھی خود لکھہ کر بھیجتے تھے چنانچہ اسکی تفصیل ان شہروں کے ذکر میں گزر چکی ہے -

(کوچ کی حالت میں فوج کی آرام کا دن)

(۴) فوج جب کوچ پر ہوتی تھی تو حکم تھا کہ ہمیشہ جمعہ کے دن مقام کرے اور پورے ایک شب و روز قیام رکھے ' تاکہ لوگ دم لے لیں اور ہتھیاروں اور کپڑوں کو درست کرلیں - یہ بھی تاکید تھی کہ ہر روز اسی قدر مسافت طے کریں جس سے تھکنے نہ پائیں' اور پڑاؤ وہیں کیا جاے جہاں ہر قسم کی ضروریات مہیا ہوں- چنانچہ سعد بن وقاص کو جو فرمان فوجی ہدایتوں کے متعلق لکھا ' اسمیں اور اہم باتوں کے ساتھہ ان تمام جزئیات کی تفصیل بھی لکھی (۲)

(رخصت کے قاعدے)

رخصت کا بھی با قاعدہ انتظام تھا - جو فوجیں دور دراز مقامات پر مامور تھیں اُن کو سال میں ایک دفعہ ورنہ دو دفعہ رخصت ملتی' بلکہ ایک موقع پر جب اُنھوں نے ایک عورت کو اپنے شوہر کی جدائی میں دردناک اشعار پڑھتے سنا تو افسروں کو احکام بھیجدیے کہ کوئی شخص چار مہینے سے زیادہ باہر رہنے پر مجبور نہ کیا جاے -

لیکن یہ تمام آسانیاں اسی حد تک تھیں جہاں تک ضرورت کا تقاضا تھا ' ورنہ آرام طلبی ' کاہلی ' عیش پرستی سے بچنے کے لیے سخت بندشیں بھی کی تھیں - نہایت تاکید تھی کہ " اہل فوج رکاب کے سہارے سے سوار نہ ہوں ' نرم کپڑے نہ پہنیں ' دھوپ کھانا نہ چھوڑیں ' حماموں میں نہ نہائیں "

(فوج کا لباس)

تاریخوں سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ حضرت عمر نے فوج کے لیے کوئی خاص لباس جسکو وردی کہتے ہیں قرار دیا تھا - اُن کے جو احکام فوج کے نام منقول ہیں ' اُن میں صرف اسقدر ہے کہ لوگ عجمی لباس نہ پہنیں- لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس حکم کی تعمیل پر چنداں زور نہیں دیا گیا ' کیونکہ سنہ ۲۱ ہجری میں جب مصر میں ذمیوں پر جزیہ مقرر ہوا تو فوج کے کپڑے بھی اُسمیں شامل تھے اور وہ یہ تھے - اُن کا جبہ ' لمبی ٹوپی یا عمامہ ' پاجامہ '

(۱) تاریخ طبری میں ہے " و کتب عمر الی سعد بن مالک و الی عتبۃ بن غزوان ان یتربعا بالناس فی کل حین ربیع فی اطیب ارضیھم" کتاب مذکور صفحۂ ۲۴۸۶ -

(۲) عقد الفرید جلد اول صفحہ ۴۹ میں یہ فرمان بعینہ منقول ہے-

مرزہ (۱) حالانکہ اول اول پاجامہ اور مرزہ کو حضرت عمر نے بتصریح منع کیا تھا -

(فوج میں خزانچی و محاسب و مترجم)

فوج کے متعلق حضرت عمر کی اور بہت سی ایجادیں ہیں ' جنکا عرب میں کبھی وجود نہ تھا - مثلاً ہر فوج کے ساتھہ ایک افسر خزانہ ' ایک محاسب ' ایک قاضی ' اور متعدد مترجم ہوتے تھے - ان کے علاوہ متعدد طبیب اور جراح بھی ہوتے تھے - چنانچہ جنگ قادسیہ میں عبد الرحمن بن ربیعہ قاضی' زیاد بن ابی سفیان محاسب' بلال ہجری مترجم تھے - (۲) فوج میں محکمۂ عدالت ' سررشتہ حساب ' مترجمی ' اور ڈاکٹری کی ابتدا بھی اسی زمانے سے ہے -

(فن جنگ میں ترقی)

فوجی قواعد کی نسبت ہمکو صرف اسقدر معلوم ہے کہ حضرت عمر فوجی افسروں کو جو احکام بھیجتے تھے' اُن میں چار چیزوں کے سیکھنے کی تاکید ہوتی تھی - تیرنا ' گھوڑے دوڑانا ' تیر لگانا ' ننگے پاؤں چلنا - اس کے سوا ہمکو معلوم نہیں کہ فوج کو کسی قسم کی قواعد سکھلائی جاتی تھی - تاہم اسمیں بھی شبہ نہیں کہ حضرت عمر کے عہد میں سابق کی نسبت فن جنگ نے بہت ترقی کی - عرب میں جنگ کا پہلے یہ طریقہ تھا کہ دونوں طرف سے غول بے ترتیب کھڑے ہو جاتے تھے' پھر دونوں طرف سے ایک ایک سپاہی نکل کر لڑتا تھا اور باقی تمام فوج چپ کھڑی رہتی تھی - اخر میں عام حملہ ہوتا تھا - اسلام کے آغاز میں صف بندی کا طریقہ جاری ہوا ' اور فوج کے مختلف حصے قرار پاے - مثلاً میمنہ ' میسرہ' و غیرہ - لیکن ہر حصہ بطور خود لڑتا تھا - یعنی تمام فوج کسی ایک سپہ سالار کے نیچے رہکر نہیں لڑتی تھی - سب سے پہلے سنہ ۱۵ ہجری میں یرموک کے معرکہ میں حضرت خالد کی بدولت تعبیہ کی طرز پر جنگ ہوئی یعنے کل فوج جسکی تعداد ۴۰ ہزار کے قریب تھی' ۳۶ صفوں میں تقسیم ہوکر حضرت خالد کی ماتحتی میں کام کرتی تھی' اور وہ تمام فوج کو تنہا لڑاتے تھے -

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فوج کے جسقدر حصے اور شعبے تھے حسب ذیل ہیں :

قلب — سپہ سالار اسی حصے میں رہتا تھا -
مقدمہ — قلب کے آگے کچھہ فاصلے پر ہوتا تھا -
میمنہ — قلب کے دائیں ہاتھہ پر رہتا تھا -
میسرہ — بائیں ہاتھہ پر -
ساقہ — سب سے پیچھے -
طلیعہ — گشت کی فوج جو دشمن کی فوجوں کی دیکھہ بھال رکھتی تھی -
ردء — جو ساقہ سے پیچھے رہتی تھی تاکہ دشمن عقب سے حملہ نہ کرسکے -
رائد — جو فوج کے چارہ اور پانی کی تلاش کرتی تھی -
رکبان — شتر سوار -
فرسان — سوار -
راجل — پیادہ -
رماۃ — تیر انداز -

ہر سپاہی کو جنگ کی ضرورت کی تمام چیزیں اپنے ساتھہ رکھنی پڑتی تھیں - فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ کثیر بن شہاب (حضرت عمر کے ایک فوجی افسر تھے) کی فوج کا ہر سپاہی

(۱) فتوح البلدان صفحۂ ۲۱۵ -

(۲) طبری واقعات سنہ ۱۴ ہجری صفحہ ۲۲۲۶ -

اشیا سے ذیل ضرور اپنے ساتھہ رکھتا تھا - سرئیاں ' سوا ' قدورا ' قینچي ' سرتالي ' توبرا ' چھلني (۱) "

(قلعہ شکن آلات)

قلعوں پر حملہ کرنے کے لیے منجنیق کا استعمال اگرچہ خود آنحضرت کے زمانے میں شروع ہوچکا تھا ' چنانچہ سب سے پہلے سنہ ۸ ھ - میں طائفہ کے محاصرے میں اِس سے کام لیا گیا - لیکن حضرت عمر کے زمانے میں اسکو بہت ترقي ہوئي ' اور بڑے بڑے قلعے اِس کے ذریعے سے فتح ہوے ' مثلاً سنہ ۱۶ ھ - میں بہر سیر کے محاصرے میں ۲۰ منجنیقیں استعمال کي گئیں - محاصرے کے لیے ایک اور آلہ تھا جسکو دبابہ کہتے تھے - یہ ایک لکڑي کا برج ہوتا تھا ' جسمیں اوپر تلے کئي درجے ہوتے تھے ' اور نیچے پہیے لگے ہوتے تھے - سنگ اندازوں اور نقب زنوں اور تیر اندازوں کو اُس کے اندر بٹھا دیا جاتا تھا - اُسکو ریلتے ہوے آگے بڑھاتے چلتے تھے - اِس طرح قلعہ کي جز میں پہنچ جاتے تھے اور قلعہ کي دیواروں کو آلات کے ذریعے سے توڑ دیتے تھے - بہر سیر کے محاصرہ میں یہ آلہ بھي استعمال کیا گیا تھا -

(سفر میـــنا)

راستہ صاف کرنا ' سڑک بنانا ' پل باندھنا ' یعني جو کام آجکل سفر مینا کي فوج سے لیا جاتا ہے ' اِسکا اِنتظام بھي نہایت معقول تھا ' اور یہ کام خاص کر مفتوحہ قوموں سے لیا جاتا تھا - عمرو بن العاص نے جب فسطاط فتح کیا تو مقوقس والي مصر نے یہ شرط منظور کي کہ فوج اسلام جدھر رخ کرے گي ' سفر مینا کي خدمتوں کو مصري انجام دیں گے (۲) - چنانچہ عمرو بن العاص جب رومیوں کے مقابلے کے لیے اسکندریہ کي طرف بڑھے تو خود مصري منزل بمنزل پل باندھتے ' سڑک بناتے ' اور بازار لگاتے گئے - علامۂ مقریزي نے لکھا ہے کہ چونکہ مسلمانوں کے سلوک نے تمام ملک کو گرویدہ کرلیا تھا ' اس واسطے قبطي خود بڑي خوشي سے ان خدمتوں کو انجام دیتے تھے -

(خبر رساني اور جاسوسي)

جاسوسي اور خبر رساني کا انتظام نہایت خوبي سے کیا گیا تھا اور اُسکے لیے قدرتي سامان ہاتھہ آگئے تھے - شام و عراق میں کثرت سے عرب آباد تھے ' اور ان میں سے ایک گروہ کثیر نے اسلام قبول کرلیا تھا - یہ لوگ چونکہ مدت سے ان ممالک میں رہتے تھے ' اس لیے کوئي واقعہ اُن سے چھپ نہیں سکتا تھا - ان لوگوں کو اجازت تھي کہ اپنا اسلام لوگوں پر ظاہر نہ کریں ' اور چونکہ یہ لوگ ظاہري وضع قطع سے پارسي یا عیسائي معلوم ہوتے تھے ' اسلیے دشمن کي فوجوں میں جہاں چاہتے تھے چلے جاتے تھے - یرموک ' قادسیہ ' قنسرین میں انہي جاسوسوں کی بدولت بڑے بڑے کام نکلے - (۳) شام میں ہرشہر کے رئیسوں نے خود اپني طرف سے اور اپني خوشي سے جاسوس لگا رکھے تھے ' جو قیصر کي فوجي تیاریں اور نقل و حرکت کي خبریں پہنچاتے تھے - قاضي ابو یوسف کتاب

(۱) فتوح البلدان صفحہ ۳۱۸ -

(۲) مقریزي صفحۂ ۱۶۳ میں ہے - " فخرج عمرو بالمسلمین و خرج معہ جماعۃ من رؤساء القبط و قد اصلحوا لھم الطرق و اقاموا لھم الجسور و الاسواق "

(۳) تاریخ شام لازري صفحۂ ۲۴۹ و ۲۴۷۵ - ازري کي عبارت یہ ہے : لما نزلت الروم منزلھم الذي نزلوا بہ ' دسسنا الیھم رجالا من اھل البلد کانوا نصاری و حسن اسلامھم و امرناھم ان یدخلوا عسکرھم و یکتموا اسلامھم و یاتوا باخبارھم -

الخراج میں لکھتے ہیں : (۱) " فلما راى اھل الذمۃ وفاء المسلمین لھم و حسن السیرۃ فیھم ' صاروا اشداء علی عدو المسلمین علی اعدائھم ' فبعث اھل کل مدینۃ ممن جری الصلح بینھم و بین المسلمین رجالا من قبلھم ' یتجسسون الاخبار عن الروم و عن ملکھم و ما یریدون ان یصغوا " اُردن اور فلسطین کے اضلاع میں یہودیوں کا ایک فرقہ رہتا تھا جو سامرہ کہلاتا تھا - یہ لوگ خاص جاسوسي اور خبر رساني کے کام کیلیے مقرر کیے گئے ' اور اس کے صلہ میں اُن کي مقبوضہ زمینیں اُنکو معافي میں دیدي گئي تھیں (۲) - اِسي طرح جراجمۂ کي قوم اس خدمت پر مامور ہوئي اور اُن کو بھي خراج معاف دیدیا گیا -

(پرچہ نویسوں کا انتظام)

فوجي انتظام کے سلسلے میں جو چیز سب سے بڑھکر حیرت انگیز ہے ' یہ ہے کہ باوجودیکہ اِس قدر بیشمار فوجیں تھیں اور مختلف ملک ' مختلف قبائل ' مختلف طبائع کے لوگ اس سلسلے میں داخل تھے ' ساتھہ ہي وہ نہایت دور دراز مقامات تک پھیلي ہوئي تھیں ' جہاں سے دارالخلافۂ تک سیکڑوں ہزاروں کوس کا فاصلہ تھا ' تاہم تمام فوج اِس طرح حضرت عمر کے قبضۂ قدرت میں تھي کہ گویا وہ خود ہر جگہہ فوج کے ساتھہ موجود ہیں - اسکا عام سبب تو حضرت عمر کي سطوت اور اُن کا رعب و داب تھا - لیکن ایک بڑا سبب یہ تھا کہ حضرت عمر نے ہر فوج کے ساتھہ پرچہ نویس لگا رکھے تھے ' اور فوج کي ایک ایک بات کي اُنکو خبر پہنچتي رہتي تھي - علامۂ طبري ایک ضمني موقع پر لکھتے ہیں : " و کانت یکون لعمر العیون فی کل جیش فکتب الی عمر بما کان فی تلک الغزاۃ ' و بلغہ الذي قال عتبۃ (۳) - " ایک اور موقع پر لکھتے ہیں (۴) " و کان عمر لا یخفی علیہ شي فی عملہ "

اس انتظام سے حضرت عمر یہ کام لیتے تھے کہ جہاں فوج میں کسي شخص سے کسي قسم کي بد اعتدالي ہوجاتي تھي ' فوراً اسکا تدارک کردیتے تھے ' جس سے اُوروں کو بھي عبرت ہوجاتي تھي - ایران کي فتوحات میں عمرو معدیکرب نے ایک دفعہ اپنے افسر کي شان میں گستاخانہ کلمہ کہدیا تھا ' فوراً حضرت عمر کو خبر ہوئي اور اُسي وقت اُنھوں نے عمرو معدیکرب کو تعزیر کے ذریعے ایسي چشم نمائي کي کہ پھر اُنکو کبھي ایسي جرأت نہیں ہوئي - اِس قسم کي سیکڑوں مثالیں ہیں جنکا استقصاء نہیں ہو سکتا -

(۱) کتاب مذکور صفحۂ ۸۰ -

(۲) فتوح البلدان صفحہ ۱۵۸ -

(۳) طبري صفحۂ ۲۲۰۸ -

(۴) طبري صفحۂ ۲۵۲۶ -

(اشتـــہار)

اکسیر اعظم یا زندگی کی بہار

(ایجاد کردہ عالیجناب حکیم حافظ ابو الفضل محمد شمس الدین صاحب)

—:*:—

" ایک سریع الاثر اور مجرب مرکب "

ضعف دماغ و جگر کیلیے یہ ایک مجرب اور موثر دوا ہے - خصوصاً ضعف مثانہ اور اُن مایوس کن امراض کیلیے جنکا سلسلہ بعض اوقات خودکشي تک مسلسل ہوتا ہے ' ایک بے خطا اور آزمودہ مرکب ہے - صحت کي حالت میں اگر اسے استعمال کیا جاے تو اس سے بہتر اور کوئي شے محافظ قوت نہیں ہوسکتي -

قیمت في شیشي ۶ - روپیہ محصول ڈاک ۶ - آنہ

المشتہر : منیجر دي یونائي مڈیکل اسٹورس فوارہ صحت نمبر ۱۵/۱ رپن اسٹریٹ کلکتہ ویلسلي - کلکتہ

اُسوۂ حسنہ

الحسبـــة فـــي الاســـلام

احتســـاب اور اســـلام

تربیت یافتگان عہـد نبوت کا اســـوۂ حسنہ

"احتساب" کے معني یہ هیں کہ انسان نیکي کا محافظ هو' اور بدي کي هر شکل اور هر نمود کو فنا کرنے کا اپنے اندر ایک ان تھک عشق رکھے - وہ سب سے پہلے خود اپنے نفس کا محتسب بنے' پھر اپنے خاندان کا' اپنے همسایوں کا' اپنے محلہ کا' اپني قوم کا' اور پھر تمام کرۂ ارضي کا: لتکونوا شهداء علی الناس و یکون الرسول علیکم شهیدا -

وہ همیشہ دنیا کے هر اعتقاد و عمل کا احتساب کرے' یعنے همیشہ نگراں رهے کہ نیکي اور راستي کي راہ سے انحراف تو نہیں هو رها ؟

اگر اسکو سچائي اور عدالت سے انحراف نظر آے' تو وہ اپنے هاتھ سے' اپني زبان سے' اپني تمام قوتوں سے اس انحراف کو دور کرنے کي کوشش کرے' کیونکہ وہ خدا کي زمین پر خدا کي سچائي کا محافظ و ذمہ دار هے' اور اسکے وجود کو صرف اسلیے قائم کیا گیا هے' تا کہ میزان عدل کي نگراني کرے اور بدي کے درخت کو بڑھنے اور پھلنے سے روکے -

جہاد اسلامي اسي احتساب کي ایک اصولي حقیقت هے - امر بالمعروف اور نہي عن المنکر اسي کا نام هے' اور یہي وہ قوۃ معلمۂ و مربیہ هے جو امۃ مسلمہ کے هر فرد کو سپرد کي گئي' اور انکي نسبت فرمایا کہ "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس' تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر!

گذشتہ نمبر میں هم نے آنحضرۃ صلی اللہ علیہ و سلم کي حیاۃ طیبہ سے چند متفرق واقعات جمع کرکے کوشش کي تھي کہ آپکي زندگي کو ایک "محتسب" زندگي کے لحاظ سے پیش نظر رکھہ سکیں' اور بہ حیثیت سچائي کے ایک محتسب هونے کے جو اسوۂ حسنہ آپنے قائم کیا هے' اسکے بعض اهم جزئیات قوم کے سامنے واضح هوسکیں - اسي سلسلے میں آج صحابۂ کرام اور تربیت یافتگان آغوش نبوۃ کي زندگي پر ایک سرسري نظر ڈالنا چاهتے هیں' تا کہ مومنوں اوراوں کا نمونہ بھي اس بارے میں واضح هوجاے - یہ میدان نہایت وسیع هے - هم سر دست خلافۃ راشدہ کي ترتیب تاریخي کو اختیار کرینگے' اور سب سے پہلے حضرۃ ابوبکر و عمر رضي اللہ عنہما سے سلسلہ شروع کرینگے -

(اسوۂ صدیقي بہ حیثیت محتسب)

حضرت ابوبکر صدیق کي ذات در حقیقت آنحضرت کے اسوۂ حسنہ کا ایک مکمل پرتو هے - فطرۃ صالحہ نے جاهلیت هي کے زمانے سے انکے دل میں فرض احتساب کے ادا کرنے کا احساس پیدا کردیا تھا - اسلام نے ان چھپے هوے شرارروں کو چمکا دیا' اور وہ مسلمان هونے کے ساتھہ هي محتسب اعظم بن گئے -

(تزکیۂ نفس)

انکو تزکیۂ نفس کا (جو احتساب کي پہلي شرط هے) اس قدر خیال تھا کہ انکے غلام نے ایک بار انکو کچھہ مال لاکر دیا - اسکو حضرت ابوبکر نے اپني وجہ معاش میں صرف کردیا' غلام نے کہا "کیا آپ کو معلوم هے کہ یہ کیسا مال تھا ؟" انہوں نے کہا "مجھے کچھہ خبر نہیں" اس نے کہا "میں جاهلیۃ کے زمانے میں عرب کے کاهنوں کي طرح مکر و فریب سے غیب کي باتیں بتایا کرتا تھا - آج ایک شخص نے اسیکا معاوضہ دیا' اور اب نے اپني وجہ معاش میں خرچ کردیا" حضرت ابوبکر رضي اللہ عنہ نے اسي مال کي معاش سے کچھہ غذا اُس وقت کھائي تھي' جوش میں آکر اپني انگلیاں حلق میں ڈالدیں' اور جو کچھہ کھایا تھا' قے کرکے نکال دیا ! (بخاري جزء ۲)

(اصـــلاح خانـــدان)

شرائط احتساب میں اپنے نفس کي اصلاح کے بعد اصلاح خاندان کا مرحلہ پیش آتا هے - حضرت ابو بکر همیشہ اس فرض کے ادا کرنے میں سرگرم رهتے تھے - حضرت عائشہ فرماتي هیں : "مینے جب سے هوش سنبھالا هے' اپنے گھر کو مسلمان هي پایا" یہ حضرت ابوبکر کي اسي هدایت اور ارشاد احتساب کي برکت تھي' ورنہ اُس وقت صدها خاندان تھے جنکا کوئي ایک شخص تو مسلمان هوگیا تھا لیکن تمام گھرانا بدستور کفر میں مبتلا تھا - حضرت عائشہ باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے نکاح میں آچکي تھیں' اور اب اونکو حضرت ابوبکر رضي اللہ عنہ کي هدایت و ارشاد کي ضرورت نہ تھي' تاهم جب کبھي اون سے کوئي لغزش هوجاتي تو نہایت سختي کے ساتھہ تنبیہ کرتے تھے -

حضرت عائشہ آنحضرت کے ساتھہ کسي سفر میں تھیں - انکا هار گم هوگیا - آنحضرت اور صحابہ اوسکي تلاش کیلیے رک گئے - اتفاق سے اس جگہ پاني کا کوئي سامان نہ تھا - صحابہ نے حضرت ابوبکر صدیق سے شکایت کي - وہ آے تو دیکھا کہ آنحضرت حضرت عائشہ کے زانو پر سر رکھکر سو رهے هیں - لیکن پھر بھي اُنسے ضبط نہ هوسکا اور حضرت عائشہ کو سخت ملامت کي کہ "تونے اپنے هار کیلیے تمام لوگونکو اسقدر پریشان کیا" - چنانچہ اسي موقع پر آیت تیمم نازل هوئي تھي اور تمام صحابہ پکار اوٹھے تھے :

ما هي باول برکتکم یعنے اے خاندان ابوبکر ! تمھاري
یا ال ابي بکر (۱) صرف یہ پہلي هي برکت نہیں هے

کہ حکم تیمم کے نزول کا باعث هوے' اس سے پہلے بھي تمھارا وجود برکتوں کا سرچشمہ رهچکا هے !

(احـــتساب ملت)

قوم کي هدایت و ارشاد کیلیے اونہوں نے ایسے نازک موقع پر فرض احتساب ادا کیا کہ خود حضرت عمر جیسے ضابط اور مستقل شخص کے هوش و حواس بھي پراگندہ هوگئے تھے - آنحضرت کے انتقال کے وقت اسلام ایک سخت مصیبت میں مبتلا هوگیا تھا - چھپے هوے دشمنوں کے مخفي جذبات میں جنبش پیدا هوگئي تھي' اور اگر ضبط و استقلال کے ساتھہ ارکان اسلام کو قائم نہ کر دکھایا جاتا' تو دشمنان حق اس مہلت کو اپنے دیرینہ حوصلوں کي شکارگاہ بنا لیتے - لیکن اس اهم فرض کي طرف کسي کو توجہ نہ تھي' اور محبوب رب العالمین کے فراق نے تمام صحابہ کو سرگردان و حیران بنا دیا تھا - ایسي حالت میں حضرت ابو بکر صدیق هي کا دماغ تھا جو سکون کي حالت میں تھا - محبت اور جذبہ عقیدت کا اظهار تو

(۱) صحیح بخاري جزو - ۷۰۱

اونھوں نے آنحضرت کے جسد اطہر کو چوم کر کردیا تھا ' لیکن اسلام کي حفاظت اس سے بھي زیادہ مقدم تھي - چنانچہ ابھي آپ دفن بھي نہیں ہوے تھے کہ وہ صحابہ کے مجمع میں تشریف لاے ' دیکھا کہ حضرت عمر رضي الله عنہ پریشاني کي حالت میں صحابہ سے کچھہ خطاب کر رہے ھیں - اونھوں نے روکا ' وہ باز نہیں آے - پھر روکا ' مگر پھر اونھوں نے توجہ نہ کي - اب مجبور ہوکر خود ایک خطبہ دیا ' جس نے تمام صحابہ کو انکے آگے ہمہ تن گوش بنا دیا :

اما بعد' فمن کان منکم یعبد محمدا صلی الله علیه وسلم فان محمدا صلی الله علیه و سلم قد مات - ومن کان یعبد الله فـــان الله حي لا یموت - قال الله تعالی ما محمـــد الا رسول (۱)

جو لوگ تم میں سے محمد کو پوجتے تھے تو انھیں معلوم ہو کہ اب محمد (صلی الله علیه و سلم) کے وصال کے ساتھہ انکے اسلام کا بھي خاتمہ ہوچکا ' لیکن جو لوگ خدا کے پرجنے والے تھے ' انکو یقین کرنا چاھیے کہ انکا خدا اب تک زندہ ھے ' اور کبھي نہ مریگا - خدا خود کہتا ھے کہ محمد تو صرف ایک پیغمبر ھیں ' جیسا کہ انکے پہلے پیغمبر آے اور اپنا فرض نبوت ادا کرکے دنیا سے چلے گئے -

صحابہ کہتے ھیں کہ " اس خطبہ کے بعد لوگونکو ایسا محسوس ہوا گویا یہ آیت بالکل نئي ھے جو کبھي نازل ھي نہیں ہوئي تھي " انکي زبان سے وہ کچھہ اسطرح بروقت ادا ہوئي کہ ہر شخص کے دل میں اُتر گئي اور ہر زبان نے اسکو بار بار دھرایا !

غالباً اسي ضبط و استقلال کا اثر تھا کہ حضرت عمر رضي الله عنہ نے سقیفہ بني ساعدہ میں آنھي کي بیعت کیلیے سب سے پہلے ھاتھہ بڑھا یا -

خلافت کے بعد احتساب کا ایک نہایت نازک موقع اور پیش آیا ' یعنے ایک گروہ نے زکواۃ روک دي - حضرت ابوبکر نے اُن سے جہاد کرنا چاھا - حضرت عمر رضي الله عنہ نے اس سے اختلاف کیا اور کہا : " کلمہ گویوں کے ساتھہ کیونکر جہاد کیا جا سکتا ھے ؟ " لیکن حضرت ابوبکر نے صاف کہدیا : " جو لوگ نماز اور زکواۃ میں ذرہ برابر بھي تفریق کرینگے ' اور ایک بکري کا بچہ بھي روک لینگے ' میں اُن سے مقاتلہ کرونگا " چنانچہ حضرت عمر رضي الله عنہ کو بھي بعد میں اُن کي اصابت راے کو تسلیم کرنا پڑا (۲)

ان اھم مواقع کے علاوہ احتساب کے اور بھي جزئي موقعے عہد نبوت میں پیش آے ' اور اُنھوں نے اس فرض کو ادا کیا - صحابہ کرام کے پیغمبرانہ اعمال کا میدان اسقدر وسیع ھے کہ تمام واقعات کو جمع کرنا ممکن نہیں - عید کے دن کچھہ عورتیں حضرت عائشہ کے گھر میں گا رہي تھیں - حضرت ابوبکر آے اور اُنکو ڈانٹا ' لیکن آنحضرت صلی الله علیه و سلم نے اُنھیں گانے کي اجازت دیدي (۳)

ایک مرتبہ ایک عورت کے پاس سے گذرے - دیکھا کہ وہ بالکل خاموش ھے - لوگوں سے دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ اُس نے عرب کے قدیم طریق رھبانیت پر " خاموش حج " کیا ھے - اُنھوں نے اُس سے کہا : " یہ جائز نہیں ' یہ زمانہ جاھلیت کا دستور تھا - "

یہ نہ سمجھنا چاھیے کہ اس فرض کے ادا کرنے پر اُنکو اسلام کي قوت یا خلافت کي سطوت نے اس قدر دلیر کردیا تھا ' بلکہ یہ قوت خلافت سے پہلے بھي ہمیشہ اسي طرح اپنا عمل انجام دیتي رہي - ابتداے اسلام میں جب اسلام کا کوئي حامي و مددگار نہ تھا ' اُسوقت بھي اُنھوں نے اسي دلیري کے ساتھہ اس فرض کو ادا کیا - ایک مرتبہ آنحضرت نماز پڑھ رہے تھے ' عقبہ بن معیط نامي ایک شقي آیا اور آپکي اس مقدس گردن کو پکڑ کے زور سے دبایا جسکے اندر سے تمام کائنات ارضي کي سعادت کي صدائیں نکلتي تھیں - حضرت ابوبکر فوراً لپکے اور ھاتھہ پکڑ کے اُسکو دور پھینکا اور کہا " آہ ' تم ایک شخص کو صرف اس بنا پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ھے کہ میرا رب صرف خدا ھے ؟ " (۱)

(اسوۂ احتساب فاروقي)

حضرت عمر رضي الله عنہ جب اسلام لاے تھے تو اونکے ھاتھہ میں تلوار تھي - اسلام لانے کے بعد بھي وہ تلوار اونکے ھاتھہ میں ہر جگہ نظر آتي ھے -

ہم حدیثوں میں قدم قدم پر پڑھتے ھیں کہ جب کسي نے شان اسلام کے خلاف کوئي بات کي ' حضرت عمر رض نے فوراً تلوار اوٹھہ لي - حاطب بن بلتعہ نے مدینہ سے اھل مکہ کو ایک خط لکھا ' جس کے ذریعہ اونکو مسلمانوں کے مخفي حالات معلوم ہوگئے - حضرت عمر رض نے فوراً تلوار سنبھال لي اور آنحضرت سے عرض کیا : " اجازت دیجیے کہ اس منافق کي گردن اوڑا دوں " (۲)

ایک غزوہ میں عبد الله ابن ابي نے کہ منافقوں کا لیڈر تھا ' کہا : " مدینہ چل کر محمد کو نکال دیا جائیگا " حضرت عمر نے فوراً آنحضرت کي خدمت میں حاضر ہوکر درخواست کي : " حکم دیجیے کہ اس منافق کا فیصلہ کردوں " لیکن رحمۃ للعالمین نے دونوں موقعوں پر اونکو روک دیا (۳)

احتساب کیلیے نرمي و ملاطفت کے ساتھہ بہت زیادہ دلیري ' آزادي ' اور جرأت کي ضرورت ہوتي ھے - حضرت عمر میں احتساب کي یہي آخر الذکر شان زیادہ نمـــایاں نظر آتي ھے جسکے بغیر کوئي انسان سچائي کا محتسب نہیں ہوسکتا - اسیران بدر اور صلح حدیبیہ کے واقعہ میں اونھوں نے خود آنحضرت صلی الله علیه وسلم کے طرز عمل سے جس طرح اختلاف کرنے کي جرات کي ' اوسکا حال ہر اوس شخص کو معلوم ھے جس نے صحاح کا مطالعہ کیا ھے - جب آنحضرۃ نے عبدالله بن ابي کي نماز جنازہ پڑھني چاھي تو دیکھو کہ اونھوں نے بے اختیار دامن پکڑ کے روک لیا (۴)

تمام صحابہ کو کم و بیش احتساب کے ادا کرنے کا خیال تھا ' لیکن کسي کي یہ جرأت نہ تھي کہ آنحضرۃ کي بیویوں کے معاملے میں بھي روک ٹوک کرتا - اس معاملہ میں صرف حضرت عمر تمام صحابہ کے اندر ممتاز نظر آتے ھیں - حضرت سودہ کو باھر نکلنے پر اونھي نے ٹوکا تھا - (۵) اور خود آیت حجاب نے بھي اونکي تائید کي - یہاں تک کہ خود حضرت ام سلمہ کو ایک بار شکایت کرني پڑي کہ " اے عمر ! اب تم اسقدر بڑھ چلے ہو کہ ازواج مطہرات اور خود آنحضرت کے معاملے میں بھي دخل دینے لگے ؟ " (۶)

حضرت ابوبکر رضی الله عنہ تمام صحابہ میں مستحق ادب خیال کیے جاتے تھے ' لیکن ایک موقع پر جب خود اونکي بہن نے جوش غم میں حد شریعت سے تجاوز کرکے نوحہ کیا ' تو حضرت عمر رض نے اونکو گھر سے نکلوا دیا - (۷)

---

(۱) بخاري جزء ۲ - ص - ۷۲ کتاب الجنائز -
(۲) بخاري جزء ۱۵۹۲ -
(۳) بخاري جزء ۲ - ص - ۱۶ کتاب العیدین -

(۱) بخاري جزء ۹ - ص - ۱۰ -
(۲) بخاري جزء ۵ ص - ۷۸
(۳) بخاري جزء ۹ ص - ۱۴۵
(۴) بخاری جزء - ۱ ص - ۹۷
(۵) بخاری جزء - ۸ ص - ۵۴
(۶) بخاري جزء - ۶ ص - ۱۵۷
(۷) بخاري جزء - ۹ ص - ۸۲ -

حقیقت یہ ہے کہ آزادي صداقت اور دلیري حق ادب کے منافي نہیں ' ورنہ خود حضرت عمر سے زیادہ آنحضرت کا ادب کون کرسکتا تھا؟ اپني ذات کے علاوہ جب کبھي کسي دوسرے سے کوئي حرکت صادر ہوجاتي جو آنحضرت کے ادب کے ذرا بھي منافي ہوتي' تو وہ اسکي برداشت کي طاقت نہیں رکھتے تھے - آنحضرت کي خدمت میں چند عورتیں نہایت اونچي آواز کے ساتھہ گفتگو کررہي تھیں' اتفاق سے حضرت عمر آگئے تو سب کي سب بے تحاشا اوٹھہ کے بھاگ گئیں کہ اس جرات پر نہیں انکي تلوار احتساب کو حرکت نہو جائے - انہوں نے کہا: "اے اپني جان کي دشمنو! رسول اللہ سے زیادہ مجھہ سے ڈرتي ہو؟" (۱)

حضرت عمر کے کارنامہ احتساب میں سب سے زیادہ نمایاں وہ واقعات ہیں ' جہاں انہوں نے صحابہ کو کثرت روایت حدیث سے روکا ہے - حدیث کي روایت جس قدر ضروري ہے ' اسي قدر مشکل بھي ہے - صحابہ کے زمانہ میں اگرچہ کذب في الروایۃ کا (یعنے عمداً غلط اور جھوٹ روایت کرنے کا) احتمال نہ تھا - تاہم غلطیوں کے پیدا ہونے کا اندیشہ تھا ' اور بعض موقعوں پر غلطیاں پیدا بھي ہوئیں - چنانچہ اسکے متعلق حضرت عائشہ' حضرت ابن عمر' حضرت ابو ہریرہ' اور حضرت عبد اللہ بن عباس کي تنقیدي روایات کو پیش نظر رکھنا چاہیے - پس اسي بنا پر حضرت عمر روایت حدیث کي غیر محتاط کثرت پر نہایت سخت گیري کرتے تھے - حضرت ابوہریرہ نے جب کثرت سے روایتیں کیں' تو اونہوں نے صاف صاف کہدیا - "اب اگر تم نے احتیاط نہ کي تو کوڑوں سے پٹوا کر نکلوا دونگا" (۲)

ایک بار حضرت ابو موسی اشعري نے اونکو تین بار سلام کیا ' وہ مصروف تھے جواب نہیں دیا - وہ واپس چلے گئے - فارغ ہوے تو بلا کر واپس جانے کي وجہ پوچھي - اونہوں نے کہا: "آنحضرت نے فرمایا ہے کہ تین بار اجازت طلب کرنے پر اگر اجازت نہ ملے تو واپس جاؤ" حضرت عمر نے کہا: "اس حدیث کي صحت پر گواہ لاؤ" چنانچہ حضرت ابو سعید خدري نے شہادت دي' تو اونکا دامن چھوڑا (۳)

دو عورتوں میں زد و کوب ہوئي - ایک حاملہ تھي - اوسکا حمل ساقط ہوگیا - حضرت عمر کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو آپ نے صحابہ سے دریافت فرمایا: "کسي نے آنحضرت سے اسکے متعلق کوئي حدیث سني ہے؟" مغیرہ نے کہا: "ہاں ' آنحضرت نے اوسکي دیت ایک غلام یا ایک لونڈي دلوائي ہے" لیکن اونہوں نے تسلیم نہ کیا اور اس حدیث پر شہادت طلب کي ' چنانچہ جب محمد بن مسلم نے گواہي دي تو اسکے مطابق فیصلہ کیا (۴)

اونہوں نے اس معاملہ میں اس قدر سخت گیري کي کہ بعض موقعوں پر صحابہ چیخ اوٹھے: لا تکن عذابا علي اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" (۵) یعنے اے عمر! اصحاب رسول کیلیے تم عذاب نہ ہوجاؤ!

حضرت عمر کي نگاہ اگرچہ ہمیشہ اسي قسم کے جلائل امور پر پڑتي تھي ' تاہم وہ جزئیات احتساب سے بھي بے پروا نہ تھے - جب ایک عورت شریک جنازہ ہوئي تو انہوں نے اسکو ڈانٹا کہ تمھاري شرکت کا حکم شرعي موجود نہیں ' لیکن آنحضرت صلي اللہ علیہ وسلم نے اسکو اجازت دیدي (۱)

ایک بار طائف کے دو آدمیوں نے مسجد نبوي میں شور و غل کیا - حضرت عمر نے انکو بلوا کر کہا: "اگر تم مسافر نہ ہوتے تو میں تمکو سزا دیتا - تم مسجد نبوي کے اندر شور کررہے ہو؟" (۲)

ایک بار حضرۃ ابن زبیر کے بدن پر حریر کا کپڑا دیکھا تو اسکو پھاڑ دیا - انکے باپ زبیر نے کہا "تم نے بچے کو دل شکستہ کردیا" فرمایا "بچوں کو حریر نہ پہناؤ" یعنے بچپن سے انہیں عیش و راحت جسم کا عادي نہ کرو - اسلام ہر مسلمان کو سپاہي کي طرح سادہ وضع اور محنت پسند دیکھنا چاہتا ہے - (۳)

رویشد ثقفي ایک شخص تھا جس نے شراب کي دکان کھولي تھي - حضرت عمر نے دکان میں آگ لگوادي اور فرمایا: "تو فویسق ہے نہ کہ رویشد" حضرت علي علیہ السلام نے بھي ایک گاؤں کو جلوادیا تھا جس میں شراب کي تجارت ہوتي تھي (۴)

حضرت عمر (رض) نے ایک آدمي کو دیکھا کہ دودھ میں پاني ملا کر بیچ رہا ہے - اس سے چھینکر دودھ کو زمین پر گرا دیا (۵)

انبیاے سابقین کي جو معروف اور ناقابل وثوق کتابیں عرب میں پھیلي ہوئي تھیں جن سے اسلام میں بھي اختلاط مذہبي پیدا ہوجانے کا خوف تھا ' حضرت عمر نے اُن سب کو جلا دیا -

اے کاش اسرائیلیات کا تمام ذخیرہ نابود ہوجاتا -

سعد بن ابي وقاص نے امیرانہ ٹھاٹ کے ساتھہ ایک محل بنایا اور بادشاہوں کي طرح پردے میں رہنے لگے ' حضرت عمر کو خبر ہوئي تو اوس محل کو جلوا دیا - یہ شدت تھي جو اسلامي احتساب کے نمونوں نے ہمارے سامنے پیش کي ہے - یہ امارت اور سلطاني کے بڑے بڑے محل ہي ہیں جنکے اندر انسانیۃ کي بربادي کي تمام خباثتیں پلیں' اور یہي محل ہیں جنھوں نے خلفاء اسلام کي کچي دیواروں کي جگہ بنکر اسلام کي اصلي طاقت کو پاش پاش کردیا!

اس قسم کے سیکڑوں واقعات ہیں جنکي تفصیل اس مختصر مضمون میں نہیں کي جاسکتي -

(ایک دقیـق نکتہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امر بالمعروف و النہي عن المنکر کا یہ طریقہ بتایا ہے:

من رای منکم منکرفلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ ' فان لم یستطع فبقلبہ و ذلک اضعف الایمان (مسلم جلد - ۱ ص - ۳۸ کتاب الایمان)	تم میں سے جو شخص کسي برائي کو دیکھے تو چاہیے کہ اوسکو اپنے ہاتھہ سے بدلدے' لیکن اگر اس پر قادر نہو تو زبان سے ٹوکے' اگر اس پر بھي قادر نہو تو کم از کم دل ہي سے برا سمجھے' مگر یہ اخري صورت ادنیٰ درجہ کا ایمان ہے -

یہ حدیث احتساب مختلف درجوں کي اس قدر جامع ہے کہ ایک صاحب اقتدار بادشاہ سے لیکر ایک اپاہج فقیر تک اسکے اندر اپنا حکم اور طریقہ پا لے سکتا ہے ' لیکن اسکے علاوہ احتساب کا ایک اور طریقہ بھي ہے جس پر ہر شخص عمل نہیں کرسکتا - احتساب کا ہر طریقہ ہاتھہ' زبان' یا کم از کم دل کي قوت کا محتاج

(۱) بخاري جزء - ۸ ص - ۲۳
(۲) تذکرۃ الحفاظ جلد اول تذکرہ عمر فاروق -
(۳) بخاري جزء ۸ - ص - ۵۴ -
(۴) بخاري جزء - ۹ ص - ۱۱
(۵) ابو داود جلد - ۲ ص - ۳۴۹

(۱) سنن ابن ماجہ - ص - ۲۷۱
(۲) بخاري جزء ۱ - ص - ۹۷
(۳) الحسبۃ في الاسلام لحجۃ الاسلام ابن تیمیہ - ص - ۴۴
(۴) الحسبۃ في الاسلام - ص - ۴۳
(۵) الحسبۃ في الاسلام - ص - ۴۳

هوتا هے ' لیکن اس طریقه میں جس قوت کي ضرورت هوتي هے ' وه ایک لدني جوهر مقدس هے جوهر شخص میں پیدا نهیں هوسکتا-

ایمان بالله ' انقطاع علائق ماسوی الله ' تقوی ' طهارت ' زهد و عبادت ' اور فضائل و اخلاق کي عملي زندگي سے انسان میں ایک خاص کیفیت الاهیه و راسخه پیدا هوجاتي هے ' جسکو شریعت کي زبان میں روحانیت ' اورعلم النفس کي اصطلاح میں تفوذ کهتے هیں - جن لوگوں میں یه روحانیت پیدا هوجاتي هے وه اپنے وجود کے اندر طاقت و سلطاني کي ایک ایسي نافذانه قوة پالیتے هیں ' جو تلوار کي دهار اور آگ کي لپٹ سے زیاده مخلوقات پر اثر رکهتي هے - پس اس قوت کے حصول کے بعد وه انسانوں کے سامنے آتے هیں تو نیکي کا ایک فرشته نمایاں هوجاتا هے - انکے حضور میں کبهي برائي سر نهیں اٹها سکتي ' اور کوئي انسان گناه نهیں کرسکتا - جو لوگ انکي صحبت میں رهتے هیں ' انپر انکي یه قوة روحاني از سرتا پا چهاجاتي هے ' اور بسا اوقات اسطرح خیر مجسم بنا دیتي هے که گناه کي هوس هي معدوم هوجاتي هے-

صلحاء امت میں یه قوة اعتقاد راسخ اور اعمال صالحه سے پیدا هوتي هے ' اور اسکي ایک خاص حد هے - لیکن حضرات انبیاء کرام علیهم السلام کے ظهور کا مقصد چونکه اصلاح نفوس هوتا هے ' اسلیے الله تعالی انکي فطرة کے اندر هي اس قوة کو اس انتهائي حد تک ودیعت کردیتا هے جو انسانیة کبری کا درجهٔ قصوی هے ' اور جو صرف انبیاء هي کیلیے مخصوص هے -

وه جب دنیا میں آتے هیں تو بغیر کسب و اخذ کے اس قوة الهي کا اعلی ترین سرچشمه هوتے هیں ' اور انکے سلطان نفوذ و احاطهٔ کلي کے آگے بدني کي تمام طاقتیں فنا هوجاتي هیں - انکے پاس لوهے کے آلات اور خون ریزی کے اسلحه میں سے کچهه نهیں هوتا ' لیکن یهي قوة الاهیه هوتي هے جو انکو از سرتا پا ایک شمشیر الهي بنا دیتي هے اور انکا وجود ' انکي نقل و حرکت ' انکي کردار و رفتار ' انکا کهانا پینا ' رهنا سهنا ' غرضکه زندگي اور وجود کي ایک ایک حرکت اور ایک ایک ادا کا الله محافظ هوتا هے ' اور انکے اندر نیکي کي نافذانه و عاملانه قوة کي بجلیاں بهر دیتا هے -

انبیاء کرام کے ظهور کا مقصد سعادت انساني اور سلام ارضي هے ' اسلیے انکو نبوت کي جسقدر طاقتیں بخشي جاتي هیں ' وه انکے کام اور کام کي وسعت کے مطابق هوتي هیں - سپه سالار فوج کو جتني بڑي فوج سے لڑنا هوتا هے ' اسي کے مطابق اسکو فوجي سرو سامان بهي دیا جاتا هے ' اور اسي کے مطابق اسکے سپاهیوں کي تعداد اور طاقت بهي هوتي هے - اسلام سے پہلے جسقدر انبیاء کرام علیهم السلام آے ' انکا جهاد صرف محدود ملکوں اور قوموں کي گمراهیوں کے مقابلے میں تها - لهذا انکا سامان جنگ بهي انکے کام کے مطابق تها - لیکن اسلام کا ظهور تمام کرهٔ ارضي کي ضلالت کو نابود کرنے کیلیے تها ' اور تمام نوع بشري کي اصلاح اسکے سامنے تهي - پس اسکا پیغمبر بهي تمام پچهلي قوتوں سے زیاده قوة لیکر آیا ' اور تمام پچهلي فوجوں اور فوجي سرو سامان سے زیاده وسیع و عظیم اسکي فوج اور اسکا سامان جنگ تها -

یهي وجه هے که پیغمبرانه طاقتوں میں سے هر طاقت پیغمبر اسلام کو زیاده ملي ' اور یهي وجه هے که اور تمام پیغمبروں کي طیار کرده جماعت سے کهیں زیاده طاقتور جماعت اس نے طیار کي - اعمال نبوت میں سب سے بڑي طاقت یهي قوة نفوذ و تربیت هے ' اسي قوة سے وه دنیا کي تمام شیطاني قوتوں کو نابود کردیتے هیں - پس اسلام کے پاس اس قوة کا خزانه بهي سب سے زیاده وسیع تها ' اور اس نے صحابه کرام کي جو جماعت اس قوة سے طیار کي تهي ' وه تمام پچهلی خلفاء نبوت جماعتوں سے بڑهکر اس قوة روحاني کو اپنے اندر رکهتي تهي -

عهد نبوة کي تاریخ همیں اور کچهه نهیں بتلاتي ' صرف اسي قوة الهي کي ایک روحاني سرگذشت هے - صحابه کو جس چیز نے احتساب حق کي پیغمبرانه قوتوں سے معمور کردیا تها ' وه اسي قوت کي تربیت تهي ' اور صحابه کي زندگي میں احتساب حق کا جو عملي نمونه نظر آتا هے اور جو انکي زندگي کي ایک ایک ادا کے اندر جلوه افگن هے ' وه اسي قوة معلمه و مربیه کي معلمه و تربیت یافته تصویر تهي -

حضرت حنظله تمیمي فرماتے هیں : " هم لوگ آنحضرت کي خدمت میں تو که آپ نے جنت و دوزخ کا ذکر اس موثر طریقه سے کیا که هم نے اونکو اپني آنکهوں سے دیکهه لیا ' لیکن میں خدمت مبارک سے اوٹهکر بال بچوں میں آیا اور اونکے ساتهه چهل اور هنسي مذاق کرنے میں مصروف هوگیا ' تو وه اثر زائل هوگیا جو آپ کے فیض صحبت نے پیدا کردیا تها - پهر مجهکو وه تذکرے یاد آے تو میں فوراً اوٹها اور حضرت ابوبکر سے مل کر کها که میں منافق هوگیا هوں - آنحضرة کي خدمت میں جو ذوق و شوق مجهپر طاري هوگیا تها ' وه گهر پهنچکر باقي نه رها - حضرت ابوبکر رضي الله عنه نے فرمایا : یه کوئي گهبرانے کي بات نهیں هے آخر هم بهي تو ایسا هي کرتے هیں "

لیکن حضرت حنظله کو اونکے اس جواب سے تسکین نهیں هوئي - اونهوں نے براه راست آنحضرت سے اسکا ذکر کیا - آپ نے فرمایا : " تمهلوگوں کي جو حالت میرے پاس هوتي هے ' اگر یه قائم رهه جاتي تو تم سے فرشتے راستوں میں مصافحه کرتے " (سنن ابن ماجه صفحه - ۷۷۵)

روحانیت کي اس قوة کي اصلي پهچان یه هے که یه انسان کے اندر ایک عامل و نافذ طاقت پیدا کردیتي هے ' اور اسلیے اسکا وجود جسطرح انسانوں کو نیک بنا دینے کیلیے گهیر لیتا هے ' دوسرے انسانوں سے نهیں هو سکتا - وه وعظ کرسکتے هیں ' هدایت کرسکتے هیں ' نیکي کي خوبیاں بتا سکتے هیں ' مگر اپني جلال و سلطاني حق سے چهاکر آگے نیک نهیں بنا دیسکتے - صحابه کرام میں اس قوة حق کے کرشمے همیں هر جگه نظر آتے هیں - لیکن خاص طور پر حضرة علي ' حضرة عمر ' اور حضرة ابوبکر (رضي الله عنهم) اس قوة کا مظهر تهے - حضرت ابوبکر صدیق نے جب سب سے پہلے تنها هجرت کرني چاهي ' تو اسي قوة کا اعتراف تها جسکي بنا پر ابن دغنه نے آپ کو جانے سے روکا :

مثلک یا ابا بکر لاتخرج	اے ابوبکر ! تم جیسا شخص نه هجرت
ولا یخرج انک تکسب	کرسکتا هے ' اور نه هجرت کرنے پر اسکو
المعدوم و تصل الرحم	مجبور کیا جا سکتا هے - تم مفلسوں کو
وتحمل الکل و تقري	مال دیتے هو ' حقوق رحمي کا لحاظ
الضیف و تعین علی	رکهتے هو ' قوم کا بوجهه اپنے سر پر اوٹها
نوائب الحق فانا لک	لیتے هو ' مهمانوں کي ضیافت کرتے
جار ارجع واعبد ربک	هو ' مصیبتوں کے وقت قبیلے کي
ببلدک (بخاری جزو ۵)	مدد کرتے هو ' تم میرے پڑوسي هو '

پلٹو اور اپنے شهر میں خدا کي عبادت کرو -

چنانچه کفار قریش نے بهي ابن دغنه کي سفارش سے آنکو اپنے گهر کے اندر عبادت کرنے اور قرآن پڑهنے کي اجازت دیدي اور اسطرح کفار باوجود انتهاء شقاوت و مخالفت کے خود انکو هجرت سے روکنے لگے !

اُنهوں نے شوق عبادت میں گهر کے اندر ایک مسجد بنائي اور عبادت و قرأت میں مصروف هوگئے ' لیکن جب وه قرآن پڑهتے تهے تو اُن پر سخت خشیت و رقت طاري هوجاتي تهي '

اور اسکا روحانی اثر کفار کے دل بھوں پر پڑتا تھا ' وہ سب پروانہ وار اس شمع ہدایت پر ٹوٹ ٹوٹ کے گرتے - یہ حال دیکھکر کفار کو خوف ہوا کہ ہمارے دل بھی کہیں مسلمان نہ ہوجائیں - چنانچہ کفار نے ابن دغنہ کو اپنا اپنا قول و قرار یاد دلایا - لیکن حضرت ابوبکر نے فرمایا: " اب میں تمہاری ہمسائیگی سے خدا کی ہمسائیگی میں جاتا ہوں " خدا نے بھی انکی یہ آرزو بہت جلد پوری کردی اور جلد ہی دنوں کے بعد ہجرت نبوی کا واقعہ پیش آگیا -

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قوۃ احتساب اور روحانی اثر کا تو خود آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تصدیق فرمائی - جب چند عورتوں نے آنحضرت کے سامنے ذرا بیباکی سے گفتگو کی ' اور آنحضرت کے رفق و ملاطفت نے بھی اسکو گوارا کرلیا ' تو یہ حضرت عمر ہی کی ہیبت تھی جس نے آنکو پردے کی آڑ میں بھگا دیا تھا ' اور اس موقع پر نبوت کی زبان نے حضرت عمر کی اس روحانی قوۃ احتساب کا اعلان کیا تھا :

ما لقیک الشیطان سالکا فی فجا الا سلک فی فجک — ہمیشہ شیطان تمہاری راہ سے دوچ کے چلے گا -

(بخاری جزء ۵)

(ایک متفرق نظر)

خلافت کے فرائض نے اگرچہ حضرت ابوبکر (رض) و حضرت عمر (رض) کے دائرہ احتساب کو نہایت وسیع کردیا ہے ' تاہم صحابہ کا زمانہ خیر القرون تھا ' اسلیے صحابہ کا ہر فرد سرگرم احتساب رہتا تھا - یہاں تک کہ معمولی سے معمولی چیزوں پر بھی روک ٹوک کی جاتی تھی -

اسلام نے دنیا کی مدنیۃ صالحہ کو جو ترقی دی ہے ' اسکا اثر ایک ایک جزئیات میں نظر آتا ہے - کھانے پینے ' اوٹھنے بیٹھنے ' ملنے جلنے ' غرض ہر چیز میں عرب کی حالت قابل اصلاح تھی ' اور اسلام نے اسکی اصلاح کی - منجملہ ان تمام اصلاحوں کے ایک جزئی اصلاح یہ بھی تھی کہ کھانے پینے کی حالت میں حرص و طمع کا اظہار نہ ہونے پاے - اسی بنا پر آنحضرت نے ایک ساتھ دو دو کھجوروں کے کھانے کی ممانعت فرمادی تھی ' کیونکہ اس سے حرص و طمع کا اظہار ہوتا تھا - احادیث کی اصطلاح میں اسکو " قران " کہتے ہیں -

ایک مرتبہ قحط کا زمانہ تھا ' حضرت ابن زبیر لوگوں کو کھجوریں تقسیم کردیا کرتے تھے ' لوگ شدت گرسنگی میں کھاتے تھے ' تو تہذیب اور ارشاد نبوی کا لحاظ نہیں رکھتے تھے - لیکن جب حضرت عبد اللہ ابن عمر ادھر سے گذرتے تو لوگوں کو ٹوکتے : " آنحضرت نے قران سے منع فرمایا ہے ' البتہ اپنے دوسرے شریک طعام سے اجازت لیکر ایسا کیا جاسکتا ہے " (بخاری جزء ۳)

ایک مرتبہ حضرت ابن عمر نے ابو ایوب انصاری کو دعوت دی ' وہ آے تو دیوار پر ایک منقش ' و مصور پردہ لگا ہوا تھا - حضرت ابن عمر نے معذرت کی کہ " عورتوں نے ایسا کیا ہے " لیکن انہوں نے دعوت کو رد کردیا اور اوٹھکر چلے آے -

فرض احتساب کا دائرہ صحابہ ہی تک محدود نہ تھا بلکہ جو لوگ انکی صحبت سے مستفید ہوتے تھے ' وہ بھی نہایت آزادی کے ساتھ اس فرض کو ادا کرتے تھے ' اور خود صحابہ کو ٹوکتے تھے - ایک مرتبہ حضرت ابو ہرزہ سلمی گھوڑے پر سوار ہوکر آے اور اوترکر نماز پڑھنے لگے ' گھوڑا بھاگا ' انہوں نے نماز چھوڑکر اوسکا تعاقب کیا اور پکڑ لاے ' پھر نماز پوری کی - ایک شخص نے دیکھا تو کہا : " اس بڈھے کی اس جرأت کو دیکھیے کہ گھوڑے کے پکڑنے کیلیے نماز چھوڑ دی " انہوں نے کہا : " جب سے آنحضرت کا ساتھ چھوٹا کسی نے مجھ کو ملامت نہیں کی تھی - میرا گھر بہت دور ہے ' اگر گھوڑا بھاگ جاتا تو میں شام تک گھر نہیں پہونچ سکتا تھا ' میں آنحضرت کو [illegible] دیکھ چکا ہوں (بخاری جزء - ۸)

تفسیر البیان

اور جماعۃ طلباء

تفسیر کے حقیقی مخاطب و مستحق طلباء ہیں

مجھے اس بات سے ایک گونہ افسوس ہے کہ آپنے عام مسلمان خریداروں کے لیے البیان کے چندے میں ایکروپیہ کی رعایت کی ہے ' بشرطیکہ ایک ماہ کے اندر خریداری کی درخواستیں آپ کے دفتر میں پہونچ جائیں - مگر اُن بیچاروں کے لیے کسی قسم کی رعایت نہیں رکھی جن کے لیے البیان کا مطالعہ از بس ضروری ہے ' اور قوم کے لیے عموماً اور آپ جیسے فاضل اجل ' داعی الی الحق ' اور اسلام کے دلدادہ کے لیے خصوصاً لازم ہے کہ اُن کی حالتوں کو درست کیا جاے - تاکہ آیندہ ترقی کے لیے ایک مفید عنصر ثابت ہوں -

آپ کو معلوم ہوگا کہ آجکل کے پڑھے لکھے نوجوانوں پر مغربی تعلیم نے ایسا اثر کیا ہے کہ وہ اسلام کی حقانیت اور اُس کے معانی کو پس پشت ڈالتے جاتے ہیں ' اور اس طرف سے بہت کچھ غفلت کر رہے ہیں ' آجکل کے طالب علم کو اتنا بھی معلوم نہیں ہے کہ اسلام کیا ہے ؟ اور قرآن حکیم کی کیا تعلیم ہے ؟ مگر میرے خیال میں ایک طرح وہ راستی پر ہیں ' کیونکہ اُن کو ایسی ہی تعلیم دی جارہی ہے جس میں مستغرق ہونے کے بعد وہ مذہبی تعلیم کی کسی طرح پروا نہیں کرسکتے - پھر عموماً وہ غریب اپنے تعلیمی اخراجات کے نیچے اس قدر دبے ہوئے ہیں کہ ان میں اتنی طاقت ہی نہیں ہوتی ہے کہ عمدہ عمدہ مذہبی کتب کا مطالعہ کر سکیں -

اگرچہ جو قیمت سالانہ آپنے البیان کی رکھی ہے ' اسقدر زیادہ نہیں ' مگر ایک طالب علم کے لیے زیادہ ہے ' کیونکہ اُس کے تعلیمی اخراجات اتنے زیادہ ہیں کہ ایک کوڑی بھی ان کتب کے مطالعہ کے لیے نہیں بچا سکتا - میں نے اکثر طالب علموں کو اسوقت کہتے سنا ہے کہ " افسوس البیان کا مطالعہ ہمارے لیے ازحد ضروری ہے " مگر ہم کچھ نہیں کر سکتے - ہم میں اتنی طاقت نہیں کہ اس کی خریداری کے لیے رقم مہیا کر سکیں "

میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر ہم طالب علموں کے لیے کسی قدر ہمیشہ کے لیے البیان کے سالانہ چندے میں رعایت کی جاے ' تو بہت سے طالب علم اِس کو خرید نے کے لیے تیار ہو جائینگے -

اس زمانہ میں اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ کسی صورت سے طالب علموں کے دلوں میں اسلام کی حقانیت کا اثر ڈالا جاے ' اور اسلام کا من جانب اللہ ہونا ثابت کیا جاے - اور یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم کی ایک مفصل اور مشرح تفسیر اُنکے سامنے پیش کی جاے ' جس کو وہ بآسانی مطالعہ کرسکیں - یہ تو ہر طرح معلوم و یقین ہے کہ صرف آپ ہی کی تفسیر اس ضرورت کو پورا کر سکتی ہے ' مگر سوال یہ ہے کہ ہم لوگ (طالب علم) کیا طریقہ اختیار کریں جس سے فیضیاب ہو سکیں ؟

..... بی - اے -

متعلم ایل - ایل - بی - کلاس

هر فرمایش میں البلاغ کا حوالہ دینا ضروری ہے

رینلڈ کي مسٹریز اف دي کورٹ ف لندن

یہ مشہور ناول جو کہ سولہ جلدونمیں ہے ابھي چھپ کر نکلی ہے اور تھوڑي سي رہگئي ہے - اصلي قیمت کي چوتھائي قیمت میں دیجاتي ہے - اصلي قیمت چالیس ۴۰ روپیہ اور اب دس ۱۰ روپیہ - کپڑیکي جلد ہے جسمیں سفوري حروف کي کتابت ہے اور ۴۱۶ هاف ٹون تصاویر هیں تمام جلدیں دس روپیہ میں وي - پي اور ایک روپیہ ۱۴ - آنہ محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بڈوبازار - کلکتہ

Imperial Book Depot, 60 Srigopal Mullick Lane, Bowbazar Calcutta.

نصف قیمت اور

تبلہ انعام

ہمارا سائنس فکسن فورٹ هارمونیم سریلا اور مضبوط سب موسم اور آب و هوا میں یکساں رهنے والا همارے خاص کارخانہ میں گواساں لکڑي سے طیار کیا هوا ہے اسوجہ سے کبھي پوري قیمت اور کبھي نصف قیمت پر فروخت کرتے هیں - ایک ماہ کیلیے یہ قیمت رکھی گئی ہے - ایک مرتبہ منگواکر آزمایش کیجیے - نہیں تو پھر آپکو افسوس کرنا پڑیگا - اگرچہ مال ناپسند هوے تو تین روز کے اندر واپس کرنے سے هم واپس کرلیوینگے - اس وجہ سے آپ دریافت کرلیجیے کہ یہ کمپني کسي کو دھوکا نہیں دیتي ہے - گرانٹي تین برس - سنگل ریڈ اصلي قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ روپیہ - اور اسوقت نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - ۲۵ روپیہ - و ڈبل ریڈ اصلي قیمت ۶۵ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ روپیہ - و نصف قیمت ۳۲ - ۳۵ - ۴۰ - ۴۵ روپیہ - هر ایک باجہ کیواسطے مبلغ پانچ روپیہ پیشگي روانہ کرنا چاهیے اور اپنا پورا پتہ اور ریلوے اسٹیشن صاف صاف لکھنا چاهیے - هر ایک سنگل ریڈ کے ساتھہ ایک گھوڑي اور ڈبل ریڈ کے ساتھہ ایک تبلہ و ڈرگي انعام دیا جاویگا - هندي هارمونیم سکھپا کا قیمت ایک روپیہ ہے -

نیشنل هارمونیم کمپني ڈاکخانہ شملہ - کلکتہ

SALVITAE

یہ ایک اتنا مجرب دوا اُن امراض کا ہے کہ جسکي وجہ سے انسان اپني قدرتي قوت سے گرجاتا ہے - یہ دوا اُن کھوئي هوئي قوت کو پھر پیدا کر دیتي ہے - قیمت ایک روپیہ -

ASTHMA TABLETS

کسي قسم کا دمہ اور کتنے هي عرصہ کا هو اگر اس سے اچھا نہ هو تو همارا ذمہ - کھانسي کے لیے بھي مفید ہے - قیمت ایک روپیہ -

PILES TABLETS.

بواسیر خوني هو یا بادي - بغیر جراحي عمل کے اچھا هوتا ہے - قیمت ایک روپیہ -

S. C. Roy, M. A. Mfg. Chemists 36 Dharamtola Street, Calcutta

هر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے هر قسم کا جنون خواہ نوتي جنون ' مرگي والا جنون ' غمگین رهنے کا جنون ' عقل میں فتور ' بے خوابي وغیرہ وغیرہ دفع هوتي ہے - اور وہ ایسا صحیح و سالم هوجاتا ہے کہ کبھي ایسا گمان تک بھي نہیں هوتا کہ وہ کبھي ایسے مرض میں مبتلا تھا -

قیمت فی شیشي پانچ روپیہ علاوہ محصول ڈاک -

S. C. Roy, M. A. 167/3, Cornwallis Street, Calcutta.

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر سیام صاحب کا ادبھرالین

مستورات کے جملہ اقسام کے امراض - کا خلاصہ نہ آنا - بلکہ اسوقت درد کا پیدا هونا - اور اسکے دیر یا هونیسے تشنج کا پیدا هونا - اولاد کا نہونا غرض کل شکایات جو اندرونی مستورات کو هوتے هیں - ماہرس شدہ لوگونکو خوشخبري دیجاتي ہے کہ منفرجہ ذیل مستند معالجونکي تصدیق کردہ دوا کو استعمال کریں اور ثمرہ زندگاني حاصل کریں - یعني ڈاکٹر سیام صاحب کا ادبھرالین استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرے صاحب اولاد هوں -

مستند مدراس شاهو - ڈاکٹر ایم - سي - ننجنڈا راؤ اول اسسٹنٹ کھیمکل اکزامنر مدراس فرماتے هیں - "مینے ادبھرالین کو امراض مستورات کیلیے " نہایت مفید اور مناسب پایا -

مس ایف - جي - ویلس - ایل - ایم - ایل - آر - سي - پي ایفک ایس - سي کرشا اسپتال مدراس فرماتي هیں :- " نمونے کي شیشیاں ادبھرالین کي اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بیحد نفع بخش پا " -

مس ایم - جي - ایم - براڈلي - ایم - ڈي - (برن) بي - ایس - سي - (لنڈن) سینٹ جان اسپتال ارکاڈي بمبئي فرماتي هیں : " ادبھرالین جسکو کہ مینے استعمال کیا ہے " زنانہ شکایتوں کیلیے بہت عمدہ اور کامیاب دوا ہے "

قیمت في بوتل ۲ روپیہ ۸ آنہ - ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیہ -

پرچہ هدایت مفت درخواست آنے پر روانہ هوتا ہے -

Harris & Co., Chemists, Kalighat Calcutta.

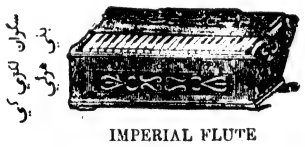

IMPERIAL FLUTE

بہترین اور نہایت لاجواب قیمت سنگل ریڈ ۱۴ - ۱۸ - ۲۰ روپیہ

قیمت ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۸ - ۳۵ روپیہ

هر درخواست کے ساتھہ ۵ روپیہ بطور پیشگي آنا چاهیے -

GANGA FLUTE

قیمت سنگل ریڈ ۱۳ - ۱۷ - و ۲۰ - روپیہ -

ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۷ - ۳۵ - روپیہ

Imperial Depot. 60, Srigopal Mallick Lane Bowbazar, Calcutta.

پوپن ٹائین

ایک عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز دوا ہے - یہ دواکل دماغي شکایتونکو دفع کرتي ہے - پژمردہ دلونکو تازہ بناتي ہے - یہ ایک نہایت موثر ٹانک ہے جوکہ یکساں مرد اور عورت استعمال کر سکتے هیں - اسکے استعمال سے اعضاء رئیسہ کو قوت پہونچتي ہے - هسٹریہ وغیرہ کو بھي مفید ہے - اس کو اونکي بکس کي قیمت دو روپیہ -

زینو ٹون

اس دوا کے پیورني استعمال سے معدہ باہ اندر کي هو جاتي ہے اس کے استعمال کرنے هي آپ محسوس کرینگے قیمت ایک روپیہ آٹھہ آنہ -

AYESHA

مفرح دماغ - حسن کي افزایش - رنگوں کي تازگي - بال کا بڑھنا یہ سب باتیں اسمیں موجود هیں - نہایت خوشبودار - قیمت ۲ روپیہ -

نمونہ مفت - مشورہ مفت - فہرست مفت

Dattin & Co, Manufacturing Chemist, Post Box 141 Calcutta.

مفت ! مفت !!

راے صاحب ڈاکٹر کے - سي - داس صاحب کا تصنیف کردہ نوجوانوں کا رهنما و صحت جسماني و زندگي کا بیمہ کتاب قانون عیاشي - مفت روانہ هوگا -

Swasthy Sahaya Pharmacy, 30/2, Harrison Road Calcutta

البیان

فی

مقاصد القرآن

هـذا بیان للناس و هدی و موعظة للمتقین (۳ : ۳۳)

یعنی قرآن حکیم کی مفصل تفسیر' اثر خامہ اڈیٹر الہلال

اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر ظاہر کردینا کافی ہے کہ قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اوسکی محیط الکل معلمانہ دعوۃ کا موجودہ دور جس قلم کے فیضان سے پیدا ہوا ہے' یہ اسی قلم سے نکلی ہوئی مفصل اور مکمل تفسیر القرن ہے !

یہ تفسیر موزوں کتابی تقطیع پر چھپنا شروع ہوگئی ہے - ہر مہینے کے وسط میں اسکے نم سے کم ۶۴ اور زیادہ سے زیادہ ۱۰۰ صفحے اعلیٰ درجہ کے ساز و سامان طباعت کے ساتھ شائع ہوتے رہینگے - اس سلسلے کا پہلا نمبر جسمیں نصف حصہ مقدمۂ تفسیر اور نصف سورۂ فاتحہ کی تفسیر کا ہوگا' انشاء اللہ عنقریب شائع ہوجائیگا قیمت سالانہ ۲۵ - ربیع الاول تک چار روپیہ - بعد کو پانچ - روپیہ -

اڈیٹر الہلال کی رائے

میں ہمیشہ کلکتہ کے یورپین فرم "جیمس مرے" کے یہاں سے عینک لیتا تھا - اس مرتبہ مجھے ضرورت ہوئی تو میسرزایم - ای - احمد - اینڈ سنز (نمبر ۱-۱۵ رپن اسٹریٹ کلکتہ) سے کئی مختلف قسم کی عینکیں خریدکیں' اور میں اعتراف کرتا ہوں کہ وہ ہر طرح بہتر اور عمدہ ہیں' اور یورپین کارخانوں سے مستغنی کردیتی ہے - مزید براں مقابلتاً قیمت بھی ارزاں ہیں - کام بھی جلد اور وعدہ کے مطابق ہوتا ہے -

آپکو راجبی قیمت پر ہر قسم کی اصلی پتھر کی عینک مضبوط صحیح وقت دینے والی کھڑیونکی ضرورت ہو تو ان میں سے ایک منگواکر آزمایش کریں - رعایتی قیمت وغیرہ کی لالچ میں پڑکر دھوکا نہ کھائیں -

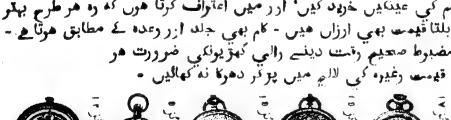

صرف اپنی عمر و دور و نزدیک کی بینائی کی کیفیت تحریر فرمانے پر ہمارے لایق و تجربہ کار ڈاکٹرونکی تجویز سے اصلی پتھر کی عینک بذریعہ وی - پی کے ارسال خدمت کی جائیگی - اسپر بھی اگر آپ کے موافق نہ آے تو بلا اجرت بدل دیجائیگی -

عینک نکل کمانی مع اصلی پتھر کے قیمت ۵ روپیہ سے آٹھ روپیہ تک -

عینک رواد گولڈ کمانی مع اصلی پتھر کے قیمت دس روپیہ سے پندرہ روپیہ تک - محصول ڈاک وغیرہ ۶ - آنہ -

دور نظر (یعنی نزدیک و دور دیکھنے) کی عینک قیمت بالا نرخوں سے ۵ روپیہ زیادہ -

۱- انگلش واچ پتلی خوشنما مضبوط و صحیح وقت کی گارنٹی ۳ سال مع محصول ۵ روپیہ -

۲- ڈبل کیس خوبصورت و مضبوط وقت کی سچی گارنٹی ۳ سال مع محصول ۶ روپیہ -

۳ - چاندیکی ڈبل کیس مڈل کورالیزر کے وقت کی سچی گارنٹی ۳ سال مع محصول ۱۰ روپیہ -

۴ - نکل کیس و میگا واچ نہایت پائدار و وقت کی نہایت سچی گارنٹی ۵ سال مع محصول ۱۷ - روپیہ -

۵ - فیورسٹ واچ ہاتھہ کی زیب دینے والی مع تسمہ گارنٹی چار سال مع محصول ۱۵ - روپیہ سے ۲۲ - روپیہ تک -

ایم - ای - احمد اینڈ سنز تاجران عینک و گھڑی نمبر ۱ - ۱۵ رپن اسٹریٹ ڈاکخانہ ویلسلی کلکتہ

جسکا درد وہی جانتا ہے ، دوسرا کیونکر جان سکتا ہے

یہ سخت سردی کے موسم میں تندرست انسان کا جان بلب ہو رہا ہے - سردی ہٹانے کیلیے کلئے بندوبست کیے جاتے ہیں - لیکن افسوس بدقسمتی سے دمہ کے مریض نا قابل برداشت تکلیف سے بہت ہی پریشان ہوتے ہیں' اور رات و دن سانس پھولنے کیوجہ سے دم نکلے جاتے ہیں ' اور نیند تک حرام ہو جاتی ہے - دیکھیے ! آج اونکو کسقدر تکلیف ہے - لیکن افسوس ہے کہ اس لا علاج مرض کی بازاری دوا زیادہ تر نشیلی اشیاء اور دھتورہ ' بھنگ ' بلا ڈونا ' پوٹاس ' اے او ڈائڈ ' دیکر بنتی ہے - اسلیے فائدہ ہونا تو درکنار مریض بے موت مارا جاتا ہے - ڈاکٹر برمن کی کیمیائی اصول سے بنی ہوئی دمہ کی دوا ایک انمول جوہر ہے یہ صرف ہماری ہی بات نہیں ہے بلکہ ہزاروں مریض اس مرض سے شفاء پاکر مداح ہیں - آپنے بہت خرچ کیا ہوگا - لیکن ایک مرتبہ اسے بھی آزمالیں - اسمیں نقصان نہیں - قیمت ایک روپیہ چار آنہ فی شیشی - محصولڈاک ۵ آنہ - اس دوا کی دو خاص فوائد ہیں - (۱) ایک خوراک میں دمہ دبتا ہے - (۲) اور کچھہ روز کے استعمال سے جڑ سے چلا جاتا ہے اور جبتک استعمال میں رہے دورہ نہیں ہوتا ہے -

ڈاکٹر ایس کے - برمن - نمبر ۵۵ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

Printed & Published by O. Ahmad at the AL-BALAGH Press 45, Rizon L

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين

البلاغ

هذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا

انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب (۱۳ : ۵۲)

نمبر - ۱۰ | کلکته : جمعه ٦ - ربیع الثانی سنه ۱۳۳۴ هجری | جلد ۱

Calcutta : Friday, 11,th February 1916.

ترجمان القرآن

یعنی قرآن حکیم کا اردو ترجمه ' اثر خامهٔ ایڈیٹر الهلال

آسمانی صحائف و اسفار کے حقیقی حامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام هیں - پس انکی تبلیغ و تعلیم اور نشر و توزیع کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانه عمل هے ' جس کی توفیق صرف انهی لوگوں کو مل سکتی هے جنهیں حق تعالی انبیاء کرام کی معیت و تبعیت کا درجه عطا فرماتا هے ' اور اونکا نور علم براه راست مشکواة نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله یوتیه من یشاء -

هندوستان کی گذشته قرون اخیره میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کی توفیق ملی ' وہ حضرت شاه عبد الرحیم رحمة الله علیه کا خاندان تها - انکے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاه ولی الله قدس سره تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمه کی ضرورت الهام الهی سے محسوس کی ' اور فارسی میں اپنا عدیم النظیر ترجمه مرتب کیا - انکے بعد حضرة شاه رفیع الدین اور شاه عبد القادر رحمة الله علیهما کا ظهور هوا ' اور اردو زبان میں ترجمة القرآن کی بنیاد استوار هوئی - شکر الله سعیهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهیک ایک صدی گذر چکی هے ' لیکن یه کهنا کسی طرح مبالغه آمیز نه سمجها جائیگا که نشر و تبلیغ قرآن حکیم کی جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکهی تهی ' اسکی تکمیل کا شرف حق تعالی نے ایڈیٹر الهلال کیلیے مخصوص کردیا تها ' جنهوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرآنیه ' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکیم کا یه اردو ترجمه نهایت سلیس ' عام فهم ' معنی خیز ' حقیقت فرما عبارت میں مرتب کیا هے ' اور بحمد الله که زیر طبع هے -

یه ترجمه کیسا هے ؟ ان لوگوں کیلیے جو الهلال کا مطالعه کرچکے هیں ' اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروری هے -

یه ترجمه حاصل المتن ٹائپ کی جگهه لیتهو میں چهاپا جارها هے تاکه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعه میں آسکے - قیمت فی جلد چهه روپیه رکهی گئی هے - لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکهتے هی قیمت بهیجدینگے ' انسے صرف ساڑهے چار روپیه لیے جائینگے - درخواستیں اور روپیه منیجر البلاغ کے نام بهیجنا چاهیے -

قیمت فی پرچه چار آنه

" کتاب مرقوم یشهده المقربون" (۸۳ : ۱۸)

" فی ذالک فلیتنافس المتنافسون ! " [۸۳ : ۲۳]

السحر الحلال فی مجلدات الهلال

گاه گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

(۱) " الهلال " تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہی وقت میں دعوۃ دینیۂ اسلامیہ کے احیاء ' درس قرآن و سنت کی تجدید' اعتصام بحبل اللہ المتین کا واعظ' اور وحدۃ کلمۂ امۃ مرحومہ کی تحریک کا لسان الحال ' اور نیز مقالات علمیہ' و فصول ادبیہ ' و مضامین و عناوین سیاسیۂ و نفیہ کا محور و مرجع مجموعہ تھا - اسکے درس قرآن و تفسیر اور بیان حقائق و معارف کتاب اللہ الحکیم کا انداز مخصوص محتاج تشریح نہیں - اسکے طرز انشاء و تحریر نے اردو علم ادب میں دو سال کے اندر ایک انقلاب عام پیدا کردیا ہے - اسکے طریق استدلال و استشہاد قرآنی نے تعلیمات الاہیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے ' وہ اسدرجہ عجیب و موثر ہے کہ الہلال کے اشد شدید مخالفین و منکرین تک اسکی تقلید کرنے میں اور اس طرح زبان حال سے اقرار و اعتراف پر مجبور ہیں - اسکا ایک ایک لفظ ' ایک ایک جملہ ' ایک ایک ترکیب ' بلکہ عام طریق تعبیر و ترتیب ' و اسلوب و نسج بیان اس وقت تک کے تمام اردو ذخیرہ میں مجددانہ و مجتہدانہ ہے -

(۲) قرآن کریم کی تعلیمات اور شریعۃ الاہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا اور حاوی سیاست و اجتماعیۂ ثابت کرنے میں اسکا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبی مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا -

(۳) وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو انکی تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں انہام شریعت کی تلقین کی' اور سیاسی آزادی و حریت کو عین تعلیمات دین و مذہب کی بنا پر پیش کیا - یہاں تک کہ دو سال کے اندر ہی اندر ہزاروں دلوں ' ہزاروں زبانوں ' اور صدہا اقلام و مصالف سے اس حقیقت کو معتقدانہ نکلوا دیا !

(۴) وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے مرحومہ عہد کے اعتقادی و عملی الحاد کے دور میں توفیق الہی سے عمل بالاسلام والقرآن کی دعوت کا از سر نو غلغلہ بپا کردیا ' اور بلا ادنی مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ اسکے مطالعہ سے بے تعداد و بے شمار مشککین ' مذبذبین ' متفرنجین ' ملحدین ' اور تارکین اعمال و احکام ' راسخ الاعتقاد مومن ' صادق الاعمال مسلم ' اور مجاہد فی سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں - بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر ہیں جن میں ایک نئی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے : و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم !

(۵) علی الخصوص حکم مقدس جہاد فی سبیل اللہ کے جو حقائق و اسرار اللہ تعالی نے اسکے صفحات پر ظاہر کیے ' وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق و رحمت خاص ہے -

(۶) طالبان حق و ہدایت' متلاشیان علم و حکمت' خواستگاران ادب و انشاء' تشنگان معارف الاہیہ و علوم نبویہ' غرضکہ سب کیلیے اس سے جامع و اعلی اور بہتر و اجمل مجموعہ اور کوئی نہیں - وہ اخبار نہیں ہے جسکی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہوں - وہ مقالات و فصول عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے' جن میں سے ہر فصل و باب بجائے خود ایک مستقل تصنیف و تالیف ہے ' اور ہر زمانے اور ہر وقت میں اسکا مطالعہ مثل مستقل مصنفات و کتب کے مفید ہوتا ہے -

(۷) چھ مہینے کی ایک جلد مکمل ہوتی ہے - فہرست مواد و تصاویر بہ ترتیب حروف تہجی ابتدا میں لگا دی گئی ہے - رائیلی کپڑے کی جلد ' اعلی ترین کاغذ ' اور تمام ہندوستان میں رحیم و فرید چھپائی کے ساتھ بڑی تقطیع کے (۵۰۰) صفحات !

(۸) پہلی اور دوسری جلد دوبارہ چھپے گی - تیسری' چوتھی اور پانچویں جلد کے چند نسخے باقی رہگئے ہیں - تیسری جلد میں (۹۹) اور چوتھی جلد میں (۱۲۵) سے زاید ہاف ٹون تصویریں بھی ہیں' اس قسم کی دو چار تصویریں بھی اگر کسی اردو کتاب میں ہوتی ہیں تو اسکی قیمت دس روپیہ سے کم نہیں ہوتی

(۹) با این ہمہ قیمت صرف سات روپیہ ہے - ایک روپیہ جلد کی اجرت ہے -

(مدیر)

Tel Address : Alblagh, Calcutta.
Telephone No. 648

AL-BALAGH.

Chief Editor
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly ,, Rs. 6-12

البلاغ

مدیر مسئول و رئیس قلم تحریر
احمد الکیلانی ابوالکلام الدہلوی
مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - ریپن لین
کلکتہ
ٹیلی فون نمبر ۶۴۸
سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

نمبر - ۱۰ | کلکتہ : جمعہ ۶ - ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۴ ھجری | جلد ۱
Calcutta : Friday, 11th February 1916.

دعــوة الى القــرآن

گذشتہ اشاعت کے آخری صفحہ میں ہم نے تفسیر البیان کی قیمت کے متعلق ایک مراسلہ درج کی تھی - اسکے متعلق پنجاب کے ایک صاحب غیرت و درد بزرگ لکھتے ہیں :

" اس خط کو پڑھکر خاکسار کی طبیعت پر نہایت اثر پڑا' اللہ اللہ ایک جماعت تو ان لوگوں کی ہے جنکو جناب کی قلمی خدمات سے مستفید ہونے کی توفیق ملی ہے مگر اپنی بدبختی سے محروم رہتی ہے - اور ایک جماعت اُن لوگوں کی ہے جو فیض یاب ہونے کیلیے مضطرب ہیں' لیکن اتنی استطاعت نہیں رکھتے کہ اپنی حسرت پوری کریں - حقیقت یہ ہے کہ جناب کی تصنیفات کے اصلی مستحق یہی لوگ ہیں - انگریزی مدارس کے تعلیم یافتہ طلباء کی مذہبی اصلاح تمام آیندہ نسل کی اصلاح ہے' اور انہی کو سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ جناب کی روح بخش تصنیفات سے فیض یاب ہوں - جس وقت سے جناب نے البیان کا اعلان کیا ہے' میں اسکی ضرورت محسوس کر رہا ہوں اور اپنے اکثر دوستوں سے بھی عرض کرچکا ہوں - اس مشکل کے دور کرنے کا اصلی علاج یہ ہے کہ ایک مستقل فنڈ اس غرض سے کھولدیا جاے کہ جو طلباء' علماء' اور عام طور پر غیر مستطیع اشخاص البلاغ اور البیان کو انکی اصلی قیمت دیکر نہیں خرید سکتے' انسے نصف قیمت لی جاے' اور نصف قیمت اس فنڈ سے ادا کردی جاے - جناب کے عقیدتمندوں کا دائرہ بحمد للہ اسقدر وسیع ہے کہ کسی ایسے فنڈ کے قائم کرنے میں ذرا بھی دقت نہیں ہوسکتی - صرف اعلان کی ضرورت ہے - جناب کے خاکسار کی درخواست پر پانچ شخصوں کے ساتھہ رعایت منظور فرمالی لیکن اسطرح کس کس شخص کیلیے صرف دفتر ہی پر بار ڈالا جائیگا' علی الخصوص جبکہ الہلال پریس کی ضبطی ضمانت کے تقاضات کثیرہ اس ضبط و تحمل کے ساتھہ جناب کے ذوار کیے ہیں - بہر حال میں اس بارے میں صرف تحریک ہی نہیں کرتا بلکہ اپنی جانب سے پچاس روپیہ کی ایک حقیر رقم بھی پیش کرتا ہوں - بشرطیکہ دیگر ناظرین البلاغ بھی خاکسار کا ساتھہ دیں' اور بہت جلد اس فنڈ کو اس حد تک پہنچا دیں کہ ہزاروں غیر مستطیع صاحبان علم میں ہم " البلاغ " اور " البیان " کو تقسیم کرسکیں - جناب از راہ نوازش اس عریضہ کو شائع فرمادیں - البتہ خاکسار کے نام کے اظہار کی ضرورت نہیں - "

حقیقت حال یہ ہے کہ جس وقت سے البیان اور ترجمان القرآن کا اعلان ہوا ہے ' تقریباً ہر روز پندرہ بیس خطوط اُن علماء و طلباء کے پہنچتے ہیں' جو انکے مطالعہ کا نہایت شوق ظاہر کرتے ہیں - لیکن مالی مجبوریوں کی وجہ سے خرید نہیں سکتے - پچھلے نمبر میں صرف ایک خط بطور نمونہ کے درج کردیا گیا تھا' تاکہ ملک کی حالت کا اندازہ ہو سکے - الہلال کی دوسری سد سالہ زندگی ایسے ہی درخواستوں کے ہجوم میں گذری ' اور البلاغ کا بھی یہی حال ہے -

الہلال کے متعلق احباب کو معلوم ہے کہ اسکے صدہا نسخے ہمیشہ مفت تقسیم کیے گئے ' اور نو سو سے زاید اشخاص سے نصف قیمت بلکہ اس سے بھی کم منظور کرلی گئی -

موجودہ حالت پریس کی مالی مشکلات کی جیسی کچھہ ہے ' اسکو اللہ ہی بہتر جانتا ہے' اور اسکا فضل و کرم عزم و ارادہ کی لغزش دولت سے مثلاً مال نہ کردیتا' تو سچ یہ ہے کہ البلاغ کا ایک نمبر بھی نکالنا مشکل تھا ' با ایں ہمہ دفتر نے اب بھی اس قسم کی درخواستوں کو منظور کرلینے کی کوشش کی ' اور اللہ ہی کے فضل پر اعتماد ہے - وہ چاہیگا تو اپنی دعوۃ حق کی اشاعت و توزیع کا خود بخود سامان کردیگا

اللہ تعالی آپکو جزاے خیر دے کہ آپنے محض محبت ایمانی و شیفتگی قرآنی کے رشتے سے البلاغ و البیان کے متعلق یہ تجویز پیش کی ہے منظور ہوگا تو آبادی تحریک ضائع ہوگی اور وہ جس کام کیلیے جاہے داوں کو اپیل دے سکتا ہے !

اعتذار

جنگ یورپ کا جو اثر ابتدا سے کاغذ کے مسئلہ پر پڑا ہے ' اس سے احباب کرام بے خبر نہیں ہیں - الہلال جس کاغذ پر چھپتا تھا ' اسکی قیمت زیادہ سے زیادہ پونے چار روپیہ فی رام تھی - وہی کاغذ البلاغ کیلیے چھ روپیہ فی رام کے حساب سے لیا گیا ' لیکن ہم نے اس اضافہ کو بھی گوارا کرلیا ' اور برابر البلاغ اُسی کاغذ پر چھپتا رہا -

لیکن اب حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ اس قسم کے کاغذ سے تمام بازار یکسر خالی ہوگیا ہے ' اور اگر چار گنی قیمت بھی دی جاے جب بھی میسر نہیں آسکتا - مجبوراً دوسرے قسم کے کاغذ کو قبول کرنا پڑا اور آج پہلی مرتبہ اسمیں البلاغ چھاپا جاتا ہے - اسکی قیمت بھی الہلال کے کاغذ سے کم ہی ہے !

(۲)

آج جمعرات کا دن ہے - اس تاریخ سے ہم کو فرض ہے کہ ہم اپنے دوستوں کو مطلع کریں ' صرف آخری فرض مذکرات کا باقی ہے' مگر تکلیف دہ طبیعت بدمزہ ہوگئی ہے' اور اُمید نہیں کہ اس حالت میں آج مذکرات کی مجلسیں اور کمیٹیوں کی مجبوراً مراسلات کا ایک مضمون جو مجبوراً شدہ طیار تھا' مذکرات کی جگہ دیدیا جاتا ہے تاکہ یہ فائدہ اشاعت میں اب پھر فتور نہ آے -

[مدیر]

مراسلات

اسلام اور سوشیلزم

(از جناب مولانا سید سلیمان صاحب ندوی - ناظم دار المصنفین - اعظم گڈھ)

آجکل کی جدید عربی مصطلحات میں "سوشیلزم" کو "اشتراکیۃ" سے تعبیر کرتے ہیں ' اور سوشیلزم کے معتقد اور پیرو بعضی سوشیلسٹ اور "اشتراکی" کہتے ہیں -

سوشیلزم اس خیال پر مبنی ہے کہ دنیا میں ایک طرف تو ایسے اشخاص پائے جاتے ہیں جو لاکھوں اور کروڑوں روپے کی جائداد رکھتے ہیں' اور جنکے قبضے میں انکی حاجت سے بہت زیادہ روپیہ ہے - دوسری طرف ایسے افراد پائے جاتے ہیں ' جنکے پاس اتنا بھی نہیں جس سے اپنی ستر پوشی کرسکیں یا شکم سیر ہوسکیں' اسلیے وہ کروڑوں روپے جو ارباب ثروت کے پاس بیکار پڑے ہیں ' وہ ان فقرا اور مساکین پر تقسیم کردیے جائیں تاکہ دونوں گروہ بآسانی زندگی بسر کرسکیں -

اس مسئلہ کو زیادہ صاف کرنے کے لیے ہمکو علم اقتصاد سیاسی یعنی پولٹیکل اکانمی کی طرف رخ کرنا چاہیے - اکانمی نے یہ طے کردیا ہے کہ انسان کی ہر قسم کی دولت اور پیداوار کے اصول اولی دو چیزیں ہیں " محنت " اور " راس المال " کیونکہ انسان کے تمام ذرایع آمدنی کا اصلی منبع صرف دو چیزیں ہیں " زراعت " اور " صنعت " انکے علاوہ اور دوسری ہر قسم کی آمدنیاں انہیں دونوں ذرائع مذکورہ کے ماتحت ہیں' مثلاً " زمینداری " کہ اسکی اصلی آمدنی زراعت پر موقوف ہے - " تجارت " صنعت اور زراعت کی پیداوار کے باہمی تبادلہ کا نام ہے ' نوکریوں کے ذریعہ سے جو روپیہ مالک سے وصول کیا جاتا ہے ' وہ درحقیقت اسی زراعت اور صنعت کی بواسطہ یا بلا واسطہ آمدنی ہے -

پہلے ہمکو صنعت اور زراعت کی حقیقت پر غور کرنا چاہیے - صنعت اُن مادی چیزوں کو جنکو ہر مقام پر یا بعض بعض مقام پر خدا نے فطرتی طور سے پیدا کردیا ہے اور جو بیکار پڑی ہیں' حاجت انسانی کے مناسب بنانے کا نام ہے ' ان مادی چیزوں کو حاجت انسانی کے مناسب بنانیکے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہے " کام کرنے والوں کی محنت کی " اور " اُن آلات اور اوزار کی جن سے کام کرنے والا اپنے اثر فاعلی کو ان مادی چیزوں پر صرف کرتا ہے " آلات اور اوزار کے لیے " راس المال " اور " سرمایہ " کی ضرورت ہے' اسلیے صنعت و دستکاری کی اصلی آمدنی کا منبع " مزدوروں کی محنت " اور کارخانہ دار کا سرمایہ ہے' یہی حال زراعت کا ہے - زمین کی درستگی کے لیے مزدوروں کی ' اور آلات زراعت کے لیے سرمایہ کی ضرورت ہے -

خلاصۂ تفصیل ماسبق یہ ہے کہ دنیا کی ہر نوع اور قسم کی آمدنی کی اصل ' مزدور اور اہل سرمایہ ہیں - دونوں آمدنی کے پیدا کرنے میں برابر کے شریک ہیں' اسلیے تقاضاے انصاف یہ ہے کہ زراعت اور صنعت کی تمام آمدنی دو مساوی حصوں میں تقسیم ہونی چاہیے - ایک حصہ مزدوروں کو دیا جاے اور دوسرا حصہ اہل سرمایہ لیں' لیکن تمام دنیا میں اہل سرمایہ اور کارخانہ دار تمام منافع کے اصلی مالک بن جاتے ہیں' اور مزدوروں کو انکے حق سے اسقدر کم دیا جاتا ہے کہ وہ مشکل سے اوقات بسری کرسکتے ہیں ' اسلیے ضرورت ہے کہ مزدوروں کی اعانت کیجاے -

ان تمام مقدمات بالا کا نتیجہ یہ ہے کہ فقرا اور مزدوروں کی امداد کیجاے - یہی خیال سوشیلزم اور اشتراکیت کا سنگ بنیاد ہے' اس خیال کی کامیابی کے لیے انکو بہت سے مراتب طے کرنے پڑتے ہیں جنکا ماحصل یہ ہے کہ موجودہ نظام زندگی بالکل بدل دیا جاے - ہر قسم کی جائدادیں اور ملکیتیں اہل سرمایہ اور ارباب ثروت کی شخصی ملکیت و تصرف سے نکال کر وقف عام کردیجائیں - تمام کاشتکاریاں ' جائدادیں' اور کارخانے جمہور ملک کی ملکیت ہوں ' گورمنٹ کو مخصوص افراد کے قبضے سے نکال کر عام پبلک کے زیر انتظام کیا جاے - ہر قسم کے آلات و سرمایہ مشترک طور سے تمام اہل ملک یا گورنمنٹ کی ملک ہوں ' ملک کے تمام افراد محنت صرف کریں ' ہر قسم کا منافع ایک جگہ جمع ہو' اور وہ تمام اہل ملک پر مساوی طور سے گورنمنٹ کی زیر نگرانی تقسیم ہو' ہر شخص کے امتیازات شخصی مٹا دیے جائیں ' ذاتی اعزاز و تفوق کی کوئی مثال باقی نہ رہے - بادشاہ ' اور رعایا' غلام ' اور حاکم' امیر اور فقیر' معزز اور ذلیل' غرض کہ ہر قسم کے تفاوت مراتب کو صفحۂ عالم سے محو کردیا جاے' اور تمام عالم میں ہر چیز کے اندر مساوات عامہ ہوجاے' انتہا یہ ہے کہ انکا خیال مساوات ' خدا کی غیر معمولی عظمت کو بھی تسلیم نہیں کرتا !

" اکانمی " جس سے " اشتراکیت " کو تعلق ہے' اُسکا بانی اول گو ایک فرانسیسی عالم انتوان کی منٹکرٹیاں المتوفی سنہ ۱۶۱۵ ع ہے اور اُسکا مدون ڈاکٹر کینسی سنہ ۱۷۵۸ ع ہے ' لیکن اکانمی کو فن کی حیثیت سے جسنے دنیا کے سامنے روشناس کیا' وہ ایڈم اسمتھ ہے جسکی اس فن میں پہلی تصنیف سنہ ۱۷۷۶ ع میں شائع ہوئی - اسمتھ کے بعد در انگریز عالم ایلٹس' ریکارڈو' اور فرانسیسی عالم جان بیپٹسٹ پیدا ہوے - انھوں نے اس فن کو تکمیل تک پہنچا دیا - یہ علماے فن اقتصاد انیسویں صدی کے ابتدائی حصے میں تھے - اس بیان سے یہ ثابت ہوا کہ اشتراکیت انیسویں صدی کی پیداوار ہے -

جن اکانمسٹ اور علماے اقتصاد کا ہم نے تذکرہ کیا' وہ نفس فن کے اصول اور ان اصول کو عملی صورت میں لانے کی نسبت کسی قدر مختلف الراے ہیں - اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اشتراکیین اور سوشیلسٹس کے چند فرقے ہوگئے :

(۱) فوضوی یا کمونسٹ یا نہلسٹ - اس فرقہ کا خیال یہ ہے کہ تمام دنیا سے ہر قسم کی شخصی ملکیتیں اور امتیازات مٹا دیے جائیں ' دنیا کا ذرہ ذرہ ذاتی ملک سے نکل کر جمہور کی ملک ہوجاے' تاکہ تمام انسان مساویانہ حیثیت سے زندگی بسر کریں - یہ فرقہ بجبر ملکیت کو مٹانا چاہتا ہے - عہدہ داران و ارباب ثروت کو مار ڈالنا اس کے نزدیک ثواب ہے -

(۲) اجتماعی یا سوشیلسٹ - یہ فقط یہ چاہتا ہے کہ صرف آلات شخصی تصرف سے نکال کر عام پبلک کی ملک کردیے جائیں' تاکہ فقرا اور مزدور ارباب ثروت و اہل سرمایہ کی احتیاج کے بغیر کام کرسکیں -

(۳) قومي يا نيشنلسٹ - اس فرقه کي تهيوري يه هے که صـــرف کاشت اور سکـونت کي زمينيں شخصي ملـکيت سے نکال ليجائيں ' کيونکه ثروت کا اصلي منبع زمين هے ' اور جب تمام زمين جمهور يا گورنمنٹ کي ملک هوجائيں گي ' تو اهل حاجت اور مزدوروں کي حالت بهت کچهه سنبهل جائيگي -

اشتراکيين کے يه مختلف فرقے تمام ممالک متمدنه ميں روز بروز پهيلتے جاتے هيں اور هر جگه انکي تعداد روز بروز بڑهتي جاتي هے - يورپ کے بعض بعض ملک کے اکثر باشندے سوشيلزم کے معتقد هوتے جاتے هيں - اس فرقه کي تمام اطراف عالم ميں خفيه سوسائيٹياں ' انجمنيں ' اور اخبارات هيں ' جو انکے خيالات کي اشاعت کرتے هيں ' پبلک ميں موجوده نظام سلطنت کے برخلاف جوش پيدا کرتے هيں ' سلاطين ' حکام ' ملک ' اور ارباب ثروت کے قتل کي تدبيريں کرتے هيں - ناچار گورنمنٹوں کو انکي مزاحمت پر آماده هونا پڑتا هے ' اور بزور قوت انکي بيدخلي کي کوششيں کرني پڑتي هيں - ليکن يه تمام کوششيں بے سود هوتي هيں اور سوشلزم کا سيلاب نہيں تهمتا -

سنه ۱۸۸۶ ع سے اس مذهب کے پيرو جرمني ميں بهت بڑه رهے هيں - سنه ۱۹۰۸ ع ميں جرمني ميں اشتراکيين کي تعداد دس لاکهه تهي ' سنه ۱۹۱۰ ع ميں بيس لاکهه هوگئي - جرمني کے علاوه فرانس ' بلجيم ' هولينڈ ' پولينڈ ' روس ' امريکا ' رومانيا ' اٹلي ' پروشيا ' سويٹزرلينڈ ' انگلينڈ ' اور امريکا کا بهي يهي حال هے -

اشتراکيين کي تعداد ميں روز بروز اضافه هونا کوئي تعجب انگيز امر نہيں ' کيونکه سوشلزم کا اصلي مقصود فقراے قوم اور مزدور پيشه اشخاص کي حمايت هے ' اور يه معلوم هے که ملک ميں مزدوروں اور فقيروں کي تعداد تمام فرقوں سے زياده هے - اس حالت ميں فرض کرلينا چاهيے که يورپ کے تمام فقرا اور مزدور پيشه درحقيقت سوشيلسٹ هيں - ليکن عجيب تر يه هے که سوشيلزم کي آواز سے تمام يورپ اسقدر گونج اٹها هے که اسکي تاثير سے يورپ کا کوئي فرقه بچ نہيں سکتا ' کنسرويٹو پارٹي جسکا منتهاے مقصد قديم آداب و رسوم کي حمايت اور ذاتي اعـزاز و مناصب کي محافظت هے ' اسکو بهي کسي قدر تغير کے بعد سوشيلزم کا هم آهنگ هونا پڑا - انتها يه هے که کالج اور اسکول کے پروفيسر اور ٹيچر ' اور ديررکنيسه کے راهب اور پادري بهي اصول اشتراکيت ميں کسيقدر ترميم کے بعد اشتراکيين کے هم آواز هوگئے هيں -

اس چيخ ' پکار ' شور و فرياد ' واويلاؤ هنگامه کا اثر يه هے که تمام يورپ کے خيالات ميں موجوده نظام تمدن کے انقلاب کے متعلق عجيب قسم کا تلاطم برپا هوگيا اور هر شخص جديد تمدن کے مصائب کو محسوس کررها هے -

اس مقدمه کے ساتهه چند مقدمات کا اور اضافه کرو :

(۱) يورپ ميں تمدن کي بنا شخصي فوائد ' خود غرضي ' اور ذاتي منافع پر هے - باپ بيٹے کو نہيں پوچهتا - بيٹا باپ کي خبر نہيں ليتا ' پهر ملک کے عام افراد کے ساتهه اسکو کيا همدردي هوسکتي هے ؟

(۲) يورپ کي ثروت اور دولت کا اصلي سرچشمه صنعت اور تجارت هے - هر شهر ميں کمپنياں اور کارخانے هيں جنکے مالک اشخاص يا جماعت کے چند افراد هيں - هر کارخانه ميں هزاروں مزدور کام کرتے هيں ' جنکي روزانه آمدني آٹے روزانه اخراجات کے ليے مشکل سے کافي هوسکتي هے - نتيجه يه هے که ايک طرف تو کارخانه داروں کي مختصر جماعت کارخانه کے منافع کثيره سے مالا مال هوجاتي هے ' دوسري طرف ادني طبقے ميں فقرا اور مساکين کي تعداد بهي بڑهرهي هے ؟

(۳) بنکوں کے وجود نے يه قيامت برپا کر رکهي هے که ايک پيسه کا قرض بهي بغير سود کے نہيں مل سکتا - جائدادیں عام پبلک کے هاتهه سے نکل کر مالکان بنک کے تصرف ميں آتي جاتي هيں ' اس سے فقرا اور زمينداروں کي کثرت هو رهي هے -

(۴) تمدن جديد کے ضروريات زندگي کي قيمت اسقدر بڑهادي هے که کم ثروت والوں کو روٹي زندگي بسر کرنا مشکل هے - کهانے کي چيزيں اسقدر گراں هيں که فقرا انکو خريد نہيں سکتے - ملک کي شدت حاجت کي وجه سے نرخ اشيا ميں گراني حد سے زياده بڑه جاتي هے ' اور آزادي تجارت کي بنا پر گورنمنٹيں اس ميں زياده روک ٹوک نہيں کر سکتيں -

(۵) گورنمنٹوں نے فقيروں اور بے سامان شخصوں کے ذاتي مصارف کے ليے کوئي سامان نہيں کيا - نه تو وه اندهوں ' کوڑهيوں ' لولوں ' اور معذوروں کيليے امدادي محکمے قائم هيں ' ليکن ايک مجبور قرضدار کے ادائے قرض کي کوئي صورت نہيں - ايک مزدور کو اکثر آج کوئي مزدوري نه مل سکي تو وه کل کيا کهائيگا ؟ ايک فقير کے پاس کپڑا نہيں ' وه کپڑا کہاں سے لائيگا ؟ يورپ عام مصالح کي نگراني تو کر رها هے ' ليکن شخصي ضرورتيں اور اتفاقي حاجات کا اسکے يہاں کوئي بندوبست نہيں -

(۶) اتفاق سے اول تو يورپ کا مذهب سے آزاد هے ' اور اسليے وه شخصي همدردي کي قدر نہيں کر سکتا - علم و تمدن نے اسکے بجاے ملکي اور جمهوري همدردي قائم کردي هے جو شخصي ضروريات کيليے کافي نہيں ' دوسرے وهاں جس مذهب کا رواج هے وه عيسائيت هے ' جسنے مال و دولت کي سخت تحقير کي هے ' عام نصائح کے سوا اپنے ارباب ثروت کو اهل حاجت کي مالي امداد کيليے بهي کوئي حکم نہيں ديا ' اسليے عيسائي ممالک ميں فقرا کے ساتهه يه بے اعتنائي کچهه بعيد نہيں هے -

يورپ کے تمام ممالک ميں انگلستان باعتبار ثروت کے سب سے زياده ممتاز هے - ليکن يہاں بهي يه حالت هے که جنگ سے پهلے ۱۷۰۰۰۰۰ تعداد صرف اُن فقرا کي تهي جنکي گورنمنٹ امداد کرتي تهي - جـــرمني کي سنـــه ۱۸۷۰ ميں مجموعي آبادي ۴۰۰۰۰۰۰۰ کا قرار تهي - آجکل ۶۰۴۰۰۰۰۰ قرار هے - سالانه اموات کي تعداد سے پيدايش کي تعداد ۹ لاکهه زياده هو رهي هے - اسي کے ساتهه ساتهه فقرا اور مساکين کي تعداد بهي بڑه رهي هے - جرمني کے کارخانے ' کاشتکاريان ' دستکاريان ' اور هر قسم کے ذرائع صرف چار قرار آدميوں کي کفالت کرتے هيں - اسکا لازمي نتيجه يه هے که اشتراکيين کي تعداد نهايت سرعت کے ساتهه بڑه رهي هے -

ان تمام بيانات مذکوره بالا سے بالکل واضح هوگيا که يورپ آجکل عجيب قسم کے اقتصادي مصائب ميں مبتلا هے ' اب سوال يه پيدا هوتا هے که اسنے اُن مشکلات کے حل کرنے کيليے کيا تدابير اختيار کي هيں ؟

جرمني نے جنگ سے پهلے يه طے کيا تها که اشيا کے نرخ ميں کمي کي جاے - اسنے فقرا اور مساکين کے ليے الگ بازار قائم کيے جہاں خوراک کي معمولي چيزيں ارزاں قيمت پر فروخت هوتي هيں - پوليس کو حکم ديا هے که ان بازاروں ميں اهل ثروت نه جانے پائيں ' اس قسم کے چار بازار صرف برلن ميں قائم کيے گئے هيں -

انگلستان کي گورنمنٹ بهي فقرا کي اعانت کيليے آماده هوئي هے ' سنه ۱۹۰۶ ع ميں انگلستان نے فقرا اور اهل حاجت پر ۱۴۷۸۶۰۰۰ گني صرف کيا - ان اخراجات سے ۱۷۰۰۰۰۰ لاکهه افراد کي اسنے اعانت کي ' ان ميں سے ۵۳۸۰۰۰ کي تا زندگي ' ۵۳۰۰۰۰ کي ايک مـــدت دراز تـــک ' ۶۴۰۰۰ کي صرف ايک سال تـــک - انگريز مزدوروں نے باهمي مشوره و امداد کيليے ٹراڈ يونين نام ايک عام انجمن بهي قائم کي هے جو بهت کامياب هو رهي هے -

پروشيا (جرمني) کي گورنمنٹ نے اصول اشتراکيت کے مطابق حسب ذيل قوانين جاري کيے جو پروشيا کے شهري قانون کے اونيسويں باب کي مختلف دفعات ميں مذکور هيں :

اور کہ ایک مسافر و غریب الوطن اجنبی کی صرف ایک ہی صدائے حق نے مامون الرشید اعظم کی اُس حکومت کو جو قیصر قسطنطنیہ کو " روم کا کتا " کہکر خطاب کرتی تھی اور فتح کی طرح عاجزی کی زمین پر لوٹا دینے کی طاقت بھی رکھتی تھی' کس طرح لرزا دیا تھا ؟ اور اسطرح وہ کھیرا کر اپنی فوجوں اور انکی برہنہ تلواروں کی نمائش کررہا تھا کہ کہیں اس غریب الوطن کی مقاومت معمری مطلع رعایا کے دل سے میری ہیبت نہ نکال دے ؟

پھر اور زیادہ غور کرو' اور دیکھو کہ یہ عبد العزیز کون تھا ؟ دنیا کی پادشاہت اسکے پاس کتنی تھی ؟ خزانۂ و فوج میں سے کیا رکھتا تھا ؟ کتنے غلام اسکی رکاب کو تھامتے تھے ؟ کتنے محل اس کے اپنی آسایش کیلیے تعمیر کیے تھے ؟

آہ ' دنیا کے ان تمام سامانوں اور دنیوی جاہ و جلال کی ان تمام نمایشوں میں سے تو اس کے پاس کچھہ بھی نہ تھا - ایک تنہا مسافر جسکو بغداد میں آے ہوے چوتھا دن تھا ' ایک غریب الوطن فقیر جسکا شہر بھر میں ایک بھی ساتھی اور حمایتی نہ تھا ' ایک اجنبی محض جس کے جسم پر مسکینی کے لباس اور غربت کی فقر نمائی کے سوا اور کچھہ نہ تھا - با ایں ہمہ اسکے پاس ایک ایسی طاقت تھی' جسکی فرماں روائی و ملوکی کے آگے مامون الرشید کی پوری سلطنت بھی ہیچ تھی' اور جسکے جاہ و جلال کے آگے اسکی وہ سطوت و ابہت بھی کچھہ نہیں کرسکتی تھی جس سے قیصر روم ڈرتا اور شاہ فرانس لرزتا تھا - یہ طاقت نہ تو تخت شاہی کے اوپر پیدا ہوتی ہے' اور نہ شہنشاہی کے عظیم الشان قصروں اور محلوں میں - اسکا گھر انسان کا ٹوٹا ہوا دل ہے' اور اسکا محل ایمان باللہ کی زخمی روح ہے - پادشاہ کا تخت جسم پر حکم کرسکتا اور لوہے کی تلوار گردن کی رگوں کو کاٹ سکتی ہے' پر نہ تو اس طاقت الٰہی کے آشیانے کو اجاڑ سکتی ہے' اور نہ اس کی اقلیم سلطنت پر اسکی فرماں روائی چل سکتی ہے- وہاں صرف خدا ہے' اسکا ایمان ہے' اسکے کلمۂ حق کی خسروی ہے' اسکی صداقت و راستی کی تلوار ہے' اور حق و معروف کے ایک ہی فرمان اعظم کا حکم ہے!

اولائك كتب في قلوبهم الايمان و ايدهم بروح منه ' و يدخلهم جنات تجري من تحتها الانهار خالدين فيها ' رضي الله عنهم ورضوا عنه ' اولائك حزب الله ' الا ان حزب الله هم المفلحون ! (۵۸ : ۳۰)	یہی وہ راست باز انسان ہیں جنکے دلوں میں اللہ نے اپنے ایمان کا نقش جما دیا ' اور اپنی روح نصرۃ و فتح مندی سے انکی مدد کی ' پس اب خوف و ہراس اور ناکامی و نامرادی انکے لیے نہ رہی' وہ انکو بہشتوں کی بہشتی زندگی میں داخل کریگا - وہاں باغ و چمن کا دائمی عیش ہے اور نہروں کی روانی کا نظارۂ راحت - اللہ انسے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوے - یہ اللہ کی جماعت ہے ' اور یقین کرو کہ اللہ کی جماعت ہی فلاح و مراد پانے والی ہے -

پس شیخ عبد العزیز کے وجود غربت و فلاکت کے اندر جو ہیبت و اجلال پیدا ہوگیا تھا' اور جس نے مامون اعظم کو اپنی فوجوں کے نکالنے اور تلواروں کے چمکانے پر مجبور کردیا تھا ' وہ شیخ عبد العزیز کی ہیبت نہ تھی جسکو تلوار کی ایک حرکت در تکرے دردیسکتی تھی ' وہ خدا سے عبد العزیز کی ہیبت تھی' وہ حق پرستی اور ایمان باللہ کی قہاریت تھی' وہ جرات ایمانی اور سطوت روحانی کا نا ممکن التسخیر اجلال تھا - کما قال فی المثنوی :

هیبت حق ست این از خلق نیست
هیبت این مرد صاحب دلق نیست !

فلا تخافوهم و خافون ان کنتم مومنین !

(داخلہ)

جب تمام ارکان و شرکاء مجلس مناظرہ آچکے' تو شیخ عبد العزیز کی بھی طلبی ہوئی - ایک کے بعد ایک متعدد دہلیزیں تھیں جنسے شیخ کو گذرنا پڑا' سلطانی دہلیزوں کے مرحلے کے بعد ایوانہاے خلافت کا ایک سلسلہ شروع ہوا ' جن میں سے ہر ایوان ایک پوری شہنشاہی کے ساز و سامان شوکت و ابہت سے معمور تھا' اور ہر ایوان کے خاتمہ پر اسکا پہلا رہنما رخصت ہوجاتا اور نیا ہاتھہ اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتا تھا - اسکے بعد اور بھی بہت سے مرحلے آے جنکی تمام جزئیات شیخ نے لکھی ہیں - اور انسے زیادہ خطیب بغدادی وغیرہ مورخین عہد عباسیہ کی روایتوں سے واضح ہوتی ہیں - لیکن سرگذشت کا یہ تمام حصہ دولت عباسیہ کے جاہ و جلال سلطنت کے کارخانوں سے تعلق رکھتا ہے ' مگر ہم اس وقت مضطرب ہیں کہ مجلس مناظرہ تک جلد سے جلد پہنچیں ' اور انسانی حکومتوں کے جاہ و جلال کی جگہ ایک داعی حق کے جاہ و جلال خداوندی کا جلوہ دیکھیں -

(صاحب الستر)

یہاں تک کہ " صاحب الستر " یعنی رئیس حجاب کا ایوان خاص آگیا - عہد عباسیہ میں" صاحب الستر " کا عہدہ بالکل ویسا ہی تھا جیسا آجکل یورپ میں (Lard Chambar Lain) یا ٹرکی میں" وزیر تشریفات" کا ہے- یعنی شاہی ملاقات و حضور کا متوسط و وسیلہ - اسکو " حاجب " بھی کہتے تھے ' اور یہ قصر شاہی کا وہ آخری برزخ ہوتا تھا جسکے بعد خلیفہ کے حضور میں کوئی شخص پہنچ سکتا تھا - اسلام نے جب خلیفۂ وقت کیلیے کوئی محل ہی نہ بنایا تو اسکے دروازے کیلیے دربان کہاں سے آتا ؟ اسلیے خلفاے راشدین کا تمام عہد اس عہدہ سے خالی رہا - سب سے پہلے امیر معاویہ نے دھلیز شاہی کی بنیاد ڈالی' اور شاہان عجم کی روایتیں سنکر حاجب کا عہدہ اسکے لیے قرار دیا (۱)

حاجب صحن دربار تک لے گیا - صحن کے دونوں جانب کمروں کا ایک سلسلہ تھا' جسمیں مخصوص وزراء و ندماء اذن حضور تک ٹھہرتے اور انتظار کرتے تھے - یہاں پہنچکر شیخ سے حاجب نے پوچھا :

" آپکو رضو کے تجدید کی خواہش ہے ؟ "

شیخ نے کہا " نہیں " حاجب نے کہا :

" تو قبل اسکے کہ آپ امیر المومنین کے حضور میں پہنچیں' دو رکعت نماز نفل پڑھہ لیجیے "

شیخ نے نماز پڑھی' اور جب نماز پڑھی تو یہ کہنا غیر ضروری ہے کہ کس عالم میں پڑھی' اور اپنے اُس خداوند قدوس کے حضور میں کیونکر کھڑے رہے جسکے کلمۂ حق کیلیے عنقریب ایک انسانی شہنشاہی کے حضور میں جانے والے تھے :

بجرم عشق تو ام می کشند ' غوغائیست
تو نیز برسر بام آ که خوش تماشائیست

و اللہ یعلم ما تسرون و ما تعلنون !

(ایـــوان دربـــار)

اب پردہ اُٹھا ' اور شیخ نے یکایک دیکھا کہ کرۂ ارضی کے موجودہ عہد کا سب سے بڑا شہنشاہ (مامون اعظم) اسکے سامنے ہے -

(۱) الاستیعاب میں حافظ ابن عبد البر نے اسکی تصریح کی ہے - نیز تمام مورخین اسلام کا اسپر اتفاق ہے -

یہ نگاہوں کو خیرہ کردینے والا ایک آفتاب نصف النہار تھا ' جو یکایک ابر کے نقاب سے باہر نکل آیا ' اور ایک غریب الوطن اجنبی کیلیے بہت مشکل تھا کہ پہلی نظر میں اس نظارے سے متاثر نہو - (۱)

تمام خدام و متعلقین دربار کو چونکہ شیخ کے متعلق معلوم تھا کہ یہ شاہی مجرم ہے اور اس نے موجودہ عہد حکومت کا سب سے بڑا گردن زدنی جرم کیا ہے ' اسلیے انہوں نے چاہا کہ مامون کے حضور میں جسقدر سختی اور بے احترامی اسکے ساتھہ کرسکتے ہیں کریں' اور اسے معتبر لوگوں کی طرح دربار میں نہ لائیں - چنانچہ اس موقعہ کے متعلق شیخ عبد العزیز اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں :

خازاح الستر' و اخذ الرجال بیدي وعضدي' و جعل اقوام ایدیهم في ظهري و علی رقبتي ' و طفقوا یعدون بي ؛ فنظرني المامون و انا اسمع صوته " خلوا عنه " و کثر الضجیج من الحجاب و القواد بمثل ذالك ' فخلوا عني' وقد کاد یتغیر عقلی من شدة الجزع و عظیم ما رایت في ذالك الصحن من السلاح' وهو مدی الصحن وکنت قلیل الخبرة بدار امیر المومنین' ما رایتها قبل ذالك و لا دخلتها -

" پردہ ہٹا ' اور خدام بارگاہ نے میرے ہاتھوں اور بازوؤں کو پکڑ لیا ' وہ اسطرح مجھہ پر ٹوٹ پڑے کہ انکا ایک ہاتھہ میرے سینے پر تھا اور ایک ہاتھہ کاندھے پر - انہوں نے اسطرح سختی و بے احترامی کے ساتھہ چاہا کہ مجھے اندر لیجائیں - مگر اسی وقت مامون الرشید کی نگاہیں مجھہ پر پڑیں اور میں نے اسکی آواز سنی کہ وہ کہہ رہا ہے : " اسے چھوڑ دو " مامون کے کہنے کے ساتھہ ہی اور لوگوں نے بھی اسکی تعمیل میں " چھوڑ دو ' چھوڑ دو " کا غل مچایا ' اور بے شمار آوازیں ایک ساتھہ بلند ہو گئیں - حکم شاہی پاتے ہی خدام و حجاب نے مجھے چھوڑ دیا - لیکن دربار شاہی کے اچانک نظارے ' خدام و حجاب کی اس دار و گیر' اہالیان دربار کی صداؤں کے ہنگامہ ' اور برہنہ تلواروں اور اسلحۂ جنگ سے بھرے ہوے صحن کی ہولناکی نے میرے ہوش و حواس پر نہایت اثر ڈالا ' اور قریب ہوا کہ شدت ہراس اور ہیبت نظارہ سے میری عقل متغیر ہو جاے - اور میرا حال یہ تھا کہ نہ تو کبھی اس سے پہلے میں نے محل شاہی کو دیکھا تھا نہ کبھی اسمیں قدم رکھا تھا - میری معلومات بھی امیر المومنین کے دربار کے متعلق بہت تھوڑی تھی " انتہی -

علماء حق کے اس صدق بیان اور راستی فطرۃ کو دیکھو کہ شیخ عبد العزیز کس طرح صاف صاف خود اپنے قلم سے اپنی کمزوری کی سرگذشت لکھہ رہے ہیں جو اس موقعہ میں انسے ظاہر ہوئی ' اور اس دربار میں پہونچکر جسکے جلووں نے قیصر روم کے ایلچی کو اپنے عہد تنزل میں بھی مبہوت و لا یعقل کردیا تھا ' وہ بابل نگاہ اپنے ضبط و تمکین کو قائم نہ رکھہ سکے ؟ (۱)

بہر حال شیخ کو حجاب کے جبر و قہر سے نجات ملی ' اور دربار کے دروازہ سے چند قدم آگے بڑھے - وہ لکھتے ہیں کہ مامون الرشید کی آواز برابر میرے کانوں میں آ رہی تھی : " ادخلوه و قربوه " اسکو اندر لاؤ اور مجھسے قریب کرو ! چنانچہ وہ بلا تامل آگے بڑھتے گئے - یہاں تک کہ انھوں نے اس عہد کی زمین کے سب سے بڑے پادشاہ کو اپنے سامنے دیکھا ' اور بغیر کسی عجز و انحناء کے بآواز بلند کہا : " السلام علیك یا امیر المومنین و رحمة الله و برکاته " مامون نے جواب دیا : " و علیك السلام و رحمة الله و برکاته " اور ساتھہ ہی ایک لمحہ تک سر سے لیکر پیر تک انکو دیکھتا رہا - اسکے بعد کہا " اور آگے آؤ " شیخ آگے بڑھے' پھر کہا " آگے آؤ " شیخ اور آگے بڑھے' تیسری مرتبہ پھر اسی حکم کو دھرایا - شیخ بالکل قریب چلے گئے - صاحب السفر بھی ساتھہ تھا ' اور بتدریج انکو آگے بڑھاتا جاتا تھا - یہاں تک کہ اُن میں اور مامون الرشید میں صرف اتنا فاصلہ رہگیا کہ دو آدمی درمیان میں بیٹھہ سکتے تھے - شیخ اپنی جگہ پاکر بیٹھہ گئے ' مگر ابتک انکے دل میں ہیبت و رعب کے اثرات باقی تھے -

(صاعقۂ حق کی پہلی گرج)

شیخ جونہی اپنی جگہ پر بیٹھے ' ایک طرف سے صدا آئی :

" اس کے لیے تو صرف اسقدر کہدینا کافی ہے کہ قبح الله و جہك (عربی میں تذلیل و تحقیر کی ایک گالی ہے) خدا کی قسم میں نے اپنی پوری عمر میں کسی شخص کو اسقدر بد صورت نہیں دیکھا "

شیخ لکھتے ہیں کہ میں نے اس آواز کو سنا ' لیکن ابتک میرے دل میں ہیبت و ہراس کا تھوڑا بہت اثر باقی تھا ' اسلیے میں خاموش رہا - حتی کہ کہنے والے کے طرف میں نے نظر اٹھا کے دیکھا بھی نہیں -

---

(۱) مامون الرشید تخت پر نہیں تھا ' کیونکہ یہ مجلس مناظرہ تھی اور ہارون الرشید سے لیکر مقتدر باللہ تک خلفاء عباسیہ کا یہی قاعدہ رہا کہ علمی مجالس میں ہمیشہ مثل اور شرکاء مجلس کے فرش ہی پر بیٹھتے تھے - البتہ صدر ایوان میں اُنکی جگہ اور مغرق بطلا قالین مخصوص تھا - ڈاکٹر جی - سلیمان (G. Salmon) نے ابوبکر خطیب بغدادی کی تاریخ مدینۃ السلام کا جو ٹکڑہ ایڈٹ کرکے چھاپا ہے ' اسمیں ایک خاص عنوان خلفاے عباسیہ کی مجالس علمیہ کے متعلق بھی ہے - اسمیں تشریح کردی ہے کہ ہارون و مامون جب کبھی کسی مجلس مناظرہ و محادثۂ علمیہ میں یا بیت الحکمۃ میں آتے تھے' تو عام علماء و حکماء کی طرح خود بھی فرش پر بیٹھتے تھے ' اور مامون کا تو یہ حال تھا کہ بسا اوقات اپنے معتمد علما کو صدر میں اپنی جگہ دیدیتا تھا !

(۱) المقتدر باللہ عباسی کے زمانے میں قیصر روم نے بعض معاملات کے انجام دینے کیلیے ایک سفیر بھیجا تھا ' جس سے خلیفۂ موصوف نے " قصر حسنی " میں ملاقات کی تھی - اس ملاقات کی تفصیلی حالت خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں درج کی ہے - وہ لکھتے ہیں کہ سفیر دھلیز میں قدم رکھتے ہی بالکل مبہوت ہوگیا - ساز و سامان سلطنت دیکھکر اسکے ہوش و حواس بجا نہ رہے - اس نے حجاب سے کہا کہ کچھہ دیر کیلیے مجھے تنہا چھوڑ دیا جاے تاکہ اپنے ہوش و حواس میں آجاؤں !

اللہ اللہ انقلاب زمانہ کی نیرنگیاں ! ایک زمانہ وہ تھا کہ روم کا سفیر ہمارے دربار میں آتا تھا اور ہماری عظمتوں کو دیکھکر بےہوش ہوجاتا تھا - آج خود ہم غیروں کے ساز و سامان دیکھکر شدت مرعوبیت سے بیعقل و حواس ہوگئے ہیں ' اور انکو طاقت کا ایک دیوتا سمجھکر اللہ کی طرح پوج رہے ہیں - حتی کہ ہیبت و ہراس کے سوا کبھی خوددارانہ احساس کا ایک لمحہ بھی ہمیں میسر نہیں آتا !

آگ تھے ابتداے عشق میں ہم
ہوگئے خاک ' انتہا ہے یہ !

آگ کے شعلے بجھہ جاتے ہیں لیکن راکھہ کی ڈھیر میں چنگاریاں دبی دبائی باقی رہتی ہیں اور ہوا کے ایک جھونکے سے بھڑک اٹھتی ہیں - پھر کیا اس چولھے کی چنگاریاں کبھی بھی نہ بھڑکینگی ؟ کیا طوفان حوادث و تغیرات کا کوئی جھونکا انپر سے نہیں گذریگا ؟ و هوالذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا و هوالولی الحمید !

اسکے بعد مامون الرشید شیخ کی طرف متوجہ ہوا ' اور شیخ کا نام ' خاندان ' ابوابت ' جدیت ' قبیلہ ' وطن ' محلہ ' مکہ معظمہ کے بنو ہاشم کے حالات ' اور اس قسم کی اور بہت سی باتیں دریافت کیں ' جنکو ہم نظر انداز کردیتے ہیں - اسکے بعد کہا :

" تمہارا بغداد میں آنا اور جامع رصافہ میں ٹھہرنے ہوئے میرے ایک خاص دینی و شرعی امر تو تڑنا ' اور خدا کی صفات میں دوسری چیزوں کو شریک کرنا ' اور پھر مناظرہ کی خواہش کرنا ' یہ تمام حالات میں نے سنے ہیں ' اور اسی لیے علماء دار الخلافہ کو میں نے آج مدعو کیا ہے "

شیخ لکھتے ہیں کہ " مامون الرشید کا یہ جملہ کہنا کہ تم نے خدا کی صفات میں دوسری چیزوں کو شریک کیا ' میرے لیے رحمت الہی ہوگیا - مجھپر دربار کی ہیبت کا اثر ابتک باقی تھا ' مگر مسئلۂ خلق قرآن کی نسبت جب یہ قول باطل میں نے سنا تو معاً دل کے اندر ایک آگ بھڑک اٹھی ' اور دعوۃ حق کی غیرت سے میں معمور ہوگیا - ساری ہیبت و دہشت یکقلم کافور ہوگئی اور میں دربدر جواب دینے اور امر بالمعروف کا فرض ادا کرنے کیلیے بالکل مستعد ہوگیا "

مامون کے جملے ابھی پورے ختم بھی نہیں ہوے تھے کہ شیخ کی آواز بادل کی گرج اور بجلی کی اوک کی طرح ایوان دربار میں گونج اٹھی ' تمام اہل دربار اس مبارزت اور بے باکی پر تڑپ اٹھے ' مگر اس نے کسی کی پروا نہ کی ' اور جس طرح ایک معمولی اور حقیر انسان سے کوئی خطاب کرتا ہے ' کڑکتی ہوئی آواز میں تقریر شروع کی :

" یا امیر المومنین ! میں ایک فقیر الحال طالب العلم ہوں - اپنے وطن اور خانۂ خدا کے مقدس جوار میں تھا کہ میں نے خلیفۂ وقت کے مظالم و جبر کی درد انگیز سرگذشت سنی - مجھے معلوم ہوا کہ حق مظلوم ہوگیا ہے ' سنت کی روشنی بجھ گئی ہے ' بدعت کی آندھیاں زور و شور سے چل رہی ہیں ' حق کا کہنا جرم ہوگیا ہے ' اور باطل پرستی کے صلے میں جاہ و عزت کی بخشش ہورہی ہے جس چیز کا اقرار خدا تعالی نے امۃ مرحومہ سے نہیں کرایا ' جسکی گواہی اسکے رسولوں نے نہیں دی ' جسکا اعلان خلفاے راشدین نے نہیں کیا جنکی خلافت طریق نبوت پر تھی ' اور جسکے لیے کسی ایک صاحب رسول اللہ کی زبان کو بھی حرکت نہیں ہوئی ' اس چیز کے اقرار کو آج ایک انسان ہر مومن کیلیے شرط قرار دے رہا ہے ' جو ہارون الرشید کے گھر میں پیدا ہوا اور وہ عادی کا لڑکا تھا - اسنے نہ تو تابعین کو پایا ' نہ اصحاب رسول اللہ کو دیکھا ' نہ عہد نبوت کی برکتوں میں اسکا کوئی حصہ ہے - تاہم وہ شریعت الہی کے اس مخفی راز کو جانتا ہے جسکو تابعین نے نہ جانا اگرچہ دنیا سے مومن گئے ' صحابہ نے نہ جانا ' اگرچہ کفر کی چھینٹ بھی انپر نہ پڑی ' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و سلم) نے اسکے لیے کچھ نہ کہا حالانکہ صاحب وحی و رسالت تھے "

شیخ عبد العزیز اب وہ عبد العزیز نہ تھا جسکو عمر بن مسعدہ نے کوتوالی میں اپنے سامنے کھڑا کیا تھا ' اور جو دربار مامونی کے دروازے میں قدم رکھتے ہی اسکی ہیبت و اجلال سے لرز اٹھا تھا - اب وہ ایک دوسری ہی روح حق تھی ' جو دنیا کی تمام جسمانی طاقتوں اور عظمتوں سے ارفع و اعلی ہوکر صرف رب السمٰوات و الارض کی قدوسیت سے فیض یاب جلال و قہاریت تھی ' اور مامون الرشید اگر تمام کرۂ ارضی کی بکھری ہوئی طاقتوں کو جمع کرکے اپنے ساتھ لے آتا ' جب بھی اسکی صدا کی گرج کی تاب نہیں لاسکتا تھا !

شیخ کے جوش و خروش ' بے باکانہ طرز بیان ' مساویانہ مقابلے ' اور ہنگامہ سار آواز کی ہولناکیوں نے اس تمام مجمع کو اسطرح دم بخود کردیا کہ (حسب تصریح شیخ) کسی کو روکنے یا ٹوکنے کا ہوش نہ تھا - حتی کہ جب انہوں نے خود مامون الرشید اعظم کا اس حقارت کے ساتھ ذکر کیا ' جب بھی نہ ان حجاب و خدام بارگاہ کی تلواروں کو حرکت ہوئی ' جو اسے دھکیلتے ہوے دربار میں لاے تھے ' اور نہ ان امرا و رؤساء کی زبانیں ہلیں ' جنہوں نے اسکے نام پر چہرے کی حقارت کی تھی ! الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم و لا ہم یحزنون !

شیخ نے اپنی تقریر جاری رکھی :

" آہ ! تم ہوا کا وہ جھونکا ہو جس سے شریعت کی آگ تو نہ روشن ہو سکی مگر اس نے سنت کے چراغوں کو گل کردیا - تم سیلاب خلافت کی وہ رو ہو ' جو بدعات و محدثات کی خس و خشاک کو تو نہ بہا سکی مگر اس نے حق پرستی کے تناور درختوں کو گرا دیا - تم امارت و سیادت کی وہ تلوار ہو جو بطالن و ناحق کوشی کی فوجوں کو تو نہ قتل کرسکی پر اس نے ارباب حق کے سروں کو اپنی برش و روانی کا تختہ مشق بنایا ! ابتک تمہارا دعوا رسول کی جانشینی کا رہا تھا - مگر اے مامون بن ہارون ! تو اب رسول کی جانشینی ہی کا نہیں بلکہ رسول سے زیادہ حق رسالت کا مدعی ہوگیا ہے - رسول خدا نے امۃ سے اسکا اقرار کبھی نہیں کرایا کہ کہ وہ کلام اللہ کو غیر مخلوق کہیں ' مگر تیرے نزدیک کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک وہ بطالن کے اس کلمہ پر ایمان نہ لاے - تو نے صرف اس جرم پر کہ ارباب حق نے صراط مستقیم سے انحراف نہ کیا جو خدا کے رسول اور اسکے تربیت یافتوں نے انکے آگے کھول دی ہے ' اپنے جبر و جور کی تلوار میان سے کھینچی ' اور انہیں کافروں کی طرح قید خانوں میں قید کردیا - رسول اللہ کی سنت کے اتباع کیلیے تیرے پاس سزا و عقوبت ہے ' اور بدعت و ضلالت کیلیے پیشوائی و سیادت کی عزت ! خدا کے رسول نے ذمیوں کو امان دی ہے ' مگر تیری خلافت میں مسلمانوں کیلیے امان نہیں ہے - اے مامون ! اللہ سے ڈر ' اسکے عذاب کی پکڑ سے کانپ جسمیں بہت ڈھیل ہے ' مگر جس سے کبھی چھٹکارا نہیں - وہ زمینوں کے ائمۂ و خلفاء کو تلوار بخشتا ہے تو انسے چھین بھی لیتا ہے - تم سے پہلے دمشق کے ائمۂ جور نے مسلمانوں کا خون مباح کیا ' مگر تمہارے ہاتھوں انکا خون بھی مباح کیا گیا - نہ ہو کہ تمہارا خون بھی کسی کے ہاتھوں مباح کیا جاے - تم انکے تخت کے وارث ہوے ہو ' مگر انکے جور و طغیان کی وراثت نہ لو "

(اشتـــہار)

اکسیر اعظم یا زندگی کی بہـار

(ایجاد کردہ عالیجناب حکیم حافظ ابو الفضل محمد شمس الدین صاحب)

—○: * :○—

" ایک سریع الاثر اور مجرب مرکب "

ضعف دماغ و جگر کیلیے یہ ایک مجرب اور موثر دوا ہے - خصوصاً ضعف مثانہ اور آن مایوس کن امراض کیلیے جنکا سلسلہ بعض اوقات خودکشی تک مسلسل ہوتا ہے ' ایک بے خطا اور آزمودہ مرکب ہے - صحت کی حالت میں اگر اسے استعمال کیا جاے تو اس سے بہتر اور کوئی شے محافظ قوت نہیں ہوسکتی -

قیمت فی شیشی ۶ - روپیہ محصول ڈاک ۶ - آنہ

المشتہر : منیجر دی یونانی مڈیکل اسٹورس فوارہ صحت نمبر ۱۵/۱ رپن اسٹریٹ ڈاکخانہ ویلسلی - کلکتہ

اُسوۂ حسنہ

الحسبـــة فـــي الاســـلام

احتســاب اور اسـلام

(تربیت یافتگان عہد مقدس نبوت)

(۲)

(احتســاب محتسب)

اگرچہ فرض احتساب ہر موقع پر ہاتھہ کي قوت ' زبان کي آزادي ' اور قلب کي جرات کا محتاج ہوتا ہے ' لیکن جب کبھي خود محتسب کے اعمال و افعال کا احتساب کرنا پڑتا ہے تو نسبتاً ہر موقع سے زیادہ ان چیزوں کي ضرورت ہوتي ہے -

اسلام میں منصب خلافت کے اور فرائض کي ساتھہ خلفاء کا ایک فرض احتساب بھي تھا ' اسلیے ہر خلیفہ محتسب بھي ہوتا تھا - اگرچہ خلافت راشدہ کے زمانہ میں بھي خلیفہ کا وجود عام صحابہ سے بالاتر سمجھا جاتا تھا - چنانچہ حضرت عبد اللہ ابن عباس نے حضرت عمر کے خوف و ہیبت سے مدت تک ایک ضروري مسئلہ کے پوچھنے کي جرات نہ کي (۱) لیکن یہ رعب و داب کچھہ جبر و استبداد ' غلبہ و قہر ' ظلم و ستم کا نتیجہ نہ تھا جو انسان کے ہاتھہ میں ہتکڑیاں پہنا دیتا ہے ' منہ میں لگام لگادیتا ہے ' دل کي حرکت کو بند کردیتا ہے ؛ بلکہ اوسکو صرف نور ایمان ' پابندي فرائض ' اور فضائل اخلاق کے مجموعہ نے پیدا کیا تھا ' اسلیے خلفاء راشدین کو ہر شخص نہایت آساني کے ساتھہ روک ٹوک سکتا تھا - جب حضرت عمر نے مہر کے بارے میں سختي کي اور لوگوں کو بیش قرار مہر باندھنے سے روکنا چاہا ' تو ایک عورت نے نہایت آزادي سے کہا : " عمر ! تمکو اسکا حق حاصل نہیں ہے ' خدا نے تو مہر کے بارے میں قنطارا مقنطرہ (روپیہ پیسے کے بہت بڑے ڈھیر) کا لفظ کہا ہے " یہ سنتے ہي حضرت عمر نے اوسکے حسن استدلال اور آزادي اعلان حق کي داد دي اور فرمایا : " مردوں نے غلطي کي ' اور ایک عورت نے صحیح بات کہي " (فتح الباري جلد - ۹ - صفحہ ۱۷۵)

ایک شخص نے جب اون سے کہا : " اے ابن خطاب ! تم انصاف نہیں کرتے ' اور ہمکو فیاضانہ عطیہ نہیں دیتے " تو وہ اس قدر برہم ہوے کہ اوسپر حملہ کرنا چاہا ' لیکن جب ایک دوسرے شخص نے یہ آیت پڑھ دي :

خذ العفو و امر بالمعروف معاف کرنے کا طریقہ اختیار کرو ' نیکي
و اعرض عن الجاھلین ! کا حکم دو ' اور جاھلوں سے درگذر کرو !

تو دفعتاً ٹھنڈے پڑ گئے (بخاري جزء ۹ -)

لیکن یہ روشن زمانہ صرف ۳۰ برس کا زمانہ تھا - اسکے بعد خلافت بنو امیہ قائم ہوئي ' اور ایک حدیث صحیح کي بنا پر " ملک عضوض " کا زمانہ شروع ہو گیا - اب جمہوریت اسلامي فنا ہوگئي ' نظام روحاني اوٹھا دیا گیا ' صحابہ کے عہد فضائل کا مجموعہ درہم برہم ہوگیا ' اور ان سب کي جگہ شخصیت و استبداد نے لیلي ' اسلیے اس زمانے میں فرض احتساب کا ادا کرنا درحقیقت لوہے کي اوس زنجیر کي کڑیوں کو توڑنا تھا ' جو ہاتھوں میں ڈالنے کیلیے ڈھالي جا چکي تھي - لیکن جو ہاتھہ حق کي حمایت کیلیے اوٹھتا ہے ' وہ اگر اونکے توڑ نے کي طاقت نہیں رکھتا تو کم از کم انکے اندر پھنسنے کي طاقت تو ضرور رکھتا ہے !

اس زمانہ میں عہد نبوت کي جو روشن یادگاریں باقي رہ گئیں تھیں ' اونکا نور ایمان اس عہد ظلمت میں بھي حق کو حق اور باطل کو باطل دکھاتا تھا ' اور وہ جبابرۂ بنو امیہ کو ہمیشہ ٹوکتي رہتي تھیں -

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدۃ العمر نماز عیدین کیلیے منبر نہیں لے گئے ' اور خطبہ ہمیشہ نماز کے بعد دیتے رہے - خلفاے راشدین کے زمانے تک یہي سنت قائم رہي - لیکن امراے بنو امیہ نے اسکو بدلدینا چاہا ' کیونکہ انھوں نے دیکھا کہ نماز کے بعد لوگ متفرق ہو جاتے ہیں اور انکے خطبوں کے سننے کیلیے کوئي دلچسپي ظاہر نہیں کرتے - پس انھوں نے یہ طریقہ ایجاد کیا کہ نماز سے پہلے خطبہ دیدیا جاے ' اور اسطرح لوگوں کو اپنے خطبوں کے سننے کیلیے مجبور کردیں - لیکن جب پہلے پہل مروان نے اسکي ابتداء کي اور عید کے دن نماز سے پہلے خطبہ کیلیے منبر پر چڑھنے لگا ' تو اسي وقت ایک مسلمان نے اسکا دامن پکڑ کر روکا اور چلا کر کہا : " یہ سنت نبوي کے بالکل مخالف ہے " لوگوں نے اسپر اوسکو چشم نمائي کي ' لیکن حضرت ابو سعید خدري بھي موجود تھے - انھوں نے کہا : " اس شخص نے اپنا فرض اسلامي ادا کیا ہے - آنحضرت نے فرمایا ہے کہ ہاتھہ سے ' زبان سے ' یا کم از کم دل سے ہر برائي کا انکار کرنا چاہیے " (ابن ماجہ صفحہ ۲۱۰ - و شرح منتقي للشوکاني)

ایک مرتبہ مقدام بن معدیکرب ' عمرو بن اسود ' اور قبیلہ بنو اسد کا ایک شخص ' یہ تینوں آدمي امیر معاویہ کے دربار میں حاضر ہوے - امیر معاویہ نے باتوں باتوں میں کہا : " مجھے معلوم ہوا ہے کہ حسن بن علي نے انتقال کیا " مقدام نے " انا للہ و انا الیہ راجعون " پڑھا - اونکے اس اظہار افسوس پر ایک خوشامد پیشہ درباري نے کہا : " کیا آپ اسکو کوئي مصیبت خیال کرتے ہیں ؟ " اونھوں نے کہا " کیوں نہیں ؟ آنحضرت نے اونکو (یعني حضرۃ حسن ابن علي علیہما السلام کو) اپني گود میں رکھکر فرمایا تھا کہ یہ خاص میرا بیٹا ہے ' پس جگر گوشۂ رسول کي وفات کیوں نہ ہمارے لیے مصیبت ہو ؟ " اسپر قبیلہ بنو اسد کے اوس آدمي نے جو اونکے ساتھہ آیا تھا ' کہا : " وہ ایک شرارہ تھے جسکو خدا نے بجھا دیا " مقدام یہ سخت گستاخانہ فقرہ سنکر آگ بگولا ہوگئے اور جوش میں آکر بے باکانہ بول اٹھے : " میں جب تک تمکو کوئي سخت بات اسي جگہہ نہ سناؤنگا یہاں سے نہ ٹلونگا " پھر امیر معاویہ کي طرف مخاطب ہوکر کہا : " میں کچھہ کہنا چاہتا ہوں ' اگر وہ حق ہو تو تم تصدیق کرنا - حق نہ ہو تو جھٹلا دینا " امیر معاویہ نے اجازت دي - اونھوں نے کہا : " میں تمہیں خدا کي قسم دلا کر پوچھتا ہوں کہ کیا آنحضرت نے سونے کے زیور پہننے کي ممانعت نہیں کي ؟ " معاویہ نے کہا " ہاں " اونھوں نے پوچھا : " میں تم سے خدا کي قسم دلا کر پوچھتا ہوں کہ کیا آنحضرت نے حریر کے پہننے سے منع نہیں فرمایا ؟ " کہا " ہاں " پھر انھوں نے سوال کیا : " میں تمہیں خدا کي قسم دلا کر پوچھتا ہوں کہ آنحضرت نے جانوروں کي کھال کے فرش سے منع نہیں فرمایا ؟ " امیر معاویہ کو کہنا پڑا " ہاں " -

اب اونھوں نے اس اقرار و تصدیق کے بعد کہا : " خدا کي قسم ' میں تمہارے محل میں یہ تمام چیزیں دیکھہ رہا ہوں ! "

امیر معاویہ کي سیاست یہ تھي کہ مال و دولت کے چھینٹوں سے گرم دلوں کو ٹھنڈا کیا کرتا تھا - مسلمانوں کو طمع مال کي راہ سب سے پہلے اسي نے دکھلائي - چنانچہ اس موقع پر بھي یہي اصول کام میں لایا گیا - اس نے حکم دیا کہ مقدام کو فوراً انعام و اکرام سے مالا مال

(۱) یعني مسئلۂ ایلاؤ تخییر

کردیا جاے - لیکن مقدام نے جو کچھہ پایا ' اُسی وقت فقرا کو تقسیم کردیا - (ابو داؤد - کتاب اللباس)

صحابہ کرام کے حالات میں اس قسم کی آزادی حق و امر بالمعروف کی مثالیں اس کثرت سے ملسکتی ہیں کہ دنیا کی پوری تاریخ اخلاق و فضائل اسکی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے - لیکن اس سلسلۂ مضامین کا ماخذ صرف احادیث کی کتابیں ہیں ' اور کتب حدیث میں سے بھی صرف معتمد ترین ذخیرہ حدیث یعنی صحاح ستہ ' پس جسقدر حصہ عام تاریخ کے ذخیرہ سے تعلق رکھتا ہے ' اسکو نظر انداز کر دیتے ہیں -

(احتســاب کا اثــر و نفــوذ)

شریر روحوں اور ناپاک ہستیوں نے ہر زمانہ میں خدا کے نیک بندوں کو قوت کے صحیح استعمال سے روکا ہے - فرعون نے اسی لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارض مصر سے نکال دیا تھا ' قریش اور رؤساء یہود کی سازشیں مسلمانوں کے استیصال قوت ہی کیلیے قائم ہوئی تھیں - منافقین نے اسی غرض سے مسجد ضرار کو مسلمانوں کی تفریق کا آلہ بنایا تھا -

لیکن قوت ہی کا صحیح استعمال اخلاق کا سنگ بنیاد ہے ' اور اوسی نے نظام عالم کو قائم رکھا ہے - اگر آفتاب اپنی پوری طاقت کے ساتھہ زمین میں حرارت نہ پہونچاتا ' اگر ابر اپنی پوری طاقت کے ساتھہ اوس میں رطوبت نہ پیدا کرتا ' اگر کرۂ ہوا کی پوری طاقت اوس میں عمل نہ کرتی ' تو زمین کی گود میں ایک سبز پتہ ' ایک رنگین رزق گل ' ایک دانۂ غلہ بھی نظر نہ آتا !

لیکن خدا کی رحمت کبھی کبھی چھپے ہوے چشموں کی سوتوں کو کھول دیتی ہے ' برف سے ڈھکے ہوے پانی میں روانی پیدا ہوجاتی ہے ' وہ اوپل اوپل کر اور بہہ بہہ کر دنیا کو سیراب کردیتی ہیں -

اسی رحمت الٰہی کے عہد نبوت و عہد صحابہ میں قوت الاہیہ کو پوری آزادی و وسعت دیدی تھی ' اسلیے اوسکے استعمال صحیح کے نتائج صحابہ کرام کی ہر شبیہ زندگی میں کامل و اکمل نظر آتے ہیں -

احتساب کا سب سے زیادہ عظیم الشان اثر یہ ہے کہ وہ انسان میں حق کے قبول کرنے ' اُسکی جستجو میں سرگرداں رہنے ' اور اُسپر عمل پذیر ہونے کا مادہ پیدا کردے - عہد نبوت و عہد صحابہ میں احتساب کے یہ آثار قائمہ ہر جگہہ نمایاں نظر آتے ہیں - اوپر گذرچکا ہے کہ حضرت عمر کو مہر کے معاملہ میں جب ایک عورت نے ٹوکا تو انہوں نے اسی صداقت کے ساتھہ اپنی غلطی کا اعتراف کرلیا - ایک بے ادبی یا ایک الزام پر جب انہوں نے ایک شخص پر حملہ کرنا چاہا ' تو قرآن مجید کی ایک آیت نے انکا ہاتھہ پکڑ لیا - یہ کوئی مخصوص موقع ہی نہ تھا ' بلکہ قرآن حکیم کے احتساب نے اُن میں اسکا عام مادہ پیدا کردیا تھا - چنانچہ امام بخاری نے اسی حدیث میں اُنکی خصوصیت احتساب کی تصریح بھی کردی ہے : کان وقافا عند حدود اللہ ! یعنی وہ منا ہی قرآن سے آگے کبھی تجاوز نہیں کرسکتے تھے !

حق کی جستجو کا شوق ہر صحابی کے دل کو قوت احتساب کی رہنمائی کا منتظر رکھتا تھا - ایک مرتبہ حضرۃ انس بن مالک مدینہ میں آے - لوگوں نے ابداع سنت کے شوق میں اُن سے پوچھنا شروع کیا کہ ہمارا کوئی فعل آنحضرت کے افعال و اقوال کے خلاف تو نہیں ہے ؟ اُنھوں نے کہا : " بس میں اتنا فرق پاتا ہوں کہ تم لوگ نماز میں صف سیدھی نہیں رکھتے " (بخاری جزء - ۱)

آنحضرت نے عہد صحابہ کو خیر القرون کہا ہے ' لیکن اگر اس مبارک زمانے کی تمام خصوصیات کی تحلیل کی جاے ' تو ان میں سب سے زیادہ نمایاں جزو عمل وہی ہوگا ' جسکے نظام کو صرف احتساب ہی نے قائم کیا تھا - آنحضرت نے جس بنا پر عہد نبوت کو خیر القرون یعنی بہترین عہد فرمایا ہے ' اُسکی خود ہی تصریح بھی کردی ہے :

ثم ان بعدکم قوما یشھدون ولا یستشھدون ویخونون ولا یؤتمنون وینذرون ولا یوفون (بخاری جزء ۵)

پھر تمہارے بعد ایک ایسی قوم پیدا ہوگی ' جو گواہی دیگی مگر حق کی گواہی دینے کی اسمیں کوئی طلب نہوگی ' وہ خیانت کریگی ' اُسمیں امانت نہوگی ' اور نذر مانیگی تو اوسکو پورا نہ کریگی -

اس سے معلوم ہوا کہ جن فسادات کو خیر القرون کے بعد کی قوموں میں بیان کیا ہے ' انکا نہونا ہی خیر القرون کی اصلی خصوصیت ہے - لیکن اس خصوصیت کو صرف احتساب ہی کے اثر نے قائم رکھا تھا - صحابہ کے بعد جو زمانہ پیدا ہونے والا تھا ' وہ تابعین کا زمانہ تھا - لیکن اس مبارک زمانے کو بھی صرف قوت احتساب ہی نے پیدا کیا - چنانچہ صحابہ کی نسل خود شہادت دیتی ہے :

کانوا یضربوننا علی الشھادۃ و العھد و نحن صغــار (بخاری - جزء ۵)

صحابہ ہمکو بیچا شہادت دینے اور معاہدہ کرنے پر بچپن ہی میں سزا دیتے تھے ' تاکہ اسکی عادت نہ پڑے -

صحابہ کے بچے جس طرح برائیوں سے روکے جاتے تھے ' اسی طرح اون سے نیکی پر عمل بھی کرایا جاتا تھا - ایک مرتبہ صبح کو آنحضرۃ نے اعلان کرادیا کہ جو لوگ عاشورے کا روزہ رکھہ چکے ہیں اونکو روزہ پورا کرنا چاہیے ' اور جو لوگ افطار کر چکے ہیں ' وہ بھی بقیہ دن روزہ رکھیں - اس اعلان کے بعد صحابہ نے اسپر اس شدت کے ساتھہ عمل کیا کہ خود بھی روزہ رکھتے تھے اور اپنے بچوں سے بھی روزہ رکھواتے تھے ! جب کوئی بچہ بھوک کی شدت سے روتا تھا تو بہلانے کیلیے اس کے کھلونے اوسکے ہاتھہ میں دیدیتے تھے - (مسلم جلد ۱ - صفحہ ۴۲۳)

عہد نبوت میں عدل و انصاف کے معیار کو صحابہ کی اسی تربیت پذیری نے بلند تر کردیا تھا - ایک مرتبہ آنحضرت نے فرمایا " اگر کوئی عامل ایک دھاگا بھی اپنے پاس چھپا رکھے گا تو یہ اوسکی خیانت میں محسوب ہوگا ' اور قیامت میں اسکو نمایاں کیا جائیگا " ایک صحابی پر جو کسی مقام کے حاکم تھے ' اسکا اسقدر اثر ہوا کہ فوراً آنحضرۃ کی خدمت میں حاضر ہوے اور عرض کیا " یا رسول اللہ ! میں اس خدمت سے معاف رکھیے " آپنے وجہ پوچھی تو اونہوں نے آپ کی اس وعید شدید کا حوالہ دیا اور کہا : " اسکے خوف سے میرا دل کانپ اوٹھا ہے ! "

آہ ' اُن مسلمانوں کو آج کہاں ڈھونڈھیں جنکی صرف یہی خصوصیت نہیں تھی کہ :

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تا مــرون بالمعــروف و تنھــون عــن المنــکر

تمہارا ظہور ایک بہترین امت کی حیثیت سے ہوا ہے ' جو نیکی کا حکم دیتی اور برائیوں سے روکتی ہے -

بلکہ ساتھہ ہی یہ خصوصیت بھی تھی :

ما آتاکم الرسول فخذوہ و ما نھکم عنــہ فانتھوا و اتقوا اللہ ان اللہ شدید العقــاب - (حشر ۷)

پیغمبر خدا تم کو جس چیز کا حکم دیں ' اوسکو قبول کرلو ' اور جس چیز سے روکیں ' اوس سے رک جاؤ ! خدا سے ڈرو ' خدا سخت عذاب دینے والا ہے -

خدا کا رسول حکم دیتا تھا ' وہ قبول کرتے تھے - رسول روکتا تھا ' وہ رک جاتے تھے - وہ بیچ ڈالتا تھا ' انہوں نے اپنی زمین قلب کو اسکے لیے صالح بنادیا تھا - وہ سراسر حسن تھا ' یہ سراسر عشق تھے !

قوت فاعلہ اور قوت منفعلہ کا یہی امتزاج روحانی تھا جس نے صحابہ کے روشن زمانے کو پیدا کیا ' اور اب انہی دونوں قوتوں کے فقدان نے دنیا کو گمراہی میں مبتلا کردیا ہے - نہ دعوۃ حق کیلیے ہمارے علماء میں فعل ہے - نہ عام افراد امت میں انفعال و تاثر !!

(ایک ضروری نکتہ)

ایک نادان ملحد کہہ اُٹھتا ہے کہ شریعت اور فلسفہ اخلاق ' دونوں کا ایک ہی مقصد ہے ' لیکن وہ نہیں دیکھتا کہ انبیاء اور حکماء

کي زندگي ميں کسقدر فرق عظيم و تبائن کلي هے ؟ علمي حيثيت سے حکماء صرف اصول و کليات قائم کر سکتے هيں - اونکے جزئيات کا احاطه اونکے دسترس سے باهر هے - عملي طهارت کے لحاظ سے ديکها جاے تو وه کوئي چيز نهيں - ليکن انبياء کرام ميں پهلي چيز عملي نمونه کي روح القدس هے ' اور چونکه انکا کام فلسفه نهيں بلکه انساني زندگي کي سعادت هے ' اسليے وه زياده تر جزئيات هي پر نظر ڈالتے هيں - اونکو کليات سے بهت زياده بحث نهيں هوتي - وه پاک انسان بنا نے آتے هيں ' فلسفه کي نظريات وضع کرنے نهيں آتے -

حکماء اور انبياء ميں سب سے بڑا فرق يه هے که انبياء خود عمل کرتے هيں ' اور دوسروں سے عمل کرواتے هيں ' ليکن حکماء کي پوري جماعت کا يه حال رها هے که انهوں نے عمل کے دائره ميں قدم بهي نهيں رکها ' اور کسي عملي گروه کے پيدا کرنے کا شرف تو کسي حکيم کو حاصل نهيں - پس نبوت کي حقيقت دو جزو سے مرکب هے ' علم اور عمل - خدا نے انهي دونوں اجزاء سے نبوت کي تحديد کي :

يتلــو عليهــم آيتــه و يزکيهم ويعلمهم الکتب و الحکمــة - وه پيغمبر اون پر خدا کي آيات کي تلاوت کرتا هے ' اونکے اخلاق کا تزکيه کرتا هے ' اور اونکو کتاب و حکمت کي باتيں سکهاتا هے -

آنحضرت صلی الله عليه وسلم کے سلسلهٔ احتساب ميں هم نے جن اعمال جزئيه کا حواله ديا هے ' اون سے يه حقيقت اچهي طرح واضح هو جاتي هے - ان جزئيات سے ثابت هوتا هے که آپ کي نگاه کس طرح صحابه کي ايک ايک ادا پر پڑتي تهي ' اور آپ کس طرح اون پر گرفت کرتے رهتے تهے ' اور اس پيغمبرانه دار و گير سے کس درجه صحيح نظام عمل و نمونهٔ اخلاق حسنه قائم کرديا تها ؟

حکماء کے حالات ميں مبسوط کتابيں لکهي جا چکي هيں ' ليکن تمام دنيا کے حکماء کي مجموعي تاريخ بهي اس قسم کا عملي نظام نه قائم کرسکي ' اور نه کسي حکيم نے فرض احتساب ادا کرنے کيليے اپنے آپ کو خطرے ميں ڈالا -

(رافت و رحمت)

خدا نے آنحضرت کي سب سے زياده نمايان خصوصيت يه بتائي هے :

بالمومنين رؤف رحيم- وه مسلمانوں پر نهايت شفقت ' بے غرضانه محبت ' اور کمال لطف و مهر رکهتے هيں !

آپ کے سلسلهٔ احتساب ميں هم نے جن واقعات کو جمع کرديا هے ' اون سے حرف بحرف اسکي تصديق هوتي هے - ان واقعات سے ظاهر هوتا هے که فرض احتساب آپ کا روزانه معمول تها - آپ ايک جزئي سے جزئي بات پر بهي روک ٹوک کرتے تهے - تاهم آپ نے کسي موقع پر بهي بلا ضرورت سختي و خشونت کا اظهار نهيں کيا ' بلکه اکثر مواقع ايسے پيش آے جهاں زبان سے ايک حرف بهي نهيں نکالا ' کسي فعل پر اظهار ناراضي کرنا هوا تو سلام کا جواب نهيں ديا ' کهيں منه پهير ليا ' کهيں کوئي آيت پڑه دي ' کهيں کوئي پر اثر جمله فرماديا - يهي رفق و ملا طفت تهي ' جسکي کشش تمام دنيا کو آپ کي طرف کهينچ لاتي تهي ' اور اسي نے صحابه کے عمل کو يکسر سنوار ديا تها - اور اسي بنا پر خدا نے بهي فرمايا :

اســـلام اور تـربيت عسکـری

ايک ابتـدائي اور سـرسري مطالعه

هم نے گذشته نمبر ميں " تربيت عسکري " کے عنوان سے ايک سلسلهٔ بحث شروع کيا تها - اراده تها که پهلے قصص بنو اسرائيل پر نظر ڈالکر پهر اسلام کي تربيت عسکري پر متوجه هونگے ' اور دونوں کا باهم ارتقائي تعلق و ربط واضح کرنے کي کوشش کرينگے - ليکن سلسلهٔ تاريخ بنو اسرائيل ميں قرآن حکيم کي تصريحات و اشارات اسقدر وسيع هيں که رسائل و جرائد کے مقالات ميں انکو سميٹنا بهت مشکل هے - حضرة موسی علی نبينا و عليه السلام کي زندگي اور اعمال اجتماعيه کے بعد بهي بنو اسرائيل کي تاريخ خلافة و وراثت ارضي کا بهت بڑا سلسله باقي رهجاتا هے ' اور علی الخصوص قصه طالوت و جالوت اور عهد حضرت سليمان عليه السلام کے اشارات اسقدر اهم و ضروري هيں که کسي طرح نظر انداز نهيں کيا جاسکتے -

ليکن بالفعل هم اس صحبت کو اس هفته ملتوي رکهتے هيں که فرصت تحرير نهيں ' اور اسکي جگه اسلام کے نظام عمل عسکري پر ايک سرسري نظر ڈالنا چاهتے هيں - يه ٹکڑه پهلے سے لکها هوا بلکه کمپوز کيا هوا موجود هے - اسکي اشاعت ميں همارے ليے بهت آسانياں هيں -

(پهلے کام کا بقيه مضمون)

لو کنت فظا غليظ القلب لانفضــوا من حولــك — اگر تم اکهڑ اور سخت طبع هوتے تو لوگ تمهارے پاس سے بهاگتے -

(احتساب اور وحدت قوميت)

ان واقعات سے ثابت هوتا هے که تنازع و اختلاف کے زمانے ميں فرض احتساب ادا نهيں کيا جاسکتا - خدا نے احتساب کي علت اوس ولايت عامه يعني نيکي کے رشته کي برادري و رفاقت کے حق کو قرار ديا هے ' جو ايک مسلمان کو دوسرے مسلمان پر حاصل هے اور جس نے تمام فرزندان اسلام کو ايک زنجير اتحاد ميں منسلک کرديا هے :

والمومنون والمومنات بعضهم اولياء بعض' يامرون بالمعروف و ينهــون عن المنکــر — مسلمان مرد اور مسلمان عورتيں ايک دوسرے کي دوست اور مددگار هيں ' نيکي کا حکم ديتے هيں اور برائي سے روکتے هيں -

ليکن اختلاف اور تفرقه کے زمانے ميں يه حق ولايت زايل هوجاتا هے - هر شخص ايک دوسرے کا دشمن بن جاتا هے ' ايک جماعت اور مذهب کي جگه بيسيوں جماعتيں بن جاتي هيں اور ايک دوسرے کو درندوں کي طرح چيرتي پهاڑتي هيں - اسليے نه کوئي کسيکو روکتا هے اور نه کوئي کسيکي سنتا هے - يهي وجه هے که حضرت عثمان کے زمانه خلافت ميں احتساب کي مثاليں بيشتر کي نسبت کم ملتي هيں ' کيونکه اختلاف کي بنياد پڑ چکي تهي -

اسلام کي تربيت عسکري کا عنوان نہايت اہم اور بيحد وسيع ہے - سب سے پہلے قرآن حکيم کي وہ تصريحات سامنے آتي ہيں جن ميں مسلمانوں کے قومي خصائص واضح کيے گئے ہيں' اور اُن ميں ہر خصوصيت کے اندر عسکري تربيت کي ايک حقيقت اصلي موجود ہے - اسکے بعد اقوال و اعمال نبوت ہيں - آنحضرت صلي الله عليه و سلم کي زندگي' اُنکا اسوۂ حسنہ' اُنکے اعمال طيبه ' تمام ايام و واقعات مقدسۂ جہاد في سبيل الله کے واردات و حالات ' ان سب چيزوں کو سامنے لانا اور ان ميں نظم و ترتيب پيدا کرنا اس مبحث کيليے ضروري ہے -

ليکن ان چيزوں کو بعي ہم آيندہ کسي مطمئن صحبت کيليے اُٹھا رکھتے ہيں' اور آج صرف ايک عام اور سرسري نظر ڈالکر نظام اسلامي اور نظام موسوي کے باہمي تعلق و ربط کي کڑي ڈھونڈھتے ہيں-

(دعوۃ اسلامي)

حقوق الله و حقوق العباد کي جو عادلانه تقسيم خدا نے کردي ہے' اوسکو عدل و حقيقت کے ساتھه قائم رکھنا ايک مکمل مذہب کا اصلي فرض ہے - انسان نے ابتداء ہي سے ان حقوق ميں دست اندازي شروع کي ' اور جسقدر اوس نے حقوق الله کو پامال کيا ' اوسي قدر حقوق العباد بھي پامال ہوتے گئے - حضرت ابراہيم عليه السلام کے زمانے ميں حقوق الله کي بربادي اپنے انتہائي درجے تک پہونچ گئي تھي ' اور انسان نے علانيه خدائي کي صفتوں کا دعوي کرديا تھا :

الم تر الى الذي حاج ابراهيم في ربه ان اتـه الله الملك ' اذ قـال ابراهيم ربي الذي يحي و يميت - قال انـا احي و اميت (۲ : ۲۶۰)

کيا تم اوس شخص کو نہيں ديکھتے جس نے ابراہيم سے اوسکے خدا کے بارے ميں اس غرور کي بنا پر حجت کي' کہ خدا نے اسکو بادشاہ بنا ديا تھا ؟ جب ابراہيم نے کہا کہ ميرا خدا وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مار ڈالتا ہے ' تو اوس سرکش نے کہا کہ مجھه ميں بھي يہ طاقت موجود ہے کہ زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں -

ليکن خدا تعالي نے اپنے حقوق کي محافظت کيليے کبھي زميں پر انسان کا خون نہيں بہايا ' صرف انسان کے ظلم ہي نے زميں کو خون سے رنگين کيا ہے ' اور يہ دھبا اُسکے دامن پر اوسوقت سے لگا ہے' جب ايک بھائي (قابيل) نے دوسرے بھائي (ہابيل) پر تلوار اُٹھائي ہے - يہي وجہ ہے کہ احاديث ميں تمام دنيا کي خونريزيوں کا ذمہ دار قابيل ہي کو قرار ديا گيا - حضرت موسي عليه السلام کے زمانے تک حقوق الله بالکل مٹ گئے تھے ' اور شيطان انسان کے اندر سے صاف صاف بول رہا تھا :

و قال فـرعون يا ايها الملاء ما علمت لكم من اله غيري (۲۸ : ۳۸)

اور فرعون نے اپنے ارکان سلطنت سے کہا : ميں اپنے سوا نہيں جانتا کہ تمہارا اور بھي کوئي خدا ہے -

وہ اگر اسي دعوي پر قانع رہتا' تو ممکن تھا کہ خدا کا غصہ اُس سے چشم پوشي کرتا ' اور اُسکے سر پر خدا کي تلوار نہ چمکتي' جيسا کہ حضرت ابراہيم عليه السلام کے زمانے تک دنيا پر خدا کا ابر کرم محيط رہا - ليکن اُس نے اس حد سے بھي ترقي کي ' اور حقوق العباد کي حدود ميں ظلم و جبر کا قدم رکھا - اس نقطے پر پہونچکر ہميشه خدا کي تلوار ميان سے نکل آئي ہے ' اور دنيا کو خون کے دريا ميں تيرنا پڑا ہے - چنانچه خدا نے اپنے حقوق سے تو چشم پوشي کرلي' ليکن وہ حقوق العباد کي پامالي کو نہيں ديکھه سکتا تھا ' اسليے حضرت موسي عليه السلام کو اُسکي حفاظت کيليے فرعون کے پاس بھيجا :

اذهب الى فرعون انه طغى (۲۶ : ۲۰)

اے موسي ! فرعون کي طرف جاؤ کيونکه وہ نہايت ظالم و سرکش ہوگيا ہے ' يعني خدا کے بندوں پر نہايت ظلم کرتا ہے -

يہ پہلا دن تھا کہ خدا کے ايک صالح بندے نے بسط عدل ' قيام امن ' حمايت حق کيليے ہاتھه ميں تلوار لي' اور اُسي دن سے تربيت عسکري کي مذہبي روح نے دنيا ميں ظہور کيا -

اسلام دين الہي کي آخرين تکميل تھي' پس وہ حقوق الله اور حقوق العباد ' دونوں کي حفاظت کا تنہا ذمہ دار تھا - ايک طرف تو وہ اُن بتوں کو چور چور کرنا چاہتا تھا جنھوں نے خدا کي جبروت و قدوسيت کا اپنے آپ کو شريک بنا ليا تھا - دوسري طرف وہ ان تمام ديويوں سے انسانيت کو کامل نجات بخشنا چاہتا تھا جو طرح طرح کي سياسي ' مذہبي ' اخلاقي ' معاشرتي ' اور ذہني غلاميوں کي اسکے پاؤں ميں ڈالدي گئي تھيں' اور جنکي وجہ سے تمام کرۂ ارضي حقوق العباد کے غصب و ہلاکت کا ايک جہنم کدہ بن گيا تھا !

پس تـکميل دين الہي يعني حقوق الله و حقوق العباد کي کامل محافظت کيليے اسلام نے تمام انبياء کرام ميں صرف انہي دو اولو العـزم پيغمبروں کے اسوہ حسنه کو اپني امت کيليے نصب العين قرار ديا - چنانچه حقوق الله کي حفاظت کيليے اُس نے حضرت ابراہيم عليه السلام کے نقش قدم کي پيروي کي تعليم دي :

قد كانت لكم اسوة حسنة في ابراهيم و الذين معه -

تمہارے ليے ابراہيم اور اسکے ساتھيوں کي ذات ميں پيروي و اتباع کيليے بہترين نمونه رکھا گيا ہے -

اسلام نے کامل دس سال تک ہر قسم کي جسماني تکليفيں برداشت کيں' ہر قسم کي دنيوي ذلتيں سہيں' ہر قسم کے مصائب کا مقابله کيا ' ليکن کفار کے ساتھه کسي قسم کي سختي نہيں کي' اور اونکو نہايت نرمي و محبت کے ساتھه توحيد کي دعوت ديتا رہا - اسطرح جسجه اوس نے مسلمـانوں کو اسوۂ ابراہيمي کا خوگر بنا ليا ' اور اسيکے ساتھه ساتھه فوجي تعليم کي سب سے بڑي عملي مشق يعني صبر و تحمل اور عزم و استـقلال کي تکميل ہوگئي ' تو پھر حقوق العباد کي محافظت کيليے اسوۂ موسوي کے اتباع کي بھي تعليم دي ' اور وحي الہي نے دعوۃ موسوي اور دعوۃ محمدي کي اس مشابہت کو نمايان کيا :

انـا ارسلنا اليكم رسـولاً شاهـداً عليكـم كمـا ارسلنا الى فرعون رسولا - (۱۵ : ۷۳)

ہم نے تمہارے پاس اپنا ايک پيغمبر بھيجا جو حق و عدالت کي شہادت دیتا ہے' جس طرح فرعون کي جانب اپنا ايک پيغمبر بھيجا تھا -

يہيں سے عملاً اسلام کي فوجي زندگي شروع ہوتي ہے - حق و صداقت کا جو وعظ وہ آج تـک صرف زبان سے سناتا تھا ' اب اُسميں زبان تيغ کو بھي شريک بنا ليا گيا -

ليکن اسلام کے تمام اعمال و عبادات پر غور کرنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ يہ محض کوئي فوري تغير نہ تھا جو انصار مدينه کي اعانت يا کفار مکه کے دست ظلم کي رہائي سے وقوع ميں آيا ہو - بلکه اسليے کہ اسلام کا حقيقي دستور العمل صرف جہاد تھا' اور وہ اب مسلمانوں کے نظام عمل کے رگ رگ ميں سرايت کرگيا تھا - فرائض اسلام کي ابتداء نماز سے ہوتي ہے اور وہ تمام تر فوجي قالب ميں ڈھالي گئي ہے ' نماز کے تمام ارکان مجاہدين حق کے اعمال ہي کي تصوير ہيں :

كان النبي صلعم و جيوشه اذ علوا الثنايا كبروا و اذا هبطوا سبحوا' فـوضعت الصلـوة على ذالـك

(ابوداود ج-۱ ص-۳۴۹ کتاب الجهاد)

آنحضرت اور مجاہدين کي فوجيں جب پہاڑيوں کے اوپر چڑھتي تھيں تو تکبير کا غلغله بلند کرتي تھيں' اور جب اوپر سے نيچے کي طرف اُترتي تھيں تو سبحان الله کا نعرہ مارتي تھيں- پس نماز ميں بھي قيـام و قعود ' رکوع و سجود' اور تکبير و تسبيح کو اُسي قالب ميں ڈھالا گيا -

فوج کو میدان کارزار میں بھوک پیاس کي جو تکلیفیں برداشت کرني پڑتي هیں' روزه کے ذریعے مسلمانوں کو اسکا خوگر بنایا گیا -

اقسام جهاد کي وسعت نے جهاد بالمال کي ایک خاص قسم پیدا کردي تهي' یعني کلمۂ حق کیلیے جان کے ساتهه مال کو بهي لٹانا - زکوٰة و صدقه کے ذریعه اسلام نے اسکا باضابطه نظام قائم کردیا - حج اسلام کے تمام اعمال کا مجموعه هے' اور اس میں ایک اهم ترین جزو جها دکا بهي هے - فوجي زندگي کیلیے سفر هے ' شدائد سفر هیں' عزیزوں اور قریبوں سے جدائي هے' صرف ایک هي وردي پر قناعت کرني هے' اور ایک هي میدان میں سب کو جمع هوکر اچے مقصود رحید کو ڈهونڈهنا هے - تفصیل کا موقعه نهیں ' مگر حج کے اندر فوجي زندگي کي یه تمام تعلیمیں موجود هیں -

ان تمام عبادات کے ادا کرنے کیلیے جو شرائط اور پابندیاں فرض کي گئي هیں' انکے متعلق اسلام کو مذاهب پر یه فضیلت حاصل هے که اُس نے مذهب کي تمام پابندیوں کو نهایت آسان کردیا هے - حالت سفر و مجبوري میں انسان صرف تیمم کر کے نماز پڑه سکتا هے - تعداد رکعات کے لحاظ سے نماز کي صرف دو رکعتیں کافي هیں ' سفر میں روزه رکهنا ضروري نهیں -

لیکن خدا نے ان آسانیوں کو عیش و نعم کا ذریعه نهیں بنایا هے جیسا که هوا پرست امراء سمجهتے هیں ' بلکه اُن کا مقصود صرف اُس عظیم الشان فرض کو آسان کردینا تها جسکا نام جهاد هے - چنانچه آیت تیمم ایک سفر جهاد هي میں نازل هوئي ' اور قصر نماز اور افطار رمضان کا حکم اگرچه اب هر سفر کو شامل هوگیا هے ' لیکن آنحضرت اور صحابه کے سفر کا مقصد صرف جهاد هي هوتا تها - اِس بنا پر جو مسلمان کامل طور پر فرائض و عبادات کا پابند هے ' وهي مسلم هے - اور جو مسلم هے' وه لازمي طور پر مجاهد في سبیل الله اور فوج حق کا سپاهي هوگا -

پس ایک ایسي قلیل جماعت نے جسکو روز اول هي سے فوجي تعلیم دیگئي هو' جسکا مجموعۂ عبادت تربیت عسکري کا بهترین مظهر هو' جس نے کامل دس سال تک صبر و استقلال ' عزم و ثبات ' اور جفا کشي کي پوري مشق حاصل کرلي هو' اگر بدر و حنین میں کفار کي صفیں اُلٹ دیں' خیبر کے قلعوں کو چور چور کردیا' اور قیصر و کسری کو جاکر پامال کر آئي ' تو کوئي تعجب انگیز امر نهیں -

البته دنیا نے همیشه فوج کي حقیقت کے سمجهنے میں غلطي کي هے - اسلام کا سب سے بڑا فوجي کارنامه یه هے که اُس نے اسي عالمگیر غلطي کا پرده چاک چاک کردیا - ایک مدت تک دنیا نے فوج کا مفهوم صرف اسي قدر سمجها تها که فوج بهت بڑي تعداد کے مجموعه کا نام هے اور اسکي طاقت صرف تعداد اور آلات هي سے عبارت هے' آج بهي جبکه فوجي نظام اپنے انتهائي درجه کو پهونچ گیا هے' کثرت کو همیشه قلت کے مقابلے میں ترجیح دي جاتي هے' اور فتح و ظفر کي امیدیں اُسي فوج کے ساتهه وابسته رهتي هیں ' جو وسیع رقبه زمین کے ساتهه وسیع امداد و شمار پر بهي قابض هو -

اسکے بعد اس نظام میں کسي قدر ترقي هوئي ' اور جسماني صحت و تندرستي اور عصبي طاقت کا بهي اضافه کیا گیا -

چنانچه عام طور پر فوجي قابلیت پیدا کرنے کیلیے اسپارٹا میں ایک قانون نافذ کیا گیا تها ' جسکا منشا یه تها که جو بچے فطرتاً ضعیف اور کمزور پیدا هوں ' اونکو هلاک کردینا چاهیے - اسپارٹا میں اس قانون پر عمل کیا گیا ' اور چند هي دنوں میں اس کي سرزمین نے اپني آغوش کو قوي هیکل نوجوانوں سے بهر لیا -

لیکن درحقیقت فوجي نظام کي یه ترکیب ایک فلسفیانه غلطي پر مبني تهي ' یه نظام اس اصول پر مبني تها که فوج صرف اپني جسماني طاقت هي سے لڑتي هے ' اور جسماني طاقت کے جمع کرنے کے صرف دو هي طریقے هوسکتے هیں - ایک طریقه یه هے که غیر معدود فوروں کي ترکیب سے میدان جنگ میں طاقت کا ایک عظیم الشان پهاڑ کهڑا کردیا جاے ' دوسري راه یه هے که اگر اسقدر افراد کا اجتماع ناممکن هو ' تو تعداد کي کمي کو افراد کي جسماني طاقت کي زیادتي سے پورا کیا جاے اور زیاده طاقتور سپاهي جمع کیے جائیں - چنانچه قدیم تاریخوں میں اسي غلط خیال کي بنا پر عظیم الشان فتوحات کو غیر معدود فوج اور غیر معمولي طاقت کے سپه سالاروں کي طرف عموماً منسوب کیا گیا هے -

لیکن حقیقت یه هے که فوج میدان جنگ میں کسي خارجي طاقت سے نهیں لڑتي' بلکه وه حریف کا مقابله صرف جذبات کي اندروني قوت سے کرتي هے ' اور جذبات کي یه قوت غیر معدود تعداد اور غیر معمولي طاقت کے سپاهیوں کے ساتهه مخصوص نهیں هے - وه چند کمزور انسانوں اور مسکینوں کے اندر بهي پیدا هوسکتي هے ' اور پیدا هوکر وهي نتائج حاصل کرسکتي هے ' جو کسي فوج کا ایک ثلثي دل حاصل کرسکتا هے -

اسلام پهلا فوجي مذهب هے ' جس نے تربیت عسکري کي بنیاد اسي اصول پر قرار دي' اور اسي اصول پر اوس نے مجاهدین اسلام کي فوجي تعلیم شروع کي - اوس نے بتایا که فتح و ظفر صرف بڑي بڑي جماعتوں کے ساتهه هي مخصوص نهیں هے' بلکه ایک چهوٹا سا گروه بهي اپنے اندر ایمان بالله پیدا کرکے ایک عظیم الشان جماعت کو شکست دیسکتا هے :

کم من فئة قلیلة	کتنے هي چهوٹے گروه هیں جو بڑے
غلبت فئة کثیرة باذن	بڑے گروهوں پر خدا کے حکم سے
الله و الله مع الصبرین	غالب آگئے ' اور خدا صرف ارباب عزم
(۲ : ۲۵۰)	و همت هي کے ساتهه هے -

اسپارٹا کي سرزمیں جن ضعیف بچوں کو اپني آغوش سے نهایت بیدردي کے ساتهه پهینک دیتي تهي ' اسلام نے اونکو اپني آغوش محبت میں اُڑتها لیا ' کیونکه فوج صرف جذبات صالحه کي روح سے طاقتور هوکر لڑتي هے' اور جذبات کا اثر ضعیف الاعصاب لوگوں پر قوة والوں سے کہیں زیاده پڑتا هے (۱) ' پس وهي تو بهترین فوجي خدمت انجام دیسکتے هیں - انکو ضعف و ناتواني کے جرم سے ٹهکرایا کیوں جاے؟ چنانچه کتب احادیث میں هم دیکهتے هیں که آنحضرت صلی الله علیه و سلم کا فوجي دربار صرف بڑے بڑے جسموں اور چوڑے چوڑے سینوں هي کیلیے نه تها ' بلکه اسمیں همیشه ضعیفوں اور ناتوانوں کو خاص رحمت و محبت کے ساتهه ڈهونڈها جاتا تها :

ایغوا الی الضعفاء فانما	میرے پاس ضعیفوں کو لاؤ '
ترزقون و تنصرون بضعفائکم	کیونکه تمکو اُنهي کي بدولت
(ابو داؤد جلد ۱ - ص - ۳۴۸)	روزي اور مدد ملتي هے -

اس بنا پر اسلام نے فوجي نظام کي ترتیب میں ماده کو بالکل نظر انداز کردیا ' اور اُسکي ترکیب صرف روح سے کي ' یهي روح هے جسکو اسلام کا نظام اخلاق کها جاتا هے -

اسلام ایک مکمل مذهب کے تمام اجزاء کا مجموعه هے ' اسلیے اوس نے عقائد و عبادات کے سلسله میں اخلاق کو بهي نمایاں جگهه دي هے - لیکن اسلام نے مسلمانوں کو خاص طور پر جن اخلاق حسنه کي تعلیم دي' وه تمام تر فوجي گروه سے تعلق رکهتے هیں - اوس نے صبر و توکل اور عزم و استقلال کي هر موقع پر تعلیم دي' اور یهي چیزیں هیں جنکے ذریعه سے کوئي فوج میدان جنگ میں ثابت قدم

(۱) علم النفس کا یه ایک مسلم مسئله هے -

باب التفسیر

الاصلاح والافساد

(ان ارید الا " الاصلاح " ما استطعت !)

دنیا عالم کون و فساد ہے ' اس میں ایک چیز بنتی ہے تو دوسری بگڑتی ہے - ایک چراغ بجھتا ہے' تو دوسرا جلتا ہے - کلیوں کے دھن تنگ کا نقشہ بگڑ جاتا ہے' تب پھولوں کا شگفتہ چہرہ متبسم ہوتا ہے - قطرہ اپنی صورت بدل دیتا ہے ' تب موتی اپنی آب و تاب دکھاتا ہے - سیاہی اپنی روانی کھو دیتی ہے ' تب صفحۂ قرطاس پر ایک نقش ثابت جلوہ آرا ہوتا ہے - یہ ابدی قانون ہمیشہ سے جاری ہے ' اور ہمیشہ جاری رہیگا :

کل یوم ہو فی شان — ہر دن کی شان نت نئی ہے -

قدرت کا یہی عمل ہے جسکو اللہ تعالی قرآن حکیم میں آیات الہیہ یعنی خدا کی' نشانیوں سے تعبیر کرتا ہے' اور بندوں کو اوسکی طرف بار بار توجہ دلاتا ہے :

ان فی اختلاف اللیل و النہار — رات دن کے اختلاف اور اون تمام
و ما خلق اللہ فی السموات — چیزوں کے تغیرات میں جنکو خدا
و الارض لا یات لقوم یتقون - — نے آسمان و زمین میں پیدا کیا
ہے ' اوس قوم کیلیے بڑی ہی نشانیاں رکھی گئی ہیں ' جو راہ تقوی اختیار کرتی ہے !

قدرت کا یہ عمل افق عالم کے سوا خود انسان کے اندر بھی جاری ہے - اسکو وہ خود محسوس نہیں کرتا - اسلیے خدا محسوس کراتا ہے :

و فی انفسکم افلا تبصرون ؟ — اللہ کی نشانیاں صرف تم سے باہر ہی نہیں ہیں بلکہ خود تمہارے وجود کے اندر بھی موجود ہیں - پھر کیا تم اپنے وجود کو بھی نہیں دیکھتے ؟

انسان دیکھتا ہے کہ ایک گھر بگڑتا ہے اور دوسرا بنتا ہے ' مگر کبھی اونکی طرف دھیان نہیں کرتا - انسان کو بتایا جاتا ہے کہ اوسکے

(صفحۂ ۱۳ کا بقیہ مضمون)

رہ سکتی ہے - اسلام دنیا میں حق و صداقت کی اشاعت کیلیے آیا تھا ' لیکن حق و صداقت کا میدان صرف جہاد ہی کے ذریعہ سے فتح ہو سکتا تھا ' اور صبر جہاد کی حقیقت کیلیے اصلی شرط ہے ' پس اُس نے ہمیشہ حق و صبر کو لازم و ملزوم قرار دیا :

والعصر' ان الانسان لفی — زمانہ اور اسکے حوادث و نتائج شاہد
خسر' الا الذین آمنوا — ہیں کہ انسان کی قوتیں اور انسان
و عملوا الصالحات وتوا — کے تمام اعمال بڑے ہی کھائے ٹوٹے میں
صوا بالحق وتواصوا بالصبر! — رہتے ہیں اور صرف وہی انسان کامیاب
ہوتے ہیں جنہوں نے اپنے اندر یقین پیدا کیا ' اور اپنے عمل کو صالح رکھا ' نیز باہم حق کی وصیت کی اور صبر کی طرف ایک دوسرے کو بلایا

جسم کے ذرات ہر وقت بدلتے رہتے ہیں ' پھر بھی وہ جانکے کی طرح نہیں جانتا - لیکن یہ بیخبری' یہ بے حسی' یہ سرگشتگی بھی ایک فطرتی اصول کا نتیجہ ہے' اسلیے یہ بھی خدا کی ایک بڑی آیت ہے -

انسان جس چیز کو پیہم و متصل دیکھتا رہتا ہے ' اوسکی اہمیت کا اندازہ بہت کم کرتا ہے - سورج نکلتا ہے ' اور چاند کو اُسکے سنہرے تخت پر بٹھاکر ڈوب جاتا ہے - یہ انقلاب حکومت کیسا عجیب و غریب ہے ؟ لیکن انسان اپنی آنکھیں بند کرکے سو جاتا ہے ' اور اس جلوے کی کچھہ پروا نہیں کرتا - وہ اسکو ہمیشہ دیکھتا رہتا ہے ' اسلیے تعجب اور کاوش سے دیکھنا نہیں چاہتا - مگر دنیا میں جب دفعتاً کوئی نیا انقلاب ہو جاتا ہے تو وہ دم بخود ہوکے رہ جاتا ہے' اسلیے کہ دفعتاً ایسا بہت کم دیکھنے میں آتا ہے -

انسان اپنے مخفی اثرات کا بھی احساس نہیں کرتا - اسکے جسم کے ذرے رفتہ رفتہ بدلتے رہتے ہیں ' اور اوسکی عمر آہستہ آہستہ گذرتی جاتی ہے - مگر وہ ہوشیار نہیں ہوتا - یہاں تک کہ قبر کا دہانۂ خاک اسکے لیے کھل جاتا ہے اور آواز اُٹھتی ہے :

الھکم التکاثر حتی زرتم — کثرت لذائذ و فوائد دنیوی کی غفلت نے
المقابر کلا سوف تعلمون — تمہیں بیدار ہونے نہ دیا ' یہاں تک کہ
ثم کلا سوف تعلمون ! — قبروں کا چہرہ تمہیں نظر آ گیا !

لیکن فطرۃ الہی سب کی تربیت کرتی ہے - اگر جسم کیلیے دن اور رات ہیں' اگر آنکھہ کیلیے خواب و بیداری ہے' اگر اعضاء کیلیے سکون و حرکت ہے' تو روح بھی ان انعامات الہیہ کی سب سے زیادہ مستحق ہے - وہ پھول کی سیج پر مست خواب رہتا ہے ' اسی حالت غفلت میں دفعتاً رات کا پردہ پھٹتا ہے اور روح بیدار ہوجاتی ہے -

لیکن تمہاری طرح تمہاری روح مرغ سحر کی آواز اور بانگ موذن سے بیدار نہیں ہوتی - وہ بہت سوتی ہے' اور سخت غفلت کی نیند سوتی ہے ' اسلیے اوسکے جگانے کیلیے بجلی کی کڑک ' بادل کی گرج ' اور دھماکے کی آواز کی ضرورت ہوتی ہے - بجلی چمکتی ہے ' بادل گرجتے ہیں ' طوفان اُمنڈتا ہے ' آندھی چلتی ہے ' زلزلہ آتا ہے ' زمین پھٹتی ہے ' تب کہیں جاکر وہ بیدار ہوتی ہے - اور اگر نہیں بیدار ہوتی' تو پانی کے ساتھہ بہہ جاتی ہے ' آندھی کے ساتھہ اُڑ جاتی ہے' زمین کی زلزلہ انگیز لرزش کے ساتھہ پیوند خاک ہو جاتی ہے :

حتی اذا جاء امرنا و فار التنور' — یہاں تک کہ جب ہمارے قانون
قلنا احمل فیہا من کل — تعذیب و انقلاب کا وقت آ گیا
زوجین اثنتین و اھلک الا من — اور عذاب کے تنور نے جوش مارا
سبق علیہ القول - — تو قوم نوح کی ہلاکت کا سیلاب
بہہ اُٹھا - اور ہم نے نوح کو حکم دیا کہ اپنے لیے کشتی طیار کرو !

فارسلنا علیہم ریحا صرصرا — پس ہم نے اونکے اوپر آندھی
فی ایام نحسات لنذیقنہم عذاب — بھیجی جو ہلاکت کے برے
الخزی فی الحیوۃ الدنیا - — دنوں میں نمودار ہوئی ' تاکہ
اُنھیں ناکامی و ذلت کے عذاب کا مزا اسی زندگی میں چکھا دیں -
و اخذت الذین ظلموا الصیحۃ — اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا '
فاصبحوا فی دیارھم جثمین - — اونکو ایک ناگہانی کڑک نے
پکڑ لیا ' وہ اپنے گھروں میں بیٹھے کے بیٹھے ہی رہ گئے !

(کون و فساد روحانی)

کون و فساد کا یہی دائمی عمل معتقدات و روحانیات میں بھی نظر آتا ہے - ایک عقیدہ قائم ہوتا ہے' تو دوسرا بدل جاتا ہے - توحید نور افگن ہوتی ہے ' تو شرک کی تاریکی مٹ جاتی ہے - دل میں ایک گھر کرتا ہے' تو تین کو اوس سے نکلنا پڑتا ہے -

یہ روحانی تغیرات ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں ' لیکن صرف انسان کی فطرۃ صالحہ ہی کو اسکا احساس ہوتا ہے - وہ اونکے نتائج

کو چاند اور سورج میں ڈھونڈھتي ھے مگر نا کامیاب ھوتي ھے ' اور یہي نا کامیابي اوسکا گنجینۂ مراد ھے :

فلما رای القمر بازغا قال ھذا ربي' فلما افل قال لئن لم یھدني ربي لاکونن من القوم الظلمین- فلما رالشمس بازغة قال ھذا ربي' ھذا اکبر- فلما افلت قال یقوم اني بري مما تشرکون - (انعام : ٧٧)

جب چاند کو چمکتے ھوے دیکھا تو کہا یہ میرا خدا ھے - لیکن جب وہ ڈوب گیا تو اُسکي فطرة صالحه بول اُٹھي : اگر میرا خدا مجھے ھدایت نہ کرتا تو میں راہ ھدایت سے بھٹک جاتا - پھر جب سورج کو چمکتے دیکھا تو کہا یہ میرا خدا ھے ' یہ سب سے بڑا ھے - لیکن جب وہ بھي غروب ھوگیا ' تو اُس نے کہا : لوگو! میري جستجو ان چیزوں میں کم نہیں ھوسکتي - میري فطرة صالحه نے حقیقت تک مجھے پہنچا دیا ھے - میں اوس چیز سے علحدہ ھوتا ھوں جسکو تم شریک خدا بناتے ھو!

لیکن ان تغیرات سے عام طور پر لوگ اوس وقت تک بیخبر رھتے ھیں' جب تک کہ زلزلے کا ایک دھکا اونکو ھوشیار نہیں کردیتا - پس حرکت روحاني تو برابر جاري رھتي ھے ' مگر جمود و غفلت انسان کي آنکھوں پر پردے ڈالدیتي ھے ' اور وہ حرکت کے نتائج پر غور نہیں کرسکتا - اسي غفلت اور مدھوشي کے عالم میں اچانک ایک پر ھیبت اور زلزلہ انگیز آواز سنتا ھے :

جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا !

حق آیا اور باطل مٹ گیا' باطل مٹنے ھي کے لیے تھا -

وہ گھبرا کے آنکھہ کھولتا ھے' اور اوسکو نظر آتا ھے کہ جو گھر تین سو ساٹھہ تصویروں سے سجایا گیا تھا' اوس کي زینت کیلیے صرف ایک ھي قندیل کافي ھے :

الله نور السموات و الارض

خدا ھي کي ذات آسمان و زمین کا اصلي نور ھے!

(کون و فساد یا اصلاح و افساد)

تم نے دیکھا ؟ مادیات میں ' معتقدات میں ' روحانیات میں ' اخلاق و عادات میں' کس ترتیب و انتظام کے ساتھہ عمل کون و فساد جاري ھے ؟ اصلاح و افساد کیونکر دست و گریباں ھیں ؟ نور و ظلمت کسطرح ھم آغوش ھیں ؟ خیر و شر کس درجہ مخلوط ھیں ؟ اصلاح کو افساد اور افساد کو اصلاح کیونکر مستلزم ھے ؟

پس تم جس چیز کو " اصلاح " کہتے ھو' دوسرا اوسیکو " افساد " کہہ سکتا ھے ' چنانچہ فرعون نے کہا :

و قال فرعون ذروني اقتل موسی و لیدع ربه اني اخاف ان یبدل دینکم او ان یظھر في الارض الفساد (مومن : ٢٧)

فرعون نے کہا : مجھکو چھوڑدو کہ موسی کو قتل کردوں' اور وہ اپنے خدا کو اپني مدد کیلیے بلاے - میں ڈرتا ھوں کہ وہ تمھارا دین نہ بدل دے ' یا یہ کہ زمین میں فساد نہ پھیلاے-

فرعون نے حضرة موسی پر فساد پھیلانے کا الزام لگایا حالانکہ حضرة موسی کي ساري دعوة اسي لیے تھي کہ وہ فرعون کو مفسد قرار دیتے تھے اور اسکے افساد سے دنیا کو نجات دلانا چاھتے تھے -

منافقین سے کہا گیا :

لا تفسدوا في الارض

زمین میں فساد نہ کرو!

اونھوں نے جواب دیا :

انما نحن مصلحون

ھم تو اصلاح کرنے والے ھیں- مفسد کیسے ھوسکتے ھیں ؟

لیکن با اینھمہ اختلاط و التباس ' افساد و اصلاح میں ایک حد فاصل بھي ھے :

مرج البحرین یلتقیان بینھما برزخ لا یبغیان (الرحمن : ١٨)

خدا نے کھارے اور میٹھے دریاؤں کے پاني کو باھم ملا کر بہایا ' پھر بھي ان دونوں کے درمیان ایک حد ھے - جس سے آگے نہیں ھوسکتے -

ایک دوسرے کي حد میں داخل ھوکر انسان اس پردے کو اُٹھانا چاھتا ھے ' پھر بھي حقیقت بے نقاب نہیں ھوتي ' اسلیے مفسد و مصلح کي حقیقي تمیز صرف خدا ھي کر سکتا ھے جس نے اس پردے کو قائم کیا ھے :

و الله یعلم المفسد من المصلح -

خدا ھي مفسد کو مصلح سے جدا کرتا اور اسکا علم رکھتا ھے -

تم نے اصلاح و افساد کو دیکھا ' لیکن تم غور سے نہ دیکھہ سکے ' کیونکہ اون پر پردے پڑے ھوے تھے ' تمکو اور زیادہ غور سے دیکھنا چاھیے ' کیونکہ وہ ایات الھي ھیں :

و من آیاته منامکم باللیل و النھار و ابتغاء کم من فضله (روم : ٢٢)

اور خدا کي آیات میں سے تمھارا رات کا سونا ' اور دن کو خدا کے احسان کي تلاش کرنا ھے -

لیکن اس آیت کے اختلاف کے اندر اس سے بھي زیادہ محیر العقول آیت الھي ھے :

ان في اختلاف اللیل و النھار و ما خلق الله في السموات و الارض لایات لقوم یتقون -

رات دن کے اختلاف اور تمام عالم کائنات کے اختلافات کے اندر ارباب تقوی کیلیے بڑي ھي نشانیاں ھیں -

اسلیے خدا نے اصلاح و افساد سے زیادہ اختلاف اصلاح و افساد کو اپني قدرت کاملہ کا مظھر بنایا ھے :

یمحو الله ما یشاء و یثبت و عنده ام الکتاب -

خدا جس چیز کو چاھتا ھے مٹاتا ھے ' اور جس چیز کو چاھتا ھے قائم کرتا ھے' اور اوسیکے پاس ام الکتاب ھے -

عالم کائنات اسي ام الکتاب کا ایک ورق ھے ' اس کتاب کو اولتو تو تمکو اول ھي صفحے پر نظر آئیگا کہ دنیا ایک قانون فطري اور ایک نظام الھي کي تابع ھے ' اور اس سے سرمو تجاوز نہیں کر سکتي - اصلاح و افساد بلکہ تمام نظام عالم اسي قانون پر چل رھا ھے - تم کو یہ دقیق حقیقت نظر نہیں آتي تھي' اسلیے خدا نے خود ھي اسکي تفسیر بھي کردي :

لا الشمس ینبغي لھا ان تدرک القمر ولا اللیل سابق النھار و کل في فلك یسبحون -

نہ سورج کو یہ حق حاصل ھے کہ چاند کو پالے ' نہ رات دن سے پہلے آسکتي ھے ' سب اپنے دائرہ و محور میں گھوم رھے ھیں -

(جزئیات اصلاح و افساد)

تم کس آساني سے کہدیتے ھو کہ یہ افساد ھے' یہ اصلاح ھے - زید مفسد ھے ' عمر مصلح ھے - لیکن تم کو اب معلوم ھوا ھوگا کہ اصلاح و افساد کا ایک قانون ھے ' وہ ایک نظام خاص کا منبع ھے ' اسلیے تمکو بے پروائي کے ساتھہ کسیکو مصلح و مفسد کے خطاب دینے میں تامل کرنا چاھیے ' اور سب سے پہلے ایک منطقیانہ ترتیب کے ساتھہ اصلاح و افساد کي حقیقت متعین کرلیني چاھیے -

قرآن حکیم میں اس حقیقت کو ذیل کے عنوانات کے تحت میں واضح کیا ھے :

(١) جزئیات افساد و اصلاح اور اونکے آثار و علائم کي تعیین و تشخیص -

(٢) اصلاح و افساد یا خیر و شر دنیا میں مخلوط اور بالکل ملے جلے ھیں' لیکن اصلاح افساد پر' خیر شر پر' کماً و کیفاً غالب

ہے - یعنی بلحاظ حقیقت کے بھی ' بلحاظ وجود کے بھی' اور بلحاظ نتائج کے بھی -

(۳) ان درنوں کے درمیان ایک حد فاصل ہے ' جو ایک کو درسرے سے ممتاز کردیتی ہے -

(۴) اصلاح و افساد کا توازن طبعی صرف دین الہی کے ذریعہ سے قائم رہ سکتا ہے -

(۵) لیکن اس توازن کے قائم رکھنے کیلیے جزئیات عمل میں مصالح عامہ کا لحاظ ضروری ہے -

(۶) اعمال صالحہ کی ایک محدود زندگی ہے' اور رہ جسمانیات کی طرح صحت و مرض یعنی اصلاح و افساد سے گھری ہوئی ہے -

(۷) جمہوریت صالحہ اور اجتماعی قوت عادلہ اسکو امراض سے محفوظ رکھتی ہے اور اصلاح کو ترقی دیتی ہے -

اب ان تمام مراتب پر بہ ترتیب غور کرنا چاہیے -

(بعض ابتدائی جزئیات)

(۱) چور چوری کرتا ہے - ایک کا گھر برباد ہوتا ہے' لیکن خود چور کا گھر آباد ہوجاتا ہے - اسلیے یہ افساد بھی ایک درسری صورت میں اصلاح ہے - با اینہمہ اسکو ہر شخص افساد کہتا ہے - حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں پر جب مصر میں پیمانہ کی چوری کا الزام لگایا گیا تو انہوں نے کہا :

تاللہ لقد علمتم ما جئنا لنفسد فی الارض و ما کنا سارقین (یوسف ۷۳)

خدا کی قسم تملوگ جانتے ہو کہ ہم اسلیے یہاں نہیں آئے کہ زمین میں فساد کریں اور ہم چور نہیں ہیں -

(۲) ایک شخص اس سے بھی زیادہ ترقی کرتا ہے ' اور معدود چوری کی جگہ ڈاکے ڈالتا ہے - اس سے اگرچہ لٹنے والونکی بستی بالکل لٹ جاتی ہے' مگر لوٹنے والوں کا گھر مال و دولت کی کان بھی بن جاتا ہے ' پس اسمیں افساد کے ساتھہ اصلاح بھی ہے ' مگر انبیاء کرام اسکو مایۂ فساد کہتے ہیں - حضرۃ لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا :

اتتکم الذکران من العالمین و تقطعون السبیل و تاتون فی نادیکم المنکر (عنکبوت : ۲۸)

تم فعل خلاف وضع فطری کرتے ہو' ڈاکے ڈالتے ہو' اور اپنی مجلسوں میں بد اخلاقیوں کے کام کرتے ہو -

یہ فساد ایسا عظیم تھا کہ بالآخر حضرۃ لوط سے دیکھا نہ گیا ' اور وہ بیقرار ہوکے پکار اٹھے :

رب انصرنی علی القوم المفسدین

خدا یا مجکو اس مفسد قوم کے مقابلے میں نصرت دے !

(۳) ایک شخص غیر فطری طریقوں سے لذت نفسانی حاصل کرتا ہے ' اور اسکو اپنے نفس کی بھلائی اسی میں نظر آتی ہے ' وہ اسکو فلسفۂ عیش و امید کے لقب سے یاد کرتا ہے ' لیکن تمہیں معلوم ہے کہ یہ کیسا مفسدانہ فلسفہ ہے جو حفظ صحت کو ' نسل کو ' مال و دولت کو ' انسان کے قواے طبعی کو یکسر برباد کردیتا ہے ؟ انہی نتائج مہلکہ کے لحاظ سے ایک پیغمبر خدا نے بے اختیار ہوکر کہدیا تھا :

رب انصرنی علی القوم المفسدین

خدا یا مجکو مفسد لوگوں پر نصرت عطا کر!

(۴) ایک حکومت ' ایک قوم کی حریت و ازادی سلب کرلیتی ہے ' اس سے غلاموں کی طرح کام لیتی ہے ' اوسکی قوت کو فنا کردیتی ہے ' اوسکی اخلاقی طاقت کو برباد کردیتی ہے ' اوسکا یہ عمل باطل یکقلم سرچشمۂ فساد ہے' لیکن وہ کہتی ہے کہ میں اپنی قوم کی اصلاح کرتی ہوں اور اسیکی اصلاح و عروج کیلیے دوسری قوم کو اپنا غلام بناتی ہوں - پس جو شخص اس حکومت کے خلاف جہاد کرتا ہے' وہ اوسکو مفسد قرار دیتی ہے' لیکن تم کو معلوم ہے کہ خدا اوسکو کیا کہتا ہے ؟

ان فرعون علا فی الارض وجعل اهلها شیعا یستضعف طائفة منهم یذبح ابناء هم و یستحیی نساء هم - انه کان من المفسدین (قصص)

فرعون نے مصر میں سر کشی بڑا ہی سر اٹھایا تھا - اس نے رعایا کو کمزور کرنے کیلیے گروہ در گروہ کردیا - اون میں سے ایک گروہ کو کمزور کرنا چاہتا تھا ' وہ اون کے بچوں کو ذبح کرتا' اونکی عورتوں کو بے عصمتی کیلیے چھوڑ دیتا' بلا شبہ وہ فساد کرنے والوں میں سے تھا -

(۵) ایک شخص علمی قوت سے قوا میں تغیر پیدا کرنا چاہتا ہے ' کیمیاء بناتا ہے ' جادو سے اشیاء کی صورت بدل دیتا ہے ' اور اون اصول کی مخالفت کرتا ہے جن پر دنیا خدا کے حکم سے چل رہی ہے - تمکو یہ فعل کیسا عجیب و غریب معلوم ہوتا ہے ؟ لیکن کیا خدا کی قدرت بھی اسکو پسند کرتی ہے ؟

فلما القوا قال موسی ما جئتم به السحر ان الله سیبطله ' ان الله لا یصلح عمل المفسدین (یونس ۸۲)

جب جادوگروں نے اپنی رسیاں پھینکیں تو موسی نے کہا تم نے جس چیز کو نمایاں کیا ہے خدا اوسکو باطل کردیگا' خدا مفسدین کے اعمال کو کبھی صالح نہیں دیتا -

(۶) جو شخص دنیا میں صرف غلبۂ و قہر اور جبر و استبداد کو پھیلانا چاہتا ہے' وہ مفسد ہے' اور اسکے یہ اعمال مفسدانہ ہیں :

تلک الدار الاخرة نجعلها للذین لا یریدون علواً فی الارض ولا فسادا والعاقبة للمتقین (قصص : ۸۳)

یہ آخرت کا گھر ہم صرف اُنہی لوگوں کیلیے بنائینگے' جو نہ تو خدا کی زمین میں بڑائی اور سرکشی کرنا چاہتے ہیں' اور نہ ہی زمین کا فساد اُنہیں پسند ہے - اور انجام کار انہی لوگوں کیلیے ہے جو متقی ہیں -

(۷) ایک شخص کے پاس بہت دولت ہے ' اُسکی ضرورتوں سے بہت روپیہ بچ رہتا ہے ' دوسرے انسان محتاج ہیں ' اُنکی حالت کے اصلاح کی ضرورت ہے' مگر وہ شخص اپنے خزانہ کو مقفل رکھتا ہے ' اور خدا کے بندوں کیلیے خدا ہی کی بخشی ہوئی دولت میں سے کچھہ نکالنا نہیں چاہتا :

واحسن کما احسن الله الیک ولا تبغ الفساد فی الارض ان الله لا یحب المفسدین (قصص ۱۷)

اے قارون ! انسانوں پر احسان کر جیسا کہ خدا نے تجھپر احسان کیا ہے ' اور زمین میں فساد نہ پھیلا ' خدا فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا -

(۸) ایک راست باز جماعت حج کیلیے سفر کرتی ہے ' دنیا میں نیکی پھیلانے کیلیے اوٹھتی ہے' دنیا کو نور ایمان سے منور کرنا چاہتی ہے ' مگر ایک قوم اُسکو روکدیتی ہے' اوسکی راہ میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے' اُس قوم کی یہ روش انسان کے حقوق کی پامالی ہے اور نیکی کیلیے ہلاکت ہے ' اسلیے وہ بھی مفسد ہے :

الذین کفروا وصدوا عن سبیل الله زدناهم عذاباً فوق العذاب بما کانوا یفسدون (نحل ۹۰)

جن لوگوں نے کفر کیا اور خدا کی راہ سے مسلمانوں کو روکدیا ' ہم اُنکے عذاب پر عذاب بڑھائینگے ' اسلیے کہ وہ فساد کرتے تھے -

(۹) جو شخص انسان کی بوئی ہوئی کھیتیوں کو پامال کردیتا ہے' اُسکے مویشیوں کو زہر دیتا ہے' انسان کے لگائے ہوے درختوں کو کاٹ ڈالتا ہے' اسکی رزق اور محنت پر دست اندازی کرتا ہے' وہ بھی مفسد ہے :

و اذا تــولى سعى في الارض ليــفسد فيــها و يهلك الحرث والنسل و الــلــه لا يحب الــفساد (بقرہ : ٥٠٢)

وہ اللہ کي زمين ميں اصلاح کيليے بلکہ فساد پھيلانے کيليے قدم اُٹھاتا ہے' تاکہ زراعت اور نسل کو ہلاکت کردے ' وہ مفسد ہے اور خدا فساد کو پسند نہيں کرتا -

(١٠) ايک شخص باپ کي ذا فرماني کرتا ہے ' ماں کا کہنا نہيں مانتا ' بھائي کي مدد نہيں کرتا ' تعلقات رحمي کو منقطع کردیتا ہے ' خانہ جنگي شروع ہوتي ہے اور نظام خانگي درہم برہم ہوجاتا ہے' اسليے وہ مفسد ہے :

يقطعــون ما امر الله به ان يوصــل و يفسدون في الارض' اولــئك هــم الخسرون (بقرہ: ٢٠)

خدا نے جس چيز کے جوڑ نے کا حکم دیا ہے' اوسکو کاٹ ديتے ہيں' اور زمين ميں فساد پھيلاتے ہيں' وہي لوگ ہيں کہ نامراد و ناکام رہينگے -

فهل عسيتم ان توليتم ان تفسدوا في الارض و تقطعوا ارحامكم؟ (محمد : ٢٤)

تو پھر کيا تم چاہتے ہو کہ زمين ميں فساد پھيلاؤ اور خدا کے قائم کيے ہوے رشتوں کو قطع کرو؟

(١١) توحيد اصلاح کا اصلي منبع ہے' اسليے جو شخص مشرک ہے وہ سب سے بڑا مفسد ہے :

و ما من اله الا الــلــه و ان الــلــه لهو العزيز الحكيم - فان تــولوا فان الله عليــم بالمفسديــن - (آل عمران : ٥٦)

خدا کے سوا کوئي معبود نہيں' اور بلا شبہ خدا ہي کي ذات ہے جو عزيز و حکيم ہے - پھر اگر تم اُسي کے نہيں آگے جھکتے اور اپني غير انساني پرستش گاہوں کو نہيں چھوڑتے ہو تو يقين کرو کہ اسکا نتيجہ تمہارے ہي آگے آئيگا' اور خدا مفسدوں سے خوب واقف ہے -

(١٢) ايک پيمانہ عدل قائم ہو جاتا ہے ' اور دنيا کے سامنے اصلاح کا دروازہ کھل جاتا ہے ' مگر ايک تاجر اوس پيمانہ کے برابر نہيں ديتا ' وہ فساد کرتا ہے' اور بعد اصلاح کے افساد کرتا ہے' اسليے ايک پيغمبر پکارتا ہے :

فاوفوا الكيل و الميــزان ولا تبخسوا النــاس اشيــاءهم و لا تفسدوا في الارض بعد اصلاحها (اعراف ٨٣)

پيمانے اور ترازو کو پورا کرکے تولو' اور لوگوں کو اونکي چيزيں کم نہ دو' زمين ميں اصلاح کے بعد فساد نہ پھيلاؤ -

(١٣) مذہب ميں ثبات قدم رہنا اصلاح کي تکميں ہے ' اور تذبــذب و ضعف اعتــقاد فتــنہ و فساد کي روح رواں - حضرت موسيٰ عليہ السلام نے توحيد کي تعليم دي' مگر اونکو معلوم تھا کہ يہ عقيدہ ابھي راسخ نہيں ہوا ہے اسليے شرک کا خوف ہے' پس حضرت ہارون کو نصيحت کي :

و قال موسى لاخيه هارون اخلفني في قومي و اصلح و لا تتبع سبيل المفسدين (اعراف : ١٣٨)

موسيٰ نے اپنے بھائي ہارون سے کہا : قوم کي ہدايت کيليے ميرے خليفہ بن جاؤ' اصلاح کرو' اور مفسدين کا اتباع نہ کرو جو بنکر پھر بگڑجاتے ہيں -

(١٤) انــفاق مال يعني صدقہ و زکوٰۃ اور خيــرات و بخشش سے دنيا کي اصلاح ہوتي ہے اسليے بخل افساد ہے :

و منهم من عهد الله لئن آتينا من فضله لنصدقن و لنكونن من الصلحين - فلما آتينهم من فضله ' بخلوا به ' و تولوا وهــم معرضون (توبہ : ٧٦)

اور بعض اون ميں سے وہ لوگ ہيں جنہوں نے خدا سے عہد کيا کہ اگر ہم کو مال و دولت عطا کريگا تو ہم تيري راہ ميں خرچ کرينگے' اور اسطرح صالحين ميں سے ہوجائينگے' پھر جب خدا نے اونکو مال ديا تو معجب مال ميں خدا کو بھول کر بخل کرنے لگے -

(١٥) تمام اہل مذاہب اپنے اعمال و عقائد کو ذريعہ اصلاح و ارشاد سمجھکے بجا لاتے ہيں ' ليکن ہر وہ عمل جو تعليمات اسلاميہ کے مخالف ہے' افساد ہے - گرفتاران عذاب پکارتے ہيں :

ربنا اخرجنا نعمل صالحا غير الذي كنا نعمل (فاطر : ٣٥)

خدا يا ہم کو جہنم سے نکال کہ ہم صالح اعمال بجا لائيں' وہ نہيں جنکو پہلے صالح کام سمجھکر کرتے تھے بلکہ وہ جو في الحقيقت اصلاح ہے -

(١٦) افساد بجاے خود افساد ہے' ليکن اسکے ليے گروہ بندي کرنا اور اجتماعي قوت پيدا کرنا دوسرا فساد ہے ' چنانچہ خدا نے مفسد گروہوں کا خاص طور پر ذکر کيا :

و كان في المدينة تسعة رهط ' يفسدون في الارض و لا يصــلــحون -

شہر ميں نو گروہ تھے جو زمين ميں فســاد پھيلاتے تھے ' اور اصلاح نہيں کرتے تھے -

ذوالقرنين سے لوگوں نے استدعا کي :

قالوا يا ذالقرنين ان ياجوج و ماجوج مفسدون في الارض - (کہف : ٩٣)

اُن لوگوں نے کہا اے ذوالقرنين ياجوج و ماجوج کا گروہ زمين ميں فساد کرتا ہے -

ان کے علاوہ فساد کے اور بھي بے شمار جزئيات ہيں جو اصولاً انہي کے تحت ميں داخل ہوسکتے ہيں - خدا نے لفظ فساد کے ساتھہ اگرچہ اُونکا ذکر نہيں کيا ليکن وہ سب سرچشمۂ فساد ہيں - شراب خواري ' قمار بازي ' سود خواري ' وغيرہ کو خدا نے رجس يعني ناپاکي کہا ہے' ليکن يہ بھي فساد کي مختلف تعبيريں ہيں' کيونکہ ہر گناہ کي ترکيب فساد کے خميرہي سے ہوتي ہے - الله تعالیٰ نے تمام ابواب فساد کا جزئياً وکليتاً قرآن ميں ذکر کيا ہے' ليکن مفسدين کي کوئي خاص دنيوي علامت نہيں بتلائي جو اُونکے اعمال کي عکسي تصوير يا اُونکا پرتو ہو ' پس وہ صرف اپنے اعمال ہي سے پہچانے جاسکتے ہيں - فساد در اصل عدم محض و تيرگي خالص کا نام ہے ' اور تاريکي ميں صرف تاريکي ہي نظر آتي ہے - البتہ افساد کے نتائج نہايت عبرت انگيز طريقے سے بيان فرمائے ہيں اور قرآن حکيم کا اصولي طرز بيان يہي ہے کہ وہ نتائج و خواص اعمال پر سب سے زيادہ زور ديتا ہے اور اسي کے اظہار انکے تمام اطراف نظر و بحث آجاتے ہيں -

مگر نتائج افساد بھي کوئي وجودي چيز نہ تھي جسکو اجسام کي طرح دکھلا ديا جاتا ' اسليے اُس ميں بھي تعداد و امتياز کو ملحوظ نہيں رکھا ہے' بلکہ ايک ہي عبرت انگيز بربادي مختلف ہلاکتوں کي صورت ميں جلوہ گر ہوتي ہے - [البقيۃ تتلي]

(بقيہ مضمون صفحہ ٢٠ کا)

[١٠]

دوسرے دن ميجر اسٹوارٹ نے اپنے دوست کو ايک تار دکھلايا جو لنڈن سے آيا تھا اور جسميں اُسکي بہن نے لکھا تھا کہ ميں بيمار ہوں فوراً چلے آؤ - ميجر نے اس عارضي جدائي پر سخت افسوس ظاہر کيا اور کہا کہ عنقريب واپس آؤنگا -

ميجر اسٹوارٹ ١٥ - اپريل کو برلن گيا تھا اور ١٥ - دسمبر کو واپس روانہ ہوا - يعني ايک توپ کے دھانہ کا صرف پيمائشي عدد معلوم کرنے کيليے اُس نے کامل نو ماہ صرف کيے !

ميجر برلن سے روانہ ہوکر سيدھا پيرس پہنچا' اور جنرل بلو اور وزير نظارۂ جنگ سے ١٩ - دسمبر کو ملاقات کي - اس ملاقات سے ايک ہفتہ کے بعد يعني ٢٦ دسمبر کو حکومت فرانس نے فيصلہ کيا کہ جنگي طياروں کيليے ايک نئي رقم منظور کي جاے ' اور فرانسيسي توپوں کي تجديد و ترقي کيليے نئے ساز و سامان عمل ميں آئيں - اس تجديد کا سب سے بڑا نتيجہ فرانس کي مشہور ٧٥ ملي ميٹر والي توپ ہے -

دو ماہ کے بعد حکومت جرمني نے معلوم کر ليا کہ فرانس نے نئي طياروں شروع کردي ہيں ' اور جرمني کي ٧٥ ملي ميٹر والي توپ کا جواب طيار کر رہا ہے -

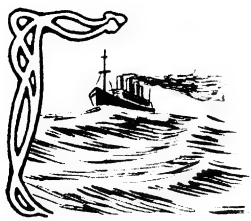

برید فرنگ

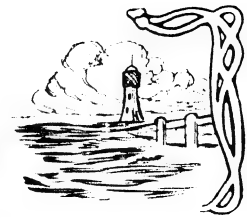

جواسیـــس الحـــرب

(ایک فرانسیسي جاسوس جرمني میں)

(فرانس نے اپني سب سے بڑي توپ کیونکر ایجاد کي ؟)

ایک دلچســـپ حکایت

انسان کے اعمال حیات کا باهم ربط و اختلاف دنیا کا سب سے زیادہ عجیب منظر هے - اخلاقي معاملے کا حکم حسن و قبح هر نئے دائرے میں آکر بدلتا ' اور هر نئے میدان عمل میں ایک نئي صورت اختیار کرتا هے - ایک هي چیز ایک جگہ حسن هے ' دوسري جگہ قبح - ایک هي فعل ایک دائرے میں نیکي هے ' دوسرے دائرہ میں بدي - ایک هي عمل ایک کیلیے اصلاح هے ' دوسرے کیلیے افساد - ایک هي حکم ایک جماعت کیلیے زندگي هے ' دوسرے کیلیے موت - پھولوں کي سیج محل شاهي میں آراستہ کي جا رہي هے ' مگر دوسري جگہ باغ و چمن کي تمام درات لٹ رهي هے !

ز نسارت چمنست بر بهار مفتها ســـت
که گل بدامن ما دسته دسته مي آید !

[۲]

شخصي اور جماعتي ' دونوں حالتوں میں " جاسوسي " اور " مخبري " کس قدر واضح فعل قبیح هے ؟ جاسوسي کے معنی یہ هیں کہ در پردہ کسي کے کاموں کا کھوج لگانا ' اور چھپ کر اسکے اعمال کي ٹوہ میں رهنا - یہ فی الحقیقت انسان کے فطرتي حق خود مختاري و آزادي میں مداخلت هے ' اور کسي انسان کو اسکا حق نہیں پہنچتا کہ دوسرے انسان کے آزادانہ اعمال و افعال کي مخفي سراغرساني کرکے اسکے اختیار و حق عمل کو سلب کرے - علاوہ بریں چھپ کر کسي کام کے انجام دینے سے انساني عزم و ارادہ کا شرف اور احساس عزت بالکل فنا هو جاتا هے ' اور اسطرح کا متجسس جہاں دوسرے کي آزادي عمل میں دست انداز هوتا هے ' وهاں اپنے دماغ و جذبات کے شرف کو بھي کھو دیتا هے - یہي وجہ هے کہ عام طور پر اخلاق نے جاسوسي کو نہایت مذموم فعل قرار دیا ' اور قرآن حکیم نے فرمایا کہ :

لا تجســـسوا ! چھپ کر ٹوہ میں نہ رهو -

لیکن یہي جاسوسي جب ایک دوسرے بھیس میں نمودار هوتي هے ' اور ملکي و فوجي خدمت کا نقاب اپنے چہرے پر ڈال لیتي هے ' تو یکایک اخلاقي احکام کي کائنات میں ایک انقلاب عظیم هوجاتا هے ' اور وهي چیز جو اس سے پہلے غیر اضافي حالت میں انساني رذالت و خباثت کا بد ترین فعل سمجھي جاتي تھي ' اب جرأت ' شجاعت ' شہامت ' اور جذبات فائقہ و فاضلہ کا نمونہ بن جاتي هے !

اگر ایک شخص تمہارے افعال کي جاسوسي کرے ' چھپ چھپ کے تمہارے کاموں کو دیکھے ' راتوں کي تاریکي میں تمہارے پیچھے چلے ' اور دروازوں کي آڑ سے تمہارے اعمال کا کھوج لگائے ' تو اسپر تمہیں کسقدر غصہ آئیگا ؟ تم کہوگے کہ یہ انسانیت نہیں هے شیطنت هے - یہ اخلاق کي هلاکت هے ' یہ شرافت نفس کا خاتمہ هے -

لیکن اب تم خود اٹھنے هو نہ اپني قوم اور ملک کیلیے اسکے دشمنوں کي جاسوسي کرو ' انکے سازوسامان جنگ کا سراغ لگاؤ ' انکي مخالفانہ تدبیروں کو چھپ کے معلوم کرو ' انکي تعداد فوج اور اسباب و اسلحہ کے مخفي حالات دریافت کرو ' اور ان معلومات کے ذریعہ اپني حکومت ' اپني فوج ' اپني قوم کي کامیابي و فتح مندي میں معین هو - یہ بھي جاسوسي هے - البتہ اس جاسوسي کا مقصد دوسرا هوگیا هے - جو شخص تمہارے افعال کي جاسوسي کرتا تھا ' اسکا مقصد یا تو تم سے شخصي دشمني تھي ' یا تمہاري کسي دشمن جماعت یا دشمن حکومت کے احکام کي تعمیل - مگر تم اپنے لیے نہیں ' بلکہ اپني قوم اور اپني جماعت کے فوائد کیلیے اپنے آپ کو خطروں میں ڈالتے هو ' اور اسکے دشمنوں کي مخفیات کي سراغرساني کرتے هو - پس مقصد کے اختلاف نے تمہارے اخلاقي حکم کو بھي بدلدیا هے - پہلي صورت میں تم جاسوسي کو بدترین عیب سمجھتے تھے ' دوسري صورت میں ایک ایسي فضیلت جسکي تم کو آرزو هے ' جسکے لیے قومي ناموري هے ' بہتر سے بہتر صلہ هے ' اور عزت و احترام کا نمایاں استحقاق - و انما الا عمال بالنیات !

[۳]

دنیا کي قدیم سے قدیم جنگوں کي تاریخ میں بھي "جاسوسي" کا پتہ چلتا هے ' اور همیشہ فوجي اعمال کے نہایت اهم اجزاء میں سے ایک چیز جاسوسي بھي رهي هے - قدیم روایتوں میں هم نے نہایت دلچسپي کے ساتھ اُن جاسوسوں اور عیاروں کے حالات پڑھے هیں جو بھیس بدل بدل کے دشمن کي فوجوں میں جاتے تھے ' اور اُنکي آنکھوں میں خاک ڈالکر اپني تمام مطلوبہ معلومات حاصل کرلیتے تھے - موجودہ زمانے کي ترقیات نے جس طرح " سراغرساني " کے کام کو ایک بہت بڑا فن بنا دیا هے اور اسقدر ترقي دي هے کہ اسپر صدها کتابیں لکھي گئي هیں ' اسي طرح " فوجي جاسوسي " کے کاموں میں بھي عجیب عجیب وسعتیں پیدا کي گئي هیں ' اور گذشتہ پچاس سال کي لڑائیوں میں جاسوسوں کي سرگذشتیں نہایت عجیب و غریب رهي هیں -

موجودہ جنگ یورپ نے جہاں هر طرح کے جنگي مباحث و مذاکرات کا دروازہ کھولدیا هے ' وهاں فن جاسوسي اور اسکي وقیع و اهم سرگذشتوں کے بھي عجیب عجیب سلسلے اخبارات و رسائل میں نکل رهے هیں - یورپ کي کوئي ڈاک ایسي نہیں آتي جسمیں جاسوسي کي گذشتہ و موجودہ سرگذشتوں کا ذخیرہ نہو - حال میں ایک فرانسیسي اهل قلم نے فرانس و جرمني کے جنگي تعلقات قبل از جنگ کي سرگذشت شائع کي هے ' جس سے موجودہ جنگ کي طیاریوں ' جرمني کي مخفي کوششوں ' اور جاسوسي کے دلچسپ واقعات و حوادث پر ایک نہایت وقیع روشني پڑتي هے -

موجودہ جنگ یورپ میں اگر جرمنی کے حیرت انگیز سامان جنگ کے مقابلے میں کسی اسلحہ کا نام لیا گیا ہے تو وہ فرانس کی سب سے بڑی توپ ہے جسکا دہانہ ۷۵ ملی میٹر کا بیان کیا جاتا ہے' اور جو اسی نام سے مشہور ہوگئی ہے - ذیل کی سرگذشت سے معلوم ہوگا کہ حکومت فرانس کو اس توپ کی ایجاد کا خیال کیونکر پیدا ہوا؟

[۴]

سنہ ۱۸۹۶ کا موسم بہار ابھی شروع ہی ہوا تھا' کہ گورنمنٹ فرانس کو جرمنی کی ایک جدید جنگی ایجاد کی خبر ملی - معلوم ہوا کہ بعض جرمن کارخانوں نے ایک ایسی نئی توپ ایجاد کی ہے جو اُن تمام توپوں سے زیادہ تیز چلنے والی اور زیادہ مہلک آتشباری کرنے والی ہے جو اس وقت تک ایجاد ہوچکی ہیں - فرانس کی وزارت جنگ نے اسکی تحقیقات کرنی چاہیے - اسی زمانے میں انگلستان کا ایک فوجی افسر میجر اسٹوارٹ سفر و سیاحت کیلیے فرانس گیا تھا اور انگلستان کے اخبارات نے کسی واقعہ کے ضمن میں اُسکی سراغرسانی کی قابلیتوں کی تعریف کی تھی - گورنمنٹ فرانس نے میجر مذکور کی خدمات حاصل کرلیں' اور اس عجیب توپ کی خفیہ تحقیقات کا کام اُسی کے سپرد کردیا -

میجر اسٹوارٹ ہر طرح اس کام کیلیے موزوں تھا - جرمن زبان نہایت فصاحت سے بولتا تھا' توپ سازی اور آلات توپ کی ایجادات کے فن سے بھی اسے بڑی دلچسپی رہی تھی - بلکہ ایک حد تک اس فن کا ماہر تھا -

سب سے بڑی بات یہ کہ وہ باپ کے طرف سے گو انگریز تھا' مگر ماں فرانسیسی تھی' اور اسلیے اسکی رگوں میں فرانسیسی خون موجود تھا - اس قسم کے تمام کاموں میں سب سے زیادہ ضرورت تحریک جذبات کی ہوتی ہے - فرانسیسی تعلق کی وجہ سے وہ فرانس کی قومی خدمت' اپنے قومی جذبات صرف کرکے کرسکتا تھا -

اس سے بھی بڑھکر یہ کہ وہ ایک زمانے میں مشرقی افریقہ کی سیاحت کرچکا تھا - مشرقی افریقہ جرمنی کے ماتحت ہے اور ایک خالص جرمن نو آبادی ہے - یہاں وہ عرصہ تک شہر دمار میں ہیرے کی کانوں کی تفتیش کا کام کرتا رہا - بہت سے قیمتی پتھر اس نے دریافت کیے' اور اس دریافت کے ذریعہ تمام جرمنی میں شہرت حاصل کرلی - حتی کہ بعض اخبارات نے اسکے حالات زندگی شائع کیے' اور بڑے بڑے امرا اور سرمایہ داروں نے خط و کتابت کی -

غرضکہ ان تمام وجوہ سے میجر اسٹوارٹ کا انتخاب ایک بہترین انتخاب تھا - میجر نے جرمنی کے بڑے بڑے آدمیوں کے نام چند تقریبی خطوط بھی حاصل کرلیے' اور تمام ضروریات کار فراہم کرکے برلن روانہ ہوگیا -

[۵]

برلن پہنچکر میجر اسٹوارٹ ایک نہایت عالیشان ہوٹل میں مقیم ہوا' اور اپنے سابقہ تعلقات اور جدید تقریب و معرفی کے خطوط کے ذریعہ وہاں کی بڑی بڑی سوسائٹیوں میں رسائی پیدا کرلی -

میجر اسٹوارٹ کا اصلی مقصد توپ سازی کے کارخانوں' علی الخصوص مشہور کارخانۂ کرپ کے اسرار و خفایا سے وابستہ تھا' اور اسمیں یا تو وہاں کے ملازموں سے مدد مل سکتی تھی' یا فوجی حلقہ کے کسی افسر سے - لیکن اس نے اپنی زندگی اور زندگی کی تمام صحبتوں کو ان دونوں جماعتوں سے ابتدا میں الگ رکھا تاکہ کسی قسم کا شبہ نہوسکے' اور زیادہ تر امرا و رؤساء کی صحبتوں میں اپنی آمد و رفت شروع کردی -

جب کچھ عرصہ اس حالت پر گذر چکا' تو ایک قدم اور آگے بڑھایا' اور عام مجمعوں کی آمد و رفت شروع کی - اسطرح کے مجمعوں میں ہر طرح کے لوگ آیا کرتے ہیں' اور بلا سابقہ تعارف کے محض لہو پرستی و عیش دوستی کا رشتہ نئے نئے تعلقات پیدا کردیتا ہے -

ایک بیفکر اور دولت مند عیاش کی لا ابالانہ زندگی میں اس نے اپنے مقصود کی طرف تیز قدمی کی - وہ ہر روز بڑے بڑے تھیٹروں میں جاتا' کلبوں میں بالالتزام شریک ہوتا' قمارخانوں میں بڑی بڑی بازیاں لگاتا' گھنٹوں بیلیرڈ کھیلتا' رقص و سرود کے تماشا گاہوں میں قیمتی سے قیمتی جگہ اسکے لیے ہمیشہ محفوظ رہتی - تاش کے پتوں میں اسکی زندگی کی سب سے بڑی محبوبیت تھی - وہ اکثر اپنے نئے دوستوں سے کہتا: "صبح کے بستر کی چاء اور رات کے لذیذ ڈنر سے صبح محروم رہو' مگر ان محبوب پتوں کو میری نظروں سے اوجھل نہونے دو - انکی رفاقت میں ہارنا بھی ایک عیش بہشت ہے" تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اسکی امیرانہ عیش پرستیوں کا چرچا جا بجا ہونے لگا' اور بہت سے فوجی افسروں اور فوجی کارخانوں کے متعلقین سے اسکی دوستانہ ملاقاتیں ہوگئیں -

وہ بلا ناغہ تھیٹر میں جاتا' اور جب تماشہ ختم ہو جاتا تو بعض فوجی افسروں کو اپنے ساتھ ہوٹل میں لیجاتا اور ایک حاتمانہ فیاضی کے ساتھ قیمتی سے قیمتی شراب پلاتا - طرح طرح کے تذکرے درمیان میں آتے' کبھی مشرقی افریقہ کے حالات بیان کرتا' کبھی جنوبی افریقہ کے قمار خانوں اور عیش کدوں کے افسانے سناتا' کبھی اُن بڑی بڑی بازیوں کے واقعات کہتا جو اس نے کارلو کے مشہور عالم قمار خانے میں لگائی تھیں -

[۶]

یہ تمام فوجی افسر بھی پرلے درجہ کے عیاش اور قمار باز تھے - انکے لیے ایک ایسے اجنبی مسافر کی صحبت جو اپنی دولت بلا دریغ لٹا رہا تھا' نعمت غیر مترقبہ تھی - وہ اپنی قسمت پر ناز کرتے کہ بلا طلب و سعی ایک ایسی طالبِ صحبت میسر آ گئی ہے' جسکا کبھی انہیں تصور بھی نصیب نہ ہوا تھا - میجر اسٹوارٹ بھی روز بروز اپنی فیاضی کا دام زیادہ پھیلاتا جاتا' اور ایک ایک نشست میں پانچ پانچ پونڈ خرچ کر دیتا -

تھوڑے ہی دنوں میں میجر اسٹوارٹ کو ان افسروں کے تمام حالات معلوم ہوگئے - اس نے دیکھا کہ سب کے سب قمار بازی میں مبتلا ہیں' اور جیسا کہ اس کا لازمی نتیجہ ہے' روز افزوں افلاس و فقر نے سب کو مصیبت زدہ بنا دیا ہے - ان میں سے چند آدمی ایسے تھے جو قمار بازی کو کسی علمی و اعدادی اصول پر منطبق کرنے کے خبط میں گرفتار تھے - انکا عقیدہ تھا کہ ایسے علمی اصول دریافت کیے جاسکتے ہیں جنکے معلوم ہو جانے کے بعد کبھی بازی غلط نہیں ہو سکتی اور کبھی آدمی ہار نہیں سکتا - انمیں سے ایک افسر تو اسکو علم الاعداد کا مسئلہ بتلاتا تھا - لیکن دوسرا مصر تھا کہ ریاضی سے اسے کوئی تعلق نہیں' اسکی کنجی قدیم زمانے کے مخفی علوم میں دریافت کرنی چاہیے - البتہ اس علمی ماتم میں سب یکساں شریک تھے کہ "افسوس سائنس نے سب کچھ کیا لیکن ابتک جوے کے لیے کوئی علم صحیح دریافت نہ کرسکا"! - جب کبھی دنیا کی آیندہ علمی ترقیات کا موضوع بحث درمیان میں آتا تو وہ بالاتفاق کہتے: "مستقبل کے علمی عہد کا سب سے بڑا حکیم وہی ہوگا جو جوے کو ایک با قاعدہ فن بنا دے" میجر نے اپنے دوستوں کی اس کمزوری کو محسوس کر لیا' اور اسی پر اپنے نفوذ و اثر کی عمارت کھڑی کی - سب سے پہلے اس نے اس قسم کی روایتیں سنائیں جن میں بعض عجیب و غریب انسان کسی پر اسرار علم کے ذریعہ ہمیشہ جیتتے تھے اور کوئی انسے جیت نہیں سکتا تھا - اس نے اپنا چشم دید واقعہ بیان کیا کہ قمار خانہ کارلو میں ایک اسپینی سیاح نے دو ماہ تک قیام کیا اور تقریباً سو

مرتبہ ہاری اگلی - صرف کیارہ مرتبہ ہارا - ایک کم نوے مرتبہ روپیہ دیدیا اسی نے جاری تھا !

اسی سلسلہ میں وہ اپنی مہارت کا بھی ضمناً تذکرہ کردیتا ' مگر اس ادعا میں بھی جزو انکسار کا بھی ہوتا - وہ کہتا : " اس میدان میں دشوار نہیں ہو سکتا ہے کہ تاہم مہارت بھی ایک علمی حقیقت ہے اور اس سے میں انکار نہیں کرتا "

ان گفتگوں کے بیجارے ہمارزدہ افسروں کو بالکل مدہوش کردیتا اور وہ بیسر اسکی فاتح میں آ جاتے - ایک طرف روزانہ فیاضیوں کی حالت ' دوسری طرف قمار بازی کی مہارت اور اسکے دقیق نکتوں کے حاصل کرنے کا شوق ' تیسری طرف دولت اور تمول کا قدرتی اثر و نفوذ - تھوڑے ہی دنوں میں اتنا یہ حال ہو گیا کہ میجر اسٹوارٹ کو ایک دیوتا کی طرح پوجنے لگے -

[۷]

ان دوستوں میں ایک شخص جنگ زرو کا نامور افسر تھا - اتنی تعلق بھی اس نے حاصل کیے تھے - لیکن قمار بازی کی لت نے بالکل مفلس و قلاش کردیا تھا - میجر اسٹوارٹ نے زیادہ تر اسی پر نظر رکھی ' اور اسی کی اخلاقی کمزوریوں کو اپنے مقاصد کے حصول کا آلہ بنانا چاہا

سب سے پہلا وار یہ کیا کہ اس سے تنہا صحبتیں شروع کردیں اور یقین دلایا کہ جس چیز کی تمہیں تلاش ہے ' میرا وجود اسی کی کنجی ہے - تم دیکھتے ہو کہ نہایت بے دردی کے ساتھ روپیہ لٹاتا ہوں ' اور تم اکثر سخت متعجب ہوتے ہو - حالانکہ جو چیز مفت حاصل کی جاتی ہے ' مفت لٹائی بھی جاتی ہے - میری تمام دولت صرف مشق و مہارت قمار کا نتیجہ ہے - چند ایسے نکتے حاصل کرلیے ہیں جنکی بدولت سو بازیوں میں اسی بازیاں میری رہیں نہیں نکلیں - اگر تم چاہو تو علم و عمل قمار کی یہ سب سے بڑی قیمتی چیز تمہیں بھی سکھادوں -

اس جادو کا اس غریب کے پاس کوئی منتر نہ تھا - پھر اس سے بھی بڑھکر یہ کہ قمار بازی کیلیے بے دریغ روپیہ دینا شروع کردیا - ایکسو بیس پاؤنڈ کا اس پر ایک قرض تھا جس سے بہت پریشان و عاجز رہتا تھا - وہ بھی اس فیاض اجنبی نے ادا کردیا -

[۸]

لیکن ساتھ ہی وہ دوسرے شکاروں سے بھی غافل نہ تھا - نہیں معلوم کونسا شخص آگے چلکر زیادہ مفید ہو؟ اسلیے جسقدر فوجی افسر اسکے دام میں پھانس چکے تھے ' سب سے تعلقات بڑھاتا جاتا تھا -

اسی اثناء میں خود بخود ایک عجیب واقعہ پیش آیا ' جسکا اسے شان و گمان بھی نہ تھا - ایک دن میجر اسٹوارٹ اور اسکا سحر زدہ قمار دوست ہوٹل کے کمرے میں بیٹھے تھے ' اور میجر اسکے پھنسانے اور اچھی طرح اپنے قابو میں لانے کیلیے ایک نیا دام ڈال رہا تھا - اس نے کہا کہ " مشرقی افریقہ میں ایک متعدد مقامات ایسے باقی ہیں جہاں ہیرے کی بڑی بڑی کانیں نکل سکتی ہیں ' اور جنکی نسبت گذشتہ قیام افریقہ کے زمانے میں پوری تحقیقات کر چکا ہوں - لیکن یورپ کے سرمایہ داروں کو اسکی خبر نہیں - میرا ارادہ ہے کہ ایک نئی کمپنی قائم کروں ' اور فرانس اور جرمنی ' دونوں ملکوں سے اسکے لیے سرمایہ فراہم کیا جائے - اگر میں ایسا کر سکا تو تم بھی اسکے حصہ دار ہو گے ' خواہ ایک کوڑی بھی نہ دیسکو "

یہ سنکر فوجی افسر کی زبان سے بے اختیار نکل گیا :

" یہ نہایت ہی عمدہ خیال ہے - لیکن میں نہیں سمجھتا کہ تمہاری مجوزہ کمپنی اس آنے والے وقت سے پہلے قائم ہوسکے جبکہ ہماری نئی توپیں بالکل مکمل ہو جائینگی ' اور یورپ کی سب سے بڑی جنگ چھڑ جائیگی - اس جنگ میں ہمارا نصف معاملہ ان فرانسیسی بندروں سے ہوگا - ایسی حالت میں بہتر ہے کہ سال دو سال تک فرانس و جرمنی کی کسی مشترکہ کمپنی کا خیال چھوڑ دو - تمہاری محبت میں مجبور کرتی ہے کہ ایک سرکاری راز کو اس بے تاملی سے ظاہر کردوں - اگر تم نے کمپنی قائم کی تو دو سال تک کوئی جرمن سرمایہ دار اسکے حصے نہیں خریدیگا "

میجر اسٹوارٹ نے اپنے مخفی جذبات کو ضبط کر کے نہایت بے پروائی سے کہا :

" ہم فوجی لوگ جنگ کے خواب دیکھتے دیکھتے پاگل ہوگئے ہیں - یہ قصے اخباروں کی وہم سازیوں کیلیے چھوڑ دو - ہمیشہ کہا جاتا ہے کہ فلاں حکومت جب فلاں قسم کی توپیں بنالیگی تو جنگ یورپ شروع ہوجائیگی - فلاں حکومت کے پاس جب اتنے دریدنات جہاز ہوجائینگے تو وہ ایک منٹ صبر نہ کریگی - مگر نہ کہیں توپوں کا ڈھلنا ختم ہوتا ہے ' اور نہ جہاز ہی بن چکتے ہیں میں ان باتوں کو صرف گپ سمجھتا ہوں "

فوجی افسر نے نہایت صفائی کے ساتھ جواب دیا :

" ہاں تمام یورپ کا یہی حال ہے ' مگر ہمارے پروگرام جنگ کو ایسا سمجھنا تمہاری غلطی ہے - تم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے کہ جرمنی کارخانہ کرپ نے اپنی آخری ایجاد مکمل کرلی ' یورپ کا نقشہ یکایک درہم برہم ہوجائیگا "

میجر اسٹوارٹ کے سامنے خود بخود راستہ کھل گیا - اس نے نہایت سادگی سے پوچھا :

" کونسی آخری ایجاد ؟ "

افسر نے کہا :

" یہ کوئی نہیں بتلا سکتا ' مگر کارخانہ کرپ کا ایک انجینیر میرا ہمراز و ہم صحبت ہے - اسکی زبانی سننے میں آیا ہے کہ شاید کوئی نئی توپ طیار ہو رہی ہے - اسکے دہانے کا قطر ۷۵ ملیمیٹر ہوگا اور اسکی زد کا مقابلہ دنیا کا کوئی صناعی آلہ نہیں کرسکے گا "

میجر اسٹوارٹ نے کہا :

" خیر ' ہمیں ان بحثوں سے کیا غرض ؟ شامپین کا ایک گلاس اس ایجاد سے کہیں زیادہ قیمتی ہے - آؤ ایک جام اوزائیں اور کہیں ٹہلنے چلیں - ان باتوں سے دنیا کے کاروبار معطل نہیں ہو سکتے "

[۹]

اب بند خود بخود ٹوٹ چکا تھا - بغیر اسکے کہ میجر روشنی کی مزید تلاش کرے ' خود ہی روشنی اسکے آگے چمک گئی - ایک دن جبکہ جام و مینا کی گردش خوب ہوچکی تھی ' میجر نے پھر متوقعہ جنگ یورپ کا تذکرہ چھیڑ دیا - اس نے جرمن افسر کے گلاس میں شامپین انڈیلتے ہوئے کہا تھا :

" لیکن میرے دوست ! پیرس کے اخبار تو کہتے ہیں کہ ہمیشہ سنہ ۷۱ ہی نہیں رہیگا ' جبکہ سیدان کا معرکہ پیش آیا تھا اور جرمنی نے فرانس کو کچل ڈالا تھا "

افسر نے رومال سے منہ پونچھا اور قہقہہ لگایا :

" اگر ہمیشہ سنہ ۷۱ نہیں ہے تو سنہ ۹۹ تو آنے والا ہے ؟ یقین کرو کہ جرمنی کو اب اپنی قدرتی سیادت کیلیے زیادہ انتظار کی ضرورت نہیں ہے - تمام سامان مکمل ہوچکا ہے - برلن میں عنقریب فوجی روانگی کا ترانہ گایا جائیگا - اب ہمارے سفر کا دوسرا پروگرام ہے - ایک ہی کوچ میں جرمن فوج سیدھی پیرس پہنچ جائیگی ' اور جہاں آج نمایش پیرس کی عمارتیں کھڑی کی جارہی ہیں ' یہ ہماری فوج کی چھ کمپنیوں کے قیام کیلیے بہت ہی عمدہ میدان ہوگا "

بعد کو واقعات سے معلوم ہوا کہ فوجی افسر کا یہ بیان جرمنی کے اس پروگرام کی طرف اشارہ تھا جو فروری سنہ ۱۸۹۷ میں حملہ فرانس کیلیے اس نے تجویز کیا تھا -

(بقیہ مضمون کے لیے صفحہ ۱۷ کا دوسرا کالم ملاحظہ ہو)

هر فرمایش میں البلاغ کا حوالہ دینا ضروری ہے

رینلڈ کي مسٹریز اف دي کورٹ ف لندن

یہ مشہور ناول جو کہ سولہ جلدوںمیں ہے ابھي چھپ کر نکلی ہے اور تھوڑي سي رہگئي ہے - اصلي قیمت کي چوتھائي قیمت میں دیجاتي ہے - اصلي قیمت چالیس ۴۰ روپیہ اور اب دس ۱۰ روپیہ - کیونکي جلد ہے جسمیں سفھري حروف کي کتابت ہے اور ۳۱۶ ہاف ٹون تصاویر ہیں تمام جلدیں دس روپیہ میں وي پي اور ایک روپیہ ۱۴ - آنہ محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بھوبازار - کلکتہ

Imperial Book Depot, 60 Srigopal Mullick Lane, Bowbazar Calcutta.

نصف قیمت اور قبلہ انعام

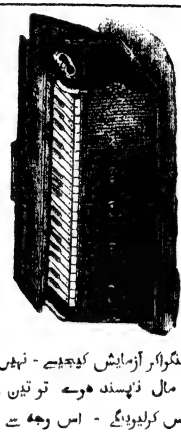

ہمارا سائنس فکسن فرمونٹ ہارمونیم سریلا اور مضبوط سب موسم اور آب و ہوا میں یکساں رہنے والا ہمارے خاص کارخانہ میں گواسان لکڑي سے طیار کیا ہوا ہے اسوجہ سے کبھي پوري قیمت اور کبھي نصف قیمت پر فروخت کرتے ہیں - ایک ماہ کیلیے یہ قیمت رکھی گئی ہے- ایک مرتبہ منگوا کر آزمایش کیجیے - نہیں تو پھر آپکو افسوس کرنا پڑیگا - اگرچہ مال ناپسند ہوے تو تین روز کے اندر واپس کرکے سے ہم واپس کرلیوینگے - اس وجہ سے آپ دریافت کرلیجیے کہ یہ کمپني کسی کو دھوکا نہیں دیتی ہے - گرانٹي تین برس - سنگل ریڈ اصلي قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ روپیہ - اور اسوقت نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - ۲۵ روپیہ - و ڈبل ریڈ اصلي قیمت ۶۵ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ روپیہ - و نصف قیمت ۳۲ - ۳۵ - ۴۰ - ۴۵ روپیہ - ہر ایک باجہ کیواسطے مبلغ پانچ روپیہ پیشگي روانہ کرنا چاہیے اور اپنا پورا پتہ اور ریلوے اسٹیشن صاف صاف لکھنا چاہیے - ہر ایک سنگل ریڈ کے ساتھہ ایک کھوري اور ڈبل ریڈ کے ساتھہ ایک تبلہ و ڈرگی انعام دیا جاویگا - ہندي ہارمونیم سکھنے کا قیمت ایک روپیہ ہے -

نیشنل ہارمونیم کمپني ڈاکخانہ شملہ - کلکتہ

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر سہام صاحب کا ایجاد کیلیں

مستورات کے جملہ اقسام کے امراض - کا خلاصہ نہ آنا - بلکہ اسوقت درد کا پیدا ہونا - اور اسکے دبر یا ہونیسے تشنج کا پیدا ہونا - اولاد کا نہ ہونا غرض کل شکایات جو اندرونی مستورات کو ہوتے ہیں - مایوس شدہ لوگونکو خوشخبري دیجاتي ہے کہ منضمہ ذیل مستند معالجونکي تصدیق کردہ دوا کو استعمال کریں اور ثمرہ زندگاني حاصل کریں - یعني ڈاکٹر سہام صاحب کا ایجادکیں استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد ہوں -

مستند مدراس شاہر- ڈاکٹر ایم - سي - ناتھنڈا راؤ اول اسسٹنٹ کیمیکل اکزامنر مدراس فرماتے ہیں - " مینے ایجادکیں کو امراض مستورات کیلیے " نہایت مفید اور مناسب پایا -

مس ایف - جي - ویلس - ایل - ایم - ایل - آر - سي - پي ایفڈ ایس - سي گوشا اسپتال مدراس فرماتي ہیں :- " نمونے کي شیشیاں ایجادکیں کي اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بیحد نفع بخش پایا " -

مس ایم - جي - ایم - براڈلي - ایم - ڈي - (برن) بي - ایس - سي - (لنڈن) سینٹ جان اسپتال ارکاڈي بمبئي فرماتي ہیں : " ایجادکیں جسکو کہ مینے استعمال کیا ہے " زنانہ شکایتوں کیلیے بہت عمدہ اور کامیاب دوا ہے "

قیمت في بوتل ۲ روپیہ ۸ آنہ - ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیہ -

پرچہ ہدایت مفت درخواست آنے پر روانہ ہوتا ہے -

Harris & Co., Chemists, Kalighat Calcutta.

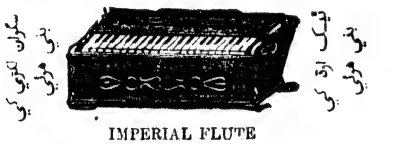

IMPERIAL FLUTE

بہترین اور نہایت لاجواب قیمت سنگل ریڈ ۱۴ - ۱۸ - ۲۰ روپیہ

قیمت ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۸ - ۳۵ روپیہ

ہر درخواست کے ساتھہ ۵ روپیہ بطور پیشگي آنا چاہیے -

GANGA FLUTE

قیمت سنگل ریڈ ۱۳ - ۱۷ - و ۲۰ - روپیہ -

ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۷ - ۳۵ - روپیہ

I mperial Depot. 60, Srigopal Mallick Lane Bowbazar, Calcutta.

پوپن ٹائین

ایک عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز شفاء - یہ دواکل دماغي شکایتونکو دفع کرتي ہے - پژمردہ دلونکو تازہ بناتي ہے - یہ ایک نہایت موثر ٹانک ہے جوکہ بکساں مرد اور عورت استعمال کر سکتے ہیں - اسکے استعمال سے اعضاء رئیسہ کو قوت پہونچتي ہے - ہسٹریہ وغیرہ کو بھي مفید ہے - ایک بکس کو لوٹانکي بکس کي قیمت دو روپیہ -

زینو ٹون

اس دوا کے پیورلي استعمال سے ضعف باہ ایکدم رفع ہو جاتي ہے اس کے استعمال کرنے سے آپ محصول ڈاک کیلئے قیمت ایک روپیہ آٹھہ آنہ -

AYESHA

مفرح دماغ - حسن کي افزایش - رگوں کي تازگي - بال کا بڑھنا یہ سب باتیں اسمیں موجود ہیں - نہایت خوشبودار - قیمت ۲ روپیہ -

نمونہ مفت - مشورہ مفت - فہرست مفت

Dattia & Co, Manufacturing Chemist, Post Box 141 Calcutta.

مفت ! مفت ! !

راے صاحب ڈاکٹر کے - سي - داس صاحب کا تصنیف کردہ نوجوانوں کا رہنما و صحت جسماني و زندگي کا بیمہ کتاب قانون عیاشي - مفت روانہ ہوگا -

Swasthy Sahaya Pharmacy, 30/2, Harrison Road Calcutta

SALVITAE

یہ ایک اتنا مجرب دوا اُن امراض کا ہے کہ جسکي وجہ سے انسان اپني قدرتي قوت سے گرجاتا ہے - یہ دوا اُن کھوئي ہوئي قوت کو پھر پیدا کر دیتي ہے - قیمت ایک روپیہ -

ASTHMA TABLETS

کسي قسم کا دمہ اور کتنے ہي عرصہ کا ہو اگر اس سے اچھا نہ ہو تو ہمارا دمہ -کھانسي کے لیے بھي مفید ہے- قیمت ایک روپیہ -

PILES TABLETS.

بواسیر خوني ہو یا بادي - بغیرجراحي عمل کے اچھا ہوتا ہے - قیمت ایک روپیہ -

S. C. Roy, M. A. Mfg. Chemists 36 Dharamtola Street, Calcutta

ہر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے ہر قسم کا جنون خواہ نوبتي جنون ' مرگي والا جنون ' غمگین رہنے کا جنون ' عقل میں فتور ' بے خوابي وغیرہ وغیرہ دفع ہوتي ہے - اور وہ ایسا صحیح و سالم ہو جاتا ہے کہ کبھي ایسا گمان تک بھي نہیں ہوتا کہ وہ کبھي ایسے مرض میں مبتلا تھا -

قیمت في شیشي پانچ روپیہ علاوہ محصول ڈاک -

S. C. Roy, M. A. 167/3, Cornwallis Street, Calcutta.

البیان

فی

مقاصد القرآن

هـذا بیان للناس و هدی و موعظة للمتقین (۳ : ۳۳)

یعنی قرآن حکیم کی مفصل تفسیر، اثر خامہ اڈیٹر الہلال

اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر ظاہر کردینا کافی ہے کہ قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اوسکی محیط الکل معلمانہ دعوۃ کا موجودہ دور جس قلم کے فیضان سے پیدا ہوا ہے، یہ اسی قلم سے نکلی ہوئی مفصل اور مکمل تفسیر القرن ہے !

یہ تفسیر موزوں کتابی تقطیع پر چھپنا شروع ہوگئی ہے - ہر مہینے کے وسط میں اسکے کم سے کم ۶۴ اور زیادہ سے زیادہ ۱۰۰ صفحے اعلیٰ درجہ کے ساز و سامان طباعۃ کے ساتھہ شائع ہوتے رہینگے - اس سلسلے کا پہلا نمبر جسمیں نصف حصہ مقدمۂ تفسیر اور نصف سورۂ فاتحہ کی تفسیر کا ہوگا، انشاء اللہ عنقریب شائع ہوجائیگا - قیمت سالانہ قبل از اشاعت چار روپیہ - بعد کو پانچ - روپیہ -

نوادر آثار مطبوعات قدیمۂ ہند

تاریخ ہندوستان

ترجمہ فارسی " ہسٹری آف انڈیا " مصنفہ مسٹر جان مارشمن

مطبوعۂ قدیم کلکتہ سنہ ۱۸۵۹

ہندوستان کی تاریخوں کے لکھنے میں جن انگریز مصنفین نے جانکاہ محنتیں کی ہیں، اُن میں مسٹر جان- سی مارشمن کا نام خصوصیت کے ساتھہ قابل ذکر ہے - اسکا نہایت سلیس و فصیح فارسی ترجمہ مولوی عبدالرحیم گورکھپوری نے کیا تھا، اور بحکم لارڈ کیننگ پرنس بہرام شاہ نبیرۂ سلطان ٹیپو مرحوم و مغفور نے نہایت اہتمام و تکلف سے طبع کرایا تھا اس کتاب کی ایک بڑی خوبی اسکی خاص طرح کی چھپائی بھی ہے - یعنی چھپی تو ہے ٹائپ میں، لیکن ٹائپ برخلاف عام ٹائپ کے بالکل نستعلیق خط کا ہے - کاغذ بھی نہایت اعلیٰ درجہ کا لگایا گیا ہے - علاوہ مقدمہ و فہرست کے اصلی کتاب ۴۰۴ صفحوں میں ختم ہوئی ہے - چند نسخے موجود ہیں - قیمت مجلد ۳ - روپیہ -

ترجمۂ تفسیر کبیر اردو

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر جس درجہ کی کتاب ہے، جسکا اندازہ ارباب فن ہی خوب کر سکتے ہیں اگر آج یہ تفسیر موجود نہ ہوتی تو صدہا مباحث و مطالب عالیہ کے جو ہماری معلومات سے بالکل مفقود ہو جاتے -

پچھلے دنوں ایک فیاض صاحب درد مسلمان نے صرف کثیر کرکے اسکا اردو ترجمہ کرایا تھا، ترجمے کے متعلق ایڈیٹر الہلال کی رائے ہے کہ وہ نہایت سلیس و سہل اور خوش اسلوب و مربوط ترجمہ ہے

لکھائی اور چھپائی بھی بہترین درجہ کی ہے - جلد اول کے کچھہ نسخے دفتر البلاغ میں بغرض فروخت موجود ہیں پہلے قیمت دو روپیہ تھی اب بغرض نفع عام - ایک روپیہ ۸ - آنہ کردی گئی ہے -

تمام درخواستیں : " منیجر البلاغ کلکتہ " کے نام آئیں -

جسکا درد وہی جانتا ہے، دوسرا کیونکر جان سکتا ہے

یہ سخت سردی کے موسم میں تندرست انسان کا جان بلب ہو رہا ہے - سردی ہٹانے کیلیے کانے بندوبست کیے جاتے ہیں - لیکن افسوس بدقسمتی سے دمہ کے مریض نا قابل برداشت تکلیف سے بہت ہی پریشان ہوتے ہیں، اور رات و دن سانس پھولنے کیوجہ سے دم نکلے جاتے ہیں، اور نیند تک حرام ہو جاتی ہے - دیکھیے ! آج اونکو کسقدر تکلیف ہے - لیکن افسوس ہے کہ اس لا علاج مرض کی بازاری دوا زیادہ تر زہریلی اشیاء اور دھتورہ، بھنگ، بلا ڈونا، پوٹاس، اے ار ڈالڈ، دیکر ہوتی ہے - اسلیے فائدہ ہونا تو درکنار مریض بے موت مارا جاتا ہے - ڈاکٹر برمن کی کیمیائی اصول سے بنی ہوئی دمہ کی دوا ایک انمول جوہر ہے یہ صرف ہماری ہی بات نہیں ہے بلکہ ہزاروں مریض اس مرض سے شفاء پاکر مداح ہیں - آپکے بہت خرچ کیا ہوگا - لیکن ایک مرتبہ اسے بھی آزمالیں - اسمیں نقصان نہیں - قیمت ایک روپیہ چار آنہ فی شیشی - محصولڈاک ۵ آنہ - اس دوا کی دو خاص فوائد ہیں - (۱) ایک خوراک میں دمہ دبتا ہے - (۲) اور کچھہ روز کے استعمال سے جڑ سے چلا جاتا ہے اور جبتک استعمال میں رہے دورہ نہیں ہوتا ہے -

ڈاکٹر ایس کے برمن - نمبر ۶۹۵ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

Printed & Published by Q. Ahmad at the AL-BALAGH Press, 46, Ripon Lane Calcutta

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

البلاغ

هذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب (۱۳ : ۵۲)

جلد ۱ | کلکته : جمعه ۱۳ - ربیع الثانی سنه ۱۳۳۴ هجری | نمبر - ۱۱

Calcutta : Friday, 18th February, 1916.

ترجمان القرآن

یعني قران حکیم کا اردو ترجمه ' اثر خامهٔ اڈیٹر الهلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقیقي حامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام هیں - پس انکي تبلیغ و تعلیم اور نشر و توزیع کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانه عمل هے ' جس کي توفیق صرف انهي لوگوں کو مل سکتي هے جنهیں حق تعالی انبیاء کرام کي معیت و تبعیت کا درجه عطا فرماتا هے ' اور اونکا نور علم براه راست مشکواة نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله یوتیه من یشاء -

هندوستان کي گذشته قرون اخیره میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفیق ملي ' وه حضرت شاه عبد الرحیم رحمة الله علیه کا خاندان تها - انکے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاه ولي الله قدس سره تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمه کي ضرورت الهام الهي سے محسوس کي ' اور فارسي میں اپنا عدیم النظیر ترجمه مرتب کیا - انکے بعد حضرة شاه رفیع الدین اور شاه عبد القادر رحمة الله علیهما کا ظهور هوا ' اور اردو زبان میں ترجمة القران کي بنیاد استوار هوئي - شکر الله سعیهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهیک ایک صدي گذر چکي هے ' لیکن یه کهنا کسي طرح مبالغه آمیز نه سمجها جائیگا که نشر و تبلیغ قرآن حکیم کي جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکهي تهي ' اسکي تکمیل کا شرف حق تعالی نے اڈیٹر الهلال کیلیے مخصوص کردیا تها ' جنهوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرانیه ' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکیم کا یه اردو ترجمه نهایت سلیس ' عام فهم ' معني خیز ' حقیقت فرما عبارت میں مرتب کیا هے ' اور بحمد الله که زیر طبع هے -

یه ترجمه کیسا هے ؟ ان لوگوں کیلیے جو الهلال کا مطالعه کرچکے هیں ' اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروري هے -

یه ترجمه حامل المتن ٹائپ کي جگهه لیتهو میں چهاپا جارها هے تاکه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعه میں آسکے - قیمت في جلد چهه روپیه رکهي گئي هے - لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکهتے هي قیمت بهیجدینگے ' انسے صرف ساڑهے چار روپیه لیے جائینگے - درخواستیں اور روپیه منیجر البلاغ کے نام بهیجنا چاهیے -

قیمت فی پرچه چار آنه

آبحیات

هندي وايا پلك ' يونانی اکسير الدين اور
ايمرکا اکسير اعظم کہتے ہيں يہ امرت پورا

زندگي کو موت سے ايک روپيہ ميں خريد نا

(آبحيات کے اکسير فوائد !)

صحت کے برابر دنيا ميں کوئی نعمت نہيں - جو لوگ وقت پر قدر نہيں کرتے - جب تندرستی بگڑ جاتی ہے - پھر عمر بھر پچھتاتے ہيں - جو لا حاصل ہوتا ہے - اب پچھتاے کيا ہوت جب چڑيا چگ گئيں کھيت - ہندوستان گرم ملک ہے اور بوجہ شدت گرما گرد و غبار سے آے دن ہزاروں قسم کی بيماريان و فساد خون کے دڑکھہ ہر روز نئے سے نئے پيدا ہوا کرتے ہيں گوناگوں اشياء خوردني نے عام لوگوں کو مفلس بنا رکھا ہے - اور کثرت بيماري نے لوگوں کو کمائی کے لائق نہيں رکھا ' اس ليے عام لوگ بلا علاج زندہ درگور ہو جاتے ہيں - اگر علاج کرتے ہيں تو فيس - قيمت ادوا ادا کرنے سے قلاش ' تنگدست بن جاتے ہيں - اور وہ صاحب توفيق حضرات کو ادوا خالص نہيں ملتي - مندرجہ بالا تکاليف کو دور کرنے لئے حکيم مطلق نے آب حيات کو مسيحائي اثر بخشا ہے تاکہ کوئي دکھہ دنيا ميں نہ رہے - غريب سے غريب اور لاچار سے لاچار ايک پيسہ کي ايک خوراک لے کر امراض مزمنہ مايوسہ سے خلاصی پاے - آبحيات ہر مرض شديد کي دوا ہے خارجاً لگانے سے ہر درد وغيرہ کے ليے شفا ہے - ايک شيشي آبحيات کي کنبہ بھر کو بہت بلاؤں اور ناگہاني آفتوں سے بچاسکتي ہے ' کسيکو معلوم نہيں مرض کسوقت رات کو يا دن کو جنگل ميں يا گھر ميں آدبائيگي اسليے يہ عقلمندي ہے نے پہلے ہي سے ايک شيشي گھر ميں رکھي جاے -

(فوائد مصدقہ آبحيات)

تپدق ' تپ محرقہ ' صفراوي تپ ' تپ پرسوت ' سيل ' پيچش ' صفراوي اسہال ' سرسام ' درد سر ' درد پہلو ' نمونيا ' دات الجنب ' قيش دل ' ناسور ' بدھہ کا زخم ' درد کان ' مسوروں سے خون آنا ' پھوڑے پھنسياں ' پنڈوں کا انزاق ' براسير ' نواسير ' بھگندر ' تالو کا سوراخ ' دانت کا درد ' قبض ' درد قولنج ' درد امر ' دقرس ' چھپاکي ' ملاريا ' قے ' زخم ونمين کيڑے پڑنا ' کثرت پياس ' تشنج ' بيخوابي ' اپانسي خشک و تر ' کرم ' چھوٹے ' ورم پستان ' درد دل ' ہيضہ ' طاعون ' خنازير ' درد شکم ' زہر دار ڈنگ ' بھڑ ' سانپ ' بچھو ' آگ سے جلنا ' گرمي کي شدت سے جسم پر گرم دانے نکلنا ' درد ' چرث ' خارش نکسير وغيرہ وغيرہ کتاب ميں مفصل حال درج ہے -

قيمت في شيشي ايک روپيہ چھہ شيشي پانچ روپيہ درجن دس روپيہ محصول ڈاک دسمہ خريدار -

آبحيات کا مسيحائي اثر

(سل ' دق ' کھانسي ' سات ماہ کي صرف سات دن ميں دور)

عاليجناب ہز ہائينس نواب ميرفيض محمد خانصاحب بہادر
کے - سي - ايس - آئي والي رياست خيرپور سندھہ

سر اے غلام رسول عرصہ سات ماہ سے بعارضہ بخار لازمي جو ۱۰۴ درجہ تھرما ميٹر پر رہتا تھا - اور اس کے علاوہ کھانسي ايسي شديد تھي کہ سونا ' بيٹھنا حرام ہو گيا تھا - چونکہ سر اے ممدوح اپنے آقاے نامدار ميراحمد علي خاں صاحب کي خدمت ميں شب و روز رہتا تھا اور کھانا پينا ان کے ساتھہ رکھتا تھا - جن کے معالجہ کے لئے يوروپين سرجن سات سو روپيہ روزانہ کراچي وغيرہ سے اور نامور اطباے ہندوستان سے جمع کرتے رہے - ميرممدوح مدقوق تھا - کوئي چارہ نہ چلا اور وہ فوت ہوگيا - تمام طبيبوں اور ڈاکٹروں نے متفق ہوکر کہديا تھا کے سر اے غلام رسول بھي اسي مرض ميں مبتلا ہوگيا تھا - آخر جب تمام معالجات سے تنگ آکر بحالت مايوسی سرکار ابد پائدار والي رياست نے حکيم غلام نبي زبدۃ الحکماء لاہور کو جو جامع علوم ڈاکٹري و يوناني اور ماہر فنون ہر در طب ہيں ' متعد رياست ميں براے معالجہ طلب فرمايا -

(آبحيات کا کرشمۂ قدرت

زبدۃ الحکماء موصوف نے يوروپين ڈاکٹر وغيرہ مڈيکل افسروں سے اس بات کا اتفاق کيا کہ مقدمہ سل ہے - اور جگر بھي بگڑگيا ہے ' صرف دس قطرہ آبحيات کے تين دفعہ دينے شروع کيے ' اور تمام انگريزي و يوناني دواؤں ترک کرادیں - سات ماہ کا بخار اور کھانسی ساتويں روز جاتی رہي - يہ جادو کے اثر کي خبر رياست ميں مشہور ہوگئی - اور آبحيات کے جادو اثر کرشمے اور اس کے سريع العمل اور سريع الاثر لاعلاج بيماريوں کا کوئي کم قيمت علاج ہے ' تو آبحيات تسليم کر ليا گياہے - اب سندھہ ميں جو آتا ہے - اسي آبحيات کا طالب ہوتا ہے - تمام اخباروں ميں اسي قصہ کو پڑھہ کر اور رہاں سے تصديق کر کر کے سر اے غلام رسول اب تندرست ہے اور کاروبار رياست ميں مصروف ہے -

(العبد - خان بہادر رسول بخش خاں نائب وزير رياست خيرپور سندھہ)

الغرض آبحيات کي شيشي ہر گھر ميں موجود ہوني ضرور ہے - سفر و حضر ميں کار آمد - نہ ڈاکٹر کي ضرورت ہے نہ طبيب کي - بيسيوں امراض کي ايک ہي تير بہدف دوا ہے ' جو کسي قسم کے ضرر کے بغير فائدہ دیتی ہے -

قيمت في شيشي صرف ايک روپيہ - (منيجر)

(شربت مقوي اعصاب)

وہ نقص جو بھرپور جواني ميں مرد کو رنجيدہ خاطر بناتے ہيں ' اس سے دور ہوتے ہيں - کئي ہوائي طاقت کو واپس لاکر مرد کو پورا مرد بناتا ہے - افعال قبيحہ اور کثرت عياشي نے جب جسم کي قوت کو گھٹا ديا ہو - تو يہ شربت خاک ميں ملی ہوئی اميديں بر لاتا ہے ' في شيشي صرف چار روپيہ -

(سفوف مستحکم دندان)

ہلتے دانت مضبوط - بدبو ميل دور - دانت مرتيوں کي طرح چمکدار قيمت چار تولہ ايک روپيہ -

(سر کا خوشبودار تيل)

بالوں کو خوشبودار رکھنے کے سوا سياہ بالوں کو سفيد نہيں ہونے ديتا - دافعہ ضعف دماغ نزلہ و زکام في شيشي تين روپيہ -

دوائي درد کان - قيمت صرف ايک روپيہ -

(سر خسرو)

بعد از غسل اس دوا کے دو قطرے چہرے پر مل لينے سے چہرہ خوبصورت ہو جاتا ہے ' قيمت في شيشي صرف ايک روپيہ

(روغن اعجاز)

برسوں کے زخم دنوں ميں بھر جاتے ہيں ' ناسور ' بھگندر - خنازير کے گھاؤ اور کار بنکل زخم کا اچھا علاج - قيمت دو تولہ صرف دو روپيہ -

(دوائي پيچش و مروڑ)

نہايت زود اثر اور مجرب دوائي ہے - قيمت چار تولہ صرف ايک روپيہ ہے -

(خفہ زيہ کا خوردني علاج)

اس دوائي کے کھانے سے گلٹياں اندر ہي اندر بيٹھہ جاتي ہيں قيمت دو تولہ صرف دو روپيہ -

بخاروں کي شاطيہ دواء پسينہ آکر ہر قسم کا بخار ايک گھنٹہ ميں اتر جاتا ہے - قيمت في ڈبيہ دو روپيہ -

(سفوف دافع درد گردہ)

اس کے استعمال سے ريگ مثانہ دور ہوکر آئندہ درد گردہ سے نجات ہوتی ہے - چار تولہ صرف دو روپيہ -

پتہ - منيجر شفاخانہ شہنشاہي ' سند يافتہ حکيم و ڈاکٹر حاجي ' غلام ' نبي
زبدۃ الحکماء لاہور - موچيدروازہ

Tel Address: "Albalagh," Calcutta.
Telephone No. 648

AL-BALAGH.

Chief Editor.
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly ,, Rs. 6-12

البلاغ

مرتبہ مولانا ابوالکلام آزاد
مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - ریپن لین
کلکتہ
ٹیلی فون نمبر ۶۴۸
سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

نمبر - ۱۱ | کلکتہ : جمعہ ۱۳ - ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۴ ہجری | جلد ۱
Calcutta : Friday, 18th February 1916.

افکار و حوادث

گذشتہ جنوری میں "مہجوزہ شیعہ کالج" کا جو وفد ہز آنر سر جیمس مسٹن بہادر کی خدمت میں بمقام لکھنو پیش ہوا تھا، اسکی روئداد اب ایک رسالہ کی شکل میں شائع کی گئی ہے۔ روئداد کا خلاصہ یہ ہے کہ ۱۴ - جنوری کو گورنمنٹ ہاؤس لکھنو میں ایڈریس پیش کیا گیا، اور آسکے جواب میں خطاب ملوکانۂ ہمایونی نے عرض و نیاز کے ایک ایک لفظ کو خلعت قبولیت و پذیرائی عطا فرمایا :

دیدار ہم میسر و بوس و کنار ہم
از بخت شکر دارم و از روزگار ہم !

ادھر عرض نیاز کی ارادت کیشی تھی، تو ادھر نگاہ مہر و کرم کی عجز پروری - ادھر عشق کام طلب کی امیدواری تھی، تو ادھر حسن عشق نواز کی کام فرمائی - ادھر "ادعوني" کی تعمیل میں دست دعا دراز تھا، تو ادھر وعدۂ "استجب لکم" کی تصدیق میں دروازۂ استجابت باز - ایک طرف سراسر عشق تھا - دوسری طرف سراسر حسن :

وجود از ہمہ حسن ست و ہستیم ہمہ عشق
بہ بخت دشمن و اقبال دوست سوگند ست !

رسم و راہ کوچۂ عشق کے واقف کار جانتے ہیں کہ یہاں حق و ہنر کا سوال کام نہیں دیتا، بلکہ اس دنیا کا سارا دار و مدار محض بخشش و کرم پر ہے - اسکی نظریں جسپر پڑ جائیں اور اسکی بے نیازی جسکو سرفراز کردے، وہی سب سے زیادہ مستحق، اور اسی میں سب سے بڑا ہنر ہے - استحقاق اور ہنر دکھلا کر چاندی اور سونا لیا جاسکتا ہے لیکن محبت کی نظریں اور پیار کی ادائیں نہیں خریدی جاسکتیں - ارسطو اگر لیلی کے خیمہ کا پردہ اٹھاتا اور قیس کی دیوانگی کے مقابلہ میں اپنے فن منطق کو پیش کرتا، تو آپکو اچھی طرح معلوم ہے کہ کیا جواب ملتا :

معمورۂ دلے اگرت ہست باز گوے
کاینجا سخن بہ ملک فریدوں نمی رود

پس عالم حسن و عشق کے کاروبار اور رد و قبول کے احکام دوسرے ہیں، اور یہاں سب سے بڑا جوہر، سب سے بڑا ہنر، سب سے بڑا استحقاق، سب سے بڑی دلیل، اور سب سے بڑا صغرا کبری یہ ہے کہ اُس کی نظریں قبول کرلیں، اور وہ کہ سب چاہنے والوں کی چاہتیں اُسی کیلیے ہیں، خود کسی کی شیفتگی کو اپنی چاہتوں کیلیے چھانٹ لے - پھر جسکو خود وہ چاہے، اسکی قسمت کا کیا پوچھنا کہ عشق کی شہنشاہی اور اقلیم حسن کی فرماں روائی ہے - بن پڑے تو اپنی چاہتوں میں اس خوش نصیب کو بھی شامل کر لیجیے کہ محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوتا ہے، اور مذہب عشق کا منتہاء کمال یہی ہے :

چاہیے اچھوں کو جتنا چاہیے
وہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیے ؟

مرحوم ذوق کی غزلوں میں میں اپنا ذوق بہت کم پاتا ہوں تاہم ایک شعر انکا بھی یاد آگیا :

تم جسے یاد کرو پھر اُسے کیا یاد رہے
نہ خدائی کی ہو پروا نہ خدا یاد رہے

اردو شاعری میں جس چیز کو "معاملہ کرنی" کہتے ہیں، شعرائے ایران اسے "وقوعہ گوئی" سے تعبیر کرتے ہیں - اواخر عہد صفویہ میں فغانی کے اسکول نے جو شعرا پیدا کیے، انہوں نے خاص طور پر اس رنگ کو بہت ترقی دی - ازآنجملہ ضمیری صفاہانی ہے جسکا ایک شعر مجھے نہیں بھولتا :

چو می بینم کسے از کرے او دل شاد می آید
فریبے کز رے اول خوردہ بودم یاد می آید

اس وفد نے جو ایڈریس پیش کیا تھا وہ اسقدر دلچسپ نہیں ہے جسقدر ایڈریس کا جواب دلچسپ ہے، اور ایسا ہونا ضروری تھا - عشق خواہ کسی شکل میں ہو، عجز و نیاز کیلیے ہے - دلبری و رعنائی کیلیے نہیں ہے - یہ خواص حسن کے ہیں - اسکا کوئی جلوہ دلربائی و نظارہ پروری سے خالی نہیں ہوتا - یہ تو وہ چیز ہے کہ اگر بے مہری و غیظ و غضب میں ہو، جب بھی پیار کرنے ہی کی چیز ہوتی ہے، پھر لطف و نوازش اور بخشش و کرم کی ہوش ربائی کا کیا پوچھنا :

ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجیو کہ چلا میں !

ہزانر اپنے جواب میں فرماتے ہیں :

"اس بیان سے میرا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ مجھے کو کسی قوم یا مذہب کے لوگوں کی کوئی خاص رعایت منظور ہے - نہ میرا یہ منشا ہے کہ جو بڑی بلیغ کوششیں ابتک مسلمانوں کی ترقی تعلیم کی نسبت کی گئی ہیں انکی بیقدری کی جاے"

لیکن ہم حیران ہیں کہ اس جملے کے کہنے کی کیا ضرورت تھی ؟ بھلا ایک منت کیلیے بھی کوئی عقلمند ہز آنر کی نسبت ایسی بدگمانی کرسکتا ہے ؟

نہ ہم سمجھے نہ تم آے کہیں سے
پسینہ پونچھیے اپنی جبیں سے

مجـــوزہ شیعـــہ کالـــج

" الزمـوا السواد الاعظم فان يد الله على الجماعة ' و اياكم و الفرقة ' فان الشاذ من الناس للشيطان كما ان الشاذ من الغنم للذئب " الا " من دعا الى هذا الشعار فاقتلوه و لو كان تحت عمامتي هذه !! " (۱)

(حضرة علي عليه السلام - نهج البلاغه صفحه ۲۶۱)

ماذا التقاطع في الاسلام بينكم
و انتم يا عباد الله اخوان ؟

(۱)

باوجود اني هفتوں کے اعراض و انماض کے ' آج میں مجبور ہوا ہوں کہ وقت کے ایک ایسے مسئلہ کی نسبت چند کلمات لکھوں جو ہمیشہ سے اسلامی مباحث و نظر کا سب سے زیادہ مشتبہ و ظانوں آلود موضوع رہا ہے ' اور جو اسقدر نا مبارک موضوع ہے جسکو کسی طرح بھی بد گمانیوں اور غلط فہمیوں کی آلودگی سے الگ نہیں کیا جاسکتا - تاہم سچائی کی فاتحانہ حقیقت پر میرا اعتماد ہے ' اور اعلان حق اور امر بالمعروف کا فرض شرعی خوف ظنون و ہجوم شبہات سے ساقط نہیں ہوجاسکتا - اگر دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جنکو چراغ کی روشنی دھندلی نظر آتی ہے ' تو یہ انکی آنکھوں کا ضعف ہے جسکو دور کرنا چاہیے - انکی خاطر چراغ کل نہیں کیے جاسکتے : فذكر ان الذكر تنفع المومنين !

میں آج مجوزہ شیعہ کالج کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کرنا چاہتا ہوں - مجھکو یقین ہے کہ میری اس تحریر کو پڑھکر بہت سے لوگ ظنون فاسدہ میں مبتلا ہونگے ' اور کوشش کی جائیگی کہ اسکو نورنشانہ جذبات و عصبیۃ کی طرف منسوب کیا جائے - لیکن الحمد للہ کہ مجھکو اپنے اُن صدہا برادران شیعہ کے جذبات و آراء صادقہ بھی معلوم ہیں جو میرے مسلک و اصول کے متعلق پوری بصیرۃ رکھتے ہیں ' اور امید واثق ہے کہ انکی اصلی حقیقت شناسی وقت کے صناعی و خارجی جذبات سے کبھی بھی مغلوب نہ ہوسکیگی :

فاما الذين في قلوبهم زيغ فيتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة (۳ : ۱۸)	البتہ جن لوگوں کے دماغوں میں کجی اور راستی سے انحراف ہے ' تو وہ کلام حق کی صاف صاف اور کھلی کھلی باتوں پر غور و تفکر نہیں کرینگے - بلکہ

صرف انھی چیزوں کے پیچھے لگے رہینگے جن میں انکو تشابہ اور ابہام نظر آئیگا تاکہ فتنہ و فساد پیدا کریں اور لوگونکو راہ حق سے بھٹکائیں -

(مسئلۂ اصلاح و تجدید امۃ)

سب سے پہلے میں یہ ظاہر کردینا چاہتا ہوں کہ مسئلۂ "اصلاح و تجدید امۃ" کے متعلق میرا ایک خاص مسلک ہے ' اور اس مسلک کی بنیاد محض بعض جزئیات عروج و تنزل کے مشاہدہ و تاثر پر نہیں ہے جیسا کہ گذشتہ پچاس سال کی تمام اصلاحی تحریکوں کا حال رہا ہے ' بلکہ اسکی بنیاد وہ کلیات و اصول عقائد ہیں جنکو اسلام کی تصریحات ' کتاب و سنت کی محکمات ' عقل و براہین کی دلالت ' تاریخ و استقراء تاریخی کے نظر و اخذ ' اور تمام جزئیات ترقی و تنزل امم کے درس و فکر کے بعد میں نے قرار دیا ہے - اور اس بارے میں ایک پورا مرتب سلسلۂ عمل اپنے پیش نظر رکھتا ہوں -

منجملہ اُن عقائد و اصول کے جن پر میرا مسلک دعوۃ مبنی ہے ' ایک سب سے بڑا اہم اصول وہ ہے جسکو میں "مسئلۂ تحزب و تمذہب" سے تعبیر کرتا ہوں ہیں ' یعنے مسلمانوں کا توحید و تالیف کے بعد پھر متفرق ہو کر گروہ در گروہ ہو جانا اور ایک امۃ قیمہ کی جگہ مختلف ناموں اور مختلف مذہبوں میں بٹ جانا - میرا یہ عقیدہ ہے کہ مسلمانوں کے تمام ادبار و تنزل کی اصلی و حقیقی علت یہی

[بقیہ افکار و حوادث]

ہم نے ابھی کہا ہے کہ شیوۂ عشق و کمال شیفتگی یہ ہے کہ معشوق پر حکمرانی نہ کیجیے ' بلکہ اپنے عشق کو اسکے فرمان حسن کا محکوم کردیجیے - فلسفۂ حسن و عشق کے سب سے بڑے حکیم عرفی شیرازی کا قول فیصل آپکو معلوم ہے :

قبول خاطر معشوق شرط دیدارست
بحکم شوق تماشا مکن کہ بے ادبیست

آپکو اگر دعوئے محبت ہے تو ہر اس شے کو پیار کیجیے جسپر پیار کی ایک غلط انداز نظر بھی اُس نے ڈالدی ہو - مذہب عشق کی منزل "تفویض" یہی ہے :-

چنانچہ الحمد للہ ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر مدعیان عشق و کمال عشق نے یہی شیوہ اختیار کیا ہے - از انجملہ مجمع عشاق علی گڈھ کثرھم اللہ تعالی) ہے - باوجودیکہ یہاں کا ہر مجنون و فرہاد مسئلۂ تعلیم و مرکز تعلیم کے بارے میں ایک لمحہ کیلیے بھی متحمل رقابت نہ تھا ' لیکن جونہی نظر محبوب نے اپنی محبوبیت کا اعلان کردیا ' معاً سب نے ادعاء رقابت کی تلوار نیام میں رکھہ لی ' اور اب فیصلۂ سرکار حسن کے آگے سب کی گردنیں خم ہیں :

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آے !

چیز ہے' اور جب تک یہ دور نہ ہوگی اس وقت تک کوئی سعی تجدید و احیاء کامیاب نہیں ہوسکتی - مسلمانوں کا سیاسی تنزل' اخلاقی تنزل' علمی تنزل' مدنی و عمرانی تنزل' یہ تمام جزئیات تنزل ہیں مگر ان میں سے کوئی بھی کلی اصل نہیں ہے - ان تمام مختلف شاخوں سے گذر کر جب درخت کی جڑ تک نظر پہنچیگی تو صاف نظر آجائیگا کہ علل و اسباب کے کلیات دوسرے ہیں' اور ان میں سب سے زیادہ اہم و نافذ علت مسلمانونکی تالیف کے بعد تفرق' توحید کے بعد تعدد' اجتماع کے بعد افتراق' اور نزول علم کے بعد بغی و عدوان ہے -

بظاہر اس چیز کو ہر شخص محسوس کرتا ہے' اور مسلمانوں کے تنزل کے اسباب پر ماتم کرتے ہوئے کوئی آنکھ ایسی نہیں ہے جسکے آنسوؤں میں اس منظر کو دخل نہو - تقریباً سب کہتے ہیں کہ اختلاف سے اتفاق بہتر ہے اور دشمنی پر محبت کو ترجیح دینی چاہیے - با ایں ہمہ بد بختی یہ ہے کہ مسئلۂ اختلاف و افتراق امۃ کو اسکی اصل اہمیت کوئی بھی نہیں دیتا اور کسی کو اسکی توفیق نہیں ملتی کہ ظواہر و آثار سے گذر کر اسباب و علل پر نظر ڈالے' اور صحت نظر کے ساتھ اصابت مشورہ کی تشخیص کرے- اگر گذشتہ دور اصلاح و تحریک میں کسی کا قدم یہاں تک پہنچا بھی ہے تو بدبختانہ اسکے بعد کی منزل علاج گم ہوگئی ہے' اور یہ افسانہ بہت طول طویل ہے -

درخت جب سوکھتا ہے تو اسلیے نہیں سوکھتا کہ اسکی شاخوں میں رطوبت نہیں رہی' بلکہ صرف اسلیے کہ رطوبت حیات کا سرچشمہ جڑ ہے اور اسمیں اب زندگی باقی نہیں رہی- اسی طرح کوئی قوم اسلیے نہیں بگڑتی کہ اس نے اپنی تعلیم سعادت کی فروعات کو چھوڑ دیا' بلکہ اسلیے کہ اصول و کلیات کا سر رشتہ اسکے ہاتھوں سے جاتا رہا - جب تک جڑ میں زندگی ہے' اسوقت تک درخت کا ایک پتہ بھی خشک نہیں ہوسکتا - لیکن اگر جڑ کو پانی نصیب نہیں تو شاخوں اور پتوں کے اوپر سمندر کے سمندر بھی اوندیلدو' وہ سر سبز نہیں ہوسکتے -

اسلام کے بھی اصول ہیں اور فروع ہیں - پس مسلمانوں کی تباہی و بربادی کو اصول میں ڈھونڈھنا چاہیے نہ کہ فروع میں - سلام کی اولیں اصل عقیدۂ "توحید" ہے - اسی عقیدے کے اندر مسلمانوں کی تمام روح حیات مضمر تھی' اور اسی روح نے انکو دائمی زندگی کی خوشخبری سنائی تھی - لیکن مسلمانوں نے سب سے زیادہ اسی عقیدے سے انحراف کیا - حتی کہ آج اس سے بڑھکر اور کسی اعتقاد میں وہ تجدید دعوۃ کے محتاج نہیں ہیں- جسطرح عقیدۂ توحید کے معنی یہ نہ تھے کہ مشرکین مکہ کی طرح زبان سے تو ایک صانع کل کا اقرار کردیا جاے (لیقولن اللہ) لیکن اپنی عملی زندگی پر صدہا غیر الہی عبودیتوں کی لعنت بھی طاری کرلی جاے' اسی طرح توحید کی حقیقت کے ساتھ یہ ضلالت بھی جمع نہیں ہوسکتی تھی کہ ایک فاطر السماوات والارض کی بندگی کا دعوا کرے' بہت سے خداؤں کے ماننے والوں کی طرح بہت سی جماعتوں اور شکلوں میں متفرق ہوجائیں - اعتقاد توحید کا اولین مطالبہ یہ تھا کہ تمام کرۂ ارضی کی سعادت و ہدایت کیلیے ایک ایسی امۃ عادلہ طیار ہو' جو تمام پچھلی قوموں کے برخلاف اپنے تمام عقائد و اعمال کے اندر جلوۂ توحید رکھے - اسکا خدا ایک ہو' اسکا مبدأ حکم و سلطانی ایک ہو' اسکا مصدر امر و نہی ایک ہو' اسکی کتاب اللہ ایک ہو' اسکا رسول اللہ ایک ہو' اسکا قبلہ ایک ہو' اسکا نام ایک ہو' اسکے خصائص و اعمال ایک ہوں - یعنی جسطرح اسکا خدا وحدہ لا شریک ہو' اسی طرح اسکا قرآن بھی اپنی ہدایت میں' اسکا رسول بھی اپنی تعلیم کتاب و حکمت میں' اور اسکی امۃ بھی اپنے خصائص و مقاصد اور وحدۃ و یگانگت میں وحدہ لا شریک ہو! ان ہذہ امتکم امۃ واحدہ و انا ربکم فاتقون !

یہی وجہ ہے کہ قرآن نے اسلام کی حقیقت اصلی اس چیز کو بتایا ہے' جو اختلاف و تفرق کے ساتھ جمع ہی نہیں ہوسکتی- وہ ہر جگہ اسلام کو "وحدۃ و تالف" اور اعمال کو "تعدد و تشتت" قرار دیتا ہے - اور جس شدت اور اعادہ و تکرار کے ساتھ شک سے روکتا ہے' ٹھیک ٹھیک اسی طرح تفریق و شقاق سے بھی باز رہنا چاہتا ہے - وہ بار بار کہتا ہے کہ تم "مغضوب علیہم" یعنی یہود اور "الضالین" یعنی نصاریٰ کی ضلالتوں سے اپنے آپکو بچاؤ اور "انعام یافتہ" جماعتوں کی راہ پر چلو - پھر جا بجا تشریح کرتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کی سب سے بڑی ضلالت یہ تھی کہ انہوں نے نزول "علم" یعنی نزول شریعت کے بعد راہ شقاوت اختیار کی - خدا نے انکو ایک کردیا تھا پھر وہ ایک نہ رہے' اور مختلف مذہبوں' مختلف جماعتوں' مختلف نامون' مختلف غیر الہی عبودیتوں میں متفرق ہوگئے :

الذین فرقوا دینہم	ان لوگوں کی راہ اختیار نہ کرو جنہوں نے
وکانوا شیعا' وکل حزب	اپنے دین میں تفرقہ ڈالا' اور ایک امۃ
بما لدیہم فرحون	ہونے کی جگہ گروہ گروہ ہوگئے - ہر فرقہ
(۳۰ : ۳۲)	اپنے ہی خیالات و اوہام کو حق سمجھتا
	ہے اور اسپر قانع اور خوشحال ہے !

اس سے بھی زیادہ یہ کہ جا بجا واضح کیا کہ کسی امت کیلیے تالیف و اتحاد رحمت الہی ہے' اور تحزب و تفرق عذاب الہی - خدا جب کبھی کسی قوم کو سزا دینا چاہتا ہے تو اسمیں باہمی تفرقہ اور اختلاف ڈالدیتا ہے :

قل ہو القادر علی ان یبعث	کہدے کہ اللہ اسپر قادر ہے کہ وہ
علیکم عذاباً من فوقکم او من	تم پر اوپر سے کوئی عذاب لاے
تحت ارجلکم او یلبسکم شیعا	یا تمہارے قدموں کے نیچے ہی
یذیق بعضکم بأس بعض	سے اسکا عذاب نمایاں ہو' یا پھر
(۶ : ۶۵)	تمہارے اندر پھوٹ ڈالدے - تم گروہ
	گروہ اور جماعت جماعت ہوجاؤ' اور باہم ایک دوسرے سے لڑکر خود
	اپنی ہی تلوار سے اپنے کو ہلاک کرو -

اللہ کے رسول نے سب سے بڑی وصیت امۃ کو یہی کی :

لا ترجعوا بعدی کفارا	میں نے تمکو عذاب شقاق و افتراق سے
یضرب بعضکم اعناق	ڈاکر اتحاد و تالیف کی رحمت کا
بعض (بخاری)	پیکر بنا دیا ہے - لیکن میرے بعد کافروں
	کا طریق اختیار نہ کرنا کہ باہم ایک کی تلوار دوسرے کی
	گردن پر چلے -

اور یہی چیز ہے جسکی طرف باب مدینۃ العلم حضرۃ امیر علیہ السلام نے اپنے ایک خطبۂ مقدسہ میں دعوۃ دی :

الا ہم واحد' و نبیہم	انکا خدا ایک ہے' نبی ایک ہے' کتاب
واحد' و کتابہم واحد'	ایک ہے' پھر کیا ہے کہ وہ باہم اختلاف کرتے
افامرہم اللہ بالاختلاف	ہیں ؟ خدا نے کیا انکو اختلاف کا حکم
فا طاعوہ' ام نہاہم	دیا ہے کہ اسکی پیروی میں مختلف
عنہ فعصوہ؟ ام انزل	ہو رہے ہیں ؟ یا اس نے اختلاف سے روکا
اللہ دینا ناقصا	ہے اور وہ حکم الہی کی نافرمانی کر رہے
فاستعان بہم علی	ہیں ؟ یا پھر یہ ہے کہ خدا نے ناقص دین
اتمامہ ؟ (نہج البلاغۃ	اتارا اور اسلیے اس طریق سے اب اسکو
مطبوعہ مصر صفحہ ۶۲)	مکمل کرنا چاہتے ہیں ؟

قرآن حکیم کی بے شمار تصریحات کو میں ایک تمہیدی تحریر میں کہانتک نقل کروں ؟ مختصر یہ کہ سب کو یاد ہے اور سب پڑھتے

مجــوزہ شیعــہ کالــج

" الزمـوا السواد الاعظم فان يد الله على الجماعة ' و اياكم و الفرقة ' فان الشاذ من الناس للشيطان كما ان الشاذ من الغنم للذئب ' الا ' من دعا الى هذا الشعار فاقتلوه و لو كان تحت عمامتي هذه ! ! " (۱)

(حضرة علي عليه السلام - نهج البلاغه صفحه ۲۶۱)

ماذا التقاطع في الاسلام بينكمو
و انتمو يا عباد الله اخوان ؟

(۱)

باوجود كئي هفتوں كے اعراض و اغماض كے ' آج ميں مجبور هوا هوں كه وقت كے ايك ايسے مسئله كي نسبت چند كلمات لكهوں جو هميشه سے اسلامي مباحث و نظر كا سب سے زياده مشتبه و ظنون آلود موضوع رها هے ' اور جو اسقدر نا مبارك موضوع هے جسكو كسي طرح بهي بد گمانيوں اور غلط فهميوں كي آلودگي سے الگ نهيں كيا جاسكتا - تاهم سچائي كي فاتحانه حقيقت پر ميرا اعتماد هے ' اور اعلان حق اور امر بالمعروف كا فرض شرعي خوف ظنون و هجوم شبهات سے ساقط نهيں هوجاسكتا - اگر دنيا ميں ايسے لوگ موجود هيں جنكو چراغ كي روشني دهندلي نظر آتي هے ' تو يه انكي آنكهوں كا ضعف هے جسكو دور كرنا چاهيے - انكي خاطر چراغ گل نهيں كيے جاسكتے : فذكر ان الذكر تنفع المومنين !

ميں آج مجوزه شيعه كالج كے متعلق اپنے خيالات ظاهر كرنا چاهتا هوں - مجهه كو يقين هے كه ميري اس تحريركو پڑهكر بهت سے لوگ ظنون فاسده ميں مبتلا هونگے ' اور كوشش كي جائيگي كه اسكو فريقانه جذبات و عصبية كي طرف منسوب كيا جاے - ليكن الحمد لله كه مجهكو اپنے آن صدها برادران شيعه كے جذبات و آراء صادقه بهي معلوم هيں جو ميرے مسلك و اصول كے متعلق پوري بصيرة ركهتے هيں ' اور اميد واثق هے كه انكي اصلي حقيقت شناسي وقت كے صناعي و خارجي جذبات سے كبهي بهي مغلوب نه هوسكيگي :

فاما الذين في قلوبهم زيغ فيتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة (۳ : ۱۸)

البته جن لوگوں كے دماغوں ميں كجي اور راستي سے انحراف هے ' تو وه كلام حق كي صاف صاف اور كهلي كهلي باتوں پر غرور و تفكر نهيں كرينگے - بلكه صرف انهي چيزوں كے پيچهے لگے رهينگے جن ميں انكو تشابه اور ابهام نظر آئيگا تاكه فتنه و فساد پيدا كريں اور لوگونكو راه حق سے بهٹكائيں -

(مسئلۂ اصلاح و تجديد امة)

سب سے پهلے ميں يه ظاهر كردينا چاهتا هوں كه مسئلۂ " اصلاح و تجديد امة " كے متعلق ميرا ايك خاص مسلك هے ' اور اس مسلك كي بنياد محض بعض جزئيات عروج و تنزل كے مشاهده و تاثر پر نهيں هے جيسا كه گذشته پچاس سال كي تمام اصلاحي تحريكوں كا حال رها هے ' بلكه اسكي بنياد وه كليات و اصول عقائد هيں جنكو اسلام كي تصريحات ' كتاب و سنت كي محكمات ' عقل و براهين كي دلالت ' تاريخ و استقراء تاريخي كے نظر و اخذ ' اور تمام جزئيات ترقي و تنزل امم كے درس و فكر كے بعد ميں نے قرار ديا هے - اور اس بارے ميں ايك پورا مرتب سلسلۂ عمل اپنے پيش نظر ركهتا هوں -

منجمله ان عقائد و اصول كے جن پر ميرا مسلك دعوة مبني هے ' ايك سب سے بڑا اهم اصول وه هے جسكو ميں " مسئلۂ تحزب و تمذهب " سے تعبير كرتا هوں هيں ' يعني مسلمانوں كا توحيد و تاليف كے بعد پهر متفرق هوكر گروه در گروه هوجانا اور ايك امة قيمه كي جگه مختلف ناموں اور مختلف مذهبوں ميں بٹ جانا - ميرا يه عقيده هے كه مسلمانوں كے تمام ادبار و تنزل كي اصلي و حقيقي علت يهي

(۱) حضرة امير عليه السلام كے ايك خطبه كے مشهور كلمات مقدسه هيں - فرمايا كه " سواد اعظم كي معيت كو اپنے اوپر لازم كرو كه الله كا هاتهه جماعت كے ساتهه هے - جماعت سے الگ نهو اور تفريق سے بچو ' كيونكه جو شخص اپني جماعت سے الگ هوگيا وه شيطان كيليے هوگيا جس طرح بكري اپني ريوڑ سے الگ هوكر بهيڑيے كے ليے هوجاتي هے - آگاه هو كه جو شخص تفريق كلمه كي طرف بلاے اور جماعت ميں پهوٹ ڈالے اسے قتل كر ڈالو ' اگرچه وه وهي سر هو جو ميرے عمامے كے نيچے چهپا هے - (يعني اگر ميں خود تفرقه و علحدگي كا باعث هوں تو ميں بهي اسي كا مستحق هوں) " سواد اعظم " سے مقصود يه نهيں هے كه صرف تعداد كے لحاظ سے كوئي بڑي جماعت جيسا كه لوگ سمجهتے هيں ' بلكه مقصود اسلام اور اسكي قومي جماعت هے ' اور وهي اعظم هے - ابن ماجه كي حديث كا بهي يهي مطلب هے -

[بقيه افكار و حوادث]

هم نے ابهي كها هے كه شيوۂ عشق و كمال شيفتگي يه هے كه معشوق پر حكمراني نه كيجيے ' بلكه اپنے عشق كو اسكے فرمان حسن كا محكوم كرديجيے - فلسفۂ حسن و عشق كے سب سے بڑے حكيم عرفي شيرازي كا قول فيصل آپكو معلوم هے :

قبول خاطر معشوق شرط ديدارست
بحكم شوق تماشا مكن كه بے ادبيست

آپكو اگر دعوئے محبت هے تو هر اس شے كو پيار كيجيے جسپر پيار كي ايك غلط انداز نظر بهي اس نے ڈالدي هو - مذهب عشق كي منزل " تفريض " يهي هے :-

چنانچه الحمد لله هم ديكهتے هيں كه اكثر مدعيان عشق و كمال عشق نے بهي شيوۂ اختيار كيا هے - از انجمله مجمع عشاق علي گڈ كشرهم الله تعالى) هے - باوجوديكه يهاں كا هر مجنوں و فرها مسئلۂ تعليم و مركز تعليم كے بارے ميں ايك لمحه كيليے بهي متحمل رقابت نه تها ' ليكن جونهي نظر محبوب نے اپني محبوبيه كا اعلان كرديا ' معاً سب نے ادعاء رقابت كي تلوار نيام ميں ركهه لي ' اور اب فيصلۂ سركار حسن كے آگے سب كي گردنيں خم هيں :

سر تسليم خم هے جو مزاج يار ميں آے

چیز ہے' اور جب تک یہ دور نہ ہوگی اس وقت تک کوئی سعی تجدید و احیاء کامیاب نہیں ہوسکتی - مسلمانوں کا سیاسی تنزل' اخلاقی تنزل' علمی تنزل' مدنی و عمرانی تنزل' یہ تمام جزئیات تنزل ہیں مگر ان میں سے کوئی بھی کلی اصل نہیں ہے - ان تمام مختلف شاخوں سے گذر کر جب درخت کی جڑ تک نظر پہنچیگی تو صاف نظر آجائیگا کہ علل و اسباب کے کلیات دوسرے ہیں' اور ان میں سب سے زیادہ اہم و نافذ علت مسلمانونکی تالیف کے بعد تفریق' توحید کے بعد تعدد' اجتماع کے بعد افتراق' اور نزول علم کے بعد بغی و عدوان ہے -

بظاہر اس چیز کو ہر شخص محسوس کرتا ہے' اور مسلمانوں کے تنزل کے اسباب پر ماتم کرتے ہوے کوئی آنکھ ایسی نہیں ہے جسکے آنسوؤں میں اس منظر کو دخل نہو - تقریباً سب کہتے ہیں کہ اختلاف سے اتفاق بہتر ہے اور دشمنی پر محبت کو ترجیح دینی چاہیے - با ایں ہمہ بد بختی یہ ہے کہ مسئلۂ اختلاف و افتراق امۃ کو اسکی اصل اہمیت کوئی بھی نہیں دیتا اور کسی کو اسکی توفیق نہیں ملتی کہ ظواہر و آثار سے گذر کر اسباب و علل پر نظر ڈالے' اور صحت نظر کے ساتھہ اصلیت مستورہ کی تشخیص کرے- اگر گذشتہ دور اصلاح و تحریک میں کسی کا قدم یہاں تک پہنچا بھی ہے تو بدبختانہ اسکے بعد کی منزل علاج گم ہوگئی ہے ' اور یہ افسانہ بہت طول طویل ہے -

درخت جب سوکھتا ہے تو اسلیے نہیں سوکھتا کہ اسکی شاخوں میں رطوبت نہیں رہی' بلکہ صرف اسلیے کہ رطوبت حیات کا سرچشمہ جڑ ہے اور اسمیں اب زندگی باقی نہیں رہی- اسی طرح کوئی قوم اسلیے نہیں بگڑتی کہ اس کے اپنی تعلیم سعادت کی فروعات کو چھوڑ دیا' بلکہ اسلیے کہ اصول و کلیات کا سر رشتہ اسکے ہاتھوں سے جاتا رہا - جب تک جڑ میں زندگی ہے' آسوقت تک درخت کا ایک پتہ بھی خشک نہیں ہوسکتا - لیکن اگر جڑ کو پانی نصیب نہیں تو شاخوں اور پتوں کے اوپر سمندر کے سمندر بھی اونڈیلدو' وہ سرسبز نہیں ہوسکتے -

اسلام کے بھی اصول ہیں اور فروع ہیں - پس مسلمانوں کی تباہی و بربادی کو اصول میں ڈھونڈھنا چاہیے نہ کہ فروع میں - سلام کی اولین اصل عقیدۂ "توحید" ہے - اسی عقیدے کے اندر مسلمانوں کی تمام روح حیات مضمر تھی' اور اسی روح نے انکو دائمی زندگی کی خوشخبری سنائی تھی - لیکن مسلمانوں نے سب سے زیادہ اسی عقیدے سے انحراف کیا - حتی کہ آج اس سے بڑھکر اور کسی اعتقاد میں وہ تجدید دعوۃ کے محتاج نہیں ہیں- جسطرح عقیدۂ توحید کے معنی یہ نہ تھے کہ مشرکین مکہ کی طرح زبان سے تو ایک صانع کل کا اقرار کردیا جاے (لیقولن اللہ) لیکن اپنی عملی زندگی پر صدہا غیر الہی عبودیتوں کی لعنت بھی طاری کرلی جاے' اسی طرح توحید کی حقیقت کے ساتھہ یہ ضلالت بھی جمع نہیں ہوسکتی تھی کہ ایک فاطر السمارات والارض کی بندگی کا دعوا کرے' بہت سے خداؤں کے ماننے والوں کی طرح بہت سی جماعتوں اور شکلوں میں متفرق ہوجائیں - اعتقاد توحید کا اولین مطالبہ یہ تھا کہ تمام کرۂ ارضی کی سعادت و ہدایت کیلیے ایک ایسی امۃ عادلہ طیار ہو' جو تمام پچھلی قوموں کے برخلاف اپنے تمام عقائد و اعمال کے اندر جلوۂ توحید رکھے - اسکا خدا ایک ہو' اسکا مبدۂ حکم و سلطانی ایک ہو' اسکا مصدر امر و نہی ایک ہو' اسکی کتاب اللہ ایک ہو' اسکا رسول اللہ ایک ہو' اسکا قبلہ ایک ہو' اسکا نام ایک ہو' اسکے خصائص و اعمال ایک ہوں - یعنی جسطرح اسکا خدا وحدہ لا شریک ہو' اسی طرح اسکا قرآن بھی اپنی ہدایت میں ' اسکا رسول بھی اپنی تعلیم کتاب و حکمت میں' اور اسکی امۃ بھی اپنے خصائص و مقاصد اور وحدۃ و یگانگت میں وحدہ لا شریک ہو!

ان ہذہ امتکم امۃ واحدہ و انا ربکم فاتقون !

یہی وجہ ہے کہ قرآن نے اسلام کی حقیقت اصلی اُس چیز کو بتلایا ہے' جو اختلاف و تفرق کے ساتھہ جمع ہی نہیں ہوسکتی- وہ ہر جگہ اسلام کو "وحدۃ و تالف" اور کفر کو "تعدد و تشتت" قرار دیتا ہے - اور جس شدت اور اعادہ و تکرار کے ساتھہ شرک سے روکتا ہے' ٹھیک ٹھیک اسی طرح تفریق و شقاق سے بھی باز رکھنا چاہتا ہے - وہ بار بار کہتا ہے کہ تم "مغضوب علیہم" یعنی یہود اور "الضالین" یعنی نصاری کی ضلالتوں سے اپنے آپکو بچاؤ اور "انعام یافتہ" جماعتوں کی راہ پر چلو - پھر جا بجا تشریح کرتا ہے کہ یہود و نصاری کی سب سے بڑی ضلالت یہ تھی کہ انہوں نے نزول "عام" یعنی نزول شریعت کے بعد راہ شقاوت اختیار کی - خدا نے انکو ایک کردیا تھا پر وہ ایک نہ رہے' اور مختلف مذہبوں' مختلف جماعتوں' مختلف ناموں' مختلف غیر الہی عبودیتوں میں متفرق ہوگئے :

الذین فرقوا دینہم وکانوا شیعا' وکل حزب بما لدیہم فرحون (۳۰ : ۳۲)	ان لوگوں کی راہ اختیار نہ کرو جنھوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا' اور ایک امۃ ہونے کی جگہ گروہ گروہ ہوگئے - ہر فرقہ اپنے ہی خیالات و اوہام کو حق سمجھتا ہے اور اسپر قانع اور خوشحال ہے !

اس سے بھی زیادہ یہ کہ جا بجا واضح کیا کہ کسی امت کیلیے تالیف و اتحاد رحمت الہی ہے' اور تحزب و تفرق عذاب الہی - خدا جب کبھی کسی قوم کو سزا دینا چاہتا ہے تو اسمیں باہمی تفرقہ اور اختلاف ڈالدیتا ہے :

قل ہو القادر علی ان یبعث علیکم عذاباً من فوقکم او من تحت ارجلکم او یلبسکم شیعا یذیق بعضکم باس بعض (۶ : ۶۵)	کہدے کہ اللہ اسپر قادر ہے کہ وہ تم پر اوپر سے کوئی عذاب لاے یا تمہارے قدموں کے نیچے ہی سے اسکا عذاب نمایاں ہو' یا پھر تمہارے اندر پھوٹ ڈالدے - تم گروہ گروہ اور جماعت جماعت ہوجاؤ' اور باہم ایک دوسرے سے لڑکر خود اپنی ہی تلوار سے اپنے کو ہلاک کرو -

اللہ کے رسول نے سب سے بڑی وصیت امۃ کو یہی کی :

لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم اعناق بعض (بخاری)	میں نے' تمکو عذاب شقاق و افتراق سے نکالکر اتحاد و تالیف کی رحمت کا پیکر بنا دیا ہے - لیکن میرے بعد کافروں کا طریق اختیار نہ کرنا کہ باہم ایک کی تلوار دوسرے کی گردن پر چلے -

اور یہی چیز ہے جسکی طرف باب مدینۃ العلم حضرۃ امیر علیہ السلام نے اپنے ایک خطبۂ مقدسہ میں دعوۃ دی :

الا ہم واحد' و نبیہم واحد' وکتابہم واحد' افامرہم اللہ بالاختلاف فاطاعوہ' ام نہاہم عنہ فعصوہ؟ ام انزل اللہ دینا ناقصا فاستعان بہم علی اتمامہ؟ (نہج البلاغۃ مطبوعہ مصر صفحہ ۶۲)	انکا خدا ایک ہے' نبی ایک ہے' کتاب ایک ہے' پھر کیا ہے کہ وہ باہم اختلاف کرتے ہیں؟ خدا نے کیا انکو اختلاف کا حکم دیا ہے کہ اسکی پیروی میں مختلف ہو رہے ہیں؟ یا اس نے اختلاف سے روکا ہے اور وہ حکم الہی کی نافرمانی کر رہے ہیں؟ یا پھر یہ ہے کہ خدا نے ناقص دین اتارا اور اسلیے اس طریق سے اب اسکو مکمل کرنا چاہتے ہیں؟

قران حکیم کی بے شمار تصریحات کو میں ایک تمہیدی ٹکڑے میں کہانتک نقل کروں؟ مختصر یہ کہ سب کو یاد ہے اور سب پڑھتے

هیں : و اعتصموا بحبل الله جمیعـا و لا تفرقوا ' و اذکروا نعمة الله علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم ' فاصبحتـم بنعمته اخوانا - اگے جاکر فرمایا : و لا تکونوا کالذین تفـرقوا و اختلفـوا من بعد ماجاءهم البینـات - اور اُن قوموں کي طرح نه هوجاؤ جو تم سے پہلے گذر چکي هیں' اور جنکا حال یه رها هے که خدا کي شریعت کے نزول کے بعد پھر متفرق هوگئیں اور اتحاد کي جگهه اختلاف کي راه اختیار کي -

لیکن بد بختانه مسلمانوں نے وهي کیا جس سے وہ روکے گئے تھے - خدا نے انکو دوسروں کیلیے تلوار دي تھي ' انہوں نے خود اپنوں پر چلائي - خدا نے انکو ایک بنایا تھا' وہ متعدد جماعتوں میں متفرق هوگئے - خدا نے انکو ایک شریعت دي تھي' انہوں نے بہت سي شریعتیں بنالیں - خدا نے انکا ایک هي نام "مسلم" رکھا تھا : هو سمـاکم المسلمیـن من قبـل و في هـذا (۲۲ : ۷۸) ان الدین عند الله الاسلام (۳ : ۱۷) یعنے دین الهي صرف اسلام هے اور الله نے تمہارا نام همیشه سے اور همیشه کیلیے صرف مسلم رکھا هے - مگر ان میں سے هر جماعت نے اپنا الگ الگ نام رکھا ' اور اصلیں کتاب و سنت سے اسقدر بعد و هجر' اور "ما انـزل الله بها مـن سلطان" سے اسقدر شغف و وصل هوگیا ' که اپنے ٹھہرائے هوے ناموں سے اپنے تئیں پکار کر هر جماعت خوش هوتي هے' مگر خدا کے ٹھہرائے هوے نام هیں اسکے لیے بڑا هي دکھه اور بڑي هي ذلت هے ' حتی که اگر اسطرف دعوة دي جاتي هے تو اسے کفر و ضلالت سے منسوب کرتي هے - ٹھیک ٹھیک یہودیوں کي حالت انہوں نے اپنے اوپر طاري کرلي که " فتقطعوا امر هم بینهم زبرا کل حزب بما لدیهم فرحون !

پس یه اختلاف و شقاق ایک عذاب الهي هے ' مسلمانوں کي سب سے بڑي معصیت هے' سب سے بڑا طغیان هے' سب سے بڑا عدوان هے' انکے تمام مصائب و خسران قومي کا مبدء حقیقي هے - زمین کي سطح پر مسلمانوں نے اس سے بڑھکر اور کوئي گناه نہیں کیا ' اور خدا نے جسقدر بھي اسوقت تک انکو سزائیں دي هیں' وہ سب کي سب اسي بڑے جرم کي پاداش هیں : ذالک بان الله لم یک مغیرا نعمة انعمها علی قوم حتی یغیروا ما بانفسهم و ان الله سمیع علیم (۸ : ۵۵)

اس اختلاف و تحزب کے علل و اسباب کیا کیا هیں ؟ اسکا علاج حقیقي کیا هے ؟ دائمي علاج اگر نه هوسکے تو عارضي علاج کي کیا صورت هے ؟ جسقدر علاج ابتک کیے گئے کیوں کامیاب نہیں هوے؟ ان پہلوؤں پر میں اس وقت نظر نہیں ڈالونگا' کیونکه مقصود صرف اپنے اصول دعوة و اصلاح کو واضح کرنا هے' نه که اصل مسئله پر نظر ڈالنا -

(عـود الی المقصـد)

سطور مندرجه صدر سے یه چیز تمہارے سامنے واضح هوگئي هوگي که مسئله اختلاف و تفریق کے متعلق میرا عقیده کیا هے' اور کس نظر سے میں اسے دیکھتا هوں؟ اسي عقیده کا نتیجه هے که همیشه اتحاد کلمه کي دعوة میرے تمام کار و بار دعوة کي اولین بنیاد و اساس رهي هے ' اور یه کسي طرح بھي ممکن نہیں که اپني تحریر و تقریر کي کسي شاخ میں اس اصل مہم سے اعـراض کرسکوں - ایک شخص فروعات عمل میں ٹھوکر کھا سکتا هے' لیکن اپنے عقیدے اور اصل و کلیه کو کبھي نہیں بھلا سکتا -

الحمد لله که گذشته چار سال کي متصل تحریر و اشاعات کي زنـدگي میں میں نے کبھي اس اصـل جلیـل و عظیم سے سر مو انحراف نہیں کیا' اور میري اُن تمـام تحریرات و مطبوعات میں جو هر آٹھویں دن دنیا کے سامنے آشکارا هوجاتي تھیں' ایک مضمون' ایک سطر' ایک لفظ' نہیں دکھلایا جاسکتا جسمیں فریقانه تعصبات اور فرقه بندي کے ناپاک جـذبات کا ایک شائبه بھي پایا جاتا هو : و ذالک فضل الله یوتیه من یشاء -

جو شخص اپنے عقائد محکمه میں نفس اختلاف و شقاق هي کو ایک ایسي ضلالت سمجھتا هو جو کبھي اسلام کے ساتھه جمع نہیں هوسکتي' اور جو شخص اسلام کي حقیقت کو " وحـدت " اور کفر کا مفہوم " تفرق " یقین کرتا هو' کیونکر ممکن هے که وہ خود تفریق و اختلاف کا موجب بنے ' اور جس آگ کو بجھانے کیلیے اٹھا هے ' اسکو اور زیاده بھڑکاے ؟

میں نے الحمد لله که سني شیعه کي تفریق سے فہم حقیقت کي ایک بالا تر جگه پائي هے ' اور میں عزت پاکر پھر اسے نہیں کھو دونگا که فرو تر جگه اختیار کروں - راه حقیقت طلبي میں میرا پہلا قدم وهي تھا جو ان تمام فریقانه راهوں سے یک قلم الـگ هوکر ایک دوسري گم شده راه کے سراغ میں اٹھا' اور اُس صراط مستقیم کو اپنے سامنے پایا جسکي نسبت اول دن هي کہدیا گیا تھا که :

فاتبعوه و لا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلـه -

اسلام کي اس ایک هي صراط مستقیم کو اختـیار کـرو - بہت سي راهوں پر نه چلو -

میں نے همیشه اتحاد کلمه کي دعوة دي ' همیشه اختلاف و انشقاق کي تمام صداؤں سے مخالفت کي ' همیشه اُن لوگوں کو ملامت کي جو محض فریقانه جذبات کي وجه سے مسلمانوں کے حقوق پامال کرتے اور انکو اپني اسلامي اخوت کا کوئي حصه دینا نہیں چاهتے هیں - میں نے کبھي سنیوں کي کسي بات کو محض اسلیے اچھا نہیں کہا که وہ سني هیں' اور شیعوں کي کس سچائي سے اسلیے انکار نہیں کیا که وہ شیعه هیں - حق و باطل کے مقام کي طہارت جماعت بندي کي گندگي سے آلوده نہیں هوسکتي ' اور یه تفریقات اس شخص کے لیے کیا موثر هوسکتي هیں جو سرے سے اس' تفریق کي زنجیر هي کو توڑ چکا هو ؟ میں نہیں جانتا که سنیت کیا چیز هے اور شیعیت کسے کہتے هیں ؟ میں الله پر ایمان رکھتا هوں' اسکي کتاب میرے پاس هے' میں نے اسکے رسول کو پہچانا هے ' مجھکو عقل دي گئي هے اور اشیاء کے حقائق ثابته کو تسلیم کرتا هوں' پس جو چیز سفید هے سفید هے ' جو سیاه هے سیاه هے - کوئي سفید کپڑا اسلیے سیاه نہیں هوجا سکتا که اسکو فلاں فرقه نے پہنا ' اور کوئي حق اسلیے باطل نہیں هوجا سکتا که یه فلاں انسان کي طرف منسوب هے -

یه هیں میرے عقائد ' یه هے میرا مسلک ' اور یه هے وہ بصیرة راسخه جو کتاب و سنت نے مجھے عطا کي هے - اسي بصیرة نے مجھکو همیشه فریقانه نزاعات سے الگ رکھا - اور وهي آج مجھکو مجبور کرتي هے که اپنے ان عزیزو محترم بھائیوں کے آگے جنھوں نے اپني مصلحت پر غیروں کے مقاصد کو ترجیح دي هے ' دشمنوں کي طرح نہیں بلکه دوستوں کي طرح ' غیروں کي طرح نہیں بلکه اپنوں کي طرح' بڑوں کے حکم و غرور کے ساتھه نہیں بلکه چھوٹوں کے عجز و نیاز کے ساتھه ' مجوزه شیعه کالج کے طرز و اسلوب کار سے اپنا اختلاف پیش کروں : فسنذکرون ما اقول لکم و افوض امری الی الله ان الله بصیر بالعباد -

اعلان البلاغ

اگر الهـــلال کي پہلي شش ماهي جلد کسي صاحب کے پاس مکمل موجود هو' اور وہ فروخت کرنا چاهیں تو دفتر کو اطلاع دیں -

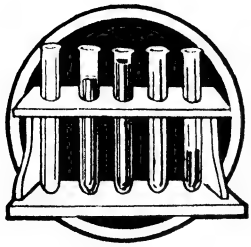

مذاکرہ علمیہ

علـــم الانسان

ANTHROPOLOGY.

تلک اثارنا تـــدل علینـــا
فاسئلوا حالـــنا عن الاثار!

اگر هم انسان کو به حیثیت ایک نوع کے اپنے درس و مطالعه کا موضوع قرار دیں، تو اسکے متعلق متعدد سوالات پیدا هونگے -

مثلاً یه که نوع انســاني کیونکر عالم وجود میں آئي ؟ اسکي نوعي حیثیت دفعتاً پیدا هوگئي یا بتدریج پیدا هوئي ؟ وه کب سے هے ؟ اسکي ترکیب جسماني کیا هے ؟ اسکي اور دیگر حیوانات کي ترکیب جسماني میں کیا فرق هے ؟ موثرات خارجیه کا اس پر کیا اثر پڑا هے ؟ مختلف اقوام میں باهمي علاقه کیا هے ؟ مختلف اقوام عالم کشي ایک فرد انساني هي سے پیدا هوي هیں یا چند افراد سے ؟ زبان ، مذهب ، اخلاق ، عادات ، اور رسوم میں اختلاف کے اسباب کیا هیں ؟ یه مختلف شکلیں کن علم اصول کے ماتحت هیں ؟

ان سوالات کے جواب اگر علیحده علیحده دیے جائیں تو وه مختلف اور مستقل علوم کے مباحث هونگے -

مثلاً انسان کي تدریجي یا مستقل آفرینش کا تعلق علم العیات سے هے - اسکي ترکیب جسماني کي بحث علم تشریح اور علم وظائف الاعضاء میں داخل هے - انسان اور دیگر حیوانات کي جسماني ساخت میں وجوه مشابهت و اختلاف کا علم تشریح اضافي کا موضوع هے - رهلم جرا -

لیکن اگر ان تمام سوالات پر یکجائي نظر ڈالي جاے، اور کسي ایک سلسله کے ماتحت انکے جواب دیے جائیں تو یه مجموعي جوابات ایک کلي علم الانسان کا مایۂ خمیر هونگے -

پس درحقیقت علـم الانسان (Anthropology) نـوع انساني کي ایک تاریخ طبیعي هے جس میں بحث کے تمام ممکن پہلوؤں پر نظر ڈالي جاتي هے ، اور قانون ارتقاء (یعنے کائنات کي رفته رفته بتدریج ترقي و تکمیل) کي روشني میں یه معلوم کرنے کي کوشش کي جاتي هے که نوع انساني پر آغاز آفرینش سے لیکر اسوقت تک کیا کیا تغیرات گزرے هیں ؟

(نـوع انســاني کي قـدامـت)

نوع انساني کے متعلق اولین سوال یه پیدا هوتا هے که اسکي آفرینش مستقل هے یا تدریجي ؟ یعني اسکي موجوده نوعي حیثیت اسکے عالم وجود میں آنے کے وقت سے هے یا یه مختلف تغیرات تدریجي کا نتیجه هے، جسے اصطلاح میں ارتقاء کہتے هیں ؟

لیکن هم اس سوال کو سردست قلم انداز کرتے هیں -

اسکے بعد دوسرا سوال یه پیدا هوتا هے که نوع انساني اس کرۂ ارضي پر کب سے هے ؟ بظاهر اس سوال کا جواب تاریخ دیسکتي هے ، لیکن تاریخ کي طرف رجوع کرنے سے پہلے غور کرلینا چاهیے که تاریخ اپنا سرمایۂ اطلاع کن ماخذوں سے فراهم کرتي هے ؟ تاریخ کے ماخذ حسب ذیل هیں :

(۱) وه کتابیں جو اقوام یا ممالک کے حالات میں لکھي گئي هیں -

(۲) قصے، کہانیاں، قومي روایات ، اشعار وغیره -

(۳) آثار عتیقه جو حفریات (زمین کي کھدائي کے کاموں) کے سلسله میں دستیاب هوے هیں -

یه ظاهر هے که پہلے دو ماخذ صرف ان حالات و تغیرات پر روشني ڈال سکتے هیں جو نوع انساني پر آخري چند هزار سال کے اندر گزرے هیں - کیونکه تصنیف و تالیف اور فسانه طرازي و شعر گوئي در اصل انسان کے ارتقاء مدني کا نتیجه هے؛ اسلیے یه چیزیں بھي صرف اپنے عہد یا اپنے عہد سے کسیقدر پہلے کے حالات هي بیان کرسکتي هیں، مگر نوع انساني کي عمر کا بیشتر حصه جو اس زمانے سے پہلے گزرا هے، هنوز تاریکي میں رهتا هے -

انسان کے اس ماضي مجهول کو اصطلاح میں "عہد قبل التاریخ" کہتے هیں یعنے تاریخ کي تدوین و روایت سے پہلے کا زمانه - عہد قبل التـاریخ کے حالات صرف آثار عتیقه هي سے معلوم هوسکتے هیں - آثار عتیقه سے جو نتائج نکلتے هیں ، گو وه تخمیني هوتے هیں ، تاهم واقعیت سے خالي نہیں هوتے - اسلیے یقیني ذرائع کي عدم موجودگي میں ان تخمیني ذرائع سے ضرور کام لیا جاسکتا هے -

اس تفصیل سے معلوم هوگیا هوگا که نوع انساني کے عہد قبل التاریخ کے حالات در اصل صرف آثار عتیقه هي اپني زبان خاموشي سے بیان کرسکتے هیں - نیز یه که تاریخ کے پاس اس سلسله میں جسقدر بھي سرمایۂ معلومات هے، وه سب کا سب علم الاثـار هي کا نتیجه هے -

(عہد قبل التاریخ)

نوع انساني کے عہد قبل التاریخ کي تاریخ ابھي بالکل نامکمل هے - مدفون آثار کي تنقیب جسقـدر وسعت و سرگرمي کے ساتھه کي جارهي هے، اسیقدر عجیب و غریب انکشافات هوتے جاتے هیں - اسوقت تـک جسقدر آثار دستیاب هوے هیں ، انکے لحاظ سے علماء آثار نے عہد قبل التاریخ کي تقسیم تین دورں میں کي هے :

(۱) دور حجري - یعني وه زمانه جبکه انسان اپنے آلات وغیره پتھر سے بناتا تھا - پتھر هي میں رهتا تھا اور پتھر هي سب سے بڑا اسکا آله تھا -

(۲) دور برنزي - یعني وه زمانه جبکه انسان اپنے آلات وغیره ایک قسم کي مرکب دهات سے بنانے لگا جسے " برونز " کہتے هیں اور جو زیاده تر تانبے اور جست کو ملاکر بناتے هیں -

تصویر نمبر (۱)

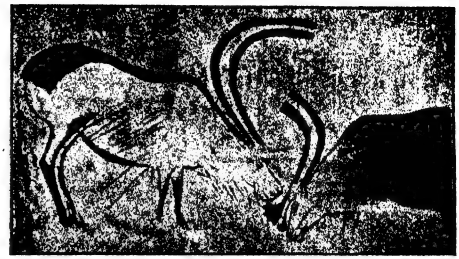

(۳) دور جدیدي - یعني وہ زمانہ جبکہ انسان نے اپنے آلات وغیرہ لوہے سے بنانا شروع کیے -

ان مختلف دوروں کے زمانہ کا قطعي تعین نہ صرف مشکل هي هے بلکہ قریباً نا ممکن هے - علماء حیات اور علماء آثار عتیقہ صرف اسقدر کہنے پر اتفاق کرتے هیں کہ آثار و علائم سے ثابت هوتا هے کہ انسان کرہ ارضي پر کروروں سال سے آباد هے -

لیکن سر راے لنکسٹر نے (جو علم الانسان کا ایک مشہور محقق هے) اس موضوع پر اخبار ڈیلي ٹیلیگراف میں چند مضامین شائع کیے تھے ' جس میں یہ خیال ظاهر کیا هے کہ انسان اس کرہ (زمین) پر اقلا ۱۰ - لاکھہ سال سے آباد هے -

(آثار عتیقہ کے اقسام ثلاثہ)

جن آثار عتیقہ سے انسان کے عہد قبل التاریخ کے حالات مستنبط کیے جاتے هیں ' وہ تین قسم کے هیں :

(۱) حیوانات کي هڈیاں -

(۲) خود انسان کي هڈیاں -

(۳) آلات اسلحہ ' اثاث البیت ' نقوش وغیرہ -

ذیل میں هم چند واقعات قلمبند کرتے هیں ' جن سے یہ اندازہ هوجائیگا کہ علماء فن ان آثار سے کیونکر نتائج اخذ کرتے هیں ؟ اور زمین کے اندر کي چند هڈیاں ' چند شکستہ پتھر ' چند مجہول و ناقابل فہم لکیریں ' کیونکر دنیا کي قدیمي تاریخ کو روشني میں لاتي هیں ؟

(عہد اثري کي ایک غار)

یورپ کي ایک مشہور غار میں ایک اثري (عالم آثار عتیقہ کي زیر نگراني کھدائي کا کام شروع هوا - ۲۰ - فٹ گہرا کھودنے کے بعد ایک چولہا ملا - اس چولھے کي کل کائنات پتھر کے چند ٹکرے تھے جنکو گھرا کرکے چولھا بنا لیا گیا تھا - اسکے قریب هي هڈیوں کا ایک ڈھیر تھا - یہ هڈیاں اسقدر بوسیدہ هوگئي تھیں کہ ایک غیر ماهر فن اثریات انکے متعلق کوئي راے قائم نہیں کرسکتا تھا - بوسیدہ هڈیاں بحفاظت تمام ایک ماهر فن کے ملاحظہ کے لیے بھیجدي گئیں - اس کے مطالعہ و درس کے بعد یہ راے ظاهر کي کہ اس ڈھیر میں مختلف حیوانات کي هڈیاں شامل هیں - بعض هڈیاں دریائي گھوڑے کي هیں ' بعض اس خاص نسل کے گھوڑے کي هیں جو چین کے ریگستانوں میں بکثرت هوتا هے ' کچھہ خشکي کے گھوڑے کي هڈیاں هیں ' انکے علاوہ بیل اور هرن کي چند هڈیاں بھي اس میں شامل هیں -

اس ڈھیر میں ان حیواني هڈیوں کے علاوہ انسان کے بھي ۱۳ دانت اور داڑھیں موجود تھیں جو تحقیقات سے نہایت مضبوط ثابت هوئیں - یہ دیکھکر اس ماهر فن نے یہ راے قائم کي کہ جس شخص کے دانت هیں ' اسکي عمر مرتے وقت زائد سے زائد ۳۰ سال کي هوگي - ان واقعات سے آخري نتیجہ یہ نکالا گیا کہ اس غار میں کبھي گوشت خور انسان آ گئے تھے اور بسے تھے - انکي حجري صناعت میں سے چولھا ' اور انکے وجود میں سے دانت اور داڑھیں ' آنے والي نسلوں سے اپنا علاقہ قائم کرنے کیلیے باقي رهگئي هیں !

یہ دانت جب ایک دوسرے ماهر فن کو دکھاے گئے تو اس نے بعض نتائج کا مزید اضافہ کیا - اس نے کہا کہ دانتوں کي قطع سے معلوم هوتا هے کہ جس جبڑے میں یہ لگے هونگے ' اسکي هڈي بہت بڑي هوگي ' اور اسي تناسب سے وہ کھوپڑي بھي موجودہ انسانوں کي کھوپڑي سے بہت زیادہ بڑي هوگي جس سے یہ جبڑے وابستہ تھے -

(ایک دوسري اهم غار)

اسي طرح ایک باغ میں سلسلہ تنقیب جاري تھا - مزدور ۳۰ فٹ تک کھودتے هوے چلے گئے - دیکھا گیا تو ۱۵ فٹ تک زمین کي ریتي هي حالت هے جیسي عام طور پر هوتي هے ' لیکن اسکے بعد ۳ فٹ گہري ایک تہ ملي جس میں کائي اور درختوں کي جڑیں موجود تھیں -

ان آثار سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ ۱۰ فیٹ کي بالائي زمین کي تخلیق سے پہلے یہاں کوئي جنگل موجود تھا -

اسکے بعد دو یا تین فیٹ کي ایک اور تہ ملي - اس تہ میں گھونگے ' سیپ ' وغیرہ ملے - ان آثار سے علماء نے یہ راے قائم کي کہ یہاں کسي زمانہ میں طوفان آیا تھا -

اسکے بعد ایک نئي تہ شروع هوئي - اسکا حجم ۵ فیٹ سے ۷ فیٹ تک تھا - اس تہ میں بڑے بڑے درختوں کي جڑیں ملیں ' ان جڑوں کو دیکھکر یہ راے قائم کي گئي کہ یہاں کي زمین نہایت سرسبز و بارآور هوگي - اس تہ میں جڑوں کے علاوہ پتھر کے چند اسلحہ اور مٹي کے برتنوں کے چند ٹکڑے بھي ملے - اس سے علماء آثار اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہاں کبھي دور حجري کے لوگ آباد تھے -

اسکے بعد کي تہ کا حجم ۶ اور ۸ فیٹ کے درمیان تھا - اس تہ میں خاص قسم کے پتھروں کے ٹکڑے ملے جن سے ان خوفناک طوفانوں کا سراغ ملتا هے جو دور جلیدي میں اس کرہ ارضي پر اکثر آیا کرتے تھے - سب سے آخري تہ کا حجم ۳ یا ۴ فیٹ تھا ' اسکے بعد صرف پتھر کي چٹانیں تھیں -

انسان کے ابتدائي عہد کا ایک صناعي عمل

یہ سب سے زیادہ پرانا اثري نقش هے جو ایک پتھر پر بنایا گیا تھا اور اب نصف ٹوٹ گیا هے - کسي جانور کے لنبے لنبے پچھلے دو پاؤں نظر آتے هیں اور اسکے سامنے ایک آدمي لیٹا هے -

تصویر نمبر (۲)

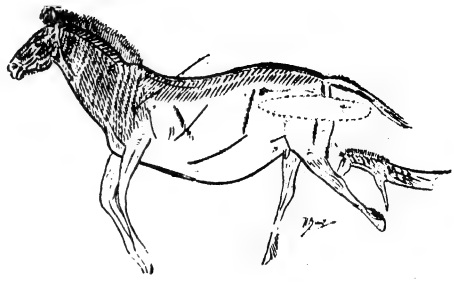

ان حالات کي مجموعي معلـومات کي بناء پر علمـاء آثار اس نتیجه پر پہنچے که اس گزهے کے بالائي پندره فیت مختلف تغیرات علم الارض کے بعد پیـدا هوے هیں - زیرین پنـدره فیت مختلف تغیرات و حوادث ارضي کا نتیجه هیں - یہـاں کسي وقت انسانوں کي آبادي تهي' اور دور جلیدي میں کوئي عظیم الشان سیلاب بهي یہاں سے گذرا هے -

(دنیا کے چند اور مشہور غار)

اس سلسله میں دنیا کے چند غاروں کا تذکره دلچسپي سے خالي نه هوگا' جو علم الارض اور علم الاثار کي مشترک علمي دلچسپیوں کے لحاظ سے مشہور هیں -

ان غاروں میں سے سب سے زیاده مشہور اور قدیم غار "گرگاس" هے - یه غار فرانس کے سلسله کوه پیرن میں مقام ینثاں کے قریب واقع هے - اس غار کے گرد و پیش جو آثار پاے جاتے هیں' ان سے معلوم هوتا هے یہاں دور جلیدي میں سیلابوں اور طوفان کا سلسله جاري رها هے - اس غار میں داخل هونے کے بعد سب سے پہلے ایک بڑا هال ملتا هے - اس هال کا طول ۵۰۰ فیت هے - اسکي چهت اسقدر پست هے که ایک آدمي کهڑا هوکے اسے اپنے هاتهه سے چهو سکتا هے - دروازه کے پاس چولهے' هڈیاں' اسلحه' اور راکهه کے ڈهیر ملتے هیں - ان آثار سے ثابت هوتا هے که یہاں کے باشندے " اور نیک " نسل کے تهے - " اور نیک " فرانس کے ایک شہر کا نام هے - یه نسل اسي شہر کي طـرف منسوب کي جاتي هے اور وه دور حجري میں آباد تهي - غار کے اندر داخله کے بعد سب سے پہلے اس کے دونوں جانب گول گول گڑهے ملتے هیں - ان گڑهوں کے اوپر چونے وغیره کا ایک دبیز پلاسٹر هے - اور پلاسٹر پر هتیلیوں کے نشانات ابتـک قائم هیں -

یه نشانات زیاده تر بائیں هاتهه کي هتیلیوں کے هیں - معلوم هوتا هے که یه لوگ هم لوگوں کي طرح اکثر اپنے دهنے هاتهه سے کام لیتے تهے ' اور اُنهوں نے یه نشانات اپنے بائیں هاتهه کي هتیلیاں رکهکے داهنے هاتهه کي اُنگلیوں سے بناے هیں - اُنگلیوں کے درمیان جو جگهه خالي رهتي هے' اُسکو سیاه مٹي سے رنگدیا هے - اکثر هتیلیوں کے نشانوں میں صرف چار اُنگلیوں کے نشان هیں - گو یه بالکل ممکن هے که اُنهوں نے ان نشانات کے بنانے میں عمداً ایک اُنگلي کا نشان نه بنایا هو' مگر بظاهر معلوم هوتا هے که وه کسي مذهبي خیال کي بناء پر اپني ایک انگلي کاٹ ڈالا کرتے تهے - چنانچه آسٹریلیا کے اصلي باشندوں میں بعض قبائل عبادت و ثواب کے خیال سے اسوقت تـک اپني ایک انگلي کاٹ ڈالا کرتے هیں -

دیواروں پر ان جانوروں کي تصویریں بني هوئي هیں جو اس غار کے باشندے اپنے لیے شکار کرکے لایا کرتے تهے - ان تصاویر میں اس عہد کي نو آموزي و سادگي کے آثار پوري طرح نمایاں هیں - مثـلاً منجمله دیگر تصاویر کے ایک تصویر بهینس کي هے - اس قدیم مصور نے سینگ اس طرح بناے هیں گویا وه اِس بهینس کو سامنے سے کهڑا دیکهرها هے - لیکن پیر اس طرح بناے هیں گویا دهنے یا بائیں طـرف کهڑے هوکر اُسکي تصویر کهینچي گئي هے - اسکے علاوه پیروں کي شکل میں بهي فرق هے - معلوم هوتا هے که یه اس جانور کے پیروں کي تصویر هے جس کا تصور اُس نے اپنے ذهن میں قائم کیا هے' نه که اس جانور کے پیروں کي جسے وه شـکار کـرکے لایا کـرتا هے - (دیکهو تصویر نمبر ۱)

اس سلسله کوه پیرن میں ایک اور غار هے جو غارینو کے نام سے مشہور هے - یه غار پہلے غار کے مشرق میں واقع هے - اس غار کا طول قریباً ڈیڑهه میل هے - اس کا ابتدائي نصف حصه پتهروں سے پٹا هوا هے - اسکے بعد دوسرے نصف حصه میں ایک وسیع مکان ملتا هے - مکان میں جو نقوش و آثار هیں' اُنکے دیکهنے سے معلوم هوتا هے که غار کے باشندے اِسے هـال کے طور پر استعـمال کیا کـرتے تهے - اسکي دیواروں پر مختلف جانوروں کي ۵۰ تصاویر موجود هیں - یه تمام تصاویر اپني صنعت کے لحـاظ سے پہلے غـار کي تصاویر سے بہتر هیں' مثـلاً ان تصاویر میں ایک تصویر گهوڑے کي هے - مصور نے اس تصویر میں صرف بدن کے بنانے هي پر اکتفاء نہیں کي هے بلکه گهوڑے کي ایال اور دم کو بهي نمایاں کرنے کي کوشش کي هے' اور اس میں ایک حد تک کامیاب معلوم هوتا هے - چهره' ناک' آنکهه' اور دهانه کا محض سر سري خاکه هي نہیں بلکه ایک خوبصورت گهوڑے کے چہرے کي مکمل تصویر هے - (دیکهو تصویر نمبر ۲)

اس غار میں صرف مرئي اشیاء هي کي تصویریں نہیں هیں بلکه کچهه معني خیز نقوش اور بعض خیالي شکلیں بهي نظر آتي هیں - غرض اس غار کے تمام نقش و نگار کے دیکهنے سے یه معلوم هوتا هے که غار کے باشنده اس دور میں تو جب انسان فن تصویر و رسم میں ایک حد تـک ترقي کر چکا تها -

موجوده صدي کے آغاز میں علماء یورپ کي کوشش سے ایشیاء اور افریقه میں جو تنقیبات هوئي هیں ان سے یه امر پایه ثبوت کو پہنچ گیا هے که اس قسم کا علمي خزانه صرف یورپ کي سرزمین هي میں نہیں هے بلـکه ایشیـا اور افـریقه کي زمینوں میں وه آثـار مدفون هیں جو اگر آج پوري طرح منظر عام پر آجائیں تو علم الارض اور علم الاثار میں ایک عظیم الشان اضافه هوجاے - لیکن یه داستان بہت طویل اور ایک مستقل صحبت کي طالب هے -

غار " ینو " کي ایک دیوار کا نقش - یه گاے کي تصویر هے جسکو مصور کامیابي کے ساتهه نہیں بنا سکا -

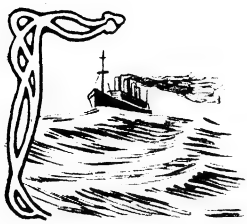

بریدِ فرنگ

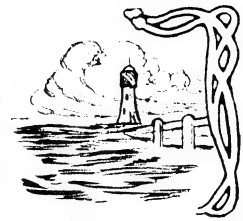

ایک نئی زمین کا اکتشاف

دائرۂ قطب شمالي

توپوں کي صداؤں، فضائي قنابل کي آتش افشانیوں، جہازوں کے تصادم، اور قتل و غارت کے ہنگامۂ دار و گیر میں یورپ سے ایک نئي صداے علمي و اکتشاف ارضي کا بھي غلغلہ بلند ہوا ہے، اور انگلستان کي پیچھلي ڈاک اسکي تفصیلات سے لبریز ہے -

نارویے کا ایک نوعمر سیاح جارج اسٹیفنسن سنہ ۱۹۱۳ کے اوائل میں قطب شمالي کي سیاحت کیلیے طیار ہوا تھا، اور کنیڈا کي قومي انجمن جغرافیہ اور امریکہ کي مجلس تاریخ طبیعي نے اسکے تمام مخارج سفر اپنے ذمے لیلیے تھے - اسٹیفنسن کي یہ مہم سیاحت اس سلسلۂ تحقیقات کي تیسري مہم تھي، جس میں سے پہلي سنہ ۱۹۰۶ع میں مرتب ہوئي تھي، اور دوسري سنہ ۱۹۰۸ میں -

اسٹیفنسن نے "کارلوک" نامي ایک جہاز کا انتظام کیا، دو چھوٹي کشتیاں ساتھہ لیں، تین سال کي تمام ضروریات زندگي فراہم کیں، مختلف علوم و فنون کے ماہرین کي ایک مختصر جماعت کو معیت کیلیے منتخب کیا، اور جون سنہ ۱۹۱۳ع میں جزیرۂ وکٹوریا کے جنوبي ساحل سے روانہ ہوگیا -

اُن تمام سیاحتوں کیلیے جنکي منزل مقصود قطب شمالي ہو، سب سے پہلي منزل بحر بوفور (Beaufort) ہے - لیکن قبل اسکے کہ جہاز وہاں تک پہنچے، موسم نے نامساعدت کي، اور جاڑے کي فصل شروع ہوگئي - اب سب سے بڑي مصیبت ایک خاص طرح کي شمالي لہر تھي جس سے سال میں آٹھہ مہینے سطح سمندر بالکل مستور رہتي ہے - مجبور ہوکر اسٹیفنسن مع اپني جماعت کے ایک جزیرہ میں اُتر گیا اور موسم کا انتظار کرنے لگا - جہاز ساحل سمندر میں چار مہینے تک کھڑا رہا، لیکن جولائي سنہ ۱۹۱۴ع میں غرق ہوگیا -

یہ حال دیکھکر اسٹیفنسن کي جماعت میں سخت اختلاف پڑگیا - اکثر ساتھیوں نے ہمت ہاردي اور واپسي کا ارادہ کردیا - لیکن اسٹیفنسن اپنے عزم پر برابر قائم رہا اور مصائب سفر کي حکومت کنیڈا کو اطلاع دي - کنیڈا نے ایک دوسرا جہاز روانہ کیا جو جزیرہ ہرشل (Herschel) میں اسٹیفنسن سے ملاقي ہوا، اور وہ پھر از سرنو اپني جد و جہد سیاحت میں مشغول ہوگیا -

لیکن اب اسٹیفنسن نے اپني تحقیقات کے مقصد میں کسي قدر تبدیلي کردي - جزائر بحر بوفور کے قیام کے اثناء میں اسے خیال ہوا کہ سب سے پہلے شمالي الاسکا (Alaska) کي تحقیقات کرے، جسکے متعلق بعض سیاحوں نے بیان کیا ہے کہ اوقیانوس منجمد شمالي کے وسط میں ایک عمدہ زمین واقع ہے اور وہ آباد کي جاسکتي ہے -

۲۷ - اپریل کو اسٹیفنسن عرض شمالي کے ۷۳ درجہ اور طول غربي کے ۲۴۰ درجہ تک پہنچ گیا - یہاں اسپر بڑے بڑے مصائب آے - دو کے سوا تمام ساتھیوں نے رفاقت چھوڑ دي، اور ۱۳ رفیق نذر اجل ہوگئے - تاہم اس نے ہمت نہ ہاري اور سفر جاري رکھا - مگر ۷۴ درجہ تک پہنچکر زاد راہ نے بھي پیام اختتام سنایا - یہ مصیبت لا علاج تھي - مجبوراً بنکس (Banks) میں اتر پڑا جو ۳۰ میل راس پرنس البرٹ سے مغرب میں واقع ہے (قطب شمالي کو نقشہ میں نکالکر ایک نظر ڈال لیجیے)

فروري سنہ ۱۹۱۵ع میں شمال کي طرف مزید سیاحت شروع کي، اور بالآخر ۱۹ جون کي صبح کو اسکي منتظر آنکھوں کا ایک جدید سرزمین کے منظر بري نے استقبال کیا، جسکي تلاش میں برف و سرما کي تین مہلک فصلیں اسنے برداشت کي تھیں!

یہ نئي مکتشفہ زمین نقشہ میں عرض شمالي کے درجہ ۷۸، اور طول غربي کے ۱۱۷ درجہ میں واقع ہے، اور اسکا داخلي طول ۱۵۰ میل تک اندازہ کیا گیا ہے -

اسٹیفنسن تکمیل تحقیقات کے بعد واپس روانہ ہوا - نقطہ مارٹن (Marttin Pt.) تک تو اسکے ورود کي دنیا کو خبر ملي، لیکن اسکے بعد تمام گذشتہ سال انتظار و تجسس میں بسر ہوگیا اور کوئي مزید اطلاع نہیں ملي - یہانتک کہ عام طور پر اسکي ہلاکت کا یقین کر لیا گیا - لیکن گذشتہ نومبر میں یکایک ایک پیغامبر کنیڈا میں پہنچا، اور اس سے معلوم ہوا کہ اسٹیفنسن راس کلیٹ (C. Kellett) میں بخیریت موجود ہے، اور بعض دیگر علمي تحقیقات میں مشغول ہے -

اس جدید ارضي اکتشاف نے علماء فن کے آگے ایک نیا مبحث کھولدیا ہے - ارض جدید کي جیولوجي، نباتاتي، حیواني، اور مقناطیسي حالات و موثرات کے متعلق عرصہ تک بحث و نظر کا سلسلہ جاري رہیگا - بشرطیکہ یورپ کے موجودہ تمدن کي اتني عمر اور بڑھجاے، کہ وہ کرۂ ارضي کي اس نئي متاع یغما سے متمتع ہوسکے -

زمین کا جسقدر بحري و بري حصہ یورپ کے تصرف میں قدرت نے دیدیا تھا، کیا اسکو امن اور راحت دینے کے کام سے وہ فارغ ہوگیا ہے کہ اب اسکے چھپے ہوے چند ٹکڑوں پر بھي متصرف ہونا اور انکي خبروں سے فتح مندانہ مسرت حاصل کرنا چاہتا ہے؟

(اشتـــہار)

اکسیر اعظم یا زندگی کی بہار

(ایجاد کردہ عالیجناب حکیم حافظ ابو الفضل محمد شمس الدین صاحب)

—○:*:○—

"ایک سریع الاثر اور مجرب مرکب"

ضعف دماغ و جگر کیلیے یہ ایک مجرب اور موثر دوا ہے - خصوصاً ضعف مثانہ اور اُن مایوس کن امراض کیلیے جنکا سلسلہ بعض اوقات خودکشي تک مسلسل ہوتا ہے، ایک بے خطا اور آزمودہ مرکب ہے - صحت کي حالت میں اگر اسے استعمال کیا جاے تو اس سے بہتر اور کوئي شے محافظ قوت نہیں ہوسکتي -

قیمت في شیشي ۶ - روپیہ محصول ڈاک ۶ - آنہ

المشتہر: منیجر دي پرنانے مڈیکل اسٹورس فراہم صحت نمبر ۱۵/۱ رپن اسٹریٹ ڈاکخانہ ویلسلي - کلکتہ

احرار اسلام

الامر بالمعروف والنهی عن المنکر

تاریخ عہد عباسیہ کا ایک صفحہ

مسئلہ خلق قرآن اور مناظرۂ دربار مامون الرشید

علماء سلف کي حریۃ حقہ اور دعوۃ الی الحق کا ایک نظارہ

(۳)

(شیخ عبد العزیز کي بقیہ تقریر)

جوں جوں وقت گذرتا جاتا تھا ' شیخ کا جوش و خروش بڑھتا جاتا تھا - سارے دربار پر ایک بیخودانہ ہیبت طاري تھي - فرجوں کي قطاریں جسکے ترانے کیلیے نکالي گئي تھیں ' امراؤ رؤسا کا پر عظمت جلوس جسکي زبان کو گونگا اور عقل کو معطل کردینا چاہتا تھا ' خدام و حجاب کي برہنہ تلواریں جسکو سزا دینے اور ایک ادنی اشارہ شاہي پر قتل کردینے کیلیے چمک رہي تھیں ' اور جو ایک فقیر الحال اجنبي اور بیکس مجرم کی طرح بغداد کي کوتوالي میں کھڑا کیا گیا تھا ' حق کي شہنشاہي کو دیکھو کہ وہي شخص آج مامون اعظم کے دربار میں اسطرح پادشاہوں کي طرح غضبناک ہورہا اور شہنشاہوں کي طرح حکمراني کر رہا ہے ' گویا بغداد کے تخت پر مامون کي جگہہ اسکو بٹھا دیا گیا ہے ' اور ایوان دربار کے اندر اور باہر جو کچھہ ہے ' وہ مامون الرشید اعظم کیلیے نہیں ہے بلکہ عبد العزیز بن یحیی الکناني کیلیے ہے !

اور پھر دیکھو کہ ان چند لمحوں کے اندر کوئي چیز بھي نہیں بدلي - وہي مامون ہے ' وہي اسکا تاج و تخت ہے ' وہي اسکے ارکان و وزرا ہیں ' وہي نوجیں ہیں ' وہي انکي بے نیام تلواریں ہیں ' وہي مجلس مناظرہ ہے ' اور وہي عبدالعزیز کا جسم حقیر و وجود تنہا ' لیکن صرف ایک چیز بدل گئي - یعني عبدالعزیز کا دل اور اسکي ایمان و حق پرستي کي روح الہي - اس ایک حقیقت کے بدلنے کے ساتھہ ہي تمام کائنات جسم و طاقت میں بھي انقلاب عظیم ہوگیا - جو انسان قہر کیلیے تھے ' خود مقہور ہوگئے - جو زبانیں حکم کیلیے تھیں ' خود محکوم ہوگئیں - جو ہاتھہ عتاب کیلیے تھے ' خود معتوب ہوگئے - جو آنکھیں سحر و ساحري کیلیے تھیں ' خود مسحور ہوگئیں ' اور جو عظمتیں کسي سے سجدہ خواہ تھیں ' اب خود ہي کسي عظمت اعلی و رفعت کبری کے آگے سر بسجود ہوگئیں ! من لہ المولی فلہ الکل !

شیخ نے تقریر جاري رکھي اور خلافۃ اسلامي اور اسکے فرائض کي طرف متوجہ ہوے ' اور بکثرت قران حکیم کي آیات اور احادیث کي تصریحات بیان کرکے دکھلایا کہ مسلمانوں کے امیر کو کیسا ہونا چاہیے ' اور خلفاے عباسیہ علی الخصوص مامون الرشید کے اعمال کیسے ہیں ؟ پھر انھوں نے خلفاء راشدین اور عامۂ صحابہ کے اتباع کتاب و سنت اور اجتناب بدعات و محدثات کا حال بیان کیا ' اور اپنے شیوخ حدیث کے سلسلے سے چند حدیثیں روایت کیں ' جن میں خلافۂ راشدہ کے بعد فتنہ و فساد کے پیدا ہونے کی خبر دیگئي تھي ' اور بتلایا گیا تھا کہ نئے نئے اعتقاد مسلمانوں کے سامنے لائے جائینگے اور انکو کتاب و سنت کي راہ سے منحرف کرنے کي کوشش ہوگي -

شیخ نے اپنے جن شیوخ سے روایتیں کیں ' ان میں عبد اللہ ابن نمیر الھمداني بھي ہیں جو محمد بن عبد اللہ ابن نمیر الھمداني استاذ امام بخاري کے والد ہیں ' نیز عبد الرزاق الصغاني ہیں جو حضرۃ امام احمد ابن حنبل کے مشہور شیوخ میں سے ہیں -

شیخ نے رسالہ میں اپني پوري تقریر نقل کي ہے جو چار صفحوں میں آئي ہے - رسالہ کي جو نقل اس وقت پیش نظر ہے ' وہ فلسکیپ کاغذ کي تقطیع پر لکھا گیا ہے ' اور ہر سطر میں ۲۵ سطریں ہیں - لیکن بخوف طوالت بقیہ تقریر کو ہم نظر انداز کردیتے ہیں - تقریر کا خاتمہ ان الفاظ پر ہوا :

" اے امیر المومنین ! خدا تعالی نے ہم سے اپنے کلام کي نسبت صرف یہي اقرار چاہا ہے کہ وہ اللہ کا اُتارا ہوا کلام ہے جسکو روح الامین نے قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتارا اور اُسکي زبان عربي ہے جیسا کہ فرمایا : وانہ لتنزیل رب العالمین ' نزل بہ الروح الامین علی قلبک لتکون من المنذرین بلسان عربي مبین - اُس نے کہیں بھي ہم سے اسکا اقرار نہیں کرایا ہے کہ تم قرآن کو مخلوق کہو اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھي اس چیز کو مسلمانوں کے آگے پیش کیا - جب کبھي کوئي کافر مسلمان ہوتا تھا تو آپ اس سے اللہ کي وحدانیت کا اقرار لیتے ' اپني رسالت پر گواہي دلاتے ' اور ارکان اربعہ کي طرف دعوۃ دیتے ' لیکن یہ نہ کہتے کہ قرآن کو مخلوق تسلیم کرو - پھر تمام اصحاب رسول اللہ کا بھي یہي حال رہا ' اور با وجودیکہ ان میں سے بعض ان بدعتوں اور فتنوں کے آغاز تک موجود تھے ' اُنھوں نے کبھي بھي اُس حد سے باہر قدم نہیں نکالا جو قرآن و سنت نے قرار دیدي ہے - پس اے امیر المومنین ! تجکو کیا ہوگیا ہے کہ اُمۃ مرحومہ کیلیے رحمت ہونے کي جگہ عذاب بننا چاہتا ہے ؟ اور جب تک کوئي مومن قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار نہ کرے ' تیري تلوار سے نجات نہیں پاسکتا ؟ واللہ کہ یہ بدعتوں اور فتنوں کا وہي سیلاب ہے جسکے آمنڈنے کي ہمکو خبر دي گئي تھي ' اور جس سے اصحاب رسول اللہ نے ہمیشہ بیزاري کي تھي - گمراہوں اور بدعتیوں کا یہ تمام گروہ جو تیرے گرد جمع ہوگیا ہے اور تجکو صراط مستقیم سے بھٹکا رہا ہے ' کیا تیري نظر میں انکي دلیلوں کي اس سے زیادہ وقعت ہے جو رسول اللہ اور اُنکے اصحاب کو خدا نے دي ہے ؟ اگر توحید اور عدل یہي ہے اور خدا کي تمام صفتوں سے انکار کیے بغیر کوئي مومن مومن نہیں ہوسکتا ' تو کیا وہ سب کے سب مومن نہ تھے جو اگر مومن نہ تھے تو خود ہمارا ایمان بھي باقي نہیں رہتا ؟ "

اسکے بعد انہوں نے جہم بن صفوان کا ذکر کیا جس نے سب سے پہلے خلق قرآن اور نفي صفات کي بدعت ایجاد کي اور اپنے اساتذہ کے سلسلۂ روایت سے بیان کیا کہ بعض بقیۂ صحابہ نے کس طرح اس قول پر اظہار خشم کیا اور اسکو ایک بہت بڑا فتنہ قرار دیکر مسلمانوں کو اجتناب و احتراز کي وصیت کي - پھر کہا :

" صرف امر بالمعروف و نہي عن المنکر کا فرض تھا جس نے مجھے یہاں تک پہنچایا ' اور الحمد للہ ثم اللہ تعالی نے جو حق کا رفیق اور خدام حق کا ولي ہے ' مجھے تیري مجلس میں پہنچنے اور فرض حق ادا کرنے کي توفیق دیدي - میں نے جو کچھہ کہا ہے اگر حق ہے تو اسکي تصدیق کر' اور ان مفسدوں کا ساتھہ چھوڑ دے جو توحید کے نام سے شرک و ضلالت پھیلا رہے ہیں - اگر حق نہیں ہے تو اسکے بطلان پر کتاب و سنت سے دلیل لا ' اور مجھکو جھٹلا تاکہ میں اُس چیز کے حق ہونے کي راہ پا سکوں جسکو سلف میں سے کسي نے بھي نہ جانا - یہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کي سنت اور انکا طریق ہے کہ انہوں نے حجۃ پیش کي اور منکرین سے حجۃ طلب کي ' لیکن اے امیر المومنین ایک سنت ان لوگوں کي بھي ہے جنھوں نے راہ حجۃ و برہان میں اپنے کو ناکام پاکر جور و قہر کے دامن میں پناہ لي تھي' اور کہا تھا کہ : حرقوہ وانصروا الھتکم ان کنتم فاعلین - ابراہیم کو آگ میں جلادو' اور اسطرح اپنے معبودوں کي حمایت کرو جنکے معبود ہونے پر تم کوئي حجۃ نہیں لا سکتے - ان لوگوں کے پاس اپنے اعتقاد کي نصرت کیلیے حجۃ و دلیل نہ تھي' اسلیے وہ حضرۃ ابراہیم پر جور و قہر اور ظلم و ستم کرکے اپنے اعتقاد کو منصور و فتح مند کرنا چاھتے تھے - پس اگر دلیل و حجۃ کي سنت کي جگہ قہر و ظلم کي سنت پر تو عمل کریگا' تو یاد رکھہ کہ یہ ملۃ ابراہیمي کي سنت نہوگي ' ملۃ نمرودي کا اتباع ہوگا - با ایں ہمہ پیروان ابراہیم علیہ السلام اسکے لیے بھي طیار ہیں ' اور تو دیکھہ رہا ہے کہ اگر میں اسکے لیے طیار نہوتا تو اس مجلس تک نہ پہنچتا "

یاد ہوگا کہ جب عبد العزیز دربار میں پہنچا تھا تو ایک طرف سے آواز آئي تھي : " اس شخص کیلیے تو صرف یہي کہدینا کافي ہے کہ فتح اللہ وجھک - خدا کي قسم میں نے کسي شخص کو اس سے زیادہ بد شکل نہیں دیکھا " شیخ نے یہ جملہ سنا تھا مگر اُسوقت خاموشي اختیار کرلي تھي - اب وہ اسطرف متوجہ ہوے :

" اور اے امیر المومنین ! تو نے کہا ہے کہ میري خواہش مناظرہ کے پورا کرنے کیلیے آج کي مجلس منعقد ہوئي ہے' لیکن میں نے دربار میں آتے ہي سب سے پہلي آواز جو سني ' اسي سے معلوم ہوگیا کہ اس مجلس کے مناظرہ کرنے والوں کے علم و حجۃ کا کیا حال ہے ؟ اور کن دلیلوں سے وہ حق کا مقابلہ کرنا چاھتے ہیں ؟ پھر کیا وہي لوگ مجھسے مناظرہ کرینگے جنکے پاس سب سے بڑي دلیل بطلان حق کیلیے یہ ہے کہ مجھکو خالق کائنات نے رنگ اور چہرہ اچھا نہ دیا؟ اور میں انکي نگاھوں میں جمیل و حسین نہیں ؟ اے امیر المومنین ! میں تجھسے پوچھتا ہوں کہ یہ تمام نقش و نگار جو تیرے ایوان دربار کي دیواروں پر بنے ہوے ہیں اگر خوشنما نہوتے ' تو تو انکو ملامت کرتا یا انکے صناع اور صناع کے قلم کو؟ اگر تیري ملامت صناع تک پہنچتي تو کیا میرے جسم و چہرہ پر اعتراض کرکے انہوں نے صناع کائنات پر ملامت نہیں کي اور اسکي صناعت کو ذلیل نہیں ٹھہرایا؟ کیا یہي وہ توحید ہے جسکے یہ لوگ مدعي ہیں' اور جو کامل نہیں ہوسکتي جب تک کہ اللہ کے کلام منزل کو مخلوق نہ کہا جاے ؟ حضرۃ یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالی نے جمال جسم اور حسن خلقۃ عطا فرمایا تھا ' لیکن پادشاہ مصر نے جب انکو قید خانے سے نکالکر ملک و سلطنت عطا کي تو انہوں نے کہا : " اجعلني علي خزائن الارض اني حفیظ علیم" اے بادشاہ ! اپني سلطنت میرے سپرد کردے میں حفاظت کرنے والا اور صاحب علم ہوں - یہ نہیں کہا کہ " انـي حسن جمیـل " مجھے سلطنت دیدے کیونکہ میں حسین اور خوبصورت ہوں - "

(مامون کي محویت)

شیخ لکھتے ہیں :

" میں جب تک تقریر کرتا رہا ' مامون اسطرح ٹکٹکي لگاے میري جانب نگراں تھا ' گویا پتھر ہے ' جسمیں نہ تو ارادہ ہے نہ روح - اثناء تقریر میں کئي بار میں نے دیکھا کہ اُسکي آنکھیں تر ہوگئي تھیں' اور قریب تھا کہ آنسے آنسو بہہ نکلے - یہ حال دیکھکر تمام اھل دربار متحیر تھے' اور جبکہ وہ مامون سے حکم قتل کے منتظر تھے' تو انھوں نے دیکھا کہ شدت تاثر و محویت سے وہ خود ہي بیحال ہورہا ہے - ان میں سے ہر شخص حیرت و دہشت سے ہلاک ہوگیا کہ جو مامون مسئلہ خلق قرآن کے مخالفین کیلیے قتل و سلب کے سوا اور کچھہ نہیں رکھتا تھا ' وہ کس طرح صامت و ساکن بیٹھا ہے' اور جو کچھہ میں کہہ رہا ہوں سن رہا ہے ؟ حالانکہ وہ اللہ کي نصرت حق سے بیخبر تھے' اور نہیں جانتے تھے کہ سب کچھہ اُسي کے اختیار میں ہے اور وہ جو چاہے کر سکتا ہے " -

(مامون کي تقریر)

شیخ جب تقریر ختم کرچکے تو مامون الرشید کچھہ دیر تک خاموش رہا - پھر کہا :

" اے عبـد العزیـز ! اللہ تجھپر رحم کرے - تو نے جو کچھہ کہا میں نے سنا' اور جن جن چیزوں کو تو نے میري طرف نسبت دي ' ان کیلیے میں نے اپنے نفس کا احتساب کیا - الحمد للہ کہ میں انسے بري ہوں - میں بندگان خدا پر ظلم نہیں کرنا چاھتا' بلکہ انکو حق اور توحید کي طرف بلاتا ہوں جسکو دلیل و برہان اور کتاب اللہ نے مجھپر ظاھر کیا ہے - با ایں ہمہ یقین کر کہ میرا حلم میرے غضب پر غالب آئیگا ' اور خدا کي قسم' میں تیري سختي اور درشتي کي وجہ سے اپنا انتقام تجھسے نہ لونگا' بلکہ تیري دلیلوں کو سنونگا اور تیرے براھین کو وزن کرونگا - مجھپر ظاھر ہوگیا کہ تو حق کي غیرت رکھتا ہے اور اسکے لیے بے باک ہے - تو نے اپنے گھر کو دنیا کیلیے نہیں چھوڑا بلکہ اُس چیز کیلیے چھوڑا جسکو تو حق یقین کرتا ہے - پس تیري حمیت حق اسکي مستحق ہے کہ تیري عزت کي جاے' اور تیري کوئي سختي مجھکو اس اعتراف سے نہیں روک سکتي - میرا تیرا معاملہ اب صرف حق و باطل کا ہے - اگر تیرے پاس حجۃ ابراھیمي ہے تو پیش کر جسکي پیروي کیلیے تو یہاں تک آیا ہے' اور جب تک تو قرآن کي اس شہادت اور عقل صریح کي اُس دلیل کو نہ جھٹلادے جو قران کو مخلوق ثابت کرتي ہے' اس وقت تک تجھے حق نہیں ہے کہ اپنے آپکو حجۃ ابراھیمي کا پیرو ثابت کرے - حجۃ ابراھیمي یہ تھي کہ جب منکر خدا نے اُس سے جھگڑا کیا تو حضرۃ ابراھیم نے کہا : " اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے' اگر تجھکو اس سے انکار ہے تو تو مغرب سے نکال دیکھہ " یہ حجۃ ایسي تھي جسکو عقل نے پہچانا اور مشاھدہ و حس نے اسپر گواھي دي - پس تو بھي حجۃ لا ' اور صاحبان علم و حجج سے مناظرہ کر "

مامون کے آخري الفاظ یہ تھے :

و قد جمعت المخالفین	" اور میں نے تیرے مخالفین کو جمع
لك لتناظرھم بیـن	کیا تاکہ تو انسے میرے سامنے مناظرہ
یدي' واکون انا الحاکم	کرے' اور میں بمنزلہ ایک حاکم کے تم
بینکـم ' فان تبیـن	دونوں فریق کیلیے ہوں (یعني خود

الحجـة لك عليهـم والحـق معـك ' اتبعنا ك ' و ان تـكن الحجة لهـم عليك ' عاتبنا ك -

کوئي فريق نه بنوں) پس مناظره کر - اگر تيري حجة تيرے مخالفين پر واضح هوگئي اور حق تيرے ساتهه ثابت هوا تو هم تيري پيروي کرينگے ' اور اگر تو حجة نه لاسکا اور حق نے تيرے مخالفين کا ساتهه ديا ' تو پهر تيرے ليے اسکي سزا هے "

(آغـاز منـاظره)

شيخ نے مناظره کيليے پوري آمادگي ظاهر کي ' اور مامون نے بشر مريسي رئيس معتزلهٔ عهد کو حکم ديا که مناظره شروع کرو -

بشر اپني جگه سے اٹهکر مامون کي نشست کے قريب آيا ' اسکي تمام جماعـت اسکے ساتهه تهي - مامون نے خود هي فيصله کرديا تها که دليل بشر پيـش کريگا اور شيخ جواب ديگا - خارج از موضوع کوئي بات نهيں کي جائيگي - دلائل کا تمام دار و مدار صرف قران کي اندروني شهادت پر هوگا ' اور هر فريق پورے ضبط و سکون اور کشاده دلي کے ساتهه مخالف کي تقرير سنيگا - مامون نے دونوں فريق کو مخاطـب کرکے اس بارے ميں جو تقرير کي ' وه نهايـت وقيع هے ' اور گويا اداب مناظره پر ايک بهترين درس هے - جس قدر حصه شيخ نے اپني رساله ميں نقل کيا هے ' هم کسي دوسري صحبت ميں اسکا ترجمه کرينگے -

اب مناظره شروع هوا - بشر يکے بعد ديگرے قران کريم کي آيات پيش کرتا ' اور شيخ اسکا جواب ديتے - پهر رد و جواب الجواب کا سلسله جاري هوتا - شيخ نے حرف بحرف تمام مناظره نقل کيا هے اور پورے شرح و بسط اور انصاف و عدالة کے ساتهه مخالف کي تمام دليلوں اور تقريروں کو بهي قلمبند کيا هے -

افسوس که هم اس منـاظره کو نقـل نهيں کرسکتے ' کيونکه بهت طول طويل هے اور رساله کے اوراق کا بڑا حصه اسي پر مشتمل هے - نيز زياده تر خالص علمي دلائل و مباحث سے تعلق رکهتا هے جسکے مطالعه ميں عام قاريين البلاغ کيليے کوئي دلچسپي نه هوگي - عموماً جو دلائل کتب کلام و عقائد و اختلاف ميں مسئلهٔ قدم و خلق قرآن کے متعلق نظر آتے هيں ' وهي فريقين کي طرف سے پيش هوے ' اور هماري موجوده صحبت کا موضوع مسئلهٔ خلق قرآن نهيں بلکه علماء سلف کے امر بالمعروف و نهي عن المنـکر کا ايک نظاره دکهلانا هے -

بشر مريسي کے طرف سے جسقدر آيتيں قرآن حکيم کي پيش کي جاتي تهيں ' اسکے جواب ميں خود قرآن هي سے عبد العزيز استشهاد لاتے اور ثابت کرديتے که ان آيات کو خلق قرآن سے کوئي تعلق نهيں -

اسي سلسله ميں حروف و اصوات کي بحث نکل آئي - جهم بن صفوان نے اگرچه نفي صفات کي بنا پر خلق قران کا دعوي کيا تها ' ليکن بشر مريسي کا اعتقاد اشاعره کے اعتقاد سے اقرب تها - وه زياده تر حروف و اصوات عربيه کے حدوث و خلق پر زور ديتا ' اور "کلام الله" اور " قران عربي " ميں تفريق کرکے اُس قران کے خلق و حدوث کو قطعي قرار ديتا ' جو عربي زبان ميں هم پڑهتے اور لکهتے هيں - ليکن شيخ عبد العزيز نے ثابت کيا که جو قرآن اُتارا گيا وه عربي ميں تها ' جيساکه جا بجا فرمايا : انا انزلناه قرانا عربيا - يا کها: بلسـان عربي مبين - پس وه چيز جو عربي زبان ميں اُتري تهي اگر عربي تهي ' تو قطعاً عربي کے حروف و اصوات هي ميں تهي ' انسے مجرد نهيں هوسکتي ' اور وهي کلام الله هے - پس کلام الله عربي ميں اُترا ' اُسي کو رسول نے تلاوت کيا ' اور وهي هماري زبانوں سے بهي نکلتا هے - کوئي دوسري چيز نهيں هے -

(فتح و شکست کا آخري ميدان)

سلسلهٔ بحث بڑهتا جاتا تها ' اور مامون کا يه حال تها که کبهي شيخ کے حسن جواب کي داد ديتا ' اور کبهي بشر کے استدلال و استشهاد سے خوش هوتا که يکايک بشر نے کها :

" ميں اپنے اور تمام دلائل و براهين کو خود هي چهوڑ ديتا هوں ' کيونکه اسطرح رد و کد ميں کوئي نتيجه نهيں نکلے گا - اب صرف ايک سوال کرتا هوں ' اسکا جواب دو - تمام بحث کا ابهي خاتمه هوجائيگا اور حق کے اعتراف کے بغير تم کوئي راه نجات اپنے سامنے نه پاوگے "

يه کهکر اس نے سوال کيا :

" قران نے صدها مقام پر الله کو خالق کل شي کها هے ' يا نهيں يعني خدا هر چيز کا خالق هے ؟ "

شيخ نے کها : " هاں وهي هر شے کا خالق هے "

بشر نے کها : " قران بهي "شے" هے يا نهيں ؟ "

شيخ نے کها : "پہلے "شے" کي حقيقت سن لو پهر جواب مانگو"

بشر زياده تيز هوکر بولا : " ميں اور کچهه سننا نهيں چاهتا ' پہلے ميرے سوال کا جواب دو - قران بهي " اشياء "ميں داخل هے يا نهيں ؟"

شيخ نے پهر کها : " تمهارا طرز سوال هي غلط هے - اسميں دهوکا هے - تم کو چاهيے که صبر و ضبط کے ساتهه پہلے ميري تقرير سن لو "

بشر نے کها : " تقريريں بهت هوچکيں ' امير المومنين کو نتيجهٔ مناظره کا انـتظار هے - اب اور کسي تقرير کي ضـرورت نهيں - تم ميرے سوال کا جواب دو "

شيخ نے پهر جواب سے اعراض کيا - اسپر بشر نے مامون سے کها : " يا امير المومنين ! حاکم کا فرض عدل و انصاف هے - آپ حکم هيں - اگر عبد العزيز حجة رکهتا هے تو سوال کا جواب کيوں نهيں ديتا ؟ "

يه حالت ديکهکر محمد بن جهم معتزلي نے پکارا : "ظهر امر الله و هم کارهون ! " بشر کے گروه ميں سے ايک اور شخص اُٹهکر کهڑا هوگيا اور چيخ کر کها : "يا امير المومنين ! جاء الحق و زهق الباطل - ان الباطل کان ذهوقا " شيخ عبد العزيز لکهتے هيں که خود بشر بهي اپنا جوش و تعصب نه روک سکا اور بار بار کهنے لگا : " و لکن قعد حمار الشيخ علي القنطره " يعني بالاخر شيخ کا گدها پل ديکهکر بيٹهه گيا ' اور آگے نه بڑهسکا !

شيخ کا اعراض ديکهکر مجلس کو يقين هوگيا که شيخ کے پاس اس دليل کا کوئي جواب نهيں اور اس نے تلوار رکهدي - اگر وه تسليم کرتا هے که قران بهي شے هے اور اشياء ميں داخل ' تو لازمي طور پر ماننا پڑتا هے که الله هر شے کا خالق هے اور هر شے مخلوق هے - پس قران بهي مخلوق هے - اگر نهيں مانتا تو عقل و بداهت سے انکار کرتا هے کيونکه يه ظاهر هے که قران بهي اشياء ميں داخل هے - يه کسي طرح نهيں کهه سکتے که وه شے نهيں - اگر شے نهيں تو کيا هے ؟

خود مامون الرشيد کا بهي يهي خيال تها - اسے يقين هوگيا تها که شيخ عبد العزيز بالکل بے بس هوگيا هے ' اسي ليے جواب سے بچنا چاهتا هے - اس نے پهلي دفعه غضبناک هوکر شيخ سے کها : " يا عبد العزيز ! تجهے کيا هوگيا هے ' کيوں سوال کا جواب نهيں ديتا ؟ "

(اعـــلان حـــق)

شيخ لکهتے هيں که " فی الحقيقت اس وقت ميں کشمکش ميں مبتلا هوگيا تها ' اور صاف نظر آتا تها که قران نے " شے " ماننے کے ساتهه هي يه سب لوگ شور مچاديںگے که قران کا مخلوق هونا ثابت هوگيا - ليکن مامون کے غضب ناک هوتے هي الله نے ميري مدد کي ' اور يکايک راه کاميابي دکهلادي "

شیخ نے کہا : " مجھکو جواب دینے سے انکار نہیں ' لیکن جس طریق سے سوال ادا کیا ہے ' اسمیں ایک سخت دھوکا اور فساد ہے اسلیے میں چاہتا ہوں کہ اسے صاف کرنا چاہتا تھا - با ایں ہمہ اگر امیر المومنین کو اسمیں اصرار ہے تو اچھا ' میں تسلیم کرلیتا ہوں کہ قران بھی اشیاء میں داخل ہے "

یہ اقرار سنتے ہی بشر اچھل پڑا ' اور بشر اور مامون الرشید ایک ساتھہ بول اٹھے :

" اگر قران بھی اشیاء میں داخل ہے تو قران کہتا ہے کہ اللہ تمام اشیاء کا خالق ہے اور تمام اشیاء مخلوق ہیں ' پس قران کو بھی تم نے مخلوق تسلیم کرلیا "

شیخ نے گرج کر کہا :

" ہرگز نہیں ! اس سے یہ کبھی لازم نہیں آتا - قران کہتا ہے : و یحذرکم اللہ نفسہ یعنی اللہ تم کو اپنے " نفس " سے ڈراتا ہے - اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کا بھی نفس ہے - اور پھر قران کہتا ہے کہ کل نفس ذائقۃ الموت ہر نفس کیلیے ضرور ہے کہ وہ موت کا مزہ چکھے - پس اگر اشیاء میں قران داخل ہوکر مخلوق ہوگیا ' تو کیا خدا بھی " کل نفس " میں داخل ہوکر اور نفس ہوکر موت کا مزہ چکھے گا ؟ "

شیخ عبد العزیز کا یہ کہنا تھا کہ تمام مجلس پر سناٹا چھا گیا ' اور ایسا معلوم ہوا ' گویا یہ الفاظ نہیں تھے ' ایک بجلی تھی جو یکا یک کوند گئی ' اور تمام نگاہوں کو خیرہ اور دلوں کو دھلا گئی - خود بشر مریسی مبہوت ہوکر دیکھتے کا دیکھتا ہی رہگیا ! فوقع الحق و بطل ما کانوا یعملون -

یا تو مامون الرشید غضب ناک ہوکر شیخ سے جواب طلب کررہا تھا اور اسے خلق قران کے اعتراف پر مجبور سمجھتا تھا ' یا بے اختیار ہوکر عبد العزیز کے جواب پر وجد کرنے لگا ' اور پکار پکار کر کہنے لگا " معاذ اللہ ! معاذ اللہ !! خدا کی ذات موت سے بری ہے ! "

(خاتمہ)

بشر مریسی نے اپنے آخری سوال کو مناظرہ کا خاتمہ قرار دیا تھا - شیخ نے بھی اسکا جواب ایسا ہی دیا - وہ مناظرہ کا خاتمہ اور حجۃ کا اعلان آخری تھا !

مامون الرشید نے حکم دیا کہ مناظرہ ختم کیا جاے ' اور عبد العزیز سے مخاطب ہوکے کہا :

" اگرچہ اس مسئلہ کا فیصلہ ہماری آجکی صحبت میں نہ ہوسکا ' لیکن اسمیں کوئی شک نہیں کہ تو نے اپنے مخاطب کا کامیابی کے ساتھہ مقابلہ کیا ' اور اسکی کسی دلیل کے آگے میں نے تجھے عاجز نہ پایا - تیری فضیلت علمی پر تیرے جوابات گواہ تھے - تیری جرات و ثابت قدمی تیری فضیلت کا اصلی جوہر ہے - تو نے جس بے خوفی و بے جگری سے میرے حضور میں زبان کھولی اور جسطرح میرے جلال و غضب اور موت و ہلاکت کے خوف سے بے پروا ہوکر تقریر کی ' واللہ کہ میں اسکی قدر کرونگا ' اور تیری درشتی و تلخ گوئی کو اپنی قدر دانیوں اور حلم سے تھکا دونگا - میرے طرف سے تیرے لیے امن اور اعزاز و اکرام کا فرمان ہے - اور تیرا جوہر استعداد اسکا مستحق ہے کہ میری مجلس علم کا ندیم ہو - تو اب مدینۃ السلام میں قیام کر اور ہر بدھہ کے دن میری صحبت علمی میں شریک ہو "

شیخ لکھتے ہیں : " اسکے بعد مامون الرشید نے حکم دیا کہ دس ہزار درہم میری قیام گاہ پر بھیجدیا جاے - نیز قیام کیلیے ایک سجا سجایا محل سرکاری بھی مرحمت ہو - پھر تلوار کی نیام پر ہاتھہ رکھا جو مجلس کی برخاستگی کا اشارہ تھا - تمام اہل دربار اٹھہ کھڑے ہوے - میں جب رخصت ہونے لگا تو مامون مسکرایا اور کہا " آج تو نے اپنے بڑے ہی طاقتور حریف پر فتح پائی "

اسکے بعد لکھتے ہیں :

" میں جب دربار سے نکلا تو تمام لوگوں کو راستوں ' دکانوں ' اور کوٹھوں پر چشم براہ پایا - لوگ منتظر تھے کہ میری اس جرات کا کیا نتیجہ نکلتا ہے ؟ جب انھوں نے دیکھا کہ میں نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھہ واپس جا رہا ہوں اور مجلس مناظرہ میں کامیاب رہا ہوں تو انکی حیرت اور خوشی کی کوئی حد نہ رہی - لوگ ہر طرف سے مبارکباد دینے اور ارباب حق کی فتح پر خوشیاں منانے کیلیے ہجوم کرتے ' اور مجھسے مصافحہ کرنے کے واسطے اپنی جانوں کو تہلکہ میں ڈالتے - حتی کہ جوش خلائق اور شدت ہجوم سے میں عاجز آگیا اور گھر تک پہنچنا دشوار ہوگیا - "

" اسکے بعد جب تمام علماء شہر و امصار کو واقعات مناظرہ کی خبر ملی تو اس غیر متوقع تائید غیبی پر سجدۂ شکر بجا لاے ' اور اس ایک نمونے نے ہزاروں زبانوں کو یکایک کھول دیا - جو خوف جان و مال سے اظہار حق نہیں کرسکتے تھیں ' پہلے مامون کے غضب و صولت کو دیکھکر کسی کو جرات نہیں پڑتی تھی - لیکن اب لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ اگر جرات و ثابت قدمی کے ساتھہ حق کا اعلان کیا جاے ' تو اللہ کی نصرت کبھی ساتھہ نہیں چھوڑتی اور ہر شخص کامیابی حاصل کرسکتا ہے "

" صبح سے لیکر شام تک میرا مکان لوگوں سے بھرا رہتا اور وہ مجلس مناظرہ کے حالات پوچھتے - میں روایت کرتے کرتے تھک گیا - یہاں تک کہ خبر دور دور پھیل گئی اور حجاز و شام تک سے لوگ دریافت کرنے کیلیے آنے لگے - تب عاجز آکر میں نے چاہا کہ اس مناظرہ کے واقعات قلمبند کردوں تاکہ ہر شخص اسکو پڑھکر حق کی فتح اور باطل کے خذلان کی سرگذشت معلوم کرلے "

(استدراک)

(۱) شیخ نے اپنی تقریر کے ابتدائی حصہ میں (جو البلاغ کی گذشتہ اشاعۃ میں نکلا ہے) کہا ہے : " خدا نے مسلمانوں سے خلق قران کا اقرار نہیں کرایا لیکن ایک انسان کراتا ہے (یعنی مامون) جو ہارون کے گھر میں پیدا ہوا اور ہارون ہادی کا بیٹا تھا "

شیخ کے رسالہ میں ایسا ہی لکھا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے - خلیفہ ہارون الرشید ہادی کا بیٹا نہیں ہے بلکہ ہارون اور ہادی دونوں محمد بن منصور ملقب بہ مہدی کے بیٹے ہیں - مہدی کے بعد تیرہ ماہ تک ہادی تخت نشیں رہا - اسکے بعد ہارون الرشید خلیفہ ہوا - غالباً یہ کتابت کی غلطی ہے -

(۲) تقریر میں انھوں نے کہا : " تم سے پہلے ائمۂ جور نے جو کچھہ کیا ' اللہ نے اسکے لیے تم کو کھڑا کردیا " یہ اشارہ بنو امیہ کی طرف تھا جنکو ہلاک کرکے آل عباس نے اپنی حکومت قائم کی -

(۳) اس سرگذشت کو ہم نے نہایت تفصیل سے لکھا تاکہ ہمارے موجودہ عہد کے علماء ' سلف کے ان واقعات کو پڑھیں اور عبرت پکڑیں - امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دعوۃ و تبلیغ حق ہی وہ اصلی و حقیقی فرض ہے جو اسلام نے علماء کے سپرد کیا ہے ' اگر اس فرض سے انکا علم و عمل خالی ہے تو انکو یقین کرنا چاہیے کہ انھوں نے اپنی ہستی مٹادی اور راستے کے پتھر اور جنگل کی گھانس انسے زیادہ قیمتی ہے -

الاصـــلاح والافســـاد

(ان ارید الا " الاصلاح " ماستطعت !)

(۲)

(بعض جزئیات نتـائج افســـاد)

(۱) بنو اسرائیل نے احکام توراۃ کي مخالفت کي ' اور خدا کي زمین میں عدل و اصلاح کي جگہ عصیان و فساد پھیلایا - بخت نصر آرتا اور پامال کردیا ' کیونکہ افساد کا آخري نتیجہ یہي ہے :

و قضینا الی بني اسرائیل فی الکتاب لتفسدن في الارض مرتین' و لتعلن علوا کبیرا - فاذا جاء وعد اولاھما بعثنا علیکم عبادا لنا اولی باس شدید - فجاسوا خلال الدیار و کان وعـــدا مفـعولا - (اســـرائیل : ۴)

ہم نے بني اسرائیل کیلیے کتاب میں فیصلہ کردیا تھا کہ تم لوگ دوبار زمین میں فساد پھیلاؤ گے' اور بڑي ہي حد درجہ کي سرکشي کروگے' سوجب پہلا عہد فساد کا آیا تو ہم نے تمہارے آوپر اپنے طاقتور و جنگ آزما بندے بھیجدیے جنھوں نے تمام شہر کو اجاڑ دیا ' اور خدا کا وعدہ پورا ہونے والا تھا -

(۲) ایک قوم نے احسان کي ناشکري کي' اور آنحضرت کے اونٹوں کا گلہ لوٹ لیا ' چرواھوں کو قتل کردیا ' اسلام لاکر پھر مرتد ہوگئي - قرآن حکیم نے اس افساد کي سزا مقرر کي' اور اونکو وہ دیگئي:

انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ و یسعون في الارض فســـادا ان یقـتلوا او یصلبوا او تقـطع ایدیھم و ارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض - (مائدہ : ۳۷)

اونلوگوں کي سزا جو خدا اور خدا کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں' یہ ہے کہ قتل کردیے جائیں ' یا پھانسي پر لٹکیں ' یا اونکے ہاتھ پانوں الٹے کاٹدا لے جائیں ' یا جلا وطن کردیے جائیں -

(۳) اللہ تعالے مصلحین کي جماعت کو بتدریج بڑھاتا ہے' اور مفسدین کي جمعیت کو بتدریج توڑتا گھٹاتا ' اور پھر بالکل مٹا دیتا ہے - البتہ اس تدریج عروج و زوال کي رفتار مختلف ہوتي ہے :

و اذکروا اذ کنتـم قلیلا فکثرکم و انظـــروا کیف کان عاقبـــة المفسدیـــن (اعراف ۸۵)

اور یاد کرو کہ جب تم تھوڑے تھے' تو خدا نے تمکو زیادہ کردیا ' اور ساتھ ہي دیکھو کہ مفسدین کا کیسا انجام ہوا ؟ ادھر تم بڑھتے گئے ادھر وہ گھٹتے گئے !

(۴) فرعون نے خدا کي زمین میں استکبار کیا ' ایک قوم کي آزادي سلب کرلي ' اوسکي قوت کو برباد کردیا ' اسکو غلاموں کي طرح اپنا محکوم رکھنا چاھا' یہ عمل فساد تھا ' پس اسکا لازمي نتیجہ نکلا اور اسکي تباھي کا وقـــت آگیا - آخري وقت آنکھ کھلي ' مگر اب وقت گذر چکا تھا :

الان و قد عصیت قبـل و کنت من المفسدیـن (یونس : ۹۱)

اے فرعون اب تو خدا کے آگے جھکنا چاھتا ہے حالانکہ پہلے سرکشي کرچکا ہے اور زمین کے مفسدوں میں سے تیرا وجود بھي تھا !

(۵) اسي طرح اور بھي متعدد گذشتہ قومیں تھیں' جنکا مایہ خمیر فساد تھا ' اللہ تعالی کے حکم سے کوئي زلزلہ کے ساتھہ پیوند خاک ہوگئي :

و اخذت الذین ظلموا الصیحة فاصبحـــوا فـــي دیارھـــم جثمین -

جنلوگوں نے ظلم کیا تھا' اونکو عذاب الہي کي کڑک نے پکڑ لیا ' اور وہ اپنے گھروں میں بیٹھے کے بیٹھے ھي رہگئے -

کسي کو ہوا اپنے ساتھہ اڑا لے گئي :

فارسلنا علیھم ریحا صرصرا في ایام نحسات لنذیقھم عـــذاب الـخـــزي في الحیوة الدنیا -

ہم نے اون پر آندھي بھیجي انکي نامبارکي کے دنوں میں' تاکہ ہم اونکو دنیا میں ذلت و نامرادي کا عذاب چکھادیں -

کسي کو پاني اپنے ساتھہ بہا لیگیا :

حتـــی اذا جـــاء امرنا و فار التنـــور

یہاں تک کہ جب ہمارے قانون عذاب کا وقت آگیا اور تنور نے جوش مارا -

دیکھو' جزاء و سزا میں کسقدر مناسبت ہے ؟ فساد عدم ہے ' یہ قومیں بھي معدوم ہوگئیں - افساد نتائج' اصلاح کو مٹاتا ہے ' یہ قومیں بھي مٹ گئیں - کما تدین تدان -

(بعـــض جزئیات نتائج اصـــلاح)

لیکن اعمال صالحہ کي حالت اعمال مفسدہ سے بالکل مختلف ہے - وہ زندگي اور طاقت و صحت ہیں ' اسلیے زندگي ھي کے نتائج کا اون سے ظہور ہوتا ہے - وہ روشني ہیں' اسلیے روشني ھي کے تمام آثار و علائم اپنے ساتھہ رکھتے ہیں - اسي بنا پر اللہ تعالی نے اعمال صالحہ سے زیادہ اعمال صالحہ کے نتائج و آثار کا ذکر کیا ہے :

(۲) ارباب اصلاح جو کام کرتے ہیں ' صرف اپنے نور ایمان کي ہدایت سے کرتے ہیں' اونکو ترغیبات کي ضرورت نہیں ہوتي:

ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات یھدیھم ربھـم بایمانھـم تجـــري من تحتھم الانھار في جنت نعیـم (یونس ۹)

جو لوگ اللـہ پر ایمـان لائے اور صالح اعمال اختیار کیے تو اللہ انکے ایمان کي روشني کو انکے لیے شمع ہدایت بنا دیتا ہے - انکے لیے نعمتوں کي جنة ہے' اور اسکي نہروں کي روانی کا عیش نظارہ !

نیکي و بدي اور فساد و صلاح میں یہي فرق ہے جسکو خدا نے اجمالاً بیان کیا ہے - ہر بدي کے اندر ترغیبات کا ایک ذخیرہ چھپا رہتا ہے جو نفس امارہ کو اپني طرف بلاتا ہے ' لیکن نیکي نہایت سادہ صورت میں نمایاں ہوتي ہے' کیونکہ وہ انسان کي فطرة اصلي ہے اور فطرة کا ہر جمال سادہ ہوتا ہے-

(۳) مصلحین ہر شخص سے جھک کے ملتے ہیں' تکبر و غرور سے اونکو نفرت ہوتي ہے ' استکبار اون سے چھو نہیں جاتا :

ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات و اخبتوا الی ربھم اولئـك اصحـــب الجنة ھم فیھا خلدون - (ھود : ۲۵)

جو لوگ ایمان لائے' صالح اعمال اختیار کیے' اور اپنے پروردگار کیلیے عاجزي کي' سو یہي لوگ "اصحاب الجنة" ہیں جو اپني حیاة بہشتي میں ھمیشہ شاد و خرم رہینگے !

" اخبات " یعنی عاجزي و تواضع اگرچہ خود عمل صالح میں داخل ہے اور اسلیے مستقل حیثیت سے اسکے ذکر کي ضرورت نہ

تھي ' ليكن قرآن حكيم كا طرز خطاب يه هے كه وه عام كے بعد خاص كو مستقلاً بيان كرتا هے ' جس سے اوسكا اهتمام شان واضح كرنا مقصود هوتا هے - چنانچه تم كو معلوم هے كه عام نمازوں كے بعد صلواة وسطى كا ذكر مستقل طور پر كيا گيا حالانكه احكام نماز ميں نماز كي هر شكل ' هر قسم ' اور هر طريق داخل تها - اسي اصول كي بنا پر خدا نے انبياء كا ذكر بهي يهاں مستقلاً كيا هے -

۴) مصلحين كے اعمال كبهي ضائع نهيں هوتے - عمل صالح كا بيج ابهي بهي سوكهل نهيں سكتا - وه قطعاً پهليگا اور قطعاً پهل لائيگا -

ان الذين آمنوا و عملوا الصالحات انا لا نضيع اجر من احسن عملا (كهف : ۲۹)

جو لوگ ايمان لائے اور عمل صالح كيا ' تو انكو همارا يه قانون معلوم هو جانا چاهيے كه هم عمل صالح كرنے والے كے اجر اور مكافات كو كبهي ضائع نهيں كرتے -

زنا سينكڑوں بچوں كو ضائع كرديتا هے ' ليكن نكاح اپنے نتائج اپني گود ميں ديكهتا هے -

(۵) مصلحين ميں هميشه باهم محبت و يگانگي هوتي هے باهمي پهوٹ اور نفاق صاحب اصلاح گروه ميں نهيں هو سكتا :

ان الذين آمنوا و عملوا الصالحات يجعل لهم الرحمن ودا - (مريم : ۹۶)

جو لوگ ايمان لائے اور عمل صالح كيا ' سو قريب هے كه خداے رحمن انكے ليے محبت كا دروازه كهولديگا -

ليكن عمل فاسد كا نتيجه صرف بغض و عداوت هے :

فاغرينا بينهم العداوة والبغضاء الى يوم القيمة (مائده : ۱۷)

هم نے قيامت تك كيليے اقوام نصارى كے درميان بغض و عداوت كي آگ بهڑكا دي -

انما يريد الشيطن ان يوقع بينكم العداوة والبغضاء في الخمر و الميسر ويصدكم عن ذكر الله و عن الصلوة فهل انتم منتهون ؟

شيطان چاهتا هے كه تمهارے درميان شراب نوشي و قمار بازي كے ذريعه بغض و عداوت ڈالدے ' اور تم كو ذكر خدا اور نماز سے روكدے ' تو كيا تم باز نهيں آوگے ؟

(۶) مصلحين كي ايك بهت بڑي خصوصيت يه هے كه وه عدل الهي كے قيام كيليے اپني تمام قوتوں كو وقف كرديتے هيں ' اور جب كبهي اُن پر ظلم كيا جاتا هے تو پتهر اور گهانس كي طرح بيحس و حركت نهيں پڑے رهتے بلكه انسان كي طرح اُٹهتے هيں اور ظالموں سے انكے ظلم كا بدله ليتے هيں تاكه ظالم كو سزا ملے اور عدل قائم هو - اس بارے ميں انكا ارادہ اور فعل دونوں يكساں هوتا هے - جيسا كهتے هيں ويسا هي كركے دكهاديتے هيں - انكي زندگي كي بنياد ارادہ نهيں بلكه عمل هوتا هے :

انهم يقولون ما لا يفعلون الا الذين آمنوا و عملوا الصالحات و ذكروا الله كثيرا و انتصروا من بعد ما ظلموا (شعراء : ۲۲۷)

ان مفسدوں كا يه حال هے كه جو كچهه زبان سے كهتے هيں اسكے خلاف عمل كرتے هيں - البته وه لوگ جو الله پر ايمان لائے ' عمل صالح كيا ' زياده سے زياده الله كے ذكر ميں لگے رهے ' اور ظلم كا بدله لينے ميں فتح مندي حاصل كي ' بعد اسكے كه انپر ظلم كيا گيا تها اور وه مظلوم تهے - سو انكا حال ايسا نهيں هے -

ليكن اگر كسي نے ظالم كي حمايت كي ' يا اوسكے ظلم پر خاموش رها ' يا خاموش رهنے كي هدايت كي ' تو وه مفسد هے - كيونكه وه عمل فاسد كي اعانت كرتا هے -

(۷) مصلحين كي ايك خصوصيت يه هے كه انكا اعتماد صرف الله پر هوتا هے ' پس وه صبر كرتے هيں اور صبر كے معني كسي عمل اور كاميابي كي راه ميں مشكلوں كے برداشت كرنے اور قرباني كے هيں :

الذين صبروا و على ربهم يتوكلون (عنكبوت : ۵۸)

جن لوگوں نے صبر كيا اور جو خدا هي پر بهروسا ركهتے هيں -

(۸) مصلحين معاملات ميں نهايت ديانت دار هوتے هيں - شركت كے كاموں كو نهايت ايمانداري سے انجام ديتے هيں ' مشتركه چيزوں پر خود قابض نهيں هو جاتے بلكه دوسرونكو بهي مداخلت كا موقع ديتے هيں :

و ان كثيرا من الخلطاء يبغي بعضهم على بعض الا الذين آمنوا و عملوا الصالحات و قليل ما هم (ص : ۲۳)

اور بهت سے ساجهے كا كام كرنے والے ايك دوسرے پر زيادتي كرتے هيں ' مگر وه لوگ جو ايمان لائے اور عمل صالح كيا ' تو انكا شيوه عدل اور ديانت داري هے - البته ايسے لوگ تهوڑے هيں -

(۹) خدا مصلحين كي دعا قبول كرتا هے ' انكي پكار كبهي مردود نهيں هوتي - اور اونكے مال و دولت كو بڑهاتا هے :

و يستجيب الذين آمنوا و عملوا الصالحات ' و يزيدهم من فضله (شورى : ۲۷)

اور جو لوگ ايمان لائے اور عمل صالح كيا سو خدا اونكي دعا كو قبول كرتا هے ' اور انكے كاموں كے پهل ميں اپنے فضل سے بركت اور فراواني بخشتا هے -

(۱۰) وه كبهي ذليل و رسوا نهيں هوتے ' بلكه هميشه معزز اور بلند و ممتاز هوتے هيں - تمام دنيا پر شرف و فضيلت صرف انهي كيليے هے - اشخاص كي حالت ميں بهي اور جماعت كي حالت ميں بهي :

ان الذين آمنوا و عملوا الصالحات اولئك هم خير البرية (بينه : ۶)

جو لوگ ايمان لائے اور عمل صالح كيا ' سو وه دنيا كي بهترين هستي هيں -

اگر كوئي قوم دنيا ميں ذليل هے تو سمجهه لينا چاهيے كه وه عمل صالح نهيں كرتي :

(۱۱) وه هميشه حق اور قرباني كي باهم وصيت كرتے رهتے هيں اور ايك دوسرے كو اسكي دعوة ديتے هيں ' پس تمام كائنات ارضي ميں كاميابي اور فتح و مراد انهي كيليے هے - زندگي كے تمام مشكلات اور عمل انساني كي تمام ناكاميوں سے وه محفوظ هوجاتے هيں :

والعصر ان الانسان لفي خسر الا الذين آمنوا و عملوا الصالحات وتواصوا بالحق و تواصوا بالصبر (و العصر : ۳)

زمانه شاهد هے كه انسان كيليے ناكاميابي كے سوا كچهه نهيں هے - مگر وه لوگ جو ايمان لائے ' عمل صالح كيا ' حق اور صبر كي باهمدگر وصيت كي ' تو انكے ليے ناكامي كي جگه هميشه كام و مراد كي زندگي هوگي !

(۱۲) مصلحين كو ظلم و غصب حقوق كا كبهي ڈر نهيں هوتا ' كيونكه وه دليري كے ساتهه ظلم كا مقابله كرتے هيں ' اور طاقت كے ساتهه اپنے حقوق كو محفوظ ركهتے هيں :

و من يعمل من الصالحات و هو مومن ' فلا يخاف ظلما و لا هضما (طه : ۱۱)

اور جو شخص عمل صالح كرتا هے ' اور ساتهه هي الله پر يقين ركهتا هے ' سو اسكے ليے ظلم اور غصب حق سے كوئي خوف نهيں - نه اسپر ظلم هوسكے گا اور نه اسكا حق مارا جائيگا -

(۱۳) مصلحين كي كوششيں كبهي رائگاں نهيں جاتيں :

فمن يعمل من الصالحات و هو مومن فلا كفران

جو شخص عمل صالح كرتا هے اور الله پر ايمان لايا هے ' تو اوسكي

کسعیہ و انا لہ کاتبون - (انبیاء : ۹۴)

کوشش کبھي ضائع نہ جائیگي' اور ہمارا قانون ایسا ہي ہے -

اونکو ناکامیابي پر ناکامیابي ہوتي ہے ' مگر وہ اپني دھن میں لگے رہتے ہیں- کیونکہ اونکا نور ایمان بتاتا ہے کہ وہي ایک دن کامیاب ہونگے - خدا کے پورے ہونے والے وعدے کي دستاویز اونکے ہاتھہ میں ہوتي ہے - وہ ایک مقصد اعلی کیلیے کوشش کرتے ہیں ' اونکو دھمکایا جاتا ہے مگر وہ نہیں ڈرتے - اونکو ملامت کي جاتي ہے مگر وہ آزردہ خاطر نہیں ہوتے ' اسلیے کہ وہ خدا کے وعدوں پر یقین رکھتے ہیں :

فمن آمن و اصلح فلا خوف علیهم و لا هم یحزنون - (انعام : ۴۸)

جو شخص ایمان لایا اور اپني اصلاح کي تو اسکے لیے نہ تو کسي طرح کا ڈر ہے اور نہ وہ کبھي غمگین ہوگا -

(۱۴) عمل صالح انسان کے دل کو سنوارتا ہے' اسلیے پچھلے گناہوں کا جو داغ دل میں ہوتا ہے' اوسکو بھي مٹا دیتا ہے :

و الذین آمنوا و عملوا الصالحات و آمنوا بما نزل علی محمد و هو الحق من ربهم' کفر عنهم سیاتهم و اصلح بالهم (محمد : ۲)

اور جو لوگ ایمان لاے ' عمل صالح کیا ' اور قرآن حکیم پر یقین کیا جو انکے پروردگار کي طرف سے انکے لیے پیام حق ہے' سو وہ یقین کریں کہ انکے تمام گناہ جھڑ گئے اور انکے دل کو سنوار دیا گیا -

اونکي گناہوں کي ناکام زندگي کو نیکي کي سعید و کامیاب زندگي سے خدا بدل دیتا ہے :

الا من تاب و آمن و عمل عملا صالحا فاولئك یبدل الله سیاتهم حسنات' و کان الله غفورا رحیما - (فرقان : ۷۰)

مگر جس شخص نے توبہ کي ' ایمان لایا' اور عمل صالح کیا' تو خدا اسکے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے ' اور خدا بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے -

حضرت عمر رضي الله عنہ جب تلوار لیکر آنحضرت (صلی الله علیہ وسلم) کے قتل کرنے کیلیے چلے تھے ' تو یہ تلوار کیسي مفسدانہ نظر آتي تھي ؟ مگر اب اوسکے جوہر میں ایمان و اصلاح کے ذرے چمکتے ہوے نظر آتے ہیں - کیا یہ بدي کو نیکي کے ساتھہ بدلدینا نہیں ہے ؟

(۱۵) صالحین تقوی اختیار کرتے ہیں ' سچي تلي ہوئي بات کرتے ہیں ' اور وہ اونکے اعمال کا سنگھار بن جاتي ہے :

یا ایها الذین آمنوا اتقوا الله و قولوا قولا سدیدا ' یصلح لکم اعمالکم و یغفر لکم ذنوبکم - (احزاب : ۷۰)

مسلمانو ! خدا سے ڈرو ' ٹھیک اور پکي بات بولو' وہ تمھارے اعمال کو تمھارے لیے سنوار دیگا ' اور تمھارے گناہوں کو معاف کردیگا -

(۱۶) مصلحین نہایت پاک و با مراد زندگي بسر کرتے ہیں:

من عمل صالحا من ذکر و انثی و هو مومن فلنحیینه حیوة طیبة و لنجزینهم اجرهم باحسن کانوا یعملون - (نحل : ۹۹)

جس عورت و مرد نے عمل صالح کیا اور وہ مومن بھي ہے ' تو ہم اوسکو ایک پاک زندگي عطا کرینگے اور اوسکے کاموں میں ایسي قوت دیدینگے کہ معجزہ سے زیادہ اسکا پھل پائیگا -

(۱۷) مصلحین کے اعمال کے نتائج کسي نہ کسي طرح اونکي اولاد کو بھي مل جاتے ہیں ' اور اگر نہیں ملتے تو اونکو یقین کرنا چاہیے کہ اونکا باپ صالح نہ تھا - اگر کسي قوم کو حکومت نہیں ملتي تو اوسکو ماننا چاہیے کہ اوسکے آباء و اجداد نے جو تاج سر پر رکھا تھا ' اوس میں صلاح و فلاح کا موتي نہ تھا - حضرۃ موسی جب ایک عالم الہي سے فیض یاب ہونے کیلیے نکلے اور وہ انکے ساتھہ روانہ ہوا تو راہ میں ایک شہر پڑا - شہر والے اتنے بد اخلاق تھے کہ انھوں نے رہنے کي جگہ تک نہ دي - لیکن حضرۃ موسی کے ساتھي نے شہر کے باہر ایک پراني دیوار کي تعمیر شروع کردي - حضرۃ موسی نے اس تعمیر پر تعجب کیا تو انھوں نے یہ علت بتلائي کہ اسکے نیچے ایک صالح مرد و عورت کي دولت ہے جسکے وارث انکے یتیم بچے ہونگے :

و اما الجدار فکان لغلامین یتیمین فی المدینة و کان تحته کنز لهما و کان ابوهما صالحا' فاراد ربك ان یبلغا اشدهما و یستخرجا کنزهما رحمة من ربك - (کہف : ۸۲)

دیوار شہر کے دو یتیم بچوں کي تھي ' اوسکے نیچے اون دونوں کا خزانہ دفن تھا اور اون دونوں کا باپ صالح تھا ' خدا نے چاہا کہ جب وہ جوان ہوجائیں تو اپنا خزانہ نکال لیں ' اور ایسا نہو کہ انکے جوان ہونے سے پہلے ہي دیوار پرانی ہوکر گر جاے -

لیکن اسکے لیے اولاد کو بھي صالح ہونا چاہیے ' ورنہ نتیجہ برعکس ہوگا - حضرۃ موسی کے ساتھي نے اسي سفر میں ایک لڑکے کو قتل بھي کردیا کیونکہ برخلاف ان یتیم بچونکے وہ مفسد ہونے والا تھا :

و اما الغلم فکان ابواه مومنین فخشینا ان یرهقهما طغیانا و کفرا - (کہف : ۷۹)

وہ لڑکا جسکو میں نے قتل کیا ' سو اوسکے باپ ماں مومن تھے ' مجھکو خوف پیدا ہوا کہ طغیان و کفر کي وجہ سے کہیں سرکشي نہ کرے -

(۱۸) صالحین کو ابدي شہرت حاصل ہوتي ہے' اور وہ ہمیشہ قائم رہتي ہے - بقاء' دوام' استمرار' اصلاح کے لازمي خواص ہیں :

رب هب لي حکما و الحقني بالصلحین و اجعل لي لسان صدق فی الاخرین - (شعراء : ۸۳)

خدایا مجھے نبوت دے ' اور مجھکو صلحا میں داخل کر' اور آنیوالي نسلوں میں میرا دائمي ذکر قائم رکھہ !

(۱۹) صلحاء کا دل حرص و طمع سے خالي ہوتا ہے ' رشک و حسد سے اونکو نفرت ہوتي ہے ' وہ جزاء آخروي کے آگے دنیوي مال و دولت کو ہیچ سمجھتے ہیں :

قال الذین یریدون الحیوة الدنیا : یلیت لنا مثل ما اوتي قارون انه لذو حظ عظیم- و قال الذین اوتوا العلم و یلکم ثواب الله خیر لمن آمن و عمل صالحا - (قصص : ۸۰)

اونلوگوں نے جو دنیوي زندگي کے طالب تھے ' حسرت کھائي کہ کاش ہمارے پاس بھي وہ ہوتا جو قارون کو دیا گیا ہے - وہ کیسا بڑا نصیبور ہے ! مگر جو لوگ صاحب علم و سعادت تھے اونھوں نے کہا یہ کونسي چیز ہے جسکے لیے حسرت کررہے ہو؟ صد افسوس تم پر ! اصلي نعمت تو الله کا وہ بدلہ ہے جو صالحوں کو انکے اعمال کا ملتا ہے' اور خدا کے مومن و صالح بندوں کیلیے رہي سب سے بڑي چیز ہے -

(۲۰) بدي کا نتیجہ کتنا ہي دل خوش کن ہو مگر وہ محدود ہے ' شراب کا نشہ ہمیشہ نہیں رہتا مگر حق کا متوالا ہمیشہ مست رہتا ہے - چوري سے دولت کثیرہ ہاتھہ آسکتي ہے ' مگر اوسکو کون سکتے ہیں - لیکن تجارت سے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں' اوسکي کوئي خاص حد نہیں - ایک معمولي دکاندار اپني زندگي خوش گذراني کے ساتھہ بسر کردیتا ہے' اور اوسکو کچھہ معلوم نہیں ہوتا کہ کیا آیا اور کیا گیا ؟ مگر چور روپیہ کو گن گن کے رکھہ دیتا ہے' پھر بھي چند دنوں میں تمام دولت اوڑ جاتي ہے - دل کا دکھہ اور ضمیر کي بے امني اسکے علاوہ ہے -

ان الـذين آمنـوا و عمـلوا الصالحات لهم اجر غير ممنون (سجد : ۷۵)

جو لوگ ایمان لاے اور عمل صالح کیا' اونکے لیے غیر منقطع معاوضہ ہے -

(۲۲) ہر چیز کا مرجع اللہ تعالی کی ذات ہے' اسلیے نیکی کے نتائج بھی اُسی کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں' لیکن تم نہیں جانتے کہ اس معراج روحانی کا زینہ کیا ہے؟ خدا خود بتلاتا ہے :

اليه يصعد الكلم الطيب والعمل الصالح يرفعه (فاطر : ۱۱)

خدا کی طرف کلمات طیبہ چڑھتے ہیں اور عمل صالح اوسکو اونچا کردیتا ہے - (اس آیت کی مزید تفسیر آگے آئیگی)

پس ہر نیک نیت کا' ہر سچی شہرت کا' ہر سچی کوشش کا' زینہ صرف اعمال صالحہ ہیں' جو اونکو خدا تک پہونچا دیتے ہیں -

(۲۳) بیٹے کے ساتھہ باپ کی محبت عمل صالح ہے' کیونکہ وہ بیٹے کے اعمال صالحہ کا نتیجہ ہوتی ہے' اور کوئی عمل صالح نتیجہ بد پیدا نہیں کرسکتا - حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت تھی کیونکہ وہ صالح تھے' اور اسلیے اونکو اپنے عمل صالح کا بہترین معاوضہ ملا تھا - لیکن انکے بھائیوں نے اس محبت کو جذب کرنا چاہا' مقصد نیک تھا' لیکن طریق اخذ و جذب مفسدانہ تھا' اسلیے ناکامیابی و ذلت دائمی نصیب ہوئی :

اقتلـوا يوسف او اطرحوه ارضا يخل لكم وجه ابيكم و تكونوا من بعـده قوما صالحين - (يوسف : ۹)

یوسف کو قتل کرڈالو یا اوسکو کسی جگہ پھینکدو' باپ کی محبت تمہارے طرف منتقل ہو جائیگی' اور تم اوسکے بعد ایک صالح جماعت بن جاؤگے -

(۲۴) دنیا کے بادشاہ ہمیشہ صلحاء ہوتے ہیں' متعدد غیر صالح قوموں نے اپنی سلطنت کھودی - حالانکہ وہ ایک مدت تک وارث تاج و تخت رہ چکی تھیں - متعدد حکمراں قومیں اعمال فاسدہ کے نشے میں چور ہیں اور سمجھتی ہیں کہ یہی اعمال تہذیب و تمدن کے زیور ہیں - لیکن اُنکو خدا کے ہاتھہ کی گردش پر نگاہ رکھنی چاہیے جو آہستہ آہستہ حرکت کرتا ہے' اور ایک مرتبہ دفعتاً چمک کر اُلٹ دیتا ہے : جعلنا اعاليها سافلها :

ان الارض يرثها عبادي الصالحون (انبیاء : ۱۰۵)

زمین کے وارث صرف خدا کے صالح بندے ہوتے ہیں - فساد کے ساتھہ حکومت نہیں باقی رہسکتی -

(۲۵) نیکی اور اصلاح کا ثمرہ پورا پورا ملتا ہے :

واما الذين آمنوا و عملوا الصالحات فيوفيهم اجورهم والله لا يحب الظالمين (آل عمران : ۵۰)

جو لوگ ایمان لاے اور عمل صالح کیا تو خدا اُنکو پورا معاوضہ دیگا اور اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا -

(۲۶) صلحاء تلاوت کرتے ہیں' خدا کا سجدہ بجا لاتے ہیں' امر بالمعروف والنهي عن المنكر کرتے ہیں' اور نیکی کی راہ میں سب سے آگے رہنا چاہتے ہیں :

من اهل الكتاب امة قائمة يتلون آيات الله آناء الليل و هم يسجـدون - يؤمنون بالله واليوم الاخر و يأمرون بالمعروف و ينهون عن المنكر و يسارعون في الخيـرات و اولئك من الصالحين - (آل عمران : ۱۰۸)

اور اہل کتاب میں ایک مستعد گروہ ہے جو خدا کی آیات راتوں کو پڑھتا ہے اس حال میں کہ وہ سر بسجود ہوتا ہے' خدا اور قیامت کے دن پر ایمان لاتا ہے' نیکی کا حکم دیتا ہے' برائی سے روکتا ہے' اور نیکی کی طرف تیزی سے بڑھتا ہے' وہی لوگ صلحاء میں سے ہیں -

(۲۷) صلحاء کا ولی اور رفیق و مددگار صرف خدا ہوتا ہے' اسلیے وہ اُسی سے رشتۂ مودت جوڑتے ہیں :

ان ولي الله الذي نزل الكتب و هو يتـولى الصـا لحين - (اعـــراف : ۱۹۶)

میرا ولی صرف خدا ہے جس نے کتابیں نازل کیں' اور وہ صالحوں کو دوست رکھتا ہے -

(۲۸) برائی کتنی ہی پھیلی ہو' تاریکی کا بادل کتنا ہی غلیظ ہو' مگر صلحا کا نور ایمان اُنکو برائیوں میں ملوث ہونے سے بچا لیتا ہے :

و نجيناه من القرية التي كانت تعمل الخبا ئث انهم كانوا قوم سوء فسقين و ادخلنا في رحمتنا انه من الصالحين - (انبیاء ۷۴)

اور ہم نے لوط کو اُس گانوں سے نجات دی جو بدکاریاں کرتا تھا' وہ نہایت بری اور بدکار قوم تھی - اور ہم نے اُسکو اپنی رحمت میں داخل کیا کہ وہ صالحین میں سے تھا اور صالحین کی جگہ ہماری آغوش رحمت ہی ہے !

(۲۹) صلحاء مصیبت کے وقت مایوس نہیں ہوتے' ناشکری نہیں کرتے' اور خوشحالی میں غرور و فخر سے بھی بچتے ہیں کہ اونکا ظرف وسیع ہوتا ہے :

ولئـن اذقنـا الانسـان رحمة ثم نزعتها منه انه ليئوس كفور ولئن اذقناه نعماء بعد ضراء مستـه ليقولن ذهب السيئات عني انه لفـرح فخور الا الذين صبـروا و عملـوا الصلحت اولئك لهـم مغفرة و اجر كبير (هود ۱۲ : ۱۳ : ۱۴)

اور اگر ہم نے انسان کو اپنی رحمت کا مزا چکھایا اور پھر اوس سے رحمت کو چھین لیا' تو وہ نا امید و نا شکرا ہو جاتا ہے' اور اگر نعمت کی لذت مصیبت کے بعد چکھائی' تو کہتا ہے کہ ابتو برائی میرے پاس سے چلی گئی' اور خوش ہوکر غرور سے اتراتے لگتا ہے' البتہ ان لوگوں کا یہ حال نہیں ہوتا جنھوں نے اعمال صالحہ اختیار کیے' مشکلات میں صبر کیا - سو اونکے لیے مغفرت اور بڑا معاوضہ ہے -

(۳۰) وہ لوگوں کی امانت ادا کرتے ہیں' اور نہایت منصفانہ فیصلہ سناتے ہیں - خدا نے صلحاء کے ذکر کے بعد اونکو عدل احکام کا حکم دیا ہے - کیونکہ عمل صالح کا یہی نتیجہ ہونا چاہیے :

ان الله يامركم ان تو ردا الامانات الى اهلهـا و اذا حكمتـم بين النـاس ان تحكموا بالعدل - (نساء : ۶۱)

خدا تمکو حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ادا کرو' اور جب فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھہ کرو -

اب اعمال فاسدہ و اعمال صالحہ کی فہرست تمہارے سامنے ہے' مصلحین و مفسدین کی جماعت تمہارے آگے کھڑی ہے - نتائج پیش نظر ہیں' مختلف حیثیتوں سے مقابلہ کرو' اعمال فاسدہ کس کثرت سے ہیں' اور کسقدر نقش و نگار کے پردے میں چھپے ہوے ہیں؟ لیکن نتائج کا حال مختلف ہے' اعمال فاسدہ کا صرف وہی ایک نتیجہ ہے جسکا عبرت ناک منظر گذشتہ قوموں کے افسانے پیش نظر کردیتے ہیں - لیکن اعمال صالحہ کے نتائج کس کثرت سے ہیں' اور کس قدر مختلف ہیں؟ اعمال صالحہ اپنے خواص و نتائج و آثار سے کبھی الگ نہیں ہوسکتے' اسلیے خدا نے اعمال کے ساتھہ اونکے نتائج و آثار کا بھی ذکر کیا ہے - لیکن اعمال فاسدہ کے نتائج اون سے جدا بھی ہوجاتے ہیں - اسلیے کوئی مفسد دفعتاً برباد نہیں ہوجاتا' وہ آہستہ آہستہ ہلاک ہوتا رہتا ہے - قرآن حکیم کی اصطلاح میں اسیکا نام " اهمال " ہے - یعنی بتدریج ہلاکت و تباہی کا قانون الہی -

(البقیۃ یتلی)

مراسلات

اصلاح معاشرت اور اسلام

(بسلسلہ اسلام اور سوشیلزم)

(از مولانا سید سلیمان صاحب دسنوي

گذشتہ نمبر میں اقوام جدیدہ و قدیمہ کے اشتراکي مذاهب اور انکے اثرات پر بہ تفصیل بحث کرچکے هیں - اب هم دکھلانا چاهتے هیں کہ اس بارے میں اسلام کي تعلیمات کیا هیں ؟ سوشیلزم کے اعتبار سے سب سے پہلے اصلاح معاشرت کا مسئلہ سامنے آتا ہے ' یعني ذاتي اعزاز و امتیاز مٹادیا جاے اور تمام افراد باعتبار معاش و مال کے مساوي الرتبہ هوجائیں -

مساوات کي چار صورتیں هیں ' مساوات نسبي و قومي ' مساوات حقوق و قانون ' مساوات رتبہ ' مساوات مالي -

(مساوات نسبي و قومي)

اسلام نے نسبي و قومي امتیاز بالکل مٹا دیا ہے ' اور تمام مسلمانوں میں ایک عام اسلامي برادري قائم کردي ہے - ایک مسلمان کو کسي دوسرے مسلمان پر کوئي قومي یا نسبي امتیاز حاصل نہیں ہے - قرآن مجید میں ہے :

یا ایها الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی و جعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند الله اتقکم (حجرات)

لوگو! هم نے تمکو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ' اور تمکو مختلف قوم اور قبائل بنایا ' تاکہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو ' خدا کے نزدیک تم میں سب سے بزرگ اور مکرم وهي ہے جو زیادہ پرهیزگار هو -

دوسري آیت یہ ہے :

انما المومنون اخوة (حجرات)

مسلمان سب آپس میں بھائي هیں -

رسول الله صلی الله علیه و سلم نے فرمایا ہے :

ان الله قد اذهب عنکم عبیة الجاهلیة و فخرها بالاباء - انما هو مومن تقي او فاجر شقي - الناس کلهم بنو آدم و آدم من تراب (ترمذي باب مفاخرة)

خدا نے جاهلیت کي نخوت اور باپ دادوں پر فخر کرنا تم سے دور کردیا ہے - آدمي یا مومن اور پرهیزگار ہے ' یا بدکردار اور شقي ہے ' تم سب آدم کے بیٹے هو اور آدم مٹي سے بنا تھا -

انسابکم هذه لیست بمسبة علی احد - کلکم بنو آدم ..... لیس لاحد علی احد فضل الا بدین و تقوی (مشکوة باب مفاخرة)

نسب کسي کا کسي کے لیے باعث عار نہیں ہے ' تم سب آدم کے بیٹے هو ..... ایک کو دوسرے پر دین و تقوی کے سوا اور کوئي سبب فضیلت نہیں ہے -

لا فضل لعربي علي عجمي و لا لعجمي علي عربي

عرب کو عجم پر اور عجم کو عرب پر کوئي فضیلت نہیں ہے -

یہ احکام صرف عام نصائح هي نہیں هیں ' بلکہ عملاً بھي اسلام نے اسکا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کردیا - حضرت زینب جو رسول الله صلی الله علیه وسلم کي پھوپھي زاد بہن تھیں ' اُنکو رسول الله نے ایک غلام سے بیاہ دیا - بلال رض ' سلمان رض ' حذیفة ' صہیب رض ' جو حبش ' ایران ' اور یمن وغیرہ کے زرخرید غلام تھے ' اسلام نے معزز ترین عرب کي صف بصف اُن کو کھڑا کردیا -

حضرت بلال رضي الله عنه حبش کے ایک ادنی غلام تھے جنکو حضرت ابوبکر رضي الله عنه نے خرید کر آزاد کردیا تھا - حضرت عمر (رضي الله عنه) اُنکو اپنا آقا کہا کرتے تھے - حضرت سلمان جو فارس سے عرب میں غلام بنکر آے تھے ' رسول الله (صلی الله علیه و سلم) نے اُنکو اپنا نقیب فرمایا ہے اور اُنکا نام حضرت ابوبکر (رضي الله عنه) حضرت عمر (رضي الله عنه) حضرت علي (رضي الله عنه) حضرت ابن مسعود (رضي الله عنه) کے پہلو بہ پہلو لیا ہے - حضرت بلال نے مدینہ میں آکر شادي کرني چاهي تو مدینہ کي گلیوں میں لوگوں سے پکار کر کہا : " لوگو ! تم جانتے هو کہ میں ایک معمولي زرخرید غلام هوں ' تم میں کوئي شریف ہے جو اپني بیٹي میري زوجیت میں دے " ؟ انصار نے کہا : " اے بلال ! مدینہ کا هر شریف اپني بیٹي تمہاري زوجیت میں دینا اپني عزت سمجھتا ہے "

(مساوات حقوق قانوني)

مساوات حقوق پر اسلام نے جس شدت سے عمل کیا ہے ' اُسکي نظیر تمام دنیا میں نہیں مل سکتي - اسلام کي نظر میں جسطرح ایک حبشي اور ایک قریشي نسب کي حیثیت سے برابر هیں ' اسي طرح حقوق میں بھي بالکل مساوي هیں - اس کا ثبوت گو اوپر کي آیات اور احادیث سے نہایت وضاحت سے هو رها ہے ' تاهم مزید توضیح کے لیے هم چند آیات ' احادیث ' اور واقعات پھر پیش کرتے هیں جن سے ثابت هوگا کہ اسلام نے کیونکر اعلی و ادنی ' امیر و غریب ' قریب و بعید ' دوست و دشمن ' سب کے ساتھہ عدل و انصاف اور قانون و حقوق میں مساوات کا حکم دیا ہے :

یا ایها الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شهداء لله و لا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلو اعدلوا هو اقرب للتقوی (آل عمران)

مسلمانوں ! انصاف پر مضبوطي سے قائم رهو ' اور خدا هي کیلیے گواهي دو ' کسي گروہ کي دشمني اس بات کا باعث نہ هو کہ تم انصاف نکرو - انصاف کرو کہ یہ تقوی سے قریب تر ہے -

اس آیت سے ثابت هوتا ہے کہ همکو دوست و دشمن ' سب کے ساتھہ عدل و مساوات کا حکم دیا گیا ہے :

واذا قلتم فاعدلو ولو کان ذا قربی - (انعام)

جب بولو انصاف کي بات بولو ' اگرچہ کسي تمہارے قرابت دار هي کے خلاف هو -

اس آیت کریمہ نے قریب و بعید میں مساوات کا فیصلہ کردیا :

کتب علیکم القصاص فی القتلی - (بقرہ)

تمپر مقتولین کا قصاص فرض کیا گیا -

النفس بالنفس (مائدہ)

جان کے بدلے جان -

ان دونوں آیتوں کا اطلاق تمام افراد انسان میں جان و زندگي کي مساوات ثابت کرتا ہے :

عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم اقيموا حدود الله علي القريب و البعيد ولا تاخذ في الله لومة لائم (ابن ماجه كتاب الحدود)

عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ خدا کے حدود (یعنی خدا کے مقرر کردہ قواعد و آئین) دور و قریب سب پر یکساں جاری کرو' اور خدا کے معاملہ میں تم ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پروا نہ کرو -

یہ حدیث تعزیر و سزا میں قانون مساوات کو ثابت کرتی ہے' اور یہ اسلام کا صرف قولی حکم نہیں ہے بلکہ اسکا اس پر عمل بھی رہا - قبیلۂ مخزوم کی ایک عورت چوری میں ماخوذ ہوئی - قریش نے رسول اللہ سے سفارش کرنے کے لیے حضرت اسامہ کو آمادہ کیا جنکو رسول اللہ بہت عزیز رکھتے تھے - لیکن جب اس واقعہ کے متعلق آپ سے سفارش کی گئی تو آپ نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا :

انما اهلك الذين قبلكم انهم كانوا اذا سرق فيهم الشريف تركوه - و اذا سرق فيهم الوضيع اقاموا عليه الحدود ايم الله لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها ' (بخاري الشفاعة في الحدود)

تم سے پہلی قومیں اسلیے ہلاک کی گئیں' کہ جب کبھی اُن میں کوئی بڑا آدمی چوری (یا کوئی جرم) کرتا تو اُسکو چھوڑ دیتے اور جب کوئی معمولی آدمی چوری کرتا تو اُسکو سزا دیتے - خدا کی قسم اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اُسکا ہاتھ کاٹتا -

حضرت عمر (ض) نے ایک جرم پر اپنے سگے عبید اللہ پر خود اپنے ہاتھ سے حد جاری کی ' اور گو وہ اسی سزا میں مرگئے لیکن حضرت عمر نے حد سے ہاتھ نہیں روکا - ان احکام اور واقعات سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام نے مساوات قانونی کا کسقدر لحاظ کیا ہے ؟

اب آؤ' عام مساوات حقوق کی نسبت اسلام کا طرز عمل بتائیں -

یہ ظاہر ہے کہ رسول اللہ تمام مسلمانوں کے آقا اور سردار تھے' لیکن کبھی آپ نے اپنے لیے عام مسلمانوں سے زیادہ امتیاز نہیں چاہا - ایک سفر میں کھانا پکانے کے لیے لوگوں نے کام تقسیم کر لیے - رسول اللہ نے جنگل سے لکڑیاں لانے کا کام اپنے ذمہ لیا - حضرت انس ایک نوجوان صحابی دس برس رسول اللہ کی خدمت میں رہے ' لیکن اُنکا بیان ہے کہ اس طویل عرصہ میں جتنی خدمت میں نے رسول اللہ کی کی' اُس سے زیادہ آپ نے میری خدمت کی !

خلفاے راشدین جو اسلام کے زندہ پیکر تھے' انکا بھی ہمیشہ یہی طرز عمل رہا - حضرت عمر جب بیت المقدس جا رہے تھے تو ایک اونٹ تھا جسپر باری باری سے حضرت عمر کا غلام اور خود حضرت عمر سوار ہوتے تھے- جب بیت المقدس کے قریب پہونچے ' تو غلام کی باری تھی - غلام نے کہا " امیر المومنین شہر قریب ہے آپ سوار ہوں" حضرت عمر نے فرمایا " نہیں حق تمہارا ہے تم سوار ہو" آخر غلام سوار ہوا اور حضرت عمر (ض) پیادہ اونٹ کی نکیل پکڑے ہوے شہر میں داخل ہوے - حالانکہ یہ وہ وقت تھا کہ تمام مخلوق خلیفۂ اسلام کی شان و عظمت دیکھنے کے لیے گھروں سے نکل آئی تھی !

واقعۂ اجنادین میں رومی سپہ سالار نے ایک جاسوس مسلمانوں کے حالات دریافت کرنے کے لیے بھیجا - وہ جاسوس اسلام کے سچے نمونوں کو یعنے جب صحابہ کو دیکھکر واپس ہوتا ہے تو رومی سپہ سالار سے ایک تحیر کے عالم میں کہتا ہے :

هم بالليل رهبان و بالنهار فرسان لو سرق ابن ملكهم قطعوه و اذا زنى رجموه !

یہ لوگ رات کو راہب عبادت گذار اور دن کو فوجی سوار ہیں - اگر ان کے بادشاہ کا لڑکا بھی چوری کرے تو ہاتھ کاٹیں' اور اگر زنا کرے تو پتھراؤ کریں !

حضرت ابوبکر رضی اللہ نے خلافت کی پہلی تقریر جو کی تھی اُسکے حسب ذیل فقرے پڑھو :

و ان اقواكم عندي الضعيف حتى اخذله بحقه' و ان اضعفكم عندي القوى حتى اخذ منه الحق - (ابن سعد جزء ۳ صفحه ۱۲۹)

تم میں جو سب سے قوی ہے وہ میرے نزدیک ضعیف ہے ' یہاں تک کہ میں اس سے حق وصول کروں ' اور تم میں جو سب سے کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے یہانتک کہ اُسکا حق دلواؤں -

شاہزادہ یمن مسلمان ہوگیا تھا - صرف اسلیے مرتد ہوکر عیسائی ہوگیا کہ ایک عام اور غریب مسلمان کے مقابلہ میں حضرت عمر (ض) نے اُسکو کوئی ترجیح ندی- حضرت علی (ض) جب ایک مقدمہ میں مدعا علیہ بنکر آئے' تو اُنکو مدعی کے برابر کھڑا ہونا پڑا ' فارس کی لڑائی میں جب مغیرہ بن شعبہ رستم کے پاس سفیر بنکر گئے' اور اسلامی مساوات کے جوش میں وہ رستم کے برابر تخت پر بیٹھ گئے' تو درباریوں نے یہ گستاخی دیکھکر اُنکو تخت سے اُتاردیا' اُسوقت اُنکے منھ سے کس بیساختگی کے ساتھ یہ الفاظ نکلے ہیں :

لا يستعبد بعضنا بعضا (۱)

ہمارے یہاں تو ایک دوسرے کو غلام بنانے کا دستور نہیں ہے !

ایک مرتبہ ایک شخص نے صرف اسلیے حضرت عمر کی اطاعت سے انکار کیا کہ اُسکو خیال ہوا کہ حضرت عمر نے تقسیم غنیمت میں اپنا حصہ عام مسلمانوں سے زیادہ لیا ہے - منصور عباسی بڑے جاہ و جلال کا خلیفہ تھا - ایک شخص نے جب اُسپر قاضی کے یہاں دعوی کیا تو معمولی آدمیوں کی طرح اُسکو مدعی کے برابر قاضی کے سامنے کھڑا ہونا پڑا - اسلام کے زیر سایہ جو قومیں رہیں' اُنکو بھی ہر قسم کے مذہبی اور ملکی حقوق حاصل رہے - اس تفصیل کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ اسلام نے مساوات حقوق پر عمل نہیں کیا؟

(مساوات مراتب)

اسلام باہمی افراد میں ترجیح رتبہ اور فضیلت مدارج کا قائل ہے ' قرآن مجید میں ہے :

انظر كيف فضلنا بعضهم على بعض -

دیکھو ہمنے کسطرح اُنمیں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ؟

اور عقل بھی اُسکو تسلیم نہیں کرتی کہ مختلف اعمال ' اخلاق ' اطوار ' اور اوضاع کے آدمی اعزاز و فضیلت میں مساوی الدرجہ ہوجائیں - اسلیے اشتراکیت کا یہ اصول کسی قدر ترمیم طلب ہے- اسلام نے نہایت نکتہ سنجی کے ساتھ اسکی یوں ترمیم کی ہے کہ اُسنے اعزاز و مرتبت کی دو قسمیں قرار دی ہیں " صحیح اعزاز و منزلت " اور " ناجائز اعزاز و منزلت " نا جائز اعزاز و منزلت وہ ہے جو غرور ' نخوت ' مناصب دنیوی ' وجاہت موروثی ' نسب اور دولت پر مبنی ہو- صحیح اعزاز و منزلت وہ ہے جسکی بنا اخلاق ' حسن عمل ' اور نیک کرداری پر ہو- خدا فرماتا ہے :

ان اكرمكم عند الله اتقكم - (حجرات)

خدا کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ نیک کردار ہے -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم فرماتے ہیں :

الكرم التقوى (ترمذي باب مفاخرت)

بزرگی نیک کرداری ہے -

مساوات رتبہ کی واقعیت دریافت کرنے کے لیے حضرت مغیرہ بن شعبہ کا وہ قول پھر پڑھو' جو اُنھوں نے دربار فارس میں فخر و شرف کے لہجے میں کہا تھا :

(۱) طبري جلد ۴ صفحه ۱۰۸ - مطبوعه مصر -

انا معشر العرب سواء الا يستعبد بعضنا بعضاً -

هم عرب لوگ آپس میں برابر هیں - ایک دوسرے کو غلام نهیں بناتے -

مساوات رتبه کي ایک صورت اور رهگئي که حاکم و محکوم اور آقا و نوکر کا باهمي اختلاف رتبه بهي اُٹهه جاے' لیکن اگر اس سے مقصد یه هے که دنیا میں کوئي حاکم هو نه محکوم' آقا هو نه غلام' تو اسوقت تک یه ایک ناقابل عمل اصول هے جبتک دنیا میں مختلف الاستعداد اور مختلف الاخلاق انسان موجود هیں' اور اُن میں باهمي امداد کي احتیاج باقي هے - قرآن کهتا هے :

و رفعنا بعضهم فوق بعض درجات لیتخذ بعضهم بعضاً سخریا -

هم نے ایک کو دوسرے پر ترجیح دي تاکه ایک دوسرے کو اپنے کام میں لے سکیں -

اور اگر اس سے مقصود یه هے که باوجود امتیاز مراتب' حقوق میں یکساني هو' تو یه عین حکم اسلام هے - حقوق کو چهوڑو' اسلام کي شریعت میں تو رعایا اور غلام کا لفظ بهي بولنا مستحسن نهیں' سب انسان عباد الله یعني صرف الله کے غلام هیں -

(مساوات مالي)

فقرا اور اهل ثروت کے باهمي تصفیه کے لیے اشتراکیت نے جو اصول قرار دیے هیں ' ان میں سب سے زیادہ نا قابل عمل اصول یهي هے - تاریخي حیثیت سے اس اصول کي غلطي اسطرح ثابت هے که سولن کے عهد سے لیکر جو اس اصول کي تاریخ پیدایش هے ' اب تک دنیا اس پر عمل نه کرسکي - سوشیالسٹ کهتے هیں که دولت کي اصل محنت هے اسلیے تمام افراد کو محنت کرني چاهیے ' اور اسکا منافع مساوي طور سے تقسیم کردینا چاهیے - لیکن یه ایک صریح غلطي هے - یه صحیح هے که دولت کا زیادہ تر مدار محنت هي پر هے ' لیکن تمام افراد کي محنت یکساں نهیں هوتي - جب تک تمام افراد محنت' مقدار محنت' مهارت علم' قوت' صحت تدبیر' اور عقل میں مساوي نهوجائیں' انکي محنتوں کا معاوضه بهي مساوي نهیں هوسکتا - ایک شخص اپني قوت دماغي سے ایک شے ایجاد کرتا هے' اُسکي درستي اور تکمیل میں سالها سال کے شدائد برداشت کرتا هے ' اور ایک مزدور صرف اُسکي نقل اُتار سکتا هے' کیا دونوں کي محنتوں کا ایک هي معاوضه دیا جائیگا ؟ ایک شخص ۲۴ گهنٹوں میں ۲۰ گهنٹے محنت کرسکتا هے' دوسرا صرف ۱۰ - گهنٹے' تیسرا ۵ - گهنٹے' چوتها ۲ گهنٹے' کیا یه انصاف هے که ان تمام مختلف الدرجات اشخاص کي محنت کي ایک هي قیمت هو؟ ایک ماهر فن دستکاري ایک شے نهایت عمدگي سے طیار کرتا هے - اسکا رفیق وهي چیز نهایت بهدي اور بد وضع بنا تا هے ' کیا دونوں کا ایک نرخ هوگا ؟ ایک ماهر علوم جو کسي کالج کا پروفیسر هو' کیا اسکي تنخواہ ایک نیم عالم کے برابر هوگي جو کسي معمولي اسکول کا ٹیچر هو ؟ ایک لائق بیرسٹر اور ایک معمولي وکیل کا معاوضه ایک هوگا ؟ ایک جنرل اور ایک سپاهي کي قیمت ایک هوگي ؟ ایک دانشمند وزیر اور ایک محرر کا معاوضه مساوي هوگا ؟ کون کهه سکتا هے که ان سب کي محنتوں اور قابلیتوں کي ایک قیمت هوگي' اور جب ایک قیمت نه هوگي تو دولت اور قیمت محنت کے اختلاف مراتب کا مٹانا فطرت اور قدرت کي مخالفت هے -

دوسري بات قابل غور یه هے که تمدن افراد میں باهمي احتیاج پیدا کرتا هے - اگر دولت و تمول میں لوگ مختلف الدرجه نهوں ' تو ایک بیمار کو نوکر' ایک کمزور کو بار بردار' ایک تاجر کو محرر' ایک گورنمنٹ کو سپاهي' ایک نا واقف فن طعام کو باورچي (رقس علي ذلک) کیونکر هاتهه آسکتا هے ؟ قرآن مجید نے انهي دو اصولوں کو مد نظر رکهکر اختلاف مدارج مالي کي طرف اشاره کیا هے :

والله فضل بعضکم علی بعض في الرزق' فما الذین فضلوا برادي رزقهم علی ما ملکت ایمانهم فهو فیه سواء (نحل)

خدا نے رزق میں ایک کو دوسرے پر برتري دي هے' تو جنکو برتري دي گئي هے وہ اپنا رزق لوٹا کر اون لوگوں کو کبهي نهیں دینگے جنکے وہ مالک هیں تاکه وہ سب برابر هوجائیں -

دوسري آیت میں بهي اسي طرف اشاره کیا گیا هے :

نحن قسمنا بینهم معیشتهم في الحیوة و رفعنا بعضهم فوق بعض درجات لیتخذ بعضهم بعضاً سخریاً (زخرف)

هم نے دنیاوي زندگي میں اُنکے درمیان اُنکي معیشت تقسیم کردي اور ایک کو کئي درجه دوسرے پر بلند کیا تاکه ایک دوسرے کو اپنے کام میں مدد کیلیے لے سکیں -

اس بیان سے ظاهر هے که سوشیلزم میں مساوات مالي کا اصول نهایت خطرناک غلطي پر مبني هے - لیکن جو نتیجه اس اصول کے ذریعه سے اشتراکیین حاصل کرنا چاهتے هیں' اسلام نے اونکا دوسرا مفید ذریعه بتادیا هے جسکا بیان آگے آئیگا - اس تمام تفصیل کا ماحصل یه هے که فقرا اور اهل احتیاج کي امداد کے لیے اصلاح معاشرت کي جو مفید و حقیقي تجاویز تهیں' اسلام نے اُن سے دریغ نهیں کیا هے' اور جو کچهه افراط و تفریط تها' اُس سے صاف منع کردیا هے -

(اصلاح اقتصادي یا مالي)

اسلام نے اقتصادي امور میں جو اصلاحیں کي هیں ' امرا اور اهل ثروت کو جس متعدل حالت پر رکها هے' فقرا اور اهل افلاس کي امداد و اعانت کي جو صورتیں پیدا کي هیں' اُنکو پڑهکر یه فیصله کرنا نهایت آسان هوگا که دنیا میں اسلام هي ایک ایسا مذهب هے جسنے تمدن کي تمام مشکلوں کو اس نکته سنجي کے ساتهه حل کردیا هے که جدید تمدن بهي باوجود اپني انتهائي وسعت کے نوع انسان کے لیے کوئي جدید اور مفید تجویز پیش نه کر سکا - مضمون کے گذشته نمبر میں هم اُن اقتصادي مشکلات کا بیان کرچکے هیں جن میں آجکل یورپ مبتلا هے' اور جن سے مسیحي مذهب انکو نجات دلانے سے بالکل عاجز هے - لیکن مسلمانوں کے هزار ساله تمدن میں صرف اُنکا ایک مذهب تها جو هر راه میں اُنکے لیے مشعل هدایت تها -

عقلاے یورپ نے مصائب اقتصادي سے رهائي پانے کے لیے سب سے ضروري تجویزیں یه پیش کي هیں :

(۱) اهل حاجت کي امداد کے لیے لوگوں کي آمدني پر ٹیکس لگایا جاے' اور اُنکے لیے فنڈ مقرر کیا جاے -

(۲) سود سے بچنے کے لیے قرض دینے والي انجمنیں قائم کي جائیں -

(۳) گورنمنٹ کا فرض هے که فقرا اور اهل حاجت کي خبرگیري کرے ' بازار کا نرخ مقرر کرے -

یه تمام تجویزیں جنکو یورپ ایک مدت کے تجربه کے بعد سمجها هے' لیکن جن پر اب تک عمل نه کرسکا ' اسلام انکو اپنے ابتداے پیدایش هي میں سمجهه چکا تها' اور ایک مدت دراز سے وہ ان پر عامل هے -

(اسلام میں مال کا رتبه)

سب سے پہلا مرحله یه هے که دولت و مال کا کیا رتبه هے ؟ اسلام کے سوا اکثر مذاهب نے اس نکته کے سمجهنے میں غلطی کي هے - عیسائیت کا حکم هے که اهل دولت آسمان کي بادشاهت میں داخل نهیں هوسکتے - یهودیت نے ایک حد تک دولت کي قدر کي هے' مگر اُنکي دولت کے ثمرات و فوائد صرف فقراے بني اسرائیل تک محدود هیں - بودهه مذهب پیشوایان مذهب

تک کو کھاکر اور سائل بننے کی اجازت دیتا ہے' لیکن اسلام نے دولت کو معاشت انسانی کا ستون قرار دیا ہے :

ولا تؤتوا السفهاء اموالكم التي جعل الله لكم قياما (نساء) — تم اپنا وہ مال بیوقوفوں کو نہ دیدو جسکو خدا نے تمہاری معیشت کا قوام بنایا ہے -

قرآن مجید نے مال کو جو پایہ بخشا ہے' اُسکا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اس مال کو پچیس جگہ " فضل " کہا ہے' انیس مقام پر لفظ " خیر " کے ساتھ تعبیر کیا ہے' بارہ مرتبہ " حسنہ " اور " رحمۃ " کے لفظ سے یاد کیا ہے - (۱) اسلام کے فرائض خمسہ میں سے دو فرض کے ادا کرنے کا شرف صرف اہل ثروت کو عطا ہوا ہے -

(مال عام قوم کا حق ہے)

مساوات مالی کی بحث میں ہم یہ ثابت کرچکے ہیں کہ تمام قوم یا تمام ملک میں مال و دولت کی مساوات عقلاً اور عملاً محال ہے' لیکن اس سے چارہ نہیں ہوسکتا کہ ملک و قوم کی تمام دولت اگرچہ ملکیت کی حیثیت سے افراد کے تصرف میں ہو' لیکن اُسکی بقا اور ترقی کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ تمام دولت قوم اور ملک کی مجموعی دولت قرار دی جائے تاکہ ہر فرد کو لحاظ رہے کہ دوسرے فرد کی دولت برباد اور تلف نہ جائے' اور قوم و ملک کی مجموعی دولت روبہ زوال نہ ہو - اگر کوئی شخص خود اپنی دولت آپ ہی ضائع کر رہا ہو تو بھی قوم و ملک کو اسکی اصلاح و بقا کے لیے دخل دینا جائز ہو - قرآن مجید نے اس نکتہ کو ملحوظ رکھا ہے :

ولا تؤتوا السفهاء اموالكم (نساء) — بیوقوفوں کو اپنا مال نہ دیدو -

اس آیت میں' بیوقوف سے مراد نابالغ یا ناسمجھ یتیم لڑکے ہیں' اور اُنکے سرپرستوں کی طرف خطاب کیا گیا ہے - یہ مال خود یتیموں کا ہے جو امانتاً اُنکے سرپرستوں کے پاس جمع ہے - خود سرپرستوں کا نہیں ہے - اس بنا پر چاہیے تھا کہ آیت یوں ہوتی : " بیوقوفوں کو اُنکی دولت نہ دیدو " لیکن یتیموں کی شخصی دولت عام سرپرستوں کی دولت اسلیے قرار دی گئی تاکہ شخصی دولت کو قوم و ملک کا حق قرار دیا جائے - اس سے زیادہ صاف یہ آیت ہے :

یا ایها الذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل (نساء) — ایمان والو! تم لوگ اپنی دولت آپس میں ناجائز طریقہ سے نہ حاصل کرو -

یہ ظاہر ہے کہ لوگ ناجائز طریقہ سے دوسرے ہی کی دولت حاصل کرتے ہیں - خود اپنی دولت کیسے حاصل کرینگے ؟ پس اس سے اشارہ اسی بات کی طرف ہے کہ گو وہ مال شخص غیر کے تصرف میں ہے لیکن در حقیقت وہ کل قوم کا حق ہے - اسلیے اُسکی حفاظت و بقا کی کوشش عام قوم و ملک کا فرض ہے -

(ذرائع معاش)

مذہب اسلام نے اپنے تمام پیروؤں کو کسب معاش کی تعلیم دی ہے - اُسکا عام حکم ہے :

لیس للانسان الا ما سعی - — انسان جو کچھ کوشش کرتا ہے وہی اُسکے لیے ہے -

پیغمبر کی روایت ہے :

طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة - — پاک کمائی کا حاصل کرنا فرض ہے بعد فرائض دینی کی -

تمام ذرائع معاش میں سے اسلام نے زراعت' حرفت' اور تجارت کو پسند کیا ہے' لیکن تجارت کو سب سے زیادہ رتبہ دیا ہے - مفسرین کی رائے ہے کہ قرآن مجید میں جہاں جہاں ابتغاے فضل (یعنی خدا کے فضل کی تلاش) کا لفظ آیا ہے' وہاں تجارت ہی مقصود ہے -

نماز جمعہ کے بعد حکم ہے :

فاذا قضیت الصلوٰة فانتشروا فی الارض و ابتغوا من فضل الله - (جمعہ) — جب نماز ہوجائے تو زمین میں پھیل جاؤ' اور خدا کا فضل ڈھونڈو (یعنی تجارت میں مشغول ہو)

صحابہ کی تعریف میں ہے -

تراهم رکعا سجدا یبتغون فضلا من الله و رضوانا (محمد) — تم اُنکو رکوع اور سجدہ کرتے ہوے' خدا کا فضل اور رضا ڈھونڈھتے ہوے دیکھو گے (یعنی تجارت)

دوسری جگہ صحابہ کے تجارتی سفر کی مدح میں کہا گیا ہے :

و اخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل الله - — اور دوسرے لوگ ہیں جو خدا کا فضل ڈھونڈھتے ہوے (تجارت کرتے ہوے) ملک میں سفر کرتے ہیں -

حج میں تجارت کرنا اسلام سے پہلے لوگ برا سمجھتے تھے - اسلام نے ان الفاظ میں اسکی اجازت دی :

لتشهدوا منافع لهم - (حج) — (حج کو آئیں) تاکہ وہ اپنے منافع و فوائد تجارت کو دیکھیں -

تحصیل معاش کے لیے تجارت کرنے کا اس آیت میں حکم دیا گیا :

یا ایها الذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارة عن تراض منکم (نساء) — ایمان والو! تم لوگ اپنا مال آپس میں ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ' لیکن یہ کہ تجارت ہو آپس کی رضامندی سے -

حاکم نے کنی میں روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا :

یا معشر قریش لا یغلبنکم هذا و اصحابه علی التجارة فانها نصف المال (کنز العمال ج - ۲ ص - ۲۱۸) — اے قریش ! تجارت میں یہ لوگ تم پر بڑھ نہ جائیں' کیونکہ تجارت نصف دولت ہے -

احادیث میں صنعت اور دستکاری کے بھی فضائل آے ہیں :

عن المقدام بن معدیکرب عن رسول الله صلی الله علیه وسلم- قال ما کسب الرجل کسبا اطیب من یده (ابن ماجه ابواب التجارة) — مقدام بن معدیکرب نے روایت کی ہے کہ رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا : انسان کوئی کمائی اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر نہیں پیدا کرسکتا ہے -

ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول الله ! بہتر کمائی کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا :

عمل الرجل بیده و کل بیع مبرور - (طبرانی) — انسان کے ہاتھ کا کام اور ہر ایماندارانہ تجارت !

حدیث میں آیا ہے کہ رسول الله صلی الله علیه وسلم بکری چراتے تھے' حضرت زکریا نجار تھے' حضرت ابوبکر صدیق بزاز تھے -

حضرت علی رضی الله عنه سے مروی ہے کہ جب رسول الله صلی الله علیه وسلم مدینہ منورہ تشریف لاے' تو آپ نے زراعت کے متعلق قریش کو خطاب کرکے فرمایا :

یا معشر قریش انکم باقل الارض مطرا فاحرثوا فان الحرث مبارک (کنز العمال بحوالہ ابن جریر ج - ۲ - ص - ۲۱۹) — اے گروہ قریش تم ایسی زمین ہو جہاں بارش کم ہوتی ہے' تو زراعت کرو' زراعت میں برکت دی گئی ہے -

(۱) حجج القرآن امام ابو الفضائل رازی - صفحہ - ۸۷ - ۸۸ -

هر فرمایش میں البلاغ کا حوالہ دینا ضروری ہے

رینلڈ کي مسٹریز اف دي کورٹ ف لندن

یہ مشہور ناول جو کہ سولہ جلدوں میں ہے ابھي چھپ کر نکلی ہے اور تھوڑي سي رہگئي ہے - اصلي قیمت کي چوتھائي قیمت میں دیجاتي ہے - اصلي قیمت چالیس ۴۰ روپیہ اور آپ دس ۱۰ روپیہ - کیپوکي جلد ہے جسمیں سفہري حروف کي کتابت ہے اور ۴۱۶ ہاف ٹون تصاویر ہیں تمام جلدیں دس روپیہ میں وي - پي اور ایک روپیہ ۱۴ - آنہ محصول ڈاک -

امپیریئل بک ڈپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بڈوبازار - کلکتہ

Imperial Book Depot, 60 Srigopal Mullick Lane, Bowbazar Calcutta.

نصف قیمت اور

قبلہ انعام

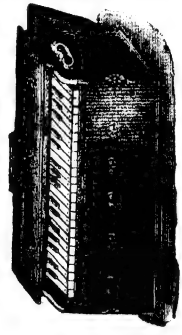

ہمارا سائنس فکسن فورٹ ہارمونیم سریلا اور مضبوط سب موسم اور آب و ہوا میں یکساں رہنے والا ہمارے خاص کارخانہ میں کواسان کاري سے طیار کیا ہوا ہے اسوجہ سے کبھي پوري قیمت اور کبھي نصف قیمت پر فروخت کرتے ہیں - ایک ماہ کیلیے یہ قیمت رکھی گئی ہے- ایک مرتبہ منگواکر آزمایش کیجیے - نہیں تو پھر آپکو افسوس کرنا پڑیگا - اگرچہ مال ناپسند ہوے تو تین روز کے اندر واپس کرے سے ہم واپس کرلیوینگے - اس وجہ سے آپ دریافت کرلیجیے کہ یہ کمپني کسی کو دھوکا نہیں دیتی ہے - گرانٹی تین برس - سنگل ریڈ اصلی قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ روپیہ - اور اسوقت نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - ۲۵ روپیہ - و ڈبل ریڈ اصلی قیمت ۶۵ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ روپیہ - و نصف قیمت ۳۲ - ۳۵ - ۴۰ - ۴۵ روپیہ - ہر ایک باجہ کیواسطے مبلغ پانچ روپیہ پیشگي روانہ کرنا چاہیے اور اپنا پورا پتہ اور ریلوے اسٹیشن صاف صاف لکھنا چاہیے - ہر ایک سنگل ریڈ کے ساتھہ ایک گھوڑي اور ڈبل ریڈ کے ساتھہ ایک تبلہ و ڈولکي انعام دیا جاویگا - ہندي ہارمونیم سکھنے کا قیمت ایک روپیہ ہے -

نیشنل ہارمونیم کمپني ڈاکخانہ شملہ - کلکتہ

SALVITAE

یہ ایک اتنا مجرب دوا اُن امراض کا ہے کہ جسکي وجہ سے انسان اپنی قدرتي قوت سے گرجاتا ہے- یہ دوا اُن کھوئي ہوئي قوت کو پھر پیدا کر دیتي ہے - قیمت ایک روپیہ -

ASTHMA TABLETS

کسی قسم کا دمہ اور کتنے ہي عرصہ کا ہو اگر اس سے اچھا نہ ہو تو ہمارا دمہ -کھانسي کے لیے بھي مفید ہے- قیمت ایک روپیہ -

PILES TABLETS.

بواسیر خوني ہو یا بادي - بغیرجراحي عمل کے اچھا ہوتا ہے - قیمت ایک روپیہ -

S. C. Roy, M. A. Mfg. Chemists 36 Dharamtola Street, Calcutta.

ہر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے ہر قسم کا جنون خواہ نوبي جنون ' موگي والا جنون ' غمگین رہنے کا جنون' عقل میں فتور ' بے خوابي وغیرہ وغیرہ دفع ہوتي ہے - اور وہ ایسا صحیح و سالم ہو جاتا ہے کہ کبھي ایسا گمان تک بھي نہیں ہوتا کہ وہ کبھی اسے مرض میں مبتلا تھا -

قیمت في شیشي پانچ روپیہ علاوہ محصول ڈاک -

S. C. Roy, M. A. 167/3, Cornwallis Street, Calcutta.

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر سہام صاحب کا اربھرالین

مستورات کے جملہ اقسام کے امراض کا خلاصہ نہ آنا - بلکہ اسوقت درد کا پیدا ہونا - اور اسکے دیر یا ہونیسے تشنج کا پیدا ہونا- اولاد کا نہونا غرض کل شکایات جو اندرونی مستورات کو ہوتے ہیں - ملہوس شدہ لوگونکو خوشخبري دیجاتي ہے کہ مندرجہ ذیل مستند معالجونکي تصدیق کردہ دوا کو استعمال کریں اور تمو زندگاني حاصل کریں - یعني ڈاکٹر سہام صاحب کا اربھرالین استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرے صاحب ارادہ ہوں -

مستند مدراس شاہر- ڈاکٹر ایم - سي - ننجنڈا راؤ اول اسسٹنٹ کھیمکل اکزامنر مدراس فرماتے ہیں - "مینے اربھرالین کو امراض مستورات کیلیے " نہایت مفید اور مناسب پایا -

مس ایف - جي - ریلس - ایل - ایم ایل آر - سي - پي ایفڈ ایس - سي کرشا اسپتال مدراس فرماتي ہیں :- "نمونے کي شیشیاں اربھرالین کي اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بیحد نفع بخش پا " .

مس ایم - جي - ایم - براڈلي - ایم - ڈي - (برن) بي - ایس - سي - (لنڈن) سھنٹ جان اسپتال اوکاڈي بمبئي فرماتي ہیں: "اربھرالین جسکو کہ مینے استعمال کیا ہے" زنانہ شکایتوں کیلیے بہت عمدہ اور کامیاب دوا ہے "

قیمت في بوتل ۲ روپیہ ۸ آنہ - ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیہ -

پرچہ ہدایت مفت درخواست آنے پر روانہ ہوتا ہے -

Harris & Co., Chemists, Kalighat Calcutta.

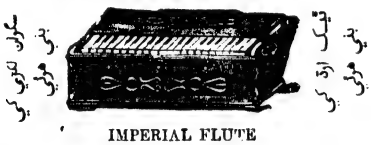

IMPERIAL FLUTE

بہترین اور نہایت لاجواب قیمت سنگل ریڈ ۱۴ - ۱۸ - ۲۰ روپیہ

قیمت ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۸ - ۳۵ روپیہ

ہر درخواست کے ساتھہ ۵ روپیہ بطور پیشگي آنا چاہیے -

GANGA FLUTE

قیمت سنگل ریڈ ۱۳ - ۱۷ - ۲۰ - روپیہ -

ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۷ - ۳۵ - روپیہ

Imperial Depot. 60, Srigopal Mallick Lane Bowbazar, Calcutta.

پوپن ٹائین

ایک مجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز شفا ' یہ دواءل دماغي شکایتونکو دفع کرتي ہے - بڑھوہ دماغونکو تازہ بناتي ہے - یہ ایک نہایت مرغوب ٹانک ہے جو کہ یکساں مرد اور عورت استعمال کر سکتے ہیں - اسکے استعمال سے اعضاء رئیسہ کو قوت پہونچتي ہے - ہسٹریہ وغیرہ کو بھی مدد ہے جو اس کو لیجاتي ہے قیمت فی روپیہ ۲ -

زینو ٹون

اس دوا کے بیرونی استعمال سے صحت باہ ایجاد کرتي ہے اس کے استعمال کرنے سے آپ محسوس کرینگے قیمت ایک روپیہ آٹھہ آنہ

AYESHA

مُفرح دماغ - حسن افزایش - رگوں کي نازگي - بال کا بڑھنا یہ سب باتیں اسمیں موجود ہیں - نہایت خوشبودار - قیمت ۲ روپیہ -

نمونہ مُفت - مشورہ مُفت - فہرست مُفت

Dattin & Co, Manufacturing Chemist Post Box 141 Calcutta.

مفت ! مفت !!

راے صاحب ڈاکٹر کے - سي - داس صاحب کا تصنیف کردہ نوجوانوں کا رہنما و صحت جسماني و زندگي کا بیمہ کتاب قانون عیاشي - مفت روانہ ہوگا -

Swasthy Sahaya Pharmacy, 30/2, Harrison Road Calcutta

البیان

فی

مقاصد القرآن

هـذا بیان للناس و هدی و موعظة للمتقین (۳ : ۳۳)

یعنی قرآن حکیم کي مفصل تفسیر، اثر خامه ابذیر الهلال

اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر ظاهر کردینا کافي هے که قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اوسکي محیط الکل معلمانه دعوة کا موجوده دور جس قلم کے فیضان سے پیدا هوا هے، یه اسي قلم سے نکلي هوئي مفصل اور مکمل تفسیر القرن هے !

یه تفسیر موزوں تقابي تقطیع پر چهپنا شروع هوگئي هے - هر مهینے کے وسط میں اسکے کم سے کم ۶۴ اور زیاده سے زیاده ۱۰۰ صفحے اعلیٰ درجه کے ساز و سامان طباعة کے ساتهه شائع هوتے رهینگے - اس سلسلے کا پهلا نمبر جسمیں نصف حصه مقدمهٔ تفسیر اور نصف سورهٔ فاتحه کي تفسیر کا هوگا، انشاء الله عنقریب شائع هوجائیگا - قیمت سالانه قبل از اشاعت چار روپیه - بعد کو پانچ - روپیه -

نوادر آثار مطبوعات قدیمهٔ هند

تاریخ هندوستان

ترجمه فارسي "هسٹري آف انڈیا" مصنفه مسٹر جان مارشمن

مطبوعهٔ قدیم کلکته سنه ۱۸۵۹

هندوستان کي تاریخوں کے لکهنے میں جن انگریز مصنفین نے جانکاه محنتیں کي هیں، اُن میں مسٹر جان سي مارشمن کا نام خصوصیت کے ساتهه قابل ذکر هے - اسکا نهایت سلیس و فصیح فارسي ترجمه مولوي عبدالرحیم گورکهپوري نے کیا تها، اور بحکم لارڈ کیننگ پرنس بهرام شاه نبیرهٔ سلطان ٹیپو مرحوم و مغفور نے نهایت اهتمام و تکلف سے طبع کرایا تها اس کتاب کي ایک بڑي خوبي اسکي خاص طرح کي چهپائي بهي هے - یعنے چهپي تو هے ٹائپ میں، لیکن ٹائپ برخلاف عام ٹائپ کے بالکل نستعلیق خط کا هے - کاغذ بهي نهایت اعلیٰ درجه کا لگایا گیا هے - علاوه مقدمه و فهرست کے اصلي کتاب ۴۰۴ صفحوں میں ختم هوئي هے - چند نسخے موجود هیں - قیمت مجلد ۳ - روپیه -

ترجمهٔ تفسیر کبیر اردو

حضرت امام فخر الدین رازي رحمة الله علیه کي تفسیر جس درجه کي کتاب هے، جسکا اندازه ارباب فن هي خوب کرسکتے هیں اگر آج یه تفسیر موجود نه هوتي تو صدها مباحث و مطالب عالیه کے جو همارے معلومات سے بالکل مفقود هو جاتے -

پچهلے دنوں ایک فیاض صاحب درد مسلمان نے صرف کثیر کرکے اسکا اردو ترجمه کرایا تها، ترجمے کے متعلق ابذیر الهلال کي راے هے که وه نهایت سلیس و سهل اور خوش اسلوب و مربوط ترجمه هے

اشاعت اور چهپائي بهي بهترین درجه کي هے - جلد اول کے کچهه نسخه دفتر البلاغ میں بغرض فروخت موجود هیں پہلے قیمت دو روپیه تهي اب بغرض نفع عام - ایک روپیه ۸ - آنه کردي گئي هے -

تمام درخواستیں : "منیجر البلاغ کلکته" کے نام آئیں -

جسکا درد وهي جانتا هے، دوسرا کیونکر جان سکتا هے

یه سخت سردي کے موسم میں قدرت انسان کا جان بلب هو رها هے - سردي هٹانے کیلیے کلئے بندوبست کیے جاتے هیں - لیکن افسوس بدقسمتي سے دمه کے مریض نا قابل برداشت تکلیف سے بهت هي پریشان هوتے هیں، اور رات و دن سانس پهولنے کیوجه سے دم نکلے جاتے هیں، اور نیند تک حرام هو جاتي هے - دیکهیے ! آج اونکو کسقدر تکلیف هے - لیکن افسوس هے که اس لا علاج مرض کي بازاري دوا زیاده تر نهیلي اشیاء اور دهتوره، بهنگ، بلا ڈونا، پوٹاس، اے او ڈالڈ، دیگر بنتي هے - اسلیے فائده هونا تو درکنار مریض بے موت مرا جاتا هے - ڈاکٹر برمن کي کیمیائي اصول سے بني هوئي دمه کي دوا ایک انمول جوهر هے یه صرف همارى هي بات نهیں هے بلکه هزاروں مریض اس مرض سے شفاء پاکر مداح هیں - آپنے بهت خرچ کیا هوگا - لیکن ایک مرتبه اسے بهي آزمالیں - اسمیں نقصان نهیں - قیمت ایک روپیه چار آنه في شیشي - محصولڈاک ۵ آنه - اس دوا کي دو خاص فوائد هیں - (۱) ایک خوراک میں دمه دبتا هے - (۲) اور کچهه روز کے استعمال سے جڑ سے چلا جاتا هے اور جبتک استعمال میں رهے دوره نهیں هوتا هے -

ڈاکٹر ایس کے - برمن - نمبر ۵۵ تارا چند دت اسٹریٹ کلکته

Printed & Published by Q. Ahmad at the AL-BALAGH Press, 45, Ri

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

البلاغ

هذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب (۱۳ : ۵۲)

نمبر - ۱۲ | کلکته : جمعه ۲۰ - ربیع الثانی سنه ۱۳۳۴ هجری | جلد ۱

Calcutta : Friday, 25th February, 1916.

ترجمان القرآن

یعنی قرآن حکیم کا اردو ترجمه ' اثر خامهٔ اڈیٹر الهلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقیقي حامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام هیں - پس انکي تبلیغ و تعلیم اور نشر و توزیع کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانه عمل هے ' جس کي توفیق صرف انهي لوگوں کو مل سکتي هے جنهیں حق تعالی انبیاء کرام کي معیت و تبعیت کا درجه عطا فرماتا هے ' اور اونکا نور علم براه راست مشکوٰة نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله یوتیه من یشاء -

هندوستان کي گذشته قرون اخیره میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفیق ملي ' وه حضرت شاه عبد الرحیم رحمة الله علیه کا خاندان تها - انکے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاه ولي الله قدس سره تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمه کي ضرورت الهام الهي سے محسوس کي ' اور فارسي میں اپنا عدیم النظیر ترجمه مرتب کیا - انکے بعد حضرة شاه رفیع الدین اور شاه عبد القادر رحمة الله علیهما کا ظهور هوا ' اور اردو زبان میں ترجمة القرآن کي بنیاد استوار هوئي - شکر الله سعیهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهیک ایک صدي گذر چکي هے ' لیکن یه کہنا کسي طرح مبالغه آمیز نه سمجها جائیگا که نشر و تبلیغ قرآن حکیم کي جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکهي تهي ' اسکي تکمیل کا شرف حق تعالی نے اڈیٹر الهلال کیلیے مخصوص کردیا تها ' جنهوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرآنیه ' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکیم کا یه اردو ترجمه نهایت سلیس ' عام فهم ' معني خیز ' حقیقت فرما عبارت میں مرتب کیا هے ' اور بحمد الله که زیر طبع هے -

یه ترجمه کیسا هے ؟ ان لوگوں کیلیے جو الهلال کا مطالعه کرچکے هیں ' اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروري هے -

یه ترجمه حامل المتن تائپ کي جگهه لیتهو میں چهاپا جارها هے تاکه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعه میں آسکے - قیمت في جلد چهه روپیه رکهي گئي هے - لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکهتے هي قیمت بهیجدینگے ' انسے صرف سازهے چار روپیه لیے جائینگے - درخواستیں اور روپیه منیجر البلاغ کے نام بهیجنا چاهیے -

آب حیات

هندي کايا پلٹ ' يوناني اکسير الابدن اور
يورپ کا اکسير اعظم کہتے هيں يہ امرت پورا

زندگي کو موت سے ايک روپيہ ميں خريد نا

(آبحيات کے اکسيري فوائد !)

صحت کے برابر دنيا ميں کوئي نعمت نہيں - جو لوگ وقت پر قدر نہيں کرتے - جب تندرستي بگڑ جاتي هے - پھر عمر بھر پچھتاتے هيں جو لا حاصل هوتا هے - اب پچھتاے کيا هوت جب چڑيا چگ گئيں کھيت - هندوستان کوم ملک هے اور بوجہ شدت گرما گرد و غبار سے آے دن هزاروں قسم کي بيماريان و فساد خون کے دکھہ هر روز نئے نئے پيدا هوا کرتے هيں - گواني اشياء خوردني نے عام لوگوں کو مفلس بنا رکھا هے - اور کثرت بيماري نے لوگوں کو دماغي کے لائق نہيں رکھا ' اس ايسے عام لوگ بلا علاج زنده در گور هو جاتے هيں - اگر علاج کرتے هيں تو فيس اور قيمت دوا ادا کرنے سے قلاش ' تنگدست بن جاتے هيں - اور صاحب توفيق حضرات کو دوا خاص نہيں ملتي - مندرجه بالا تکاليف کو دور کرنے لئے حکيم مطلق نے آب حيات کو مسيحائي اثر بخشا هے قائده کوئي دنيا ميں نہ رهے - غريب سے غريب اور لاچار سے لاچار ايک پيسه کي ايک خوراک لے کر امراض مزمنه مايوسه سے خلاصي پاے - آبحيات هر مرض شديد کي دوا هے خارجا لگانے سے هر درد وغيره کے ليے شفا هے - ايک ثريشي آبحيات کي کنده بھر کو بہت بلاؤں اور نا گہاني آفتوں سے بچاسکتي هے ' کسيکو معلوم نہيں مرض کسوقت رات کو يا دن کو جنگل ميں يا گھر ميں آ دبائيگي اسليے يہ عقلمندي هے کہ پہلے هي سے ايک شيشي گھر ميں رکھي جاے -

(فوائد مصدقه آبحيات)

تپدق ' تپ محرقه ' صفراوي تپ ' تپ پر سوت ' سل ' پيچش ' صفراوي اسہال ' سرسام ' درد سر ' درد پہلو ' نمونيا ' دات الجنب ' قيش دل ' ناسور ' بدهه کا زخم ' درد کان ' مسورون سے خون آنا ' پھوڑے پھنسياں ' پتھوں کا اتراؤ ' بواسير ' نواسير ' بھگندر ' تالو کا سوراخ ' دانت کا درد ' قبض ' درد قولنج ' درد امر ' نقرس ' چھپاکي ' مثلي ' قے ' زخمونميں کيڑے پڑنا ' کثرت پياس ' تشنج ' بيخوابي ' کھانسي خشک و تر ' کرم ' چھونے ' ورم پستان ' درد دل ' هيضه ' طاعون ' خنازير ' درد شکم ' زهر دار ڈنگ ' بھڑ ' سانپ ' بچھو ' آگ سے جلنا ' گرمي کي شدت سے جسم پر گرم دانے نکلنا ' درد ' چوٹ ' خارش نکسير وغيره وغيره الغرض ميں مفصل حال درج هے -

قيمت في شيشي ايک روپيه - چھه شيشي پانچ روپيه - ايک درجن دس روپيه محصول ڈاک دمه خريدار -

آبحيات کا مسيحائي اثر

(سل ' دق ' کھانسي ' سات ماه کي صرف سات دن ميں دور)

عاليجناب هز هائينس نواب ميو فيض محمد خانصاحب بہادر
کے - سي - ايس - آئي والي رياست خيرپور سندهه

سر اے غلام رسول عرصه سات ماه سے بعارضه بخار لازمي جو ۱۰۴ درجه تھرما ميٹر پر رهتا تھا - اور اس کے علاوه کھانسي ايسي شديد تھي کہ سونا ' بيٹھنا حرام هو گيا تھا - چونکه سر - اے ممدوح اپنے آقاے نامدار ميراحمد علي خاں صاحب کي خدمت ميں شب و روز رهتا تھا اور کھانا پينا ان کے ساتھه رکھتا تھا - اُن کے معالجه کے لئے يوروپين سول سرجن سات سو روپيه روزانه کراچي وغيره سے اور نامور اطباے هندوستان سے جمع کرتے رهے - ميو ممدوح مدقوق تھا - کوئي چاره نه چلا اور وه فوت هوگيا - تمام طبيبوں اور ڈاکٹروں نے متفق هوکر کہديا تھا کہ سر - اے غلام رسول بھي اسي مرض ميں مبتلا هوگيا تھا - آخر جب تمام معالجات سے تنگ آکر بحالت مايوسي سرکار ابد پالدار والي رياست نے حکيم غلام نبي زبدة الحکماء لاهور کو جو جامع علوم ڈاکٹري و يوناني اور ماهر فنون هر در طب هيں ' رياست ميں براے معالجه طلب فرمايا -

(آبحيات کا کرشمۂ قدرت)

زبدة الحکماء موصوف نے يوروپين ڈاکٹر وغيره مڈيکل افسروں سے اس بات کا اتفاق کيا کہ مقدمه سل هے - اور جگر بھي بگڑ گيا هے ' صرف دس قطره آبحيات کے تين دفعه دينے شروع کيے ' اور تمام انگريزي و يوناني دواؤيں ترک کرادين - سات ماه کا بخار اور کھانسي ساتويں روز جاتي رهي - يہ جادو کے اثر کي خبر رياست ميں مشہور هوگئي - اور آبحيات کے جادو اثر کرشمے اور اس کے سريع العمل اور سريع الاثر لا علاج بيماريوں کا کوئي کم قيمت علاج هے ' تو آبحيات تسليم کر ليا گيا هے - اب سندهه ميں جو آتا هے - اسي آبحيات کا طالب هوتا هے - تمام اخباروں ميں اسي قصه کو پڑهه کر اور رهاں سے تصديق کرلو کہ سر - اے غلام رسول اب تندرست هے اور کاروبار رياست ميں مصروف هے -

(العبد - خاں بہادر رسول بخش خاں نائب و زير رياست خيرپور سندهه)

الغرض آبحيات کي شيشي هر گھر ميں موجود هوني ضرور هے - سفر و حضر ميں کار آمد - نه ڈاکٹر کي ضرورت هے نه طبيب کي - بيسيوں امراض کي ايک هي تير بہدف دوا هے ' جو کسي قسم کے ضرر کے بغير فائده ديتي هے -

قيمت في شيشي صرف ايک روپيه - (منيجر)

(شربت مقوي اعصاب)

وه نقص جو بھر پور جواني ميں مرد کو رنجيده خاطر بناتے هيں ' اس سے دور هوتے هيں - کئي هزار طاقت کو واپس لاکر مرد کو پورا مرد بناتا هے - افعال قبيحه اور کثرت عياشي نے جب جسم کي قوت کو گھٹا ديا هو - تو يه شربت خاک ميں ملي هوئي اميدين بر لاتا هے ' في شيشي صرف چار روپيه -

(سنگر مستحکم دندان)

هلتے دانت مضبوط - بدبو ميل دور - دانت موتيوں کي طرح چمکدار - قيمت چار توله ايک روپيه -

(سر کا خوشبودار تيل)

بالوں کو خوشبودار رکھنے کے سوا سياه بالوں کو سفيد نہيں هونے ديتا - دافع ضعف دماغ فزله و زکام في شيشي تين روپيه -

دوائي درد کان - قيمت صرف ايک روپيه -

(سرخ رو)

بعد از غسل اس دوا کے دو قطرے چہرے پر مل لينے سے چہره خوبصورت هو جاتا هے ' قيمت في شيشي صرف ايک روپيه

(روغن اعجاز)

برسوں کے زخم دنوں ميں بھر جاتے هيں ' ناسور ' بھگندر - خنازير کے گھاؤ اور کار بنکل زخم کا اچھا علاج - قيمت دو توله صرف دو روپيه -

(دوائي پيچش و مروڑ)

نہايت زود اثر اور مجرب دوائي هے - قيمت چار توله صرف ايک روپيه هے -

(خفا زير کا خوردني علاج)

اس دوائي کے کھانے سے گلٹياں اندر هي اندر بيٹھه جاتي هيں قيمت دو توله صرف دو روپيه -

بخاروں کي شرطيه دوا - پسينه آکر هر قسم کا بخار ايک گھنٹه ميں اتر جاتا هے - قيمت في ڈبيه دو روپيه -

(سفوف دافع درد گرده)

اس کے استعمال سے ريگ مثانه دور هوکر آئنده دوره درد سے نجات هوتي هے - چار توله صرف دو روپيه -

پته - منيجر شفاخانه شہنشاهي ' سند يافته حکيم و ڈاکٹر حاجي ' غلام ' نبي
زبدة الحکماء لاهور - موچي دروازه

Tel. Address: "Albalagh," Calcutta.
Telephone No. 64*

AL-BALAGH.

Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly ,, Rs. 6-12

البلاغ

مرسنوان ایڈیٹر قلم تحریر
ابوالکلام آزاد الدہلوی
مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - ریپن لین
کلکتہ
ٹیلی فون نمبر ۶۴*
سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

نمبر - ۱۲ | کلکتہ : جمعہ ۲۰ - ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۴ ہجری | جلد ۱
Calcutta : Friday, 25th February 1916.

مجوزہ شیعہ کالج

ایتها النفوس المختلفة ! و القلوب المتشتة ! الشاهدة ابدانهم ' و الغائبة عنهم عقولهم ' اظارکم علی الحق و انتم تنفرون عنه نفور المعزی من وعوعة الاسد ! هیهات هیهات ان اطلع بکم سرار العدل ' او اقیم اعوجاج الحق !
(حضرة علي عليه السلام - نهج البلاغة صفحه ۲۶۷)

گذشته نمبر میں میں اپنے اصول دعوة اور مسلک عمل کے متعلق بالاختصار عرض حال کرچکا ہوں - آج اپنے اختلاف اور وجوہ اختلاف کو ظاہر کرونگا -

(تحریک کي ابتدا)

کسي مولود کي حالت کا صحیح اندازہ کرنے کیلیے سب سے پہلي چیز اسکے مولد و منشاء کو معلوم کرنا ہے - اس اعتبار سے " مجوزہ شیعہ کالج " کیلیے بھي سب سے پہلي بحث یہ سامنے آتي ہے کہ اس تحریک کا مبدء و مولد کیا ہے ؟ یعني کیا حالات و اسباب تھے جن سے اس تحریک کي تخلیق و تکوین ہوئي ؟ اسکا مبدء خود انسان کے قلب کے اندر ہے جہاں ضرورتوں کا احساس اور حقیقتوں کا علم ہوتا ہے ' یا باہر کا القا ہے جس نے اپني مصلحتوں کیلیے دوسروں کي مصلحتوں کا نام اختیار کیا ہے ؟ پھر جس فضاء میں اس تحریک کے مخلوق صناعي نے پرورش پائي ' وہ کہاں کي فضاء اور کس سرزمین کا موسم تھا ؟ میداني سرزمینیں تھیں جہاں بیج بویا جاتا ہے ' یا پہاڑوں کي چوٹیاں تھیں جنکي بلندي سے پاني برستا ہے ؟

اس بارے میں دنیا کي معلومات حسب ذیل ہیں :

غالباً تین سال کا زمانہ گذرا کہ شیعہ کانفرنس کے بعض ارکان نے علي گڈہ کالج کے متعلق بعض تحریرات شائع کیں ' اور اس مسئلہ کو چھیڑا کہ علي گڈہ کالج میں شیعوں کے حقوق کو حقیقت شیعہ ہونے کے لیا جا رہا ہیں ' اور ان کو کس طرح پامال کیا جا رہا ہے ؟ ساتھ ہي اس بارے میں ارکان کالج سے خط و کتابت بھی شروع کي ' اور اپنے جماعتي مطالبات کي ایک فہرست پیش کي - سب سے پہلي مراسلت غالباً نواب وقار الملک کے عہدہ نظامت کے عہد میں ہوئي تھي -

مطالبات کي فہرست میں نے اس زمانے میں دیکھي تھي مگر اس وقت انکي تمام جزئیات یاد نہیں - بہ حیثیت مجموعي اس فہرست کا یہ حال تھا کہ : خلطوا عملا صالحا و اخر سیئا بعض مطالبات تو واقعي مستحق قبول تھے اور بعض صحیح نہ تھے - مثلاً شیعہ طلباء کے حقوق دیني اور اہتمام ضروریات دینیہ کے متعلق جو کچھ تھا ' اصولا سب درست تھا - لیکن اسکے ساتھ ہي یہ مطالبہ بالکل بے معني تھا کہ کالج کا ایک سکریٹري سني ہو اور اسکے بعد دوسرا شیعہ - کالج کا سکریٹري یقیناً شیعہ ہونا چاہیے اور اگر ہمیشہ شیعہ ہي ہوتا رہے تو اور بہتر - لیکن اسلیے کہ وہ مسلمان اور صاحب صلاحیت ہے - نہ اسلیے کہ وہ شیعہ ہے - کیونکہ سنیت اور شیعیت ' سب مصنوعي اور خود ساختہ اسماء ہیں : سمیتموها انتم و اباؤکم ما انزل الله بها من سلطان - نام کي سچائي اس کرۂ ارضي پر صرف ایک ہے - اور وہ " اسلام " ہے : هو سماکم المسلمین !

مطالبات میں شیعہ طلبا کي دیني تعلیم و تربیت اور دیني اعمال کے حقوق کے متعلق جسقدر دفعات تھیں ' اصولاً انکي صحت میں کچھ کلام نہیں ' لیکن علي گڈہ کالج کي سرزمین میں سوائے مذہب اور اسلام کي تعلیم و تربیت ہي اور اون پوچھتا ہے کہ سني اور شیعہ دینیات کي بحث کي نوبت آئے ؟ اگر ارکان شیعہ کانفرنس کو اسکي شکایت تھي کہ انکي مخصوص تعلیم دینیات کا کالج میں کوئي انتظام نہیں ' تو وہ صحیح بتلائیں کہ عام طور پر نفس مذہب و اسلام کي تربیت ہي کا کوئي کونسا انتظام ہے ؟ جن ارکان کالج سے وہ شیعوں کے حقوق مانگ رہے تھے ' وہ بجے نفس اسلام کے مطالبہ سے تو عہدہ برا ہوجائیں ؟ محض مسلمانوں کو پہچانے کیلیے اور انکے چندے وصول کرنے کیلیے تو اس بستي کا ہر فرد مذہب مذہب قوم قوم پکارنے لگتا ہے ' اور سب مسلمانوں کے سامنے آکر کھڑا ہوتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مذہب اور مذہب کي تربیت کا کیا اس سے زیادہ اس دنیا میں آرزو ہي کوئي ہے ؟ لیکن اگر کالج میں بجائے انکے اعمال کا تجسس کیا جائے ' اور دیکھا جائے کہ طلباء کے سامنے کالج کے آسرسیوں نے ' کالج کے عہدہ داروں نے ' کالج کے پروفیسروں نے ' مذہب کا

اطلاع : بعض ناگزیر اسباب سے آیندہ جمعہ کو رسالہ نہیں نکلے گا اور دوسرے جمعہ کو ذیل نمبر شائع ہوگا -

مذهب کے اتباع کا ' اور مذهب کي عملي زندگي کا کونسا نمونه پیش کیا هے ؟ اور اپنے علم و عمل میں مذهب کو کتني اهمیت و وقعت دیتے هیں ؟ تو اسوقت کهل جاے که نمایش و تصنع کے ان پردوں کے پیچھے کیا چهپا هے ؟ اور کس طرح عملي الحاد کو مذهب ' اور کفر و ارباب کفر کي پرستش کو اسلام پرستي کا نام دیا جارها هے - مذهب کے ان پرستاروں اور اسلام کے ان غمگساروں میں سے اکثر وہ هیں جنکو پانچ وقت الله کے حضور میں جهکنے سے بهي شرم آتي هے ' با ایں همه انکا دعوا هے که هم مسلمانوں کیلیے مصلح هیں - اور مسلمانوں میں بهي بهت سي فریب خورده روحیں ایسی هیں جو یقین کرلیتي هیں که گهوڑے کے بالوں سے ریشمي چادر بني جاسکتي هے اور فسق و الحاد سے مسلمانوں کي اصلاح هوسکتي هے !

بهر حال مطالبات کیے گئے اور اس بارے میں ارکان کالج سے مراسلة شروع هوئي - نفس مطالبات کے اعتدال و عدم اعتدال کے متعلق تو میں نے اپني راے ظاهر کردي ' لیکن دوسرا اهم سوال یه پیدا هوتا هے که ان شکایتوں کا اصلي مبدء کیا تها ؟ وہ خود پیدا هوئي تهیں یا پیدا کرائي گئي تهیں ؟ ممکن هے که شکایتوں کا بیج خود بخود زمین میں پڑ گیا هو لیکن اسمیں تو کوئي شک نهیں که پاني آے باهر سے ملا ' اور اگر بیج کو باهر سے پاني نه ملے تو زمین کے اندر کي رطوبت اتني نهیں هوتي جو اسے ایک تناور درخت بنادے -

یه وہ وقت تها جبکه مسلمانوں کي تعلیم اور علي گڈه کي مرکزیت و احاطهٔ اثر کے متعلق احکام و اوامر میں ایک انقلاب عظیم هو رها تها ' اور جو چیز کل تک سب سے زیاده محبوب تهي کیونکه سب سے زیاده وفا سرشتانه خلقت اور سب سے زیاده اطاعت شعارانه خصائص کا اسکي نسبت یقین کیا جاتا تها ' وهي اب سب سے زیاده مبغوض و مردود هوگئي تهي ' کیونکه واقعات کي تبدیلي نے ثابت کردیا تها که طاقت اور مرکزیت پیدا کرکے یهي سب سے اچهي چیز کسي وقت سب سے زیاده مضر اور پر خطر بهي هو جاسکتي هے - ساتهه هي واقعات عمومي کے تغیرات نے اسکي بهي ضرورت پیدا کردي تهي که اگر تفریق و نزاع باهمي کي کوئي نئي بنیاد پڑ جاے ' تو حال کیلیے سب سے بڑي مصلحت اور مستقبل کیلیے سب سے بڑي بشارت هو گي -

علي گڈه کالج اور شیعه جماعة کے حقوق کا مسئله اس غرض کے حصول کیلیے به یک کرشمه درکار هوگیا - ایک طرف علي گڈه کي مرکزیت ' تعلیم کے احاطه و اثر ' اور وحدت جذبات و خصائص پر بهي اس سے پورا اثر پڑتا تها ' دوسري طرف اتحاد عمومي کیلیے بهي اس سے بڑهکر اور کوئي فتنه کارگر نهیں هوسکتا تها که : جعلوا اهلها شیعا کي پوري پوري تعمیل تهي - پس جیسا که قاعده هے اور جیسا که همیشه هوا هے ' مخفي و زیر حجاب رهنے والي قوتیں آگے بڑهیں ' اور اس مسئله کو پرورش کیلیے خاص طور پر اپني گودوں میں اٹها لیا -

رفته رفته یه مسئله یهاں تک بڑها که بعض شیعه ارکان و سرپرستان کالج نے کالج اور کالج کي اعانت سے دست برداري کا ارادہ کرلیا - هز هائنس نواب صاحب رامپور نے تار کے ذریعه اپني علیحدگي کي اطلاع دي ' اور جب ایک وفد انکي خدمت میں حاضر هوا تو انهوں نے مطالبات کي فهرست نکالکر پیش کردي - اسي وقت یه امر بالکل واضح هوگیا تها که کونسي قوتیں اس مسئله کے اندر کام کررهي هیں -

با ایں همه اس وقت بهي میري یهي راے تهي اور اب بهي یهي راے هے ' که خود ارکان کالج نے بهي اس بارے میں سخت غلطي کي ' اور وہ یقیناً اس بات کیلیے جوابده هیں که باوجود علم و خبرداري کے ابتدا هي میں انهوں نے اس فتنه کو کیوں نهیں روکا ؟ انکو چاهیے تها که وہ ان تمام مطالبات کا جو انکے بهائیوں نے انکے آگے پیش کیے تهے ' پوري کشاده دلي کے ساتهه استقبال کرتے ' اور اپني قواعد پرستیوں اور حاکمانه بے مهریوں کي جگه خوشي خوشي کهدیتے که جو کچهه هم کرسکتے هیں اس سے همیں انکار نهیں هے - اگر بعض مطالبات ناقابل قبول تهے تو انسے انکار کردیتے ' لیکن جسقدر حصه قابل عمل و قبول تها ' اسکے مان لینے میں ایک لمحه کي بهي دیر نه لگاتے -

ارباب کالج نے سب سے پهلي غلطي یه کي که مطالبات پیش کرنے والوں کے حق و اهمیت سے صاف صاف انکار کرنا شروع کردیا - کبهي کها که اس طرح شکایت کرنا اور جواب مانگنا بالکل ناقابل التفات هے - همارے ٹرسٹیوں میں شیعه ممبر بهي موجود هیں اور وهي سب کچهه هیں ' انکے سوا نه تو آور کوئي شیعوں کا وکیل هے اور نه کسي کو حق نیابت و ترجماني حاصل هے - کبهي کها که هم نے دینیات کي ایک کمیٹي بنادي هے اور دینیات کي نگراني کیلیے فلاں فلاں شیعه حضرات ملازم هیں - اسکے سوا اور کچهه نهیں هوسکتا -

حالانکه یه سب باتیں فتنه کي تهیں - ایسي هي غلطیوں سے چهوٹي چهوٹي باتیں اتني اهم بن جاتي هیں که انسے اغیار فایده اٹهاتے هیں اور تفریق کلمه کا ایک بنا بنایا کهیل انهیں ملجاتا هے - کالج والوں کو سمجهنا تها که معامله دوسرا هوگیا هے اور ایک نئے فتنه کي بنیاد رکهي جارهي هے - اسوقت قانون کالج کا حواله دینا اور اپنے کانسٹي ٹیوشن کا راگ گانا بالکل لاحاصل هے - کوشش صرف اسکي هوني چاهیے که فتنه کو زیاده بڑهنے نه دیا جاے -

پهر شکایتیں بهي کیا هیں ' اور انکي حقیقت کیا هے ؟ محض چهوٹي چهوٹي باتیں هیں جن میں کچهه بهي دهرا نهیں هے - اگر کوئي نئي کمیٹي بن گئي یا چند نئے آدمیوں کو لے لیا گیا ' یا چند تعطیلیں بڑها دي گئیں ' تو ان باتوں سے کالج کا کیا بگڑتا هے ' اور بهر حال اپنے هي عزیزوں ' اپنے هي بهائیوں ' اپنے هي گهر کے سانهیوں کو اس سے خوشي ملتي هے - یه بهتر هے اس سے که غیروں کو خوشي ملے - اگر ایک بهائي غلطي کررها هے تو تم غلطي مت کرو اور اسے سنبهالو - ایسا نهو که وہ اپنوں سے روٹهه کر غیروں کي چوکهٹ پر چلا جاے - اور بڑي سے بڑي مصیبت اور بڑا سے بڑا دکهه برداشت کیا جاسکتا هے ' مگر یه نهیں دیکها جاسکتا که اپنوں کا سر هو اور غیروں کي چوکهٹ -

بهر حال اس بارے میں ارکان کالج نے بهي غلطي کي اور فرصت کو اپنے هاتهوں ضائع کردیا - یهانتک که اس مسئله نے دوسرے دور میں قدم رکها اور ایک علحده شیعه کالج بنانے کا خیال پیدا کیا گیا - صورت حال یوں قرار دي گئي که علي گڈه کالج صرف سنیوں کا کالج هے ' اسلیے چاهیے که شیعوں کا بهي ایک الگ کالج قائم هو -

(ڈیپوٹیشن)

رفته رفته تمام ابتدائي مراتب طے کیے گئے اور بالآخر مسئله اس حد تک پهونچ گیا که ۱۴ جنوري کو زیر ریاست هز هائنس نواب صاحب رامپور ایک ڈیپوٹیشن هز آنر سر جیمس مسٹن کي خدمت میں حاضر هوا اور ایڈریس پیش کیا -

ایڈریس کے جواب میں هز آنر نے جس عدیم النظیر جوش و محبت کے ساتهه اس تجویز کا خیر مقدم کیا ' اور جس طرح گورنمنٹ کي اعانت و شرکت کے والهانه و مخلصانه وعدے کیے ' انکو پڑهکر مجهے ذرا بهي تعجب نه هوا ' کیونکه تعجب همیشه غیر متوقع نتائج پر هوتا هے اور یه چیز پهلے سے معلوم تهي -

ایڈریس کے جواب کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تجویز میں ہز آنر کیلیے کچھہ ایسی محبوبیت و مطلوبیت ہے کہ بار بار اسکی تعریف کرتے ہیں، بار بار اعانت کا وعدہ کرتے ہیں، بار بار کام کرنے والوں کو داد دیتے ہیں، اور پھر بھی جی نہیں بھرتا اور یہی کہتا ہے کہ ایک بار اور کہدیجیے : من احب شئیا اکثر ذکرہ :

اعــد ذکــر نعــمان لنــا ، ان ذکــرہ
هي المســك ما کــررتــہ یتــضــوع

چنانچہ آخر میں وہ خود ہی فرماتے ہیں : " میں آپ سے تین بار کہہ چکا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ اس سرے کی گورنمنٹ آپ کی اس تجویز کو قابل تحسین و آفرین سمجھتی ہے، اور اسکی تائید کرتی ہے "، اور جب اسکا وقت آئیگا تو حتی الامکان آپ کی امداد میں ہرگز کوتا ہی نہ کریگی- آپ پورا اطمینان رکھیں کہ میں اور میرے ما تحت عہدہ دار ہر طرح جہاں تک امکان میں ہے ، آپ کی اعانت کرنے پر آمادہ رہینگے "

انھوں نے ایک افسر اعلی کی طرح صرف اپنی گورنمنٹ کی زیادہ سے زیادہ ممکن اعانت کا وعدہ ہی نہ کیا، بلکہ ایک سچے مربی اور سرپرست کی طرح کام کرنے کی تدبیریں اور انکے قیمتی نکتے بھی سمجھا دیے -

شیعہ کالج کیلیے چالیس لاکھہ کا سرمایہ تجویز کیا گیا ہے - ظاہر ہے کہ چالیس لاکھہ کی رقم جلد جمع نہیں ہوسکتی اور اسلیے جلد کالج بھی نہیں بن سکتا - مگر تاخیر کا یہ پہلو ہز آنر کو گوارا نہیں - انھوں نے فرمایا کہ چالیس لاکھہ کی فراہمی کا انتظار نہ کیجیے ، اگر بارہ لاکھہ بھی جمع ہو جائیں تو کام شروع کردیجیے :

" آپ پہلے اس کمتر رقم یعنی بارہ لاکھہ کے فوراً جمع کرنے کا ارادہ کریں ، اگر یہ رقم وصول کرلی جاویگی تو میں اسکی ذمہ داری کر سکتا ہوں کہ گورنمنٹ آپ کی اعانت کریگی اور اپنے حد امکان پوری مدد دیگی "

اس سے بھی زیادہ بے خطا تدبیر یہ بتائی کہ :

" اپنی جماعت کے بڑے بڑے زمینداروں کو آمادہ کیجیے - وہ اپنی سالانہ آمدنی کا جزو معقول سرمایہ تعمیر میں دیں اور اپنی سالانہ مالگذاری میں سے کوئی مقررہ رقم فی صدی کالج کے مستقل اخراجات کیلیے دینا منظور کریں - ہندوستان کے ہر حصہ سے اپنی جماعت کے اشخاص کو لکھنؤ میں بلائیے تاکہ بڑے جلسہ میں شریک ہوں ، اور انسے درخواست کیجیے کہ وطن کی واپسی سے پہلے کالج کے قیام کا قابل اطمینان بندوبست کرتے جائیں "

ایڈریس کے اس جواب کے پڑھنے کے ساتھہ مندرجہ ذیل واقعات کو بھی پیش نظر رکھہ لیجیے :

(۱) سندہ کے مسلمانوں نے خود ہی اپنی تعلیم و ترقی کیلیے ایک دائمی فنڈ قائم کرنا چاہا ، اور تجویز کی کہ ہر زمیندار فی صدی کے حساب سے ایک رقم اسمیں داخل کرے- علی گڈہ کانفرنس نے اسکے متعلق بار بار رزولیوشن پاس کیے اور حکام سے التجائیں کیں کہ خدا را اسمیں مدد دیجیے، مگر چار سال ہوگئے، ابتک کوئی نتیجہ نہیں نکلا -

(۲) بمبئی میں ایک مسلمان نے آٹھہ لاکھہ روپیے گورنمنٹ کو دیے ہیں تاکہ مسلمانوں کی تعلیم میں خرچ کیے جائیں - اگر گورنمنٹ اپنے عام اصول کے مطابق اتنی ہی رقم خود بھی دیدے یا شیعہ کالج کی طرح کسی بڑی سرکاری زبان سے اسکے لیے چند الفاظ کہلوا دے تو ایک عمدہ کالج کی بنیاد فوراً پڑ جاسکتی ہے- مگر گورنمنٹ بمبئی نے ظاہر کیا ہے کہ جنگ کی وجہ سے سردست روپیہ نکالنا مشکل ہے -

(۳) بنگال میں ایک کالج کا مسئلہ سالہا سال سے درپیش ہے ، لیکن موجودہ حالات و موانع کی وجہ سے اسمیں برابر تاخیر ہورہی ہے - متعدد بار کہا گیا ہے کہ جنگ کی وجہ سے سردست روپیہ کی فراہمی مشکل ہے -

مجوزہ شیعہ کالج کی تحریک کی تولید اور نشو و نما کی یہ اجمالی سرگذشت تھی - اسکے مطالعہ سے ہر صاحب عقل سمجھہ لے سکتا ہے کہ اس تحریک کا مبدء و مولد کیا ہے ؟ اور سوال اصلی ایک نئے کالج کا اور برادران شیعہ کی خواہشوں کا ہے، یا اُن مقاصد مخفیہ کا جنکے لیے اس تحریک کو آلہ بنایا گیا ہے ؟

(الساکت عن الحق شیطان اخرس)

ایک طرف تو اس تحریک کی تولید و نشو و نما کا یہ حال نظر آتا ہے ، دوسری طرف علی گڈہ کے ارکان کالج اور محافظین مسئلہ تعلیم جدید کا موجودہ رویہ ہے، اور ضروری ہے کہ چند کلمات اسکی نسبت بھی کہے جائیں -

علی گڈہ کالج اور علی گڈہ کانفرنس کے ارباب حل و عقد نے ہمیشہ دعوا کیا ہے کہ ہمارا موضوع مسلمانوں کی جدید تعلیم اور علی الخصوص اعلی تعلیم ہے - ہمارا موضوع پالیٹکس نہیں ہے - پس پولیٹکل معاملات میں ہم سے کسی آزادانہ رویہ کی خواہش کرنا ایک ایسی چیز کا مطالبہ ہے جو ہمارے دائرۂ عمل ہی سے باہر ہے - البتہ تعلیم کے متعلق ہم سب کچھہ کرسکتے ہیں اور کررہے ہیں -

انھوں نے مسلمانوں کی تعلیم کے متعلق ایک خاص اصول وضع کیا ہے ، اور ہمیشہ سے کہتے آے ہیں کہ مسلمانوں کی تعلیمی حیات و ممات کا دارومدار اسی اصول پر ہے - اس اصول کو وہ " ایک قومی مرکز کے قیام و تکمیل " کے نام سے پکارتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ مسلمانوں کیلیے صرف تعلیم ہی کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ تعلیم سے بھی زیادہ ایک " قومی مرکز " کے قائم کرنے کی ضرورت ہے - جب تک کہ ایک ایسا مرکز موجود نہ ہوگا، متفرق کوششیں کچھہ سود مند نہیں ہوسکتیں - پھر اسکے بعد دعوا کرتے ہیں کہ علی گڈہ کالج ہی مسلمانوں کا قومی مرکز ہے ، اور اسی کے قیام و تکمیل پر مسلمانوں کی تمام حیات و ممات قومی کا دار و مدار ہے -

انکی اصلی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اسکو دنیا بھر کی چیزوں کا مرکز ثابت کردیں ، لیکن جب اسمیں کامیابی نہیں ہوتی تو مجبوراً " تعلیمی مرکز " کے قرار دینے ہی پر اکتفا کرلیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ دین و دنیا کا اور کوئی کام نہ کریں - صرف کالج ہی کو پوجیں اور صرف کالج ہی کو روپیہ دیں ؛ جاهدوا فی سبیلہ بامو الکم و انفسکم ! اگر وہ ایسا نہ کرینگے اور آرزو کاموں میں لگ جائینگے ، تو مرکز قائم نہ ہوگا، اور مرض نہرا تو پھر قوم قوم نہیں -

نیز ان لوگوں نے اپنی تقلید اور پرستش کا ایک نیا بت بنایا ہے ، اور اسکا نام زبا ہے " سر سید کی پالیسی "- یونانی علم الاصنام میں ہر طاقت کیلیے ایک مخصوص بت ہوتا تھا - یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ رزق کا دیوتا علم کے دیوتے کے کاموں میں مداخلت کرے ، یا کیوپڈ وینس کی حکومت میں خلل ڈالے - لیکن ان لوگوں نے صرف ایک ہی بت بنایا ہے اور اسکے اختیارات اسقدر وسیع ہیں کہ علم و عمل کا کوئی گوشہ اس سے خالی نہیں - یہ کہتے ہیں کہ ہم " سر سید کی پالیسی " سے سر مو تجاوز نہیں کرینگے، اور مسلمان صرف وہی ہے جو " سر سید کی پالیسی " پر نہ صرف ایمان مجمل بلکہ ایمان مفصل کا اقرار کرے -

سر سید مرحوم کی پالیسی کا اس بارے میں یہ حال تھا کہ انھوں نے پہلی لکھنؤ کانفرنس اور نیز میرٹھہ کانفرنس میں خاص رزولیوشن پیش کیے کہ جب تک مسلمان اپنی تمام متفرق اور علحدہ علحدہ کوششوں کو ترک کرکے ایک مکمل تعلیمی مرکز نہیں بنا لینگے، انکی کشتی طوفان ہلاکت سے نہیں

نکلیگی - چنانچہ انھوں نے اس رزولیوشن کا نام " مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ رکھا " اور ہمیشہ دوسرے کالجوں ' اسکولوں ' اور مستقل تعلیمی کوششوں کی مخالفت کرتے رہے - حتی کہ لکھنو کانفرنس میں انکو اسی مسئلہ کے متعلق اسقدر جوش آ گیا کہ بہت سے لوگ اسکے متحمل نہ ہوسکے - مرحوم سجاد حسین ایڈیٹر اردہ پنچ نے پھبتیاں اڑائیں ' اور لوگ جلسہ سے اٹھکر چلے آے -

ان تمام امور کے علاوہ سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے آپکو اتحاد و جمعیۃ کلمہ کا داعی قرار دیتے ہیں ' اور اسی بنا پر شیعہ مطالبات کا ایک بڑا حصہ ان لوگوں نے منظور نہیں کیا ' کیونکہ اسکے ماننے سے مسلمانوں میں تفریق بڑھتی -

مجھکو یہاں اس سے کوئی بحث نہیں کہ انکے یہ تمام مسالک و عقائد صحیح ہیں یا غلط ؟ بحث صرف یہ ہے کہ انکے مدعیانہ عقائد کا یہ حال ہے - پس اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ مجوزہ شیعہ کالج کا وجود انکے ان عقائد مسلمہ اور انکے امام معصوم کے مذہب و ملت کے لحاظ سے کیا حکم رکھتا ہے ؟

کیا ایک علحدہ کالج کا قائم کرنا اُنکے اصول " مرکزیت " کیلیے پیغام ہلاکت نہیں ہے ؟

کیا شیعہ کالج کے نام سے اسکی دعوۃ دینا ' کلمۂ اتحاد کیلیے فتنۂ عظیم نہیں ہے ؟

کیا علی گڈہ کالج کے اندر دو مسجدوں کا بنانا تفریق تھا ' مگر " شیعہ کالج " کی بنیاد رکھکر آب و ہواے تفریق میں آیندہ نسلوں کو طیار کرنا تفریق نہیں ہے !

کیا یہ سچ نہیں ہے کہ شیعہ کالج کی اصل بنیاد علی گڈہ کالج ہی کی مخالفت سے پڑی ' اور اسطرح علی گڈہ کالج کے احاطہ و اثر کو نقصان پہنچایا جارہا ہے ؟

کیا اس کالج کا وجود " سر سید کی مسلمہ پالیسی " اور مسلک تمرکز و جمعیۃ فریقین کیلیے جسپر محمڈن کالج کی بنیاد رکھی گئی تھی ' سخت مہلک نہیں ہے ؟

کیا ارکان کالج میں ہر شخص کا یہ اعتقاد و علم راسخ نہیں ہے کہ یہ تحریک موجودہ عہد کی سب سے زیادہ مضر تحریک ہے ' اور اس سے سخت نقصان مسلمانوں کو پہنچیگا ؟

اگر ان تمام سوالوں کا جواب اثبات میں ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ علی گڈہ پارٹی نے اس وقت تک اسکی مخالفت و اصلاح اور کلمۂ حق کے اعلان کیلیے کیا کارروائی کی ہے ؟ آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس نے جسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ اسکا موضوع صرف مسئلہ تعلیم ہے ' مسئلہ تعلیم قومی کی اس یکسر ہلاکت و بربادی کیلیے دنیسی صدا بلند کی ہے ؟ یہ کیا ہے کہ علی گڈہ کالج کی بستی کا ہر فرد یکسر بہرا گونگا بن گیا ہے جیسا کہ سر سید نے نہیں بلکہ صاحب شریعت نے کہا ہے کہ الساکت عن الحق شیطان اخرس اور یہ کون ہے جسنے تمام مصلحین قوم ' ماہرین فلسفہ تعلیم ' اور مجددین ملۃ حاضرہ کی زبانوں پر ایسے قفل چڑھا دیے ہیں کہ کسی کے حلق سے آواز نہیں نکلتی ' اور سب پر ہلاکت کی چپ اور موت کی خاموشی چھا گئی ہے ؟ اموات غیر احیاء و لا یشعرون ایان یبعثون (۱۶ : ۲۱)

تمہارا مسلک مرکزیت اب کہاں فنا ہوگیا ؟ تمہاری دعوت قومیت کس گڑھے میں دفن کردی گئی ؟ تمہاری چہل سالہ محنت اکارت جارہی ہے ' تم کہاں چھپ گئے ہو ؟ تمہارے امام معصوم کا مذہب ذبح کیا جارہا ہے ' تم کیوں نہیں بولتے ؟ تمہاری شریعت تعلیم مٹائی جارہی ہے ' تمہارے کانوں میں پھندے کیوں پڑ گئے ہیں ؟ یا سبحان اللہ ! اگر ایک مسلم اللہ اور رسول کے نام کی دعوۃ دے تو اسپر اپنی کانفرنس کا دروازہ بند کرنا چاہتے ہو ' اور کہتے ہو کہ سب سے پہلے سرسید پر ایمان لانے کا اقرار کرلے ' اسکے بعد وہ تقریر کر سکتا ہے - اس کا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ اس نے سرسید کی شریعت سے انحراف کیا - لیکن آج سرے سے علی گڈہ کالج کا اصولی بنیاد ہی منہدم کیا جارہا ہے اور سر سید کی شریعت مرکزیت کی دھجیاں اڑ رہی ہیں مگر تم سب پر نفاق کی موت طاری ہوگئی ہے اور تم سب مردوں کی طرح بیحس و حرکت پڑے ہو ؟

تم کہتے ہو کہ ہمارا دائرۂ عمل قومی تعلیم ہے - سیاست نہیں ہے - اچھی بات ہے - لیکن اب بتلاؤ کہ یہ جو کچھ ہے سیاست ہے یا تعلیم ؟ اگر قومی تعلیم کا مسئلہ ہے تو تمہاری قومیت اور قومی تعلیم کی لن ترانیاں کہاں دفن ہوگئیں ؟

تم بھلا ان سوالات کا جواب کیا دوگے ' میں خود ہی حقیقت کو بے نقاب کردیتا ہوں تاکہ ہر انسان تمہاری اصلی صورت دیکھ لے ' اور معلوم ہوجاے کہ حق سے تمہارا رشتہ کیا ہے ؟ نہ تو تمہارے اعتقادات بدلے ہیں اور نہ ہی تمہارے مسلک پر کوئی موت طاری ہوئی ہے ' بلکہ اصلی مصیبت یہ ہے کہ تمہارے دل پر موت چھا گئی اور تمہارے ایمان نے تم کو چھوڑ دیا - اصل یہ ہے کہ تمہارے صوبہ کا سب سے بڑا حاکم علانیہ شیعہ کالج کی تحریک کا ساتھ دے رہا ہے اور کھلے بندوں اسکی حمایت کررہا ہے - یہ دیکھکر تمہارے ہوش و حواس غائب ہوگئے ہیں ' اور مارے ڈر اور ہیبت کے تمہاری جان نکلی جارہی ہے - تم دیکھتے ہو ' مگر بول نہیں سکتے - سنتے ہو ' مگر زبان نہیں ہلا سکتے - چاہتے ہو ' مگر ہل نہیں سکتے - تم کہتے ہو کہ اگر ہم نے ذرا بھی زبان ہلائی تو عجب نہیں کہ ہم دربار شاہی سے مردود ہوجائیں - نخشی ان تصیبنا دائرہ - (۵ : ۵۷)

یہ ہے تمہاری حق پرستی ' یہ ہے تمہاری صداقت ' یہ ہے تمہاری مدۃ العمر کے دعووں اور لن ترانیوں کی کائنات و حقیقت ! آہ ' ایک انسان کے ڈر نے تمہاری روح پر ایسی ہلاکت طاری کردی ہے کہ تم اس چیز کو زبان سے نہیں نکال سکتے جسکو تمہارا دل حق کہہ رہا ہے - اے سست ایمانو ! تم انسان سے ڈرتے ہو ' مگر افسوس کہ تمہارے دل سے خدا کا خوف اس طرح نکل گیا ہے جس طرح کبوتر اپنے گھونسلے سے اوڑ جاتا ہے : علی خوف من فرعون و ملائھم ان یفتنھم ! (۱۰ : ۸۲)

یہی وہ مقام ہے جہاں آکر تم میرے مقابلے میں بالکل بیدست و پا ہوجاتے ہو ' اور تمام دنیا دیکھ لیتی ہے کہ حق کس کے ساتھ ہے ؟ اسکے ساتھ ہے جو اعلان حق کی وجہ سے اپنی زندگی کو ہر وقت خطروں اور ہلاکتوں میں گھرا ہوا دیکھتا ہے پھر بھی اعلاء کلمۃ الحق سے باز نہیں رہسکتا ' یا انکے ساتھ ہے جو اپنی پنجاہ سالہ کمائی کو صرف ایک انسان کے رعبی خوف اور ہیبت کی وجہ سے اپنے ہاتھوں تاراج کررہے ہیں ؟ فای الفریق احق بالامن ان کنتم تعلمون ؟

ایجنٹوں کیلئے کمیشن

ہندوستان کے تمام اردو ' بنگلہ ' گجراتی ' اور مرہٹی ہفتہ وار رسالوں میں البلاغ پہلا رسالہ ہے جو بازجود ہفتہ وار ہونے کے روزانہ اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت ہوتا ہے - تمام ملک ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک اسکی اشاعت کے استقبال کیلیے چشم براہ ہے - پس اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ہیں تو ایجنسی کیلیے درخواست بھیجیے ' کمیشن معقول دیا جاتا ہے -

شئون اسلامیہ

عــراق و لیــلاے عــراق !

ایک لمحۂ اشک سر زمین" تجري من تحتها الانهار" کي یاد میں !

یقولون " لیلي " با مــراق مریضــة
فما لــك لا تضني و انت صدیق !
شفی الله " مرضی " بالعراق ' فانني
علی کــل مرضی بالعــراق شفیق
فان تك " لیلی " بالعــراق مریضة
فانني مي بحر الحتــوف غــریق !
اهیــم با قطــار البــلاد و عرضــها
و ما لی الی " لیلی " الغداة طریق !

یہ اشعار عہد امویہ کے مشہور عاشق قیس عامري کي طرف منسوب ھیں - کہتے ھیں کہ ایک دن قیس اپني شوریدگي میں بے خبر پڑا تھا کہ اسکے کانوں میں کسي کي آواز آئي جو کہہ رہا ھے :

الا ان لیلی بالعــراق مریضــة
و انت خلی البال تلهــو و ترقد !

" لیلي عراق میں بیمار پڑي ھے اور تیرا حال یہ ھے کہ بیفکر و بیخبر کھیل کود میں اپنا وقت کاٹ رہا ھے " :

فلو کنت یا مجنون تضنی من الهوی
لبــت کمــا بات السلیــم المسهــد !

" اے مجنوں اگر تو واقعي بیماري محبت کا مریض ھے ' اور تجھے لیلي کے عشق و شیفتگي کا دعوی ھے ' تو ضرور تھا کہ تیرے محبوب کے دکھہ میں پڑنے کے ساتھہ ھي تجھپر بھي دکھہ طاري ھوجاتا ' اور اسکی بیقراري سے زیادہ تجھہ میں بیقراري اور بے چیني ھوتي - عشق کا دعوا اور بے دردوں کي طرح بیفکري ' یہ دونوں چیزیں جمع نہیں ھوسکتیں "

کہتے ھیں کہ یہ سنتے ھي قیس مجنوں پر ایک بجلي سي گرگئي ' جوش تاسف میں اُس نے گریبان پھاڑ ڈالا ' سر اور چہرے پر خاک ملنے لگا ' عراق و لیلاے عراق کے سوا اسکي زبان سے کوئي لفظ نہیں نکلتا تھا ' وہ بیخودانہ اُٹھا اور ایک سچے دیوانۂ عشق کي شان سے کوہ و بیاباں کي طرف روانہ ھوگیا - ابو عیسی روایت کرتا ھے کہ اس وقت مندرجۂ بالا اشعار اُسکي زبان پر تھے - جنکا ترجمہ حسب ذیل ھے :

" آہ ' کہتے ھیں کہ لیلي عراق میں بیمار پڑگئي ھے - پھر تجھے کیا ھوگیا ھے کہ صحیح و تندرست نظر آتا ھے - حالانکہ اس محبوبہ مریضہ کے عشق کا دعوا رکھتا ھے ؟

اگر واقعي یہ سچ ھے کہ لیلي عراق میں بیمار ھے تو مجھے بیماري کي دعوۃ نہ دو - میں تو موتوں اور ھلاکتوں کے سمندر میں ڈوبا ھوا ھوں !

میں شہروں میں گشت لگاتا ھوں اور عراق تک پہنچنے کي راہ ڈھونڈھتا ھوں ' لیکن افسوس کہ لیلي تک پہنچنے کي تمام راھیں بند ھوگئي ھیں !

خدا سر زمین عراق کے تمام بیماروں کو شفا دے ' کیونکہ جب سے میں نے اپنے بیمار عراق کي خبر سني ھے ' عراق کے ھر بیمار کیلیے شفیق ھوگیا ھوں !! "

(۲)

لیکن اے سر زمین عراق ! اے بہشت زار دجلۂ و فرات ! اے مصداق تجري من تحتها الانهار ! اے مایۂ عشق چہل کروڑ نفوس ملت ! قیس عامري کي لیلي چند دنوں کیلیے تیري آبادیوں میں آ بسي تھي اور اسلیے وہ تجھہ تک پہنچنے کیلیے بیقرار تھا ' لیکن آہ ' ھمارے لیے تو تیري تمام سر زمین یکسر لیلي زار حسن و جمال ھے ' اور تیري کسي ایک عمارت کے اندر ھي نہیں ' بلکہ تیري خاک کے ھر ذرے کے اندر ھمارے عشق ماضي کا ایک حجلۂ حسن و جمال آراستہ ھے ! قیس عامري کي لیلي اگر بادیۂ نجد کے خیموں سے نکلکر تیري سر زمین میں آ گئي تھي ' تو ھمارے اقبال رفتہ کي بھي ایک لیلي ھے جو ریگ زار حجاز سے نکلي ' اور صدیوں تک تیري سر زمین اسکے لیے منزل عیش و نشاط رھي - بابل و نینوا کي وراثت تیري ھي سر زمین میں ھم کو دي گئي تھي - کلدان اور مدائن کے مدفون خزانے تو ھے ھي ھمارے سپرد کیے تھے - ھارون الرشید کي سنہري کشتیاں تیرے ھي دجلہ میں تیرتي تھیں ' مامون اعظم کا دربار عظمت و اجلال تیرے ھي خاک کا ایک افسانہ گذشتہ ھے - تو ھي ھے کہ تیري زمین کا ایک ایک کھنڈر ' تیري خاک کا ایک ایک تودہ ' تیري نہروں کي ایک ایک لہر ' کاروان رفتۂ لیلي کا نقش قدم اور کارو بار عشق ماضي کا افسانہ سرا ھے - اور پھر اے سر زمین لیلي ! تیري ھي فضاء محبوب ھے جسکے ھر ذرے سے آج بھي بازگشت ناقۂ لیلي کي صدائیں اُٹھہ رھي ھیں ' اور ھر اُس مجنوں کیلیے ملامت ھے جو عشق لیلي کے دعوے کے ساتھہ سر زمین لیلي سے

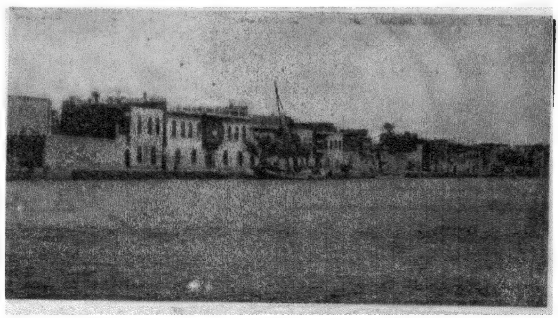

عمارہ کا منظر دجلہ کي طرف سے !

بغداد کا جدید پل

تغافل بھي کررہا ہے ' حالانکہ عشق لیلی کا دعوا اور مسکن لیلی سے غفلت ' یہ دونوں چیزیں ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتیں :

فلو کنت یا مجنون تقضي من الهوی
لبت کمـا بات السلیـم المسهـد !

پس افسوس ہر اُس دل پر' جس نے "لیلي" کي یاد کو ایک لمحہ کیلیے بھي بھلایا' اور صد افسوس ہر اُس آنسو پر جو "لیلي" کے سوا کسي دوسرے کیلیے بہایا گیا :

اذا کان هذا الدمع یجري صبابة
علی غیر لیلي ' فهو دمع مضیع !

(۳)

مندرجۂ بالا سطور بے اختیار قلم سے نکل گئیں جبکہ موجودہ واقعات کي تقریب سے ہم نے ارادہ کیا کہ سر زمین عراق و بغداد کے بعض مناظر البلاغ کے صفحات پر شائع کریں - عالمگیر جنگ یورپ کے معرکے کچھہ عرصہ سے سر زمین ایشیا میں منتقل ہوگئے ہیں' از انجملہ سر زمین بغداد ہے جہاں مہینوں سے میدان اقدام و ادبار گرم ہے ' اور خصوصیت کے ساتھہ قطاالعمارہ اور مابین بصرہ و بغداد کے مقامات دنیا کے سامنے آرہے ہیں - چنانچہ اس مرقع میں بھي سب سے پہلے العمارہ کي آبادي کا ایک منظر آپ کے سامنے ہے جو دجلہ کے کنارے واقع ہے ' اور اگر آپ چشم تصور سے کام لیں تو انہي ساحلي عمارتوں کے عقب میں جنگ عراق گذشتہ کے بہت سے عبرت انگیز نتائج و حوادث نظر آسکتے ہیں - و هموا بما لم ینالوا !

یہ مناظر دجلہ کے سلسلے میں پہلا منظر تھا - نہر دجلہ کا دوسرا منظر بغداد جدید کي وسط آبادي کا ہے جہاں مغربي و مشرقي آبادي کو ایک نئے پل کے ذریعہ ملا دیا گیا ہے ' اور پل کے دونوں طرف چھوٹي چھوٹي کشتیاں بکثرت نظر آرہي ہیں - یہ کشتیاں اب تو زیادہ تر شہر کي اندرني آمد و رفت کیلیے کام میں لائي جاتي ہیں ' لیکن کسي زمانے میں ہارون الرشید اور مامون اعظم کي سیر و تفریح کا بڑا ذریعہ یہي تھیں ! و تلك الایام نداولها بین الناس -

تیسرا مرقع سفارت خانہ برطانیہ کي جدید عمارت اور دجلہ کي قدیم روانی' دونوں کا مشترک منظر ہے - دجلہ کي سطح اگرچہ بالکل خاموش اور ساکن ہے - حتی کہ ایک ہلکي سي لہر بھي اسپر حرکت کرتي ہوئي نظر نہیں آتي ' تاہم اگر آپ سننا چاہیں تو اسکي زبان چپ نہیں ہے - آپ کو معلوم ہے کہ صدائیں صرف لبوں کي حرکت ہي سے نہیں نکلتیں - بارہا ایسا بھي ہوتا ہے کہ ایک خاموش چہرہ اور ایک غیر متحرک لب ان غوامض و اسرار کي شرح و تفصیل کردیتا ہے جنکے لیے زبان کي حرکت اور حلق کي آواز بالکل گونگي ہوتي ہے - خاموش فصاحت نے اکثر گویائي کے دعووں کو شکست دي ہے :

لسان عیي فـي الهـوی و هـو نـاطق
و دمعي فصیح في الهـوی و هو اعجـم !

نظارہ دجلہ کي ان تین منزلوں کے بعد اب ذرا اُن لوگوں کے حالات پر بھي نظر ڈال لیجیے جنکي یاد دجلہ کي یاد اور سر زمین دجلہ سے وابستہ ہے - ایک عجیب مخروطي شکل کا گنبد آپ دیکھہ رہے ہیں جو کسي ہشت پہلو عمارت کے اوپر سے نمایاں ہے ' اور عمارت کے ہر طرف پختہ قبریں بني ہوئي ہیں - یہ مشہور زبیدہ خاتون زوجۂ ہارون الرشید کا مقبرہ ہے ' اور دجلہ کے بعد ہي آپکے سامنے آگیا ہے تاکہ مکان کے ساتھہ اسکے پہلے مکینوں کو بھي دو گھڑي یاد کرلیں -

بغداد اور بغداد والوں کو یہیں چھوڑ دیجیے' اور آگے بڑھیے - اب آپ گنبدوں اور منارون کي ایک موٹر سرزمین کي طرف بڑھرہے ہیں جسکي یاد و تذکرہ کي تقدیس کو زمانہ کے صدہا تغیرات و حوادث بھي نقصان نہ پہنچا سکے' اور جو سر زمین عراق کا سب سے زیادہ پر اثر اور تاریخي حصہ ہے - یہ کربلا کي سر زمین عبرۃ و بصیرۃ ہے ' اور روضہ حضرۃ سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کا درخشاں گنبد اور اسکے سر بفلک منارے آپ دیکھہ رہے ہیں - یہ منارے حق کي طاقت کا اعلان ہیں ' اور کلمۂ حریۃ کي فتح اور کلمۂ استبداد کے خسران و خذلان کي شہادت ہیں - وہ بتلا رہے ہیں کہ دنیا میں سب سے بڑي طاقت حق کي ہے نہ کہ انسانی تاج و تخت کي ' اور خدا کی زمین پر سب سے بڑا فتحمند وہي ہے جس نے سب سے زیادہ مظلومي کے ساتھہ اپنا خون بہایا - تیرہ سو برس ہوے کہ اس سر زمین پر دو گروہ باہم معرکہ آرا ہوے تھے - ایک گروہ صرف بہتر بھوکے پیاسے انسانوں کا ضعیف و ناتواں مجمع تھا ' اور جانوں اور گردنوں کے سوا اسکے پاس کچھہ نہ تھا - دوسري طرف دمشق کا تاج و تخت ' حکومت و سلطنت ' ساز و سامان خسروي و ملوکي ' اور ہزارہا انسانوں کا قاہر و جابر گروہ تھا - بظاہر پہلي جماعت نے شکست پائي ' کیونکہ قتل کي گئي ' اور اسکے خون سے ساحل فرات کي سرزمین مدتوں تک سرخ رہي' لیکن فی الحقیقت یہ ایک محض عارضي منظر تھا - غور کیجیے کہ آخر کي فتحمندي اور عاقبۃ کار کي کامیابي کس کو ملي ؟ انکو جنکے نام و نشان سے بھي آج تمام سطح ارضي خالي ہے ' یا اسکو جسکا گنبد آجتک اپنے بقاء ذکر اور کلمۂ باقیہ کے ثبوت میں سر بفلک استادہ ہے ؟ یہ کیسي عجیب بات ہے کہ آج تمام شاہان بنو امیہ میں سے کسي ایک شخص کي قبر کا بھي دنیا سراغ نہیں لگا سکتي - کیونکہ بنو عباس نے انکي قبروں کو اکھاڑ اکھاڑ کے مسمار کردیا ' اور کوئي اثر دنیا میں باقي نہ رکھا - بر خلاف اسکے مدفن کربلا کا اثر مجسم ابتک حي و قائم موجود ہے ' اور اگرچہ مخالفین کے دست تظلم نے بارہا اسکو بھي مسمار و بے نام و نشان کرنا چاہا' تاہم اسکا نشان کسي طرح نہ مٹ سکا کہ ظلم کا دھبہ کبھي نہیں دھل سکتا - پھر کیا بقاء قبور و آثار کے بارے میں بھي زمین قانون بقاے اصلح کي پابند ہے ' اور اپني گود میں صرف اسي کے اثر کو باقي رکھنا چاہتي ہے جو اصلح تھا ؟

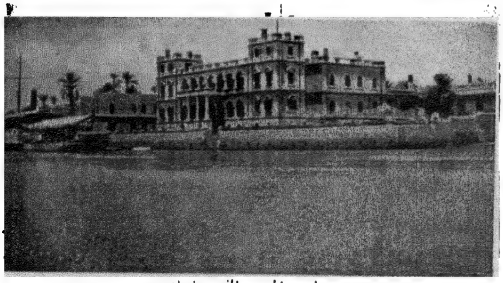

سفارت خانہ برطانیہ بغداد

(۴)

اللہ تعالی نے مسلمانوں سے بہشت و نعائم بہشت کا وعدہ کیا تھا' اور باغوں کي سرسبز و شاداب زندگي کي بشارت دي تھي :

و بشر الذين آمنوا و عملوا الصالحات ان لهم جنات (بقره)
جو لوگ ایمان لاے اور اعمال صالحه اختیارکیے' تو انکو باغوں کي زندگي کي بشارت دیدو -

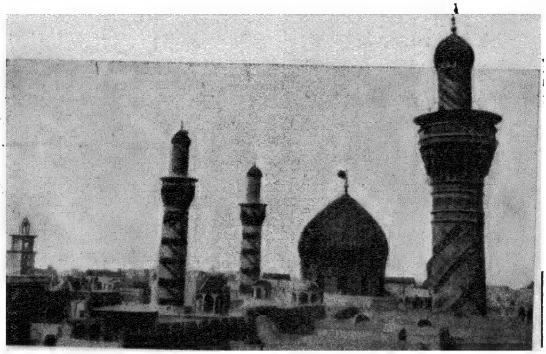

مشهد مبارک حضرت امام حسین علیه و علی ابائه و اجداده الصلواة والسلام

یه باغ وه تھے جنکا سب سے زیاده نمایاں وصف یه تھا :

تجري من تحتها الانهار (بقره)
انکے تلے نہریں بہه رهي هونگي -

یهي جنت تھي جسکا ایمان والوں سے وعده کیا گیا تھا ' اور جسکا وعده گذشته صالح قوموں سے بھي کیا گیا تھا :

قلك الجنة التي نورث من عبادنا من كان تقيا
همارے بندوں میں جو متقي هوگا' هم ایسي هي جنت کا اے وارث بنائیں گے -
(مریم)

ارباب ایمان و عمل صالح کیلیے یه وعده آخرة میں پورا هوے والا هے - لیکن اسمیں کچھه شک نہیں که دنیا میں بھي پورا هوگیا' اور جو لوگ خدا کے متقي بندے تھے' انھوں نے اپني آنکھوں سے بہشتي زندگي کي نعمتوں کو دیکھه لیا - کرۂ ارضي کي تمام بہشتي سر زمینوں کے وهي وارث هوے' اور فتح مندي و کامراني کي سلطاني و کامراني صرف الهي کیلیے نامزد کي گئي - اس بہشتي زندگي میں نه تو انکے لیے غم تھا اور نه هي نامرادي ' نه مایوسي کو وهاں بار تھا اور نه نا امیدي کا وهاں نام و نشان - وه جو چاهتے تھے پاتے تھے' اور جس نعمت کیلیے اٹھتے تھے' وه خود انکے سامنے جھکنے کیلیے دوڑتي تھي :

جنات عدن التي وعد الرحمن عباده بالغيب انه كان وعده ما تيا - لا يسمعون فيها لغوا الا سلاما ' و لهم رزقهم فيها بكرة و عشيا !
(مریم)

دائمي عیش و مراد کے باغ جنکا وعده خداے رحمن نے اپنے نیک بندوں سے کیا' اور جو اگرچه انکے سامنے نہیں هیں اور نه ابھي وه دیکھه سکتے هیں' مگر الله کا وعده یقیناً پورا هوکر رهیگا - اس بہشتي زندگي میں سلامتي و کامراني کے سوا کوئي بیکار و فضول صدا انکے کانوں میں نہیں پڑیگي - انکي رزق صبح و شام انکے لیے طیار رهیگي - اپني احتیاج اور رزق کیلیے وه کبھي دکھه نه اٹھائینگے !

اس بہشتي زندگي کي ایک سب سے بڑي خصوصیت یه تھي که تجري من تحتها الانهار پس آخرة کي جنت اعلی کا پرتو دنیا کي حیاة بہشتي میں بھي نظر آگیا' اور وه تمام بہشتي سر زمینیں مسلمانوں کو سپرد کردي گئیں' جنکے تلے پاک و شفاف پاني کي نہریں بہه رهي تھیں - آه' سر زمین عراق هي وه دنیا کي جنت تھي جو عاقبت کي جنت کا ایک ظل کامل هے' اور جسکے نیچے دجله و فرات کي نہریں هر جگه اور هر حصے میں بہه رهي هیں ! یهي جنت دنیا کے سب سے بڑے تمدنوں اور بڑي سے بڑي قوموں کي وراثت میں آئي - بابل و نینوا کے تمدن نے یہیں نشو و نما پایا' اور ایرانیوں کا تخت جلال و عظمت صدیوں تک یہیں حکمراني کرتا رها - بالاخر وراثت ارضي کي جب آخري بخشش هوئي تو دنیا کے تمام خزائن و دفائن کے ساتھه تجري من تحتها الانهار کي بہشت ارضي بھي مسلمانوں هي کو سپرد کي گئي : تلك الجنة التي نورث من عبادنا من كان تقيا !

دنیا نے انقلابات و تغیرات کے سینکڑوں رنگ بدلے - مسلمانوں نے اپنے اعمال صالحه سے اگر اس بہشت ارضي کا اپنے اپکو مستحق ثابت کیا تھا ' تو بد اعمالیوں سے اپني نا اهلي کا خود هي فیصله بھي کردیا - انکے با همي اختلاف و شقاق کي تلواریں سب سے زیاده اسي مدینة السلام میں چمکیں' اور مسلمانوں کے ایک گروه نے همیشه اس بہشت سے دوسرے کو بیدخل کرنا چاها - خدا کي زمین صرف صلحاء کیلیے هے : ان الارض يرثها عبادي الصالحون اور اس بنا پر کچھه عجیب نه تھا اگر اس بہشت ارضي کے بسنے والوں کو حکم الهي ملتا جیسا که آدم بہشتي سر زمینوں میں ملا :

اهبطوا ! بعضكم لبعض عدو-
اس جنت سے نکل جاؤ - تم میں سے ایک دوسرے کا دشمن هے -

لیکن الله کا وعده سچا هے اور وه صرف پورا هي هونے کیلیے هے- اس نے تجري من تحتها الانهار کي بہشت کي جہاں کہیں بشارت دي هے' وهاں ساتھه هي یه بھي فرما دیا هے: تجري من تحتها الانهار خالدين فيها ! یعني اس سر زمین بہشت کے تلے نہریں بہه رهي هونگي ' اور اسمیں مسلمان همیشه رهینگے - کبھي اس سے نکالے نه جائینگے - اسکے وعده کي سچائي کو دیکھو که دنیا میں صدها انقلابات و تغیرات هو چکے هیں' لیکن " خالدين فيها " کے وعده کا فرمان حق ابتک بدستور نافذ و قائم هے' اور تیره صدیوں کي عظیم الشان مدت کے اندر ایک لمحه بھي ایسا نہیں گذرا هے که اس وعده کي سچائي میں فرق آیا هو - اس وعدۂ الهي کے ماضي کو تمام دنیا دیکھه چکي هے' مگر مستقبل کو دیکھنا ابھي باقي هے :

و كان وعدا مفعولا !

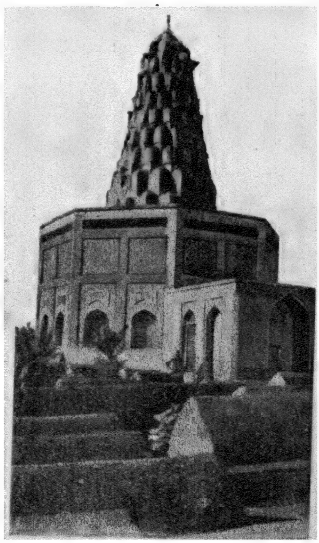

قبه زبیده خاتون زوجه هارون الرشید

اطلاع

اگر الهلال کي پہلي شش ماهي جلد کسي صاحب کے پاس مکمل موجود هو' اور وه فروخت کرنا چاهیں تو دفتر کو اطلاع دیں-

اسئلة واجوبتها

تفسیر سورۂ والتین

اقسام القرآن

(از جناب مولوی وصی احمد صاحب بلگرامی)

جناب علامۂ دوراں وحید الزماں مولانا ابوالکلام صاحب آزاد دام مجدہم - پس از سلام مسنون گذارش یہ ہے کہ البلاغ نمبر ۵ و ۶ میں جناب مولوی مظہر الدین صاحب شیرازی نے جو سورۂ والتین پر روشنی ڈالی ہے ' اوسکے متعلق چند ضروری استفسارات ہیں :

ملاحظہ ہو فرماتے ہیں : " انجیر ' زیتون ' طور سینا ' مکۂ معظمہ ' اس دعوے پر شاہد ہیں کہ ہمنے انسان کو بہتر سے بہتر حالت میں پیدا کیا ہے "

طور سینا اور مکۂ معظمہ کی شہادت تو واضح ہے کہ حضرت موسیٰ اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی آنکھیں نور وحدت سے انہیں مقاموں پر منور ہوئیں - ضعیف انسان کی بزرگی پر یہ دونوں شاہد ہوتے ہیں ' اور اسلئے گواہ لائے جاسکتے ہیں - مگر تین اور زیتون کی شہادت کے متعلق جناب موصوف یوں فرماتے ہیں :

(۱) " انجیر ایک نہایت چھوٹا پھل ہے ' لیکن غذا و دوا میں بے شمار فوائد رکھتا ہے - ذائقہ کے لحاظ سے نہایت شیریں ہے - باعتبار طبی فوائد کے قاطع بلغم ' ملین طبع ' مطہر کلیتین ' مسمن بدن ' وغیرہ اسکے معمولی خواص ہیں - پس انجیر شاہد ہے کہ جسطرح جسم صغیر پر بیشمار فوائد کا مجموعہ ہے - اسیطرح وجود انسانی بھی جسماً مختصر ' لیکن مختلف قوتوں کا پتلا ہے "

(۲) " جسطرح زیتون میں روغن حاول کیے ہوئے ہے ' اور زیتون کی قدر اسکے روغن ہی کی وجہ سے ہے ' اسیطرح انسانی جسم میں بھی روح کا حاول ہے ' اور اسکا شرف بھی اسکی روح ہی سے ہے ' ورنہ انسان مٹی کا ایک ڈھیر ہے - اور بس "

ہمنے یہ سب مانا ' لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جسطرح انجیر اپنے جسم صغیر میں بیشمار فوائد اور زیتون اپنے قالب میں تیل کا خزانہ رکھتا ہے ' اسی طرح روئے زمین پر اور نیز ملک عرب میں ہزاروں لاکھوں ایسے پھل ہیں ' جو یہی خواص رکھتے ہیں - پھر کیا وجہ کہ انکی بڑی شہادت پیش کرتے وقت جناب بڑی کے انجیر اور زیتون ہی کو چنا ؟

جناب موصوف کی توضیح سے تسکین نہیں ہوتی - انگریزی پڑھے والے طلباء کی آنکھیں اور دل ظاہر ہے کہ آجکل علم مجید کی معرفت و ثبات سے نابینا ہیں - انبیاء آدمی مجبوراً ہر ہر قدم پر ٹھوکریں کھاتا ہے ' اس صورت میں بینا آنکھوں کا فرض ہے کہ صحیح راستہ بتلا دیں - لہذا یہ عریضہ ارسال خدمت گرامی ہے کہ تین اور زیتون کی شہادت پر شکوک مذکورۂ بالا کا لحاظ کرتے ہوئے جناب مزید روشنی ڈالنے کی تکلیف گوارا فرمائیں ' باعث مشکوری ہوگا - والسلام -

البلاغ :

قرآن حکیم کے فہم و درس کا جو ذوق آپکے خط سے ظاہر ہوتا ہے ' اس سے یہ فقیر نہایت خوش وقت ہوا - اللہ تعالیٰ آپکے اس ذوق میں برکت و ثبات عطا فرمائے ' اور آپکے امثال و نظائر سے ہمارے جدید مدارس کی عمارتیں معمور ہو جائیں -

آپکا سوال دراصل مسئلۂ " اقسام القرآن " سے تعلق رکھتا ہے - یعنی قرآن حکیم کی جن جن سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے حروف قسم کے ساتھ بعض اشیاء کا ذکر فرمایا ہے ' انکی حقیقت ' اور جواب قسم سے انکا ربط و تعلق - ازانجملہ سورۂ والتین ہے ' اور اسمیں سب سے پہلے تین و زیتون کی قسم نظر آتی ہے - درس و فہم حقائق قرآنیہ کی مختلف راہیں ہیں ' اور بسا اوقات انکی حقیقت مختلف نظروں کو مختلف روشنیوں میں نظر آتی ہے - تین و زیتون کے متعلق ایک تفسیر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تھی جسکو مولانا مظہر الدین صاحب نے اپنے مضمون میں نہایت خوبی سے پیش کیا ہے ' اور انکے خصائص کو نوع انسانی کے جسم و حقیقت کے خصائص سے تشبیہ دی ہے - لیکن اسمیں کوئی شک نہیں کہ سورۃ کے موضوع اور بقیہ اقسام کے ربط کیلیے صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے - مزید غور و فکر اور جستجوے حقیقت کیلیے قدم اٹھانا چاہیے - میں آپکے سوال کا جواب دو صحبتوں میں دونگا -

(چند مقدمات مہمہ)

سب سے پہلے چند مقدمات آپکے سامنے آجائیں جن پر ہمارے تمام مباحث تفسیر مبنی ہیں -

(۱) قرآن حکیم کی ہر سورۃ کا ایک موضوع (سبجکٹ) ہے - اور اول سے لیکر آخر تک وہ سورۃ اسی پر مبنی ہے ' جسقدر مطالب درمیان میں آگئے ہیں وہ سب کے سب اسی ایک موضوع اصلی کے ناگزیر و ضروری اطراف بحث و تعلیم ہیں -

(۲) ہر سورۃ کی ابتدا و انتہا اس موضوع کے معلوم کرنے کی کنجی ہے -

(۳) جب ہر سورۃ کا ایک موضوع ہے تو یہ چیز بھی ضمناً آپکو معلوم ہوگئی کہ قرآن کی تمام آیات باہم مربوط و مسلسل ہیں ' اور ایک نظم و اسلوب حقیقی کے ساتھ سلسلۂ بیان بتدریج اجمال سے تفصیل ' دعوے سے دلیل ' اور تعلیم سے امثال و نظائر کیطرف بڑھتا اور کھلتا جاتا ہے - اسی کو قرآن حکیم نے " تصریف آیات " سے جا بجا تعبیر کیا ہے - " صرف " کے معنی لغۃ میں " رد الشي من حالة الى حالة " کے ہیں (کما صرح به الاصفهانی)

(۴) " قسم " کے معنی شہادت و دلالت کے ہیں ' قرآن حکیم نے جس چیز کو حروف قسم کے ساتھ پیش کیا ' وہ ایک شاہد ہے جو اپنے ما بعد دعوے کیلیے دلیل پیش کرتا ہے - قسم کا مقصد استشہاد ہوتا ہے - ہم خدا کی قسم کھاتے ہیں - یعنی کہتے ہیں کہ خدا شاہد ہے کہ ہم نے جھوٹ نہیں بولا - سورۃ والفجر میں ہے " هل في ذالك قسم لذي حجر " یعنے ان چیزوں میں صاحب عقل کیلیے بڑی بھی شہادت ہے - منافقین کہتے تھے کہ " نشهد انك لرسول الله " ہم گواہی دیتے ہیں آپ اللہ کے رسول ہیں - خدا نے انکی تکذیب کی اور کہا : " اتخذوا ایمانهم جنة " انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا ہے - یہ ظاہر ہے کہ منافقین نے شہادت دی تھی - قسم نہیں کھائی تھی - پس خدا نے خود ہی شہادت کو قسم سے تعبیر کرکے حقیقت کھولدی -

لیکن چونکہ عام مفسرین متاخرین نے اس حقیقت پر غور نہیں کیا ' اسلیے وہ اس دھوکے میں پڑگئے کہ قسم اُس چیز کی

کھائي جاتي ھے جسمیں بڑائي اور عظمت ھو - اسلیے تمام قسموں میں صرف عظمتوں ھي کو تلاش کرتے رھے - انکي شہادت حق و دلالۃ حقائق پر نظر نہ ڈالي - امام رازي گو فرماتے ھیں کہ قسم ایک طرح کي دلیل ھے' لیکن چونکہ اصل حقیقت سے پوري طرح متاثر نہیں ھیں' اسلیے اُسي غلطي کو شروع کر دیتے ھیں جو اعتراف معني دلیل کے ساتھہ جمع نہیں ھو سکتي تھي - یعني تین اور زیتون کي عظمت اور بزرگي کو ثابت کرنا چاھتے ھیں - پھر جب اور کچھہ نظر نہیں آتا تو فرماتے ھیں کہ تین (انجیر) کا مزہ بہت اچھا ھے' اور وہ معدے کیلیے مسہل و ملین ھے' اور زیتون کي لکڑي کے اندر تیل ھے ! گویا نہ تو دنیا کے اندر کوئي اور پھل ملین ھے اور نہ کوئي اور شے اپنے اندر روغن رکھتي ھے !

سچ یہ ھے کہ متاخرین میں یہ فضیلت و مزیت اللہ تعالی نے صرف حضرۃ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور انکے ارشد تلامذہ علامہ ابن قیم کیلیے مخصوص کردي تھي کہ حقائق و معارف کتاب و سنت کے جمال حقیقي کو بے نقاب کریں' اور جو پردے متاخرین نے یکے بعد دیگرے ڈالدیے ھیں' انکو اللہ کي بخشي ھوئي قوۃ مجددہ و مصلحہ سے چاک چاک کردیں - چنانچہ تاریخ اسلام کے ان دو عظیم الشان انسانوں نے اقسام القرآن کي اس حقیقت کو جا بجا واضح کیا ھے - اور موجودہ زمانے میں سب سے بڑا خوش نصیب انسان وہ ھے جسکے دلونکو اللہ ان مصلحین حقیقي کي تصنیفات کے فہم و درس کیلیے کھول دے کہ انکا نور علم مشکواۃ نبوۃ سے براہ راست ماخوذ تھا -

(موضوع سورۃ والتین)

دنیا میں انسان اپنے اندر دیکھتا ھے تو اسکو جذبات و موثرات کا ایک عجیب مخلوط اور متضاد ھجوم نظر آتا ھے - باھر دیکھتا ھے تو اسکي ناکامیاں اور مایوسیاں اوسکي کامیابیوں اور امیدوں سے زیادہ نظر آتي ھیں -

جذبات کے اعتبار سے وہ ایک ھي وجود ھے جو کبھي فرشتوں کي طرح محبت و ھمدردي اور شرافت و عفت کا پیکر ھے' اور کبھي قتل و ھلاکت اور خونریزي و سفاکي میں سانپوں کے زھر سے بدتر اور درندوں کے پنجوں سے اسفل ھے - وھي انسان جو جانوروں کو تکلیف میں دیکھکر ھمدردي کے جذبات سے معمور ھوجاتا ھے ' بسا اوقات اپنے بھائیوں کا بیدریغ خون بہانے لگتا ھے تاکہ انکے خون سے اپني خود غرضي کي پیاس بجھاے -

خارجي اعمال کے لحاظ سے اسکي بوقلموني اور زیادہ عجیب ھے - وہ ایک ھي وجود ھے جو کبھي تاج و تخت حکومت پر جلوہ آرا ھوتا ھے' اور کبھي کتوں کي طرح غلامي کي خاک پر لوٹتا ھے - کبھي اسکي ھمت سر بفلک عمارتوں کے بنانے ' پہاڑوں کے کاٹنے ' سمندروں کے مسخر کرنے سے نہیں تھکتي' اور کبھي ایسا ھوتا ھے کہ پتوں کي ایک دیوار کو کھڑا کرنا بھي اسکے لیے مشکل ھو جاتا ھے -

وہ کبھي بجلي سے ڈرتا ھے ' طوفان سے لرزتا ھے ' آسمان کو دھشت و خوف سے دیکھتا ھے' اور پھر اسقدر انکے مظاھر و شئون سے مرعوب ھوجاتا ھے کہ انکي پرستش و بندگي شروع کردیتا ھے' اور کہتا ھے کہ میں انکے آگے صرف جھکنے اور عاجزي ھي کیلیے ھوں - اسکے تنزل و تسفل کیلیے یہ مثال بھي کافي نہیں - ایک وقت آتا ھے جبکہ دنیا میں پتھر کے اُن ٹکڑوں کیلیے جو راستوں میں ٹھوکریں کھاتے ھیں' عزت ھوتي ھے ' پر انسان کیلیے کوئي عزت باقي نہیں رھتي - وہ انسان ھوکر پتھروں کے آگے ماتھا ٹیکتا' انکو اپنے آقا اور خداوند کي طرح پوجتا' اور اپني حیات و ممات کو انکي رضا و غضب میں منحصر یقین کرتا ھے - کتا زیادہ سے زیادہ انسان کے آگے جھکتا ھے کہ وہ کتے سے اشرف و اعلی ھے - گھوڑا اور ھاتھي انسان کے چاکر بن جاتے ھیں کہ انسان کي عظمت کا مقابلہ نہیں کرسکتے ' مگر انسان کتے سے بھي بدتر اور گھوڑے اور ھاتھي سے بھي اسفل ھے کہ اپنے سے اعلی کے آگے نہیں بلکہ اپنے ھي جیسے کے سامنے یا اپنے سے بھی بدتر کے آگے جھکتا اور ارندھا ھوتا ھے !

تم کسي کتے کو نہیں دیکھوگے کہ وہ کسي دوسرے کتے کے آگے عاجزي کرے ' لیکن یہ انسان ھي ھے کہ اپنے جیسے ایک انسان کو چاندي سونے کے تخت پر بٹھاتا ھے' اور پھر کتوں کي طرح اسکے آگے زمین پر لوٹتا اور گرد مذلت چاٹتا ھے -

اعمال انساني کے اس اختلاف و تضاد اور انفعالات و تاثرات عملیہ کي اس بوقلموني و رنگا رنگي میں انساني فطرۃ اصلیہ کي حقیقت گم ھوجاتي ھے - کچھہ نہیں کہلتا کہ یہ عجیب جانور جو سب سے بڑا بھي ھے اور سب سے چھوٹا بھي' اسکي اصلي منبع فطرۃ کیا تھي جو اسے دیگئي تھي؟ وہ کي نفسہ شیطان ھے یا فرشتہ؟ بھیڑیا ھے یا بکري؟ تاریکي ھے یا روشني؟ نیک ھے یا بد؟ اچھا ھے یا برا؟

(مسئلۂ خیر و شر فطرۃ انساني)

یہ سوال انسان کي اصل فطرۃ و جبلت کي نیکي اور بدي کا ھے - یعني کیا بالطبع وہ نیک بنایا گیا ھے یا بد؟ یا دونوں؟ اسکے داخلي جذبات و داعیات کي کشاکش اور خارجي اعمال و نتائج کا میدان تو نور و ظلمت' ملکوتیۃ و بھیمیۃ' حسن و بد زوني' علو و تسفل ' عظمت و ذلت' نیکي و بدي' دونوں کا مجموعہ نظر آتا ھے' اور کچھہ پتہ نہیں چلتا کہ در اصل وہ کیا ھے ؟

دنیا میں ابتدا سے لیکر ابتک اس سوال کے متعلق تین مختلف مذاھب نظر آتے ھیں :

(۱) انسان کي اصلي جبلت و فطرۃ بدي ھے' لیکن باھر کي تربیت اسکو عارضي طور پر خوشنما کردیتي ھے - وہ خصائص فطرۃ کے اعتبار سے ایک خالص حیوان ھے - لیکن تربیت پذیري کے اعتبار سے انمیں فوقیت رکھتا ھے - درخت کي جڑ اور شاخیں متناسب نہیں ھوتیں' لیکن انکو کاٹ کر اور چھیل کر ھم درست کر لیتے ھیں - فطرۃ کي تمام خلقت کا یہي حال ھے - اصل فطرۃ میں قوام و اعتدال نہیں ھوتا - چھیل چھال کر اسے سڈول بنا لیا جاسکتا ھے - یہي حال انسان کا ھے - باھر کي صناعي تربیت سے ایک نیا رنگ اپنے اوپر چڑھا لیتا ھے' لیکن جب اوپر کا رنگ کمزور ھوجاتا ھے تو اصلي تہ نظر آجاتي ھے - بڑا سے بڑا مہذب انسان بھي غصہ و انتقام میں درندہ بن جاتا ھے - اسلیے کہ اسکا مصنوعي رنگ اُتر گیا اور اسکي اصلي فطرۃ شر اُبھر آئي -

یہ مذھب "مذھب شر" یا "مذھب یاس" ھے - وہ دنیا کي ھر چیز کو شر اور یاس کي نظر سے دیکھتا ھے- یونان میں دیوجانس کلبي (Diogenes) اسي فلسفۂ اخلاق کا مشہور پیشوا گذرا ھے -

(۲) دوسرا مذھب اُن لوگوں کا ھے جو انسان کي فطرۃ کو بالکل ایک سادہ حالت میں دیکھتے ھیں اور کہتے ھیں کہ اسمیں نہ تو نیکي ھے اور نہ بدي ھے - نہ وہ کانٹوں کي چبھن ھے اور نہ پھولوں کي مہک - وہ محض ایک منفعل' اثر پذیر' اور نقش انگیز وجود ھے جو اپنے ساتھہ کچھہ نہیں لاتا مگر دنیا میں آکر جو کچھہ پاتا ھے لے لیتا ھے - وہ ایک دامن ھے جسکے اندر سواے کنجایش و عمق کے اور کچھہ نہیں ھے - اسمیں ھر طرح کا بوجھہ بھرلینے کي صلاحیت ھے مگر ابھي کوئي چیز اسمیں بھري نہیں گئي ھے - اب اگر اسیکو پتھر ملا ھے تو اسکو بھر لیگا' پھول ملے ھیں تو انکو اُٹھا لیگا - یہ تشبیہ واضح تر یہ کہ انسان کي فطرۃ اصلا ایک سفید کاغذ ھے - اسپر کوئي نقش نہیں ھوتا - نہ تو کانٹے کي تصویر ھوتي ھے اور نہ پھول کي - اب جو کچھہ اسپر بنا یا جائیگا' بن جائیگا -

حکماء یونان میں اس مذھب کا ایک دور رھچکا ھے - معتزلہ نے بھي زیادہ تر اسي کي پیروي کي تھي ' آج یورپ میں بھي حکماء اخلاق کا ایک بڑا گروہ یہي کہتا ھے -

(۳) تیسرا مذھب "جامع خیر و شر" ھے - یعنے وہ کہتا ھے کہ :

آدمي زادہ طرفہ معجون ست !

نیکي اور بدي' دونوں اسکي فطرۃ میں موجود ھیں - بالقوۃ وہ شیطان اور فرشتہ دونوں ھے ' قوۃ ملکوتي و بھیمي دونوں رکھتا

ہے - دنیا میں آکر جس قسم کے خارجی موثرات ملتے ہیں ' انہی کے مطابق اسمیں اولی ایک قوۃ نشو و نما پانی اور بروز کرتی ہے - اگر یہ اثرات اسمیں اسے جمع ہوجائیں جسکو تم "نیکی" کے لقب سے پکارتے ہو' تو اسکی قوت ملکوتی کھلیگی اور چمکیگی ' لیکن اگر برخلاف اسکے بدی کا گرد و غبار چھا جائیگا تو نیکی کی چمک ماند پڑجائیگی' اور بدی کی تاریکی پھیل اُٹھیگی - اس مذہب کے بدیہی کے نزدیک انسان کے اندر ملکوتیۃ و بہیمیۃ دونوں ہیں' مگر انکا فعل تربیت و تاثرات پر موقوف ہوتا ہے - گویا نیکی اور بدی دو بیج ہیں جنکو انسان اپنے ساتھ دنیا میں لاتا ہے ' پھر جس بیج کو تربیت و تاثر کا پانی ملجاتا ہے ' وہی پھولتا پھلتا اور تناور درخت بنتا ہے -

دنیائے قدیم و جدید' دونوں میں اس مذہب نے بہت ترقی و مقبولیت حاصل کی ہے - ارسطو کا بھی یہی مذہب تھا' اور تقریباً تمام حکماء اسلام نے اسی کو قبول کیا ہے - ابن مسکویہ جس نے یونانی اخلاق کو سب سے زیادہ مشرح و منظم لکھا ہے' اسی مذہب کا داعی ہے - دور جدید کے حکماء اخلاق میں بھی یہی مذہب زیادہ مقبول ہے - امام فخر الدین رازی وغیرہ تمام مفسرین تفسیر قرآن میں اسی مذہب کو پیش نظر رکھتے ہیں' اور " و ھدیناہ النجدین" اور " فالھمھا فجورھا و تقواھا" وغیرہ آیات کریمہ کی تفسیر اسی مذہب کی بنا پر کرتے ہیں - کہا جاسکتا ہے کہ مسئلہ خیر و شر فطرۃ کے متعلق دنیا کا غالب اور عام اعتقاد یہی ہے - اور چونکہ انسانی اعمال و نتائج میں خیر و شر دونوں نظر آتے ہیں' اسلیے ہر شخص سمجھتا ہے کہ یہی مذہب زیادہ صحیح و احق ہے -

(القرآن الحکیم)

قرآن حکیم نے دین الٰہی کا دوسرا نام " العلم " رکھا ہے :

و لئن اتبعت اھواءھم	اور اگر تونے انکی خواہشوں کی پیروی
بعد الذی جاءک	کی' بعد اسکے کہ تیرے پاس علم یعنی
من العلم -	دین الٰہی آ چکا ہے - الخ -

ہر جگہ گمراہ قوموں کے بغی و ضلالت پر ملامت کرتے ہوئے کہا :

فما اختلفوا الا بعد ما جاءھم العلم بغیا بینھم - (۴۵ : ۱۶)

حاملین قرآن کی نسبت کہا : فی صدور الذین اوتو العلم - وہ انکے سینوں میں ہے جنکو علم دیا گیا - نیز کہا کہ یہ " برھان " ہے " بصائر " ہے " نور " ہے' " بصیرۃ " ہے ' اور ہر جگہ کفر کو کہا کہ وہ " ظن " ہے " شک " ہے' تخمین ہے' اور انکل کی باتیں اور قیاسات ہیں : ما لھم بذالک من علم انھم الا یظنون - پھر دین الٰہی کے ماننے اور اطاعت کرنے کو " ایمان " کہا' اور ایمان والوں کو " مومن"- ایمان امن سے ہے اور امن کے معنی = طمانیۃ النفس" اور زوال خوف و شک کے ہیں - ان تمام تصریحات سے واضح ہوا کہ دنیا میں علم و یقین صرف ایک ہی ہے اور وہ وحی الٰہی ہے' اور اسکے سوا اور جسقدر ادعاء علم کے اعلانات ہیں' ظن اور شک سے آگے نہیں بڑھتے - نیز یہ کہ " ایمان " کے معنی " یقین " حاصل کرنے کے ہیں' اور مومن وہ ہے جسکے پاس " شک " کی جگہ " یقین " ہو- یہی وجہ ہے کہ مومن اور غیر مومن کو " الذین یعلمون " اور " و الذین لا یعلمون " اور " الاعمی " اور " البصیر" سے تشبیہ دی - یعنے صاحبان علم اور بینا ' اور ارباب جہل اور اندھے !

اس بنا پر علم اضافی و محدود تو دنیا کے پاس ہے' مگر علی الاطلاق " العلم " قرآن کے سوا اور کوئی نہیں' اور قرآن جس کے پاس ہے وہی دنیا میں سب سے زیادہ اعلم اور سب سے بڑا جاننے والا ہے -

پس شک و ظن کے تمام اختلافات کو اسی " العلم " اور " البصائر" کے آگے عرض کرنا چاہیے کہ وہی ایک حکم حقیقی ہے -

اس عاجز نے جہاں تک غور کیا ہے' معلوم ہوتا ہے کہ مسئلۂ خیر و شر فطرۃ کے متعلق قرآن حکیم کا فیصلہ ان تینوں مذہبوں سے الگ ہے - اور تمام دنیا میں وہ پہلی آواز ہے جو انسانیت کے شرف فطری و خیریت کو ان تمام ظنون و اوہام کی اوہام پیدا کردہ ذلتوں سے نجات بخشتی ہے - ان تینوں مذہبوں میں پہلا مذہب فطرۃ انسانی کو زمین کی کثافت اور مٹی کے تودوں سے زیادہ حقیر قرار دیتا ہے - گھناؤنی حیوانات کی غذا ہے اور مٹی سے دیوار بنائی جا سکتی ہے' مگر یہ مذہب کہتا ہے کہ انسانی فطرۃ میں مضرۃ کے سوا کوئی نفع نہیں - یہ مغرور انسان کا اپنی نسبت پہلا مایوس فیصلہ تھا -

اسکے بعد دوسرا مذہب سامنے آتا ہے اور اسکو ایک سادہ صفحہ قرار دیتا ہے جسمیں نہ تو نیکی کا نقش ہے اور نہ بدی کا - بلا شبہ یہ مذہب انسان کیلیے پہلے مذہب جیسا بے رحم نہیں' تاہم یہ بھی اسکی فطرۃ کو کوئی شرف نہیں بخشتا' اور ایک منفعل اور ہر طرح کے اثر کو قبول کرنے والا وجود قرار دیکر چھوڑ دیتا ہے -

تیسرا مذہب سب سے زیادہ مقبول ' سب سے زیادہ عام ' اور اس بارے میں انسانی علم کی سب سے بڑی جست ہے - لیکن وہ بھی پہلوؤں کے ساتھ قانونوں کو برقرار رکھتا ' اور انسان کو فرشتگی دیکر شیطنت کا بھی مساوی حصہ بخشتا ' اسکی غایت تحقیق یہ ہے کہ بالفطرۃ اسمیں نیکی بھی ہے اور بدی بھی - پس وہ جسطرح اچھا ہے ' برا بھی ہے - اگر بدی کا پلہ نہ جھکا تو نیکی کے پلے کو بھی زیادہ وزن نصیب نہیں - نتیجہ کے اعتبار سے اسکی فطرۃ یہاں بھی شرافت و احترام سے محروم و نامراد ہے : و ذالک مبلغھم من العلم -

ان تینوں مذہبوں نے فطرۃ انسانیۃ کی حقیقت کو کھو دیا' اور وہ اپنا سراغ نہ پاسکے -

یہ مذاہب حکماء اخلاق اور عام افکار و آراء انسانی کے ہیں - لیکن آج جسقدر مذاہب دنیا میں موجود ہیں ' انکا فیصلہ بھی یہی ہے - اکثر حالتوں میں تو وہ پہلے مذہب کی دعوۃ دیتے ہیں - بعض حالتوں میں اگر انکے شارحین تاویلات رکیکہ سے کسی بلند درجہ کو حاصل کرنا چاہتے ہیں' تو بھی آخری مذہب سے آگے انکا قدم نہیں بڑھتا -

لیکن قرآن یعنے " العلم " دنیا میں اسلیے نہیں آیا کہ فطرۃ کے محجوب جمال کو اور زیادہ مستور کردے' بلکہ اسکی دعوۃ کی اولین حقیقت یہ تھی کہ انسانی ضلالت و ظنون نے فطرۃ و حقیقت پر جو پردے ڈالدیے ہیں' انکو اسطرح چاک چاک کردے کہ انسان اپنے ہی آئینہ کے اندر اپنی صورت دیکھ لے - پس وہ اولین آواز ہے جس نے سب سے پہلے اس گم شدہ حقیقت کا سراغ بتلایا ' اور دعوا کیا کہ انسان کی فطرۃ و جبلۃ نہ تو محض ایک صفحۂ سادہ ہے ' نہ صرف بدی اور شر کی ناپاکی ہے' اور نہ ہی ملکوتیت اور بہیمیت کا مرکب ' بلکہ وہ ایک خالص و کامل نیکی ہے' جسمیں خیر کے سوا اور کچھ نہیں ہے' اور کوئی قوۃ اسکے اندر ایسی نہیں رکھی گئی ہے جسمیں بدی اور برائی کا اصلاً بیج ہو- وہ صرف نیکی ہی لیکر دنیا میں آتا ہے ' نیکی ہی کیلیے پیدا کیا گیا ہے ' اور نیکی ہی کیلیے اسکو سب کچھ دیا گیا ہے - لیکن وہ دنیا میں آکر اپنی فطری نیکی کی حفاظت نہیں کرتا ' اسکے نشو و نما کی راہیں بند ہو جاتی ہیں' اور اسکے طبیعی اُبھار کو اسطرح دبا دیا جاتا ہے جس طرح کسی پودے پر ایک پتھر رکھکر اسکی قوۃ پامال کردی جائے - پس انسان کے اندر جو کچھ ہے وہ خالص نیکی ہے ' اور جسقدر بھی برائی ہے' وہ اسکا کسب خارجی ہے- نیکی اسکا فطری عمل ہے' اور بدی غیر فطری ' خارجی ' اور یکسر صناعی - اگر وہ نیک ہے تو یہ فطرۃ ہے ' اگر بد ہے تو یہ تصنع ہے - اسکو بیج ایک ہی دیا گیا ہے جو صرف نیکی کا ہے - جب وہ اُبھرتا ہے تو تم کہتے ہو کہ یہ نیکی ہے ' جب پامال کر دیا جاتا ہے تو تم کہتے ہو کہ یہ بدی ہے - حالانکہ تم نہیں جانتے کہ پھل اور پتوں کا نہ لگنا کوئی الگ وجود نہیں ہے ' بلکہ درخت کے نشو و نما کے عدم کا نام ہے -

خدا نے اسکو روشنی دی ہے ' اور اسکے اندر آئینہ رکھدیا ہے - وہ دنیا میں آتا ہے اور باہر کے پردوں سے اندر کی روشنی کو ڈھانپ دیتا ہے - باہر کے گرد و غبار سے اندر کے آئینہ کو مکدر کردیتا ہے - اب تم کہتے ہو کہ وہ تاریک ہے ' مگر نہیں سوچتے کہ اسکی اصل روشنی تھی - تاریکی نہ تھی - اس نے روشنی کو چھپانے نہ دیا - تم کہتے ہو کہ اسکے دامن میں زنگ اور غبار تھا - حالانکہ زنگ و غبار نہ تھا بلکہ صاف و شفاف آئینہ تھا - باہر سے گرد اڑ رہی تھی - اسکو چاہیے تھا کہ دامن سے ڈھانپ لیتا ' مگر اس نے گرد و غبار کو پسند کیا اور آئینہ کی چمک کی قدر نہ کی - اب وہ غبار آلود ہے - کچھ دنوں کے بعد بالکل تاریک ہوکر لوہے کا ایک سیاہ ٹکڑہ بن جائیگا ' مگر اسلیے نہیں کہ اسکے پاس لوہا تھا ' بلکہ صرف اسلیے کہ آئینہ کو صاف نہ رکھنے دیا

یہی انسان کی وہ فطرۃ اصلی ہے جسکو قرآن حکیم فطرۃ صالحہ قرار دیتا ہے ' یعنی وہ فطرۃ جو بالکل اپنی اصلی نیکی کی حالت میں ہے ' اور باہر کی کسی بدی سے اسکو آلودہ نہیں کیا گیا ہے - یہی فطرۃ صالحہ دین الہی ہے ' یہی دین قیم ہے ' یہی دین حنیفی ہے ' یہی صراط مستقیم ہے ' یہی فطرۃ اللہ ہے ' یہی صبغۃ اللہ ہے ' اور قرآن کی اصطلاح میں سب سے آخر مگر سب سے زیادہ جامع و حاوی نام اسی کا " اسلام " ہے -

اور اسی لیے قرآن کہتا ہے کہ انسان کی اصلی فطرۃ " اسلام " ہے اور " کفر " ایک صناعی اور غیر فطری عمل ہے - اگر ایک انسان " مسلم " ہے تو اسکو یوں کہو کہ وہ اپنی اصلی فطرۃ صالحہ پر قائم ہے ' اسکی فطری روشنی نور دے رہی ہے ' اسکی فطرۃ خیر کی قندیل کو باہر کا کوئی طوفان بجھا نہ سکا ' اور وہ ویسا ہی ہے جیسا فطرۃ نے اسے بنایا تھا - لیکن اگر ایک انسان " مسلم " نہیں ہے تو اسکے یہ معنی ہیں کہ فطرۃ حقیقی کا چراغ بجھ گیا ' اسکے اندر کا آئینہ زنگ آلود ہوگیا ' گرد و غبار کی تہ بر تہ تہوں نے اسکو سیاہ کردیا ' اور وہ فطرۃ کی صورت حقیقی کی جگہ ایک مسخ شدہ غیر فطری و مصنوعی جانور بن گیا - معصیت سے یہ فطری آئینہ زنگ آلود ہوتا ہے ' اور کفر زنگ آلودگی کی وہ آخری حالت ہے جبکہ آئینہ بالکل سیاہ ہوگیا ' اور ایک دھندلی سی چمک بھی اس میں باقی نہ رہی : ختم اللہ علی قلوبھم و علی سمعھم و ابصارھم تشاوہ - اور : سواء علیھم ءا نذرتھم ام لم تنذرھم لا یومنون - وغیرہ تصریحات قرآنیہ میں اسی آخری مرتبۂ ضلالت کی طرف اشارہ ہے اور لھم قلوب لا یفقھون بھا اور : جعلنا علی قلوبھم اکنۃ ان یفقھوہ - اور : کالانعام بل ھم اضل میں اسی فطرۃ صالحہ کی پامالی اور ایک غیر فطری حالت مسخ و انقلاب کو واضح کیا گیا ہے - یہ وقت تفصیل کا نہیں - اشارات پر اکتفا کیجیے -

اور ٹھیک ٹھیک یہی معنی ہیں مسلم کی اس مشہور حدیث کے جسکی شرح میں عجیب عجیب حیرانیاں لوگوں کو ہو رہی ہیں کہ :

ما من مولود الا یولد — دنیا میں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا
علی الفطرۃ و ابواہ — مگر اپنی اصل فطرۃ پر - پھر یہودی
یھودانہ و ینصرانہ - — اسے یہودی بنا لیتے ہیں اور نصرانی نصرانی -

ایک دوسری روایۃ میں ہے : ما من مولود یولد الا و ھو علی ھذہ الملۃ - یعنی جسقدر بچے پیدا ہوتے ہیں ' سب ملۃ اسلام پر پیدا ہوتے ہیں -

انسان کی فطرۃ صالحہ ہی کا نام اسلام ہے ' اور ہر بچہ جو پیدا ہوتا ہے ' اپنی اصلی اور بے میل فطرۃ ہی پر پیدا ہوتا ہے ' پس انسان کا ہر بچہ " اسلام " پر پیدا کیا گیا - اب وہ دنیا میں آتا ہے اور باہر کی ہوائیں اسکے اندر کی روشنی کو تہہ و بالا کرنے لگتی ہیں - اگر یہودیت کے اثرات اس نے پائے ' تو یہودیت کا جھونکا اسکے چراغ فطرۃ کو گل کردیگا ' اگر مجوسیت کا طوفان اٹھا ' تو اسی میں اسکی کشتی فطرۃ ڈگمگانے لگیگی - پر یہ جو بچہ ہوگا ' باہر کا اثر و اسب ہے - اسکے اندر کی فطرۃ صرف اسلام تھی - یعنی صرف نیکی و خیر تھی -

تمہید بڑھتی جاتی ہے اور یہ صحبت خود ایک مستقل صحبت ہے - اگر اس بارے میں قرآن حکیم کی مزید تصریحات جمع کی جائیں تو صفحوں کے صفحے اسی میں صرف ہوجائیں - یہی معنی ہیں ذرۃ انسانی کے " بلی " کہنے کے جبکہ خدا نے انسے پوچھا کہ " الست بربکم ؟ " کیا میں ہی تمہارا پروردگار نہیں ہوں ؟ پس انسان کی فطرۃ اصلی تصدیق ہے جو اسکے اندر ودیعت کردی گئی اور اب اگر " بلی " کی جگہ یعنی تصدیق ربوبیت کی جگہ وہ انکار کرتا ہے ' تو یہ اسکی فطرۃ کی صدا نہیں ہے - ایک غیر فطری صناعی ہے -

اور اسی فطرۃ صالحہ کا نام قرآن حکیم نے " قلب سلیم " رکھا ہے یعنی وہ دل جو بالکل صحیح و سالم ہو اور اپنی اصلی تندرستی و اعتدال پر قائم ہو - کوئی نیا عارضہ اور بیماری اُسے نہیں لگ گئی ہے - حضرۃ ابراہیم علیہ السلام کی نسبت فرمایا کہ ان جاء ربہ بقلب سلیم جبکہ وہ اپنے رب کے حضور قلب سلیم یعنی فطرۃ صالحہ غیر آلودہ کے ساتھہ حاضر ہوے - تم تو معلوم ہے کہ حضرۃ ابراہیم کی یہ فطرۃ صالحہ وہ تھی جسکو باہر کا کوئی بڑا سے بڑا جادو بھی مرعوب نہ کرسکا ' اور اسکے اندر کی روشنی پکار اٹھی : انی وجھت وجھی للذی فطر السمارات و الارض حنیفا و ما انا من المشرکین -

اور یہی وجہ ہے کہ خدا کی شریعت کا کام صرف یہ ہوتا ہے کہ اس فطرۃ صالحہ پر انسان کے صناعی و خارجی ضلالت کا جو زنگ چڑھا دیا ہے ' اسے دور کردے ' اور اسکی اصلی روشنی پھر چمک اٹھے - یہی وجہ ہے کہ ہدایت الہی کو قرآن نے " ذکر " کے لفظ سے تعبیر کیا ' اور ضلالت و نفر کو " نسیان " کہا - " ذکر " کے معنی حفظ اور یاد کے ہیں ' نسیان بھولنے کو کہتے ہیں - چونکہ فطرۃ اصلی کو انسان بھلا دیتا ہے اور اسی کا نام ضلالت ہے - پس ضلالت نسیان ہوی اور ہدایت فطرۃ اصلی کے بھلائے ہوے سبق کو پھر تازہ کردینا - اسیلیے اسکو ذکر کہا - نسیان کی انتہاء " غفلت " ہے ' " غفلت " کو قرآن نے منتہاء ضلالت قرار دیا ہے - لھم قلوب لا یفقھون بھا ' و لھم اذان لا یسمعون بھا ' و لھم اعین لا یبصرون بھا ' اولئک کالانعام بل ھم اضل - اولائک ھم " الغافلون " -

ایک اور آیت بھی نسیان کے متعلق اس سر سری نظر میں سن لو : الذین نسو اللہ فانساھم انفسھم - وہ لوگ کہ انہوں نے اللہ کے رشتہ کو بھلا دیا ' اور نتیجہ یہ نکلا کہ اپنے نفسوں ہی کو بھول گئے -

اسکا مطلب یہ ہے کہ اپنے نفسوں کو یعنی اپنی فطرۃ صالحہ کو بھول گئے - کیونکہ فطرۃ صالحہ تو وہ تھی جس نے کہا تھا " بلی " یعنی خدا کی ربوبیت اور اسکے رشتے کا اقرار کیا تھا - اب اگر وہ اُس ہستی کے رشتے کو بھلا رہے ہیں جسکے آگے فطرۃ اصلی " بلی " کہہ چکی ہے ' تو اس رشتے کو نہیں بھلا رہے بلکہ اپنی فطرۃ ہی کو بھلا رہے ہیں -

(عود الی المقصود)

بہر حال قرآن حکیم انسان کی فطرۃ کو خالص نیکی قرار دیتا ہے ' اور بدی سے اسکی فطرۃ صالحہ کو پاک بتلاتا ہے - وہ کہتا ہے کہ اسکی فطرۃ صرف تندرستی اور صحت ہے - البتہ وہ دنیا میں آکر بہت سی بیماریاں مول لے لیتا ہے - بیماری باہر کا اثر ہے ' اندر صرف تندرستی ہے -

سورۂ والتین کا موضوع اصلی یہی حقیقت ہے - یعنی اسمیں انسان کی فطرۃ صالحہ کی اسی اہم سدہ اصلیت کو واضح کیا گیا ہے ' اس موضوع پر لیے قرآن نے مفصل درس بھی دیے ہیں ' لیکن یہ منجملہ مجمل مگر جامع و حاوی دروس کے ہے -

مطبوعات جدیدہ

معراج العقول (۱)

مفلس کی قسمت سے زیادہ اُس شخص کی بدقسمتی پر افسوس کرنا چاہیے جسکے پاس دولت کا کچھ نہ کچھ بقیہ موجود ہے ' مگر وہ اس سے متمتع نہیں ہوتا -

یہی حال آج تمام عالم اسلامی ' اور علی الخصوص مسلمانان ہند کا ہے - وہ ہر چیز میں صرف اسی چیز کا ماتم کرتے ہیں جو جا چکی ہے ' مگر جو کچھ موجود ہے اس سے خبردار ہونے اور کام لینے کا کسی کو ہوش نہیں - مذہب ' علم ' تمدن ' اخلاق ' معاشرت ' غرضکہ حیات قومی کی جس شاخ کو دیکھیے کا یہی نظر آئیگا کہ مسلمانوں کی جیب اسقدر خالی نہیں ہے جسقدر انکا ہاتھ بیخبر ہے -

صرف اسی بات کو دیکھیے کہ ہندوستان سے علم و ارباب علم کے رخصت ہو جانے پر کس قدر آنسو بہائے جاتے ہیں ' اور کس طرح ہمیشہ ماتم کیا جاتا ہے کہ علم و قلم کی صحبتیں برہم ہوگئیں ؟ لیکن اس چیز پر کسی کی نظر نہیں پڑتی کہ علم و قلم کی آج بھی جو قابلیتیں موجود ہیں' وہ کس طرح ضائع کی جارہی ہیں ' اور ملک کی نادر شناسی اور بد امتیازی نے اس طرح انہیں متفنی کیلیے گمنامی میں چھوڑ دیا ہے ؟ کتنے ہی ارباب علم و فضل ہیں جنکا جوہر علمی آج صرف اسلیے زائل جارہا ہے کہ انکو امن کی ایک رات اور دل جمعی کی ایک صبح بھی نصیب نہیں - کتنے ہی ارباب قلم ہیں جو بہتر سے بہتر علمی خدمت انجام دیسکتے ہیں لیکن انکی تمام قابلیت کچھ نہیں کرسکتی کیونکہ انکی استطاعت بھی نہیں رکھتے کہ ضرورت کی چند کتابیں خرید سکیں - کتنے ہی صاحبان استعداد و فکر ہیں جنکے لیے اصلی مشغلہ علم و فن کا تھا لیکن انکا سارا وقت اسمیں خرچ ہوتا ہے کہ :

چہ خورد بامداد فرزانہ !

لوگ اسپر ماتم کرتے ہیں کہ جانے والے چلے گئے ' مگر کسی کی آنکھ نہیں روتی کہ جو باقی ہیں اُنکی خبر لیں -

ایسے ہی ارباب علم و ذوق میں سے جناب مولانا سید مرتضی صاحب نور نہروی ہیں جنکی ایک تصنیف "معراج العقول" پچھلے دنوں شائع ہوئی ہے ' اور جسکے مطالعہ کے بعد سطور مندرجۂ صدر کی ہر صاحب نظر تصدیق کرسکتا ہے -

صاحب "معراج العقول" موجودہ عہد کے علماء شیعہ میں ایک ممتاز اہل نظر ہیں - اور منجملہ اُن مخصوص بزرگوں کے ہیں جنکو اجتہاد فکر ' حریت رائے ' اور اصابت فہم نے شاہراہ عام کی تقلید پرستیوں سے الگ کردیا ہے ' اور اسلیے نہ تو وقت کی مقبول عام صفوں میں انکے لیے کوئی جگہ رہی ہے ' اور نہ خود انکو ہی اُن صفوں میں جگہ پانے کی کوئی حسرت ہے - زمانے نے ہمیشہ ایسے لوگوں کے مقابلے میں ناقدردانی کا حربہ اٹھایا ہے ' مگر انہوں نے بھی اپنی بے نیازیوں سے ہمیشہ اسکے سر غرور و جہل کو شکست دی ہے :

نا رزا بود بہ بازار جہاں جنس وفا
رونقے کشتم و از طالع دکان رفتم

صاحب معراج العقول مولوی سید علی بلگرامی مرحوم کے زمانے میں بعہدۂ نظامت علوم و فنون ' ریاست حیدرآباد دکن سے تعلق رکھتے تھے - انقلابات و تغیرات نے رزق ارلتا تو اپنے وطن کا رخ کیا - ایک عرصہ سے وہیں عزلت گزیں ہیں اور بے نیازانہ و علم پرستانہ مشغول تصنیف و تالیف رہتے ہیں - زمانے کو اگر انکے علم و فضل کی خبر نہیں ہے تو نہو ' مگر انکو زمانے کی جہل پرستی اور خیرہ مذاقی کا حال اچھی طرح معلوم ہے :

ز مرغان حرم در کام زاغاں طعمہ اندازد
مدار روزگار سفلہ پرور را تماشا کن

معراج العقول عربی کی ایک ضخیم کتاب ہے جو ۸ سو صفحوں پر ختم ہوئی ہے اور حسن طباعت کے متعلق اسقدر کہدینا کافی ہے کہ نامی پریس کانپور میں غیر معمولی اہتمام کے ساتھ چھاپی گئی ہے - کتاب کا موضوع کلام و الاھیات ہے ' اور جناب مصنف کے مطالعہ و نظر کا اصلی موضوع یہی ہے - ان مباحث کیلیے متاخرین نے زیادہ تر یہ روش اختیار کی تھی کہ کسی چیز کو بطور متن کے قرار دیکر اسکی شرح لکھتے تھے ' اور اس ضمن میں تمام پیش نظر مباحث ایک ترتیب خاص کے ساتھ آ جاتے تھے - صاحب معراج العقول نے بھی اسی کا تتبع کیا ' اور مشہور دعاء مشلول کو جو اسماء حسنی کا مجموعہ ہے ' شرح کیلیے منتخب کیا - کلام و الاھیات کے جتنے اہم مباحث ہیں' وہ سب کے سب مختلف صفات باری تعالی عز اسمہ سے تعلق رکھتے ہیں - اسلیے اسماء حسنے کی شرح لکھنے کے یہ معنی ہیں گویا کلام و مباحث الاھیۂ حکمیہ پر ایک جامع کتاب لکھدی -

افسوس کہ البلاغ کی محدود و مشروط صحبتیں تفصیلی تبصرہ کی متحمل نہیں' کتاب نہایت ضخیم ہے اور جن مباحث و مسائل پر مشتمل ہے ان میں سے ہر مسئلہ اسقدر وسیع اطراف بحث رکھتا ہے کہ جب تک تفصیل کے ساتھ نقد و تبصرہ نہ کیا جاے کتاب کی حیثیت واضح نہیں ہو سکتی - اس سے بھی زیادہ یہ کہ کتاب عربی میں ہے' یعنی اُس زبان میں ہے جو مرحوم عرفی کے عہد میں بھی مخصوص بہ خواص تھی' اور "حدیث زیر لبی" ہی کیلیے موزوں سمجھی جاتی تھی :

مدار صحبت ما بر حدیث زیر لبی ست
کہ اہل شوق عوام اند و گفتگو عربی ست

اور جب اُس عہد کا یہ حال تھا تو ہمارے عہد کی نسبت تو سوال ہی بیکار ہے :

مجلس چو بر شکست تماشا بما رسید !

پس اسکے سوا چارہ نہیں کہ سرسری اشارات پر اکتفا کیا جاے - سب سے زیادہ اہم اور سب سے زیادہ قابل ذکر خصوصیت جو اس کتاب کو موجودہ عہد کی بہترین مصنفات کا درجہ دیتی ہے ' وہ اجتہاد فکر و استقلال رائے ہے جسکی روشنی کتاب کے ہر مبحث میں نمایاں ہے - یہ وہ فضیلت عظمی و مزیت کبری ہے کہ اگر کتاب میں اور کچھ نہ ہوتا ' اور آٹھ سو صفحوں کے اندر صرف ایک سطر بھی اس دولت عظمی سے بہرہ ور ہوتی ' جب بھی صاحب معراج العقول کے شرف و امتیاز کیلیے کافی تھا -

---

(۱) یہ کتاب نہایت اہتمام اور تکلف سے چھاپی گئی ہے - ۸ سو صفحوں پر ختم ہوئی ہے - قیمت پانچ روپیہ ہے اور خود مصنف سے "نور نہرہ ضلع غازیپور" کے پتہ سے ملسکتی ہے -

خلاف رسم دریں عہد خرق عادت داں
کہ کارہاے چنیں از شمار بالعجبی ست

قران حکیم کی تمام دعوۃ کا خلاصہ یہ تھا کہ وہ " ما وجدنا علیہ ابائنا " اور " انا وجدنا اباءنا علی امۃ و انا علی آثارھم مقتدون " کے خلاف ایک یکسر صداے احتجاج ہے جو دنیا سے اسکے سوا کچھہ نہیں چاھتی کہ تقلید کی جگہ اجتہاد ' اور جہل کی جگہ علم و برہان کو اپنا دستور العمل بناے - لیکن صدیوں سے تمام عالم اسلامی کا یہ حال ہو رہا ہے کہ علم و فن کی کوئی شاخ نہیں جو تقلید اعمی و اتباع بغیر بصیرۃ کے استیلاء ضلالت سے بچی ہو' اور جس تقلید کے متعلق بالاتفاق سب نے فیصلہ کردیا تھا کہ وہ جہل کا دوسرا نام ہے اور علم کے ساتھہ جمع نہیں ہوسکتی کیونکہ علم نام حصول دلیل کا ہے " اسی کا نام آج علم رکھا گیا ہے - درس و تدریس و تصنیف و تالیف میں منتہاء کمال یہ رہگیا ہے کہ چند اقوال زید و عمر کے نقل کردیے جائیں ' اور جس راہ پر ایک بھیڑ چلتی ہوئی نظر آگئی ہے ' اسی پر خود بھی گام زن ہو جائیں - کہ انا علی اثارھم مقتدون !

جو روشنی بکلی گم ہوگئی ہے' اسکی ایک چھوٹی سی کرن بھی موجودہ عصر ظلمت میں کم از آفتاب نہیں - صاحب معراج العقول کی سب سے زیادہ ممتاز چیز یہی ہے - اور ہر جگہ نمایاں نظر آتی ہے - وہ حق کو نہ ترکسی ایک مصنف کی ملکیت میں دیدیتے ہیں اور نہ کسی مسئلہ کی صداقت و عدم صداقت کا معیار سنیت و شیعیت کو قرار دیتے ہیں - متعدد مقامات میں انھوں نے صاحب عماد الاسلام اور علامۂ مجلسی کے تشدد و تقشف پر پوری بیبا کی کے ساتھہ رد و طعن کیا ہے ' اور متعدد مقامات ہیں جہاں وہ امام فخر الدین رازی کی تحسین کرتے ہوے نظر آتے ہیں' اور اس سے بالکل بے پروا ہیں کہ کس شخص کا تعلق کس فرقہ سے ہے ؟

جو حال ہمارے یہاں متاخرین فقہاء ترکستان و ما وراء النہر کے تشدد و غلو کا ہے ' بعینہ یہی حال تاریخ اثنا عشریہ میں عہد صفویہ کے اواخر کا رہا ہے جبکہ پولٹیکل حالات نے غلو و تشدد کو آہستہ آہستہ جز و مذہب بنا دیا ' اور بتدریج مسلک اثنا عشریہ قرون گذشتہ سے ہٹکر بالکل ایک نئی چیز بن گیا - اس عہد کی ایک بڑی خصوصیت توسیع باب تکفیر' و غلو و حرج احکام' و تشدد عصبیۂ احزابی و مذہبی ہے -

ہندوستان کے بعض گذشتہ افاضل شیعہ نے بھی اسی مسلک کو اختیار کیا - ازانجملہ علامہ مجلسی صاحب بحار ایران میں ہیں ' اور مولانا السید دلدار علی مرحوم صاحب عماد الاسلام وغیرہ کتب شہیرہ ہندوستان میں -

لیکن صاحب معراج العقول نے اس حق گویانہ آزادی کے ساتھہ جسکی نظیر آجکل بہت کم ملتی ہے ' صاف صاف ان بزرگوں کے مسلک کی تغلیط کی ہے ' اور واضح کردیا ہے کہ اس تشدد و غلو نے نہایت سخت نقصان علمی و ذہنی قوم کو پہنچایا ہے - سبحان اللہ کیا مبارک تھا وہ آزاد و حق گو قلم جس سے مندرجہ ذیل سطریں دیباچۂ معراج العقول میں نکلیں :

" فاصبحت الشیعۃ جماھیرھم فی الدور المتاخرۃ من الدولۃ الصفویہ الی الان صفر الید من علوم البرھان و ذرق العرفان جمیعاً الا ماشاء اللہ ' نصارت اسواء حالاً من الاشاعرہ "

عہد صفویہ نے مذہب شیعہ میں جو بدعتیں پیدا کیں' منجملہ انکے ایک تصوف سے بعد و ہجر اور بالعموم صوفیاء کرام کی تکفیر و تفسیق ہے - اسی کا اثر ہے جو ہندوستان کے افاضل شیعہ تک پہنچا اور ایک مشہور فاضل نے کہا :

ایں کلام صوفیاں شوم نیست
مثنوی مولوی روم نیست

چنانچہ صاحب عماد الاسلام نے بھی صوفیاء کی مخالفت میں بہت تشدد کیا ہے - لیکن صاحب معراج العقول کا اعتدال مسلک اور ذوق سلیم اس افراط و تفریط کا متحمل نہیں ہوسکتا تھا - انھوں نے قابل تحسین جرات کے ساتھہ اس تشدد کے خلاف اپنی پر زور صدا بلند کی ہے' اور نہایت تفصیل سے صوفیاء کے مسلک پر بحث کرکے ایک طرف متصوفین جاہلین کے خرافات و اباطیل کی پردہ دری کی ہے ' دوسری طرف تصوف صالح و حقیقی کے احترام حقیقت کا بلا خوف لومۃ لائم اعتراف کیا ہے - منجملہ متشددین منکرین و مکفرین صوفیاء کے ایک صاحب کتاب الشہاب الثاقب بھی ہیں - مصنف نے ایک مخصوص فصل میں انکے اعتراضات پر نقد کیا ہے اور صوفیاء کرام کے دعوی کشف پر نہایت منصفانہ بحث کی ہے - صاحب الشہاب نے نفحات الانس سے چند واقعات نقل کرکے مولانا جامی کی تکفیر و تفسیق کی تھی - اسپر مصنف معراج لکھتے ہیں " و اتفقا فی الاستدلال بالسب و الشتم علی الجامی بانہ ناقلہ و ھو فاسق و کافر ثم انہ سنی و لکنا لسنا ممن یقلدہ فلا نرضی بمقالہ و لا نوافقہ فی ھذہ العصبیۃ القبیحہ والمشائمۃ الفضیحہ - و الجامی عندنا فاضل عارف - و اما تسننہ علی حد یجب علی مثلہ تفسیقہ و تکفیرہ و عداوتہ فلا نسلمہ "

متاخرین علماء شیعہ میں شیخ بہاء الدین عاملی کے بعد غالباً صاحب معراج العقول دوسرے شخص ہیں جنھوں نے تصوف کے متعلق انصاف و راستی سے کام لیا ہے -

متعدد اعمال صحیحۂ و شرعیہ ہیں جنکو شارع نے بعض خاص مصالح و حکم سے قرار دیا لیکن دنیا نے اصلی حکمت و علت کو بالکل بھلا دیا ' اور اسکی جگہ صرف رسم و قشر پر قانع ہوگئی - حقیقت کا یہ احتجاب اور رسم کا یہ رسوخ و احاطہ بسا اوقات طرح طرح کی مضرتوں کا مولد و مبدء ثابت ہوا ہے -

ازانجملہ عمل " استخارہ " ہے - یہ ایک صحیح عمل شرعی تھا اور اس سے مقصود یہ تھا کہ بسا اوقات انسان مختلف راہوں اور پہلوؤں کو دیکھکر ایک عالم کشمکش و تذبذب میں مبتلا ہوجاتا ہے' اور اسکی قوۃ فیصلہ گم ہو جاتی ہے - ایسی حالت میں بہتر ہے کہ وہ اچھے معاملہ کو صرف اللہ کی طرف لیجاے اور اسکے حضور ملتجی ہو کہ جس راہ میں اسکے لیے امن و فلاح ہے' اسکی طرف رہنمائی کردے -

لیکن اب لوگوں نے اسے ایک کھیل بنا دیا ہے ' اور عوام شیعہ کا تو اس بارے میں عجیب حال ہے - متعدد لوگوں کو میں نے خود دیکھا ہے کہ ہر وقت تسبیح ہاتھہ میں ہے اور " افعل " اور " لا تفعل " کے اشارہ وجوبی کے انتظار میں بلا فصل متحرک - کھانا کھانا ہے تو استخارہ ' پانی پینا ہے تو استخارہ ' یہ استخارہ شرعی نہیں ہے بلکہ شارع کے ایک قرار دادہ عمل مقدس کا عملی استہزاء ہے - صاحب معراج العقول نے اس بارے میں بھی نہایت خوبی سے داد تحقیق دی ہے' اور ایک مستقل فصل میں اسپر بحث کی ہے - چنانچہ لکھتے ہیں : " حتی ان کثیرا منھم اتخذوھا شعارا و دثارا لیلا و نہار بل کانھم عدوھا من اھم الواجبات الی ان صارت من شعائر التشیع..... و سرت ھذہ العقیدۃ فی علمائھم و جاھلھم جمیعاً - حتی رایت بعض اجلہ الادبا والفقہاء انہ بنی کل حرکۃ و سکون فی لیلہ و نہارہ علی الاستخارۃ حتی انہ کان لا یدخل علی اھلہ و عیالہ بدونھا "

فرقانہ نزاعات اور تعزب و تمذہب کی عصبیۂ جاہلیۂ کے بحران نے صدیوں سے اعتدال مسلک کو گم کردیا ہے' اور تقلید نے ہمتوں کو اسقدر پست کردیا ہے کہ اسی شخص کو راہ حقیقت میں قدم رکھنے کی جرات نہیں ہوتی - اللہ تعالی صاحب معراج العقول کو جزاء خیر دے جنھوں نے اس راہ میں قدم رکھا اور اجتہاد و استقلال فکر کے ساتھہ اپنی سیاحت تحقیق ختم کی - افسوس کہ اصلی چیز مباحث الاھیہ و کلامیہ تھے - مثلاً بحث حسن و قبح اشیاء

باب التفسیر

الاصـــلاح والافســـاد

(ان ارید الا " الاصلاح " ماستطعت !)

(۳)

(الاختـــلاط و الالتـــباس)

تم نے اصلاح کو افساد سے ' مصلحین کو مفسدین سے ' نور کو ظلمت سے ' پھول کو کانٹوں سے ' الگ کرکے دیکھہ لیا - لیکن سوال یہ ہے کہ مفسدین و مصلحین کي یہ صفیں صرف کاغذ هي کے صفحے پر علحدہ قائم کي جاسکتي هیں' یا سطح زمین پر بھي انکي بزم آرائي هوسکتي ہے ؟ چاند سے داغ صرف تصویر هي میں جدا کیا جاسکتا ہے ' یا وہ آسمان پر بھي درحقیقت جدا هوسکتا ہے ؟ قرآن حکیم اسکا جواب نفي میں دیتا ہے :

فالهمها فجورها و تقواها - خدا نے نفس انساني کو بدکاري اور پرهیزگاري دونوں کي راهیں دکھلا دیں -

اصلاح و افساد اور خیر و شر کي یہي دونوں متضاد حالتیں هیں' جو عمل انساني میں ودیعت کیگئي هیں ' اسلیے افساد و اصلاح بھي ایک دوسرے سے علحدہ نہیں هوسکتے -

بد قسمت لوگ تقدیر کي بڑي شکایت کرتے هیں ' لیکن یہ شکایت صحیح نہیں ہے - انکو اصل فطرت هي کي شکایت کرني چاهیے کہ اوس نے دنیا میں برائي کا وجود کیوں رکھا ؟ هم اگرچہ اسکي جرأت نہیں کرسکتے لیکن خدا کے دوسرے معصوم بندوں نے اس قسم کي جرأت کي تھي :

اذ قال ربك للملئكة اني جاعل فی الارض خلیفة ' قالوا اتجعل فیها من یفسد فیهـا و یسفك الدماء - (بقر : ۲۸)

جب تمهارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا هوں' تو انھوں نے عرض کیا : کیا تو اوس نوع کو خلیفہ بنائیگا جو زمین میں فساد و خونریزي کریگي -

خدا نے اس اعتراض کا جو جواب دیا اوسکي تحقیق چند سطروں کے بعد آئیگي - لیکن حضرت آدم کے عمل نے تو جنت هي میں فرشتوں کے اعتراض کي بظاهر تصدیق کردي :

فاز لهما الشیطن عنهـا فاخرجهما مما کانا فیه ' و قلنـا اهبطوا بعضکم لبعض عدو ' ولکم فی الارض مستـقرو متـاع الی حین (بقرہ : ۳۴)

پس اون دونوں کو شیطان نے راہ اطاعت سے ڈگمگادیا ' اور اوس عیش و آرام کے گھر میں جس میں وہ آباد تھے رهنے نہ دیا - هم نے کہا کہ یہاں سے اترو ' تم میں سے ایک دوسرے کا دشمن ہے ' اور تمهارے لیے اب زمین هي میں ٹھکانا ' اور ایک مدت مقررہ تک زندگي بسر کرنا ہے -

لیکن تم کو صرف حضرت آدم کے عمل هي کو نہیں دیکھنا چاهیے ' بلکہ اوسکے دقیق نتائج پر بھي نظر ڈالني چاهیے - حضرت آدم نے غلطي کي ' اور خود اپنا بنا بنایا گھر اوجاڑا ' لیکن تم نے دیکھا کہ اس افساد نے کیا اصلاح کي ؟ اس تخریب نے کیا تعمیر کي ؟ بغور دیکھو ! اس تخریب نے ایک عالم کھڑا کردیا ' جس میں آدم کي اولاد چلتي پھرتي نظر آتي ہے ' اسلیے حضرت آدم کا یہ گناہ فرشتوں کے اعتراض کي تصدیق نہیں کرتا ' بلکہ یہ اوسکا عملي جواب ہے - اونھوں نے کہا تھا کہ فساد سے دنیا برباد هوجائیگي' خدا نے اونکو دکھادیا کہ اصلاح و افساد لازم ملزوم هیں' اسلیے اگر ایک گھر برباد هوگا تو دوسرا آباد بھي هوجائیگا -

تم نے دیکھہ لیا کہ تخلیق عالم کا سنگ بنیاد خیر و شر کي اجتماعي حالت کي سطح پر رکھا گیا ہے' اگر ترکیب نہ هوتي تو تعمیر نا ممکن تھي' اسلیے خیر و شر اور اصلاح و افساد نہ صرف اشخاص کا بلکہ مادہ عالم کا مایۂ خمیر هیں ' لیکن سوال یہ ہے کہ مادہ عالم کي ترکیب میں دونوں اجزاء برابر کي نسبت رکھتے هیں یا اِنمیں کوئي جزء غالب بھي ہے ؟ خدا کا فیض عام جواب دیتا ہے کہ :

سبقت رحمتي علی غضبي - میري رحمت میرے غصے پر سبقت لیگئي ہے -

اسلیے خیر شر پر' اصلاح افساد پر' غالب ہے - اور خدا نے فرشتوں کو یہي جواب دیا ہے - فرشتوں کو حضرۃ آدم کے دامن پر صرف ایک فساد کا دھبا نظر آیا تھا جسکو خون کے چھینٹوں نے اور رنگین اور نمایاں کردیا تھا ' لیکن خدا نے کہا کہ ایک دھبہ هزاروں نقش و نگار کے پردے میں چھپ جا سکتا ہے :

و علم آدم الاسماء کلها ثم عرضهم علی الملئکة - فقال انبئوني باسماء ها ولاء ان کنتم صادقین (بقرہ : ۲۹)

اور آدم کو اللہ نے کل چیزوں کے نام سکھادیے پھر آنکو فرشتوں کے سامنے پیش کرکے کہا ! مجھے اِن کے نام بتاؤ اگر تم اپنے دعوے میں سچے هو -

---

(بقیہ مطبوعات جدیدہ صفحہ ۱۳)

و مسئلہ تعلیل و عدم تعطیل افعال واجب بالاعراض و مسئلہ علمیہ جزئیات مادیہ وغیرہ ' لیکن ان پر بحث کرنے کیلیے کافي وقت اور گنجایش صفحات مطلوب ' اور اس سے میں مجبور هوں -

یہ نہ سمجھا جاے کہ چونکہ فاضل مصنف نے متاخرین شیعہ سے اختلاف کیا ہے اسلیے میں کتاب کو مستحق تحسین سمجھتا هوں ' بلکہ میرے نزدیک کتاب کے بہترین مواقع وہ هیں' جہاں انھوں نے مسائل کلامیہ پر بحث کرتے هوے اشاعرہ و معتزلہ کے مذاهب کا رد و قبول کیا ہے ' اور متعدد مقامات پر اشاعرہ کے رد کرنے میں حق انکے ساتھہ ہے ' اور میرا مسلک اشاعرہ و معتزلہ دونوں سے الگ ہے' و الحمد للہ علی ذالك -

آخر میں میں ضروري سمجھتا هوں کہ جناب راجہ ابو جعفر صاحب رئیس فیض آباد کي اس علم پرستانہ فیاضي کا اعتراف کروں کہ انھوں نے اس کتاب کي اشاعت کا سرسامان کیا - موجودہ عہد کے رؤساء میں اسکي مثالیں ناپید هیں ' کچھہ شک نہیں کہ راجہ صاحب ممدوح نے اپنے اس انفاق في سبیل العلم سے ایک قابل صد تحسین نمونہ قائم کیا ہے -

جناب مصنف کي متعدد تصنیفات اور علی الخصوص اس کتاب کي دوسري جلد ہے' جسکي اشاعت کا ابتک کوئي سرسامان نہیں هوا - افسوس اس عہد جہل پرور پر' اور صد افسوس اس عصر ضلالت اندیش پر' جسمیں ایسے ارباب علم و نظر موجود هوں مگر انکے بہترین اثرات علمیہ صرف چاندي کے چند سکوں کے نہ ملنے سے شائع نہو سکیں - کیا اس وسیع ملک میں جہاں صدها رؤساء و ارباب دولت موجود هیں ' اور جہاں متعدد بڑي بڑي اسلامي ریاستیں قائم هیں ' کوئي بھي نہیں جو علم کي بیکسي پر روے' اور ارباب علم کي کس مپرسي پر غمگین هو؟ جو لوگ هزاروں روپیہ نمایش و لہو و لعب اور اطاعت طواغیت حکومت میں ضائع کررہے هیں ' کیا انکي دولت میں علم و خدمت علم کیلیے کوئي حصہ نہیں ہے ؟

فرشتوں کو ایک عیب ہزاروں ہنر کے سامنے ہیچ نظر آیا ' اسلیے خود اپنی غلطی کا اعتراف کیا :

قالوا سبحنك لا علم لنا الا ما علمتنا انك أنت العليم الحكيم (بقرہ: ۳۱)

اُن لوگوں نے کہا : خدایا ہمکو تو صرف اُسی قدر علم ہے جتنا تونے ہمکو سکھایا ہے - بیشک تو ہی بڑا علم والا ' اور حکیمی ہی دانائی سب سے بڑی دانائی ہے !

پس خیر و شر کے اعمال کا یہ امتزاج علم و دانائی پر مبنی ہے :

ربنا ما خلقت هذا باطلا -

جس طرح مقدار و کمیت کے لحاظ سے خیر شر پر اور اصلاح افساد پر غالب ہے ' اُسی طرح کیفیت کے لحاظ سے بھی وہ شر و فساد سے زیادہ لطیف ' نرم ' رقیق ' اور تربیت پذیر ہے - شر و فساد ایک کوئلہ ہے جو پھونکنے کے بعد بھڑکتا ہے ' لیکن خیر و اصلاح بجلی کی رو ہے جو دفعتاً مشتعل ہو جاتی ہے - اصلاح اصل فطرۃ صالحہ ہے اور افساد خارجی ضلالت کا نتیجہ ' پس ضرورت صرف تزکیۂ و تربیت کی ہے تاکہ رنگ درر ہو جاے اور آئینہ چمک اٹھے :

قد افلح من زكها وقد خاب من دسها -

وہ شخص کامیاب ہوا جس نے اوسکا تزکیہ کیا ' اور وہ ناکامیاب رہا جس نے اوسکو دفن کر دیا -

اس تربیت و تزکیہ کے بعد اوسکا قوام اس قدر لطیف ہو جاتا ہے کہ :

يكاد زيتها يضيء ولو لم تمسسه نار- نور على نور' يهدى الله نوره من يشاء (نور: ۳۵)

قریب ہے کہ اس کا تیل روشن ہوجاے اگرچہ اوس میں آگ نہ لگائی جاے - روشنی پر روشنی ہے - خدا اپنی روشنی کی طرف جسکو چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے -

یہ وہی نور ہے جسکو حضرت موسی نے شجر طور پر ' حضرت ابراہیم نے آفتاب و ماہتاب میں ' ایک نبی امی نے غار حرا کی تاریکی میں دیکھا تھا - کیونکہ اس چراغ کا نور نہ تو چاند اور سورج کی روشنی میں ماند پڑ سکتا ہے ' نہ رات کی تاریکی اوس پر پردہ ڈال سکتی ہے -

(العــد الفاصل)

لیکن با اینہمہ تاریکی موجود ہے - گو روشنی میں مدغم ہو گئی ہے - دنیا میں بہت سے اندھے بھی ہیں ' اسلیے وہ روشنی کو نہیں دیکھ سکتے - پس خیر و شر کے درمیان ایک حد فاصل کی ضرورت ہے کہ آب شیریں و آب شور باہم ملنے نہ پائیں - خدا نے یہ حد بھی قائم کردی ہے :

مرج البحرين يلتقيان ' بينهما برزخ لا يبغيان

میٹھے اور کھارے پانی کے دو دریا جو باہم مل گئے ہیں ' مگر اونکے درمیان ایک پردہ بھی ہے کہ ایک دوسرے کی حد میں داخل نہیں ہوسکتا -

جس وقت سے خیر و شر ہے اوسیوقت سے یہ حد بھی قائم کردی گئی ہے - چنانچہ حضرت آدم کو بھی یہ حد بتلا دی گئی تھی :

و لا تقربا هذه الشجرة فتكونا من الظلمين (بقرہ ۵ : ۳۳)

اور اس درخت کے قریب نہ پھٹکنا تاکہ زیادتی و انحراف کرنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ -

لیکن یہ حد محسوس چیز نہیں ہے ' اسلیے شریعت نے اسکی امتیاز کا ذریعہ صرف ذوق صحیح کو قرار دیا ہے - چنانچہ آنحضرت نے فرمایا " کہ گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے " اور یہ ذوقی شہادت فطرتی چیز ہے - آدمی جب گناہ کرتا ہے تو اوسکا دل دھڑکنے لگتا ہے ' چہرہ متغیر ہو جاتا ہے ' اسیکا نام نور ایمان ہے اور یہی خیر و شر کی حد فاصل کو قائم رکھہ سکتا ہے - لیکن با اینہمہ اختلاط عام ہے ' شر مستطیر ہے ' تاریکی ہر طرف پھیلی ہوئی ہے ' اسلیے آدمی کا پانوں پھسل جاتا ہے ' اور وہ سرحد سے آگے قدم رکھدیتا ہے ' اس بنا پر :

ان منكم الا واردها كان على ربك حتماً مقضيا (مریم : ۷۲)

تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو جہنم میں نہ اوترے ' یہ تمھارے پروردگار کا قطعی فیصلہ ہے -

لیکن خدا کی رحمت بڑی نقاد ہے ' وہ جانتی ہے کہ دنیا میں زر خالص کا وجود بہت کم ہے - اسلیے وہ اپنے دامن میں اوس سونے کو بھی چھپا لیتی ہے جو خاک کے ذروں میں مخلوط ہے - جہنم کی آنچ بھی اسلیے دکھائی گئی کہ سونا صرف آنچ ہی سے پاک ہو سکتا ہے :

و آخرون اعترفوا بذنوبهم خلطوا عملا صالحا و آخر سيئا عسى الله ان يتوب عليهم ان الله غفور رحيم (توبہ : ۱۰۳)

اور دوسرے لوگ وہ ہیں کہ انہوں نے اپنے گناہ کا اعتراف کیا ' انہوں نے اچھے اور برے دونوں طرح کے کام ملے جلے کیے تھے -

لیکن دنیا کی فضاے غیر محدود (التعادل و التوازن) میں ہزاروں سیارے گردش کر رہے ہیں ' اور ہر ایک چاہتا ہے کہ دوسرے کی حد میں قدم رکھے ' اسلیے اگر فطرت اونکو کسی مضبوط رسی میں جکڑ نہ دیتی تو وہ ایک دوسرے کی طرف بڑھتے ' بڑھ کے ٹکراتے ' اور نظام عالم درہم برہم ہو جاتا - پس قدرت الہی اونکو کشش باہمی سے ایک دوسرے کی طرف بڑھنے نہیں دیتی ' اسلیے سب کے سب اپنے اپنے طور پر ایک نہایت منتظم ' ایک نہایت با قاعدہ ' ایک نہایت مرتب گردش کر رہے ہیں :

لا الشمس ينبغي لها ان تدرك القمر و لا الليل سابق النهار و كل في فلك يسبحون

نہ سورج کو یہ حق ہے کہ چاند کو پا لے ' نہ رات دن کے آگے بڑھ سکتی ہے ' سب ایک محور پر گردش کر رہے ہیں -

انسان کا ' انسان کے اعمال کا ' انسان کے اخلاق و عادات کا بھی یہی حال ہے - وہ ایک دوسرے سے ٹکرانا چاہتے ہیں ' اسلیے رحمی الہی مذہب کی سنہری زنجیر سے اونکی مطلق العنانیوں کو جکڑ دیتی ہے :

و اعتصموا بحبل الله جميعا -

سب کے سب خدا کی رسی کو مضبوط پکڑ لو ' کہ ایک دوسرے پر تعدی نہ کرنے پاے اور دنیا کی میزان عدل کا پلہ برابر رہے -

لقد ارسلنا رسلنا بالبينت و انزلنا معهم الكتاب والميزان ليقوم الناس بالقسط (حدید: ۳۵)

ہم نے اپنے رسولوں کو دلائل حقہ و براہین واضحہ کے ساتھہ بھیجا اور اونکے ساتھہ کتاب اور میزان کو اُتارا - تاکہ عدل و توازن قائم رہے -

لیکن انسان کے جذبات ' فطرت کی دوسرے قواے طبیعیہ سے زیادہ ذکی الحس ' زود اثر ' اور سریع الاشتعال ہیں - اسلیے وہ باوجود اس جذب و کشش کے باہم ٹکرانا چاہتے ہیں - پس :

لو اتبع الحق اهواءهم لفسدت السموات والارض و من فيهن (مومنون ۲۳)

اگر حق بھی اونکا اتباع کرتا ' تو زمین و آسمان اور اونکے رہنے والے برباد ہوجاتے -

دنیا کو اس تباہی سے بچانے کیلیے اوسکو بجبر و اکراہ ایک مرکز پر لانے کی ضرورت ہوتی ہے ' اور یہی فطری ضرورت ' جہاد ' قصاص ' اور تعزیر و عقوبت کی سنگ بنیاد ہے :

و انزلنا الحديد فيه باس شديد و منافع للناس (حدید : ۲۵)

اور ہم نے اوہا اوتارا کہ اس میں سلطان و نفوذ کی بڑی خوبی ہے اور لوگوں کیلیے فوائد بھی ہیں -

قرآن حکیم نے جا بجا اسی توازن طبعی کے ذریعہ قیام امن و سلام عام کی طرف اشارہ کیا ہے :

ولولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لفسدت الارض و لكن الله ذو فضل على العلمين (بقرہ : ۲۵۳)

اور اگر خدا بعض آدمیوں کے ظلم و زیادتی کو بعض کے ذریعہ دفع نہ کراتا ' تو زمین تباہ ہو جاتی - لیکن خدا تو دنیا پر احسان کرنے والا ہے -

اُسوۂ حسنہ

تربیت یافتگان عہد نبوت

حضرت سلمان فارسی

رضي الله عنه

(از مولانا عبد السلام صاحب ندوي)

حضرت سلمان فارسي ' جيسا كه أنكے اس انتساب سے ظاهر هوتا هے ' ايراني النسل تهے - اسلام سے پہلے أنكا نام مايه تها - أنكا سلسله نسب يه هے : مايه بن بوذخشان بن مورسلان بن بهوذان بن فيروز بن سهرك - سهرك جن پر أنكے شجرۂ نسب كي انتها هوتي هے ' آب الملك كي اولاد ميں تهے - ايك مرتبه خود حضرت سلمان (ض) سے أنكا نسب پوچها گيا - أنهوں نے سلمان بن اسلام بتلايا - ليكن يه اسلام كي شيفتگي كا اثر تها كه وه اپنے آپ كو صرف اسلام كي طرف منسوب كرنا پسند فرماتے تهے -

وطنيت كے متعلق اختلاف هے - بعض روايتوں ميں هے كه رام هرمز (خليج فارس) كے رهنے والے تهے - بعض راويوں كا بيان هے كه أنكا وطن جي تها جو اصفهان كا ايك شهر هے -

أنكے اسلام لانے كا قصه نهايت دلچسپ اور عجيب هے ' جس سے ظاهر هوتا هے كه أنهوں نے نظر اجتهاد سے اكثر مشهور مذاهب كو خوب جانچ كرواسلام قبول كيا تها - استيعاب ميں هے كه وه كچهه اوپر دس برس خدا كي عبادت كرنے كے بعد جناب رسالت پناه تك پهونچے - بهر حال أنهوں نے اپنے اسلام لانے كا قصه خود هي بيان كيا هے ' جو حضرت عبد الله بن عباس كي روايت سے ذيل ميں درج كيا جاتا هے -

(جستجوے حق)

" ميں اصفهان كے ايك گانوں جي كا رهنے والا تها ' ميرا باپ وهاں كا دهقان تها ' أس كو مجهه سے اسقدر محبت تهي كه مجهكو لڑكيوں كي طرح گهر سے نكلنے نهيں ديتا تها - اس زمانے ميں ميرا مذهب مجوسي تها - ميں ايسي آگ كے پاس رهتا تها جو كبهي بجهنے نهيں پاتي تهي - بعض گانؤوں ميں ميرے باپ كي جائداد تهي اور وه ايك مكان كي تعمير ميں مصروف تها - ايك دن أسنے مجهے بلاكر كها : " بيٹا ! ميں اس عمارت كي تعمير ميں جيسا كه تم ديكهتے هو ' مصروف هوں - تم ميري جائداد كي طرف چلے جاؤ ' ليكن وهاں رہ نه جانا ' كيونكه اگر ايسا كروگے تو ميں اپني تمام جائداد كو چهوڑ چهاڑ كر تمهاري فكر ميں مصروف هوجاؤنگا " ميں اس غرض سے نكلا تو ميرا گذر ايك گرجے كي طرف هوا - ميں وهاں لوگوں كو نماز پڑهتے ديكهكر أنكے پاس گيا تاكه ديكهوں وه كيا كر رهے هيں - مجهكو أنكي نماز خوش آئي اور ميں نے اپنے دل ميں كها كه انكا مذهب همارے مذهب سے بهتر هے - چنانچه ميں غروب آفتاب تك وهاں سے نه ٹلا اور نه اپنے باپ كے پاس واپس آيا - يهانتك كه ميرے باپ نے ميري جستجو ميں آدمي دوڑاے - جب عيسائيوں كي نماز مجهے پسند آئي تو ميں نے أن سے پوچها " اس مذهب كا مركز كهاں هے ؟ " انهوں نے شام كا پته بتلايا - ميں وهاں سے چل كر اپنے باپ كے پاس آيا - أسنے كها : بيٹا ! تم كهاں تهے ؟ ميں نے تو پہلے هي تم سے كهديا تها كه رك نه رهنا - ميں نے كها " ميرا گذر كچهه لوگوں پر هوا جو گرجے ميں نماز پڑهه رهے تهے ' مجهكو أنكي نماز اور أنكا مذهب خوش آيا اور مجهے معلوم هوا كه أنكا مذهب همارے مذهب سے اچها هے " أسنے كها " نهيں بيٹا ! تمهارا اور تمهارے ابا و اجداد كا مذهب أنكے دين سے افضل هے " ميں نے كها " خدا كي قسم هرگز نهيں " يه سنكر وه ميري طرف سے بدظن هوگيا اور ميرے پاؤں ميں بيڑياں ڈالكر مجهے قيد ميں ركها - ميں نے عيسائيوں كے پاس آدمي بهيجكر پيغام ديا كه ميں نے تمهارا مذهب اختيار كرليا هے - جب تمهارے يهاں كوئي شام كا قافله آے تو مجهے خبر دينا - چنانچه أنكے پاس تاجروں كا ايك قافله آيا تو أنهوں نے مجهے خبر كي - ميں نے كهلا بهيجا كه جب وه لوگ واپس جانے كا قصد كريں تو مجهے اطلاع كرنا - چنانچه جب قافله واپس جانے لگا تو أنهوں نے مجهے اسكي اطلاع دي - ميں بيڑياں توڑ تاڑ كر نكلا اور أنكے ساتهه شام كي طرف روانه هوا - جب شام ميں آيا ' تو ميں نے پوچها " تمهارا عالم كون هے ؟ " أنهوں نے پادري كو بتايا - ميں نے أسكے پاس جاكر اپنا واقعه بيان كيا ' اور گذارش كي كه آپ كي خدمت ميں رهكر نماز پڑهنا اور علم سيكهنا چاهتا هوں ' كيونكه ميں نے آپ كا مذهب قبول كرليا هے - أسنے مجهے اپنے پاس ٹهرنے كي اجازت دي - چنانچه ميں أسكے پاس رها ' ليكن وه ايك بدترين مذهبي شخص تها - لوگوں كو صدقه كا حكم ديتا اور أسكي رغبت دلاتا تها ' ليكن جب لوگ صدقه كا مال جمع كرتے تهے تو اپنے خزانه ميں ركهه ليتا تها - يهانتك كه أسكے پاس درهم و دينار كے سات گهڑے جمع هوگئے تهے - چنانچه جب أسنے انتقال كيا اور لوگ أسكي تجهيز و تكفين كے ليے جمع هوے ' تو ميں نے كها " كيا تم لوگوں كو معلوم هے كه يه ايك بدترين شخص تها " ساتهه هي ميں نے صدقه كے مال كے متعلق أسكا تمام كارنامه بيان كيا - أن لوگوں نے اسكا ثبوت مانگا - ميں نے أن ساتوں گهڑوں كا سونا اور چاندي نكال كر دكهديا - جب أن لوگوں نے يه ديكها تو كها كه خدا كي قسم هم اسكو دفن نهيں كرينگے - أسكے بعد أسكو سولي پر لٹكايا اور پتهر ماوے ' اور دوسرے شخص كو أسكا قائم مقام مقرر كيا - ميں نے مسلمانوں كے سوا كسي شخص كو أس قائم مقام سے بهتر نهيں پايا - ميرے دلميں أسكي محبت اسقدر پيدا هوگئي كه أسكے پہلے كسي چيز كي نهيں هوئي تهي - جب أسكي وفات كا زمانه آيا تو ميں نے كها " اب تو يه وقت آپهونچا ' آپ ميرے ليے كيا فرماتے هيں ؟ " أسنے كها : " بيٹا ميں جس طريقه پر هوں ' اس پر بجز ايك شخص كے جو موصل ميں رهتا هے مجهے كوئي دوسرا نظر نهيں آتا ' باقي لوگوں نے تو اپنے مذهب كو بالكل بدل ديا هے " چنانچه جب أسكا انتقال هو چكا ' تو ميں صاحب موصل كے پاس آيا اور أسكي اس وصيت كا حال بيان كيا - أسنے مجهے قيام كي اجازت دي ' اور ميں ايك مدت تك أسي طريقه پر رها جس پر أسكا پيشرو تها - ليكن جب أسكي موت كا بهي زمانه آگيا تو ميں نے كها " اب يه وقت آپهونچا ' مجهے آپ كيا وصيت كرتے هيں " أسنے كها : " بيٹا جس روش پر ميں هوں اسپر بجز ايك شخص كے جو نصيبين ميں قيام پذير هے ' ميري دانست ميں كوئي دوسرا نهيں هے ' تم أس سے جاكر ملاقات كرو " چنانچه ميں أسكے پاس آيا اور اس واقعه كي خبر دي ' اور وهاں بهي ايك مدت تك رها - جب أسكي وفات كا وقت آيا تو ميں نے عرض كيا كه فلاں فلاں نے مجهه كو فلاں فلاں كي خدمت ميں رهنے كي وصيت كي تهي ' آپ مجهے كهاں جانے كي وصيت كرتے هيں ؟ أسنے كها " ميري دانست ميں ميرے مذهب پر بجز ايك شخص كے جو عموريه ميں هے ' كوئي نهيں هے - اگر تمهيں استطاعت هو تو أس سے جاكر ملو " جب اوسكا انتقال هوچكا تو ميں صاحب عموريه سے ملا ' اور واقعه بيان كيا - أسنے ٹهرنے كي اجازت دي - ميں نے وهاں قيام كيا اور أس كو ٹهيك أسي روش پر پايا جس پر أسكے اصحاب تهے - ميں وهاں ايك مدت تك رها - مجهے وهاں كچهه مال هاتهه آيا جس سے ميں نے گاے اور بكرياں وغيره خريد ليں - جب أسكي بهي موت كا وقت آگيا تو ميں نے كها " آپ مجهے كسكے يهاں جانے كا حكم ديتے هيں ؟

اُسنے کہا " اُس مذہب و طریقہ پر جس پر ہم سب تھے کوئي نہیں ہے کہ میں تمہیں اُسکے پاس جانے کا حکم دوں - اب ایک نبي کے مبعوث ہونے کا زمانہ آگیا ہے جو دیني ابراہیم کو لیکر مبعوث ہوگا - وہ ارض ہاجرہ سے اُٹھے گا ' اُسکا ٹھکانا کھجوروں والا ایک مقام ہوگا جو پتھریلي زمین کے درمیان واقع ہے - اگر تمکو قدرت ہو تو اُسکے پاس جانا ' اُسکي نشانیاں یہ ہیں کہ وہ صدقہ نہ کھائیگا ' لیکن ہدیہ قبول کرلیگا ' اور اُسکے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگي"

دوسري روایتوں میں ہے کہ صاحب عموریہ نے اُن سے کہا : "ایک شخص ارض شام سے دو جہازیوں کے درمیان نکلیگا ' وہ ایک جہازي سے دوسري جہازي کي طرف ہر سال ایک رات کو نکلتا ہے ' آیندہ سال بھي ایک خاص رات کو جو عام طور پر معلوم ہے نکلیگا - لوگ اُسکے پاس آئیں گے - وہ بیماریوں کي دوا دیگا اور اُنکے لیے دعا کریگا ' اور وہ شفا پائیں گے - تم بھي اُسکے پاس جانا اور جس شخص کو ڈھونڈھتے ہو اُسکو پوچھنا " چنانچہ میں آیا ' اور اُن دونوں جہازیوں کے پاس آدمیوں کے ساتھہ ٹھہرا رہا - جب وہ رات آئي ' جس میں وہ ایک جہازي سے نکل کر دوسري جہازي میں جایا کرتا تھا تو وہ نکلا - لوگوں کے ہجوم سے میں رکا رہا - یہانتک کہ وہ جہازي میں گھسکر مجھہ سے بالکل چھپ گیا ' صرف اُسکے شانے نظر آتے تھے - میں نے اُسکے شانوں کو پکڑا - لیکن وہ میري طرف متوجہ نہیں ہوا اور کہنے لگا تمہیں کیا ضرورت ہے ؟ میں نے کہا میں آپ سے دیني ابراہیم حنیفي کے متعلق کچھہ پوچھنا چاہتا ہوں - اُسنے کہا : اسوقت تو اس مذہب کو کوئي نہیں پوچھتا - ایک نبي کا زمانہ قریب آیا ہے - وہ اس گھر کے قریب نکلیگا ' اور اُس دیني کو زندہ کریگا جسکو تم پوچھہ رہے ہو - چنانچہ جب میں وہاں سے پلٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور یہ واقعہ بیان کیا ' تو آپ نے فرمایا : اگر یہ صحیح ہے تو تم نے عیسی ابن مریم سے ملاقات کي -

بہرحال واقعہ جو کچھہ ہو حضرت سلمان (ض) نے عموریہ سے لوٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچنے کا واقعہ اسطرح بیان کیا ہے :

" قبیلہ بنو کلب کا ایک قافلہ گذرا - میں نے اُنکے وطن کا پتہ پوچھا ' اُن لوگوں نے مجھے اُسکا نام بتایا - میں نے اُن سے کہا کہ میں تمہیں اپني بکریاں اور گائیں اس شرط پر دیتا ہوں کہ مجھکو بھي اپنے وطن تک لیچلو - اُن لوگوں نے مجھے سوار کرلیا ' اور مجھے وادي القری میں لے آئے ' اور مجھے غلام بناکر ایک یہودي کے ہاتھہ بیچ ڈالا - میں نے اُس جگہ کھجور کے درخت دیکھے اور میرے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئي کہ یہ وہي سرزمین تو نہیں ہے جسکا مجھکو نشان دیا گیا ہے - اسکي تصدیق ابھي تک نہیں ہوئي تھي ' لیکن کھجور کے دیکھنے سے میرے دل میں آرزو پیدا ہوگئي تھي - میں نے وہاں قیام کیا - یہانتک کہ بني قریظہ کے یہودیوں میں سے ایک شخص اُسکے پاس آیا اور اُس سے مجھے خرید لیا - وہ مجھے لیکر مدینہ میں آیا اور اُن نشانیوں کي بنا پر جو صاحب عموریہ نے مجھکو بتائي تھیں میں نے مدینہ کو فوراً پہچان لیا - مجھے یقین ہوگیا کہ یہ وہي سرزمین ہے جسکا پتہ مجھے دیا گیا ہے - میں اس شخص کے یہاں ایک نخلستان میں کام کرتا رہا - اسي زمانے میں رسول اللہ مبعوث ہوے ' لیکن مجھپر آپ کا حال مخفي رہا - چنانچہ جب آپ مدینہ میں تشریف لائے اور قبا میں بني عمرو بن عوف کے یہاں اُترے تو میں ایک کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا تھا اور اُسکے نیچے میرا آقا بیٹھا تھا - اسي حالت میں ایک یہودي جو میرے آقا کا چچا زاد بھائي تھا آیا ' اور اُسکے پاس کھڑے ہوکر کہنے لگا : " خدا بني قیلہ کو ہلاک کرے کہ وہ ایک شخص پر جو قبا میں مقیم ہے اور مکہ سے آیا ہے ٹوٹے پڑتے ہیں ' اور کہتے ہیں کہ یہ پیغمبر ہے " خدا کي قسم اُسکے اس کہنے کے ساتھہ ہي مجھے لرزہ سا آگیا اور درخت ہلنے لگا - یہاں تک کہ مجھے خیال پیدا ہوا کہ میں اپنے آقا کے اوپر گر پڑونگا - اسکے بعد میں جلدي سے اُترا اور اُس سے اس خبر کو پوچھنے لگا - میرے آقا نے ہاتھہ اُٹھاکر مجھے ایک طمانچہ مارا ' اور کہا : تمہیں اس سے کیا مطلب - تم اپنا کام کرو - میں نے کہا : مجھے صرف اس خبر کي تصدیق کرني تھي - اُسنے کہا : نہیں تم اپنا کام سنبھالو - چنانچہ میں اپنا کام کرنے لگا - جب شام ہوئي تو میرے پاس جو کچھہ مال تھا اُسکو اُٹھا کرکے رسول اللہ کے پاس آیا - آپ قبا میں مقیم تھے - جب میں وہاں داخل ہوا تو آپ کے پاس چند صحابہ تھے - میں نے کہا : مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے پاس کچھہ مال نہیں ہے ' اور آپ کے پاس اصحاب بھي ہیں ' اب اہل حاجت اور مسافر ہیں ' میرے پاس کچھہ مال تھا جسکو میں نے صدقہ کے لیے رکھہ چھوڑا تھا ' جب مجھے آپ کا حال معلوم ہوا تو آپ سے زیادہ کوئي اسکا مستحق نظر نہیں آیا - اس بنا پر میں یہ مال لایا ہوں - یہ کہکر میں نے مال کو رکھدیا - رسول اللہ نے صحابہ سے فرمایا کہ تم اسکو صرف کرو - لیکن خود اسکو ہاتھہ نہیں لگایا - میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ پہلي نشانی ہے - میں وہاں سے لوٹا اور کچھہ مال اور جمع کرکے لایا - میں نے سلام کرکے کہا کہ مجھے معلوم ہوا کہ آپ صدقہ نہیں کھاتے - میرے پاس اور بھي کچھہ مال تھا جسکو میں بطور تحفہ کے پیش کرنا چاہتا تھا ' آج اُسکو لایا ہوں - آپنے قبول کیا اور اصحاب کے ساتھہ اُس میں شریک ہوے - میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ دوسري علامت ہے - میں لوٹ کر کچھہ دنوں کے بعد پھر آیا تو آپ بقیع غرقد میں ایک جنازہ کے ساتھہ ساتھہ جارہے تھے - آپ کے ارد گرد آپ کے اصحاب تھے ' آپ کے پاس صرف دو چادریں تھیں ' ایک کو اُوڑھے ہوے ' اور دوسري کا تہہبند باندھے ہوے تھے - میں نے سلام کیا اور ادھر اُدھر آپ کي پیٹھہ دیکھنے لگا ' جب آپ کو میرا مقصد معلوم ہوا تو چادر پیٹھہ سے اُٹھا دي اور مجھکو مہر نبوت ویسي ہي نظر آئي جیسا کہ مجھہ سے بیان کیا گیا تھا - میں اُسکے چومنے کے لیے ٹوٹ پڑا ' اور رونے لگا - آپنے فرمایا ذرا ہٹ چلو - میں ہٹ کر آپ کے سامنے بیٹھہ گیا اور اپنا واقعہ بیان کیا - آپکو یہ واقعہ عجیب تر معلوم ہوا ' اور آپ نے چاہا کہ صحابہ بھي اُسکو سنیں ' اسکے بعد میں اسلام لایا - لیکن غلامي کي وجہ سے بدر و احد کی لڑائي میں شریک نہو سکا - مجھہ سے رسول اللہ نے کہا : کہ تم مکاتب بنجاؤ - میں نے اپنے آقا سے اِسکي درخواست کي تو اُس نے درخواست اس شرط پر قبول کي کہ میں تین سو کھجور کے درخت اسکے لیے لگادوں ' اور چالیس اوقیہ چاندي ادا کردوں - رسول اللہ نے صحابہ سے فرمایا کہ کھجور کے پودوں سے اپنے بھائي کي مدد کرو - چنانچہ ہر شخص نے اپني اپني حیثیت کے موافق کسي نے تیس ' کسي نے بیس ' کسی نے پندرہ ' کسي نے دس پودے مجھکو دیے - آپ نے فرمایا : " اسکو لیکر جلو اور زمین کھودو - جب اُنکے بٹھانے کا ارادہ کرنا تو مجھے اطلاع دینا - میں اُنکو خود اپنے ہاتھہ سے بٹھاؤنگا " میں نے زمین کھودنے کي تیاري کي تو اور صحابہ نے بھي میري مدد کي - اسکے بعد رسول اللہ آے اور اپنے ہاتھہ سے اُنکو بٹھانے اور مٹي برابر کرنے لگے ' اور خدا سے برکت مانگي - اُس ذات کي قسم جسکے ہاتھہ میں سلمان کي جان ہے ' اُن میں سے ایک پودا بھي ضائع نہیں ہوا - اب مجھپر صرف درہم باقي رہگئے تھے - اتفاق سے ایک روز رسول اللہ اپنے صحابہ کے ساتھہ تھے کہ صحابہ میں سے ایک شخص انڈے کے برابر سونا لایا ' جسکو اُس نے کسي کان میں پایا تھا - اُس نے سونا رسول اللہ پر تصدق کردیا - آپ نے فرمایا آخر سلمان غریب کا کیا حال ہے ؟ اُسکو بلاؤ - چنانچہ میں آیا - آپ نے فرمایا اُسکو لیجاؤ اور اپنا بدل کتابت ادا کردو - میں نے کہا اتنے میں کیا ہوگا ؟ آپ نے فرمایا بقیہ بھي خدا تمہاري طرف سے ادا کردیگا "

بہرحال بدل کتابت ادا کرکے وہ آزاد ہوگئے -

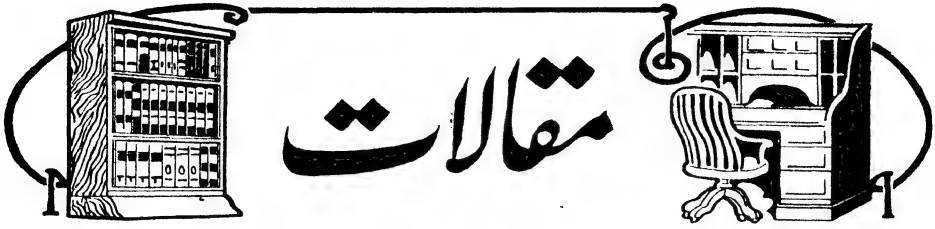

اصلاح معاشرت اور اسلام

(بسلسلہ اسلام و سوشیلزم)

(از مولانا سید سلیمان صاحب دسنوی)

(۲)

(کسب معاش کی اصلاح)

اسلام نے ایک طرف تو اس سختی و احاطہ کے ساتھ کسب معاش کا حکم دیا کہ دنیا کی کسی تعلیم میں اسکی نظیر نہیں ملسکتی، دوسری طرف معاش کے بعض اُن ذریعوں اور صورتوں کو پوری سختی کے ساتھ روک بھی دیا جن سے انسان کی نوعی مساوات و فطری حقوق کو نقصان پہنچتا تھا، اور نیز طرح طرح کے اخلاقی و اجتماعی فسادات پیدا ہوتے تھے - یہ ممنوعہ وسائل معاش چار قسموں میں آسکتے ہیں :

(۱) بغیر حق کے ایک انسان کا دوسرے انسان کے مال و نتائج محنت پر قبضہ -

(۲) اس قسم کے وسائل جنکی وجہ سے دولت صرف چند افراد میں محدود رہجاے اور دولت کے سیلان عام و تقسیم قومی میں خلل پڑجاے -

(۳) بعض خاص خاص فساد انگیز وسائل معاش -

(۴) ایسی صورتیں جن سے ایک فریق کو نقصان پہنچے -

چنانچہ اسلام نے بطور ایک اصول کے کہدیا ہے :

یا ایھا الذین امنوا لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل	اے ایمان والو! آپس میں اپنا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ -

پہلی صورت کی مثال رشوت ہے، رشوت درحقیقت بے استحقاق آمدنی کا نام ہے - قرآن مجید میں ہے :

ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل و تدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا فریقاً من اموال الناس بالاثم - (بقرہ)	آپس میں تم لوگ اپنا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ، اور نہ حکام کو مال دو تاکہ تم لوگوں کے مال کا ایک حصہ گناہ سے حاصل کرو -

دوسری صورت کی مثال " سود " ہے - سود میں بے شمار اخلاقی اور اقتصادی مضرتیں مضمر ہیں - اخلاقی حیثیت سے سود کو دیکھو تو معلوم ہوگا کہ اس سے انسان کی باہمی مہربانی و شفقت کی عمارت منہدم ہوجاتی ہے - غریب سے غریب آدمی کو بلا سود قرض ملنا مشکل ہوجاتا ہے - متوسط الحال انسان قرض لیکر ادا کرسکتا ہے، لیکن سود کے بار کا وہ متحمل نہیں ہوسکتا، اور آخر کو اُسکو اپنی ساری دولت سے دست بردار ہونا پڑتا ہے - اعلیٰ طبقہ کے لوگ بلا شبہہ سود دے بھی سکتے اور لے بھی سکتے ہیں، لیکن اسمیں بھی شک نہیں کہ سود بڑی سی بڑی دولت میں بھی گھن لگا دیتا ہے - دوسری سب سے بڑی اقتصادی مضرت اسمیں یہ ہے کہ اس سے دولت چند افراد اور چند جماعتوں میں محدود ہوجاتی ہے - مثال کے لیے ہندوستان کے مہاجن اور یورپ کے بینکر پیش نظر ہیں - یہی وہ عظیم الشان مضرت ہے جس سے بچنے کی غرض سے ارباب اشتراکیۃ غربا کے لیے قرض دینے والی انجمنیں قائم کرنا چاہتے ہیں - لیکن اسلام کی فکر عاقبت اندیش نے نفس سود ہی کو اپنے پیروؤں کے لیے حرام کردیا، جس سے یہ تمام اخلاقی اور اقتصادی مضرتیں خود بخود دور ہوگئیں -

قرآن مجید میں ہے :

الذین یاکلون الربا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس - (بقرہ)	جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت میں اُس شخص کیطرح اُٹھیں گے جنکو شیطان نے چھوکر مخبوط کردیا ہے -
یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ و ذروا ما بقی من الربا ان کنتم مؤمنین، و ان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ - و ان تبتم فلکم رؤس اموالکم لا تظلمون و لا تظلمون - (بقرہ)	اے ایمان والو! خدا سے ڈرو اور جو کچھہ سود باقی رہگیا ہو وہ چھوڑ دو، اور اگر تم ایسا نکرو تو خدا اور رسول سے جنگ کرنے کا اعلان دو اور اگر تم باز آؤ تو تم اپنی اصل لے سکتے ہو - تم نہ کسی پر ظلم کرو، اور نہ تم پر کوئی ظلم کرے -

آخری آیت میں حرمت ربوا کی وجہ بھی ظاہر کردی گئی ہے - اسی طرح اسلام میں " احتکار " بھی ممنوع ہے - (احتکار کے یہ معنے ہیں کہ غلہ وغیرہ عام ضرورت کی چیزوں کو گرانی کے زمانے میں فروخت کرنے کے خیال سے روک رکھنا) کیونکہ اس سے ایک حریص انسان کو فائدہ ہوتا ہے، لیکن جمہور ملک کو نقصان پہونچتا ہے -

تیسری صورت سے مراد " قمار بازی " ہے جسکی لاٹری وغیرہ مختلف صورتیں آج یورپ میں اور کسی قدر ہندوستان میں جاری ہیں، اور جن میں سے بعض صورتوں کو مجبوراً دفع فساد کے لیے گورنمنٹ کو روکنا پڑا :

انما الخمر و المیسر و الازلام رجس من عمل الشیطان	شراب، قمار بازی، جوے کے پانسے یہ سب چیزیں ناپاک ہیں، شیطانی عمل میں سے -

اسی طرح بیع کی وہ تمام صورتیں اسلام نے ناجائز کردی ہیں، جن سے باہمی منازعت و فساد کا خوف ہو، جیسے ملامسہ، منابذہ، بیع الحصاۃ، بیع الغرر - یہ ان اقسام تجارت کے نام ہیں جو اسلام سے پہلے عرب میں جاری تھے، اور اب بھی ان کی بعض قسمیں اور ملکوں میں پائی جاتی ہیں - ملامسہ سے مطلب یہ ہے کہ رات کی تاریکی میں یا دن کو آنکھہ بند کرکے ایک متعین قیمت دیکر انسان دکان سے جو چیز چاہے اُٹھا لے - منابذہ کے یہ معنی ہیں کہ خریدار آنکھہ بند کرکے قیمت پھینک دے، اور دکاندار آنکھہ بند کرکے اٹکل سے کوئی چیز اُٹھا کر دیدے - بیع الحصاۃ سے مراد یہ ہے کہ خریدار کنکری پھینکے، دکان کی جس چیز پر جاکر وہ کنکری گرے، خریدار وہ چیز لیلے - بیع الغرر سے مقصد دھوکے اور مکر کی خرید و فروخت ہے، جیسے خریدار کی ناواقفیت میں کسی غیر کی چیز خریدار کے ہاتھہ بیچدالے - اسلام نے ان تمام صورتوں کو ممنوع قرار دیا ہے -

چوتھی صورت سے مراد اُس قسم کی تجارت ہے جسمیں سامان بیع کے موجود ہونے یا قبضے میں آنے سے پہلے اُسکو فروخت کیا جاتا ہے - جیسے میوہ پکنے سے پہلے درخت کے میوہ کو بیچدینا،

مچھلي کو پاني ميں فروخت کرنا ' پرندوں کو هوا ميں بيچنا ' جانوروں کو ماں کے پيٹ ميں هوتے کي حالت ميں بيع کرنا ' زمين کو يا مال کو کاشت يا تجارت پر اسطرح دينا کہ اُسکي شرح حصۂ خاص (مثلاً چار سو من غله يا چار سو روپيه) سے مقرر کرلي جاے ' کيونکه ان تمام صورتوں ميں بيع حالت مستقبل پر مبني هے جسکے متعلق کوئي فيصله نهيں کيا جاسکتا -

سطور بالا سے دو نتيجے مستنبط هوتے هيں :

(۱) اسلام نے دولت کو ايک مهتمم بالشان رتبه ديا هے - اپنے پيروں کو تحصيل دولت اور کسب معاش کي سخت تاکيد کي هے ' اُنکے ليے تحصيل دولت و طلب معاش کي تمام راهيں کهول دي هيں -

(۲) وه تمام صورتيں جن سے باهمي فساد ' مضرت ' اور شخصي فوائد کے مقابله ميں جمهور کي ملکيت کا نقصان متصور هے ' ممنوع قرار ديدي هيں -

(ارباب دولت اور فقرا)

نتائج سابقه سے يه ثابت هوتا هے که اسلام نے ارباب ثروت کي بڑي قدر کي هے ' ليکن اسکے مقابله ميں سوال پيدا هوتا هے که اُسنے دوسرے طبقه يعني فقرا کے ليے کيا سامان کيا ؟ اس باب ميں اُسکي سب سے پهلي کوشش يه هے که اُسنے اُن ارباب ثروت کو سخت تحقير کي نگاه سے ديکها هے ' جنهوں نے اپني زندگي کا سب سے اهم مقصد جمع مال قرار ديا اور جو دولت کو مقصود بالذات سمجهتے هيں :

ويل لکل همزة لمزة الذي جمع مالا و عدده - يحسب ان ماله اخلده (سورۂ همزه)

برا هو هر ايک چغلخور عيب جو کا جسنے مال جمع کيا اور اسکو گنا ' اور وه گمان کرتا هے که اُسکا مال اُسکو هميشه باقي رکهيگا -

دوسري جگه هے :

و الذين يکنزون الذهب و الفضة ولا ينفقونها في سبيل الله فبشر هم بعذاب اليم (سورۂ توبه)

اور جو لوگ سونا اور چاندي جمع کرتے هيں ' اور اُسکو خدا کي راه ميں نهيں خرچ کرتے تو انکو عذاب دردناک کي بشارت ديدو -

(بخل و اسراف)

ان آيات سے ثابت هوتا هے که اسلام نے بخالت کي مذمت کي هے ' تو کيا وه اسراف کو پسند کرتا هے ؟ کيا وه اسکو پسند کرتا هے که تمام دولت اهل حاجت اور فقرا ميں تقسيم کر ديجاے ؟ نهيں ' وه ديگر مذاهب کي طرح اسکو نهيں پسند کرتا - اُسکي تعليم هے که

و ات ذالقربى حقه و المسکين وابن السبيل و لا تبذر تبذيرا ان المبذرين کانوا اخوان الشياطين (سورة الاسراء)

قرابت داروں ' مسکينوں ' اور مسافروں کو اُنکا حق دو ' اور زياده فضول خرچي نه کرو - فضولخرچ لوگ شيطان کے بهائي هيں -

هر شخص اپني ذات پرخرچ کرنے کا مختار هے ' جتنا چاهے خرچ کرسکتا هے - ليکن اسلام اسکو بهي جائز نهيں رکهتا ' وه کهتا هے :

کلوا و اشربو و لا تسرفوا -

کهاؤ اور پيو اور اسراف نه کرو -

اسلام نے اس باب ميں نهايت معتدل طريقه اختيار کيا هے - وه ديگر مدعيان روحانيت مذاهب کي طرح يه نهيں کهتا که اپنا تمام سرمايه فقيروں کو ديکر خود فقير بن جاؤ ' اور نه دنيا داروں کي طرح وه بخل کي تعليم ديتا هے ' اُسکا اعلان هے :

و لا تجعل يدک مغلولة الي عنقک و لا تبسطها کل البسط فتقعد ملوماً محسورا (سورة الاسراء)

اپنا هاتهه اپني گردن ميں نه باندهه لو (يعني بالکل بخالت نه کرو) اور نه اُس کو پورا کهول دو (يعني اسراف نه کرو) که حقير و ذليل هوجاؤ -

اسلام کهتا هے :

و اقصد في مشيک -

اپني چال ميں ميانه روي اختيار کرو -

لوگ پوچهتے هيں که هم کو کيا خرچ کرنا چاهيے ؟ اُسکے جواب ميں خدا فرماتا هے :

ويسئلونک ماذا ينفقون قل العفو (بقره)

لوگ تجهسے پوچهتے هيں که هم کيا خرچ کريں ؟ کهدے که جو حاجت سے زياده هو -

اس بيان سے معلوم هوگيا هوگا که اسلام بخل و اسراف کے درميان ميانه روي کي تعليم ديتا هے ' وه خدا کي راه ميں مال کا وه حصه خرچ کرنے کو کهتا هے جو حاجت سے زياده هو -

(زکوة)

احاديث نے حاجت سے زياده هونے کي تفسير يه کردي هے که جو نقد مسلمان کے پاس اسکي تمام ضروريات کے بعد سال بهر ميں بچ جاے ' اور وه کم از کم دو سو درم کي مالیت هو ' يعني چاليس انگريزي روپئے ' اُسکا چاليسواں حصه خدا کي راه ميں فقرا کو ديا جاے - اسي کا نام زکوة هے - اسلام ميں زکوة هر صاحب استطاعت مسلمان پر فرض هے - استطاعت سے مراد يهي هے که اُسکے پاس چاليس روپيے اُسکي ضروريات سے زايد سال بهر ميں باقي رهيں ' ايسے شخص پر چاليسواں حصه ' يعني ايک روپيه واجب هے -

زردشت کے مذهب ميں بهي زکوة فرض هے - ليکن اُس ميں زايد از حاجت مال کا دسواں حصه فرض کيا گيا هے - ليکن يه ظاهر هے که يه مقدار ايسي هے جو بآساني نهيں دي جاسکتي - اسلام نے چاليسواں حصه اسقدر اعتدال کے ساتهه رکها هے جس سے زياده اعتدال نهيں هوسکتا -

اسلام نے مال زکوة کے مستحقين پر تقسيم کرنے کا با قاعده انتظام کيا هے - تمام ملک کي زکوة بيت المال ميں جمع کي جاے ' اور وه خلافت کي زير نگراني تمام مستحقين کو حسب حاجت دي جاے - اس سے دو فائدے مقصود هيں - اول يه که مستحقين ملک کي انتظام اور سلسله کے ساتهه اعانت کي جاے ' ايسا نه هو که ايک شخص کو بهت مل جاے دوسرے کو کچهه نه ملے - دوسرے يه که خود اصحاب زکوة بهي باقاعده ادا کرتے رهيں ' اور اُن سے بتاکيد سالانه رقم وصول کي جاے -

زکوة کي يه رقم کس کو دي جاے گي ؟ اس کا جواب بهي خود قرآن مجيد نے ديديا هے :

انما الصدقات للفقراء والمساکين و العاملين عليها ' و المؤلفة قلوبهم و فى الرقاب و الغارمين و فى سبيل الله و ابن السبيل ' فريضة من الله (توبه)

زکوة صرف فقرا ' مساکين ' تحصيلداران زکوة ' نو مسلموں ' اور غلاموں کے آزاد کرنے ميں خرچ کي جاے ' نيز قرضداروں کو دي جاے ' اور خدا کي راه ميں ' اور مسافروں کو -

اس سالانه چنده کے علاوه ايک اور فنڈ بهي اسلام نے مستحقين اعانت کے ليے قائم کيا هے :

و اعلموا انما غنمتم من شي فان لله خمسه و للرسول و لذي القربى و اليتامى و المساکين وابن السبيل -

جو کچهه مال غنيمت تمهارے هاتهه آے ' اُسکا پانچواں حصه خدا اور اُسکے رسول ' اقربا ' يتيم ' مساکين اور مسافر کے ليے هے -

(انفال)

اس فنڈ کا خزانہ بھی بیت المال ہے' اسی کے ساتھ مسلمانوں کے پاس ایک تیسرا فنڈ بھی اس کام کیلیے ہے - عید اضحی کی قربانی اور اسکی اصل کی قیمت :

و یذکروا اسم اللہ علی ما رزقہم من بہیمۃ الانعام' فکلوا منہا و اطعموا البائس الفقیر - (حج)

اور تاکہ نام لو خدا کا (قربانی کرتے وقت) اس جانور پر جو خدا نے تمکو دیا ہے' خود کھاؤ اسمیں سے اور مشقت زدہ فقیروں کو کھلاؤ -

یہ مواقع ہوگا وہ دن جب اسلام کے بیت المال میں یہ تمام فنڈ جمع ہوتے ہونگے' اور ان اہل حاجت ' فقرا ' مساکین' اور یتیموں کی امداد کیجاتی ہوگی !

اس تمام بیان سے معلوم ہوا کہ اگر اسلام نے اہل دولت کو کسب معاش کا موقعہ دیا ہے' تو دوسری طرف اہل احتیاج کی بھی اسنے کچھہ کم خبرگیری نہیں کی ہے - یہی وہ چیز ہے جسکو آج موجودہ تمدن کی خود غرضانہ تاریکی میں اہل اشتراکیۃ ڈھونڈھتے ہیں اور نہیں پاتے ہیں - انہیں تدابیر کا اثر تھا کہ اسلام میں ایک ایسا زمانہ بھی آیا ہے جب لوگ خیرات دینے کیلیے فقیر ڈھونڈھتے تھے' اور نہیں ملتے تھے - کیا یورپ میں بھی ایسا زمانہ آئیگا ؟

اسلام کی اس فیاضی سے کسی کو یہ شبہہ نہ ہو کہ وہ قوم میں ایک اپاہج' پا شکستہ' اور گداگر جماعت طیار کرنا چاہتا ہے - قرآن مجید نے زکوۃ اور صدقات کے مصارف خود حصر کے ساتھہ مقرر کردیے ہیں' اور اسلام میں برابر اسی پر عمل ہوتا رہا - حدیث شریف میں ہے :

لا تحل الصدقۃ لغنی و لا لذی مرۃ سوی (ترمذی)

خیرات مالدار آدمی کو اور جس کو کمانیکی قوت ہو' اور جس کے اعضا درست ہوں' حلال نہیں -

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اپنے آخری حج میں صدقہ کا مال تقسیم فرما رہے تھے کہ دو آدمی مانگنے کو آے ' آپنے اُن پر نظر ڈالی اور پھر نیچے کرلی - وہ دونوں صحیح الاعضاء اور مضبوط تھے - آپ نے فرمایا :

ان شئتما آتیتکما و لا حظ فیہا لغنی و لا لقوی مکتسب - (ابو داؤد)

اگر تم چاہو تو میں تم کو دوں ' لیکن اس میں مالدار اور مضبوط کمانے والے آدمی کا کچھہ حصہ نہیں ہے -

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے آکر کہا یا رسول اللہ کچھہ زکوۃ دیجیے ! آپنے فرمایا :

ان اللہ لم یرض بحکم نبی و لا غیرہ فی الصدقات' فجزاہا ثمانیۃ اجزاء - فان کنت من تلک الاجزاء اعطیتک - (ابو داؤد)

خدا زکوۃ کے بارے میں کسی نبی یا غیر نبی کے فیصلہ پر راضی نہیں ہوا ہے' بلکہ خود اُس نے اُس کے آٹھہ حصے کیے ہیں - اگر اُن میں سے تم کسی میں ہو تو میں تم کو دوں -

حضرۃ زبیر بن عوام سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا :

لان یاخذ احدکم حبلۃ فیاتی بحزمۃ حطب علی ظہرہ - فیبیعہا فیکف اللہ بہا وجہہ خیر لہ من ان یسأل الناس (بخاری)

تم میں سے کوئی شخص رسی لے ' اور اپنی پیٹھہ پر لکڑی کا گٹھہ لیکر آے اور اُس کو بیچے' اور خدا اُس کی عزت اُس سے رکھہ لے' اُس کے لیے بہتر ہے اس سے کہ وہ لوگوں سے مانگتا پھرے -

مستطیع گداگروں کی نسبت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

ما یزال الرجل یسأل الناس حتی یاتی یوم القیامۃ و لیس فی وجہہ مزعۃ لحم - (دار قطنی)

جو شخص لوگوں سے مانگتا ہے وہ قیامت میں آئیگا تو اُس کے منہہ میں گوشت نہ ہوگا -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے حضرۃ ثوبان سے فرمایا :

من یتقبل لی بواحدۃ اتقبل لہ بالجنۃ لا یسأل الناس شیئاً (ابوداؤد)

کون میری ایک بات مانتا ہے ؟ میں اُسکے لیے جنت کا وعدہ کرتا ہوں - لوگوں سے مانگا نہ کرو !

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے پاس آیا اور کچھہ اُنسے مانگا - آپنے فرمایا تمہارے پاس کچھہ ہے ؟ اُسنے کہا ہاں ایک کمل ہے - آپنے کمل بیچکر ایک کلہاڑی خریدی کہ جنگل سے لکڑیاں لاکر بیچے -

حضرت عمر کے پاس ایک غیر مستحق گداگر آیا - آپنے اسکو پکڑکر ایک شخص کے پاس نوکر رکھا دیا - خانۂ کعبہ میں حضرت عمر رضی اللہ نے ایک شخص کو بھیک مانگتے دیکھا تو سخت سزا دی - (۱) ان تصریحات کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ اسلام کی فیاضی کا نتیجہ گداگروں کی جماعت بڑھانا ہے -

اب ہمکو صرف ایک بات اور کہنی باقی رہگئی ہے - اہل اشتراکیۃ اور یورپ کی اصلاح طلب پارٹی چاہتی ہے کہ بازار کا نرخ مقرر کیا جاے اور بازار میں کھانے کی چیزونکی نگرانی کیجاے - آجکل یورپ اور امریکا کے بازارونمیں کیمسٹری کے زور سے جسطرح چیزوں کی تبدیل ماہیت کی جاتی ہے ' جسطرح ظاہر نما چیزیں بنائی جاتی ہیں' اور معمولی قیمت کی چیزیں ظاہری آب و تاب اور ملمع کی وجہ سے گراں قیمت بکتی ہیں ' اس طرز تجارت سے غربا اور عام ملک کو جو نقصان پہونچتا ہے وہ محتاج اظہار نہیں - اس حالت میں سوشیالیسٹ پارٹی کا اپنی درخواست پر زور دینا بجا ہے -

لیکن اسلام اس ضرورت کو بھی پورا کرچکا ہے - اسلام میں انہیں اغراض کیلیے صیغۂ احتساب قائم ہوا تھا - محتسب اس صیغہ کا اعلی عہدہ دار ہوتا تھا ' اسکے فرائض وہی ہوتے تھے جسکو اہل اشتراکیۃ تعین نرخ و نگرانی اشیاے بازار کے لیے طلب کرتے ہیں -

ان تمام مباحث اور ان تمام تفصیلات کا خلاصہ یہ ہے کہ آج متمدن ممالک جن مصاحب میں مبتلا ہیں ' اسکا اصلی سبب یہ ہے کہ جدید تمدن کی بنیاد کسی صحیح مذہب پر نہیں ہے - اب مصلحین تمدن و معاشرت اور عقلاے یورپ جو اصلاحات پیش کرتے ہیں ' اُنمیں گو بعض باتیں غلط ہیں جنکی اسلام نے تردید کردی ہے' لیکن بقیہ امور وہی ہیں جنکو اسلام پہلے ہی دن سمجھہ چکا تھا' اور اُسکی اصلاح کی تدبیریں کرلی تھیں - یہی وجہ ہے کہ اُسکا تمدن اشتراکیۃ کے جراثیم سے پاک رہا - حضرت عثمان کے عہد میں امراے شام کے پاس بے انتہا دولت جمع ہوگئی تھی - حضرت ابو ذر غفاری جو ایک بلند پایہ صحابی تھے ' اُنہوں نے ان لوگوں کی سخت مخالفت کی اور کہا کہ یہ دولت تمام فقرا پر تقسیم کر دیجاے - لیکن چونکہ اس زمانہ میں فقرا کے حقوق کا کافی طور سے انتظام تھا' اسلیے حضرت ابو ذر کا کوئی ہم آہنگ پیدا نہو سکا -

بہر حال اگر اس تفصیل کے بعد کہ اُسنے دنیا میں ہر قسم کی جائز مساوات قائم کی ' اسنے جمہوریت کی بنا ڈالی ' اُسنے امرا اور اہل ثروت کو ہمدردی کی تعلیم دی' اُسنے فقراے ملک کا مستحکم اور پائدار بندوبست کیا' اگر یہ دعوی کیا جاے تو کون انکار کرسکتا ہے کہ اسلام ہی دنیا کا تنہا مذہب ہے جسکے بیڑے کو اشتراکیۃ کے طوفان کا کوئی خوف نہیں - وہ صالح اشتراکیۃ کا معلم و محافظ ہے ' اور غیر صالح افراط تفریط کا مخالف -

---

(۱) مشکوۃ باب الزکوۃ -

(۱) ان تمام واقعات کے لیے مشکوۃ ' باب من لا تحل لہ الصدقہ دیکھو -

ہر فرمایش میں البلاغ کا حوالہ دینا ضروری ہے

ریفلکٹ کي مسٹریز اف دي کورٹ ف لندن

یہ مشہور ناول جو کہ سولہ جلدوںمیں ہے ابھي چھپ کر نکلی ہے اور تھوڑي سي رہگئي ہے - اصلي قیمت کي چوتھائي قیمت میں دیجاتي ہے - اصلي قیمت چالیس ۴۰ روپیہ اور اب دس ۱۰ روپیہ - کپڑیکي جلد ہے جسمیں سنہري حروف کي کتابت ہے اور ۴۱۶ ہاف ٹون تصاویر ہیں تمام جلدیں دس روپیہ میں وي - پي اور ایک روپیہ ۱۴ - آنہ محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بڈوبازار - کلکتہ

Imperial Book Depot, 60 Srigopal Mullick Lane, Bowbazar Calcutta.

نصف قیمت اور

قبلہ انعام

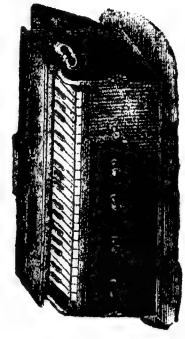

ہمارا سائنس فکسن فورٹ ہارمونیم سریلا اور مضبوط سب موسم اور آب و ہوا میں یکساں رہنے والا ہمارے خاص کارخانہ میں گواسان لکڑي سے طیار کیا ہوا ہے اسوجہ سے کبھي پوري قیمت اور کبھي نصف قیمت پر فروخت کرتے ہیں - ایک ماہ کیلیے یہ قیمت رکھي گئي ہے - ایک مرتبہ منگواکر آزمایش کیجیے - نہیں تو پھر آپکو افسوس کرنا پڑیگا - اگرچہ مال ناپسند ہوے تو تین روز کے اندر واپس کرکے سے ہم واپس کرلیوینگے - اس وجہ سے آپ دریافت کرلیجیے کہ یہ کمپنی کسی کو دھوکا نہیں دیتی ہے - گرانٹی تین برس - سنگل ریڈ اصلی قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ روپیہ - اور اسوقت نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - ۲۵ روپیہ - و ڈبل ریڈ اصلی قیمت ۶۵ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ روپیہ - و نصف قیمت ۳۲ - ۳۵ - ۴۰ - ۴۵ روپیہ - ہر ایک باجہ کیواسطے مبلغ پانچ روپیہ پیشگي روانہ کرنا چاہیے اور اپنا پورا پتہ اور ریلوے اسٹیشن صاف صاف لکھنا چاہیے - ہر ایک سنگل ریڈ کے ساتھہ ایک گھوڑي اور ڈبل ریڈ کے ساتھہ ایک تبلہ و ڈرگی انعام دیا جاویگا - ہندي ہارمونیم سکھنے کا قیمت ایک روپیہ ہے -

نیشنل ہارمونیم کمپني ڈاکخانہ شملہ - کلکتہ

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر سیام صاحب کا اربھرالین

مستورات کے جملہ اقسام کے امراض - کا خلاصہ نہ آنا - بلکہ اسوقت درد کا پیدا ہونا - اور اسکے دبر پا ہونیسے تشنج کا پیدا ہونا - اولاد کا نہونا - غرض کل شکایات جو اندرونی مستورات کو ہوتے ہیں - مایوس شدہ لوگونکو خوشخبري دیجاتي ہے کہ مندرجہ ذیل مستند معالجونکي تصدیق کردہ دوا کو استعمال کریں اور تمو زندگاني حاصل کریں - یعني ڈاکٹر سیام صاحب کا اربھرالین استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد ہوں -

مستند مدراس شاہو - ڈاکٹر ایم - سي - ننجنڈا راؤ اول اسسٹنٹ کیمیکل اکزامنر مدراس فرماتے ہیں - " مینے اربھرالین کو امراض مستورات کیلیے " نہایت مفید اور مناسب پایا -

مس ایف - جي - ویلس - ایل - ایم - ایل - آر - سي - پي ایفڈ ایس - سي کوشا اسپتال مدراس فرماتي ہیں :- " نمونے کي شیشیاں اربھرالین کي اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بہت نفع بخش پا " -

مس ایم - جي - ایم - براڈلي - ایم - ڈي - (برن) بي - ایس - سي - (لندن) سینٹ جان اسپتال ارکاڈي بمبئي فرماتي ہیں : " اربھرالین جسکو کہ مینے استعمال کیا ہے " زنانہ شکایتوں کیلیے بہت عمدہ اور کامیاب دوا ہے "

قیمت في بوتل ۲ روپیہ ۸ آنہ - ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیہ -

پرچہ ہدایت مفت درخواست آنے پر روانہ ہوتا ہے -

Harris & Co., Chemists, Kalighat Calcutta.

IMPERIAL FLUTE.

بہترین اور نہایت لاجواب قیمت سنگل ریڈ ۱۴ - ۱۸ - ۲۰ روپیہ

قیمت ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۸ - ۳۵ روپیہ

ہر درخواست کے ساتھہ ۵ روپیہ بطور پیشگي آنا چاہیے -

GANGA FLUTE

قیمت سنگل ریڈ ۱۳ - ۱۷ - ۲۰ - روپیہ -

ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۷ - ۳۵ - روپیہ

Imperial Depot. 60, Srigopal Mallick Lane Bowbazar, Calcutta.

پوپن ٹائین

ایک مجرب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز شفا ، یہ دوائکل دماغي شکایتونکو دفع کرتي ہے - پژمردہ دلونکو تازہ بناتي ہے - یہ ایک نہایت مولر ٹانک ہے جوکہ بچاں مرد اور عورت استعمال کر سکتے ہیں - اسکے استعمال سے اعضاء رئیسہ کو قوت پہونچتي ہے - ہسٹریہ وغیرہ کو بھي مفید ہے - ڈبا لیس کو اوزانکي بکس کي قیمت دو روپیہ -

زینو ٹون

اس دوا کے پیورني استعمال سے ضعف باہ ایکدارگي دور جاتي ہے اس کے استعمال کرنے سے آپ محسوس کرینگے قیمت ایک روپیہ آٹھہ آنہ -

AYESHA

مفرح دماغ - حسن کي افزایش - رگوں کي تازگي - بال کا بڑھنا یہ سب باتیں اسمیں موجود ہیں - نہایت خوشبودار - قیمت ۲ روپیہ -

نمونہ مفت - مشورہ مفت - فہرست مفت

Dattin & Co, Manufacturing Chemists, Post Box 141 Calcutta.

مفت ! مفت ! !

راے صاحب ڈاکٹر - سي - داس صاحب کا تصنیف کردہ نوجوانوں کا رہنما و صحت جسماني و زندگي کا بیمہ کتاب قانون عیاشي - مفت روانہ ہوگا -

Swasthy Sahaya Pharmacy, 30/2, Harrison Road Calcutta

ہر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے ہر قسم کا جنون خواہ نربلي جنون ' مرگي والا جنون ' غمگین رہنے کا جنون ' عقل میں فتور ' کے خرابي وغیرہ وغیرہ دفع ہوتي ہے - اور وہ ایسا صحیح و سالم ہوجاتا ہے کہ کبھي ایسا گمان تک بھي نہیں ہوتا کہ وہ کبھي ایسے مرض میں مبتلا تھا -

قیمت في شیشي پانچ روپیہ علاوہ محصول ڈاک -

S. C. Roy, M. A. 167/3, Cornwallis Street, Calcutta.

SALVITAE

یہ ایک اتنا مجرب دوا اُن امراض کا ہے کہ جسکي وجہ سے انسان اپني قدرتي قوت سے گرجاتا ہے - یہ دوا اُن کھوئي ہوئي قوت کو پھر پیدا کر دیتي ہے - قیمت ایک روپیہ -

ASTHMA TABLETS

کسي قسم کا دمہ اور کتنے ہي عرصہ کا ہو اگر اس سے اچھا نہ ہو تو ہمارا ذمہ - کھانسي کے لیے بھي مفید ہے - قیمت ایک روپیہ -

PILES TABLETS.

بواسیر خوني ہو یا بادي - بغیرجراحي عمل کے اچھا ہوتا ہے - قیمت ایک روپیہ -

S. C. Roy, M. A. Mfg. Chemists 36 Dharamtola Street, Calcutta

البیان

فی

مقاصد القرآن

هـذا بیان للناس و هدی و موعظة للمتقین (۳ : ۳۳)

یعنی قرآن حکیم کی مفصل تفسیر، اثر خامهٔ اڈیٹر الهلال

اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر ظاهر کردینا کافی هے که قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اوسکی محیط الکل معلمانه دعوة کا موجوده دور جس قلم کے فیضان سے پیدا هوا هے، یه اسی قلم سے نکلی هوئی مفصل اور مکمل تفسیر القرن هے !

یه تفسیر موزوں کتابی تقطیع پر چهپنا شروع هوگئی هے - هر مهینے کے وسط میں اسکے کم سے کم ۶۴ اور زیاده سے زیاده ۱۰۰ صفحے اعلی درجه کے ساز و سامان طباعة کے ساتهه شائع هوتے رهینگے - اس سلسلے کا پهلا نمبر جسمیں نصف حصه مقدمهٔ تفسیر اور نصف سورهٔ فاتحه کی تفسیر کا هوگا، انشاء الله عنقریب شائع هوجائیگا - قیمت سالانه قبل از اشاعت چار روپیه - بعد کو پانچ - روپیه -

لیجئے ! مزیدار مٹهائی کهائیے

Phone No. 241. Calcutta. ٹیلیفون نمبر ۲۴۱ کلکته

جاپان کے مشهور و معروف کارخانے کی مٹهائیاں اب هندوستان میں بهی میسر هونے لگیں -

موریناگا کمپنی جاپان میں سب سے بڑی مٹهائی بنانے والی کمپنی هے -

THE MORINAGA CONFECTIONERY, Co., Ltd. JAPAN.

ان مٹهائیوں میں ایسی کوئی چیز نهیں جو مذهب کے خلاف هو -

صرف دودهه اور میوهجات کے جوهر سے بنائی گئی هیں - اسمیں کوئی جزو کسی چیز کے بیکار اور بے اثر حصے کا نهیں لیا جاتا -

بچوں کیلیے نهایت ضروری چیز هے - لذیذ اور خوش ذایقه هونے کے علاوه مفید صحت و توانائی بهی هے -
اور هر شخص اسے ذوق و رغبت سے کهانا چاهتا هے -

باوجود ان تمام خوبیوں کے اس کی قیمت بهت هی کم رکهی گئی هے -

یه مٹهائیاں تمام هندوستان میں نهایت کثرت سے بکتی هیں -

کم سے کم ایک مرتبه تو منگواکر تجربه کیجیے !!

Sole Agents for India :—
Bessho & Co. 111, Radha Bazar Street, Calcutta. & Hornby Road, Bombay.

هندوستان کے واسطے سول ایجنٹ :—

بیشو اینڈ کمپنی نمبر ۱۱۱ - رادها بازار اسٹریٹ - کلکته - و هارن بی روڈ - بمبئی .

Printed & Published by Q. Ahmad at the AL-BALAGH Press, 45, Ripon Lane Calcutta

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين — القرآن الحكيم

البلاغ

هٰذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب (۱۳ : ۵۲)

نمبر - ۱۳-۱۴ | کلکته : جمعه ۲۷ - ربیع الثانی ۵ - جمادی الاول سنه ۱۳۳۴ هجری | جلد ۱

Calcutta : Friday, 3rd and 10th March, 1916.

ترجمان القرآن

یعنی قرآن حکیم کا اردو ترجمه ' اثر خامهٔ ایڈیٹر الهلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقیقي حامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام هیں - پس انکي تبلیغ و تعلیم اور نشر و توزیع کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانه عمل هے ' جس کي توفیق صرف انهي لوگوں کو مل سکتي هے جنهیں حق تعالی انبیاء کرام کي معیت و تبعیت کا درجه عطا فرماتا هے ' اور انکا نور علم براه راست مشکواة نبوت سے ماخوذ هوتا هے : و ذالک فضل الله یوتیه من یشاء -

هندوستان کي گذشته قرون اخیره میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفیق ملي ' وه حضرت شاه عبد الرحیم رحمة الله علیه کا خاندان تها - انکے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرة شاه ولي الله قدس سره تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمه کي ضرورت الهام الهي سے محسوس کي ' اور فارسي میں اپنا عدیم النظیر ترجمه مرتب کیا - انکے بعد حضرة شاه رفیع الدین اور شاه عبد القادر رحمة الله علیهما کا ظهور هوا ' اور اردو زبان میں ترجمة القرآن کي بنیاد استوار هوئي - شکر الله سعیهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهیک ایک صدي گذر چکي هے ' لیکن یه کہنا کسي طرح مبالغه آمیز نه سمجها جائیگا که نشر و تبلیغ قرآن حکیم کي جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکهي تهي ' اسکي تکمیل کا شرف حق تعالی نے ایڈیٹر الهلال کیلیے مخصوص کردیا تها ' جنهوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرآنیه ' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکیم کا یه اردو ترجمه نهایت سلیس ' عام فهم ' معني خیز ' حقیقت فرما عبارت میں مرتب کیا هے ' اور بحمد الله نه زیر طبع هے -

یه ترجمه کیسا هے ؟ ان لوگوں کیلیے جو الهلال کا مطالعه کرچکے هیں ' اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروري هے - یه ترجمه حامل المتن ٹائپ کي جگهه لیتهو میں چهاپا جارها هے تاکه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعه میں آسکے - قیمت في جلد چهه روپیه رکهي گئي هے - لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکهتے هي قیمت بهیجدینگے ' انسے صرف سارهے چار روپیه لیے جائینگے - درخواستیں اور روپیه منیجر البلاغ کے نام بهیجنا چاهیے -

نوٹ — ڈبل نمبر هونے کي وجه سے قیمت في پرچه چهه آنه

آب حیات

هندي کايا پلٹ ' يوناني اکسير البدن اور
کيميا گر اکسير اعظم کہتے هيں يہ امرت پرا

زندگي کو موت سے ايک روپيہ ميں خريد نا

(آبحيات کے اکسيري فوائد !)

صحت کے برابر دنيا ميں کوئي نعمت نہيں - جو لوگ وقت پر قدر نہيں کرتے - جب تندرستي بگڑ جاتي هے - پھر عمر بھر پچھتاتے هيں جو لا حاصل هوتا هے - اب پچھتاے کيا هوت جب چڑيا چگ گئيں کھيت - هندوستان گرم ملک هے اور بوجہ شدت گرما گرد و غبار سے آے دن هزاروں قسم کي بيماريان و فساد خون کے دکھہ هر روز لگے لگے پيدا هوا کرتے هيں - گراني اشياء خوردني نے عام لوگوں کو مفلس بنا رکھا هے - اور کثرت بيماري نے لوگوں کو کمائي کے لائق نہيں رکھا ' اس ايسے عام لوگ بلا علاج زندہ درگور هو جاتے هيں - اگر علاج کرتے هيں تو فيس اور قيمت دوا ادا کرنے سے قلاش ' تنگدست بن جاتے هيں - اور صاحب توفيق حضرات کو دوا خالص نہيں ملتي - مندرجہ بالا تکاليف کو دور کرنے لئے حکيم مطلق نے آب حيات کو مسيحائي اثر بخشا هے تاکہ کوئي دکھہ دنيا ميں نہ رهے - غريب سے غريب اور لاچار سے لاچار ايک پيسہ کي ايک خوراک لے کر امراض مزمنہ مايوسہ سے خلاصي پاے - آبحيات هر مرض شديد کي دوا هے خارجاً لگانے سے هر درد وغيرہ کے ليے شفا هے - ايک شيشي آبحيات کي کذبہ بھر کو بہت بلاؤں اور ناگہاني آفتوں سے بچاسکتي هے ' کسيکو معلوم نہيں مرض کس وقت رات کو يا دن کو جنگل ميں يا گھر ميں آ دبائيگي اسليے يہ عقلمندي هے کہ پہلے هي سے ايک شيشي گھر ميں رکھي جاے -

(فوائد مصدقہ آبحيات)

تپدق ' تپ محرقہ ' صفراوي تپ ' تپ پر سرت ' سل ' پيچش ' صفراوي اسہال ' سرسام ' درد سر ' درد پہلو ' نمونيا ' ذات الجنب ' تپش دل ' ناسور ' بدهہ کا زخم ' درد کان ' مسورون سے خون آنا ' پھوڑے پھنسياں ' پٹھوں کا انزاؤ ' بواسير ' نواسير ' بھگندر ' تالو کا سوراخ ' دانت کا درد ' قبض ' درد قولنج ' درد کمر ' نقرس ' چھپاکي ' مقلي ' قے ' زخمونميں کيڑے پڑنا ' کثرت پياس ' تشنج ' بيخوابي ' کھانسي خشک و تر ' کرم ' چھوٹے ' ورم پستان ' درد دل ' هيضہ ' طاعون ' خنازير ' درد شکم ' زهر دار ڈنگ ' بھڑ ' سانپ ' بچھو ' آگ سے جلنا ' گرمي کي شدت سے جسم پر گرم دانے نکلنا ' درد ' چوٹ ' خارش نکسير وغيرہ وغيرہ کتاب ميں مفصل حال درج هے -

قيمت في شيشي ايک روپيہ - چھہ شيشي پانچ روپيہ - ايک درجن دس روپيہ محصول ڈاک ذمہ خريدار -

آبحيات کا مسيحائي اثر

(سل ' دق ' کھانسي ' سات ماہ کي صرف سات دن ميں دور)

عاليجناب هز هائينس نواب مير فيض محمد خانصاحب بہادر
کے - سي - ايس - آئي والي رياست خيرپور سندھہ

سر اے غلام رسول عرصہ سات ماہ سے بعارضہ بخار لازمي جو ۱۰۴ درجہ تھرما ميٹر پر رهتا تھا - اور اس کے علاوہ کھانسي ايسي شديد تھي کہ سونا ' بيٹھنا حرام هو گيا تھا - چوزنده سر - اے ممدوح اپنے آقاے نامدار ميراحمد علي خاں صاحب کي خدمت ميں شب روز رهتا تھا اور کھانا پينا ان کے ساتھہ رکھتا تھا - آن کے معالجہ کے لئے يوروپين سول سرجن سات سو روپيہ روزانہ کراچي وغيرہ سے اور نامور اطباے هندوستان سے جمع کرتے رهے - ميرممدوح مدقوق تھا - کوئي چارہ نہ چلا اور وہ فوت هوگيا - تمام طبيبوں اور ڈاکٹروں نے متفق هوکر کہديا تھا کہ سر - اے غلام رسول بھي اسي مرض ميں مبتلا هوگيا تھا - آخر جب تمام معالجات سے تنگ آ کر بحالت مايوسي سرکار ايد پائدار والي رياست نے حکيم غلام نبي زبدة الحکماء لاهور کو جو جامع علوم ڈاکٹري و يوناني اور ماهر فنون هر دو طب هيں ' رياست ميں براے معالجہ طلب فرمايا -

(آبحيات کا کرشمۂ قدرت)

زبدة الحکماء موصوف نے يوروپين ڈاکٹر وغيرہ مڈيکل افسروں سے اس بات کا اتفاق کيا کہ مقدمہ سل هے - اور جگر بھي بگڑ گيا هے ' صرف دس قطرہ آبحيات کے تين دفعہ دينے شروع کيے ' اور تمام انگريزي و يوناني دواؤں ترک کرادیں - سات ماہ کا بخار اور کھانسي ساتويں روز جاتي رهي - يہ جادو کے اثر کي خبر رياست ميں مشہور هوگئي - اور آبحيات کے جادو اثر کرشمے اور اس کے سريع العمل اور سريع الاثر لا علاج بيماروں کا کوئي کم قيمت علاج هے ' تو آبحيات تسليم کر ليا گيا هے - اب سندھہ ميں جو آتا هے - اسي آبحيات کا طالب هوتا هے - تمام اخباروں ميں اسي قصہ کو پڑھہ لو اور وهاں سے تصديق کر لو کہ سر - اے غلام رسول اب تندرست هے اور کاروبار رياست ميں مصروف هے -

(العبد - خان بہادر رسول بخش خاں نائب وزير رياست خيرپور سندھہ)

الغرض آبحيات کي شيشي هر گھر ميں موجود هوني ضرور هے - سفر و حضر ميں کار آمد - نہ ڈاکٹر کي ضرورت هے نہ طبيب کي - بيسيوں امراض کي ايک هي تير بہدف دوا هے ' جو کسي قسم کے ضرر کے بغير فائدہ ديتي هے -

قيمت في شيشي صرف ايک روپيہ - (منيجر)

(شربت مقوي اعصاب)

وہ نقص جو بھرپور جواني ميں مرد کو رنجيدہ خاطر بناتے هيں ' اس سے دور هوتے هيں - کئي هوائي طاقت کو واپس لاکر مرد کو پورا مرد بناتا هے - افعال قبيحہ اور کثرت عياشي نے جب جسم کي قوت کو گھٹا ديا هو - تو يہ شربت خاک ميں ملي هوئي اميديں بر لاتا هے ' في شيشي صرف چار روپيہ -

(سنوں مستحکم دنداں)

ملتے دانت مضبوط - بدبو ميل دور - دانت موتيوں کي طرح چمکدار - قيمت چار تولہ ايک روپيہ -

(سر کا خوشبودار تيل)

بالوں کو خوشبودار رکھنے کے سوا سياہ بالوں کو سفيد نہيں هونے ديتا - دافع ضعف دماغ فزلہ و زکام في شيشي تين روپيہ -

دوائي درد کان - قيمت صرف ايک روپيہ -

(سرخ رو)

بعد از غسل اس دوا کے دو قطرے چہرے پر مل لينے سے چہرہ خوبصورت هو جاتا هے ' قيمت في شيشي صرف ايک روپيہ

(روغن اعجاز)

برسوں کے زخم دنوں ميں بھر جاتے هيں ' ناسور ' بھگندر - خنازير کے گھاؤ اور کار بنکل زخم کا اچھا علاج - قيمت دو تولہ صرف دو روپيہ -

(دوائي پيچش و مروڑ)

نہايت زود اثر اور مجرب دوائي هے - قيمت چار تولہ صرف ايک روپيہ هے -

(حنا زير کا خوردني علاج)

اس دوائي کے کھانے سے گلٹياں اندر هي اندر بيٹھہ جاتي هيں قيمت دو تولہ صرف دو روپيہ -

بخاروں کي شرطيہ دوا - پسينہ آکر هر قسم کا بخار ايک گھنٹہ ميں اتر جاتا هے - قيمت في ڈبيہ دو روپيہ -

(سفوف دافع درد گردہ)

اس کے استعمال سے ريگ مثانہ دور هوکر آيندہ دورہ درد سے نجات هوتي هے - چار تولہ صرف دو روپيہ -

پتہ - منيجر شفاخانہ شہنشاهي ' سند يافتہ حکيم و ڈاکٹر حاجي ' غلام ' نبي
زبدة الحکماء لاهور - مرجي دروازہ

Tel. Address: "Alhalagh," Calcutta.
Telephone No 648

AL-BALAGH.

Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
48, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly ,, Rs. 6-12

البلاغ

مرسلہ مسیس ام ایچ
احمد الکھنوی ابوالکلام الدہلوی
مقام اشاعت
نمبر ۴۸ - رپن لین
کلکتہ
ٹیلی فون نمبر ۶۴۸
سالانہ - ۱۲ - روپیہ
شش ماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

کلکتہ : جمعہ ۲۷ - ربیع الثانی و ۵ - جمادی الاولی سنہ ۱۳۳۴ هجری
Calcutta : Friday, 3rd and 10th March, 1916.

نمبر - ۱۳ - ۱۴ جلد ۱

البیان

البیان کي اشاعة میں تاخیر پر تاخیر هو رهي هے اور اسکے سوا چاره نهیں که آن احباب کرام سے بخشش و عفو کا خواستگار هوں جنهوں نے همیشه میري کمزوریوں پر نظر رکهکر میرے قصوروں سے درگذر کي هے - میں اپنے تمام کاموں کو تنها انجام دیتا هوں ' اور الله کي مشیت ایسي هي تهي که اپني محنتوں اور شب بیداریوں کیلیے تن تنها چهوڑ دیا جاؤں - مجهے ایک هي وقت کے اندر مختلف ذوق' مختلف لٹریچر' مختلف افکار' اور مختلف مطالعه و نظر کے بیسیوں کام انجام دینے پڑتے هیں' اور دار الارشاد کا سلسله اور اپني زندگي کي اولجهنیں انکے علاوه هیں' اسلیے اکثر ایسا هوتا هے که کاموں کے اختتام و تکمیل کے متعلق ارادے کرتا هوں مگر میرا اندازه بالکل غلط نکلتا هے اور بیسیوں غیر متوقع موانع نکل آتے هیں - اگر میں کسي دن چند گهنٹوں کیلیے بیمار پڑجاتا هوں تو یکایک دس باره کام رک جاتے هیں اور اسکے سوا چاره نهیں نظر آتا که اپني هلاکت گوارا کرلوں مگر کاموں میں خلل نه پڑنے دوں' البیان کے متعلق پوري امید تهی که ربیع الاول سے پہلے نکل جائیگا لیکن ایک طرف تو میں اپني مجبوریوں اور کام کي کثرت و هجوم سے درمانده هوتا رها ' دوسري طرف البلاغ کے تسلسل کار کي وجه سے پریس کو بهي زیاده مهلت نهیں ملي - نتیجه یه نکلا که ابتک پہلا نمبر نه نکل سکا -

با ایں همه جسقدر کوشش هوسکتي هے کي جاري هي هے اور حتی الامکان سعي یهي هے که جس وقت بهي پریس کو مهلت ملے سب سے پہلے البیان کے فارم مشین پر چڑهادیے جائیں ' ایک نمبر نکل جاے تو پهر خود بخود کام کا تسلسل دقتوں کو دور کردیگا - امید هے که احباب کرام تهوڑا سا توقف اور گوارا کرلینگے ' اور عجب نهیں که انتظار کي تلخي سے زیاده نتیجه شریں هو -

ایک اور بڑي اور لا علاج دقت یه هے که دنیا میں امن کي طرح کاغذ کا بهي قحط هوگیا هے - خشک سالي یهاں تک بڑهگئي هے که چاندي سونا بازار میں هر وقت خریدا جاسکتا هے مگر کاغذ نهیں ملتا - البیان کیلیے مجبوراً جو کاغذ لیا گیا ' وه اسقدر گراں پڑا هے که سمجهه میں نهیں آتا - مجوزه قیمت کیونکر اسکو کفایت کریگي ؟ بهر حال پہلا نمبر نکل جاے تو پهر اس مسئله پر غور کیا جائیگا - ترجمان القرآن کا بهي یهي حال هے' اور اسکے لیے بهي تهوڑا سا انتظار اور گواره کر لینا چاهیے -

خاتمه سخن

مجوزه شیعه کالج

" نصحت لکم ' ولکن لا تحبون الناصحین "

گذشته دو نمبروں میں هم نے بالاختصار اپنے وه خیالات ظاهر کردیے جو مجوزه شیعه کالج کي تحریک اور اسکے نشو و نما کے اسباب و بواعث میں سے همارے پیش نظر هیں - اب آخري سوال یه سامنے آتا هے که موجوده حالت میں کیا کرنا چاهیے ؟

هم اسکا جواب نهایت اختصار سے دینگے کیونکه اس هفته کسي مفصل تحریر کي گنجایش رساله میں نه نکل سکي -

(۱) همارا عقیده یه نهیں هے که مسلمان معمذن کالج کے سوا اور کوئي کالج قائم نه کریں' بلکه جسقدر کالج بهي کامل انتظام اور صحیح نظام تربیت کے ساتهه قائم هوسکیں ' بهتر هیں اور ضروري هیں - " مرکز " اور " تعلیمي مرکز " کا خیال اصلاً غلط نهیں هے مگر جو مطلب ارباب علي گڈه نے سمجها هے وه بهي صحیح نهیں - دنیا کي غلطیاں اسلیے غلط نهیں هوتیں که ان میں صحت نهیں هوتي' بلکه اکثر ایسا هوتا هے که سچ کو جهوٹ سے ممزوج و آلوده کر کے دکهلایا جاتا هے' اور مخلوط سچ ' خالص جهوٹ سے کهیں زیاده فتنه پرداز هے - یقیناً اصول مرکزیة ایک قدرتي اور صحیح ترین چیز هے' کوئي کام هو بغیر اسکے چاره نهیں ' اور یه بهي غلط نهیں هے که علي گڈه کالج مسلمانان هند کیلیے نئي تعلیم کے مرکز کي حیثیت پیدا کر چکا هے ' مگر ساتهه هي اسکے یه معني بهي نهیں هیں که اور کوئي مفید کام نه کیا جاے ' اور صرف مرکز مرکز پکارتے رهنا مسلمانوں کي تمام روز افزوں ضرورتوں کو پورا کر دیگا - خوارج نے کہا تها که " ان الحکم الا لله " اسپر حضرة امیر علیه السلام نے فرمایا : " کلمة حق یرید بها الباطل " انکا یه کهنا کلمهٔ حق هے' مگر مقصود باطل هے - سو اصول مرکزیة کا بهي یهي حال هے -

(۲) پس اس سے بڑهکر خوشي کي اور کونسي بات هوسکتي هے که ایک نیا کالج مسلمانوں کیلیے اور قائم هوجاے ' لیکن کالج قائم کرنے کے یه معني نه تهے که باهمي اختلاف و نزاع کي زمین طیار کرکے اسپر غیروں کے هاتهوں تخم ریزي کرائي جاتي - چاهیے تها که علي گڈه کالج کے نزاع سے الگ هوکر محض خدمت قومي اور جذبات صالحهٔ اسلامیه پر اسکی بنیاد رکهي جاتي - اس

صورت میں یہ سوال صرف ایک نئے کالج کا سوال ہوتا اور کوئی راست باز انسان ایسا نہوتا کہ اس تحریک کی پر جوش دل سے تائید نہ کرتا - مگر اب یہ کالج کا مسئلہ نہیں رہا بلکہ افتراق امۃ و انشقاق ملت کے فتنۂ خوابیدہ کے ایقاظ و ازدیاد کا (لا قدر اللہ)

(۳) لیکن بہرحال جو کچھہ ہونا تھا ہوچکا ' اور اب اسکے سوا کچھہ چارۂ کار نہیں کہ ماضی کے اعادہ سے مایوس ہوکر صرف صورت موجودہ پر غور کیا جائے - اور جہاں تک میں سونچتا ہوں گو فتنہ کروٹ لیچکا ہے مگر اب بھی اسکو سلایا جاسکتا ہے ' اور اگر اللہ تعالی داعیان تحریک کے دلوں کو کھول دے اور وہ مسلمانوں کی تباہ حالیوں پر رحم کھائیں ' اور اسکے صدیوں کے زخموں کو آرزو زیادہ گہرا نہ کرنا چاہیں ' تو اب بھی کچھہ نہ کچھہ صورت اصلاح پیدا ہوسکتی ہے ' اور اس تحریک سے نقصان کی جگہ فائدہ کی امید بھی کی جاسکتی ہے -

(۴) میں داعیان شیعہ کالج سے یہ نہیں چاہتا کہ وہ اس تحریک کو چھوڑ دیں ' اور نہ اسکا آرزومند ہوں کہ اپنے طریق کار میں کوئی بڑی بنیادی تبدیلی کریں ' بلکہ نہایت عاجزی اور کمال منت کے ساتھہ صرف دو جزئی تبدیلیوں کا خواستگار ہوں جنسے نہ تو انکے مقصد اصلی میں (اگر وہ محض اشاعۃ تعلیم و خدمت ملت ہے) کوئی حرج واقع ہوسکتا ہے اور نہ انکی راہ میں کوئی رکاوٹ پیدا ہوتی ہے - اول یہ کہ وہ جو کچھہ چاہیں کریں اور جو چاہیں بنائیں مگر خدا کیلیے اسکا نام " شیعہ کالج " نہ رکھیں - کیونکہ آن انسانوں کیلیے جو قرآن نامی کتاب کے ماننے والے اور محمد بن عبد اللہ علیہ الصلوۃ و السلام کے پیرو ہیں ' اس زمین پر بجز " اسلام " کے اور کوئی نام نہیں ہے - ابتک اس بدعۃ سے خاک ہند محفوظ رہی ہے کہ سنی کالج ' شیعہ کالج ' اور اہلحدیث کالج کے ناموں سے کالج قائم ہوے ہوں - پس خدا را افتراق و انشقاق کی بیخ کنی کا ایک نیا دروازہ نہ کھولیں -

پھر قطع نظر اسکے دیکھنا یہ ہے کہ مجوزہ کالج کو " شیعہ کالج " کے نام سے موسوم کرنے کی ضرورت کیا پیش آئی ہے ؟ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ اسکے قیام سے مقصود مسلمانوں کے اس گروہ کی تعلیم و تربیت خصوصی ہے جو " شیعہ " کہلاتا ہے ' اسلیے اسکا نام بھی شیعہ کالج رکھا جاے - سو اگر یہی مقصد ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ اسکو نام سے کیا علاقہ ہے اور اگر اسکا نام شیعہ کالج نہ رکھا جائیگا تو اس کے مقصد کو کیا نقصان پہنچے گا ؟ مقصد اصلی کا حصول اس پر موقوف ہے کہ عملاً زیادہ تر شیعہ افراد ہی اسمیں تعلیم پائیں ' انہی کی تعلیم دینیات کا اسمیں خاصتاً انتظام کیا جاے ' اور ان سب اصولی امور کو اسکے کانسٹی ٹیوشن میں داخل کردیا جاے - پس اگر اسکا نام شیعہ کالج نہ رکھا جاے بلکہ سرے سے " کالج " بھی نہ کہا جاے ' جب بھی حصول مقصد میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا -

بزرگان شیعہ کانفرنس و حضرات مجلس منتظمہ کالج کو غور کرنا چاہیے کہ ابتک ہندوستان میں کوئی کالج اور مدرسہ کسی خاص فرقہ کے نام کے ساتھہ قائم نہیں ہوا ہے ' اور وہ نہ صرف تفریق و انشقاق اور تمذہب و تحزب کی جھیل کو بھرنے کی جگہ زیادہ وسیع کر رہے ہیں ' بلکہ اس سے بھی بڑھکر یہ کہ نام اور انتساب کے ایک نئے مدہ کی بنیاد رکھنے والے بن رہے ہیں ' جو ابتک کسی کو نہیں سوجھا تھا - نئے نئے فتنوں کی راہ کھولنے کے لیے حضرۃ امیر علیہ السلام کے جو کچھہ فرمایا ہے ' خدا را اسے نہج البلاغۃ کے خطبۂ نہروان میں دیکھہ لیں -

مسلمانوں کا کوئی کام ہو اور خواہ کوئی فرقہ انجام دے ' مسلمانوں ہی کا کام ہے ' اور اسکا نام بجز اسلام اور انتساب اسلام کے کچھہ بھی نہیں ہوسکتا - میں حضرات ائمۂ کرام علیہم السلام کی تصریحات مندرجۂ اصول کافی وغیرہ سے ثابت کرنے کیلیے طیار ہوں کہ جسطرح سنیوں کیلیے صرف اسلام ہی کا نام سچا نام ہے ' اسی طرح برادران شیعہ کیلیے بھی اس خدا کے قرار دیے ہوے نام کے سوا اور کوئی نام شرعی نہیں ہوسکتا -

اگر کسی وجہ سے حضرات مجوزین کالج مدرسۂ اسلامیہ وغیرہ ناموں سے اسکو موسوم کرنا نہیں چاہتے ' تو خیر ' کسی ایسے عام نام سے موسوم کردیں جسمیں کسیطرح کی بھی نسبت نہو ' مثلاً دارالعلوم وغیرہ - اسطرح وہ اپنے مقاصد میں سے کسی چیز کو بھی نہیں کھوئینگے ' مگر تمام مسلمانوں پر ایک عظیم الشان احسان و فضل کرنے کا ذریعہ ہونگے - ایسا احسان جس سے بڑھکر اور کوئی احسان نہیں ہوسکتا اور سونچیں تو انکا احسان خود انہی کے وجود کیلیے ہے -

دوسری عاجزانہ التماس یہ ہے کہ جس طرح انہوں نے اسکی تعلیم کا دروازہ قابل تحسین فیاضی کے ساتھہ تمام مسلمانوں کیلیے کھلا رکھا ہے ' اسی طرح اعانت کرنے اور اسکی بناء میں شریک ہونے کا دروازہ بھی اپنے بھائیوں پر بند نہ کریں ' اور یہ تخصیص نہ رکھیں کہ صرف شیعوں ہی کا روپیہ اسکے لیے قبول کیا جائیگا - وہ خاص طور پر خود کوشش کریں ' اور خاص طور پر برادران شیعہ ہی سے اعانت کے طالب ہوں ' لیکن دروازہ عام طور پر کھلا ہو ' اور اگر غیر شیعہ مسلمان بھی اسکی خدمت کا شرف حاصل کرنا چاہیں تو اسے نامنظور نہ کریں - اسطرح کرنے سے وہ اپنے اصول عمل کو نہایت صاف اور غیر مشتبہ بنادینگے اور انکے خاص مقاصد کا کچھہ بھی نقصان نہوگا - اگر انہوں نے زر اعانۃ کی فہرست سب کیلیے کھلی رکھی تو اس سے یہ نتیجہ کبھی بھی نہیں نکلتا کہ کل کو کوئی اثر دعوا کردیگا - جبکہ اسکی بنیاد رکھنے والے وہی ہیں اور اصلاً انکا مقصد یہی ہے کہ خاص طور پر برادران شیعہ کی تعلیم کا انتظام ہو تو پھر غیر شیعہ مسلمانوں کی شمولیت کسی طرح بھی اسمیں خلل انداز نہیں ہوسکتی - اگر بقول ارکان شیعہ کانفرنس کے شیعہ ارباب فیض کا لاکھوں روپیہ محمڈن کالج علی گڈھ سے شیعہ حقوق کو حاصل نہ کراسکا ' تو پھر چند غیر مسلمانوں کا تھوڑا سا روپیہ کیوں مجوزہ کالج کی خصوصیت و تصرف میں خلل ڈال سکیگا ؟ مجھے شخصاً معلوم ہے کہ متعدد غیر شیعہ اشخاص بصورت قبولیت اس کام میں شرکت کرنے کیلیے طیار ہیں ' اور انہوں نے مجھہ سے کہا ہے کہ ہمارے لیے یہ بڑے ہی فخر اور عزت کی بات ہوگی اگر ہمارے عزیز بھائی ہمارے ناچیز ہدیوں کو قبول کرلیں ' اور سب سے پہلے میں خود اس خوشی کو حاصل کرنے کیلیے اپنے اندر نہایت بے چین جوش پاتا ہوں -

یہ خاتمۂ سخن ہے - وقت نہیں کہ اس داستان کو طول دیا جاے ' ورنہ یہ حکایت بڑی ہی درد انگیز ہے اور بہت سی راتوں کو آنکھوں میں کاٹ دینے والی ہے - اللہ دلوں کا بھید جاننے والا ہے اور اسکی نظر سے کسی کا دل چھپا نہیں - وہ بہتر جانتا ہے کہ مجوزہ شیعہ کالج کے متعلق جو کچھہ میری زبان سے نکل رہا ہے ' یہ فریقانہ تعصب کی خباثت اور جماعت بندی کے ناپاک حسد کا نتیجہ ہے یا محض کلمۂ اسلام کی محبت کا جسمیں کسی فریقانہ ایمان کی گنجایش نہیں ' اور محض اپنے عزیز بھائیوں کو ایک سخت ٹھوکر سے بچانے کا اضطراب جو اس حد سے کوسوں آگے گذر چکا ہے جہاں شیعہ سنی کی تمیز کا نام و نشان ہو ؟ فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ ' اولئک الذین ھداھم اللہ و اولئک ھم اولوا الالباب !

الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبهم لذکر الله و ما نزل من الحق ؟

کیا مسلمانوں کیلیے ابھي تک اس کا وقت نہیں آیا کہ اللہ کے ذکر اور اسکے کلمۂ حق کیلیے انکے اندر درد اور شکستگي پیدا ہو' اور وہ اپنے پروردگار کے آگے جھک جائیں ؟ ؟

افسانۂ ہجر و وصال !

پھر چھیڑا حسن نے اپنا قصہ
بس آج کي شب بھي سر چکے ہم !

کیا دنیا میں جس طرح بہار و خزاں کے موسم آتے ' ربیع و خریف کی ہوائیں چلتیں' اور جاڑے اور گرمیوں کا سورج بدلتا ہے' اسي طرح دلوں کي شورشوں کا بھي کوئي موسم ہے ؟ روحوں کي بیقراري کي بھي کوئي فصل ہے ؟ دیوانگي اور سراسیمگي کا بھي کوئي وقت ہے ' جسکي ہوائیں چلتي ہیں اور جنکے بادل نمودار ہوتے ہیں ؟ میں نہیں جانتا کہ ایسا ہو - مگر میں پاتا ہوں کہ میرے دل کي دیوانگي ٹھہر ٹھہر کے اٹھتي اور میري روح کي شورش گذر گذر کے لوٹتي ہے - میں کچھ عرصہ سے اس دریا کي مانند جو اتر گیا ہو' چپ تھا ' لیکن آج اس سمندر کي مانند جسکي تہہ سے موجیں جوش مار رہي ہوں' پھر آہوں سے بھر گیا ہوں ' فریادوں سے معمور ہوگیا ہوں' شورشوں سے لبریز ہوں ' اور دیوانگیوں کے سرجوش سے میرا ساغر ضبط چھلک گیا ہے - آج مجھے پھر اُس خاک کي تلاش ہے جسکو اپنے سرد چہرہ پر اوڑا سکوں' پھر ان کانٹوں کي جستجو ہے جنکو اپنے دل و جگر میں چبھو سکوں - میں دیوانوں کا متلاشي ہوں اور مجھے بیماروں کي بستي کي ضرورت ہے - میں ہوشیاري سے اُکتا گیا اور تندرستي نے مجھے عاجز کردیا - آہ ' میں چاہتا ہوں کہ جي بھر کے روؤں اور جسقدر چیخ چیخ کے نالہ و فریاد کرسکتا ہوں' کرتا رہوں - میري چیخیں تمھارے عیش و نشاط کو مکدر کردیں' میرا نالہ و بکا تمھارے عیش بھرے کو ماتم کدہ بنادے ' میري آہوں سے تمھارے دلوں میں ناسور پڑجائیں میري شورش غم سے تمھارے چہروں کي مسکراہٹ معدوم ہو جاے - میں تم کو غم و ماتم سے بھردوں - میں تم کو درد و حسرت کا پتلہ بنادوں - تمھاري آنکھیں ندیوں کی طرح بہہ جائیں ' تمھارا دل تنور کي طرح بھڑک اُٹھے ' تمھاري زبانیں دیوانوں کي طرح چیخ اُٹھیں ' اور تمھاري غفلت عیش اور بے دردي نشاط کي وہ بستي جو مدتوں سے برابر آباد چلي آتي ہے ' اسطرح اجڑ جاے کہ پھر کبھي آباد نہو :

روے بازار مراد امروز عرفي با منست
دیدۂ مرمي فروشم دامن نر میخرم !

* * *

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کي نیند اگر موت کي نیند نہ ہو' تو کبھي نہ کبھي ضرور ختم ہوتي ہے' اور ایسا نہیں ہوسکتا کہ سونے والا کبھي نہ جاگے - پھر بعضوں کي نیند ایسي ہوتي ہے کہ اک ذرا سي آواز انکو جگا دینے کیلیے کافي ہوتي ہے - بعض کي اتنے سخت ہوتي ہے کہ انکے لیے چیخنے اور شور مچانے کي ضرورت ہوتي ہے - بعض اتنے بھي زیادہ غفلت کي نیند سونے والے ہوتے ہیں کہ انکو جھنجھوڑنے اور ہلانے کي ضرورت ہوتي ہے - اور اگر سونے والے کے جاگ اٹھنے کیلیے یہ بھي بیکار ہو' تو پھر ایسا نو کبھي بھي نہیں ہوسکتا کہ بھونچال آجاے' آتش فشاں پہاڑ پھٹ اٹھیں' پہاڑوں کے ٹکرانے کے دھماکوں سے کان کے پردے ریزہ ریزہ ہوجائیں اور پھر بھي نیند کے متوالے آنکھیں نہ کھولیں -

سو یقین کرو کہ خدا کا بھي اپنے بندوں کے ساتھہ ایسا ہي حال ہے - اسکي صدائیں اٹھتي ہیں تاکہ غفلت کے سرشار آنکھیں کھولیں - اگر اس پر بھي وہ کروٹ نہیں لیتے ' تو ہر طرف شور و غل مچنے لگتا ہے تاکہ سونے والوں کي نیند ٹوٹے - اگر اسپر بھی نیند نہیں ٹوٹتي تو ہاتھہ نمودار ہوتے ہیں اور وہ جھنجھوڑ جھنجھوڑ کے اٹھاتے ہے کہ صبح آگئي اور آفتاب کي کرنیں دیواروں سے اتر کر صحنوں اور میدانوں میں پھیل گئیں - اب بھي اٹھہ جاؤ اور اُس دن کو اپنے ہاتھہ سے نہ کھودو جو جاکر پھر واپس نہیں آئیگا - لیکن آہ' اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس جھنجھوڑنے پر بھي آنکھیں نہیں کھلتیں اور نیند کے متوالے کروٹ نہیں لیتے تو پھر دھماکے ہوتے ہیں ' زلزلے آتے ہیں' زمینیں پھٹنے لگتي ہیں' پہاڑ ایک دوسرے سے ٹکرانے لگتے ہیں' اور صداؤں اور آوازوں کي ہولناکیوں سے تمام دنیا بھر جاتي ہے - سو یہ بھي سب کچھہ اسي لیے ہوتا ہے تاکہ کسي طرح انسان جاگے اور اب بھي آنکھیں کھولدے - اگر اسپر بھي آنکھیں نہیں کھلتیں تو پھر خدا کا فرشتہ پکار اُٹھتا ہے کہ :

اموات غیر احیاء ! و لا یہ زندوں کي آبادي نہیں بلکہ مردوں
یشعرون ایان یبعثون - کي بستي ہے - وہ اُٹھنے اور اُٹھاے جانے کي گھڑي سے بالکل غافل پڑے ہیں !

* * *

پس تنبیہ اور ہوشیاري کي تمام تدبیریں ہوچکیں' اور ایک سوے ہوے کو جگانے کیلیے جو کچھہ کیا جاسکتا ہے ' وہ سب کچھہ کیا جاچکا ' پر افسوس کہ تمھاري آنکھیں ابتک بند ہیں ' تمھاري غفلت کا نشہ کسي طرح نہیں اُترتا ' اور تمھاري موت کي نیند کسي طرح بھي نہیں ٹوٹتي - دنیا میں انسان کیلیے عقل و بصیرت ہے' عقلا کي دانائیاں ہیں' ہادیوں کی ہدایتیں ہیں' واعظوں کے وعظ ہیں' خدا کے مقدس نوشتے ہیں ' اور رسولوں کي بتلائي ہوئي تعلیمات ہیں' پھر حوادث و تغیرات ہیں' انقلابات و تبدلات ہیں' آثار و علائم ہیں' استنباط و استشہاد ہے' لیکن آہ' وہ قوم جسکي غفلت کیلیے یہ سب کچھہ بیکار ہے ! نہ تو دنیا کے گذرے ہوے واقعات میں اسکے لیے کوئي اثر ہے ' نہ حال کے حوادث و تغیرات میں اسکے لیے کوئي پیغام ہے ' نہ اللہ کے کلام سے قدرتي اور فانیتي ہے ' اور نہ بندوں کي ہدایتوں سے عبرت پکڑتي ہے :

ما یاتیہم من ایات ربہم اللہ کي نشانیوں میں سے کوئي
الا کانوا عنہا معرضین نشاني بھي ایسي نہ آئي جسکو
(٦ : ٤) دیکھہ کر انھوں نے عبرت پکڑي ہو
اور غفلت و سرکشي سے باز آگئے ہوں -

بلکہ بسا اوقات ایسا نظر آتا ہے کہ جسقدر عبرت کي صدائیں جگانا چاہتي ہیں' اتني ہي اسکي نیند زیادہ گہري ہوتي جاتي ہے :

و لقد جاء ہم من الانباء اور بلا شبہہ انکے پاس ایسي خبریں
ما فیہ مزدجر حکمۃ بالغۃ آچکي ہیں جن میں بڑي ہي
فما تغني النذر ا (٥٥ : ٤) تنبیہ اور ہشیاري ہے اور بہت ہي
بڑي گہري حکمت و دانائي ' پر افسوس کہ حوادث و انقلاب کي یہ ڈراوني ہدایت بھي انکي بیداري کیلیے کافي نہ ہوئي !

دنیا میں سب سے پہلے انسان کے آگے تاریخ یعنے دنیا کے گذرے ہوے واقعات آتے ہیں' اور انہي سے انسان تجربہ کي دانائي اور بصیرت حاصل کرتا ہے - وہ دیکھتا ہے کہ ہمیشہ ایک ہي طرح کے

واقعات ظاہر ہوئے ' ایک ہی طرح کے اعلانات کیے گیے ' ایک ہی طرح کی حالتیں طاری ہوئیں' اور ایک ہی طرح کے نتیجہ نکلے - پس تجربہ اور استقراء اسے بتلا دیتا ہے کہ اب بھی ہمیشہ جب کبھی ویسی حالتیں پیدا ہونگی تو ویسے ہی نتائج نکلیں گے ' اور اگر آگ کے شعلوں نے ہمیشہ انسان کے جسم کو جلا دیا ہے تو انسان کبھی نہ ہوگا کہ آگ کے شعلوں میں کودکر اوپی ٹھنڈک پاسے -

سو اگر تمھاری نیند سونے والوں کی نیند ہوتی - یے روح لاش ہی نیند نہوتی - تو تمھارے جاگنے کیلیے تاریخ کی آواز بس کرتی تھی - تمھارے آگے نوع بشری کی پوری تاریخ موجود ہے - ہزاروں ملکوں اور قوموں کے تذکرے موجود ہیں' ہزاروں آثار و اطلال ہیں اور زمین کے صدہا گوشے کھنڈرے ہوئی عمارتوں سے اور مٹے ہوئے کھنڈروں سے رنگے ہوئے ہیں ' تو تم ان سب کے پاس جاؤ اور ان سب سے پوچھو دیکھو کہ دنیا میں کوئی قوم بھی معصیت کرکے زندہ رہی ہے' اور انسانوں کا کوئی گروہ بھی خدا سے بھاگ کر بچ سکا ہے ؟ کبھی ایسا ہوا ہے کہ خدا کے قانونوں پر چلکر قومیں تباہ ہوئی ہوں' اور اسکے قانون کو توڑکے انھوں نے خوشحالی اور ہمیشگی پائی ہو ؟

اقوام کو چھوڑ دو اور افراد کو تلاش کرو - جب سے زمین بنی ہے' آجتک ایک انسان بھی اسکی گود میں ایسا پلا ہے جس نے غفلت و اعراض کرکے زندگی پائی ہو' اور خدا کے قانونوں کو توڑ کر خوشحالی و مراد حاصل کی ہو؟ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر یہ کیا ہے کہ تم زہر کھا رہے ہو اور امیدوار ہو کہ تمھیں زندگی ملے' اور تم نے شہروں کے بہت کی راہ اختیار کی ہے اور سمجھتے ہو کہ انسانوں کی آبادی میں تم پہنچ جاؤگے ؟

الم یاتھم نباء الذین من قبلھم قوم نوح و عاد و ثمود و قوم ابراھیم واصحاب مدین والمؤتفکات ؟ اتتھم رسلھم بالبینات فما کان اللہ لیظلمھم و لکن کانوا انفسھم یظلمون -

کیا انھوں نے اُن لوگوں کا حال نہیں سنا جو انسے پہلے گذر چکے ہیں - مثلاً قوم نوح' عاد' ثمود ' قوم ابراھیم' اصحاب مدین ' اور وہ لوگ جنکی بستیاں الٹ دی گئیں ؟ ان سب کے پاس اللہ کے رسول آے اور راہ حق کی نشانیاں انھیں دکھلائیں لیکن انھوں نے بد عملیوں کی راہ اختیار کی اور اسکی پاداش میں مٹادیے گئے - سو اللہ تو کسی پر ظلم نہیں کرتا مگر ان بد بختوں نے خود ہی اپنی ہلاکت چاہی !

اگر گذرے ہوے واقعات و حوادث میں بھی تمھارے لیے کوئی آواز نہیں' تو پھر خود تمھاری آنکھوں کے سامنے گذر نے والے حوادث و تغیرات ہیں اور انکی زبان سب سے زیادہ چیخنے والی اور سب سے زیادہ دلوں کے اندر گھر کر جانے والی ہے :

او لا یرون انھم یفتنون فی کل عام مرۃ او مرتین ثم لا یتوبون و لا ھم یذکرون ؟

آیا نہیں دیکھتے کہ کوئی برس ایسا نہیں گذرتا کہ ایک بار یا دو بار وہ بلاوں میں نہ ڈالے جاتے ہوں' پھر بھی انکی غفلت کا یہ حال ہے کہ نہ تو توبہ کرتے ہیں اور نہ مصیبتوں سے نصیحت پکڑتے ہیں !

اور اگر وہ تمام حوادث و تغیرات جنسے تمھاری زندگی کا ہر سال اور ہر ماہ بلکہ ہر طلوع و غروب معمور تھا ' تمھارے سمجھنے اور بیدار ہوجانے کیلیے کافی نہ تو تو آہ ' کیا خداے قدوس کی وہ سب سے آخری کوک اور اسکے قانون تعذیب امم کی وہ سب سے زیادہ کپکپا دینے والی اور عقلوں اور ہوشوں کو مبہوت کردینے والی گرج بھی تمھیں نہیں جگاتی' جسکے زلزلہ انگیز دھماکوں سے پہاڑوں کی چوٹیاں ہل گئیں' اور قریب ہے کہ زمین دھنس جاے اور سمندروں سے مچھلیاں رونے اور ماتم کرنے کیلیے اُبھر آئیں ؟

کلا و القمر ' و اللیل اذا ادبر ' والصبح اذا اسفر ' انھا لا حدی الکبر' نذیراً للبشر' لمن شاء منکم ان یتقدم او یتاخر (۷۴ : ۳۶)

بیشک ' چاند جبکہ نکل آیا ' رات جبکہ ختم ہوگئی ' اور دن جبکہ روشن ہوگیا ' کہ یہ حادثہ بڑے بڑے انقلابات میں سے ایک بڑا ہی انقلاب ہے اور غافل انسان کو غفلتوں کے پاداش سے سخت ڈرانے والا ہے - تو تم میں سے جو بڑھنا چاہے اسکے لیے اب بڑھنا ہے ' اور جو پیچھے ہٹنا چاہے ' اسکے لیے غافل رہکر تباہ ہونا !

پھر اگر تم اسلیے نہیں اُٹھتے تھے کہ جب تک زلزلے نہ آئینگے نہیں اُٹھوگے ' اور جب تک آتش فشاں پہاڑ نہیں پھٹیں گے آنکھ نہیں کھولوگے ' اور جب تک پہاڑوں کی چوٹیوں اور سمندروں کی موجوں کے اندر سے چیخ نہ اٹھیگی کانوں کو نہیں کھولوگے' تو آہ' یہ کیا ہے کہ زلزلے بھی آچکے اور تم نے کروٹ نہ لی ؟ آتش فشانیوں کی ہولناکیوں سے زمین چیخ اٹھی اسپر بھی تم خبر نہوے ؟ اب آؤ کس بات کے منتظر ہو' اور کیا چاہتے ہو کہ آسمان پھٹ جاے اور آفتاب کے پرزے پرزے ہوجائیں اور کرہ ارضی دھواں بنکر اڑ جاے ؟

فھل ینظرون الا الساعۃ ان تاتیھم بغتۃ ؟ فقد جاء اشراطھا ' فانی لھم اذا جاءتھم ذکراھم ؟

پھر کیا یہ لوگ اخری فیصلہ کو دینے والی گھڑی کے منتظر ہیں کہ اچانک انپر آ نازل ہو ؟ سو اگر اسی کا انتظار ہے تو اُسکی نشانیاں تو آچکیں - اور جب وہ گھڑی خود آجائیگی تو اسوقت انکے لیے کیا ہوگا ؟

آفتاب کو ہمیشہ اسکی کرنوں میں دیکھا جاتا ہے اور دھوپ کو دیکھکر مسافر پالیتا ہے کہ آگ جل رہی ہے - اسیطرح خدا کا جلال بھی ہمیشہ اپنی نشانیوں اور آیتوں کے اندر سے دیکھا گیا ہے ' اور ہمیشہ اس نے اپنے افتاب جمال کی چمک بدلیوں کے نقاب میں دکھلائی ہے - پس وہ جو ہمیشہ آیا تھا اور جس نے ہمیشہ مغرور و غافل انسان کو ماننے اور قبول کرلینے کیلیے مجبور کر دیا تھا ' آج بھی آگیا ' اور آنکھیں رکھنے والوں کیلیے اس نے اپنے چہرے پر سے اچانک نقاب الٹ دی - پھر اگر اب بھی تم نہیں دیکھتے اور اب بھی تم اسکے آگے جھکنے کیلیے نہیں گرجاتے' تو شاید تم منتظر ہو کہ وہ انسانوں کی طرح تمھارے سامنے آکر کھڑا ہو جائے' اور سورج کی کرنوں کے تخت پر بیٹھکر آسمان سے اسطرح اُتر پڑے کہ تم اپنی انگلیوں سے ٹٹولکر اسکو چھوؤ ' اور اپنے کانوں کو اسکے منہ سے لگادو تاکہ وہ آوازوں اور حرفوں کے اندر بولدے کہ میں خداوند خداے قہار ہوں' اور جیسا کہ ہمیشہ سے ہوں ' اسی طرح اب بھی موجود ہوں' مجھے مان لو اور مجھسے انکار نہ کرو:

قال الذین لا یرجون لقاءنا لولا انزلنا علینا الملائکۃ او نری ربنا (۲۵ : ۲۴)

اور ان لوگوں نے کہ خدا کے لقاء کی امید نہیں رکھتے کہا : اگر جو کچھ تم کہتے ہو سچ ہے تو کیوں نہیں ہم پر فرشتے اُتارے گئے اور کیوں ایسا نہوا کہ ہمارا پروردگار اسمان سے اتر آتا اور ہم اسے دیکھ لیتے ؟

سو اگر واقعی اسی کے منتظر ہو تو تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمھارا انتظار کبھی ختم نہوگا ' یہاں تک کہ خدا کی جگہ اسکا آخری عذاب اتریگا اور تم کو دردناک کیوں اور سرخنثیوں کی بشارت دیگا '

یوم یرون الملائکۃ لا بشری یومئذ للمجرمین (۲۵ : ۲۳)

جس دن اللہ کے فرشتے نظر آئینگے تو اس دن مجرموں کیلیے کوئی بشارت نہوگی کہ وہ صالحوں کی طرح اسکا انتظار کریں

ہمیشہ ایسا ہی ہوا ہے اور ہمیشہ اس دن کے منتظر رہنے والوں نے اپنے انتظار کا ایسا ہی جواب پایا ہے :

فھل ینتظرون الا مثل ایام الذین خلوا من قبلھم ؟ قل فانتظروا انی معکم من المنتظرین (۱۰ : ۱۰۶)

پس کیا یہ لوگ بھی ویسے ہی دنوں کے منتظر ہیں جیسے ان سے پہلے قوموں پر آچکے ہیں ؟ اگر ایسا ہی ہے تو کہدو کہ اچھا انتظار کرو - میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں !

آنکھیں دیکھنے کیلیے ہیں ' کان سننے کیلیے ہیں ' اور دل پہلو میں رکھا گیا ہے تا تڑپے اور بیقرار ہو - لیکن وہ سب کچھہ تمہارے لیے بیکار ہوگیا ہے جسکو آنکھہ دیکھتی ہے' اور وہ سب آوازیں بے اثر ہوگئی ہیں جو کانوں سے سنائی دیتی ہیں' اور وہ تمام فکریں اور عبرتیں ڈوب گئی ہیں جنسے دل تڑپتے اور روحیں بیقرار ہوتی ہیں - پس جو کچھہ کیا جاے لا حاصل ہے' اور جو کچھہ کہا جاے بیکار ہے - آہ' تم غافل ہوگئے ہو' تم پر موت کا پنجہ چل گیا ہے ' تم گمراہی کے قبضے میں آگئے' تمہارے احساس فنا ہوگئے' اور تمہارے دل کی دانائی میت دی گئی - اگر ایسا نہوتا تو جو کچھہ ہوچکا ہے اور جو کچھہ ہورہا ہے' وہ ایسا تھا کہ اندھے بنیا ہوجاتے ' لنگڑے چلنے لگتے ' گونگوں کی چیخ سے دنیا ہل جاتی ' اور لولوں کے ہاتھہ شیروں کے پنجوں کی طرح طاقتور ہوجاتے - آہ ' تمہاری غفلت سے بڑھکر آجتک دنیا میں کوئی اچھنبے کی بات نہوئی ' اور تمہاری نیند کی سنگینی کے آگے پتھروں کے دل چھوٹ گئے - آہ' تم ایسے نہ تھے ' پھر تم ان لوگوں کی طرح کیوں ہوگئے جنکے لیے خدا کا رسول ماتم کرتا تھا ؟

لهم قلوب لا يفقهون بها و لهم اعين لا يبصرون بها و لهم اذان لا يسمعون بها اولائك كالانعام بل هم اضل اولائك هم الغافلون (۷ : ۱۷۸)

انکے پاس دل ہیں مگر سوچتے نہیں' انکے پاس آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں' انکے پاس کان ہیں مگر سنتے نہیں' وہ مثل چارپایوں کے ہوگئے بلکہ انسے بھی بدتر' اور یہی ہیں کہ غفلت میں ڈوب گئے ہیں ! !

* * *

آہ' کوئی نہیں ' سب گمراہ ہوگئے ' سب نکمے نکلے ' سب غافل ہوگئے ' سب پر نیند کی موت چھاگئی ' سب نے ایک ہی طرح کی ہلاکت پی لی ' سب ایک ہی طرح کی تباہیوں پر ٹوٹے ' سب نے خدا کو چھوڑ دیا ' سب نے اسکے عشق سے منھہ موڑلیا ' سب نے اسکے رشتے کو بٹہ لگایا ' سب غیروں کے ہوگئے ' سب نے غیروں کی چوکھٹوں کی گرد چاٹی ' اور سب نے ایک ساتھہ ملکر گندگیوں اور ناپاکیوں سے پیار کیا - آہ ' سب نے عہد باندھا کہ ہم ایک ہی وقت میں گمراہ ہوجائینگے' اور سب نے قسم کھائی کہ ہم ایک ہی وقت میں خدا کی پکار سے بھاگینگے - آہ' سب اس سے بھاگ گئے ' سب نے اس سے غول در غول بنکر بیوفائی کی ! کوئی نہیں جو اسکے لیے روے' کوئی نہیں جو اسکے عشق میں آہ و نالہ کرے - اسکی محبت کی بستیاں اجڑ گئیں' اسکے عشق اور پیار کے گھرانے مٹ گئے ' اسکے گلہ کا کوئی رکھوالا نہ رہا ' اور اسکے کھیتوں کی حفاظت کیلیے کوئی آنکھہ نہ جاگی ! سب شیطان کے پیچھے دوڑے' سب نے ابلیس کے ساتھہ عاشقی کی' اور سب نے بدکار عورتوں کی طرح اپنی اشنائی کیلیے آپ پکارا - پھر اسپر قیامت یہ ہے کہ کسی کو ندامت نہیں' کسی کا سر شرمندگی سے نہیں جھکتا ' کسی کے گلے سے توبہ و انابت کی آواز نہیں نکلتی' کسی کی پیشانی میں سجدہ کیلیے بیقراری نہیں' کوئی نہیں جو روئے ہوے کو منانے کیلیے دوڑجاے ' اور کوئی نہیں جو اپنی بدحالیوں اور ہلاکتوں پر پھوٹ پھوٹ کر آہ و زاری کرے !

و لقد اخذ نا هم بالعذاب فما استكانوا لربهم و ما يتضرعون ! (۲۳ : ۴۱)

ہم نے انہیں عذاب کی تکلیفوں میں مبتلا بھی کردیا پھر بھی اپنے خدا کے آگے نہ جھکے اور ان میں شکستگی اور عاجزی پیدا نہ ہوئی -

آہ' میں کیا کروں' اور کہاں جاؤں' اور کس طرح تمہارے دلوں کے اندر اتر جاؤں' اور یہ کسطرح ہو کہ تمہاری روحیں پلٹ جائیں' اور تمہاری غفلت مرجاے - یہ کیا ہوگیا ہے کہ تم پاگلوں سے بھی بدتر ہوگئے ہو' اور شراب کے متوالے تم سے زیادہ عقلمند ہیں - تم کیوں اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہو' اور کیوں تمہاری عقلوں پر ایسا طاعون چھا گیا ہے کہ سب کچھہ کہتے اور سمجھتے ہو پر نہ تو راستہ کی راہ تمہارے آگے کھلتی ہے' اور نہ گمراہوں کے نقش قدم کو چھوڑتے ہو :

افلا يتدبرون القران ام على قلوب اقفالها ؟ (۴۷ : ۲۵)

کیا یہ لوگ قرآن کی آیتوں پر غور نہیں کرتے یا ایسا ہوا ہے کہ انکے دلوں پر قفل چڑھگئے ہیں ؟

کیا تم وہ ہو جنکے لیے کہا گیا کہ :

وجعلنا على قلوبهم اكنة ان يفقهوه و في آذانهم وقرا ! (۱۷ : ۴۸)

اور انکے دلوں پر ہم نے پردے ڈالدیے ہیں کہ فکر کی آنکھہ بیکار ہوگئی اور انکے کان بہرے ہوگئے ہیں !

آہ ' تم کو معلوم ہے کہ خدا کا قانون کبھی آؤنگے والا نہیں اور اسکی سنۃ اللہ کبھی انسانوں کی کسی بھیز کیلیے بدل نہ جائیگی - اسکا یہ قانون ہے کہ آگ جلاتی ہے اور زہر کھانے سے آدمی مرجاتا ہے' اور اسی طرح غفلت و معصیت ہلاکت لاتی ہے اور خدا کی نافرمانیوں سے عذابوں اور دردناکیوں کا ظہور ہوتا ہے - ہمیشہ ایسا ہی ہوا ہے ' اب بھی ایسا ہی ہو رہا ہے' اور آیندہ بھی ایسا ہی ہوگا :

سنة الله في الذين خلوا من قبل ولن تجد لسنة الله تبديلا (۳۳ : ۲۶)

یہ اللہ کا قانون ہے جسکے مطابق تمام گذری ہوئی قوموں سے سلوک ہوا اور اللہ کے قانون میں تم کبھی تبدیلی نہ پاؤگے !

* * *

پس میں آج سب کچھہ چھوڑ کے تم سے ایک ہی آخری بات کہنی چاہتا ہوں' اور یقین کرو کہ اسکے سوا جو کچھہ کہا جاتا ہے اگر وہ اس بات کے لیے نہیں کہا جاتا تو سب کچھہ بیکار ہے اور اس میں تمہارے لیے کوئی برکت و امن نہیں - سر یاد رکھو اور مانگے دیلیے جھک جاؤ کہ تمہاری زندگی کا ہر عمل بیکار ہے' اور تمہاری فکروں کی ہر فکر گمراہی و ضلالت ہے - تمہارے لیے صرف ایک ہی راہ نجات ہے اور بغیر اسکے کسی طرح چھٹکارا نہیں - تم جب تک اس پہلی منزل سے نہ گذرو گے' اس وقت تک خدا کا قہر تم پر سے ٹھنڈا نہوگا ' اور تم کبھی مراد اور خوشحالی نہ پاؤ گے - تمہارے سفر عمل کا پہلا قدم یہ ہے کہ توبہ کرو ' توبہ کرو' اپنی تمام قوتوں اور تمام طاقتوں کے ساتھہ خدا کے آگے جھک جاؤ' اسکی سرکشی اور بغاوت چھوڑ دو ' اسکے عشق اور محبت کو اسقدر پیرو کہ بدمست ہو جاؤ ' اور اسکے آگے اسطرح گرو اور اسطرح روؤ اور اسقدر تڑپو کہ اسے تم پر پیار آجاے ' اور وہ تمہیں بچے کی طرح پھر اپنی گود میں اٹھالیے ' اور سب کچھہ تمہیں کو دیدے ' جسطرح کہ سب کچھہ تمہیں کو اس نے بخشدیا تھا :

يا ايها الذين آمنوا ان تتقوا الله يجعل لكم فرقانا و يكفر عنكم سيئاتكم و يغفر لكم و الله ذو الفضل العظيم - (۸ : ۲۹)

مسلمانو ! اگر تم اللہ سے ڈرنے والے ہوجاؤ' تو اللہ تمام دنیا میں تمہارے لیے ایک امتیاز اور سربلندی پیدا کردیگا' نیز تمہاری تمام برائیوں کو دور کر دیگا اور تمہیں بخشدیگا - تم اسکے آگے کیوں نہیں جھک جاتے ؟ وہ تو بڑا ہی فضل و کرم کرنے والا ہے !

تم نے غفلت کو خوب آزما لیا' تم نے نافرمانیوں کی صدیوں تک کڑواہٹ چکھہ لی ' تم نے گناہ اور معصیت کے پھل سے اچھی طرح اپنے دامن بھر لیے' تم نے دیکھہ لیا کہ ایک خدا کی چوکھٹ سے تم نے سرکشی کی اور کس طرح ساری دنیا تم سے سرکش ہوگئی ' اور ایک اسکے روٹھنے سے کس طرح تمام دنیا تم سے روٹھہ

کٹی ؟ پس ہاں جاؤ اور اب بھی باز آجاؤ - گناہوں کو آزماچکے ' آؤ نقوی و راستبازی کو بھی آزمالیں - سر کشیوں کو چکھ چکے ' آؤ اطاعت کا بھی مزہ دیکھ لیں - غیروں سے رشتہ جوڑ کے تجربہ کر چکے ' آؤ اسی ایک سے پھر لیوں نہ جوڑ لیں جس سے ٹوٹ کر کتنوں اور خواروں ' ٹھوکروں اور راندگیوں کے سوا کچھ بھی ہاتھ نہ آیا :

اولا یتوبون الی اللہ	پھر کیا ہے کہ اب بھی تم اللہ کے آگے
و یستغفرونہ و اللہ	نہیں جھکتے اور توبہ و استغفار نہیں کرتے
غفور رحیم !	حالانکہ اللہ تو بڑا ہی بخشدینے والا اور
	بڑا ہی رحمت فرما ہے -

* * *

تمہارے خدا نے تمہارے ساتھ کونسی برائی کی تھی کہ تم نے اسے چھوڑ دیا ' اور اسے چھوڑ کے کونسی دولت و نعمت ہے جو تمہیں ہاتھ آگئی ؟ خدا سے بڑھکے وہ اور کون حسین ہے جسکے حسن نے تم کو خدا سے چھین لیا ' اور اس سے بڑھکر کس کے پاس صحبت اور پیار ہے جسکی زنجیریں تمہارے پاؤں میں پڑگئیں ؟ تم غیروں کے پاس جاتے ہو تا کہ ٹھوکریں کھاؤ ' پر خدا کے پاس نہیں دوڑتے تا کہ وہ تمہیں پیار کرے ؟ اگر تم محبت کے بھوکے ہو تو الرحمن الرحیم سے بڑھکر اور کون ہے جسکے عشق میں اسے چھوڑ رہے ہو ؟ اگر تم رزق کے بھوکے ہو تو رب العالمین سے بڑھکر اور کون ہے جسکے خزانوں کی لالچ نے تم کو متوالا کردیا ہے ؟ اگر تم اپنی محنت کی مزدوری مانگتے ہو ' تو مالک یوم الدین سے بڑھکر کون ملگیا ہے جو تمہیں بدلہ دیگا ؟ ہاہ ' آہ ' تم اہ ' علی ما فرطتم فی جنب اللہ !

ام اتخذوا من دونہ الھۃ ؟	پھر کیا ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر
قل ھاتوا برھانکم -	دوسروں کو اپنا معبود بنا لیا ہے ؟ اگر
(۲۱ : ۲۴)	ایسا ہی ہے تو انسے کہو کہ اپنی دلیل

پیش کریں کہ وہ کونسی حقیقت ہے جس نے انکی نظروں میں دوسروں کو معبود بنا دیا ہے ؟

پھر کیا تم بالکل اُس سے بے نیاز ہوگئے ہو اور اب تمہیں خدا کے آگے جھکنے کی کوئی ضرورت نہیں رہی ؟ کیا تم کبھی بیمار نہ پڑوگے جبکہ طبیب مایوسی کا پیام دیگا اور عزیز و اقربا دیکھ دیکھ کر نا امیدی سے روئینگے ' اور کیا اس وقت تمہیں خدا کو پکارنے اور ہر طرف سے مایوس ہوکر اسی سے راحت اور سکھ مانگنے کی ضرورت نہیں ؟

فلا اذا بلغت التراقی	ہاں ' جب وہ گھڑی آئے کہ جان بدن
و قیل من راق ' و ظن	سے کھینچکر گردن کی ہنسلی تک
انہ الفراق ' و التفت	پہنچے اور دیکھنے والے بول اُٹھیں کہ
الساق بالساق ' الی	اسکا علاج کرنے والا کون ہے ؟ اور بیمار
ربک یومئذ المساق '	خیال کرلے کہ اب کوچ کا وقت آگیا '
فلا صدق و لا صلی ' و	اور اسکے درد اور بیچینی کا یہ عالم ہو کہ
لکن کذب و تولی -	ایک پنڈلی دوسری پنڈلی پر پٹکنے
(۷۵ : ۲۸)	لگے ' سو یہ وہ وقت ہوگا کہ اللہ ہی کی

طرف انسان کا اوچ ہوگا - پھر بتلاؤ کہ اُس وقت اُس بدبخت کا کیا حال ہوگا جس نے نہ تو کبھی خدا کے حکم کو مانا اور نہ کبھی اسکے آگے عبادت کیلیے جھکا ' بلکہ ہمیشہ سچائیوں کو جھٹلایا اور حقیقت سے منہ موڑا ؟

* * *

اگر تم کو انکھیں دی گئی تھیں تو اسی لیے تا کہ تم اسکو دیکھو ' اگر تم کو دل دیا گیا تھا تو اسی لیے تا صرف اسی کو پیار کرو ' اگر تم کو انسو دیے گئے تھے تو اسی لیے تا کہ صرف اسی کی یاد میں بہاؤ ' اور اگر تمہاری پیشانی بلند کی گئی تھی تو اسی لیے تا اسی کے آگے جھکاؤ ' پر آہ ' تمہاری زبانیں اسکی حمد کے زمزموں سے محروم ہوگئیں ' تمہارے دل اسکی محبت کے نہرنے سے اجڑ گئے ' تمہاری روحوں میں اسکی چاہت کی جگہ غیروں کی چاہتیں بھر گئیں ' تمہارے قدم اسکے طرف بڑھنے سے بر جھل ہوگئے ' اور تمہاری آنکھوں میں اسکے عشق کے درد و غم کیلیے ایک قطرۂ اشک بھی نہ رہا - تمہاری مسجدیں تڑپ رہی ہیں کہ راست بازوں کی تڑپتی ہوئی اور مضطرب نمازیں انکو نصیب ہوں ' مگر حیرانوں اور چار پایوں کے کھڑے رہنے اور اوندھے ہوجانے کے سوا وہاں اور کچھ نہیں ہوتا - حالانکہ تمہارا خدا تمہارے کھڑے رہنے اور اوندھے گر پڑنے کا بھوکا نہیں ' اور اگر صرف پاؤں کو کھڑا رکھنا ہی عبادت ہوتا تو جنگلوں کے درختوں سے زیادہ تم کھڑے نہیں رہسکتے : فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون (۱۰۷ : ۴) و اذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالی یراؤن الناس و لا یذکرون اللہ الا قلیلا (۴ : ۱۴۲)

* * *

بہت ہوچکا ' اب بھی چھوڑ دو ' آہ ' بہت سوچکے اب بھی چونک اٹھو ' بہت گم ہوچکے اب بھی اپنے کو پالو - خدا نے تم کو وہ مہلت دی ہے جس سے بڑھکر آجتک زمین کی کسی مخلوق کو بھی مہلت نہ دی گئی ' پھر نہ سوچو کہ وہ تم سے اپنا رشتہ کاٹ لے ' اور تمہاری جگہ کسی اور کو اپنی چاہتوں کی شہنشاہی اور اپنی محبت کا تاج و تخت دیدے ' جیسا کہ اس نے ہمیشہ کیا ہے :

و ربک الغنی ذو الرحمۃ	اور تمہارا پروردگار بے پروا اور فیاض ہے -
ان یشاء یذھبکم	اگر وہ چاہیگا تو تم سے اپنا رشتہ کاٹ لیگا
و یستخلف من بعد کم	اور تمہارے بعد کسی دوسری جماعت
من یشاء کما انشاکم	کو کھڑا کردیگا جس طرح کہ خود تم کو
من ذریۃ قوم آخرین -	دوسروں میں سے اُسنے منتخب کیا تھا !

اگر تم کو اپنا مال و متاع خدا سے زیادہ محبوب ہے کہ اُسے نہ دوگے ' اور اپنی جانوں کو اسکی محبت سے بھی زیادہ پیارا سمجھتے ہو کہ اسکے لیے دکھ میں نہ ڈالو گے ' اور اگر تمہارے دلوں کی آہیں ' تمہارے جگر کی تپس ' اور تمہاری آنکھوں کے آنسو ' اب اسکے لیے نہیں رہے ہیں بلکہ دوسروں کا مال ہوگئے ہیں ' تو یقین کرو کہ وہ بھی تمہارا محتاج نہیں ہے ' اور اسکی کائنات انسانوں سے بھری پڑی ہے - وہ اگر چاہیگا تو اپنے کلمۂ حق کی خدمت کیلیے درختوں کو چلا دیگا ' پہاڑوں کو متحرک کردیگا ' کنکروں اور خاک کے ذروں کے اندر سے صدائیں اُٹھنے لگینگی ' پر وہ فاسق اور نا فرمان انسانوں سے کبھی بھی کام نہ لیگا ' اور اپنے پاک کلم کی عزت کو نا پاکوں کی گندگی سے کبھی آلودہ نہ ہونے دیگا - اور پھر تم مانو یا نہ مانو مگر میں نے سچ سچ دیکھا کہ جب تمہارے اندر سے اسکی پکار کو جواب نہ ملا تو وہ دوسروں کو پیار اور محبت کے ہاتھوں سے اشارہ کررہا ہے :

یا ایھا الذین امنوا	اے مسلمانو ! تم میں سے جو شخص
من یرتد منکم عن	دین حق کی راہ سے پھر جائیگا سو اسے
دینہ فسوف یاتی اللہ	یقین کرنا چاہیے کہ خدا اپنے کلمۂ حق
بقوم یحبھم و یحبونہ	کیلیے اسکا محتاج نہیں ہے - قریب
اذلۃ علی المومنین '	ہے کہ وہ ایک قوم کو نمایاں کرے
اعزۃ علی الکافرین '	جو اللہ کو چاہنے والی ہوگی اور اللہ
یجاھدون فی سبیل	اسے پیار کریگا - وہ مومنوں کے آگے
اللہ و لا یخافون لومۃ	نہایت عاجز و نرم ہونگے پر دشمنان
لائم ' ذالک فضل اللہ	حق کیلیے نہایت مغرور و سرکش '
یؤتیہ من یشاء و اللہ	اللہ کی راہ میں بیخوف مجاہد ہونگے '
ذو فضل عظیم -	اور کسی الزام دینے والے کے الزام کی

پروا نہ کرینگے - یہ اللہ کا بڑا ہی فضل ہے - جس کو چاہے چن لے - وہ بڑا ہی فضل و کرم والا ہے -

باب التفسیر

الحق و الباطل

او الاصلاح و الافساد

حقیقت بقاے اسلام و فناے کفر

آج هم چاهتے هیں که قران حکیم کی تفسیر کے ایک نہایت هی اهم مسئلہ کے متعلق ایک سلسلۂ مضامین شروع کریں -

یہ مسئلہ نہایت عظیم الشان هے اور قران حکیم کے بکثرت بیانات و تصریحات هیں جنکا فہم صحیح اس کے سمجھہ لینے پر موقوف هے - هم کوشش کرینگے که اس سلسلہ کی هر صحبت ایک مستقل صحبت هو' اور اپنے اتمام لذت و تکمیل مطالعہ میں ماسبق و مابعد کی محتاج نہو - و ما توفیقی الا باللہ -

(بقاء حق و فناے باطل)

قران حکیم کے مطالعہ سے معلوم هوتا هے که اس نے اپنی تمام تعلیمات کی بنیاد ایک خاص حقیقت و قانون پر رکھی هے جس کو وہ حق کے بقاء اور باطل کے شکست و هلاکت سے تعبیر کرتا هے - یعنی وہ کہتا هے که کائنات عالم میں ایک چیز هے جسکا نام حق هے - اسکا خاصۂ قدرتی یہ هے که وہ صرف کامیابی و فتح اور بقاء و دوام کیلیے هے - نقصان اور هلاکت کبھی اسکے لیے نہیں هوسکتی - اسکے بالمقابل ایک دوسری چیز هے جسکا نام " باطل " هے - سو جسطرح پہلی چیز صرف بقاء کیلیے تھی' اسی طرح یہ صرف فناء و هلاکت کیلیے هے - اسکو کبھی بھی کامیابی نہیں ملسکتی اور کبھی وہ حق پر غالب نہیں آسکتی - پھر جا بجا انہی دو حقیقتوں کو اور مختلف نامون سے بھی پکارا هے اور مختلف حالتوں میں آکر انکی مختلف صورتیں بتائی هیں - تاهم هر جگہ انکے ان دو قدرتی خاصوں کا دعوا اور اعلان عام موجود هے ' اور اس پر استدر زور دیا گیا هے که دو ٹہائی قران اسی قانون بقاء حق و فناء باطل کے ذکر سے لبریز هے - کہیں صرف صاف اور سادہ دعوا کردیا هے ' کہیں دلائل و شواهد پیش کیے هیں ' کہیں مثالوں کے پیرایہ میں سمجھایا هے ' کہیں حق و باطل کے مشہور معرکوں کی سرگذشتیں دهرائی هیں ' اور کہیں مختلف قوموں اور ملکوں کے قصص و واقعات سناکر اسکی حقیقت کو ذهن نشین کیا هے - پھر کہیں اس قانون کے نفاذ کے آثار و علائم بتلاے هیں ' کہیں اسکے نتائج و ثمرات کو گنایا هے ' کہیں بتلایا هے که اسکی حکومت ابتداء خلقت سے هے اور آخر تک رهیگی ' کہیں خبر دی هے که دنیا کا ماضی اور مستقبل یکساں طور پر اس قانون کی صداقت کی شہادت هے ' اور کہیں نہایت شرح و بسط سے ان تمام شبہوں اور اعتراضوں کے جواب دیے هیں ' جنکو نادان و جاہل انسان اس قانون کی اٹل پادشاهت پر کر بیٹھتا هے -

پھر اس سے بھی زیادہ یہ که یہ قانون قران حکیم اور دین الہی کیلیے ایک ایسی بنیادی حقیقت هے جو اسکے تعلیم و هدایت کی تمام شاخوں پر حاوی نظر آتی هے اور جو کچھہ کہا جاتا هے اور بتلایا جاتا هے' سب کے اندر سے اسی قانون الہی کی صدائیں اٹھہ رهی هیں - قصص و واقعات هیں تو اسی قانون کیلیے ' امثال و حکم هیں تو اسی قانون کیلیے - احکام و نواهی هیں تو اسی قانون کیلیے - کائنات هستی اور مظاهر فطرة کے مطالعہ کا حکم دیا جاتا هے تو اسی کے لیے - ملکوت السماوات والارض کے تفکر و تدبر پر زور دیا جاتا هے تو اسی کی غرض سے - غفلت اور اعراض پر تنبیہ کی گئی هے تو اسی کی خاطر ' اور تعقل و تفقہ کا حکم دیا گیا هے تو صرف اسی کے واسطے - دنیا میں جو کچھہ هے اور جو کچھہ هوتا هے ' قرآن کہتا هے که سب کو اسی قانون کیلیے دیکھو اور سب پر اسی کے سمجھنے کیلیے غور و فکر کرو - وہ کہتا هے که اگر آسمان پر هر طرف سے گھٹائیں امنڈ آئی هیں اور ٹھنڈی هواؤں کے جھونکے چل رهے هیں تو تمہیں کیا هوگیا هے که تم اس قانون کو نہیں سمجھتے ؟ اگر سمندروں میں موجیں اٹھہ رهی هیں اور بڑے بڑے جہاز ان میں تنکوں کی طرح تہہ و بالا هو رهے هیں تو تمہاری آنکھوں کو کیا هوگیا هے که تم اس قانون کو نہیں دیکھتے ؟ باغوں میں پھول کھلے هیں اور کھیت شادابی سے لہلہا اٹھے هیں ' پر قران کہتا هے که پھولوں کے اوراق میں بھی اسی قانون کو پڑھو اور کھیتوں پر سے بھی اسی لیے گذرو تاکہ خدا کے اس سب سے بڑے اور سب سے پہلے قانون کو پالو -

هم یہاں اُن آیات کو نقل نہیں کرینگے کیونکہ انہیں پر آگے چلکر بحث کرنی هے' اور وہ نہایت کثرت سے هیں تاهم تم قران کے جس حصہ پر نظر ڈالوگے اس قانون کا دعوا هر جگہ نظر آئیگا :

و قل جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل کان زهوقا (۱۷ : ۸۱)	اور کہدے که حق آیا اور باطل نابود هوا یقین کرو که باطل صرف نابود هونے اور کھو جانے هی کیلیے هے -

سورۂ یونس میں هے :

و یحق اللہ الحق بکلماتہ و لو کرہ المجرمون (۱۰ : ۸۲)	اور اللہ اپنی کلمات سے حق کو حق کر دکھلائیگا اگرچہ باطل پرستوں پر وہ شاق گذرے !

وہ هر جگہ کہتا هے :

ان اللہ سیبطلہ ' ان اللہ لا یصلح عمل المفسدین (۱۰ : ۸۱)	اللہ باطل کو عنقریب محو کردیگا - وہ فساد والوں کو کامیابی نہیں دیتا -

حضرة یوسف نے بھی یہی کہا تھا :

ان اللہ لا یفلح الظالمون	خدا ظلم والوں کو فلاح نہیں دیتا -

اسی سلسلہ میں وہ اور زیادہ اس چیز کو واضح کرتا هے جسکو کہتا هے که :

ان اللہ لا یهدی القوم الفاسقین	خدا فاسقوں کو هدایت نہیں دیتا - یعنی راہ فلاح انہیں نہیں ملتی -

اور پھر اسکے علاوہ عام طور پر انبیاء کرام علیهم السلام اور انکے تمام متبعین کی زندگی کو دیکھا جائے تو انکا ایک ایک عمل اور ایک ایک قول اسی قانون کا بقین و ظہور هوگا - قران حکیم کے علاوہ جسقدر خدا کی مقدس کتابیں دنیا میں آئیں' ان سب نے بھی اسی قانون کی بادشاهت کا اعلان کیا - اخلاق میں آپ بھی همکو سچائی کی کامیابی اور باطل کی شکست کا یقین دلایا جاتا هے ' اور عام طور پر کو ایسے انسان کم هیں جنکو سچائی کی فتح کا یقین هو' تاهم بواقع سب هیں که سچائی حق هی کیلیے هے -

پس ایک نہایت اهم اور عظیم سوال یہ پیدا هوتا هے که قرآن حکیم اور تمام مقدس نوشتوں نے اس دعوے کی حمایت کیا هے ؟ اور حق کے بقاء و فتح اور باطل کے فناء و شکست کی حقیقت کیوں بطور ایک قانون کے پیش کی جاتی هے ؟ حق کیوں هے که وہ کامیاب هو اور کیوں نہ یہ سمجھہ لیں که کامیابی باطل کیلیے هے ؟

دین الہی اور قرآن حکیم نے اپنے تمام دعووں کی صداقت کی بنیاد اسی قانون پر رکھی هے - سچائی پہلے جب کبھی ظہور کیا هے تو

همیشه یہی دعوا کیا ہے کہ کامیابی و نصرۃ ظاہر ہوکر بتلا دیگی کہ حق کون ہے اور باطل کس کے پاس ہے ؟

یا قوم اعملوا علی مکانتکم — اے لوگ! تم اپنی جگہ کام کرو، میں
انی عامل فسوف تعلمون — بھی کام کررہا ہوں - عنقریب جان
من له عاقبة الدار - انه — جاؤ گے کہ انجام کار کس کیلیے ہے ؟
لا یفلح الظالمون — اللہ کبھی ظالموں کو فلاح نہیں دیتا -

پس جب تک اس قانون کی حقیقت اور سچائی کو نہ سمجھہ لیا جائے، اس وقت تک کوئی انسان نہ تو قرآن کو سمجھہ سکتا ہے اور نہ دین حق کے ایمان و حقانیت میں اسکا کوئی حصہ ہوسکتا ہے -

(قانون انتخاب طبیعی یا بقاء اصلح)

لیکن قبل اسکے کہ اصل بحث شروع ہو، یہ سمجھہ لینا چاہیے کہ تمام عالم وجود و حیات میں "تنازع البقاء" یعنی بقاء اور زندگی کے قائم رکھنے کیلیے ایک دائمی جنگ اور مقابلہ قائم ہے، اور اسی حالت سے "انتخاب طبیعی" اور "بقاء امثل و اصلح" کی حقیقت واضح ہوتی ہے - یعنی فطرۃ صحیح اور طاقتور اور بقاء اور زندگی کیلیے چاہت کیلیے ہے اور کمزور و غیر صالح کو فناء کیلیے چھوڑ دیتی ہے -

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے ہر وجود کے اندر اسکی طلب رکھدی ہے کہ اپنے تئیں باقی رکھے اور ہلاک ہونے سے بچائے - یہ بقاء کا عشق اسکی طبیعۃ کا خلقی عشق ہے، اور اسقدر قوی ہے کہ وہ جو اسکو کرتا ہے صرف اسی کے لیے کرتا ہے اور اسکی تمام جد و جہد حیاۃ کا مبدء یہی ہے -

لیکن دوسری طرف کائنات ہستی کا یہ حال ہے کہ اسکا ہر گوشہ اور ہر ذرہ اپنے اندر ایک خلقت و مقصد رکھتا ہے اور اسکی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو بغیر کسی وجود و مقصد کے ہو - اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا وجود و خلقت اور اعمال خلقت سے بالکل اٹی ہوئی ہے اور اس کا کوئی گوشہ خالی اور بیکار نہیں ہے - اسکی مثال یوں سمجھو کہ ایک مکان ہے اور اسکے صدھا کمرے ہیں، مگر گھر کا کوئی کمرہ خالی نہیں ہے - اب جب کبھی کوئی شخص گھر کے کسی کمرہ پر قبضہ کرنا چاہیگا تو یہ نہیں ہوگا کہ وہ اٹھا اور ایک خالی کمرہ میں بس گیا، بلکہ کوشش کرنی پڑیگی کہ اسکو خالی کرائے، اور جو شخص پہلے سے اسمیں موجود ہے وہ یا تو ہٹ جائے یا مٹ جائے -

اس حالت کا قدرتی نتیجہ یہ نکلا کہ ہر وجود کے بناؤ کیلیے لازمی ہو گیا کہ اسی دوسرے وجود پر بگاڑ طاری ہو، اور ہر طاقت کے پیدا ہونے کیلیے ضروری ٹھہرا کہ کوئی دوسری طاقت کمزور ہوجائے - پس دنیا میں ہر زندگی اپنے کو باقی رکھنا چاہتی ہے، اور باقی رہنے کیلیے جد و جہد کرتی اور اپنی راہ کو صاف کرتی ہے - چونکہ ہر ہستی یہی کرتی ہے اور اسی کیلیے اسکی حرکت و جہد ہے، اسلیے دنیا میں بقاء کی خواہش و طلب سے کشاکش کی ایک ہاہمی جنگ قائم ہوگئی ہے - ان گنت فوجیں ہیں جو باہمدگر لڑ رہی ہیں، ٹکرا رہی ہیں، ایک دوسرے کو پامال کر رہی ہیں، اور ہر فوج چاہتی ہے کہ کامیاب و فتح مند ہو - خود باقی رہے، دوسروں کو فنا کردے - حیوانات، نباتات، جمادات، بلکہ تمام معنویات و معقولات میں بھی یہ باہمی جنگ قائم ہے، اور اس تنازع میں چونکہ بقاء کیلیے فنا مستلزم اور تعمیر بغیر تخریب کے ہو نہیں سکتی، لہذا ناقص چیز بگڑتی ہے اور سالم وجود بنتا ہے - ناقص جگہ خالی کرتا ہے اور سالم قابض ہوجاتا ہے - اسی حالت کا نام تنازع البقاء ہے اور اسی سے انتخاب طبیعی قانون ہمارے سامنے آتا ہے -

اب اس کشمکش میں کامیابی اور بقا صرف اسیکے لیے ہے جس کے اندر عدل و صحت کی وہ حالت پیدا ہو جائے جسکا نام طاقت اور تندرستی [illegible] طرح جنگ میں طاقتور فریق فتح پاتا اور کمزور شکست [illegible] طرح اس جنگ میں بھی طاقت اور صحت فتح پائیگی، اور ضعف اور نقص شکست کھاکر رفتہ رفتہ ہلاک ہو جائیگا - اسی سے قانون مدافعۃ پیدا ہوتا ہے - یعنی اس کشمکش میں جو وجود اپنا دفاع طاقت کے ساتھہ کام کرسکے گا اور حملہ آور سے مغلوب نہوگا وہی باقی رہیگا -

یہ چیز کہ دنیا میں طاقت اور صحت باقی رہتی ہے اور ضعف و نقص فنا ہو جاتا ہے، بتلاتی ہے کہ قدرت الہی نے دنیا میں زندہ رہنے، باقی رہنے، نشو و نما پانے، اور غالب ہونے کو صرف طاقت و صحت کا خاصہ قرار دیا ہے، اور اس کا یہ قانون ہے کہ وہ طاقت کو منتخب کرلیتی ہے تاکہ وہ باقی رہے اور ضعف کو چھانٹ دیتی ہے تاکہ وہ ہلاک ہوجائے - پس دراصل یہ فطرۃ کا قانون انتخاب ہے - طاقت کو باقی رکھنے کیلیے الگ کرلینا اور ضعف کو ہلاکت کیلیے جدا کردینا - اسی کا نام انتخاب طبیعی اور نیچرل سلکشن ہے -

(بقاء اصلح و امثل)

اسی انتخاب طبیعی سے بقاء اصلح کی حقیقت واضح ہوتی ہے - انتخاب طبیعی کے معنی یہ ہیں کہ فطرۃ دنیا میں صرف طاقت و صحت اور سلامتی و موفقیت کو باقی رکھتی ہے - پس اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں جو وجود سب سے زیادہ طاقتور، تندرست، صحیح و سالم، اور نقص و خرابی سے پاک ہوگا، وہی باقی رہیگا، اور جو ایسا نہیں ہے وہ مٹا دیا جائیگا - یہی معنی بقاء اصلح کے ہیں - اصلح یعنی ارفق، امثل، اجود، اعدل، اسلم، اصح، اور اقوی -

اب دنیا پر نظر ڈالو اور دیکھو کہ دنیا کی ہر خلقت اور حیات و وجود کے ہر گوشہ میں کس طرح قانون بقاء اصلح نافذ ہے اور بغیر انقطاع و تزلزل کے کام کررہا ہے ؟

حیوانات میں سب سے پہلے خود انسان کو دیکھو، انفراد کی حالت میں بھی جانچو اور اجتماع کی حالت میں بھی مطالعہ کرو - انسان کا جسم طرح طرح کے اعضاء داخلی و خارجی سے مرکب ہے اور ان سب کے افعال ہیں، خواص ہیں، باہم ترکیب و امتزاج کا اعتدال ہے، اور پھر اس سے قوت اور ضعف، صحت اور بیماری، نقص اور سلامتی کی مختلف حالتیں اسپر طاری ہوتی رہتی ہیں -

پس سب سے پہلے تو اسکے ہاتھہ میں شکار کا برچھا، عملیات کا آلہ، جد و جہد کا متحرک ہاتھہ، اور طلب نفع و سود کا ولولۂ فطری، اور ہجوم و دفاع کا بڑھنا اور ہٹنا نظر آتا ہے - وہ اپنے کو باقی رکھنے اور قوی بنانے کیلیے جن جن چیزوں کا محتاج ہے، ان میں سے ہر چیز کو جد و جہد کرکے حاصل کرتا ہے اور اپنے وجود کے بقاء کے عشق میں صدھا وجودوں کو مٹادیتا ہے - وہ جانوروں کو ہلاک کرتا اور انکا گوشت کھاتا ہے - ان جانوروں کے مقابلے میں وہ اصلح ہے، پس اصلح کیلیے غیر اصلح فنا ہوجاتے اور اصلح اضعف کو مٹا دیتا ہے - وہ اپنے تمام اعمال حیات میں فوائد و قوی کو حاصل کرتا اور ہر مضرت کو دور کرتا ہے - اسکے بھی یہی معنی ہیں کہ وہ باقی رہنے کیلیے اپنے کو قوی بناتا اور ضعف و اضمحلال سے بچتا ہے - وہ ہلاکت کے ہر حملے کو اپنے سے دور کرتا، انکے دور کرنے کے وسائل عمل میں لاتا، اور ہر نقصان پہنچانے والے اثر کو دفع کرتا ہے - یہ بھی وہی طلب بقاء اور اصلح بننے کی سعی ہے - اسی طرح اسکے تمام اعمال کو دیکھو جاؤ - سب کے اندر یہی چیز نظر آئیگی - پھر اسکے بعد دیکھو کہ جب انسان کے اندر ضعف پیدا ہوگیا، نقص پیدا ہوگیا، فتور آگیا، اعتدال سے انحراف ہوگیا، اسکے کارخانۂ جسم کا کوئی پرزا ٹوٹ گیا، زنگ آلود ہوگیا، یا اور کوئی ایسی حالت طاری ہوگئی جس کے بعد وہ اصلح نہ رہا اور ضعف و نقص اسپر چھا گیا، سو اسکا قدرتی نتیجہ یہ نکلیگا کہ وہ ہلاک ہوجائیگا اور باقی رہنے کے قابل نہ رہیگا - فطرۃ اسکو چھانٹ دیگی، کیونکہ وہ کہتی ہے کہ میری دنیا صرف اصلح، اسلم، اور اقوی کیلیے ہے - ناقص یہاں نہیں بس سکتا -

پھر اجتماعي حالت ميں ديکھو تو يہي قانون نظر آتا ہے - طاقتور گھرانے اور نسليں ضعيف گھرانوں اور نسلوں کو مقابلے ميں شکست ديديتي ہيں - قوي قوميں کمزور قوموں کو ہلاک کرديتي ہيں - جس جماعت اور قوم کے پاس طاقت ہے' وہ طاقت کے قدرتي حق کا حربہ ليکر اٹھتي ہے اور کہتي ہے کہ خدا کي زمين ميرے ليے ہے' کيونکہ ميں طاقتور ہوں - پس تمام کمزور قوميں اسکے دعوے کے آگے جھک جاتي ہيں اور اپني جگہ خالي کرديتي ہيں تا طاقت والي قوميں اسپر قابض ہوجائيں - يہ بھي بقاء اصلح ہے - اصلح نے غير اصلح کو شکست ديدي' اور فطرة نے اصلح اقوام کو بقاء کيليے چھانٹ ليا -

اسي طرح عام طور پر تمام حيوانات کو ديکھو - طاقتور اور اصلح حيوانات باقي رہتے ہيں ' ضعيف و غير اصلح مٹ جاتے ہيں - يا تو وہ خود اپني جگہ خالي کرديتے ہيں' کيونکہ ضعف کا نتيجہ موت ہے - يا پھر ضعف کي وجہ سے اپنا دفاع نہيں کرسکتے اور طاقت انکو اپنا لقمہ بنا ليتي ہے - شير بکري کو کھا ليتا ہے ' بڑي مچھلي چھوٹي مچھلي کو نگل ليتي ہے - ہوا ميں اڑنے والے جانور چھوٹے چھوٹے کيڑوں اور بھنگوں کو ہلاک کرکے اپني غذا بنا ليتے ہيں -

نباتات کو ديکھو' جو درخت طاقتور ہوتا ہے اسي کو زمين اپني گود ميں جگہ ديتي ہے اور جو کمزور ہوجاتا ہے اسکو چھانٹ ديتي ہے - وہ خشک ہوکر فنا ہوجاتا ہے - ايک ہي جگہ دو چيزيں نظر آتي ہيں - ايک بڑے تناور درخت کي جڑيں ہيں جو پھيلي ہوئي ہيں' ساتھہ ہي چھوٹے چھوٹے درختوں کے پودے پاني دے ديکر اگاے گئے ہيں - فطرة بڑے درخت کو باقي رکھنے کيليے چھانٹ ليتي ہے - اسکے پھيلے ہوے ريشے زمين کي تمام رطوبت اور قوة نشوء کو کھينچ ليتے ہيں اور ضعيف پودوں کيليے کچھہ باقي نہيں رھتا - وہ فنا ہوجاتے ہيں - تم ہزاروں درخت اگادو اور صدھا تخم زمين ميں چھڑک دو - پھل وہي لائيگا اور زندگي و بقا اسي کو ملےگي' جو اصلح ہوگا - غير اصلح کو زمين قبول نہ کريگي اور وہ اپني غير اصلحيت سے اپني موت کا اعلان کرديگا -

جمادات کا بھي يہي حال ہے - البتہ انکے جمود اور ٹھوس اجزا کي وجہ سے انکے اعمال و تغيرات کي رفتار بہت ہي دھيمي ہے' اور گھڑي کے گھنٹے کي سوئيوں کي حرکت کي طرح تم انکي حرکت و تغير کو ديکھہ نہيں سکتے -

اس سے قطع نظر' دنيا ميں وجود اور زندگي ميں سے جو کچھہ ہے ' سب بقاء اصلح کے ماتحت ہے - پھر کتنے ہي حيوانات ہيں جو زمين کي گود ميں پيدا ہوے ' پر اس نے انہي کو قبول کيا جو اصلح تھے - کتنے ہي انواع حيوانات کي نسليں ہيں جو مدتوں تک زمين ميں چلي پھريں' مگر باقي رہي رہيں جو اصلح تھيں - کتنے ہي درخت اگے اور طرح طرح کي سرسبزياں زمين کي سطح پر نظر آئيں مگر جن ميں ضعف و نقص پيدا ہوگيا' وہ سب کے سب چھانٹ ديے گئے ' اور جو تندرست رہے' باقي رکھے گئے - جنگل ميں صدھا درخت کھڑے ہيں - جو سرسبز ہيں ' پھلوں اور پھولوں سے لدے ہوے ہيں' وہي پالے جائينگے' انہي کي رکھوالي کي جائيگي' اور انہي کو زندہ رکھا جائيگا' مگر جو سوکھہ گئے' انکي شاخوں ميں سبز پتے نہ رہے' اور انکے سائے ميں راحت اور آرام باقي نہ رہا' سو وہ کاٹ ديے جائينگے - انکي لکڑياں چولھوں ميں جل جل کر پکاريںگي کہ دنيا ميں زندگي صرف اصلح کيليے ہے - غير اصلح کو آگ اور سوختگي کے سوا کچھہ نہ ملےگا - نظيري نيشاپوري اسي کو کہتا ہے :

تو نخل ميوہ نشاں باش در حديقۂ دہر
کہ کم درخت قوي خشک شد کہ نہ شکستند

آبنوس کے درخت کي لکڑي سے کنگھي بني اور زلف معشوق کي معطر لٹوں سے ہم کنار ہوئي' ليکن اسي کي ہم جنس لکڑياں تھيں جو چولھے ميں جل رہي تھيں ' اور اسي گھر کے چولھے ميں جسکے صحن باغ ميں آبنوس کے شاخۂ حسين سے دست حسن آرائش پارہا تھا - غور کرو تو يہ بھي بقاء اصلح ہے - اصلح نے وہي جگہ پائي جو اصلح کيليے تھي - غير اصلح کو وہي جگہ ملي جو اسکے ليے قرار ديدي گئي تھي - فطرة انتخاب کرتي ہے -

اچھا' ايک گھر گر گيا اور ايک کي چھتيں استحکام و استواري کے ساتھہ قائم ہيں - تم نے کبھي سوچا کہ يہ کيا ہے ؟ خدا يہں نہيں ہے کہ جو عمارت اصلح ہے اور قوي ہے' باقي رہيگي' جو غير اصلح ہے' فنا ہوجائيگي ؟

شہروں کو ديکھو' آبادیوں کو ديکھو' زمينوں کو ديکھو' نہروں کو ديکھو' کتنے ہي شہر ايک وقت ميں آباد ہوتے ہيں' پر آگے چلکر چند شہروں کي آبادي بڑھتي اور قائم رہتي ہے - باقي اجڑ جاتے ہيں اور انسانوں کي جگہ زاغ و زغن کا آشيانہ بنتے ہيں - کيوں ؟ اسليے کہ قانون بقاء اصلح نافذ ہے - جو آباد رہا وہ اصلح تھا - جو اجڑ گيا وہ اصلح نہ تھا -

زمين ہر جگہ ايک ہي طرح کي زمين ہے مگر ہر زمين آباد نہيں - آباد وہي ہوتي ہے جو آبادي کے ليے اصلح ہے - تم کہتے ہو کہ اسکي ہوا اچھي ہے' اسکا پاني صحيح ہے' اسکا موسم خوشگوار ہے - الفاظ بہت سے ہوگئے مگر مطالب سبکا ايک ہي ہے - يوں کہو کہ جو زمين آباد رہنے کيليے اصلح تھي وہ آباد رہي' جو اصلح نہ تھي آباد نہ ہوئي - اسکا اصلح نہونا ديکھہ لو - چٹيل ميدان ہے ' جنگل ہے' اشرف المخلوقات کي جگہ سانپوں اور کيڑوں کا مسکن ہے !

پھر يہ کيا ہے کہ ايک زمين پر کانٹے نظر آتے ہيں' اور ايک پھولوں اور سرسبزيوں سے بہشت بني ہوئي ہے ؟ اسليے کہ پہلي اصلح نہيں ہے - وہاں پھول نہيں اگتا ' وہ مفسد ہے - مفسد کو يہ حق نہيں کہ پھولوں کا تاج اسکے سر پر رکھا جاے - اسکے سر پر کانٹوں کا تاج رکھا جائيگا - دوسري زمين اصلح ہے - پس وہ دلفريب رنگتوں اور روح پرور عطر بيزيوں سے دلفريب بنائي جائيگي' اور حسن و خوبروئي کا باغ وہاں آراستہ ہوگا -

ايک نہر کيوں سوکھہ گئي ؟ اصلح نہ تھي کيونکہ نہر بننے اور پاني کے جاري رہنے کي قوت اس سے چھن گئي - جمنا اور گنگا کيوں بہہ رہي ہيں ؟ اسليے کہ اصلح ہيں - غير اصلح نالے اور نہريں سب اسي ميں آکر جذب ہوجائينگے -

(عالم معنويات اور بقاء اصلح)

اب چند لمحوں کيليے ايک اور دنيا ميں آؤ - خيالات ہيں ' افکار ہيں' علوم ہيں' ايجادات ہيں' تعليمات ہيں' قوانين ہيں' زبانيں ہيں' اسماء ہيں' اصطلاحات ہيں' رنگينياں ہيں' ضرب المثلين ہيں' تصنيفات اور کتب ہيں - اس قسم کي تمام چيزوں کو جن کا تم تصور کرسکتے ہو اپنے سامنے لاؤ' اور ديکھو کہ ان سب ميں بھي تنازع البقاء جاري ہے - پھر انتخاب طبيعي ہے ' اور بقا و عاقبت اسي کيليے ہے جو اصلح و اوفق ہے - ہزارہا خيالات و افکار پيدا ہوتے اور پھيلتے ہيں - ليکن باقي وہي رہتا جو اصلح ہے - صدھا علوم قائم ہوے اور صدھا ايجادات کي گئيں' مگر انتخاب طبيعي نے ثابت کرديا کہ جو علوم نافع تھے اور عروج و اشاعة نصيب ہوئي' جو نافع اور اسليے اصلح نہ تھے' مٹ گئے - نافع علوم کے مقابلے ميں نہ ٹھہر سکے - چاندي سونا بنانے کي کيمياء کا فن کتنے عرصہ سے دنيا ميں پيدا ہوچکا ہے ؟ اور کتنے ہي انسانوں نے اسکے ليے اپني زندگياں وقف کردي ہيں ؟ ليکن ديکھو

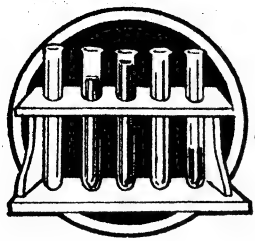

مذاکرہ علمیّہ

بقاء اصلح کے قانون نے ایسا فیصلہ قطعی کردیا ؟ جوتا بنانے اور اوزاری کا فن ہزاروں برس سے برابر زندہ و قائم و روز افزوں ہے' مگر تانبے کو سونا بنانے کا فن دنیا میں کوئی نہیں جانتا - طرح طرح کی تعلیمیں انسانوں نے دیں' طرح طرح کے قوانین بنائے' طرح طرح کے اصول اور قواعد چھوڑے' مگر فطرۃ کے باقی رکھنے کے لیے انہی تعلیموں اور قانونوں کو چاہئے تھا جو اصلح و احق تھے' کیونکہ ان میں باہم مقابلہ ہوا - مقابلے میں وہی جیتا جو اصلح تھا - پس اصلح قانون کو انسانوں نے قبول کرلیا' غیر اصلح قوانین شکست کھاکر مٹ گئے -

اسی طرح صدہا زبانیں قائم ہیں' کیونکہ اصلح ہیں' اور صدہا زبانیں پیدا ہوکے اور عرصہ تک قائم رہکر مٹ گئیں' کیونکہ اصلح نہ تھیں - ایک ہی ملک میں دس زبانیں بولی جاتی ہیں - ان میں تنازع البقاء شروع ہوتا ہے - آخر میں طبیعۃ انتخاب کرتی ہے' اور وہی باقی رہتی ہے جو اصلح ہے - لوگ ہندوستان میں اردو اور ناگری کے لیے جھگڑتے ہیں' حالانکہ اگر وہ اسکا فیصلہ انتخاب طبیعی کے ہاتھ میں چھوڑ دیں تو بہتر ہے - جو بولی اصلح ہوگی وہی باقی رہیگی - پھر کتنی ہی کتابیں ایک ہی فن اور علم میں لکھی جاتی ہیں' اور میدان قبولیت میں تنازع البقا شروع ہوتا ہے - آخر میں اصلح باقی رہتی ہے - غیر اصلح فنا ہوجاتی ہے - سعدی کی گلستاں بمقابلہ جامی کی بہارستان کے اصلح تھی - وہ زندہ ہے - بہارستان کو کوئی پوچھتا بھی نہیں - خواجہ حافظ اور سلمان ایک ہی عہد میں تھے - حافظ کا کلام اصلح تھا - اسلئے عشق سے ہر دل معمور ہے - سلمان کا کلام اسکے مقابلے میں اصلح نہ تھا' صرف تذکروں ہی میں نام پڑھ لو - ایک ہی وقت میں ایک چیز کے چند نام رکھے جاتے ہیں' ایک ہی حقیقت کیلیے مختلف اصطلاحیں وضع کی جاتی ہیں - ایک ہی حکمت کیلیے بہت سی کہاوتیں اور ضرب المثلیں نکلتی ہیں - ان سب میں باقی وہی رہتی ہیں جو اصلح ہیں - فطرۃ الہی تھوڑے ہی دنوں میں انتخاب طبیعی کا قانون نافذ کرکے بتلادیتی ہے کہ زندگی کی کون مستحق تھی اور کس کو مٹ جانا تھا ؟

حاصل مدعا یہ ہے کہ دنیا کی ہر شے میں قوتوں کے تصادم اور اشتراک کی ایک جنگ بپا ہے - ایک دوسرے پر گرتی اور ایک دوسرے کو دفع کرتی ہے - اسی دفع و اندفاع کا نتیجہ ہے کہ دنیا میں صحت و طاقت و سلامتی باقی رہتی ہے' اور نقص و فساد فنا ہوجاتا ہے - انتخاب طبیعی اسی کا نام ہے - قوۃ اور صحت ہی کو فطرۃ باقی رکھیگی - اسلئے کہدیا ہے کہ میں صرف اصلح و اعدل کے ساتھ ہوں - انہی کی حفاظت کرونگی' انہی کو بچاؤنگی' انہی کو آخر کی کامیابی دونگی' اور وہی باقی رہینگے -

اب جبکہ تم یہ سب کچھ پڑھچکے اور سن چکے' تو میں آخر میں عربی کے دو چھوٹے جملے بطوریکہ جو قران حکیم میں ہیں - ایک ہے کہ : ان الباطل کان زھوقا - دوسرا یہ کہ : العاقبۃ للمتقین - لیکن تیسری بڑی حکایت کے بعد ان دو جملوں کے کہنے سے کیا مقصد ہے ؟ اسکو پہلے خود سوچو' اور پھر انتظار کرو کہ آیندہ اشاعۃ میں قانون بقاء حق کی دوسری صحبت منعقد ہو -

التحــول الفجــائي

یعنی

(MUTATION)

(۱)

(اختلاف صور انواع)

حیوان و نباتات' دونوں کے انواع و اقسام میں امتیاز و فرق اسدرجہ نمایاں ہے کہ کبھی ایک نوع پر دوسری نوع کا شبہ نہیں ہوتا - انسان ' شیر ' گھوڑا ' ہاتھی ' یہ حیوان کی مختلف انواع ہیں - اسیطرح سیب ' ناشپاتی ' نارنگی ' اور انگور ' نباتات کے مختلف اقسام ہیں ' مگر کیا کبھی کسی صحیح العقل انسان کو شیر پر انسان کا ' ہاتھی پر گھوڑے کا ' سیب پر انگور کا ' ناشپاتی پر نارنگی کا دھوکا ہوا ہے ؟

فرق باہمی کا یہ وضوح و امتیاز صرف نوعوں تک ہی محدود نہیں ہے' بلکہ ایک ہی نوع کی مختلف اصناف میں بھی موجود ہے -

اس عہد تفرنج و فرنگی مآبی کا محبوب ترین جانور کتا ہے - آپکو معلوم ہے کہ اسکی بہت سی قسمیں ہیں - بعض اتنے بڑے ہیں کہ بھیڑیے کے ہم قامت ہیں ' بعض اتنے چھوٹے ہیں کہ بلی کے ہم قد ' بعض کا سر بڑا مگر جسم مختصر ' بعض کا سر مختصر مگر جسم بڑا ' بعض کا جسم بال سے برہنہ ' اور بعض کا ہر حصۂ بدن بالوں کے ایک ضخیم غلاف میں ملفوف -

عالم شعر و ادب کے ہردلعزیز معشوق یعنی گلاب کی صدہا اصناف ہیں - بعض سرخ ہیں ' بعض سفید - بعض زرد ہیں بعض سیاہی مائل - " دمشقی " کا چہرہ ایک خاص رنگ سے عالم آرا ہے ' تو " والڈر اسکاٹ " کا ایک دوسرے رنگ میں باصرہ نواز - انکی پنکھڑیوں کے رنگ کی طرح انکے اجزا ؤ اوراق اور ترکیب و تنسیق میں بھی اختلاف تھے -

(تشابہ و توحد انواع)

ایک طرف تو یہ عالم اختلاف ہے - دوسری طرف ایک عالم اتحاد و اشتراک بھی موجود ہے - جس طرح تمام انواع ایک دوسرے سے مختلف نظر آتی ہیں ' اسی طرح ایک لحاظ سے بالکل مشترک و متشابہ بھی ہیں - اور نہ صرف اصناف و اقسام میں ' بلکہ انواع کے اجزاء جوہریہ میں بھی ایک حیرت انگیز باہمی تشابہ اور یکسانیت و اشتراک نظر آتا ہے !

مثلاً انسان اور شیر کو لو ! دونوں میں جسقدر اختلاف ہے ظاہر ہے ' مگر گوش و چشم' بینی و دہان' زبان و دندان' بلکہ دل و جگر' معدہ و زہر' اور گردہ و امعاء سے گذر کے انکے مایۂ خمیر یعنے رگ ' شریان ' ریشے (۱) حریصلات (۲) تک باہم مشترک ہیں !

ایک انسان اور ایک چڑیے کی لاش کو تشریح کے بعد دیکھو! ہاتھ پیروں کی انگلیاں ' آنکھوں کے پردے ' (۳) رطوبۃ مائیہ ' رطوبۃ بلوریہ' (۴) غرض کہ مشکل سے کوئی ایسا جزء جوہری (Vital) ملیگا ' جو ایک میں ہو اور دوسرے میں نہ ہو -

یہ تشابہ و تماثل جنین میں اور بھی زیادہ نمایاں ہوتا ہے - انسان ' چوپائے ' اور پرندے کے جنین اپنے دور اول میں اسدرجہ متشابہ ہوتے ہیں کہ تمیز مشکل ہوتی ہے -

(مسئلۂ وحدت اصل انواع)

یہ کونسے گوں انواع و اصناف مستقل بالذات ہیں یا ایک دوسرے سے مشتق و منشعب؟ یعنے ہر نوع الگ الگ اپنا نوعی وجود و اصل رکھتی ہے یا باہم ایک دوسرے سے نکلی ہوئی ہیں؟ یہ ایک گرہ ہے جسکی کشایش سے تشابہ اور تباینیں دونوں عاجز ہیں -

مختلف طبقات ارضی کے درس کے لیے عرصہ سے جابجا زمینیں کھودی جارہی ہیں - اس سلسلہ میں بہت سے حیوانات کے آثار و بقایا بھی دستیاب ہوے ہیں - ان آثار کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انواع مستقل بالذات نہیں ہیں بلکہ تشبیہ کی زبان میں ایک درخت کی مختلف شاخیں ہیں - یعنی ایک ہی نوع سے تمام نوعیں نکل آئی ہیں - سب سے پہلے فرانس کے چند پروفیسر یعنی علامۂ مائیدہ ' لا مارک' ایتان' جو فرسان' ہیلر وغیرہ نے اس وحدت اصل کے مسئلہ پر غور کیا ' اور اسکو نظر یہ کی صورت میں پیش کیا - مگر شرح و بسط اور دلائل و براہین سے اسکو اسدرجہ مستحکم نہ کرسکے کہ عالم علمی میں آواز بازگشت پیدا کرسکتا -

اس مسئلہ کیلیے ان علماء فرانس کی تحقیقات فی الحقیقت ایک دوسرا دور تھا - پہلا دور حکماء اسلام کا ہے جنہوں نے اس نظریہ کی صدا سب سے پہلے بلند کی - علامۂ ابن مسکویہ صاحب فوز الاصغر' مصنفین رسائل اخوان الصفاء ' امام راغب اصفہانی ' مولانا روم ' حکیم سنائی ' اور عمر خیام وہ حکماء ہیں جنہوں نے اپنی اپنی تصنیفات میں ہیلر اور لا مارک سے کئی صدی اسے واضح کرنا چاہا -

ڈارون نے اس مسئلہ کو اپنے ہاتھ میں لیا' اور ایک طویل درس و مطالعہ ' غور و فکر ' اور کد و کاوش کے بعد اس بلند آہنگی سے اس کا صور پھونکا کہ تمام عالم علمی گونج اٹھا - یہ اس مسئلہ کا تیسرا دور ہے ' اور اسی دور میں آکر اس نظریہ نے مقبولیت حاصل کی ہے -

(قانون تنازع البقاء)

دنیا میں ایک طرف ہر شے کو اپنا وجود عزیز ہے اور اسکے حفظ و بقاء کے لیے ساعی و کوشاں ہے' دوسری طرف بعض کا وجود بعض کے فنا کے ساتھ وابستہ - اسلیے تمام عالم میں ایک جنگ ہو رہی ہے' اور ہر شے اسمیں حملہ آور یا مدافعہ کی حیثیت سے مصروف پیکار ہے - یہی جد و جہد ہے جسکو (Struggle for Existence) کہتے ہیں - اور عربی میں اسکا ترجمہ " تنازع البقاء " ہے یعنے اپنی بقاء و قیام کیلیے عالم وجود کی ہر شے ایک دوسرے سے کشمکش اور تصادم میں ہے -

جنگ کا قاعدہ ہے کہ اسمیں قوی اپنے شریر فتح کے نشان اڑاتا ہے اور ضعیف مذلت و شکست کی خاک - اس قاعدہ عامہ کی بناء پر اس مخصوص جنگ میں بھی طاقتور سر بلند و فتحیاب ہوتا ہے' اور کمزور پامال و مقہور - چونکہ جنگ برابر جاری رہتی ہے اسلیے نتیجۂ لازمی یعنی پامالی کی ضربیں کمزور پر برابر بڑھتی ہیں - یہ پیہم ضربیں ضعیف کے نقش ہستی کو بتدریج پامال کردیتی ہیں - یہاں تک کہ رفتہ رفتہ موقع کائنات اس سے خالی ہو جاتا ہے -

یا یوں کہو کہ بقاء و استمرار وجود ایک خلعت ہے جو صرف اسی کو ملتا ہے جسکو تمام ہمچشموں اور حریفوں پر برتری و تفوق حاصل ہو - معیار تفوق کیا ہے؟ کشاکش ہستی میں غلبہ و چیرہ دستی - پس جو شخص اسمیں بوجہ قوت کے غالب ہوتا ہے اسکو طبیعۃ (نیچر) جن لیتی ہے اور یہ خلعت اسے بخشدیتی ہے -

کو تعبیریں دو ہیں - مقصد و مفاد ایک ہے' - یعنی بقاء قوی اور فناء ضعیف -

تعبیر کی طرح نام بھی دو ہیں - ڈارون اور اسکے پیرو اسکو انتخاب طبیعی یا (Natural Selection) کہتے ہیں' اور پروفیسر ویلز اور ہمنوایان ویلز بقاء اصلح یعنی (Survival of the Fittest)

(تشریح)

تمام اجسام موثرات خارجیہ' موسم' غذا' طرز بود و ماند وغیرہ سے متاثر ہوتے ہیں -

برفستان کے باشندے گورے برف کی طرح سفید ہوتے ہیں - اگر انمیں سے کوئی انسان کسی قبیلے کے ہمرنگ برفستان میں رہنے لگے تو اس کا رنگ خراب ہوجائیگا' تاہم صباحت قائم رہیگی - چند نسلوں کے بعد یہ صباحت ملاحت سے بدلجائیگی - ایک زمانے کے بعد نسلیں سبزہ رنگ ہونے لگینگی - اسکے بعد پھر سیاہ فام - جن خاندانوں کے پیشرو برف کی طرح سفید تھے' اب انکی یادگاریں بھونرے کی طرح سیاہ ہیں -

موثرات خارجیہ کی تاثیر کی یہ ایک نہایت سادہ اور عام الوقوع مثال ہے - رنگ کی طرح اعضاء کی ساخت ' قوی ' بلکہ نفس وجود تک اثر پذیر ہوتا ہے -

شیر ایک درندہ ہے - قدرتاً اسکے پنجوں میں ناخن اور دانتوں میں نوکیلیاں ہوتی ہیں - یہ ناخن اور نوکیلیاں تیز اور بڑے شگاف ہوتی ہیں - لیکن فرض کرو کہ شیروں کی ایک جماعت ایسی

(صفحہ ۱۰ کے نوٹ)

(۱) انگریزی میں (Fibre) ان بال یا تاگے کی طرح باریک اور لمبے اجسام کو کہتے ہیں جن سے رگیں اور نسیج مرکب ہیں - عربی میں اسکا ترجمہ "لیف" ہے جسکی جمع الیاف آتی ہے - فارسی کے لفظی معنی " ریشہ " کے ہیں کیونکہ وہ دیکھنے میں بالکل مثل ریشے کے معلوم ہوتے ہیں - ہم نے لیف کی جگہ اردو کے ایک سبک اور سہل لفظ یعنی " ریشے " کو اصطلاح کیلیے مناسب سمجھا ' اور یہ اپنے معنی پر پوری طرح حاوی بھی ہے -

(۲) حویصلہ (جمع حویصلات) وہ مجوف چھوٹا سا جسم جسمیں کوئی خلط پائی جاے - یہی کرہ ہے جسمیں حیوانات منویہ پیدا ہوتے ہیں - انکو انگریزی میں (Vesicle) کہتے ہیں -

(۳) فن تشریح سے معلوم ہوتا ہے کہ آنکھ کا ڈھیلا دو قسم کی رطوبتوں سے لبریز ہوتا ہے - اول پانی کی طرح ایک سیال رطوبت ' جسکے دو خزانے ہوتے ہیں - اور دونوں خزانوں کے درمیان ایک پردہ سا حائل ہوتا ہے - عربی میں اس رطوبت کو رطوبت مائیہ اور اس حجاب کو قزحیہ کہتے ہیں - انگریزی میں دونوں کو علی الترتیب (Aqueous humours) اور (Iris of eye) کہتے ہیں -

(۴) یہ دوسری رطوبت ہے جو منجمد اور عدسی صورت میں (عدسی صورت میں یعنی دال کی طرح) ایک آبگینی جسم میں پائی جاتی ہے - اسکو عربی میں رطوبت بلوریہ اور انگریزی میں (Vitreoushumours) کہتے ہیں -

---

(۱) پروفیسر ویلز موجودہ عہد کا مشہور حکیم طبیعی اور مذہب نشر و ارتقاء کا ایک زبن اعظم تھا - در سال ہوے کہ اس نے انتقال کیا - اسکے حالات الہلال کی چوتھی جلد میں مفصل طابع

ایسے جنگل میں پہنچ جائے جہاں اسے گوشت نہ ملے تو کیا ہوگا ؟ اکثر تو مرجائینگے - لیکن ایسی سخت جاں ہونگے کہ جی بچینگے - بھوک کی شدت انہیں گھانس پتوں کو گوارا کردیگی - وہ سبزی کھانا شروع کردینگے - آگے والی نسلیں اسی عالم میں آنکھ کھولینگی' اتنا ہی یہ معمولی بات ہوگی - ایک معتدبہ زمانے کے بعد تمام آلات و اعضاء سمعیت و درندگی یعنی بڑے بڑے دانت' خونخوار پنجے' قوی اور ہضم کن معدہ' یہ سب کے سب بوجہ تعطیل و عدم استعمال از کار رفتہ ہوجائینگے' اور اسکے بعد یا تو یہ نسل ضعیف ہوتے ہوتے فنا ہوجائیگی' یا باقی رہیگی مگر بالکل ایک نئے قسم کا شیر بنکر -

گوشت خور (Carnivora) جانوروں کی آنتیں چھوٹی ہوتی ہیں اور نباتات خور جانوروں کی لمبی - جب اس جماعت کی کئی نسلیں نباتات خوری کے عالم میں گذرینگی تو انکی آنتیں بھی گوشت خور جانوروں کی طرح لمبی ہوجائینگی - آنتوں کی طرح وہ تمام اعضاء بھی نشو و نما پائینگے' جنکی گوشت خور زندگی میں ضرورت ہوتی ہے -

اب فرض کرو کہ اس خاندان کے چند اعضاء کسی ایسی جگہ چلے جائیں جہاں انکو غذا صرف پانی میں ملسکتی ہو تو پھر کیا ہوگا؟ سابق ہی طرح یہ بھی اسی کے خوگر ہوجائینگے - اب وہ اعضاء بھی مضمحل و افسردہ ہوجائینگے جو نباتات خوری کی زندگی میں بڑھے تھے - جبکہ وہ زمین میں اپنی غذا ڈھونڈھتے تھے - اور انکے بدلے اب وہ اعضاء بڑھینگے جنکی ضرورت اس تیسری زندگی میں ہوگی -

مختصراً یہ کہ جب غذا کا تغیر ایک عرصہ تک جاری رہتا ہے تو اسکے بعد اعضاء میں بھی تغیر ہو جاتا ہے -

موثرات خارجیہ سے اعضاء میں تغیرات کا ہونا محض امکان و احتمال یا فرض و تخمین ہی نہیں ہے' بلکہ ایک ایسا واقعہ ہے جو ایک نوع کے مختلف ممالک میں رہنے والے افراد کے باہمی موازنہ کے وقت صاف نظر آ جاتا ہے' اور انکار کی گنجایش نہیں رہتی -

یہی وہ قانون طبیعیہ ہے جسکا اصطلاحی نام عربی میں مطابقت اور انگریزی میں (Adaptation) ہے -

اسی نسل کے اسلاف (پہلوں) میں موثرات خارجیہ سے جو تغیرات پیدا ہوتے ہیں' وہ ابتداً عارضی ہوتے ہیں' مگر ساتھ ہی آنے والی نسلوں میں برابر منتقل ہوتے رہتے ہیں - جسقدر زمانہ گزرتا جاتا ہے' اتنی ہی وہ مستحکم اور راسخ ہوتے جاتے ہیں - جب زیادہ مدت گزر جاتی ہے تو پھر یہ تغیرات اسدرجہ راسخ ہوجاتے ہیں کہ دیکھنے والے کو وہ عارضی تغیر کے بدلے جوہری و اصلی معلوم ہوتے ہیں - اور اسی بنا پر ہم کہہ اٹھتے ہیں کہ یہ اصلاً مختلف انواع ہیں -

تمام اختلافات جن کو لوگ اصلی و جوہری سمجھتے ہیں انکی سراغ رسانی کیجاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ در اصل وہ بسیط' سادہ' اور عارضی تغیرات تھے جو موثرات خارجیہ کیوجہ سے پیدا ہوے تھے - پھر نسلاً بعد نسل دائمی' راسخ' مرکب' اور روز افزوں ہوتے گئے یہی چیز قانون وراثت یا (Heredity) ہے -

تنازع البقاء' انتخاب طبیعی بقاء اصلح' مطابقت' اور وراثت' یہی چار ستون ہیں جن پر نظریہ ڈارون کی عمارت قائم ہے -

تم نے محسوس کیا ہوگا کہ ڈارون اصناف و انواع کے تعدد کا سرچشمہ زیادہ تر قانون مطابقت اور قانون وراثت ہی کو قرار دیتا ہے -

یہاں تک مذہب نشو و ارتقاء کا خلاصہ بطور تمہید کے بیان کیا گیا - اب ہم دوسرے نمبر میں بتلائینگے کہ "تحول الفجائی" سے مقصود کیا ہے ؟ اور کہاں تک وہ قابل رد یا قابل قبول ہے ؟

اسئلة واجوبتها

تفسیر سورة والتین

اقسام القرآن

(۲)

گذشتہ صحبت میں یہ مسئلہ ایک حد تک واضح ہو چکا کہ سورۂ والتین کا موضوع اصلی فطرۃ صادقۂ انسانی کے شرف و خیریت کا اعلان ہے' اور یہ بتلانا ہے کہ انسان نے اپنی حقیقت و فطرۃ کے متعلق جسقدر مایوس فیصلہ کیے ہیں وہ سب غلط ہیں' نہ تو اللہ نے اسکی فطرۃ کو شر اور بدی کیلیے بنایا ہے اور نہ اسکی حقیقت اسقدر حقیر و ذلیل ہے کہ وہ کائنات ہستی کے ہر وجود و ظہور کے آگے جھک جائے' اور انکے کرشموں کے سامنے اپنے تئیں حقیر و لاچار سمجھ لے - اگر وہ اپنی فطرۃ صادقہ کو عمل غیر صالح سے پامال نہ کرے تو وہ دنیا میں بڑی سے بڑی عظمت حاصل کرسکتا ہے -

اس موقعہ پر اسقدر اور سمجھ لینا چاہیے کہ انسان کا اپنی فطرۃ صادقہ کی حقیقت سے بیخبر رہنا' در اصل اسکی تمام ناکامیوں کی اصلی جڑ ہے - کائنات عالم کے دائرۂ حقیقت کیلیے اسکا وجود بمنزلۂ ایک نقطۂ و مرکز کے ہے' پس جب تک انسان اپنے نفس کی حقیقت کو نہیں پائیگا' وہ تمام عالم کی حقیقت کو نہیں پا سکتا' اور حقیقت کو نہیں پا سکتا تو اپنی تخلیق کی غرض و مقصد کو بھی پورا نہیں کر سکتا - سب سے پہلی چیز یہ تھی کہ وہ سمجھے کہ دنیا میں جو کچھ ہے اسکے لیے ہے' وہ کسی کیلیے نہیں ہے - لیکن اپنے شرف و عظمت اور خیریت و حرمت کے احتجاب نے اس حقیقت تک پہنچنے نہ دیا - وہ کائنات عالم کے ادنے ادنے جلووں سے مرعوب و ہیبت زدہ ہوگیا' اور سمجھنے لگا کہ جب بجلی کی چمک مجھسے بڑی ہے' سمندر کا طوفان مجھسے زیادہ قہار ہے' شیر کا پنجہ مجھسے زیادہ قوی ہے' ہاتھی کا وجود مجھسے زیادہ عظیم ہے' حتی کہ مچھر کی ڈنک اور رینگنے والے زہریلی کیڑوں کا زہر بھی میرے لیے سخت خوفناک ہے' تو پھر میری ہستی کیا ہے اور مجھ میں کونسی بڑائی ہو سکتی ہے ؟ اسی خیال کا نتیجہ ہے کہ ایک طرف تو آسمانی اینٹ اور پتھر تک کی پوجا شروع کردی' اور دوسری طرف اپنے وجود کو اسقدر ذلیل سمجھ لیا کہ جھکنے' گرنے' لوٹنے' پوجنے' اور بندگی کرنے کے لیے اسکے اندر ایک قوی اور دائمی استعداد پیدا ہوگئی - اس صناعی و خارجی ضلالت سے ہر قوۃ نے غیر فطری فائدہ اٹھایا' اور جب چاہا ایک ادنی کرشمۂ قوت دکھلا کر اسکے جسم و دماغ کو اپنے آگے جھکا دیا -

تحقیر و تذلیل نفس انسانی کی یہ انتہائی حالت اسی کا نتیجہ تھی کہ اس نے اپنی فطرۃ کی خیریت کو نہ سمجھا اور ہمیشہ اسکے خلاف فیصلہ کیا - اس نے چارپایوں کو دیکھا اور سانپوں اور بھیڑیوں کی درندگی و خونخواری پر نظر ڈالی' پھر اسی طرح اپنی نسبت بھی فیصلہ کر لیا کہ اسمیں بدی اور بہیمیت کے سوا کچھ نہیں ہے' اور اگر نیکی کا کوئی جزء ہے بھی' تو وہ بدی کے ساتھ ممزوج و مخلوط یعنی ملا جلا ہے -

یہ تنزل انسانی کی اصلی علت اور انسانیۃ اعلی اور خلقۃ کبری کی گم شدگی تھی - سورۂ والتین نے اسی کا سراغ بتلایا ہے - پس فی الحقیقت اسکا موضوع انسانیۃ اعلی کا اعلان ہے -

انسان کے اندر جو کچھہ ہے وہ اسکا نفس ہے - باہر جو کچھہ ہے وہ آفاق ہے - قران حکیم نے جا بجا اسے تنبیہ کی ہے کہ اپنے اندر بھی دیکھو اور اپنے سے باہر کو بھی سمجھو - یعنے انفس اور آفاق دونوں پر تفکر کرے : و سنریهم آیاتنا فی الآفاق و فی انفسهم حتی یتبین لهم انه الحق (۴۲ : ۵۲) عنقریب وہ اللہ کی نشانیاں آفاق اور انفس میں یعنے اپنے سے باہر اور اپنے اندر دیکھینگے - یہ مشاہدہ حقیقت اصلی کو انپر کھولدیگا اور وہ پالینگے کہ بلا شبہ دین الہی کی دعوۃ حق ہے - دوسری جگہ زور دیا و فی انفسکم افلا تبصرون - تم اپنے اندر نہیں دیکھتے کہ کیا ہے ؟ اگر تم دیکھو تو تمہیں معلوم ہوجاے کہ شریعۃ الہی کوئی نئی چیز تم سے نہیں چاھتی - تمہاری فطرۃ اصلی ہی کا ظہور خالص چاھتی ہے - اسی کا نام دین قیم ہے -

(استشہاد و طریق استشہاد)

سورۂ والتین نے اسی حقیقت کو بیان کیا ہے اور اسپر شہادت پیش کی ہے - بیان بمنزلۂ دعوے کے ہے ' اور شہادت اسکی دلیل ہے - دعوا تمہیں معلوم ہوچکا : لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم - ہم نے انسان کو بہترین حالت عدل پر پیدا کیا ہے - اب دلیل کا حصہ باقی ہے ' لیکن قبل اسکے کہ دلائل پر نظر ڈالیں ' اسپر غور کرلینا چاہیے کہ اُس غلطی کا اصلی سبب کیا تھا ' جسکو سورۂ والتین دور کرنا چاھتی ہے ؟

اسکا اصلی سبب اعمال انسانی کی رنگا رنگی اور بوقلمونی تھی - انسان نے جب اپنے آپکو دیکھنا چاھا تو اپنی فطرۃ کو نہ دیکھہ سکا کہ وہ محجوب و مستور ہوگئی تھی - اس نے اپنے اعمال و افعال کو دیکھا اور انکے اندر ایک عجیب متضاد اختلاف نظر آیا - اس نے دیکھا کہ نیکی اور بدی دونوں باہم دست و گریباں ہیں - اگر ایک طرف اسکے اندر نیکی و شرافت کے رقیق و لطیف جذبات نظر آتے ہیں ' تو دوسری طرف درندگی و بہیمیت کی خوفناکی بھی نظر آتی ہے - اگر وہ فرشتوں کی طرح محبت و احسان کی آنکھیں رکھتا ہے ' تو بھیڑیوں اور بچھوؤں کی طرح اسکے پاس حرص و غرض کا پنجہ اور خونریزی و سفا کی کی زہریلی ڈنک بھی ہے - اگر ایک طرف پادشاہوں کے زرنگار تخت ' اور حکموں اور فرمانروائیوں کی عظمت و کبریائی نظر آتی ہے جو انسانی عظمت و جلال کی شہادتیں دے رہی ہیں ' تو انہی کے سامنے غلاموں کی پا بزنجیر صفیں بھی دست بستہ کھڑی ہیں جو انسان کو کتے اور بلی سے بھی زیادہ حقیر ثابت کر رہی ہیں ' کیونکہ نہ تو کتے نے اپنے جیسے کتے کے آگے سر جھکایا اور نہ بلی نے کبھی بلی کو سجدہ کیا -

اس نے دیکھا کہ یہی انسان حاکم بھی ہے محکوم بھی ' ساجد بھی ہے مسجود بھی ' عالم بھی ہے جاھل بھی ' عاقل بھی ہے ابلہ بھی ' نیک بھی ہے بد بھی ' شہنشاہی کا تخت ' حکمرانی کا فرمان ' فتح مندی کی تلوار ' نیکی کی فرشتگی ' اور سچائی کی قدوسیت بھی رہی ہے - اور غلامی کی خاک ' محکومی کی ذلت ' مقتولی کی گردن ' بدی کی شیطنت ' اور شر کی رذالت بھی اسکے سوا اور کوئی نہیں !

یہی انسان ہے جو رات کو دروازوں پر پاسبانی کرتا ہے تاکہ اسکے ہم جنس گھر کے اندر امن سے سوئیں ' اور یہی انسان ہے کہ دوسرے طرف سے آکر مکان میں نقب بھی لگاتا ہے تاکہ اپنے ہم جنسوں کو دکھہ اور نقصان پہنچاے - اگر عبادت گاھوں کے اندر فرشتے نہیں آتے بلکہ انسان ہی ہوتے ہیں ' تو ڈاکوؤں کے جتھوں کے اندر بھی بھیڑیے جمع نہیں ہوتے بلکہ آدم ہی کی اولاد ہوتی ہے -

پس اعمال انسانی کی اس رنگارنگی اور نور و ظلمت کے اس اختلاط کو دیکھکر وہ اس دھوکے میں پڑگیا کہ جس مخلوق کے اعمال کا یہ حال ہے ' اسکی فطرۃ کا بھی یہی حال ہوگا - اگر وہ اپنے اعمال کے اندر نیکی اور بدی اور عظمت و ذلت دونوں رکھتا ہے ' تو اسکی فطرۃ کے اندر بھی نیکی و بدی اور فوز و خسران دونوں ہونگے - اگر وہ اپنے اعمال اور نتائج اعمال کے اندر عظمت کا تخت اور ذلت کی بندگی ' دونوں جلوے دکھلاتا ہے ' تو اپنی فطرۃ کے اندر بھی طاقت و تسلط اور مقہوریت و محتاجیت ' دونوں رکھتا ہوگا - :

اس نے اعمال کو دیکھکر فطرۃ کیلیے حکم لگا چکا ' اور اسے افراد کی حالت کو دیکھکر نوع کیلیے فیصلہ کردیا -

اسی غلطی نے اسکے اندر یہ عقیدہ پیدا کیا کہ ہم صرف برائی اور نیکی ہی کیلیے نہیں ہیں جیسا کہ بعض افراد نظر آتے ہیں ' بلکہ حقیر ہونے اور برے رہنے کیلیے بھی ہیں جسطرح کہ اکثر افراد شہادت دیتے ہیں - پس نیکی اور برائی دونوں کیلیے اسمیں ایک مایوس قناعت پیدا ہوگئی ' اور اس غیر صالح قناعت نے عزم اور ہمت کی پیاس کو بالکل بجھادیا - ایک غلام ساری عمر غلامی اور بندگی میں خوش خوش گذار دیتا ہے ' اور کبھی اسکے اندر یہ احساس پیدا نہیں ہوتا کہ میں بھی ویسا ہی انسان ہوں جیسا میرا آقا ' پھر میں کیوں صرف بندگی کیلیے ہوں اور یہ کیوں آقائی کیلیے ؟ ایک محکوم قوم ویسی ہی خوشی اور سکھہ کے ساتھہ غلامی کی خاک پر لوٹتی ہے ' جسطرح ایک حاکم قوم عزت و عظمت کے تخت پر فرمانروائی کرتی ہے ' اور کبھی اسکے اندر یہ بیقراری نہیں اُٹھتی کہ ہم بھی انسان ہیں ' ہمارے پاس بھی وہ سب کچھہ ہے جو ان حاکموں کے پاس ہے ' پھر ہم کیوں ذلت کیلیے ہیں اور یہ کیوں عظمت و فرمانروائی کیلیے ؟ ہزاروں مزدور ہیں جو کارخانوں میں پہیوں کی طرح چکر کھاتے ہیں اور اسمیں اتنے ہی خوش ہوتے ہیں جسقدر کارخانہ کا مالک - لیکن کبھی ان میں یہ تڑپ نہیں اُٹھتی کہ اگر ہم بھی چاھیں تو کارخانہ کے مزدور کی جگہ کارخانے کے مالک بن سکتے ہیں ' اور یہ کیا ہے کہ ہماری ہی طرح انسان ہمارے مالک بنگئے ؟ پھر اسی طرح دیکھو کہ ہزارہا انسان ہیں جو طرح طرح کی بدیوں اور خباثتوں کی گندگیوں میں ڈوبے ہوے ہیں ' مگر کبھی نہیں سوچتے کہ نیک و پاک انسان بھی آخر ہمارے ہی طرح انسان ہیں ' یہ کیوں ہے کہ وہ نیک ہیں مگر ہم نیکی کیلیے جنبش نہیں کرسکتے ؟

ہر طرح کی مثالیں سامنے لاؤ ' اور ادنی و اعلی حالتوں کے اختلاف کے جسقدر پہلو ہوسکتے ہیں ' ان سب پر نظر ڈالو - تم پاؤگے کہ پستی و ذلت اور بدی و شرارت کی ہر زندگی کے اندر ایک باطل قناعت اور قاتل بے حسی پیدا ہوگئی ہے ' اور یہی قناعت و بے حسی قوتوں کو پامال اور انسانیۃ اعلی کی تمام بڑی سے بڑی طاقتوں کو ضائع کر رہی ہے -

اب غور کرو کہ یہ حالت کیوں پیدا ہوئی ؟ اسکا سبب بجز اسکے اور کچھہ نظر نہیں آئیگا کہ چونکہ انسان کے اعمال اور اسکے ثمرات متضاد اور مخلوط ہیں ' اور اکثر حالتوں میں پستی و ناکامی کے نمونے زیادہ ' اور عظمت و کامرانی کے امثال کم ہیں ' اسلیے ہر ناکامی کی حالت میں انسان نے ناکامیوں پر نظر ڈالی ' اور ہر برائی کی زندگی میں اس نے بروں کو دیکھا - یعنی ناکامیوں کو دیکھکر اپنی ناکامی پر ' گرے ہوؤں کو دیکھکر اپنی گری ہوئی حالت پر ' بروں کو دیکھکر اپنی برائیوں پر وہ ایک طرح کا استدلال کرنے لگا ' اور انسے شہادت لاکر اپنی حالت کو فطری اور لابدی سمجھنے لگا - اس غلط استشہاد نے اسکے اندر غلط قناعت پیدا کی ' اسکے احساس کو فنا کردیا ' اسکی طلب بجھہ گئی ' اور وہ اپنی ذلت و برائی کو اصلی اور شدنی چیز سمجھکر ایک بناوٹی خوشحالی میں مبتلا ہوگیا - غلام کے اندر آقا بننے کا کیوں جوش نہیں اُٹھتا ؟ اسلیے کہ وہ اپنے جیسے غلاموں کو دیکھتا ہے اور

سمجھتا ہے کہ یہ صرف میرے ہی لیے نہیں ہے بلکہ سب کیلیے ہے ' اور اسلیے ایک قدرتی چیز ہے جسپر صرف صبر ہی کرلینا چاہیے - پس اس نے غلاموں پر نظر ڈالی اور غلاموں سے اپنی غلامی پر شہادت لیا - اگر وہ غلاموں کی جگہ آقاؤں کو دیکھتا اور ان سے شہادت لیتا کہ آخر یہ بھی تو انسان ہی ہیں اور اسی کرۂ ارضی کی پیداوار پر بستے ہیں ' تو فوراً اسکا احساس مردہ زندہ ہوجاتا ' اور اپنی فطرۃ کے شرف و خیریت کو پا لیتا - ایک مزدور ہوں اسی میں خوش ہے کہ اتھارہ گھنٹے کی محنت کے معاوضہ میں صرف ایک روٹی پاتے ؟ اسلیے کہ وہ اپنی ادنی حالت کیلیے اپنے ہی جیسی ادنی حالت کے مزدوروں کو دیکھتا اور انسے استشہاد کرتا ہے ' اگر وہ انسے استشہاد کرتا جنکی وہ مزدوری کرتا ہے تو اسکے اندر بھی ولولۂ عزم و طلب پیدا ہوتا - ایک بد انسان اس طرح برائی میں اپنے اندر تسکین و قناعت پیدا کرلیتا ہے ؟ اسلیے کہ وہ بروں ہی کو دیکھتا ہے ' اور انہی سے استشہاد کر کے سمجھ لیتا ہے کہ انسان اسلیے بھی بنایا گیا ہے کہ برائی کرے جیسا کہ سب کررہے ہیں ' اور جب سب کر رہے ہیں تو وہاں ایک آرزو سہی :

بیا کہ رونق ایں کارخانہ کم نشود
ز زہد ہمچو توئی یا بہ فسق ہمچو منی !

پس حاصل صحبت یہ ہے کہ انسان نے فطرۃ انسانی کی حقیقت و خیریت کے سمجھنے میں غلطی کی اسلیے کہ اُس نے :

(۱) اعمال انسانی کو خیر و شر اور عظمت و ذلت کا مجموعہ دیکھا -

(۲) پس وہ سمجھا کہ انسان کی فطرۃ میں بھی خیر و شر اور ذلت و عظمت دونوں ہیں -

(۳) اس نے اعمال کی راہ سے فطرۃ کو دیکھنا چاہا اور افراد کی حالت کو دیکھکر نوع کو بھی اسی پر قیاس کر لیا -

(۴) اسی اعتقاد کا اثر اسکے تمام اعمال حیات میں پڑا جب اُس نے انسانی فطرۃ کو خیر و شر کا مجموعہ سمجھ لیا تو اسکے اندر شر و تسفل کی حالت میں ایک گمراہ قناعت پیدا ہوگئی - وہ سمجھنے لگا کہ جب برائی فطرۃ ہی میں ہے تو نیکی کا نہونا کوئی ایسی چیز نہیں جسپر افسوس کیا جاے ' اور جسکے لیے اچھلنا ہو -

اسکی یہ حالت دراصل ایک استشہاد و استدلال ہے جو وہ تمام ادنی و سافل حالتوں کے افراد سے کرتا ' اور عموماً اعمال شر و تسفل کو اپنے سامنے لاتا ہے -

(سورۂ والتین کے مطالب کی ترتیب)

سورۂ والتین کا موضوع ' اور مسئلۂ خیر و شر فطرۃ کے متعلق انسان کی غلطی کے اصلی اسباب معلوم ہوگئے - اب دیکھو کہ سورۂ والتین نے اس حقیقت کے اظہار و ثبوت کیلیے مطالب کی ترتیب کیا اختیار کی ہے ؟

(۱) اس نے دعوا کیا کہ انسان کی فطرۃ ہم نے نیک و صالح پیدا کی ہے - وہ صرف شرف و عظمت کیلیے ہے - اسکو بہترین حالت عدل پر ہم نے پیدا کیا ہے اور عدل ہی خیر کی حقیقت ہے : لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم -

(۲) ساتھ ہی ساتھ اُس نے اُس غلطی کا ازالہ کیا جسکی وجہ سے انسان نے اپنی فطرۃ کے متعلق ایسی عظیم الشان غلطی کی - اسکی بڑی غلطی یہ تھی کہ وہ انسان کی فطرۃ کے معلوم کرنے کیلیے انسان کے اعمال کو دیکھتا ہے ' اور برے انسانوں کو دیکھکر فطرۃ کی برائی پر استشہاد کرتا ہے - پس سورۂ والتین نے انسانی اعمال کی [illegible] جبروت کیلیے انسان کی عظمت و شرف سے استشہاد کیا ' اور یہ کہا کہ تم گرے ہوؤں کو دیکھکر اپنی فطرۃ کو کیوں گرا ہوا سمجھتے ہو؟ انکو نہیں دیکھتے جو گرنے کی جگہ بلند ہوے ؟ یہ لوگ جو فطرۃ صادقہ کو قائم رکھکر بلند ہوے ' وہی لوگ ہیں جنکی طرف و التین و الزیتون ' وطور سینین ' و ھذا البلد الامین کے تین جملوں میں اشارہ کیا گیا ہے - اور یہی وہ انعام یافتۂ الٰہی گروہ ہیں جنکی راہ صراط مستقیم ہے اور جنکی راہ کی طلب سورہ فاتحہ میں سکھلائی گئی ہے : صراط الذین انعمت علیھم انکی راہ جن پر خدا نے انعام کیا - یہی حزب اللہ ہے - یہی اولیاء اللہ ہیں - یہی خیر البریہ ہیں ' یہی البصیر ہیں ' اور یہی اصحاب الجنۃ ہیں -

(۳) رہا اعمال انسانی کی بد قلمونی اور خیر و شر کا سوال تو یہ اسلیے نہیں ہے کہ انسان کی فطرۃ برائی ہے - اسکی فطرۃ تو عدل و خیر ہی ہے ' البتہ وہ جب اسکو ضائع کردیتا ہے اور اعمال سافلہ میں مبتلا ہوجاتا ہے تو جس طرح اسکی خلقت سب سے اعلی تھی ' اسی طرح اسکا اکتساب عمل اسکو سب سے زیادہ ادنی بھی بنا دیتا ہے - حتی کہ اپنی حقیقت انسانی کو مسخ کرکے بسا اوقات چارپایوں اور درندوں سے بھی بد تر ہو جاتا ہے - تم یہ حالت مسخ دیکھکر کہتے ہو کہ یہ فطرۃ ہے ' مگر نہیں سمجھتے کہ فطرۃ نہیں ' خارج کا کسب و عمل ہے - پس اعمال انسانی میں خیر و شر اور عظمت و تسفل جو تمہیں نظر آتا ہے ' اس میں تفریق کرو - نیکی و عظمت اسکی خلقت ہے ' اور شر و تسفل اسکی ضالت عمل اور ضیاع فطرۃ - یہ اسکا عمل ہی ہے جس نے اُسے چارپایوں سے بھی بدتر بنا دیا ہے : ثم رددناہ اسفل سافلین - اسفل سافلین یعنی ادنی سے بھی ادنی تر حالت تک گرے ہوے وہی ہیں جنکا نام مغضوب اور ضالین ہے - پھر حزب الشیطان ' اولیاء الطاغوۃ ' شر البریہ ' الاعمی ' اور اصحاب النار بھی وہی ہیں -

(۴) یہ غلطی اسلیے ہے کہ تم اللہ کے قانون جزا و مکافات سے بیخبر ہو - اسکا قانون ہے کہ ہر بیج پھل لاتا ' اور اسی طرح انسان کا ہر عمل ایک نتیجہ پیدا کرتا ہے - زہر جب کھایا جایگا انسان مریگا ' اور معصیت جب کیجی کی جائیگی عذاب آئیگا - پس اعمال کے جزا ہی سے تمام نتائج پیدا ہوتے ہیں - اگر تمہارے اعمال فطرۃ صالحہ یعنی دین الٰہی کے مطابق ہیں اور تم نے اس کو ضائع نہیں کیا ہے ' تو تم اپنے فطری برائی اور نیکی حاصل کروگے ' اگر تم نے ضائع کردیا تو پھر تم مسخ ہو جاؤگے اور تم سے برا جانور زمین کی پیٹھ پر اور کوئی نہ ہوگا - جانور نے اپنی اصلی فطرۃ کو ضائع نہیں کیا - وہ سافل ہے - تم نے اپنی فطرۃ ہی کو ضائع کردیا ' پس تم سافلوں سے بھی اسفل اور بد سے بھی بدتر ہوگئے !

(۵) پس جن لوگوں نے اپنی فطرۃ کو عمل غیر صالح سے ضائع کردیا وہ انسانیۃ سے گرگئے ' مگر جنھوں نے ایمان باللہ سے انکار نہ کیا اور ایسے اعمال اختیار کیے جو صالح ہیں اور اسلیے نور فطرۃ کو قائم رکھنے والے اور چمکانے والے ہیں ' سو وہ اعلی سے اعلی مراتب انسانیۃ تک فائز ہوے ' اور ہمیشہ ایسا ہی ہوگا - اس دوسری جماعت کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ انکے عمل صالح کا درخت ہمیشہ پھل دیگا - انکے نتائج حقہ کی برکتیں اور نعمتیں کبھی بھی ختم نہونگی - وہ اسفل سافلین کی حالت میں نہونگے کہ فنا اور ہلاکت انپر طاری ہو - وہ " شجرۂ خبیثہ " نہیں ہیں - " شجرہ طیبہ " ہیں - لہذا فرمایا : فلھم اجر غیر ممنون !

(اصل تفسیر)

اب اصل سورۃ کی یکجا تلاوت کرو :

و التین و الزیتون ' و طور سینین و ھذا البلد الامین -	انجیر اور زیتون ' طور سینا ' اور مکہ معظمہ شاہد ہیں کہ بلا شبہ ہم نے

لقد خلقنا الانسان في احسن تقويم - ثم رددناه اسفل سافلين - الا الذين آمنوا و عملوا الصالحات فلهم اجر غير ممنون ' فما يكذبك بعد بالدين اليس الله باحكم الحاكمين -

انسان کو بہترین حالت عدل پر پیدا کیا - پھر اسکو بد سے بدتر حالت میں پھینک دیا - مگر وہ لوگ کہ ایمان لاے اور عمل صالح کیے تو انکے اعمال کے نتائج صرف بہتري هي کیلیے هیں - انکے عمل صالح کا بدلہ کبھي منقطع نہوگا - همیشہ پھل دیگا - پس اس حقیقت کے سمجھہ لینے کے بعد کون هے جو اعمال کے نتائج سے انکار کریگا ' اور اس بارے میں رسول کي تعلیم کو جھٹلائیگا ؟ کیا سب سے بڑا حکم کرنے والا خدا هي نہیں هے جسکے قانون جزا و سزا میں کبھي تبدیلي نہیں هو سکتي ؟

(تفصیـــل استشهـــاد)

حضرة نوح علیه السلام کے بعد دین الہي کا سلسلہ حضرة ابراهیم خلیل الله علیه السلام سے شروع هوتا هے ' اور ظہور اسلام اسي کا آخري مکمل ظہور هے - حضرة ابراهیم کي نسل سے بنو اسرائیل پیدا هوے جنکے احیاء کیلیے حضرة موسی کي دعوة کا ظہور هوا اور انهوں نے بنو اسرائیل کو مصریوں کي غلامي سے نکال کر عزت و خلافت کے درجه پر پہنچا دیا - انکے بعد جب بنو اسرائیل نے پھر الله کے احکام سے سرتابي کي اور اصلاح کي جگه افساد کا طریق اختیار کیا تو روز بروز تنزل و تسفل میں مبتلا هوتے گئے ' پس انبیاء مجددین کا سلسلہ شروع هوا اور وہ یکے بعد دیگرے اصلاح کرتے رهے - لیکن سلسلۂ تنزل بھي برابر بڑھتا گیا - حتی کہ وراثت ارضي سے بنو اسرائیل محروم هوگئے اور انپر یکسر تباهي و بربادي طاري هوگئي - اسوقت حضرت عیسی علیه السلام کی دعوة کا ظہور هوا ' جن پر چند غریب اور فاقه مست انسان ایمان لاے ' لیکن الله نے انهي غریب مچھوروں اور فقیروں کو یه درجه دیا کہ انکي دعوة و تبلیغ عالم میں پھیلي ' اور تمام روم و یونان میں مسیحي مذهب پھیل گیا -

پس انسان کے اعمال عظیمه و صالحه کے ان مظاهر کے تین قریبي درجے هوے :

(۱) دین الہي کي وہ بنیاد جو بیابان حجاز میں حضرة ابراهیم و اسماعیل علیهما السلام نے ڈالي ' اور اسکي اینٹیں رکھتے هوے امة مسلمه کے ظہور کي دعا مانگي :

و اذ یرفع ابراهیم القواعد من البیت و اسماعیل : ربنا تقبـــل منا انك انت السمیع العلیم ! (۱ : ۴۱)

اور جب حضرة ابراهیم و حضرة اسماعیل خانه کعبه کي بنیادیں رکھه رهے تھے ' تو انکي زبانوں پر یه پاک دعا جاري تھي : اے پروردگار ! همارے اس کام کو قبول کرلے - تو دعاوں کا سننے والا هے اور تو همارے نیتوں کو خوب جاننے والا هے !

الله تعالی نے اس دعا کو قبول کیا ' نسل اسماعیلي سے امة مسلمه کا ظہور هوا ' اور وہ آخري معلم رباني آگیا جس نے تعلیم کتاب و حکمت اور تربیت و تزکیۂ الہي سے جماعة مومنین پیدا کردي -

(۲) دعوة موسوي کي وہ روشني جو طور سینا پر چمکي اور وادي ایمن کے بقعه مبارکه سے " اني انا الله رب العـــالمیـــن " کي صداء حق اٹھي :

فلما اتاها نودي من شاطي الواد الایمن في البقعـــة المبـــارکة من الشجـــرة ان یا مـــوسی ! اني انا اللـــه رب العالمین ! !

پس جب موسی کوہ طور کے پاس پہنچے تو وادي ایمن کے کنارے کہ زمین کا ایک مبارک حصه تھا ' درخت سے ندا اٹھي : اے موسی ! میں هوں تمام جہانوں کا پروردگار !

یہي کوہ طور کي وادي ایمن کي روشني تھي جس نے بنو اسرائیل کو ظلمت تنزل و تسفل سے نجات دلائي ' اور عظمت و خلافت الہي کے درجه تک مرتفع کیا -

(۳) دعوة مسیحي کا وہ ظہور جو سلسلۂ اسرائیلي کا آخري ظہور تھا اور جو بیت المقدس کي سر زمین میں هوا :

فامنت طائفة من بني اسرائیل و کفرت طائفة فایدنا الذین امنوا علی عدوهم فاصبحوا ظاهرین !

پس بني اسرائیل کي ایک جماعت اسپر ایمان لائي اور ایک جماعت نے انکار کیا - مومنوں کو هم نے انکے دشمنوں کے مقابلے میں مدد دي - نتیجه یه نکلا کہ ایمان والوں کي کامیابي اور فتح مندي ظاهر هوگئي -

قرآن حکیم کي مخاطب جو جماعتیں تھیں ' انکي معلومات میں بھي انساني عظمت و قدوسیت کے بالاتفاق یہي تین جلوے تھے - اهل کتاب حضرة موسی اور حضرة عیسی علیه السلام کے نام لیوا تھے ' اور مشرکین مکه کا بڑا ادعائي شرف یه تھا کہ اپنے تئیں حضرة ابراهیم کي طرف منسوب کرتے -

پس سورۂ والتین میں سعادت انساني کے انهي تین ظہوروں سے انسان کي فطرة صالحه و عظمت و شرف پر شہادت الٰہي کي گئي هے - "تین اور زیتون" سے مقصود سر زمین شام هے جہاں حضرة عیسی کا ظہور هوا اور جو تمام انبیاء مجددین اسرائیل کا مقام ظہور هے ' "طور سینین" سے اشارہ دعوة موسوي کي طرف هے جسکي تجلي کا مطلع اسي مقدس پہاڑ کا دامن تھا - "بلد امین" یعني همیشه امن میں رهنے والا گھر خانۂ کعبه هے ' اور اسمیں اشارہ حضرة ابراهیم کي دعوة موسسۂ ابراهیمیه اور اسکے نتائج کي طرف هے -

استشهاد کي ترتیب شاخ سے اصل کي طرف ' نسل سے مورث کي طرف ' فاضل سے افضل کي طرف ' اور حسن سے احسن کي طرف هے - یعني ظہور سعادت انساني کے اس سلسلہ میں افضل ترین بنیادي مرتبه دعوة ابراهیمي کا هے - اسکے بعد مرتبۂ قیام شریعت موسوي کا ' اسکے بعد مرتبۂ تجدید انبیاء بني اسرائیل کا عموماً اور حضرة عیسی کا خصوصاً - (علی نبینا و علیهم الصلواة و السلام) پس ترتیب جزء سے شاخ کي طرف نہیں هے ' بلکه شاخ سے جزء کي طرف هے اور اسمیں بالترتیب تینوں درجوں کے مراتب یکے بعد دیگرے ملحوظ رکھے گئے هیں - چونکه سب سے آخري ظہور مسیحي سب سے زیادہ قریب تھا ' اسلیے سب سے پہلے اوسکا ذکر کیا گیا ' اسکے بعد اس سے اعلی مرتبه دعوة موسوي کا تھا ' پس اسکا ذکر کیا ' پھر سب سے اعلی ترین مرتبه بمنزلۂ اصل و حقیقة الحقائق کے مقام خلت کبری حضرة ابراهیم کا تھا ' پس اسمیں سلسلۂ ثلاثه ختم هوگئے -

(تین و زیتون)

" تین و زیتون " سے سر زمین شام کا مراد لینا بالکل واضح هے :

(۱) " طور سینا " اور " بلد امین " دونوں میں اشارہ اس سرزمین کي طرف کیا گیا هے جہاں ان کي دعوتوں کا ظہور هوا - پس معلوم هوا کہ اس سورة میں سرزمین کي طرف اشارہ کرکے اس سرزمین کي مشہور دعوة و امة کي طرف اشارہ دینا مقصود هے - اس بنا پر " تین و زیتون " میں بھي اشارہ کسي سرزمین هي کي طرف هوگا جیسا کہ ما بعد کي دو شہادتوں میں هے -

(۲) دنیا کي تمام سرزمینوں میں اُس وقت یہي جگه قرآن حکیم نازل هوا ' اور اب بھي جبکه ملکوں کي طبعي پیداوار کي فہرست همارے سامنے موجود هے ' انجیر اور زیتون ایک مخصوص پیداوار سرزمین شام کي هے - جسکي کثرت کے ساتھه اور جسقدر اعلی درجه کي یه دونوں چیزیں وهاں هوتي هیں ' وہ نہیں هوتیں - زیتون کا تیل شام کي عام غذا هے - کھي کي جگه عام طور پر اسي کو استعمال کرتے هیں - عیسائیوں کے بڑے بڑے

مذهبي اعمال کا اتنک یہ ایک مقدس جزو ہے - انکے تمام مذهبي رسوم میں اسي تیل کو " مقدس تیل " کہا جاتا ہے - روم کے تمام عیسائي بادشاہ جب تخت نشیں ہوتے تھے' تو مقدس تیل انکے سر پر لگایا جاتا تھا اور کہتے تھے کہ یہ حضرة سلیمان کا اتباع ہے - اسیطرح تاج پوشي کي رسم میں ایک پیالي روغن زیتون کي بھي رکھي جاتي ہے - قطع نظر ان تمام خصوصیات کے' اس سے تو کوئي انکار نہیں کرسکتا کہ تمام عرب میں یہ دو چیزیں شام کي مخصوص و ممتاز پیداوار سمجھي جاتي تھیں' اور اسقدر مشہور تھیں کہ بچہ بچہ جانتا تھا - اشارہ کیلیے یہ کافي ہے -

(۳) پس جب تین و زیتون کا اشارہ بھي اسي ملک کي طرف ہونا چاہیے اور وہ شام کے سوا اور کوئي نہیں ہوسکتا' تو پھر یہ ظاہر ہے کہ شام کا سب سے بڑا آخري ظہور حق حضرة عیسی کي دعوة ہے' اور ساتھ ہي یہ سر زمین تمام اسرائیلي انبیاء مجددین کے ظہور کا بھي ثمر ہے -

نیز چونکہ اسکے بعد ہي دعوة موسوي کي طرف اشارہ موجود ہے' اسلیے ربط بھي یہي چاہتا ہے کہ حضرة عیسی کي دعوة کي طرف بھي اشارہ ہو -

(۴) سب سے زیادہ یہ کہ تین اور زیتون کي تفسیر کے متعلق صحابۂ کرام و تابعین عظام رضوان الله علیهم اجمعین کي جو روایات موجود ہیں' ان سب پر مجموعي نظر ڈالنے کے بعد یہي تفسیر مرجح ثابت ہوتي ہے ' اور قرآن حکیم کي سب سے زیادہ صحیح تفسیر وہي ہے جو صحابہ کي تفسیر سے مطابق ہو کہ انکے علوم حاصل رسي سے براہ راست ماخوذ تھے

امام ابن جریر طبري نے تمام روایتیں جمع کردي ہیں - انپر نظر ڈالو - سب سے پہلے حضرة کعب کا ایک قول سامنے آتا ہے کہ " التین مسجد دمشق و الزیتون بیت المقدس " تین مسجد دمشق ہے اور زیتون بیت المقدس - پھر حضرت عبد الله ابن عباس کي نسبت سے اس قول کي شہرت ثابت ہوتي ہے کہ " الزیتون بیت المقدس " یعني زیتون بیت المقدس ہے -

لیکن اسکے بعد بعض کبار تابعین کي تصریحات آتي ہیں جنہوں نے اس امر پر زور دیا ہے کہ " ہو تینکم و زیتونکم " - یعني تین اور زیتون سے یہي انجیر اور زیتون مراد ہے جو تم استعمال کرتے ہو - اور کوئي چیز مقصود نہیں ہے - حضرة حسن' عکرمہ' مجاهد ' قتادہ وغیرہ سب نے یہي کہا ہے -

اب ان دونوں تفسیروں کو جمع کرو - جن صحابہ سے اس قول کو شہرت ہوئي کہ تین اور زیتون سے مراد مسجد دمشق اور بیت المقدس ہے' انکا مقصود یہ نہ تھا' کہ دمشق کي کسي عمارت کا نام تین ہے اور بیت المقدس کا نام زیتون' بلکہ یہ واضح کرنا تھا کہ تین و زیتون میں اشارہ سر زمین شام کي طرف ہے' کیونکہ وہاں ان دو چیزوں کي پیداوار بکثرت ہوتي ہے اور یہ اسکے خصائص میں سے ہیں - پس " زیتون یعني بیت المقدس " سے مطلب یہ تھا کہ زیتون میں اشارہ بیت المقدس کي طرف ہے -

لیکن بہت سے لوگوں کو اسمیں غلطي ہوئي اور انہوں نے یہ سمجھہ لیا کہ طور سینا کي طرح زیتون بھي بیت المقدس کے کسي پہاڑ کا نام ہے - اور پھر طرح طرح کي مزید تاویلیں اسمیں بیٹھائیں - یہ حال دیکھکر بعض اجلة تابعین نے غلطي کو دور کرنا چاہا' اور زور دیکر کہا کہ " ہو تینکم و زیتونکم " تین اور زیتون کسي پہاڑ یا ملک کا نام نہیں ہے - وہ یہي انجیر اور زیتون کا درخت ہے جو تم استعمال کرتے ہو - گویا انہوں نے واضح کیا کہ تین و زیتون سے اسکي جاے پیدایش مقصود ہے - یہ نہیں کہ خود اس سر زمین کا نام ہي تین و زیتون ہو -

چنانچہ امام ابن جریر کا بھي قریب قریب یہي خیال ہے - تمام روایتیں جمع کرکے لکھتے ہیں :

و الصواب من القول في ذالك عندنا من قال التین هو التین الذي یوکل و الزیتون هو الزیتون الذي یعصر منه الزیت لان ذالك هو المعروف عند العرب ..... الا ان یقول قائل اقسم ربنا بالتین و الزیتون - و المراد من الکلام القسم بمنابت التین و منابت الزیتون فیکون ذالك مذهبا - (جلد ۳۰:۱۵۴)

اس وقت اس بارے میں ہمارے نزدیک انہي لوگوں کا قول ٹھیک ہے جنہوں نے کہا کہ تین وہي تین ہے جو کھایا جاتا ہے' اور زیتون وہي درخت ہے جس سے تیل نکلتا ہے - کیونکہ عرب میں یہ معروف تھا - اور اس نام کے کسي پہاڑ کو وہ نہیں جانتے تھے - ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کہے کہ الله نے تین اور زیتون کي قسم کھائي مگر مقصود اس سے تین و زیتون کي پیدایش کے مقامات کي قسم کھانا ہے - سو اگر یہ کہا جاے تو یہ ایک مذهب ہو گا -

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ تین و زیتون سے یہي پھل اور درخت مراد لیتے ہیں ' انکو صرف اس سے انکار ہے کہ کسي ملک یا پہاڑ کا نام تین و زیتون نہیں ہے' اور یہ بالکل صحیح ہے - لیکن اس سے وہ انکار نہیں کرتے کہ ان چیزوں سے ان چیزوں کي پیدایش کي سر زمین مراد نہ ہو -

(احسن تقویم)

" احسن تقویم " میں " تقویم " ٹھیک ٹھیک بمعني تعدیل کے ہے - یعنے ہم نے انسان کو بہترین قوام و عدل پر پیدا کیا - تعدیل خلقت میں جسم اور فطرة ' ظاهر و باطن' سب داخل ہیں - اور جن صحابہ و تابعین سے " في اعدل خلق و احسن صورة " بکثرت منقول ہے' اور نیز جو صحابہ استقامت صورت و جسم کو پیش کرکے حقیقت تعدیل خلقت کو سمجھانا چاہتے ہیں' ان سب کا مقصود یہي تعدیل فطرة ہے اور اس بارے میں کوئي اختلاف نہیں - کسي نے کہا کہ انسان کا قد دیکھو' کسي نے کہا جسم کا تناسب دیکھو' کوئي اور آگے بڑھا اور کہا کہ خلقت کي تعدیل معنوي پر بھي نظر ڈالو - تعدیل کا ایک بڑا نمونہ انسان کا قد ہے ' اسکي بڑي نمود اسکے تناسب اعضاء و جسم میں ہے ' اور پھر اسکي فطرة عدل و قوام صالح پر پیدا کي گئي ہے - پس سب نے ایک ہي حقیقت کو واضح کیا اور اسیکو مختلف تعبیرات سے سمجھانا چاہا -

الهلال کی مکمل جلدیں

آخري فرصت

الهلال کي مکمل جلدیں اب بالکل ختم ہوگئي ہیں - صرف دو اور تین جلد کے چند مکمل نسخے باقي ہیں بظاهر امید نہیں کہ پھر دوبارہ مجلدات الهلال طبع ہو سکیں - اسلیے ارباب ذوق اس آخري مہلت سے فائدہ اٹھائیں اور اگر طلب ہو تو دفتر سے منگوالیں - ہر نسخہ مجلد ہے - مع فہرست مضامین تصاویر - قیمت مجلد آٹھ روپیہ -

بعض جلدیں نا تمام بھي نکل سکتي ہیں - یعنے جن میں ایک یا دو نمبر نہیں ہیں - جن حضرات کو نا تمام جلدوں کي ضرورت ہو - وہ طلب فرما لیں - جتنے پرچے نہیں ہیں ' انکي اور جلد کي قیمت وضع کرلي جائیگي -

مختارات

خواطر فی الاسلام

تاریخ مدنیۃ اسلامیہ کا ایک سرسری درس

اردو زبان میں ابتک کوئی کتاب ایسی لکھی نہیں گئی جسمیں اختصار کے ساتھہ تاریخ اسلام کے مختلف دوروں پر نظر ڈالی گئی ہو ' اور فلسفۂ تاریخ کے اصول پر علل و اسباب عروج و زوال سے بحث کی گئی ہو -

عربی زبان کی جدید مطبوعات میں ایک کتاب " خواطر فی الاسلام " ہے جسکو عطا حسنی بک نامی ایک جدید تعلیم یافتہ مصری نے تصنیف کیا ہے - کتاب کا موضوع تقریباً وہی ہے جسکی طرف سطور بالا میں اشارہ کیا گیا ' البتہ طرز بحث و نظر زیادہ دقیق اور بلند نہیں ہے اور یہ حال مصر کی تمام تصنیفات کا ہے - یوں سمجھنا چاہیے کہ اچھے موضوع میں ایک ابتدائی درجہ کی مگر دلچسپ کتاب ہے -

پچھلے دنوں میں خیال ہوا تھا کہ بحالت موجودہ اگر اسی کا اردو ترجمہ شائع ہوجاے تو بہتر ہے - چنانچہ ایک اہل قلم نے میری خواہش پر اسکا ترجمہ شروع کردیا اور اب قریب الاختتام ہے - کتاب میں بالترتیب تمام اسلامی دوروں پر نظر ڈالی گئی ہے - آجکی اشاعت میں بضمن مختارات اٹھارویں فصل کا ترجمہ شائع کیا جاتا ہے جو خلافۂ راشدہ کے دور کیلیے بطور تمہید کے ہے - آیندہ اشاعۃ میں انیسویں فصل شائع ہوگی اور وہی اصل بحث اور اسلیے زیادہ اہم و دلچسپ ہے -

فصل ہشتم

اسلامی دور اول

اسلام کا پہلا دور حروب و فتوحات کی رزمگاہ ہے - مسلمانوں نے جہاد فی سبیل اللہ کے حکم عام پر عمل کیا ' اور توفیق الٰہی اونکی حلیف تھی - اسلیے کوئی قلعہ نہ تھا جو اونکی انگلیوں کے اشاروں پر فتح نہ ہوا ہو ' اور کوئی ملک نہ تھا جس نے اسلامی حرکت سیاسی کے سامنے اپنی گردن نہ جھکا دی ہو -

اسلام وہ پہلی سلطنت ہے جس نے انسانوں سے انسانیۃ کیلیے جنگ کی ' اور اقوام عالم کو یہ جتلادیا کہ فاتح مسلمان اپنے مغلوب دشمن پر رحم کرتے ہیں - اور جب اونکا مقابل تابع و فرماں بردار ہو جاے ' تو وہ اوسکے ساتھہ رحیمانہ نرمی کے سلوک سے پیش آتے ہیں - خواہ وہ لڑنے سے پہلے صرف رعب اسلام سے مرعوب ہوکر اطاعت گذار ہوا ہو ' یا جنگ کے بعد شکست کھاکر -

اس سے پہلے یہ قاعدہ تھا کہ جب ایک بادشاہ دوسرے پر غالب آتا ' تو وہ اپنے مقابل کو قتل کر ڈالتا یا اوسکو قید کرلیتا تھا - اور اسکے ساتھہ اوسکے ننھے بچوں اور حجلہ نشیں شہزادیوں کا بھی وہی حال ہوتا جو اونکے بدقسمت بادشاہ کا ہوتا - چنانچہ بفسطرح شہر کے دوسرے ٹھہر اوٹے جاتے ' اونکی عورتوں کو بھی قید کیا جاتا ' اور بچوں کو ظالم فاتح عموماً تہ تیغ کر دیتے - یہی قدیمی شاہی جرم سزا پر بھی آتی تھی - مورخوں نے بکثرت ایسے واقعات بیان کیے ہیں جنکے ذکر سے ہمارے جسم کانپ اٹھتے ہیں اور اونکے سننے سے کان بہرے ہوجاتے ہیں - اسی طرح پہلے واقعین بھی سلوک اوس مقابل کیساتھہ کرتے جو بلا لڑے ہتھیار ڈالدیتا اور مطیع و منقاد ہو جاتا غرض اوس دشمن میں جو جنگ کے بعد زیر ہوا ہو اور اُس میں جو بغیر جنگ کے مطیع ہوگیا ہو ' کوئی فرق نہ تھا ' اور سب کی عزت و ناموس کا خاتمہ یکساں طور پر کیا جاتا - ان بیرحموں کو نہ تو شہزادیوں کی عصمت دری پر رحم آتا اور نہ شہزادوں کی جوانی پر -

اس قسم کے واقعات سے ہم کتاب کو طوالت دینا نہیں چاہتے - اگر قبل از اسلام کے زمانہ پر تم نظر ڈالوگے تو وہ اس قسم کے ہیبتناک حوادث سے سیاہ نظر آئیگا - دولت شرقیہ ' حکومت رومانیہ ' اور سلطنت فارس کے عہد پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ اس زمانہ کی تاریخ ان ہولناک جنگوں کے خون سے رنگی ہوئی ہے جنمیں یہ سلطنتیں مبتلا ہوئیں - لیکن ہمیشہ فتح کے بعد انہوں نے اپنے بدقسمت مفلوح حریفوں کو ایسی ایسی رخشندہ تابناک سزائیں دیں کہ اون پر زمانہ ابتک اشک ریز ہے اور ہمیشہ رہیگا -

وہ مسلمان ہی ہیں جنہوں نے فتح کا علم اس حالت میں آگے بڑھایا کہ ہاتھوں میں قرآن اور سر پر لواء اسلام تھا - اور اسلامی فتوحات کا مقصد سواء اسکے کچھہ نہ تھا کہ اشاعۃ کلمۂ عدل و حق ہو ' اور انسانیۃ راحت تامہ اور سعادت کاملہ سے مستفید ہو - مسلمانوں نے انسانوں کو استعداد کے پنجوں سے چھڑایا ' حریت کی روح پرور ہوا سے پالا ' اور غارتگر دشمنوں سے اوسکو محفوظ و مامون رکھا - غرض مسلمانوں کی فتح انسانیۃ کی خادم تھی - اہل عقل و صاحب سیاسۃ کیلیے یہی وہ عقدہ تھا جسکو اسلام نے حل کیا ' اور یہی وہ روشن دلیل تھی جس نے ظاہر کردیا کہ دین حنیف کی وہ اعجاز آفریں تاثیر کیا تھی جس نے عالم کے قلوب کو اپنی طرف مائل کرلیا تھا اور درشت مزاجوں کو نرم دل اور جہالت کدوں کو مدنیۃ آباد کر دیا تھا -

اس موقعہ پر یہ ضروری ہے کہ صرف مدنیۃ نصرانیۃ سے بحث کی جاے - لہذا اسکے لیے مثالاً اوس زمانہ قدیم کو پیش نظر رکھنا چاہیے جو بت پرست اقوام پر غلبۂ نصرانی کے بعد سے شروع ہوا ' اور ظہور اسلام تک رہا - یعنی سنہ ۳۰۶ ع سے (جبکہ شاہ قسطنطین نصرانی ہوگیا تھا) سنہ ۶۲۲ع تک جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سنہ ہجرت ہے - اسوقت شرقی سلطنت نصرانی تاجدار یا تو مذہب کے سایہ میں پر سر حکومت تھی یا حکومت مذہب پر سایہ افگن تھی - زمانۂ نظرہ کی تاریخ ایسا ہمکو بتاتی ہے کہ عیسائیۃ اسوقت فساد کی جو اور انسانیۃ مشی کا کھوانا تھی جسکے حاملین کا صرف یہ علم تھا کہ بعض بعض پر لعنتوں کے تیر برسایا کریں اور قوی ضعیف کو بیرحمی و بیدردی سے قتل کر ڈالے جیسا کہ ہم پہلے بتفصیل تحریر کر آے ہیں - مشرقی مسیحی سلطنت کی شام و مصر و فارس کی نزائیاں جو اس قرن

فترة میں ہوئیں' ان نعمت انمیز حالات سے معمور ہیں جو دامن مسیحیت پر سخت بدنما داغ ہیں' اور ہمارا خیال ہے کہ اوس ظلم آلود دامن کو دیکھکر عیسائیت کی روح اب بھی کانپتی ہوگی - یونانی کس بے انسانیت کی روح بھی سخت تلاطم میں ہے - اِس زمانہ کے مجوسی سلاطین اور نصرانی ملوک بالکل یکساں ہیں - اگر دونوں مدعی امتیاز اپنے برے واقعات کی تلاش کریں تو ان دونوں میں کوئی فرق نہیں پائینگے - جس بیرحمی کے ساتھ مجوسیوں کی تاریخ حملہ آوری میں موجود ہیں' وہی ظالمانہ حوادث مسیحی حملوں میں بھی نظر آتے ہیں -

اور اگر ایسا ہوا تو اسمیں کوئی تعجب کی بات نہیں - اسلیئے کہ نصرانیت اس دنیا کیلیئے نہیں ہے بلکہ صرف عاقبت کیلیئے ہے - جیسا کہ خود مسیح علیہ السلام نے فرمایا : " میری سلطنت اُس جہان میں ہے "

اس زمانہ فترہ میں گذشتہ تمدن کے تاجدار اور علوم قدیمہ کے وارث روم و فارس تھے' لیکن باوجود اس تفوق کے وہ خود ہمجنسی و وحشت میں غرق تھے' اور وہ شرمناک حرکتیں اُن سے صادر ہوتی تھیں جن سے انسانیت بیزار ہے -

عرب قرن فترہ میں بالکل جاہل اور عالم بدویت میں تھا - اوسمیں مدنیت کی بو تک نہ تھی اور تمدن کے نام سے بھی واقف نہ تھا - اسی طرح وہ اُس علم و فلسفہ سے بھی جاہل تھا جو عالم میں پھیل چکا تھا - اہل عرب کی صنعت یہ تھی کہ وہ مویشیوں کو چراتے تھے اور چراگاہوں کیلیئے لڑتے تھے - انکی تجارتی کائنات صرف یہ تھی کہ کچھ سوداگران عرب' فارس اور شام کے بازاروں میں اپنے جانوروں کو فروخت کرکے روپیکی تھوڑی سی دولت حاصل کرلیا کرتے تھے - اور انکی مثال بعینہٖ ایسی تھی جسطرح کہ آج بعض عربی سوداگر قاہرہ کی شاہراہوں پر کبھی کبھی جانوروں کو بیچتے نظر آجاتے ہیں -

انہی بدوی عربوں نے جب ذکاوت و عقل کی منزل میں قدم رکھا تو نہایت قلیل وقت میں انکی وہ حالت ہوگئی جو ہم کو صحابۂ کرام کی زندگی میں نظر آتی ہے - سیاست ملکی میں انکا حزم و احتیاط' تسخیر ممالک میں انکی حسن تدبیر' فتح بلاد میں انکا اسوۂ حسنہ' اور شہروں کی آبادی و زینت میں انکا والہانہ مدنیت اپنی آپ نظیر ہے -

آج تمام عالم جاپان کی ترقی سے حیرت زدہ ہے اور اُس کے موجودہ ارتقاء کے مقابل عالم کو حیرت میں غرق کردیا ہے - لیکن اسکی ترقی کا زمانہ بھی پینتیس سال ہے' اور ان اسباب کی بنا پر ہے جنکو زمانہ کے انقلاب نے اسوقت پیدا کردیا ہے' اور انپر غور کرنیکے بعد جاپان کی ترقی میں کوئی غرابت و حیرت باقی نہیں رہتی -

انیسویں صدی میں تمدنی وسائل علمی اسباب کی طرح بےقدر بکثرت موجود ہیں کہ جلد سے جلد وہ قوم جو بدویۃ و توحش میں غرق ہے' تمدن و علوم کا آفتاب بن سکتی ہے - یورپ و امریکہ میں تعلیم عام ہے' مدارس کی کثرت نے ہر کس و ناکس' شہری و دیہاتی کیلیئے اپنے دروازے کھول رکھے ہیں -

جب جاپان کی متجدد سطح متحرک ہوئی اور اسکے تخت حکومت پر گذشتہ بیدار مغز بادشاہ جلوس فرما ہوا تو اس نے جوشیلے لائق جاپانیوں کا ایک لشکر عظیم مرتب کیا' اور یوروپ و امریکہ میں تحصیل علوم و فنون کی غرض سے اسکو بھیجا - نیز اپنے ملک میں بڑے بڑے مدارس قائم کیے' اور یورپ و امریکہ کے عالموں کو بلا کر انکا پروفیسر مقرر کیا' ساتھ ہی پارلیمنٹی حکومت کی بنیاد ڈالی - ایسی حالت میں کوئی عجیب بات نہیں اگر ایک جاہل قوم تیس سال کے اندر ایک بڑی قوی قوم بن جائے -

لیکن اگر ہم عرب کی تاریخ کو پڑھیں اور اسکی جہالت سابقہ کو سامنے لائیں' تو کوئی [illegible] سوائے اسلام کے ایسی نظر نہیں آتی جو اہل عرب کے اسلامی تمدن کی معاون ہوتی' اور انکو مدنی و علمی ترقی کی طرف حرص دلاتی' یا عمرانیۃ کے جذبہ کو پیدا کرتی - بلکہ اسکے برعکس انمیں ظہور اسلام سے پہلے بدویانہ درشت مزاجی موجود تھی' اور جاہلانہ جنگ و جدال رات دن کا مشغلہ تھا - تربیت مویشی انکی دین و دنیا تھی' اور حفظ نسب و بلاغۃ و فصاحت فطری کائنات علمی - مگر اسلام کے بعد انکی حالت میں ایک نا قابل فہم انقلاب ہوگیا - دنیا کا امن و امان انہی کے ذات سے وابستہ ہوگیا - انہوں نے وہ علم حاصل کیا اور اوس صداقت کی پرستش کی' جس نے علم ہندسہ' الجبرہ' طبعییات' کیمیا' تاریخ وغیرہ تمام ان علوم سے بے نیاز کردیا جنکی ایک فاتح لشکر اور سیاسی جماعت کو سخت ضرورت ہوتی ہے - اسباب ظاہر کے لحاظ سے بغیر ان فنون و علوم کے فتح و نصرت اور حکومت و سیاست محال ہے' مگر انہوں نے محال کو واقعہ بنا دیا - وہ علم کیا تھا اور وہ صداقت کونسی تھی ؟ وہ صرف قرآن اور اوسکے حقائق و معارف تھے' جنکو اہل عرب نے نبی امی صلعم کی مقدس زبان سے سنا' اور انکی مردہ رگوں میں برقی قوۃ کیطرح وہ تعلیم کام کرگئی - وہ حقانیت کا ایک نور تھا جس نے تمام عرب کو ایک ہی جلوہ میں بیخود کردیا' اور عرب کے بدوی و وحشی فخر روزگار ہوگئے -

پس عرب کے اسلامی انقلاب کو اس نظر سے نہ دیکھو کہ ایک نئی قوم پیدا ہوگئی' بلکہ اس لحاظ سے دیکھو کہ تمدن و حکمت کو کس چیز نے پیدا کیا ؟ گذشتہ متمدن قوموں نے تدریج تمدن و علوم کو حاصل کیا اور پھر دنیا کی رزمگاہ میں در آئے - آج ہمارے سامنے جاپان ہے جس نے یورپ سے تمدن و علم کو اخذ کیا اور کامیابی کے ساتھ مشہور ہوگیا - مگر عربوں کے پہلے دور میں کوئی تمدنی سرچشمہ ایسا نہیں ملتا جس سے انہوں نے فائدہ اُٹھایا ہو - صرف دین اسلام کا ظہور اور قرآن مجید کی تعلیم تھی جو انکو ملی - اور بغیر علوم و تمدن کو اخذ کیے ہوئے انہوں نے تمدن و عمران' مساوات و امن' اور تعمیر و سلام کے ایسے تیس سال پیدا کردیے جنکے نظیر نہ تو دنیا کے قدیم تمدنوں میں ملتی ہے اور نہ جدید تمدن میں -

تمام عالم میں ایک متنفس بھی خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم' ایسا نظر نہیں آتا جو اس حقیقت سے انکار کرے کہ یہ سب کچھ ثمرہ انہی انوار الہیہ کا نہ تھا' جو نبی کریم صلعم پر نازل ہوئے - بلکہ اس صدی میں اکثر ایسے معترفین پیدا ہوگئے ہیں جنکو صاف صاف اقرار ہے کہ عربستان کے نبی امی ہی نے اس موجودہ تمدن کی حرکت پیدا کی تھی' اور وہ اسلام ہی ہے جس نے دوبارہ مدنیۃ کو زندہ کیا - اور اس لحاظ سے بلاشک و شبہہ نبی عربی کا وجود رحمۃ للعالمین ہے - چنانچہ اکثر عقلاء فرنگ اور محققین یورپ نے یہ تصریح کردی ہے کہ اگر اسلام ظاہر نہ ہوتا اور بلاد معمورہ عالم سلاطین روم و فارس کی عنایتوں کے دست نگر رہتے تو عمرانیۃ مٹ جاتی' شہر اجڑ جاتے' اور علوم و فنون کا اثر کبھی کا تزیکر تھندا ہوگیا ہوتا - جو شخص صفحات تاریخ پر تحقیق و تدقیق کی نظر ڈالیگا وہ اسکو ایک قول صادق اور عقیدہ راسخہ پائیگا -

جب ہم جناب ابو بکر صدیق (رض) کی طرف دیکھتے ہیں جو رسول اللہ صلعم کے بعد خلیفہ ہوئے' تو ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے سیاست کا وہ مستحکم ستون قائم کردیا تھا' جسکو مدارس سیاسیہ کے بڑے بڑے ماہر بھی نہیں قائم کرسکتے - ملک رائی کے بہترین اصول سے آپ واقف تھے' سطوت و سیاست کے پوشیدہ طریق آپ پر منکشف ہوگئے تھے - حالانکہ اسلام سے پہلے صدیق اکبر بھی دیگر [illegible] عرب کی طرح بدویانہ زندگی رکھتے تھے - پس اگر قرآن شریف نازل نہ ہوتا تو اہل عرب علوم و فنون' معاشرت و معاملات' اور تاریخ سیاست سے بالکل جاہل رہتے - سوائے اون چند روایتوں کے

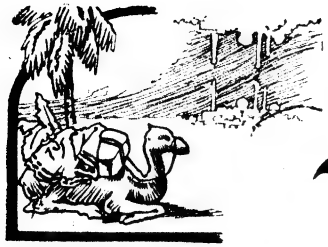

شئون اسلامیه

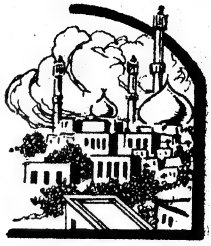

جو اپنے اسلاف سے سنتے چلے آے تھے - حضرة ابو بکر صدیق (رض) نے مرتدین سے جنگ کي، اور ان پر فتحیاب هوے - اسیطرح تمام جزیرہ نماء عرب میں تعلیم قران عام هوگئي اور اوس نور الهي کي تنویر سے عرب کا کوئي کنبہ خالي نه رها - اپني وفات کیوقت زید بن حارثه کي سیادت میں جس مهم جنگي کو جناب رسول الله صلعم نے شام کي جانب بهیجنا چاها تها، اسکو جناب صدیق اکبر نے بهي شام پر حمله آور هونیکا حکم دیا - اسکے علاوہ بلاد فارس کي جانب بهي لشکر کشي کي - یه فوج کشي حضرت ابوبکر کي ناعاقبت اندیشانه یا بلا سوچے سمجهے نه تهي، بلکه کامل احتیاط، کمال حسن تدبیر، اور بهترین طریقه سیاسة پر عمل میں آئي تهي، جسکي شهادت ان لشکروں کي فتوحات هیں اور اوراق تاریخ میں موجود هیں - حضرت ابو بکر صدیق نے کلام رباني نبي عربي سے پڑها تها، لهذا ایں لحاظ انکو حکمت قرآني اوس دهن مبارک سے عطا هوئي تهي جو سرچشمه حکمت و علوم حقه تها - پس صدیق اکبر کي سیاسة عظیمه اور حکمت عالیه ذرا بهي قابل تعجب نهیں -

انکے بعد عمر فاروق خلیفه ثاني کا دور آیا - اونکي قابل فخر حسن تدبیر، شهرہ آفاق سیاسة، مایة روزگار حکمت و تدبر، بے مثل حکمت عملي نے بهت سے با جبروت سلاطین کا نام صفحه دنیا سے محو کردیا، اور زمانه سے یه اقرار کرا لیا که آسوقت اس زمین کي سطح پر عمر فاروق کا کوئي مثل و نظیر نه تها :

مضی الدهور و ما اتین بمثله
و لقد اتی فعجزن عن نظرائه

اگر تم اس مدنیت کے بادشاہ اور حکمت و سیاست کے امام یعني فاروق اعظم کے ایام جاهلیة کے حالات پڑهوگے تو تمکو معلوم هوگا که یهي علم و حکم کا پیکر قبل از اسلام ایک ساده و معمولي بدوي موجود تها جسکي ترقي کي کائنات کل یه هےکه وہ مریشیوں کا تاجر هے اور اس غرض سے شام و فارس کا گاه گاه سفر کرلیتا هے - مگر اسي وجود نے جب انوار قرآني کو اپنے قلب میں جذب کیا اور رسول الله صلی الله علیه وسلم سے آداب و حکمت الهي کي تعلیم پائي تو عدل و فضل، سیاسة و ریاست، علوم و حکم کي وہ آیات بنیات ظاهر هوئیں که تمام اهل تحقیق کے نزدیک اونکي کوئي مثال نهیں ملسکتي -

یهي حالت بقیه اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم کي هے که اونمیں سے هر ایک میدان حرب کا بطل، لشکر کا سپه سالار، سیاسة کا امام، اور هدایت کا آفتاب تها - چنانچه حضرت علي، ابو عبیده، سعد بن ابي وقاص، طلحه، زبیر، عباس وغیرهم رضي الله عنهم - اور اکثر صحابه مدنیة فاضله کي بلند ترین منزل میں هیں -

نسیم شمال

سراج الاخبار افغانیه و مجلة البلاغ هند

و ان کنت لا تدري، فتلک مصیبة
و ان کنت تدري، فالمصیبة اعظم !

بر قاریین کرام پوشیده نیست که مجلة الهلال و البلاغ از آغاز اشاعة الی الآن در اقتباس آراء و افکار معاصرین کرام نسبت خودش یک مسلک مخصوصي پیش گرفته، و گاهے از باب تقریظات جرائد و مجلات عصر نقل و اقتباس نه نموده - حتی که جرائد و مجلات شهیرہ عالم اسلامي علی الخصوص روزنامه هاے آستانة علیه و مصر و شام مثل اقدام و ترجمان حقیقت و شمال و سبیل الرشاد و المنار و البلاغ بیروت وغیرها از مرحمت و لطف کریمانه و حسن ظن معاصرانه خود شان هیچه درین باب بکرات و مرات نگارش فرمودند، علی سبیل الاشاره هم ازان نقل و حکایت درمیان نه آمد - لاکن این اولین دفعه ست که بر خلاف مسلک قدیم خود از یک جریدة شهیرہ عالم اسلامي بعض سطور را در صفحات البلاغ اقتباس مي کنیم که بطور تقریظ البلاغ تازه نگارش یافته -

این جریدة جلیلة یگانه سراج الاخبار افغانیه ست که از دار الامارة دولة علیة اسلامیة افغانیه خلد الله تعالی شوکتها و ملکها هر هفته توزیع و نشر، و در اسم محترم خود یک یاد آوري دل افروز و یک تذکار روح پرور اسم سامي و محبوب اعلی حضرة سراج الملة و الدین را داراست، و بدین واسطه مرآة آمال و مطمح انظار و جالب قلوب تمام ملت اسلامیه مي باشد :

و من مذهبي حب الدیار لاهلها
و للناس فیما یعشقون مذاهب

مدیر و محرر این جریدة شریفه حضرة ادیب جلیل و فاضل نحریر عالي جناب معالي آداب میرزا محمود طرزي از اجلة مشاهیر عصر اند که سالهاے دراز در ممالک عزیزة اسلامیه علوم و فنون قدیمه و حدیثه را بنهج جدید اخذ و تحصیل، و باز از طالب مخصوص حضرة ملوکي طرف وطن مبارک خود عودت، و مدتها ست که پیوسته در خدمت ابناے وطن، و دعوة و تبلیغ کلمة حق و صدق، و نشر و توزیع علوم و فنون، و تدوین مصنفات و ادبیات نافعه، و ترتیب و تحریر جریدة محترمة سراج الاخبار افغانیه، اوقات گرامي خود را وقف نموده، و بدان واسطه در تمام بلاد اسلامي بفرق شهرت و لواء عزت را بر افراشته اند - فطوبی رجل یعیش و یموت فی قوم یعرف اقدار الرجال !

هنگامیکه در سنه ۱۹۰۴ عودت فرماے وطن مبارک بودند و از دمشق شام به خاک هند وارد، این فقیر در همدمي مقیم بود - هنوز آن لمحات گرانمایة وقت خود را فراموش نه کرده ام که از صحبت و ملاقات این فاضل یگانه خوش وقت و سعادت اندوز بودم :

تبدلت ايامنا مضت و ليالينا
جاءت فتعرى من ذا رهن دموعي
الا هل لنا يوما من الدهر عودة
و هل لي الى وقت الوصال رجوع ؟
و هل بعد اعراض الحبيب تواصل
و هل للدور قد افلن طلوع ؟

اما معلوم نيست كه آن طرف چه طور ست ؟

اينكه هرگز فراموشت نه كنم
هديت از بنده ياد مي آيد ؟

باينكه بايد گفت :

بهر تو شعر دهلم سخن ها
شايد كه تو هم شنيده باشي !

همين تذكرهٔ و يادآوري يک صحبت رفتهٔ قديم بود كه از مطالعه تقريظ البـــلاغ با جگرے پر از خون و دلے پر از اضطراب تازه گشت ، و يک تقريب مخاطبة و معادثهٔ صديق قديم انگاشته بے اختيار اين چند كلمات از خامه حسرت نگار تراوش يافته - و الان يضيق صدري و لا ينطلق لساني :

و من بعد هذا مايدق بيانه
و ما تتمه لحظي لديد و اجمل

انما اشكوا بثي و حزني الى الله و اعلم من الله ما لا تعلمون !

و ان كنت لا تدري فتلك مصيبة
و ان كنت تدري ، فالمصيبة اعظم !

وهو الذي ينزل الغيث من بعد ما قنطوا ، و ينشر رحمته ، و هو الولي الحميد !

* * *

معاصر محترم ممدوح در شماره ۱۰ ماه رواں كه عنوان تقريظ مي نگارد :

(البـــلاغ)

" البلاغ " نام يک رسالهٔ فريد اسالهٔ اسلاميه است كه در تحت رياست تحريري اديب فاضل ، و لبيب عامل ، وطن پرور غيور ، و لفاظ فصيح و بليغ مشهور هند ، جناب مولانا ابو الكلام صاحب آزاد در هر پانزده روز يک بار بكمال زينت و زيبائي اشاعت و انتشار مي يابد - مسالك و مقصد اعظم اين رسالهٔ بلاغت توام از نام نامي اين روز نامهٔ گرامي بنوعي ظاهر و آشكار ست - چنانچه علاوه بر معاني كه از ان مراد و مفاد يگانهٔ تبليغ احكام اسلام ، و ترغيب به حفظ و ترتيب قوانين منيف شرع شريف حضرت خيرالانام عليه السلام اخذ و استنباط ميشود ، مطالب و مقصد فصاحت و بلاغت آن نيز مفهوم و معلوم ميگردد - طرز تحرير و شيوهٔ تقرير اين جريد فريده خيلي مرغوب و پسنديده است - چنانچه اصل هر واقعه و هر بحث و بيان را از آيات بينات قرآن عظيم الشان اخذ و استناد مي نمايد -

جناب مولانائے موصوف در خصوص رنگيني عبارات ، و سنگيني كلمات ، و متانت الفاظ و لغاتي كه در حين تقرير و اثنائے تحرير خود سازي بي تكلفانه استعمال مي فرمايند ، در همگنان معروف ، و در خاص و اعاظم مضامين جيد و عناوين جديد طبع عالي شان به حيثيت يک موجد و مخترع در عالم اسلامي تسليم ميشود .

دوم ازين " الهـــلال " نام يک رسالهٔ معتبر ديگري كه طرز تحرير و نهج تقرير و وضع تقطيع و تركيب آنرا رسالهٔ مفاسد ارالهٔ " البلاغ " عيناً پيروي ، و تعقيب ميكند ، نيز در تحت مديريت جناب فاضل مشار اليه در عرصهٔ ادبيات رونق افزاي عالم مطبوعات مي گرديد ، ولي پيش از مدت ده ماه بنا بر بعض اشكالات مالي و اشغالات كثيرهٔ مدير عرفان تخميز خود به توقيف و تعطيل مجبور شد - و دريذقدر مدت مديد شايقان ديدار و عاشقان گفتار خود را در انتظار ميداشت - تا بتاريخ اول محرم سنه ۱۳۳۴ در عرض آن شمارهٔ نخستين رسالهٔ " البـــلاغ " الغرا در معرض طبع و انتشار آمده ، عالم علم و ادب را يک رونق تازه و يک طراوت بي اندازهٔ بخشيد - و بدينصورت قلوب همهٔ هواخواهان و جميع مشتركين " الهـــلال " را به جبههٔ ملاحت شبههٔ خود حظ و سرور فوق العادة عطا فرموده ، بظافتهاي صوري و لطافتهاي معنوي خود گرويده ، مجلوب ساخت - و در ين خصوص ذات جناب مولانا ابو الكلام خيلي شايان تمجيد و تحسين ميباشد . علاوه بر اخلاق حميده و اوصاف پسنديدهٔ مانند حب دين و وطن و خوش اسلامي كه مولانا و بعضي از امثال شانرا در قطعهٔ هندوستان به آن شهرت حاصل است ، صفت اعجاز كلامي ، فصاحت و بلاغت بياني ، و عبور علوم دينيه تنها از صفات ممتاز ، و مخصوصيتي است كه حق سبحانه تعالى خاص به ايشان عطا فرموده و ادبيات زبان اردو را به آن عروج و ترقي داده است - انسان اگر مجلدات " الهـــلال " را در زير نظر دقت و مطالعه بگيرد ، بے شبهه در مقابل حدت تحرير و تقرير ، و جدابت مفهوم و معناي آن محو و حيران خواهد ماند - و از آنجا قوت سحر نگاري ، و جادو زباني صاحب و مدير انرا اندازه و تخمين خواهد توانست - حقيقتاً جناب مولانا در مسلک خود يک شيوهٔ احسن ، و يک اصول بسيار مستحسني را كه نظير آن كمتر يافته ميشود از پيش گرفته تعقيب مي كند -

رسالهٔ مصورهٔ " البلاغ " بلحاظ صورت و معنى از جرايد بر گزيده و ممتاز اردو زبان قطعهٔ وسيعهٔ هندوستان است ، و هيچ اخبارے نيست كه بقواعد مخصوصه و اصول موضوعهٔ وے كه براے خود اخذ و انتخاب نموده ، دعوى همسري نمايد - در لطافت و پاكيزگي خود يگانهٔ جريدهٔ است كه در همهٔ هندوستان بطبع ميرسد - يكي از خصوصيات لازمهٔ آن اينست كه بحروف " تايپ " و تصاوير بسيار زيبا و صهبي مطبوع و مزين مي گردد - قيمت سالياته آن تنها ۱۲ روپيه انگليزي ، شش ماههٔ آن ۶ روپيه و ۱۲ - آنه ميباشد ، و حجمش هم ۴۸ مي از ۲۴ صحيفه كمتر نميشود - مجلدات رسالهٔ مصورهٔ " الهلال " كه قبل ازين اشاعت مي يافت ، نيز هر يک به قيمت ۷ روپيه انگليزي در ادارهٔ عليهٔ " البلاغ " در كلكته بفروش ميرسد كه همهٔ آنها به اعتبار صفائي تصاوير كثيره و استفادهٔ ارباب ذوق شايان مطالعه و لازم خريدنست - ما همهٔ اهالي وطن عزيز خود را كه بزبان اردو كم و بيشي آشنائي دارند و يک شوق و لذت علمي را مالک باشند ، به اشتراى مجلدات " الهلال " و اشتراک رسالهٔ " البـــلاغ " ترغيب و تحريض داده مي گوييم كه مطالعهٔ اين چنين آثار مفيده براے ايشان باعث بسى استفاده و توسيع معلومات و توليد عزائم و همم است -

" سراج الاخبار افغانيه " رفيق معزز و محترم خود " البـــلاغ " را بكمال فرحت و مسرت استقبال و پذيرائي مي كند ، و همواره بتمام كاميابي و موفقيت اشاعت آنرا در تحت مديريت جناب كمالات مآب فضيلتمند مولانا ابو الكلام آرزو دارد ، و همهٔ عالم اسلام را بشارت ميدهد كه الحمد لله در هندوستان نيز بعضي چنين ذواتي وجود دارند كه بكمال فعاليت ، مدافعهٔ ديني را نموده با همهٔ موجوديت خود شان بر حفظ حرارت اسلامي درين قوم و ملت خود كوشش ورزيده ، آنرا از شر و ضرر نجات و رستگاري ميدهند " زاد الله تعالى امثالهم "

البـــلاغ :

سخن طرازي و دانش هنر نظيري نيست
قبول دوست مگر نالهٔ حزين گردد !

انسان کي حياة صالحه

اور اسکي طبعي عمر

سلسلۂ الاصلاح والانساد کي ايک مختصر صحبت

دنيا معدوم تهي ' وجود ميں آئي ' پهر معدوم هوجائيگي ' باتات ' حيوانات ' معدنيات ' کا وجود صفحۂ هستي پر نه تها ' خدا نے ان کو پيدا کيا ' اور وهي ايک دن ان کو اولت بهي ديگا ' دنيا کے نشيب و فراز مٹ جائينگے ' اور خدا اور خدا کے فرشتے ايک هموار ميدان ميں کهڑے هوکر انسان کے اعمال فاسده و صالحه کا جائزه لينگے :

کلا اذا دکت الارض دکا	جب زمين چور چور کردي جائيگي '
دکا دکا و جاء ربک و الملک	اور تمهارا پروردگار اور اوسکے فرشتوں کے
صفا صفا (فجر : ۲۲)	پرے کے پرے آ جائينگے -

اعمال صالحه و اخلاق فاضله کے قائم رکهنے کيليے فرق فطري ديا گيا ' پيمانه عام قائم کيا گيا ' خير و شر کي حد بندي کردي - ليکن کيا تمهارے اعمال اس قانون الهي سے آزاد هيں ؟ نهيں ! تمهارے اعمال ' تمهارے اخلاق ' تمهارے فضائل بهي دنيا کي اور چيزوں کي طرح معدوم تهے - قوت صالحه نے اونکو پيدا کيا ' مگر وقت و مکان کے لحاظ سے ان ميں بهي ايک سلسلۂ وجود و عدم جاري هے -

جسطرح دنيا کي ايک عمر هے ' اشخاص کي ايک محدود زندگي هے ' اقوام کے موت و حيات کي ايک مدت هے - يهي حال تمهارے فضائل و مناقب کا بهي هے - حضرة آدم کا سلسله نسب قيامت تک قائم رهيگا مگر بني آدم کا حسب چار پشتوں سے زياده نهيں چل سکتا - ايک شخص جد و جهد کرکے فضائل کا اکتساب کرتا هے ' علوم سيکهتا هے ' حکومت کي بنياد ڈالتا هے - مذهب کا سنگ بنياد رکهتا هے ' اوسکا بچه اس جد و جهد کا ذکر اوسکي زبان سے سنتا هے ' اوسکے اعمال کو ديکهتا هے - باپ مرجاتا هے ' اور وه اونهي طريقوں پر عمل کرتا هے جن پر باپ نے عمل کرکے يه بنياد قائم کي تهي ' ليکن ديوار ميں ذرا سا شگاف هوجاتا هے ' کيونکه باپ حصول محاسن کا موجد تها ' يه مقلد هے ' اور مقلد و مجتهد کا فرق ظاهر هے - دو پشت اسطرح گذر جاتي هے اور شرف خاندانی قائم رهتا هے - تيسري پشت شروع هوتي هے ' اور يه سلسلۂ خاندان صرف آبا و اجداد کي سني سنائي باتوں کي تقليد کرتا هے ' اسليے شگاف ميں اور زياده وسعت پيدا هوجاتي هے - پهر چوتهي پشت شروع هوتي هے ' اور مغرور انسان آباء و اجداد کے فضائل اور جد و جهد کا مرقع زريں ديکهتا هے اور يقين کرليتا هے که اب يه وراثت دائمي هے ' جد و جهد اور عمل حق کي کوئي ضرورت نهيں - جب قلعه مستحکم هوگيا تو پهر فوج کي کيا حاجت هے ؟ پس وه هاتهه پانوں توڑ کے بيٹهه جاتا هے ' يه حال ديکهکر محرکات و رسائل عمل بهي اسکو چهوڑ ديتے هيں اور کسي دوسرے خاندان کا هاتهه پکڑ ليتے هيں - وه خاندان ان آلات و اسلحه کو ليکر اوٹهتا هے ' اور قلعه فتح کرليتا هے - ديوار دهم سے گر پڑتي هے ' اور چار پشت کے بعد اعمال صالحه کا کهرانا عموماً دوسري جگهه منتقل هوجاتا هے -

اگرچه بهت سے خاندانوں کا شرف اس سے زياده مدت تک قائم رهتا هے ' اور بهت سے خاندان اس سے پهلے بهي برباد هو جاتے هيں ' ليکن معلوم هوتا هے که اعمال صالحه کي متوسط عمر يهي هے - قران حکيم اور حديث و تاريخ سے بهي اسکي تائيد هوتي هے :

ليس علي الذين آمنوا	جو لوگ ايمان لاے اور عمل صالح کيا '
و عملوا الصالحات جناح	اونپر کوئي گناه اوس چيز کيليے نهيں هے
فيما طعموا اذا ما اتقوا	جسکو اونهوں نے کهايا ' جبکه تقوی
و [illegible] الصالحات	اختيار کيا ' ايمان لاے ' اور عمل
ثم اتقوا و آمنوا ثم اتقوا	صالح کيا ' پهر تقوی اختيار کيا اور
و احسنوا و الله	ايمان لاے ' پهر تقوی اختيار کيا اور
يحب المحسنين -	احسان کيا ' اور خدا احسان کرنے
(مائده : ۹۴)	والوں کو دوست رکهتا هے -

ايمان و عمل صالح کے بعد ايک درجه قائم هوگيا ' اسکے بعد خدا نے تين بار تقوی و ايمان و احسان کي هدايت کي ' اسليے يه چاروں درجے مکمل هوگئے - چوتهے درجه پر احسان کا حکم ديا که عمل صالح کي تکميل احسان هي هے -

خدا نے اگرچه ان مراتب اربعه کو چند متعين اشخاص کے ساتهه محدود کرديا هے ' ليکن يه قران حکيم کا عام انداز هے که باپ کے اعمال کو اولاد کي طرف منسوب کر ديتا هے ' اسکے بعد کے تينوں مراتب نيچے کي پشتوں کے ساتهه تعلق رکهتے هيں - حديث شريف ميں آنحضرت نے حضرت يوسف عليه السلام کے مناقب کا ذکر ان الفاظ ميں فرمايا هے :

انما الکريم ' ابن الکريم '	شريف ' شريف کا بيٹا ' شريف کا
ابن الکريم ' ابن الکريم	بيٹا ' شريف کا بيٹا ' يوسف بن
يوسف بن يعقوب -	يعقوب هے -

يعني آپ نے کرم کا انحصار چار پشتوں ميں کيا ' جسکا مقصد يه هے که حضرت يوسف کے خاندان نے شرافت کي کامل مدت کو پورا کرليا ' اور يهي چار پشتوں کي مدت اوسکي آخري سرحد هے -

ايک بار نوشيرواں نے نعمان سے کها " کيا عرب ميں کوئي قبيله سب سے ممتاز هے ؟ " اوس نے کها هاں ! نوشيرواں نے وجه فضيلت پوچهي - نعمان نے جواب ديا : جس خاندان ميں تين سردار متصل هوتے چلے آئيں ' پهر چوتهے کي باري آے ' تو تمام قبيلے ميں وه خاندان ممتاز خيال کيا جاتا هے - نوشيرواں نے اس خاندان کو طلب کيا تو آل حذيفه بن بدر الفزاري نے ' شرافت کي يه آخري سند پيش کي - اگر سلاطين عالم کے خاندانوں پر نگاه غائر ڈالي جاے تو وه بهي اسکي تائيد کرينگے ' اور خلافت راشده کا دور تو اسکي واضح مثال هے :

خير القرون قرني ثم الذين	بهترين زمانه ميرا زمانه هے پهر وه
يلونهم ثم الذين يلونهم -	لوگ جو اسکے بعد آئينگے پهر وه
	جو اس کے بعد -

آنحضرت صلی الله عليه و سلم نے چوتهے دور کا ذکر نهيں کيا که فتنه و فساد کا زمانه قابل ذکر نهيں -

عموماً اقوام کي عمر ' اشخاص سے زياده ممتد هوتي هے - يهي حال اخلاق و فضائل کا بهي هے - اشخاص اور اشخاص کے ساتهه اونکے محاسن زندگي بهي چلے جاتے هيں ' ليکن قوم باقي رهتي هے ' اور اوسکے ساتهه اوسکي اخلاقي روح بهي قائم رهتي هے - پس اگر هم اپني اخلاقي زندگي کو ترقي دينا چاهتے هيں ' تو همکو اپنے تمام اعمال صالحه کو جمهوريت کے قالب ميں ڈهال دينا چاهيے - اسلام کے قالب ميں فطرتاً يه روح موجود تهي ' اسليے اوسکے تمام قواے طبعي ايک مرکز پر جمع هوکر جسم کو حرارت دیتے تهے ' ليکن امتداد زمانه نے اس مرکز کو اپني جگه سے هٹا ديا ' اسليے شخصيت نے جمهوريت کي جگه ليلي اور خلافت نے حکومت کي صورت اختيار کرلي ' جب تک بدن ميں قوت تهي مرض کے نتائج علانيه محسوس نهيں هوے ' ليکن جب جسم کي قوت ميں اضمحلال پيدا هوا تو دفعتاً ظاهر هوئے - دانايا نے ديکهه ليا که مرض نے رطوبت غريزي کو خشک کرديا هے ' اور حرارة اصليه کا چراغ بجهه گيا ' اوسوقت خدا کا فرشته پکارا - ظهر الفساد في البر و البحر بما کسبت ايدي الناس - رطوبت اکسيجن خشک هوگئي هے ' حرارت اگرچه بجهه گئي هے ' مگر جسم باقي هے ' اور وه پهر اسي معجون مرکب سے توانائي حاصل کرسکتا هے -

اسوۂ حسنہ

تربیت یافتگان عہد نبوت

حضرت سلمان فارسی

رضی اللہ عنہ

(از مولانا عبد السلام صاحب ندوی)

(۲)

(غزوات)

بدر و احد کی لڑائیاں جس وقت واقع ہوئیں، حضرت سلمان فارسی غلامی کی حالت میں تھے، اسلیے مجبوراً شریک نہ ہوسکے - بدل کتابت ادا کرکے جب وہ آزاد ہوگئے تو غزوۂ خندق پیش آیا، اور یہ پہلی لڑائی تھی جس میں وہ شریک ہوئے - اسکے بعد تمام لڑائیوں میں عام طور پر شریک ہوتے رہے - غزوۂ خندق میں حضرت سلمان فارسی ہی کے مشورہ سے خندق کھودی گئی تھی - اسکے کھودنے کے لیے انصار اور مہاجرین میں غالباً مسابقت کا خیال پیدا ہوگیا تھا - چونکہ حضرت سلمان فارسی نہایت قوی آدمی تھے، اس بنا پر انکے متعلق انصار و مہاجرین میں حجت ہوئی - انصار کہتے تھے سلمان ہم میں سے ہیں، اور مہاجرین انکو اپنی طرف کھینچتے تھے - حضرت سلمان فارسی کی فضیلت اس سے زیادہ کیا ہو سکتی ہے کہ جناب رسول اللہ نے اس جھگڑے کو ان الفاظ میں چکا دیا کہ :

سلمان منا اهل البيت — سلمان ہمارے اهل بیت میں سے ہیں -

غالباً کسی مذہب کے بانی نے ایک اجنبی غلام کو اسقدر عزت نہ دی ہوگی کہ اسکو اپنے اهل بیت میں شامل کرلیا ہو - یہ مساوات اسلام ہی نے قائم کی تھی اور یہ اُسیکا خاصہ لازمی ہے -

(اخلاق و عادات)

حضرت سلمان فارسی بیحد حلیم، منکسر المزاج، قانع، رحم دل، زهد پیشہ، اور فیاض طبع تھے - بیت المال سے انکو چار ہزار درہم ملتے تھے لیکن [illegible] تقسیم کردیتے تھے، اور خود اپنے ہاتھ کی کمائی پر بسر کرتے تھے - وہ جس زمانے میں مدائن کے امیر تھے، کھجور کی چٹائیاں وغیرہ بناکر معاش پیدا کرتے تھے - چنانچہ کچھ لوگ انکی طرف گذرے اور یہ حالت دیکھکر کہا : آپ تو یہاں کے امیر ہیں، اور آپ کو بیت المال سے بھی وظیفہ ملتا ہے، پھر آپ ایسا کیوں کرتے ہیں ؟ انہوں نے کہا : میں اپنے رب کا مال زیادہ پسند کرتا ہوں - بعض روایتوں میں ہے کہ انکا وظیفہ پانچ ہزار تھا، اور وہ تیس ہزار آدمیوں کے حاکم تھے - لیکن اس حالت میں بھی وہ لکڑیاں چن لاتے تھے، اور انکے پاس صرف ایک عبا تھی جسکا آدھا حصہ بچھاتے تھے اور آدھا پہنتے تھے - جو وظیفہ ملتا تھا اُسکو تقسیم کردیتے تھے، اور کماکر گذر اوقات کرتے تھے - انہوں نے اپنے لیے کوئی مکان نہیں بنایا تھا، جہاں کسی کا گھر مل جاتا، اُسکے سایہ میں پڑ رہتے تھے - ایک مرتبہ حذیفہ (رض) نے اُن سے کہا ہم آپ کے لیے گھر کیوں نہ بنادیں - انہوں نے فرمایا کیا مجھے بادشاہ بنانا چاہتے ہو؟ کیا میرے لیے ویسا ہی گھر [illegible] جیسا کہ تمہارا مدائن میں ہے ؟ انہوں نے کہا نہیں، ہم تمہارے لیے بانس کا گھر بنالینگے، اور اُسکی چھت نرکل کی ہوگی، وہ اسقدر پست ہوگا کہ جب تم کھڑے ہوگے تو تمہارا سر اُس سے لگ جائیگا، اور اس قدر تنگ ہوگا کہ جب سونا چاہوگے تو تمہارے پہلو اُسکے دونوں کناروں سے مل جائینگے - انہوں نے کہا اب تم نے میرے دل کی بات کہی -

امارت اور حکومت سب کو عزیز ہے، لیکن حضرت سلمان (رض) زهد کی وجہ سے اُسکو ہمیشہ مکروہ سمجھا کیے، ایک بار اُن سے اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا :

حلاوة رضاعتها — یعنے اُسکے دودھ کی شیرینی اور اُسکے
مرارة فطامها — دودھ چھوڑنے کی تلخی اسکا سبب ہے -

عمر بھر کسی سے سوال نہیں کیا، زکوۃ و خیرات کے مال کہانے سے اسقدر بچتے تھے کہ ایک مرتبہ اُنکے غلام نے درخواست کی کہ مجھے مکاتب بنا دیجیے - انہوں نے فرمایا : تمہارے پاس کچھ مال ہے - اسنے کہا نہیں - آپ نے کہا پھر یہ کیونکر ہوگا ؟ اُسنے جواب دیا کہ میں لوگوں سے سوال کرکے یہ مال ادا کردونگا - آپ نے فرمایا کیا مجھے لوگوں کا دھوون کھلانا چاہتے ہو ؟

وہ زهد و قناعت کی وجہ سے معمولی سے معمولی سامان کو بھی وبال جان سمجھتے تھے - وہ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو سعد بن ابی وقاص انکی عیادت کو آئے، حضرت سلمان انکو دیکھکر رونے لگے - انہوں نے کہا رونے کی کوئی وجہ نہیں، رسول اللہ آپ سے بہت خوش تشریف لیگئے - آپ قیامت کے دن اپنے ساتھیوں سے ملینگے اور حوض کوثر پر رسول اللہ سے بھی ملاقات ہوگی - حضرت سلمان نے فرمایا : خدا کی قسم میں موت کی گھبراہٹ یا دنیا کی طمع سے نہیں روتا - لیکن رسول اللہ نے وصیت کی تھی کہ تمہاری معاش ایک مسافر کی زادراہ سے زیادہ نہ ہونی چاہیے - حالانکہ ہمارے آس پاس یہ سانپ ہیں !

جس سامان دنیا کو انہوں نے سانپ کا خطاب دیا تھا، وہ صرف ایک پیالہ اور لوٹے کے سوا کچھ نہ تھا -

حضرت سلمان فارسی کا توکل اور انکی قناعت عام طور پر مشہور تھی - یہانتک کہ بعض صحابہ نے انکی وفات کے بعد خواب میں بھی توکل و قناعت ہی کو دیکھا -

عبد اللہ بن سلام کا بیان ہے کہ میں ایک روز دوپہر کے وقت سویا ہوا تھا، مجھے نیند آگئی تو سلمان آئے اور سلام کیا، میں نے سلام کا جواب دیا، اور پوچھا کہ تم نے کیسا گھر پایا - انہوں نے کہا نہایت عمدہ - توکل اختیار کرو کیونکہ توکل نہایت عمدہ چیز ہے اور اس جملہ کو بار بار دہراتے رہے -

رحمدلی کی یہ کیفیت تھی کہ اپنے غلاموں سے در کام لینا کبھی نہیں گوارا فرماتے تھے - ایک دفعہ ایک شخص انکے پاس آیا، وہ اُس وقت آٹا گوندھ رہے تھے - اس نے کہا آپ کا خادم کہاں ہے ؟ آپ نے فرمایا ہم نے اسکو ایک ضرورت کے لیے بھیجا ہے، ہم نے پسند نہیں کیا کہ اس پر دو کاموں کا بار ڈالا جاے -

حلم و خاکساری کا تو وہ گویا مجسم نمونہ تھے - وہ مدائن کے امیر تھے - ایک مرتبہ نکلے تو ایک شخص بانس کا بوجھہ لیے جاتا تھا، اس سے انکے جسم میں خراش آگئی، وہ رک گئے اور پاس آکر اُسکا بازو ہلاکر کہنے لگے : جب تک جوانی کا لطف نہ اٹھالو خدا تم کو زندہ رکھے -

ایک مرتبہ ایک شخص شام سے انجیر کا گٹھا لیے آتا تھا، اُسنے حضرت سلمان فارسی کو دیکھا تو انکے بدن پر صرف ایک چھوٹی سی عبا تھی، اسکو چونکہ یہ معلوم نہ تھا کہ مدائن کے حاکم یہی ہیں، اسلیے اسنے بلا کرکہا کہ یہاں آؤ - یہ بوجھہ اُٹھا لیچلو - حضرت سلمان کو بوجھہ لیجاتے ہوے لوگوں نے دیکھا تو اس سے کہا یہ تو یہاں کے گورنر ہیں - اسنے کہا مجھے کیا معلوم تھا ؟ حضرت سلمان نے فرمایا : جب تک اسکو تمہارے گھر تک نہ پہونچادونگا ہرگز نہ اُتارونگا -

ایک بار ایک شخص نے گھاس خریدي ' وہ حضرت سلمان کو نہیں جانتا تھا ' اسنے انکے سر پر وہ گھاس لاددي - وہ راستے سے گذرے تو لوگوں نے کہا آپ کے بدلے ہم اٹھا لیتے ہیں ' اسنے پوچھا یہ کون ہیں ؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ رسول اللہ کے صحابي ہیں ' اسنے معذرت چاہي ' مگر انہوں نے کہا کہ میں نے تو یہ نیت کرلي ہے کہ اسکو تمہارے گھر تک پہونچاؤنگا -

ایک دفعہ وہ فوج کے امیر ہو کر نکلے ' فوج کے نوجوانوں کے پاس ہو کر گذرے تو ان سبھوں نے انکي ہنسي اڑائي - ایک شخص نے کہا آپ سنتے ہیں ؟ انہوں نے فرمایا ان سے درگذر کرو ' خیر و شر کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا -

وہ اگرچہ مدائن کے امیر تھے ' لیکن جب کبھي نکلتے تو لوگ کہتے " کرک آمد کرک آمد " وہ پوچھتے کہ یہ کیا کہتے ہیں تو لوگ کہتے کہ یہ سب آپ کو گدھے سے تشبیہ دیتے ہیں - لیکن وہ ان سے درگذر کرتے -

لیکن باوجود اس زہد اور حلم و انکسار کے ان میں رہبانیت کا شائبہ تک نہ تھا ' اور صرف یہي نہیں کہ خود رہبانیت سے بچتے ' بلکہ دوسروں کو بھي اس سے بچانے کي کوشش کرتے - حضرت ابوالدرداء سے رسول اللہ نے ان کي مواخاۃ کرادي تھي - ایک دن حضرت ابو الدرداء کي بي بي نے ان سے شکایت کي کہ وہ رات بھر تو نماز پڑھتے ہیں اور دن کو روزے رکھتے ہیں (یعنے میرا حق ادا نہیں کرتے) اسلیے حضرت سلمان فارسي نے وہ رات وہیں بسر کي - جب ابو الدرداء نماز کو اٹھے تو انہوں نے روک لیا - صبح ہوئي تو کھانا تیار کروایا ' اور جب تک ابوالدرداء نے روزہ نہ افطار کر لیا ' وہاں سے نہ ٹلے - ابو الدرداء رسول اللہ کي خدمت میں حاضر ہوے تو آپ نے فرمایا : سلمان تم سے زیادہ عالم ہیں ' اعتدال کے ساتھہ عبادت کرو -

(مناقب)

حضرت سلمان کو زہد ' عبادت ' حلم و انکسار ' اور اخلاق حسنہ کي وجہ سے وہ درجہ حاصل تھا ' جو اکثر صحابہ کو حاصل نہ ہوا ہوگا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ جنت تین شخصوں یعني حضرۃ علي ' عمار ' اور سلمان کي مشتاق ہے - (رضي اللہ عنہم) - حضرت عائشہ فرماتي ہیں کہ سلمان کو رسول اللہ سے وہ قربت حاصل تھي کہ قریب تھا کہ ہم لوگوں پر غالب آ جائیں - حضرت علي (رضي اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ سلمان کو آخر و اول کا علم حاصل ہے - وہ ایک ایسا دریا ہیں جو کبھي خشک نہیں ہوسکتا ' وہ اہل بیت میں سے ہیں - حضرت عبد اللہ بن عمر کا وظیفہ سالانہ تین ہزار اور حضرت سلمان فارسي کا چار ہزار تھا - لوگوں نے حضرت عمر سے پوچھا کہ ان کو امیر المومنین کے بیٹے پر کیا فضیلت ہے ' جو انکا وظیفہ زیادہ مقرر کیا گیا ہے ؟ حضرت عمر نے فرمایا : سلمان جن جن لڑائیوں میں رسول اللہ کے ساتھہ شریک ہوے ' ان میں ابن عمر نہیں شریک ہوے -

(وفات)

حضرت سلمان فارسي کي وفات کا واقعہ بھي نہایت عجیب ہے - جب انکي موت کا وقت آیا تو انہوں نے اپني بي بي سے کہا کہ جو چیز میں نے چھپا رکھي ہے - اسکو اٹھا لاؤ - وہ مشک کي ایک تھیلي اٹھا لائیں - حضرت سلمان فارسي نے پیالے میں پانی منگوایا اور مشک کو اسمیں حل کردیا - پھر بي بي سے فرمایا : اسکو میرے ارد گرد چھڑک دو ' کیونکہ میرے پاس ایک ایسي مخلوق آنے والي ہے جو خوشبو کو بہت پسند کرتي ہے ' اور کھانا نہیں کھاتي (ملائکہ) اور دروازہ بند کرکے تم یہاں سے چلي جاؤ - ان کي بي بي تعمیل حکم کرکے تھوڑي دیر تک باہر بیٹھي تھیں کہ انہوں نے ایک نہایت آھستہ آواز سني - جاکر دیکھا تو انکا وصال ہوچکا تھا -

مواعظ و خطب

سورہ کریمہ ماعون

(از مولانا خواجہ عبد الحي - سابق پروفیسر مدرسہ کالج)

دولت کے کرشمے بھي عجیب و غریب ہیں - ایک مجسمہ شیطنت اور ملعونیت ' ایک پیکر فسق و فجور انسان ' زریں لباس زیب تن کیے ہوے تمہاري مجلس میں آ جاتا ہے - اس کا ایک ایک فعل ' ایک ایک حرکت اخلاق انسانی کو توڑنے والي ' اور نظام عالم کو درہم برہم کرنے والي ہوتي ہے ' مگر سونے کا چمکدار تھیلا سب کي آنکھوں کو خیرہ کردیتا ہے اور تمام حاضرین سر بسجود ہوکر " انت الھنا " پکارنے لگتے ہیں - اسکي تمام برائیاں نیکیاں بن جاتي ہیں ' اسکے تمام نقائص محاسن و فضائل میں بدل جاتے ہیں ' اور وہي مفسد و شیطنت کا پتلا ' معبود و مطلوب ہو اور الہوس بن جاتا ہے - دولت کے یہ کرشمے ہیں ' تم ان کو روز مرہ مشاہدہ کرتے ہو ' مگر تم ان سے نصیحت و عبرت حاصل نہیں کرتے - یمرون علیھا و ھم عنھا معرضون -

دولت اپنے ساتھہ خوبیاں بھي لیکر آتي ہے اور برائیاں بھي ' قرآن حکیم مال جمع کرنے سے تمکو نہیں روکتا بلکہ مختلف مقامات پر اس کو " خیر " سے تعبیر کیا ہے مگر اسکے یہ معني نہیں ہیں کہ اسکے اندر عیب نہیں ' قرآن اپنے انداز مخصوص کے لحاظ سے ہر ایک بحث کي تنقیح کرتا ہے ' اسکے محاسن و فضائل ظاہر کرتا ہے ' اسکے عیوب و مفاسد کو کھولتا ہے ' اور پھر بتلا دیتا ہے کہ صراط مستقیم کیا ہے ؟

بخل ایک نہایت ہي مذموم و قبیح شئے ہے ' جسوقت کسي قوم سے مالي و جاني قرباني کا مادہ جاتا رہتا ہے ' وہ قوم تباہ ہو جاتي ہے ' اور زندہ قوموں میں شمار ہونے کے قابل نہیں رہتي -

سورۂ صف میں فرمایا : ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم ' تؤمنون باللہ و رسولہ و تجاھدون في سبیل اللہ باموالکم و انفسکم ' ذالکم خیرلکم ان کنتم تعلمون - آؤ تمہیں وہ تجارت نافع بتلائیں جس کا یقیني اور قطعي نتیجہ یہ ہو کہ عذاب الیم سے نجات مل جاے ' وہ تجارت وحید صرف یہ ہے کہ اللہ و رسول پر سچ سچ ایمان لے آؤ اور مال و جان کو حق کي راہ میں قربان کرو - حقیقت یہ ہے کہ اگر تمہیں ذرا بھي علم ہوگا تو تم دیکھہ لوگے کہ اس میں تمہارے لیے بڑي ہي خیر و برکت ہے -

پھر اس قرباني کو زیادہ واضح ' نتیجہ خیز ' اور موثر بتلانے کي غرض سے سورۂ توبہ میں فرمایا : قل ان کان اباؤکم و ابناؤکم و اخوانکم و ازواجکم و عشیرتکم و اموال اقترفتموھا و تجارۃ تخشون کسادھا و مساکن ترضونھا ' احب الیکم من اللہ و رسولہ و جھاد في سبیلہ فتربصوا حتی یاتي اللہ بامرہ ' واللہ لا یھدي القوم الفسقین - مسلمانو ! اگر تمہارے باپ ' بیٹے ' بھائي ' عورتیں ' برادري ' وہ مال جو تم نے کمایا ہے ' وہ سوداگري و تجارت جسکي کساد بازاري کا تمہیں ڈر ہے ' وہ مکانات جو تمہیں بہت ہي محبوب ہیں ' اگر ان میں سے ایک چیز بھي تمکو زیادہ عزیز ہے اللہ سے اسکے رسول سے اور پھر اسکي راہ میں قرباني کرنے سے ' تو یقین کرو کہ تمہارے لیے اللہ کي رحمت و مہلت کا دروازہ بند ہوگیا ہے - بس اب تم اللہ کے آخري فیصلہ کا انتظار کرو اور اس بات کا یقین کرلو کہ خداے حکیم و علیم بد اخلاقوں کي کبھي رہنمائي نہیں کرتا -

غور کرو ' یہ اس جاني و مالي قرباني سے بھاگنے کا نتیجہ ہے جو اوپر بیان کیا گیا ' اب ایسي قوم کي ہدایت کا دروازہ مقفل

هوجاتا ہے ' وہ مغضوب و ملعون هوجاتي ہے اور خدا کي لعنت کا آهني طوق اسکي گردن میں پڑجاتا ہے ' پھر دنیا میں کون ہے جو اللہ کے ذلیل کئے هوے کو عزت دے ؟

بخل اگرچہ تم ابتدا میں صرف مال کے لیے کروگے مگر اس کا نتیجہ عظیم جان کے عزیز هونے تک پہنچ جائیگا ' اور خدا کے راستہ میں دیدہ اٹھانا بھي تمھارے لیے مشکل ترین امر هوجائیگا -

قرآن حکیم نے اسي بخل کو لیا ' اور ایک مستقل سورۃ میں اسکے نتائج کو واضح کیا :

ارئیت الذي یکذب بالدین ' فذلك الذي یدع الیتیم ولا یحض علی طعام المسکین -

کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس کو اتنا بھي یقین نہیں کہ اسکو کسي نہ کسي دن اپنے اعمال کا خود جوابدہ هونا پڑیگا ' اور اگرچہ زبان سے وہ قیامت کا اقرار کرتا ہے ' مگر اسکے اعمال اسکے اس اقرار کي تکذیب کر رہے هیں ؟ جو شخص یتیموں کي ذرا بھي پروا نہ کرے بلکہ جب وہ اپني حاجات اس دولتمند شخص کے پاس لیکر آویں تو انکو دھکا دیکر نکالدے - تو کیا اس عمل قبیح سے یہ ثابت نہیں هوا کہ اس کو قیامت پر ذرا بھي یقین نہیں ؟ اسکے ساتھہ تو اسکے اعمال جائینگے نہ کہ مال و دولت - مگر حقیقت یہ ہے کہ اسکو وهم و گمان بھي نہیں کہ هر شخص کو اپنے اعمال کا آپ جواب دینا ہے - خیر اسکو بھي جانے دو ' اگر یہ نہ سہي تو کم سے کم اتنا تو هوتا کہ دوسروں هي کو نیکي کي ترغیب دیتا ' مگر اس بدبخت کي حالت عجیب ہے کہ آوروں کو بھي مساکین و فقرا کي خدمت کرنے پر ترغیب نہیں دیتا - اسکے یہ تمام اعمال و افعال صاف صاف اعلان کر رہے هیں کہ اسکو قیامت سے قطعي انکار ہے ' ورنہ کیا اتني معمولي نیکي سے بھي گریز کرتا ؟

یہ وہ جماعت ہے جسکے پاس مال ہے ' دولت ہے ' اور وہ اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتي ' بلکہ اسکو خزانوں اور کوٹھریوں میں مقفل کر کے بند رکھتي ہے ' ان کي بعینہ وهي حالت ہے جو یہودیوں کي تھي : والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا في سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم - یوم یحمی علیھا في نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون - جو لوگ سونا اور چاندي ' مال اور دولت ' جمع کرکے خزانوں میں جمع کرتے هیں اور غربت و افلاس کے خوف سے اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے ' تو انکو عذاب الیم کي خوشخبري سنادو - اس مال کو جھنم کي آتش میں گرم کرکے ان کے ماتھے ' ان کے لبوں ' اور ان کے پشتوں پر داغ دیا جائیگا - اسوقت انسے کہا جائیگا کہ یہي وہ مال و متاع زندگي ہے جو بیحد مرغوب و محبوب هونے کے باعث تم جمع رکھتے تھے ' دیکھو یہ اس کڑے اور جمع کرنے کا نتیجہ ہے -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ جہاد کیلیے روپیہ کي ضرورت تھي - آپ نے مسجد میں جاکر خطبہ دیا اور صحابہ رضی اللہ عنھم سے فرمایا کچھ دو لاؤ -

حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر سے کچھ دو لیکر دربار نبوت میں حاضر هوے - یہ اس وقت امیر تھے ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تم نے گھر میں کیا چھوڑا اور همارے لیے کیا لاے ؟

حضرت عمر نے عرض کیا : تمام مال جمع کیا ' نصف حضور کي خدمت میں پیش کردیا اور نصف اپنے اهل و عیال کیلیے رکھہ آیا هوں -

اب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حاضر هوتے هیں - یہ اس زمانہ میں غریب تھے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے دریافت فرمایا : همارے لیے کیا لاے : اور گھر میں کیا چھوڑا ؟ عرض کیا : جو کچھہ گھر میں موجود تھا سب کچھہ جمع کرکے لے آیا هوں اور گھر میں اللہ اور اسکا رسول ہے -

دنیا نے دیکھہ لیا کہ ان قربانیوں نے کیا نتائج پیدا کیے ' اور جس وقت مسلمانوں میں یہ جذبہ فدویت پیدا هوجائیگا اسکے نتائج دوبارہ دیکھہ لینگے -

ان تین آیتوں میں ارباب مال و دولت کی تصویر کھینچ دي جب وہ انفاق في سبیل اللہ سے گریز کریں - اس کے ساتھہ اب ان لوگوں کي طرف توجہ دلائي جاتي ہے جو نماز تو پڑھتے هیں مگر دراصل اسکے مقصد حقیقي کا ذرا بھي خیال نہیں کرتے :

فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون الذین ھم یراؤن ویمنعون الماعون - جو لوگ نماز پڑھتے هیں ' چاهیے تھا کہ نماز انکے اندر تمام وہ خصائص پیدا کردیتي جو نماز کے اصل مقاصد هیں ' مگر هم دیکھتے هیں کہ جاني قرباني تو کجا ' مالي قرباني سے بھي گریز کرتے هیں ' معمولي روز مرہ کے استعمال کي چیزیں تک لوگوں کو دینے سے انھیں انکار ہے - ایک عالم سے اتنا نہیں هو سکتا کہ اپني کتابیں دوسرے کو پڑھنے کیلیے عاریتاً دیدے ' ایک طالب علم یہ نہیں کرسکتا کہ اپنے قلم و دوات سے دوسرے کو نفع پہنچاوے ' ایک عورت میں اتني فدویت بھي نہیں پیدا هوسکتي کہ اپنے برتن دوسري پڑوسن کو استعمال کے لیے دیدے - جب نماز پڑھتے هیں ' اور نہایت خشوع و خضوع کا اظہار کرتے هیں ' تو بڑي لمبي نمازیں هوتي هیں ' پیشاني پر سجدہ کا نشان پڑجاتا ہے ' مگر قرباني کا اتنا مادہ بھي پیدا نہیں هوتا - پس افسوس ایسے نمازیوں کیلیے - وہ نماز کي اصل حقیقت کو بھول گئے - وہ نماز سے بالکل غافل هیں ' وہ محض لوگوں کو دکھلانے کي غرض سے نماز پڑھتے هیں - اللہ کیلیے انکے پاس کچھہ نہیں ہے ؛

اس چھوٹي سي سورۃ میں قدوس حق نواز نے بخل کي حقیقت کو واضح کردیا ہے کہ اس سے قومیں تباہ ' ملتیں برباد ' اور مذاهب ناپید هوجاتے هیں - اب یہ بخل خواہ ارباب دولت میں پیدا هو جس کو تم آسانی سے سمجھہ سکتے هو ' خواہ ان عابدان گوشہ نشیں میں پیدا هو ' جو کنج عزلت میں بیٹھکر ادعاء زهد و عبادت کرتے هیں ' نمازیں پڑھتے هیں مگر بے سود ' سجدے کرتے هیں مگر لا حاصل ' دعائیں مانگتے هیں مگر قبول نہیں هوتیں -

حقیقت یہي ہے کہ ابتدا میں قوموں کے اندر مالي قرباني کا جذبہ پیدا هوتا ہے ' جب اسمیں کامل و مکمل هوجاتي هیں تو پھر جاني قرباني کا حکم هوتا ہے - اسي جگہ دیکھو ' سورہ ماعون میں بخل کي مذمت بتلائي تا کہ بخل سے بچیں اور اللہ کے راستہ میں مال خرچ کریں - ایک مدت تک جب اس پر عمل هوتا رہا ' قوم مالي قرباني کیلیے ایک حد تک تیار هوگئي تو پھر سورہ کوثر نازل هوئي جسمیں جاني قرباني پر زیادہ زور دیا گیا اور اس کا ایک هي نتیجہ بھي بتا دیا : ان شانئك هو الابتر

ایجنٹوں کیلئے کمیشن

هندوستان کے تمام اردو ' بنگلہ ' گجراتي ' اور مرهٹي هفتہ وار رسالوں میں البلاغ پہلا رسالہ ہے جو باوجود هفتہ وار هونے کے روزانہ اخبارات کي طرح بکثرت متفرق فروخت هوتا ہے - تمام ملک ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک اسکي اشاعت کے استقبال کیلیے چشم براہ ہے - پس اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشي هیں تو ایجنسي کیلیے درخواست بھیجیے ' کمیشن معقول دیا جاتا ہے -

مدارس اسلامیه

جامع ازهر

(از جناب مولانا سید سلیمان صاحب دسنوي)

چوتهي صدي کے وسط میں جبکه اخشیدي سلطنت کا
والعزم فرمان روا کافور فوت هوچکا تها اور اسکي جگه احمد بن
لي بن الاخشیدي تخت مصر پر بٹهایا گیا تها ' تو احمد بن
لي اپني کم سني کي وجه سے سلطنت کا بار نه اٹها سکا اور اسکا
چچا زاد بهائي حسین بن عبد الله اسکي طرف سے منتظم سلطنت
رار پایا - جعفر بن الفرات ان دنوں وزیر اعظم تها - احمد جو اصلي
ارث تاج و تخت تها اور جسکو اخشیدي سلطنت کا سچا درد
وسکتا تها وه کم سن تها ' آزروں کو بقاے سلطنت کي کیا پروا
وسکتي تهي ؟ آنکي کوشش صرف ذاتي کامیابیوں تک محدود
هي - نتیجه یه هوا که سلطنت کے تمام ارکان مضمحل هوگئے -
امرا کي غفلت سے مداخل مخارج سے کہیں بڑهگئے - فوجیوں کے
مقرره تنخواهوں میں روز بروز کمي هونے لگي - آخر فوج کے
ایک دسته نے اصلاح سلطنت سے نا امید هو کے المعز لدین الله کو
جو اُن دنوں افریقه کا بادشاه تها' لکها که " تم آؤ مصر پر حمله کرو
هم تمهاري مدد کرینگے " معز نے یه نوید جانفزا سنتے هي ابو الحسن
جوهر بن عبد الله کي زیر امارت ایک فوج مصر کي طرف روانه
کردي - اخشیدي سلطنت کي طرف سے بهي مقابله کے لیے فوج
بهیجي گئي - ۱۱ - شعبان سنه ۳۵۸ میں دونوں فوجوں کا مقابله
هوا ' مگر جو سیلاب پهیل چکا تها ' وه اب کسي کے روکے کب
رک سکتا تها ؟ کچهه دنوں تک تو مصري فوج برابر کا جواب دیتي
رهي ' مگر آخر اسکے پاے استقلال کو لغزش هوئي اور شکست
فاش کهائي -

دوسرے دن جوهر اپني کامیاب فوج کے ساتهه بڑے جاه و جلال
سے مصر میں داخل هوا اور امن عام کا اعلان کیا - جب فاطمیین
کو ملک مصر پر پورا اقتدار حاصل هوچکا ' تو اُنکو خیال پیدا
هوا که اس فتح کي یادگار میں ایک نیا شهر آباد کرنا چاهیے جو
بني فاطمه کے نام کو قیامت تک زنده رکهے - یه فوري تحریک بهت
جلد قوت سے فعلیت میں آگئي' اور اُسي سال سنه ۳۵۸ میں یه
شهر آباد هوگیا جسکا نام فتح کي مناسبت سے المنصوریه رکها گیا -
لیکن جب سنه ۳۶۲ میں خلیفه فاطمي المعز لدین الله نے قیروان
کو چهوڑ کر مصر کو دارالخلافت بنایا تو خلیفه کے نسبت سے اسکا نام
القاهرة المعزیه رکها گیا - اب صرف " قاهره " زبانوں پر رهگیا هے -

اُس زمانه کي رسم یه تهي که جب کوئي نیا اسلامي شهر
بسایا جاتا تو تبرکا وهاں پہلے مسجد کي بنیاد ڈالي جاتي تهي -
چونکه فاطمیین شیعه تهے ' اسلیے اهل سنت کي مسجد میں
خطبۂ خلافت دینا نامناسب خیال کرتے تهے - اِن وجوه سے جوهر نے
روز شنبه ۲۴ جمادي الاولی سنه ۳۵۹ کو اُس مسجد کي بنیاد
ڈالي جسکي قسمت میں آگے چلکر جامع ازهر هونا تها -
دو برس کي متواتر جانفشانیوں کے بعد سنه ۳۶۱ میں
اسکي عمارت طیار هوگئي - اسکا نام فاطمیین نے سیدة النساء فاطمة
الزهراء کي طرف منسوب کرکے جامع ازهر رکها - اسکي وسعت اور
صرف کثیر کا اندازه اس سے هوسکتا هے که اسکي صرف ایک
قطار میں ۷۶ ستون سنگ مرمر کے تهے -

سنه ۷۰۲ میں ایک سخت زلزله آیا جسکے صدمه سے جامع ازهر کي
کچهه دیواریں گرپڑیں - سالار نامي ایک امیر نے پهر نئے سرے سے
تعمیر کرائي - سنه ۱۱۶۷ میں امیر عبد الرحمن کتخدا نے نصف
جدید عمارتوں کا اس پر اضافه کردیا جنمیں صرف سنگ مرمر کے
۵۰ ستون تهے - اگر متعلقات جامع کو بهي شمار کرلیا جاے تو ازهر
کے کل ستون کي مجموعي تعداد ۳۷۵ هوگئي -

اگر تم قدیم عمارت کي جو فاطمیین کي یادگار هے ' سیر
کرنا چاهو تو تمهیں اندر جانے کے لیے تین دروازے ملینگے -
اندر پهونچکر تم کو معلوم هوگا که یه مسجد چاروں طرف سے گهري
هوئي هے ' اُسکي اندروني سطح سنگ مرمر سے مزین هے ' جس پر
کوفي خط میں قرآن شریف کي آیتوں کا طغرا هے - جدید و قدیم دونوں
عمارتوں کے دو حصے هیں - ایک چهت هے جس میں لکڑي کي اڑیاں
هیں اور اُن میں بڑي دیده زیبي سے نقش و نگار بناے گئے هیں -
دوسرا پتهر کا کهلا صحن هے جس میں طلوع ایام گرما میں شب کو
سوتے هیں - پہلے اس میں دس محرابیں تهیں جن میں سے اب صرف
چهه رهگئي هیں - مگر ان محرابوں میں صرف دو مشهور هیں - ایک
کا امام شافعي المذهب هے اور دوسرے کا مالکي - کل مسجد میں
صرف ایک ممبر هے جس پر کهڑے هوکر امام جمعه اور عیدین کا خطبه
پڑهتا هے - اذان دینے کے لیے پانچ بهت بلند منارے هیں جن پر
چڑهکے موذن اذان کہا کرتے هیں - جامع ازهر کي ایک عجیب و غریب
رسم یه هے که یہاں موذن اندهے مقرر کیے جاتے هیں تا که منارو
پر چڑهتے وقت پرده نشین گهروں کي پرده دري نه هو - جب موذن
اذان کہنا چاهتے هیں تو ایک دار " المیقاتي " کا نعره بلند کرتے
هیں - اس آواز کو سنکر اور مسجدوں کے موذن بهي اذان کے لیے
طیار هو جاتے هیں -

مقریزي کے کلام سے ایسا معلوم هوتا هے که موسم حج میں ان
مناروں پر کثرت سے روشني کي جاتي تهي جس سے ساري مسجد
بقعۂ نور بن جاتي تهي - اس جلوۂ نور کے حسن منظر کا اس سے
اندازه هوسکتا هے که خلفاے فاطمیین نے صرف اسکي سیر دیکهنے
کي غرض سے ایک قصر بنایا تها -

دولۃ فاطمیه جب اپني زندگي کے دن پورے کرچکي اور
ایوبیه خاندان کا سب سے بڑا پرجوش ممبر سلطان صلاح الدین
یوسف بن ایوب مصر پر قابض هوا تو اس نے شیخ صدر الدین بن
درباس شافعي کو مصر کا قاضي القضاة مقرر کیا - شوافع کے هاں
چونکه ایک شهر میں دو جگه نماز جمعه نہیں هوسکتي' اسلیے جامع
ازهر کے بدلے جامع حاکمي میں نماز جمعه هونے لگي ' کیونکه یه
مسجد ازهر سے زیاده وسیع تهي - تقریباً سو برس تک جامع ازهر میں
نماز جمعه موقوف رهي - جب سلطان ظاهر سنه ۶۵۸ میں مصر کا
حکمراں هوا تو اس نے شافعي قاضي کو اس خدمت سے سبکدوش
کرکے اسکي جگه ایک حنفي قاضي القضاة مقرر کیا ' جس نے ازهر
میں پهر جمعه پڑهنے کي اجازت دیدي' اور جب سے آج تک برابر
یہاں نماز جمعه بڑے شان و شوکت سے ادا کي جاتي هے -

(مدرسة الازهر)

چونکه یه مقدس عمارت مذهبي شان کے ساتهه دولۃ فاطمیه
کي یادگار تهي ' اسلیے جب کوئي شخص مصر پر نیا حکمراں هوتا '
تو وه کچهه نه کچهه مذهبي خلوص یا بقاے نام کي غرض سے اُن
عمارتوں پر اضافه کرتا جاتا جو گذشته سلاطین کے نام زنده کر رهي
تهیں - کسي نے دارالاقامة ' کسي نے حمام' کسي نے بارهي خانے
بنوادیے - چنانچه اسوقت جامع ازهر کي وسعت ۱۲۲۵۰ گز هے - یہاں کا
هر کمره جسکو ازهر کي اصطلاح میں رواق کہتے هیں ' متوسط وسعت
کا هوتا هے ' جس میں دو تین الماریاں بهي هوتي هیں - مختلف
ممالک اسلامیه کے لیے یہاں الگ الگ دارالاقامة هیں' اور اُنکا مهتمم
جسکو ازهر کي زبان میں شیخ کہتے هیں' الگ هوتا هے ' اور اسکا

تقرر طلبه کے انتخاب سے ہوتا ہے - شیخ الرواق کے فرائض وہی ہیں جو انگریزی کالجوں کے پرائکٹر کے ہیں - ہر کمرہ میں چٹائیوں کا فرش ہوتا ہے جو ہر ششماہی پر بدل ڈالی جاتی ہیں -

جامع ازہر میں جہاں ' مصر ' شام ' بغداد ' حضرموت ' یمن ' کرد ' ترک ' حبش ' طرابلس ' ٹیونس ' افغانستان ' مراکش ' سوڈان ' جزیرہ جاوا ' اور حجاز کے لیے علحدہ علحدہ بورڈنگ ہیں ' وہاں غریب ہندوستانیوں کے لیے بھی ایک خاص دارالاقامۃ ہے - انہی دارالاقامتوں میں طلبہ رہتے ہیں اور اسلیے تا نہ تعلیم کے سوا کسی اور طرف ملتفت نہوں ' انکو وظائف دیے جاتے ہیں - وظائف کی مقدار طالب علم کے احتیاج کے موافق ہوتی ہے ' کسی کو صرف کھانادیا جاتا ہے ' کسی کپڑے بھی دیے جاتے ہیں ' کسی کو ذاتی مصارف کے لیے نقد دیا جاتا ہے -

(مالی حالت)

سلاطین فاطمیہ میں سے پہلے پہل المعز لدین اللہ کے بیٹے العزیز باللہ نے طلبا و مدرسین کے وظائف مقرر کیے اور دارالاقامے بنوائے - جمعہ کے دن یہ لوگ خود حلقۂ درس میں شریک ہوتے تھے - عید کے دن مدرسین کو خلعت دیا جاتا تھا - حاکم بامر اللہ نے ازہر کے لیے دو تنور اور ستائیس قندیلیں چاندی کی بنوائیں تھیں جو ایام رمضان میں روشن کی جاتی تھیں - ان کے سوا اکثر امراء و سلاطین ازہر کے لیے بڑی بڑی جاگیریں وقف کرتے تھے - سب سے پہلے جس نے جامع ازہر کے لیے جاگیر وقف کرنیکے عزت حاصل کی ' وہ دولت فاطمیہ کا علم دوست خلیفہ الحاکم بامر اللہ ہے - اسکے بعد یکے بعد دیگرے اور امراے سلطنت نے بھی جاگیریں وقف کیں - خاندان خدیوی نے بھی بڑی بڑی رقموں سے ازہر کی امداد کی ہے - حکومت خدیویہ ۶۶۱۱ - کیمی سالانہ سے ازہر کی اعانت کرتی ہے - ازہر کی موقوفہ جاگیروں کی سالانہ آمدنی ۸۰۰۰ گینی سے کم نہیں ہے -

(طلباء ازہر)

قاعدہ ہے کہ الناس علی دین ملوکہم - لوگوں نے جب دیکھا کہ امراء و سلاطین کی ازہر کی طرف خاص توجہ ہے ' تو مختلف ممالک سے کثرت کے ساتھ طلبہ تحصیل علم کے شوق میں جامع ازہر میں آنے لگے - مشکل سے کوئی مسلمانوں کی آبادی ہوگی جہاں کا کوئی طالب علم ازہر کی تعلیم سے مشرف نہ ہوا ہو - انہی ازہر اپنے بچپن کی منزلیں بھی طے کرنے نہ پایا تھا کہ اسکی درسگاہ طلبا سے بھرگئی تھی ' اور اب تو اسکے آغوش درس میں دور دور کی علمی اولادیں پرورش پا رہی ہیں - حنفی ' شافعی ' حنبلی ' مالکی ' ترکی ' ہندی ' حجازی ' طرابلسی ' مختلف رنگ و بو کے پھولوں سے ازہر کا دامن پر ہے - سنہ ۸۱۸ - ہجری میں یہاں ۷۵۰ طالب علم تھے سنہ ۱۲۹۲ ہجری میں یہاں کے طلبا کی تعداد ۱۱۰۹۵ تھی - سنہ ۱۳۱۰ ہجری میں یہاں ۸۲۵۹ طالب علم تعلیم پا رہے تھے - سنہ ۱۳۲۰ میں ۱۰۴۰۳ - طلبا تھے - ان طلبا کی تعداد بہ لحاظ اختلاف مذاہب حسب ذیل ہے :

حنفیہ	۲۹۵۱
مالکیہ	۲۶۵۴
شافعیہ	۴۵۶۹
حنابلہ	۲۹

مصریوں کے مقابلہ میں غیر مصری طلبا بہت کم ہیں جو ذیل کے نقشہ سے ظاہر ہوگا :

شامی	۲۶۴	جبرت (ملک حبش)	۶
ترک	۱۰۴	ہندوستانی	۳
طرابلس الغرب	۵۱	حجازی	۷
جزائر	۲۷	جاوا	۷
مراکش	۲۲	افغان	۵
ٹیونس	۲۰	دارفور (سوڈان)	۱۲
کرد	۹	سنارد (سوڈان)	۲۸
بغدادی	۲	برنو (سوڈان)	۱۴
بربری	۴۵	صلیح (سوڈان)	۱۳
			۶۴۵

(لباس)

ان طلبا کا کوئی ایک خاص لباس نہیں ہے جو انکی دلی یکجہتی کا عنوان بن سکے - ہر طالب علم اپنے وطن کی پوشاک پہنتا ہے - مگر یورپین ڈریس کوئی طالب علم نہیں پہنتا - عمامہ وہاں کے ضروریات لباس سے ہے - عموماً انکی وضع عربی ہے - سروں پر سفید رنگ کے عمامے ہوتے ہیں - بدن پر عبائیں ہوتی ہیں - ہاں سادات سبز عمامے باندھتے ہیں ' یہ سرکاری طور پر سنہ ۷۷۳ میں شعبان بن ناظر سلطان مصر نے سادات کیلیے یہ شناخت قرار دی تھی - اسی کی طرف اشارہ کرکے ایک شاعر ابو جابر نامی کہتا ہے :

جعلوا لابناء الرسول علامۃ
ان العلامۃ شان من لم یشھر

ترجمہ - لوگوں نے اولاد رسول کیلیے علامت مقرر کی ہے - لیکن علامت کی ضرورت گمنام لوگوں کے لیے ہے -

نور النبوۃ فی کریم وجوھھم
یغنی الشریف عن الطراز الاخضر

ترجمہ - انکے چہروں سے نبوت کی روشنی چمک رہی ہے ' اسلیے انکو سبز پوشاک کی علامت کی حاجت نہیں -

(انتظام صحت)

پہلے یہاں طلبا کے صحت کا انتظام نہ تھا - دولۃ خدیویہ نے اسکی طرف توجہ کی اور صفائی کا اہتمام کیا - پہلے یہاں کی عمارت ہر طرف سے گھری ہوئی تھی - اب تازہ ہوا آنیکے لیے میدان وسیع کیا گیا ہے - ایک ڈاکٹر اور ایک عطار خانہ بھی خاص مدرسہ کے متعلق ہے جہاں سے دوائیں مفت دی جاتی ہیں -

(قواعد داخلۂ مدرسہ)

یہاں کسی طالب علم سے کسی قسم کی فیس نہیں لی جاتی ' جو طالب علم کہ صرف اسباق میں شریک ہونا چاہتا ہے ' اسکے لیے کوئی قید نہیں ہے ' ہر شخص شریک ہوسکتا ہے - ہاں البتہ دار الاقامہ میں داخل ہونیکے لیے مندرجہ ذیل شروط کی پابندی کی جاتی ہے :

(۱) پندرہ برس سے کم عمر نہو -
(۲) معمولی نوشت و خواند سے واقف ہو -
(۳) کم سے کم نصف قرآن مجید کا حافظ ہو -
(۴) اندھے طلبا کو پورا قرآن یاد ہونا چاہیے -

پہلے طالب علم کا قرآن میں امتحان لیا جاتا ہے - اگر صیغۂ امتحان نے اسکی کامیابی کی شہادت دی ' تو وہ جامع ازہر کے ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے ' وہاں اسکو چیچک کا ٹیکہ لگایا جاتا ہے - یہاں سے فارغ ہوکر وہ اُن اساتذہ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے جن سے اسکا سبق متعلق ہوگا - اگر اُنہوں نے اجازت دی تو اسکا نام اُس بورڈنگ ہوس میں داخل کیا جاتا ہے جہاں وہ رہنا چاہتا ہے - اسکے بعد مدرسہ ازہر کے عام رجسٹر میں اسکا نام درج کیا جاتا ہے - یہ قواعد مصری طلبہ کے ساتھ مخصوص ہیں - غیر مصری طالب علم جب مدرسہ میں داخل ہونیکی درخواست کرتا ہے تو شیخ الرواق ' منتظمین اور سر برآوردہ طلبا کی ایک مجلس منعقد کرتا ہے - یہ مجلس اُس طالب علم کا امتحان لیتی ہے اور کامیابی کے بعد اسکے داخلہ کی اجازت دیتی ہے -

(وظـــائف)

یہاں طلبا کو دو قسم کے وظائف دیے جاتے ہیں - اول ماہانہ نقد، دوم سامان خور و نوش - دونوں قسم کے طلبا کی ایک خاص تعداد ہے جن سے زائد کو مدرسہ وظیفہ نہیں دیتا جب تک اسمیں سے کوئی جگہ خالی نہو - کھانے میں ہر طالب علم کو زیادہ سے زیادہ چھہ روٹیوں تک لینے کا اختیار ہے - ازہر کا مذہبی اقتدار دیکھو کہ عمائد مصر خود تبرکا اپنے لیے ازہر سے روٹیاں مقرر کراتے ہیں - طلبا کی اس ماہی امداد کی تعداد کم سے کم ۲ قرش یعنی ۵ آنہ، اور زیادہ سے زیادہ سو قرش ماہانہ یعنی پندرہ روپیہ دس آنہ ہے - اس وقت جامع ازہر میں تین ہزار وظیفہ خوار طلباء ہیں -

(اخـــلاق)

چونکہ جامع ازہر کے طلبا مختلف مذاہب کے ہیں اور مختلف ممالک کے باشندے ہیں، اسلیے اُنکے اخلاق و عادات پر کوئی ریمارک نہیں کیا جاسکتا - عموماً وہاں کے طلبا کے وہی اخلاق و عادات ہیں جو ہندوستان کے عربی خواں طلبا کے ہمیں نظر آتے ہیں -

(مدرسین)

جـامـع ازهـــر میں دو قسم کے علما ہیں، ایک وہ جو سنہ ۱۲۸۸ ھ سے (جس سے ازہر کا دور جدید شروع ہوتا ہے) پہلے کے ہیں، اِن کی تعداد روز بروز کم ہوتی جاتی ہے - اس وقت اُنکی تعداد اُنسٹھہ ہے - دوسرے وہ علما ہیں جنکا تعلق ازہر سے اسکے بعد شروع ہوا ہے - ان دونوں قسم کے علما کی تعداد بحیثیت درجات حسب ذیل ہے :

مدرسین درجہ اول	۷۲
مدرسین درجہ دوم	۷۳
مدرسین درجہ سوم	۱۱۰

مدرسین درجہ اول کو اختیار ہے کہ وہ جو علم اور جو کتاب چاہیں پڑھا سکتے ہیں، کسی قسم کی روک ٹوک نہیں ہے - درجہ دوم کے علما صرف صرف و نحو کی متوسط کتابیں پڑھا سکتے ہیں - درجہ سوم کے اساتذہ چھوٹی چھوٹی کتابیں پڑھاتے ہیں - درجہ ثانی و سوم کے مدرسین اگر درجہ اول میں آنا چاہیں تو اونکو درجہ اول کی مدرسی کا امتحان دینا ہوگا - خود مجلس انتظامیہ بھی ترقی دے سکتی ہے - بشرطیکہ اُنکی قابلیت و وسعت معلومات کا جوہر مجلس پر ظاہر ہوگیا ہو - بہ لحاظ اختلاف مذاہب مدرسین کی تقسیم حسب ذیل ہے :

حنفی	۷۲	شافعی	۱۰۰
مالکی	۷۷	حنبلی	۲

(تنخواہ)

حساب و جغرافیہ و ریاضی وغیرہ پڑھانے کیلیے بیس اساتذہ اور ہیں، پس تمام اساتذہ کی مجموعی تعداد ۲۷۲ ہوتی - ان اساتذہ کی تقسیم بحیثیت تنخواہ ماہانہ یہ ہے :

	روپیہ	آنہ	پائی
درجہ اول	۲۳	۲	۰
درجہ ثانی	۱۵	۱۰	۰
درجہ ثالث	۹	۱۱	۶

یہ نقشہ صرف اُن اساتذہ کی تنخواہ کو بتلاتا ہے جو دور جدید کے بعد مقرر کیے گئے ہیں - دور جدید سے پہلے کے علما کے مشاہرے اِن سے زیادہ ہیں - مدرسین کو خورد و نوش کے سامان کی تکلیف نہیں دی جاتی، مشاہرہ کے علاوہ کھانا اور رہنے کے لیے کمرے بھی دیے جاتے ہیں، جہاں ضروریات زندگی کے سامان موجود رہتے ہیں -

(لباس)

ازہر میں ایک رسم یہ بھی ہے کہ خدیو کی طرف سے علما کو سالانہ پوشاکیں ملتی ہیں، اور اب کپڑوں کے بدلے اُنکی قیمت ہی دیدیجاتی ہے - مدرسین کی بوجہ اختلاف ملک و ملت کوئی خاص پوشاک نہیں ہے، مگر عموماً سب عربی لباس زیب بدن کرتے ہیں - البتہ جدید تعلیم یافتہ اساتذہ جو حساب و جغرافیہ کی تعلیم دیتے ہیں، فرنچ تدریس پہنتے ہیں -

مدرسین سرکاری کمیٹیوں اور مجامع عامہ میں ایک خاص وضع کی پوشاک پہنتے ہیں، جسکو مصر کی زبان میں " کساوی تشریفیہ " یعنی عزت کا لباس کہتے ہیں - یہ لباس حکومت مصری اُس شخص کو بھی بطور خلعت کے دیتی ہے جو کوئی خاص علمی قابلیت رکھتا ہے -

(اعـــزاز)

علماے ازہر پر سلطنت کا بہت کم دباؤ پڑتا ہے - مصر میں کیا کیا انقلابات نہ ہوے - فاطمیین، ایوبین، چراکسہ، دولۃ عثمانیہ کی یکے بادیگرے سلطنتیں قائم ہوئیں، مگر ازہر جس شان سے پہلے تھا اب تک اُسی شان سے قائم ہے - اب بھی سیاست کا اثر علماے مصر پر بہت کم ہوتا ہے - اُنکو ایک حد تک آزادی نصیب ہے، اسی لیے خواص و عوام اُنکو نگاہ عزت سے دیکھتے ہیں - شیوخ ازہر جب سوار ہو کر بازاروں میں نکلتے ہیں، تو دوکاندار اُٹھہ اُٹھہ کر تعظیم کرتے ہیں اور رکاب کو بوسہ دیتے ہیں - جب شروع شروع یہاں ریل جاری ہوئی ہے تو سعید پاشا نے علما کے لیے کرایہ معاف کردیا تھا - اب بھی نصف کرایہ لیا جاتا ہے - ازہر کا ایک قانون یہ بھی ہے کہ جب کوئی مدرس انتقال کرتا ہے تو اُسکی تنخواہ اُسکی اولاد پر تقسیم کرکے اُنھیں ازہر میں جبری تعلیم دلائی جاتی ہے -

(تعلیم و تدریس)

جامع ازہر کی علمی زندگی کی ابتدا سنہ ۳۶۵ سے ہوتی ہے جبکہ دولۃ فاطمیہ کو مصر پر قبضہ کیے ہوے آٹھہ سال گذر چکے تھے - چونکہ سلطنت کا مذہب اسوقت شیعہ تھا، اسلیے صفر سنہ ۳۶۵ ہجری کو قاضی علی بن نعمان نے جامع ازہر میں شیعی فقہ پر املا کیا، اور اب وہ کتاب کی صورت میں موجود ہے جسکا نام الاقتصار ہے - جب تک فاطمیہ دولت رہی، یہاں شیعی فقہ کا درس ہوتا رہا - جمعہ کو خود امراے سلطنت اور خلیفۂ فاطمی درس کی شرکت سے مشرف ہوتے تھے - دولت فاطمیہ کی اُس شاہانہ توجہ کو دیکھکر جو معقولات و ریاضی کی طرف ملتفت تھی، بہ قرینۂ غالب معلوم ہوتا ہے کہ ازہر میں علوم عقلی و ریاضی کی بھی تعلیم ہوتی ہوگی - دولت فاطمیہ کے علمی خزانہ میں ایک لاکھہ کتابیں تھیں جن میں سے چھہ ہزار صرف علم طب کی تھیں - دو کرۂ فلکی تھے جن میں ایک چاندی کا تھا اور اُسکی نسبت مشہور تھا کہ وہ خود بطلیموس کے ہاتھہ کا بنایا ہوا ہے اور اسکے بنانے میں تین ہزار اشرفیاں صرف کی گئی ہیں - خدا جانے گردش چرخ نے اسکو یہاں کیونکر پہونچا دیا ؟ ایک جغرافیائی نقشہ بھی تھا جس میں کاغذ کے بدلے نیلگوں ریشمیں کپڑے کی زمین تھی اور اُس میں دنیا کے تمام پہاڑ، دریا، آبادیاں، سرے چاندی سے بنائی گئی تھیں -

جامع ازہر میں دو سو دو برس تک شیعی علوم کا درس ہوتا رہا - سنہ ۵۶۷ میں جب دولۃ فاطمیہ برباد ہوگئی اور اُسکی جگہہ سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوب جو سلطنت ایوبیہ کا ایک پرجوش ممبر تھا تخت مصر پر جلوہ افروز ہوا، تو اُس نے دو اور نئے مدرسہ تعمیر کراے - ایک میں فقہاے شافعیہ درس دیتے تھے، دوسرے میں علماے مالکیہ، اور اس خیال سے کہ شیعی سلطنت کی کوئی زندہ یادگار مصر میں باقی نرہے، اُس نے جامع ازہر میں تدریس موقوف کرادی - چنانچہ پورے ایک سو دس برس تک جامع ازہر کی درسگاہیں شرف تدریس سے محروم رہیں - سنہ ۶۵۸ ہجری میں جب ایوبیہ خاندان چراکسہ کے ہاتھہ سے برباد ہوا اور سلطان ظاہر مصر پر قابض ہوا، تو اُس نے پھر ازہر کی آراستگی کا حکم دیا - اب گویا ازہر کی علمی زندگی دوبارہ شروع ہوتی ہے، اور اپنی

اُسي پہلي شان و شوکت سے مختلف الاوطان اور مختلف المذاهب طلبا و مدرسين کا کلمسند نظر آنے لگتا هے - امراء و سلاطين اي علمي فياضيان پهر ازهر او روز بروز ترقي دينی لگيں - دور دور سے جامع ازهر کي علمي دشش طلبا کو کهينچ لائي - اعراق ' بغداد ' غرناطه ' ٹيونس ' عسقلان ' تبريز ' اندلس ' اصفهان سے طلبا آرهے تهے - علم کے ذوق و شوق ميں دور دراز سفر کي صعوبتوں کو کچهه خاطر ميں نه لاتے ' گمنامي اور جهل کے بادلوں ميں چهپے هوے ازهر ميں داخل هوتے ' اور علم و شهرت کي روشني سے درخشنده هوکر نکلتے - امام عز الدين بن عبد السلام ' امام سبکي ' شهاب قرآني ' ابن هشام سراج بلقيني ' شيخ جلال الدين سيوطي ' ابراهيم بن عيسی اندلسي ' عز الدين عمر بن عبد الله عمر القدسي ' ابو حيان محمد بن يوسف غرناطي ' تاج الدين تبريزي ' امام اصفهاني ' امام زيلعي ' حافظ عراقي ' حافظ ابن حجر عسقلاني ' علاء الدين حموي ' رضی شاطبي ' محمد بن محمد بغدادي ' قاسم بن محمد ٹيونسي ' شيخ الاسلام زکريا انصاري ' يه تمام لوگ جو آسمان علم کے آفتاب و ماهتاب هيں ' اسي درسگاه کے فيضياب اور اسي ميخانه علم کے جرعه نوش تهے !

(نصاب تعليم)

دراة فاطميه کے بعد جامع ازهر ميں اول اول فقه شافعي کا درس دیا گیا ' اسکے بعد اور مذاهب کے علوم کا بهي درس دیا جانے لگا - گو يهاں معقولات کي بهي تعليم هوتي تهي ' مگر چونکه ابتدا هي سے جامع ازهر ميں ايک مذهبي شان قائم هوگئي تهي ' اسليے اُس کي درسگاه رفته رفته عقلي علوم سے محروم هوگئي

سنه ۱۳۰۰ تک اس خيال ميں کوئي تبديلي نهيں هوئي ' مگر جب چودهويں صدي کا آفتاب طلوع هوا ' تو علماء و امراے مصر کو خيال هوا که ازهر ميں معقولات کي تعليم بهي لازمي طور سے هوني چاهيے - مگر چونکه عوام کے دماغ ميں يه خيال راسخ هوچکا تها که مذهبي مدارس کو فلسفيانه تعليمات سے پاک هونا چاهيے ' اسليے سنه ۱۳۰۵ ميں ايک استفتا شيخ محمد ابناني شيخ الاسلام مصر و شيخ جامع الازهر اور شيخ محمد ابنا مفتي مصر کي خدمت ميں پيش کيا گيا که علوم عقليه طبعيات (فزکس) کيميا (کيمسٹري) رياضي (ميتهميٹکس) کي تعليم کي اسلام اجازت ديتا هے يا نهيں ؟ بالاتفاق دونوں نے اسکے اباحت بلکه ضرورت کا فتوی دیا - اُسوقت سے معقولات جامع ازهر کے درس ميں داخل هيں مگر سرکاري طور پر يه علوم عباس علمي پاشا خديو حال کے عهد ميں ۲۰ محرم سنه ۱۳۱۴ کو داخل کيے گئے - اب ازهر ميں فلسفه ' منطق ' حساب ' جغرافيه ' تاريخ اسلام ' رياضي ' هندسه ' تقرير و تحرير وغيره کي بهي تعليم دي جاتي هے ' اور بعض تشويق طلبه معززين مصر کے علوم جديده ميں کامياب هونے والے طلبه کے ليے سالانه وظائف مقرر کردیے هيں -

بالفعل جامع ازهر کي پوري مدت خواندگي ميں حسب ذيل علوم پڑهاے جاتے هيں : صرف نحو ' معاني ' بيان ' بديع ' فقه ' اصول فقه ' حديث ' اصول حديث ' تفسير ' علم کلام ' علم الاخلاق ' حساب ' جبر ' مقابله ' علم عروض و قافيه ' تاريخ اسلام ' منطق ' علم الخطابيه و الکتابيه ' علم لغت ' جغرافيه ' علوم عقليه فلسفه -

جامع ازهر کا کوئي مطبوعه نصاب موجود نهيں هے ' اسليے ازهر کي داخل نصاب کتابوں کے نام نهيں بتاے جاسکے ' مگر عموماً وهاں کتابيں پڑهائي جاتي هيں - ان ميں سے اکثر وه کتابيں هيں جو هندوستان ميں نهيں پڑهائي جاتيں - علوم بهي حسب ذيل عام هندوستاني عربي مدارس سے زياده هيں -

(علم صرف)

شرح مراح مؤلفه احمد بن مسعود ' کافيه ' ابن حاجب مع شرح شيخ الاسلام رضي ' تصريف مع شروح سعد تفتازاني ' ترصيف ' نظم العقود للعطاري ' لامية الافعال ابن مالک ' رساله الجوهرة في فن الاشتقاق -

(علم نحو)

اجرو ميه مع شروح ' توضيح ابن هشام مع شرح ' ازهرية مع شروح ' قطر الندی عبد الله بن هشام ' مذهب ابن هشام ' الفيه ابن مالک مع شروح ابن عقيل و اشموني ' مغني اللبيب ابن هشام - تسهيل ابن مالک -

(علم اللغة)

قاموس فيروز آبادي مع شرح سيد مرتضی ' صحاح جوهري ' مختار الصحاح رازي ' المصباح المنير ' فقه اللغة امام منصور ثعالبي ' اساس زمخشري ' المزهر علامه و حافظ عبد الرحمن جلال الدين سيوطي ' لسان العرب جمال الدين انصاري -

(فقه حنفي)

نور الايضاح شيخ شرنبلالي ' کنز نسفي مع شروح طلائي و ابن نجيم و زيلعي عيني ' تنوير الابصار مع شرح حصفکي ' البدائيه امام مرغيناني ' الهداية ' الغاية ' فتح القدير ' الاشباه و النظائر ابن نجيم ' کتاب الخراج امام ابو يوسف ' ملتقي للشيخ حلبي مع شرح حصفکي ' مجمع البحرين ابن ساعاتي ' قدوري ابوالحسن بغدادي ' جامع الفصولين ابن قاضي سماوية -

(فقه مالکي)

عشماويه شيخ عشماوي مع شرح ابن ترکي ' العزيزيه ' رساله ابن ابي زيد مع شرح اقرب المسالک ' مختصر خليل مع شروح ' المجموع ' العاصمية ' البقرة ' القصاري -

(فقه شافعي)

التقريب شيخ احمد مع شرح خطيب شربيني ' الاشباه و النظائر جلال الدين سيوطي ' التحرير شيخ الاسلام زکريا ' منهج الطالب ' منهاج الطالبين شيخ محي الدين يحيی نووي ' العباب ' نهج الطلاب ' البهجة ' الوجيز امام غزالي ' الروض نووي ' الارشاد ' کشف النقاب ' فتاوی ابن حجر ' فتاوی الرملي ' الرحبيه ' الترتيب ' کشف الغوامض ' الفيه -

(فقه حنبلي)

متن الدليل ' الغاية ' زاد المقنع ' متن المنتهی ' الاقناع ' المقنع لابن قدامه ' مختصر المقنع ' الانصاف ' الفروع ' تصحيح الفروع ' مختصر الشاطبي -

(اصول فقه)

جمع الجوامع للسبکي مع شرح قاضي عضد ' منار الانوار للنسفي مع شرح ابن مالک و حصفکي و ابن نجيم ' التلقيح لصدر الشريعة ' تنقيح الفصول ' الورقات امام الحرمين مع شروح الورقات للخطاب ' التحرير للکمال بن ابن الهمام ' فصول البدائع ' العرآت -

(علم حديث)

صحيح بخاري مع قسطلاني و عسقلاني و عيني و زکريا انصاري ' صحيح امام مسلم مع شرح محي الدين نووي ' مختصر البخاري شيخ ابن ابي جمره ' الشفاء قاضي عياض مع شرح خفاجي و ملا علي قاري ' موطا امام مالک مع شرح زرقاني و ابن عبد البر ' الجامع الصغير للسيوطي ' مع شروح ' الاذکار امام نووي مع شرح ' التجريد ' شمائل ترمذي ' الترغيب و الترهيب امام منذري ' الاربعين امام نووي ' صحيح ترمذي ' صحيح نسائي ' صحيح الاشعث ' صحيح ابن ماجه ' مواهب لدنيه امام قسطلاني ' السيرة الحلبيه امام حلبي -

۱ ـ مآثر الكرام - و سرو آزاد

مصنفۂ

حسان الهند مولانا میر غـلام علي آزاد بلگرامي پر

مولانا حکیم شمس الله قادري صاحب - ایم - اے - ایس - ایف
آر - ایچ - ایس - عالم آثار قدیمه کا

ریویو

علم تاریخ کي دو قسمیں هیں - ایک وہ سلسله واقعات هے که جس میں مختلف قوموں اور سلطنتوں کے عروج و زوال سے بحث ' کي جاتي هے ' اور جس کو عرف عام میں تاریخ یا هسٹري کے نام سے تعبیر کرتے هیں - دوسري قسم وہ هے که جس میں کسي ملک و قوم کے افراد کا تذکرہ کیا جاتا هے ' اس کو اسماء الرجال یا بیوگریفي کہتے هیں -

اسماء الرجال جس کو دوسرے الفاظ میں تذکرہ نویسي بھي کہتے هیں کم و بیش قدیم الایام سے چلا آتا هے - عبراني ' یوناني ' رومي لٹریچر میں اس قبیل کي بہت سي کتابیں موجود هیں - لیکن اُن میں زیادہ تر ملکي بہادروں کے نامي کارنامے یا اولیا و شہدا کے کشف و کرامات منضبط هیں - قرون وسطی میں مسلمانوں نے اس فن کو اس قدر ترقي دي که جس کي نظیر دنیا میں نہیں مل سکتي - ان لوگوں نے تراجم ' طبقات ' وفیات و اعیان وغیرہ کے عنوانوں میں ہزاروں کتابیں لکھہ ڈالیں ' اور ان میں علماء و فضلا ' شعرا ' حکما ' امرا وغیرہ وغیرہ غرض ہر طبقه کے لکھوکھا آدمیوں کا تذکرہ قلم بند کردیا - اس موقعه پر یه ظاهر کردینا بھي خالي از دلچسپي نه هوگا که یه تمام کارنامے ان مسلمانوں کے تھے جو بلاد ایران ' روم و شام و مصر میں رهتے تھے - برخلاف اس کے هندوستان کے مسلمانوں نے اس کے ساتھه بہت بے اعتنائي سے کام لیا -

مسلمانان هند کي تاریخ پانچویں صدي هجري سے شروع هوتي هے - اس زمانے سے لیکر مغل ایمپائر کے انحطاط تک هندوستان کي مردم خیز خاک سے بڑے بڑے علما ' فضلا اور نامي گرامي اهل کمال پیدا هوے هیں - مگر افسوس هے که ان کے حالات مصنفین کي بے التفاتي سے اس طرح ناپید هوگئے که اس وقت باوجود تلاش و تجسس کے بھي نہیں مل سکتے -

مولانا آزاد بلگرامي بارهویں صدي میں ایک نامي گرامي مصنف گزرے هیں - انہوں نے اسماء الرجال میں بہت سي کتابیں لکھي هیں ' اور موقعه پر فخر کے ساتھه اس امر کا ذکر کیا هے که وہ هندوستان میں اسماء الرجال کے سب سے پہلے مصنف هیں - چنانچه اُن کي اصل عبارت یه هے :

" و پیش از من احدی آستین سعي بایں درجه نه شکسته و کمر خدمت بزرگان سلف و خلف بایں جد و جهد نه بسته " -

مولانا آزاد سے پہلے اگرچه ملا عبد القادر بدایوني اور شیخ ابو الفضل - بختاور خان عالمگیري وغیرہ مورخین نے اپني تاریخوں میں اپنے معاصرین کا تذکرہ بھي قلم بند کیا هے - لیکن یه تصریرات اس موضوع پر مستقل تصنیف کي حیثیت نہیں رکھتي هیں - مولانا آزاد اسماء الرجال کو ایک مستقل فن قرار دیکر اس کے مختلف شعبوں پر متعدد کتابیں تصنیف کیں مثلاً :

تراجم علما میں سبحة المرجان ' مآثر الکرام - تراجم شعرا میں ید بیضا - خزانۂ عامرہ - تراجم صوفیه میں روضة الاولیا ' شجرۂ طیبه ' وغیرہ وغیرہ - اس اعتبار سے اگر هم یه کہیں تو کچھه بیجا امر نه هوگا که مولانا آزاد بلگرامي هندوستان میں اسماء الرجال کے سب سے پہلے مصنف هیں -

مآثر الکرام اسماء الرجال کي ایک قابل قدر اور بیش قیمت کتاب هے - علامه مصنف نے اس کے دو حصے قرار دیے هیں - پہلے حصه میں ان ڈیڑھ سو (۱۵۰) مشاهیر علما و صوفیه کا تذکرہ قلم بند کیا هے ' جو فتح اسلام سے لیکر بارهویں صدي هجري کے خاتمه تک سرزمین هندوستان کے مختلف شہروں میں گزرے هیں - دوسرا حصه جس کا نام سرو آزاد هے شعرا کے متعلق هے - اس میں فارسي اور هند کے (۱۵۱) شعرا کا تذکرہ هے - اور هر ایک شخص کي نسبت وہ تمام باتیں درج کردي هیں جو اس کے سوانح عمري کے لیے ضروري اور کار آمد هیں ' مثلاً خاندان ' قوم ' وطن ' تعلیم و تربیت ' تلمیذ - اخلاق و عادات ' تصنیف و تالیف وغیرہ اور ان کے ضمن میں بہت سے تاریخي واقعات و علمي نکات کا تذکرہ بھي آگیا هے -

مصنف نے حصه اول کو دو فصلوں پر مرتب کیا هے - پہلي فصل میں اولیاے کرام کے حالات هیں - دوسري فصل میں علما و فضلا کا تذکرہ هے - هر فصل کي ابتدا میں ایک تمہید هے - پہلي تمہید میں هندوستان میں مسلمانوں کے آنے اور اسلام کے اشاعت پانے کا ذکر هے - اسي طرح دوسري تمہید میں اهل اسلام میں علوم و فنون کے پھیلنے اور خلفاے بغداد و اندلس کے مشاغل علمي کا بیان هے -

حصه دوم یعني سرو آزاد کي ابتدا میں ایک مقدمه هے جس میں فارسي شاعري کي تاریخ بیان کي هے - شعرا کے تراجم درج کیے هیں اور اس کے ضمن میں موقع بموقع شعر و سخن کے قیمتي نکات کا بھي تذکرہ کردیا هے -

ان دونوں حصوں میں ایک خاص باب یه هے که اکثر مشاهیر دکن کے حالات بھي آگئے هیں ' اور نواب نظام الملک آصفجاہ اور اُنکے خاندان کا تذکرہ اس شرح و بسط کے ساتھه لکھا هے که اُن کے هم زمانه تصنیفات سے کسي میں بھي نہیں مل سکتا -

بارهویں صدي کے نصف آخر میں جو حوادثات پیش آے هیں مصنف نے اُنکا ذکر نہایت عمدگي سے بیان کیا هے ' اور بعض باتیں تو ایسي لکھي هیں که جو کسي دوسري تاریخ میں مشکل سے مل سکتي هیں ' اور جو حضرات تاریخ دکن سے مذاق رکھتے هیں اُن کیلیے یه حصه (سرو آزاد) ایک لاجواب تحفه هے -

فن تراجم میں یوں تو هندوستان میں بہت سي کتابیں لکھي گئي هیں - لیکن ان میں صرف دو کتابیں ایسي هیں جو هر زمانه میں عزت و رفعت کي نگاهوں سے دیکھي جا سکتي هیں - ان میں ایک مآثر الامرا هے جس میں هندوستان کے بڑے بڑے وزرا ' امرا اور عهدہ داروں کا تذکرہ منضبط هے - دوسري کتاب مآثر الکرام اور اس کا حصه دوم سرو آزاد هے ' جس میں علما ' فقرا اور شعرا کے حالات لکھے هیں ' اور هر ایک کا حال اس تفصیل سے درج هے که کسي دوسري کتاب میں اس کي نظیر نہیں مل سکتي -

مآثر الامرا کو بنگال ایشیاٹک سوسائیٹي کي علم دوست جماعت نے مدت هوئي که تین ضخیم جلدوں میں چھاپ کر شایع کردیا هے - لیکن مآثر الکرام کے دونوں حصے ابھي تک گوشۂ گمنامي میں پڑے هوے تھے -

خدا بھلا کرے مولوي عبد الله صاحب کا که باوجودیه بضاعت هونیکے اس کتاب کو نہایت اعلی اهتمام سے چھپوا کر هندوستان کي علمي تاریخ میں ایک قابل قدر اضافه کیا هے ' اور تمام اهل ملک کو ان کے احسان کا مشکور هونا چاهیے - اور جو حضرات تاریخي مذاق رکھتے هیں ان کے لیے یه دونوں چراغ هدایت کا کام دینگے - پہلے حصه کے (۳۳۴) اور دوسرے حصے کے (۴۲۲) صفحات هیں - ان کي قیمت حسب ذیل رکھي گئي هے :

مآثر الکرام	قیمت	۲ روپیه	علاوہ محصول ڈاک
سرو آزاد	قیمت	۳ روپیه	علاوہ محصول ڈاک

۲ ـ اعظم الکلام في ارتقاء الاسلام

(یعني اردو ترجمـــه)

" پریوزڈ پولیٹکل اینڈ سوشیل ریفارمز انڈر مسلم رول "

مصنفه

نواب اعظم یار جنگ مولوي چراغ علي مرحوم

پر مولوي محمد اختر صاحب کا ریویو

اس کتاب میں علامه مصنف نے بزبان انگریزي سنه ۱۸۸۳ ع میں ایک یوروپین عالم رورزڈ مالکم میکال کے اس اعتراض کي تردید میں که " مذهب سلام مانع ترقي هے " قرآن ' حدیث ' فقه اور تاریخ سے نہایت عالمانه طریق پر یه ثابت کیا هے که اسلامي روحاني ' اخلاقي اور دماغي ترقي کا حامي ' تغیر زمانه کے ساتھه نئے تمدن و سیاست کا ساتھه دینے والا ' اور زندہ ضروریات کے مطابق هر قسم کے قوانین کي بنیاد بننے کي صلاحیت رکھنے والا " مذهب هے - اس کي فطرت جمود و خمود کے منافي هے - اسي ضمن میں اسلام کے متعلق دوسرے یوروپین مصنفین مثلاً سر ولیم میور ' سر ڈیه اسمتھه ' پڈاڈس

هیر - سیل وغیرہ کی غلط بیانیوں کی اصلاح بھی مشرقی اور مغربی جوانوں سے کی گئی ہے ' اور صدہا اسلامی مسائل متعلق معاشرت و سیاست پر عالمانہ بحث کی گئی ہے -

غرض کہ یہ کتاب اسلامی تمدن و سیاست کا خلاصہ ہے ' اور اس میں وہ مسائل جمع کیے گئے ہیں' جن پر ہزارہا اسلامی کتب کے مطالعہ کے بعد بھی بہ مشکل عبور ہوسکتا ہے - اور یہ کہنا بالکل مبالغہ سے خالی ہے کہ جو قیمتی معلومات اس مختصر کتاب میں جمع کی گئی ہیں وہ آج تک زبان اردو میں نہیں ملیگی' جس کا ثبوت فہرست مضامین کتاب ہذا سے ملیگا -

اس پر آشوب زمانہ میں جب کہ ہر طرف سے مسلمانوں کے تمدن و سیاست اور اُن کے ملکی وقومی اخلاق پر حملے کیے جارہے ہیں ' اور دیکھا جاتا ہے کہ انکا وجود کرۂ ارض کی تہذیب و شایستگی کے حق میں ایک بار اور سد راہ ہے ' اس کتاب کا مطالعہ تمام علم دوست حضرات اور خصوصاً تعلیم یافتہ مسلمانوں اور بالخصوص اُن حضرات کو بیحد مفید ہوگا' جنھوں نے محض حب اسلامی اور حب قومی سے اپنی زندگی مذہب اسلام کی حمایت کیلیے وقف کررکھی ہے ' اور جن کو رات دن یہ فکر دامنگیر رہتی ہے کہ مذہب اسلام کو نئی روشنی و تہذیب کا ساتھ دینے والا ثابت کیا جاے ' اور اس پر جو ناجائز حملے کیے جارہے ہیں' اُنکی مدافعت عالمانہ طور پر کی جاے - اس لحاظ سے یہ کتاب اسلامی مشنریوں کو نہایت اعلیٰ درجہ کے ہتھیار کا کام دیگی - کیونکہ علامہ مصنف نے اس کتاب میں الزامی جوابوں سے کام نہیں لیا ' بلکہ ہر اعتراض کا جواب تحقیقی' اور قرآن وحدیث اور تعامل مسلمانان صدر اول اور تاریخ وفقہ اور متقدمین اسلام ' اور مسلمانوں کے زندہ زمانہ کی مثالوں سے دیا ہے - اور بالمقابل دوسرے مذاہب خصوصاً عیسائیت کے قانون اور فقہ کا ذکر کرکے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اسلام نے دنیا کی تہذیب و شایستگی کے حق میں کیا کیا ' اور مخالفین نے کیا -

غرضکہ مصنف نے زبردست دلائل سے ثابت کیا ہے کہ مذہب اسلام صرف سر زمین عرب اور خاص مسلمانوں کے حق میں ہی مفید نہیں ہے' بلکہ وہ یہ آیۂ رحمت ہے جس پر تمام دنیا کی دینی و دنیوی فلاح منحصر ہے' اور اس کا نہجر ایسا پر حکمت ہے کہ ملک و قوم اور زمانہ کا ساتھ دے سکتا ہے ' اور اس طرح وہ ایک زندہ مذہب ہے ' اور ریورنڈ ملکم میکال کا اعتراض تاریخی شہادتوں کے بالکل خلاف ہے -

مرحوم مصنف نے اس کتاب کو دو حصوں پر تقسیم کیا ہے - پہلے حصہ میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ مسائل تمدن و سیاست پر بحث کی ہے ' جس میں جزیہ ' دار الحرب' دارالاسلام' حقوق ذمیاں ' شہادت غیر مسلمین ' حقوق رعایا ' ارتداد و بغاوت ' مساوات اقوام غیر' عدم جواز جنگ و جدال از قرآن ' مذہبی آزادی' تعمیر گرجا' معاہدوں کی پابندی' خلفاء اسلام کی تاریخی مسالمت' قانون بین الاقوام وغیرہ کا تفصیلی ذکر ہے -

دوسرے حصہ میں مسائل معاشرت کو اسلامی روشنی میں دکھلایا گیا ہے ' اور مسائل طلاق و نکاح ' تعدد زوجات ' اور غلامی و لونڈی پر مفصل بحث کی گئی ہے -

اس کے علاوہ حصہ اول کے شروع میں مصنف نے ایک مفصل مقدمہ بھی لکھا ہے - اس مقدمہ میں اُن اہم امور پر بحث کی گئی ہے جو اسلامی فقہ کے اصل الاصول ہیں ' یعنے فقہ کے دور' مذہب اربعہ کا شیوع ' اختلاف زمان و مکان سے مسائل فقہی کا بدلتا رہنا ' قیاس و اجماع اور عدم اختتام اجتہاد وغیرہ -

اس کتاب میں سلطنت ٹرکی کی سیاسی حالت کا ذکر بھی آیا ہے - علامہ مصنف نے اس سلسلہ بیان میں اُن تمام اعتراضات کی قلعی بھی کھولدی ہے جن کا سنگ بنیاد مہذب یورپ اسپر رکھتا ہے کہ اسلام کا کانسٹی ٹیوشن اس کے تنزل کا باعث ہے ' اور اسی مناسبت سے مصنف نے اس کتاب کو سلطان عبد الحمید خان کے نام تقدیم کیا تھا -

محض قومی خدمت کی غرض سے اردو زبان میں اس کا ترجمہ کیا گیا ہے - ترجمہ کی خوبی کے بارہ میں صرف اسقدر کہدینا کافی ہے کہ اس کا مترجم موجودہ زمانہ کا وہ مسلم الثبوت انشا پرداز ہے جس کے وجود سے اردو زبان زیربار احسان ہے ' جسکا نام نامی مولوی عبد الحق صاحب بی - اے (علیگ) ہے -

اس کتاب کا ترجمہ کچھہ آسان نہیں تھا - کیونکہ گو یہ انگریزی زبان میں تھی' اور یہ بات ایک معمولی سی معلوم ہوتی ہے ' لیکن اس کو اردو کا جامہ پہنانے کے لیے اسلامی معلومات اور عربیۃ کی سخت ضرورت تھی - کیونکہ اس کتاب میں ہزارہا آیات قرانی' احادیث' مسائل فقہ' اور سیکڑوں کتب علمیہ عربیہ کے اقتباسات دیے گئے ہیں ' جن کا ترجمہ بغیر اصل کے مقابلہ کیے ہوے نہیں ہوسکتا تھا' اور نہ اصلاحات عربیہ قائم رہ سکتی تھیں - لہذا اس کتاب کے ترجمہ میں مترجم نے جو جانکاہی و جانفشانی کی ہے وہ بجاے خود ایک مستقل تصنیف کا درجہ رکھتی ہے اور اس لحاظ سے یہ کتاب اُن حضرات کو چراغ ہدایت کا کام دیگی جو اعلی درجہ کی کتب علمیہ کا ترجمہ کرنا چاہتے ہوں -

اس محنت کے علاوہ فاضل مترجم نے اصل پر بہت کچھہ اضافہ بھی کیا ہے ' یعنے ایک بسیط اور جامع مقدمہ بھی تحریر کیا ہے - جو تین حصوں پر مشتمل ہے :

حصہ اول میں علامہ مصنف کے حالات زندگی قلمبند کیے ہیں' جو بجاے خود ایک نہایت عمدہ اور مفید چیز ہے - اور اُن سے یہ سبق ملتا ہے کہ مصنف نے محض اپنی کوشش اور مطالعہ سے یہ علمی پایہ اور مراتب دنیاوی حاصل کیے' جس کی مثال اب تک نئے تعلیم یافتہ لوگوں میں نہیں پیدا ہوئی - گویا مصنف کی سوانح عمری سیلف ہلپ کا ایک کامل نمونہ ہے -

حصہ دوم میں علامہ مصنف کی دوسری تصانیف تحقیق الجہاد ' ترر پرافٹ ' کتاب زیر بحث اور دیگر کتب پر ریویو کیا گیا ہے -

حصہ سوم میں فاضل مترجم نے اُن آراء و خیالات کو جمع کیا ہے جو مشاہیر عہد اور علماے یورپ نے کتاب ہذا کی نسبت ظاہر کیے تھے ' مثلاً ڈاکٹر ہنٹر ' ڈبلیو - سی بلنٹ ' مصنف فیوچر آف اسلام ' ڈاکٹر اسپرنگر اور سر سید مرحوم وغیرہ -

ڈاکٹر اسپرنگر اپنے زمانہ کا مشہور عالم شرقیات گزرا ہے ' اُس کا خط خصوصیت سے قابل ذکر ہے - یہ خط نہایت دلچسپ اور عالمانہ ہے - اس میں مسلمانوں کے ترقی و تنزل کے اسباب اور اُن کے علمی کارناموں پر مفصل بحث کی گئی ہے - یہ خط کتاب کے شایع ہونے کے بعد مصنف کو لکھا گیا تھا - جس میں اُن خیالات کی بیحد تعریف کی گئی ہے' جو اس کتاب میں ظاہر کئے گئے ہیں' اور مجبوراً اُس کو یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ واقعی مذہب اسلام کے اصول کسی قوم کی ترقی میں سد راہ نہیں ہوسکتے - بلکہ ناقص تعلیم و تربیت نے مسلمانوں کو اس قعر مذلت میں ڈال رکھا ہے' لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ نصاب تعلیم میں اصلاح کی جاے تاکہ انسانی ترقی کا وہ اعلی مقصد حاصل ہوسکے جو مذہب اسلام کا منشاء ہے - چنانچہ اُس نے اس خط میں ایک کورس کا خاکہ بھی پیش کیا ہے ' جس سے مصلحان تعلیم قدیم کو اس تعلیمی انقلاب کے زمانہ میں بہت کچھہ مدد مل سکتی ہے - خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ قیام محمڈن یونیورسٹی علیگڈہ کا مسئلہ بھی خواہان قوم کے پیش نظر ہے -

اگرچہ مصنف کا زمانہ کچھہ بہت دور نہیں ہے' لیکن اردو خوان پبلک سے اُس کا تعارف کرانا ضرور ہے' کیونکہ مصنف اکثر و بیشتر ایسے خیالات انگریزی زبان میں ظاہر کرتے تھے -

اس مختصر ریویو میں مصنف کی علمی اور شخصیت پر مفصل روشنی نہیں ڈالی جاسکتی - کیونکہ وہ ایک ایسا جامع صفات شخص ہے جو اپنے تعارف کے لیے نہایت دقت نظر کا محتاج ہے - تاہم اس کتاب کا پوزیشن بتانے اور پبلک کی واقفیت کے لیے کچھہ نہ کچھہ لکھنا ضرور ہے -

مصنف مرحوم سر سید مرحوم کے اصحاب میں سب سے زیادہ عالم اور دقیق النظر اور وسیع معلومات کا شخص تھا - لیکن اُسی قدر سب سے زیادہ خاموش تھا - اور ہر وقت مطالعہ میں مصروف رہتا تھا - باوجود عالم شرقیات ہونے کے وہ ہمیشہ اپنے خیالات انگریزی زبان میں ظاہر کرتا تھا - اور اُس کا روے سخن اُن علماے اقوام غیر کی طرف رہتا تھا جن کا مقصد زندگی یہ تھا کہ مذہب اسلام کو تمام ممکن پہلوؤں سے مورد مطاعن بنایا جاے - لہذا مصنف مرحوم نے بھی اپنا اعلی مقصد زندگی یہ قرار دیا تھا کہ مذہب اسلام کی حمایت میں اپنا دل و دماغ اور جان و مال وقف کردے - جو لوگ انگریزی میں مصنف کی تصانیف تک رسائی رکھتے ہیں وہ اس کے علمی مطمح نظر اور آثار نفس سے بخوبی واقف ہیں -

نے ہیں کہ اس نے کس طرح اس علمی میدان میں داد تحقیق دی ہے' اور ایسے مقصد میں کہانتک کامیاب ہوا ہے - اور جس سبجکٹ پر قلم اٹھایا ہے پھر کسی دوسرے کے لیے اس پر اضافہ کرنے کی بہت کم گنجایش باقی رہی ہے - پبلک کو اس دعوی کا ثبوت کتاب ہذا اور اس کی دوسری تصانیف سے بخوبی مل سکے گا - جب وہ اسی مصنف کی دوسری کتاب " تحقیق الجہاد " کو پڑھیگی جو چھپ کر اردو زبان میں تیار ہوگئی ہے اور ۴۱۲ صفحات پر ختم ہوئی ہے ' تو مصنف کا علمی پایہ اس صدی کے تمام مسلمان مصنفین سے اعلی و ارفع ثابت ہوگا - افسوس ہے کہ سواے معدودے چند مضامین مطبوعہ " تہذیب الاخلاق " کے ابھی پبلک کے پاس کوئی اور ایسا معیار نہیں پہنچا جس سے وہ مصنف کو جانچ سکے - لہذا پبلیشر کتاب ہذا (مولوی عبد اللہ خانصاحب کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن) نے ارادہ کیا ہے کہ مصنف مرحوم کے اُن تمام قلمی مسودات کو شایع کردیا جاے جو رہ اس دنیاے فانی میں اپنی ایک لازوال یادگار چھوڑ گیا ہے - یہ رسائل نہایت جستجو سے جمع کیے گئے ہیں جو تقریباً دو ہزار صفحات (۲۰۰۰) تک وسیع ہوں گے - ان میں سے ہر ایک رسالہ ایک بیش بہا علمی خزانہ ہے ' اور بالکل نئے نئے سبجکٹوں پر اردو زبان میں لکھا گیا ہے - یہ رسائل بعد طبع دنیا کو حیرت میں ڈال دینگے -

کتاب نہایت خوشخط عمدہ کاغذ پر دو حصوں میں چھاپی گئی ہے' اور شائقین کو بقیمت ۳ روپیہ علاوہ محصول ڈاک - مولوی عبد اللہ خاں صاحب بک سیلر اینڈ پبلیشر حیدر آباد دکن کتب خانہ آصفیہ سے مل سکتی ہے - فقط -

۳ - گلشن ہند

تصنیف میرزا علی دہلوی المتخلص بہ لطف پر

حکیم سید شمس اللہ قادری صاحب عالم آثار قدیمہ کا دوبارہ

لارڈ وارن ہیسٹنگز گورنر جنرل (سنہ ۱۷۷۳ ع سنہ ۱۸۸۲ع) کے زمانہ میں نواب علی ابراہیم خاں نے گلشن ابراہیم کے نام سے فارسی زبان میں شعراے ہند کا ایک تذکرہ لکھا تھا - زبان اردو کے مشہور محسن و سر پرست مسٹر جان گلگرسٹ کی فرمایش سے سنہ ۱۸۰۱ میں بعد مارکوئس آف ویلزلی (سنہ ۱۷۹۸ ع - سنہ ۱۸۰۵ ع) میرزا علی لطف نے بہت کچھہ اضافہ کے بعد اردو میں اس کا ترجمہ کیا اور گلشن ہند نام رکھا - میرزا علی لطف کے والد میرزا کاظم بیگ استر آباد کے باشندے تھے - سنہ ۱۵۴۱ع میں نادر شاہ کے ہمراہ دہلی آے' اور نواب ابو المنصور خاں کے توسط سے شاہی دربار میں ملازمت کرلی - فارسی کے شاعر تھے - ہجری تخلص تھا - میرزا علی لطف دہلی میں پیدا ہوے اور وہیں نشو و نما پائی - جوانی میں عظیم آباد چلے گئے اور وہاں سے کلکتہ پہونچے - کچھہ عرصہ یہاں قیام رہا اس کے بعد حیدر آباد چلے آے - اس وقت نواب سکندر جاہ (سنہ ۱۷۶۸ع - سنہ ۱۸۲۸ ع) کی حکومت تھی - نواب اعظم الامرا ارسطو جاہ ان کے وزیر اعظم تھے - ارسطو جاہ نے انھیں اپنے مصاحبین میں شامل کرلیا ' اور چار سو روپیہ ماہوار مقرر کردیے - سنہ ۱۸۱۲ع میں بمقام حیدر آباد میرزا علی لطف کا انتقال ہوا (گلشن ہند - ص - ۱۴۹ - گلشن بے خار - ص - ۱۶۷ - تاریخ گلزار آصفیہ - ص - ۴۵۰) نظم اردو کے بابا آدم ولی دکھنی سے لیکر سنہ ۱۸۰۱ ع تک جس قدر مشہور شعرا گذرے ہیں' قریب قریب ان تمام کا تذکرہ گلشن ہند میں مندرج ہے - مصنف نے ہر شخص کے ضروری حالات مثلاً خاندان' قوم و وطن' تعلیم و تربیت' تلمذ ' اخلاق و عادات ' تصنیف و تالیف وغیرہ کا ذکر کیا ہے - اسی کے ضمن میں ہندوستان کے بہت سے تاریخی واقعات بھی لکھدیے ہیں -

اس تذکرہ سے اردو شاعری کی نسبت کئی ایک نئی باتیں معلوم ہوتی ہیں - مشہور محدث شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کی نسبت لکھا ہے کہ آپ اردو کے بھی شاعر تھے ' اشتیاق تخلص تھا -

یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فارسی کے مشہور شاعر میر زا عبد القادر بیدل بھی اردو میں شعر کہا کرتے تھے - چنانچہ اُن کے دو بیت بھی گلشن ہند میں منقول ہیں - اس تذکرہ میں بعض دیگر شعراء کا بھی کلام درج ہے جن کا نام تو بہت مشہور ہے ' مگر کلام نہیں ملتا - مثنوی سحر البیان کے مصنف میر حسن دہلوی اردو کے بلند پایہ شاعر ہوے ہیں اس وقت ان کا دیوان ناپید ہے - شمس العلما مولوی محمد حسین آزاد لکھتے ہیں :

" دیوان نہیں ملتا ..... آج یہ نوبت ہے کہ پانچ غزلیں بھی پوری نہ ملیں' جو اس کتاب میں درج کرتا - (آب حیات) مولوی صاحب موصوف نے آب حیات میں صرف سولہ شعر درج کیے ہیں - گلشن ہند میں تین صفحوں پر صرف غزلیات کا انتخاب درج ہے - سید محمد میر اثر کی مثنوی "خواب و خیال" نہایت مشہور ہے ' مگر آج تک دیکھنے میں نہیں آئی - گلشن ہند میں اسکا انتخاب بھی درج ہے - میرزا لطف چونکہ بڑے بڑے شعرا میر ' انشا ' مصحفی ' مذنت وغیرہ کے ہم عصر اور صحبت یافتہ تھے ' اس لیے ان کے بہت سے ایسے واقعات بھی لکھے ہیں جن کا دوسری کتابوں میں پتہ تک نہیں چلتا - میر تقی کے حالات میں ایک مقام پر لکھا ہے کہ سرکار کمپنی نے کلکتہ فورٹ ولیم میں اردو کتابوں کی تصنیف و تالیف کا محکمہ قائم کیا' تو کرنیل اسکاٹ رزیڈنٹ لکھنو کی وساطت سے میر صاحب کلکتہ بلواے گئے - مگر بوجہ پیرانہ سالی وہاں نہ جاسکے - یہ ایسا واقعہ ہے جس کو کسی تذکرہ نویس نے نہیں لکھا -

میرزا لطف نے حالات لکھنے میں نہایت صاف بیانی سے کام لیا ہے - بلا کسی رو و رعایت کے سچ سچ باتیں بھی لکھہ دی ہیں - خان آرزو کے شیخ علی حزیں کے کلام پر جو نکتہ چینی کی ہے اس کی نسبت لکھا ہے کہ :

" دیوان شیخ کا دیکھکر بہت سے شعر بےمقیم ٹھہرے - چنانچہ وہ سب اعتراض جملہ کرکے ایک رسالہ لکھا اور اوس کا نام تنبیہ الغافلین رکھا - عوام کی طبیعت تو ان اعتراض سے البتہ تشویش میں پڑتی ہے ' نہیں تو صاف نزاع معلوم ہوتی ہے ' جب باریک بینوں کی نگاہ اس سے جا لڑتی ہے " -

الغرض گلشن ہند شعراے اردو کا ایک نادر و نایاب اور قابل قدر تذکرہ ہے - سنہ ۱۹۰۶ع سے پہلے دنیا میں اس کے تین نسخوں کا پتہ معلوم تھا - ایک نسخہ انڈیا آفس لائبریری واقع لنڈن کا - دوسرا نسخہ پروفیسر کارسن ڈی تاسی کے کتب خانہ کا - تیسرا نسخہ اودھہ کے کتب خانہ شاہی کا - (جو اس وقت انڈیا آفس لائبریری میں شریک کردیا گیا ہے) سنہ ۱۹۰۵ع کے موسم برسات میں حیدر آباد کی زود موسی اور طغیانی ہوئی ' جس کی وجہ سے ہزاروں گھر غرق ہوگئے' لاکھوں کا نقصان ہوا - کسی آفت رسیدہ کا کتب خانہ بھی بہہ گیا - اس میں یہ نادر الوجود تذکرہ بھی تھا - مولوی غلام محمد صاحب نے جو آج کل تعلقدار ہیں آپ خرید لیا - شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی کی نظر سے جب یہ تذکرہ گزرا تو انھیں بدرجہ غایت پسند آیا' اور اوسے انجمن ترقی اردو کی طرف سے شائع کرنے کا قصد کیا - لیکن جب انجمن کے پیچ در پیچ دار طرز عمل کی وجہ سے اس کو نہ چھاپ سکی' تو شمس العلماء نے مولوی عبد اللہ خان کو اس کے شایع کرنے کی راے دی' اور خود اس کی تصحیح کی ' اور بہت سے حواشی بھی لکھے - کتاب کی ابتدا میں مولوی عبد الحق صاحب بی - اے - سکریٹری انجمن ترقی اردو نے ایک عالمانہ مقدمہ بھی لکھا ہے' جس میں زبان اردو کے نشو و نما کی تاریخ اور اس کے قدیم تصنیفات کا بیان' تذکرہ ہذا کے خصوصیات ' نہایت وضاحت سے بتلائے ہیں -

مولوی عبداللہ خاں نے اس کتاب کو چھپواکر اردو علم ادب میں ایک قابل قدر اضافہ کیا ہے - امید ہے کہ جو لوگ اردو کی ترقی کے خواہاں ہیں وہ ضرور اس کی اشاعت میں کوشش کرینگے

صفحات (۲۳۳) قیمت صرف ایک روپیہ -

(۴) تحقیق الجہاد نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی مرحوم کی کتاب "کرٹیکل اسپرزیشن آف دی پاپولر جہاد" کا اردو ترجمہ مترجمہ مولوی غلام الحسنین صاحب پانی پتی - علامہ مصنف نے اس کتاب میں یورپین مصنفین کے اس اعتراض کو رفع کیا ہے کہ " مذہب اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے " فاضل مصنف نے قرآن' حدیث' فقہ اور تاریخ سے عالمانہ اور محققانہ طور پر ثابت کیا ہے کہ جناب رسالت مآب (صلعم) نے تمام غزوات و سرایا و بعوث محض دفاعی تھے ' اور ان کا یہ مقصد ہرگز نہ تھا کہ غیر مسلموں کو بزور شمشیر مسلمان کیا جاے - حجم (۴۱۲) صفحات - قیمت ۳ روپے -

(۵) الفاروق - شمس العلما مولانا شبلي نعماني كي لاثاني تصنيف - جس ميں حضرت عمر رضي الله عنه كي مفصل سوانح عمري اور اُن كے ملكي ' مالي ' فوجي انتظامات اور ذاتي فضل و كمال كا تذكره مندرج هے - قيمت ۳ روپيه -

(۶) آثار الصنادید - مرحوم سرسيد كي مشهور تصنيف جس ميں دهلي كي تاريخ اور وهاں كے آثار و عمارات كا تذكره مندرج هے - نامي پريس كانپور كا مشهور اڈيشن - قيمت ۳ روپيه -

(۷) ميڈيكل جيورس پروڈنس - حضرت مولانا سيد علي بلگرامي مرحوم كي مشهور كتاب - يه كتاب وكيلوں ' بيرسٹروں اور عهده داران پوليس و عدالت كے ليے نهايت مفيد و كارآمد هے - تعداد صفحات (۳۸۰) مطبوعه مطبع مفيد عام آگره قيمت سابق ۶ روپے قيمت حال ۳ روپيه -

(۸) علم اصول قانون - مصنفهٔ سر ڈبليو ايچ رٹيگن ال - ال - ڈي كا اُردو ترجمه جو نظام الدين حسن خاں صاحب بي - اے - بي - ال - سابق جج هائيكورٹ حيدر آباد اور مولوي ظفر علي خاں صاحب بي - اے كي نظر ثاني كے بعد شايع هوا هے - مترجمه مسٹر مالك شاه دين شاه ششن جج دولت آصفيه - آخر ميں اصطلاحات كا فرهنگ انگريزي و اُردو شامل هے - كل تعداد صفحات (۸۰۸) قيمت ۸ روپيه -

(۹) تمدن هند - قيمت پچاس روپيه -

(۱۰) داستان ترکتازان هند - ۵ جلد فارسي زبان ميں - جس ميں مسلمانوں كے ابتدائي حملوں سے دولت مغليه كے انقراض تك تمام سلاطين هند كے مفصل حالات منضبط هيں - اعلیٰ كاغذ پر نهايت خوشخط چهپي هے حجم (۲۲۵۶) صفحه - قيمت سابق ۲۰ روپيه قيمت حال ۶ روپيه -

(۱۱) الغزالي - مصنفهٔ مولانا شبلي نعماني - امام همام ابوحامد محمد بن محمد الغزالي كي سوانح عمري اور اُن كے علمي كارناموں پر مفصل تذكره - حجم (۲۸۲) صفحه طبع اعلیٰ قيمت ۲ روپيه -

(۱۲) جنگل ميں منگل - انگلستان كے مشهور مصنف اڈيارڈ كپلنگ كي كتاب " دي جنگل بك " كا اُردو ترجمه - مترجمه مولوي ظفر علي خاں بي - اے - جس ميں انوار سهيلي كي طرز پر حيوانات كي دلچسپ حكايات لكهي گئي هيں - حجم ۴۶۲ صفحه قيمت سابق ۴ روپيه حال دو روپيه -

(۱۳) وكرم اورسي - سنسكرت كے مشهور دراما نويس كالي داس كے ڈرامائيں كا ترجمه - مترجمه مولوي عزيز مرزا صاحب بي - اے مرحوم - ابتدا ميں مرحوم مترجم نے ايک عالمانه مقدمه لكها هے جس ميں سنسكرت ڈراما كي تاريخ اور مصنف ڈراما كے سوانحي حالات مذكور هيں - قيمت ايک روپيه آٹهه آنه -

(۱۴) افسر اللغات - عربي فارسي كے كئي هزار متداول الفاظ كي كار آمد ڈكشنري - حجم ۱۲۲۶ صفحه - قيمت سابق ۶ روپيه قيمت حال ۲ روپيه -

(نوٹ) عربي فارسي الفاظ كے معنے اُردو زبان ميں ركهے گئے هيں -

(۱۵) قران السعدين - جس ميں تذكير و تانيث كے جامع قواعد لكهے هيں ' اور كئي هزار الفاظ كي تذكير و تانيث بتلائي گئي هے - قيمت ايک روپيه آٹهه آنه -

(۱۶) دربار اكبري - مولانا آزاد دهلوي كي مشهور كتاب - جس ميں اكبر اور اُس كے اهل دربار كا تذكره مذكور هے - قيمت ۳ روپيه -

(۱۷) فغان ايران - مسٹر شوستر كي مشهور كتاب " اسٹرنگلنگ آف پرشيا " كا ترجمه - حجم (۵۰۰) صفحه مع ۲۱ تصاوير عكسي - قيمت ۵ روپيه -

(۱۸) صنمخانهٔ عشق - حضرت امير مينائي كا مشهور ديوان قيمت ۳ روپيه -

۱۹ - حكمت بالغه

مولوي احمد مكرم صاحب عباسي چريا كوٹي نے ايک نهايت مفيد سلسله جديد تصنيفات و تاليفات كا قائم كيا - مولوي صاحب كا مقصود يه هے كه قرآن مجيد كے كلام الهي هونے كے متعلق آج تك جس قدر دلائل كهيے گئے هيں اُن سب كو ايک جگه مرتب و مدون كر ديا جاے ' اس سلسله كي ايک كتاب موسوم به " حكمت بالغه " تين جلدوں ميں چهپ كر تيار هو چكي هے -

پهلي جلد كے چار حصه هيں - پهلے حصه ميں قرآن مجيد كي پوري تاريخ هے جو " اتقان في علوم القرآن " علامه سيوطي كے ايک بڑے حصه كا خلاصه هے - دوسرے حصه ميں تواتر قرآن كي بحث هے اس ميں ثابت كيا گيا هے كه قرآن مجيد جو آنحضرت (صلعم) پر نازل هوا تها ' وه بغير كسي تحريف يا كمي بيشي كے ويسا هي موجود هے ' جيسا كه نزول كے وقت تها - اور يه مسئله كل فرقهاے اسلامي كا مسلمه هے - تيسرے حصه ميں قرآن كے اسماء و صفات كے نهايت مبسوط مباحث هيں - جن ميں ضمناً بهت سے علمي مضامين پر معركة الآرا بحثيں هيں - چوتهے حصه سے اصل كتاب شروع هوتي هے - اس ميں چند مقدمات اور قرآن مجيد كي ايک سو بيشين گوئياں هيں جو پوري هوچكي هيں - پيشين گوئيوں كے ضمن ميں علم كلام كے بهت سے مسائل حل كيے گئے هيں ' اور فلسفهٔ جديده جو نئے اعتراضات قرآن مجيد اور اسلام پر كرتا هے ان پر تفصيلي بحث كي گئي هے -

دوسري جلد ايک مقدمه اور دو بابوں پر مشتمل هے - مقدمه ميں ثبوت كي مكمل اور نهايت محققانه تعريف كي گئي هے - آنحضرت صلعم كي نبوت سے بحث كرتے هوے آيهٔ خاتم النبيين كي عالمانه تفسير كي هے - پهلے باب ميں رسول عربي صلعم كي ان معركة الآرا پيشين گوئيوں كو مرتب كيا هے جو كتب احاديث كي تدوين كے بعد پوري هوئي هيں ' اور اب تك پوري هوتي جاتي هيں - دوسرے باب ميں ان پيشين گوئيوں كو لكها هے جو تدوين كتب احاديث سے پهلے هوچكي هيں - اس باب سے آنحضرت صلعم كي صداقت پوري طور سے ثابت هوتي هے -

تيسري جلد ميں فاضل مصنف نے عقل و نقل اور علماے يورپ كے مستند اقوال سے ثابت كيا هے كه آنحضرت صلعم اُمي تهے ' اور آپ كو لكهنا پڑهنا كچهه نهيں آتا تها - قرآن مجيد كے كلام الهي هونے كے نو عقلي دليليں لكهي هيں - يه عظيم الشان كتاب ايسے پر آشوب زمانه ميں جب كه هر طرف سے مذهب اسلام پر نكته چيني هورهي هے ' ايک عمده هادي اور رهبر كا كام دے گي - عبارت نهايت سليس اور دل چسپ هے ' اور زبان اردو ميں اُس كتاب سے ايک بهت قابل قدر اضافه هوا هے - تعداد صفحات هر سه جلد (۱۰۶۳) لكهائي چهپائي و كاغذ عمده هے قيمت ۵ - روپيه -

۲۰ - نعمت عظمیٰ

امام عبد الوهاب شعرانی كا نام نامي هميشه اسلامي دنيا ميں مشهور رها هے - آپ دسويں صدي هجري كے مشهور ولي هيں - " لواقح الانوار " صوفياے كرام كا ايک مشهور تذكره آپ كي تصنيف هے - اس تذكرے ميں اولياء فقراء اور مجاذيب كے احوال و اقوال اس طرح پر كاٹ چهانٹ كے جمع كيے هيں كه ان كے مطالعه سے اصلاح حال هو ' اور عادات و اخلاق درست هوں ' اور صوفياے كرام كے بارے ميں انسان سوء ظن سے محفوظ رهے - يه لاجواب كتاب عربي زبان ميں تهي - همارے محترم دوست مولوي سيد عبد الغني صاحب وارثي نے جو اعلیٰ درجه كے اديب هيں اور علم تصوف سے خاص طور پر دل چسپي ركهتے هيں - اس كتاب كا ترجمه نعمت عظمیٰ كے نام سے كيا هے - اس كے چهپنے سے اردو زبان ميں ايک قيمتي اضافه هوا هے - تعداد صفحات هر دو جلد (۷۲۶) خوشخط كاغذ اعلیٰ قيمت ۵ - روپيه -

(نوٹ ۱) ايک روپيه في جلد كے حساب سے هر كتاب كي عمده جلد بن سكتي هے -

(نوٹ ۲) كل كتابوں كا محصول ڈاک وغيره ذمهٔ خريدار هوگا

المشتهر عبد الله خان بک سيلر اينڈ پبليشر كتب خانهٔ آصفيه حيدرآباد - دكن

ہر فرمایش میں البلاغ کا حوالہ دینا ضروری ہے

ریٹلڈ کي مسٹریز اف دي کورٹ ف لندن

یہ مشہور ناول جو کہ سولہ جلدوں میں ہے ابھي چھپ کر نکلی ہے اور تھوڑي سي رہگئي ہے - اصلي قیمت کي چوتھائي قیمت میں دیجاتي ہے - اصلي قیمت چالیس ۴۰ روپیہ اور اب دس ۱۰ روپیہ - کپڑیکي جلد ہے جسمیں سفہري حروف کي کتابت ہے اور ۳۱۶ هاف ٹون تصاویر هیں تمام جلدیں دس روپیہ میں وي - پي اور ایک روپیہ ۱۳ - آنہ محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بڑوبازار - کلکتہ

Imperial Book Depot, 60 Srigopal Mullick Lane, Bowbazar Calcutta.

نصف قیمت اور

تبلہ انعام

ہمارا سائنس فکسن فورٹ هارمونیم سریلا اور مضبوط سب موسم اور آب و هوا میں یکساں رهنے والا ہمارے خاص کارخانہ میں کواسان لکڑي سے طیار کیا ہوا ہے اسوجہ سے کبھي پوري قیمت اور کبھي نصف قیمت پر فروخت کرتے هیں - ایک ماہ کیلیے یہ قیمت رکھی گئی ہے - ایک مرتبہ منگواکر آزمایش کیجیے - نہیں تو پھر آپکو افسوس کرنا پڑیگا - اگرچہ مال ناپسند ہوے تو تین روز کے اندر واپس کرکے سے هم واپس کرلیوینگے - اس وجہ سے آپ فرمایش کرلیجیے کہ یہ کمپني کسی کو دھوکا نہیں دیتی ہے - گرانٹی تین برس - سنگل ریڈ اصلي قیمت ۳۵ - ۴۰ - ۵۰ روپیہ - اور اسوقت نصف قیمت ۱۹ - ۲۰ - ۲۵ روپیہ - و ڈبل ریڈ اصلي قیمت ۶۵ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ روپیہ - و نصف قیمت ۳۲ - ۳۵ - ۴۰ - ۴۵ روپیہ - هر ایک باجہ کیواسطے مبلغ پانچ روپیہ پیشگي روانہ کرنا چاهیے اور اپنا پورا پتہ اور ریلوے اسٹیشن صاف صاف لکھنا چاهیے - هر ایک سنگل ریڈ کے ساتھہ ایک گھڑي اور ڈبل ریڈ کے ساتھہ ایک تبلہ و ڈرگی انعام دیا جاویگا - هندي هارمونیم سکھنے کا قیمت ایک روپیہ ہے -

نیشنل هارمونیم کمپني ڈاکخانہ شملہ - کلکتہ

امراض مستورات

کے لیے ڈاکٹر سہام صاحب کا اوبھرائین

مستورات کے جملہ اقسام کے امراض - کا خلاصہ نہ آنا - بلکہ اسوقت درد کا پیدا ہونا - اور اسکے دیر یا ہونیسے تشنج کا پیدا ہونا - اولاد کا نہونا فرض کل شکایات جو اندرونی مستورات کو ہوتے هیں - مایوس شدہ لوگونکو خوشخبري دیجاتي ہے کہ مندرجہ ذیل مستند معالجونکي تصدیق کردہ دوا کو استعمال کریں اور ثمرہ زندگاني حاصل کریں - یعني ڈاکٹر سہام صاحب کا اوبھرائین استعمال کریں اور کل امراض سے نجات حاصل کرکے صاحب اولاد هوں -

مستند مدراس شاهر - ڈاکٹر ایم سي - نانجنڈا راؤ اول اسسٹنٹ کھیمکل اکزامنر مدراس فرماتے هیں - "میںنے اوبھرائین کو امراض مستورات کیلیے" نہایت مفید اور مناسب پایا -

مس ایف - جي - ریلس - ایل - ایم - ایل - آر - سي - پي اینڈ ایس - سي گوشا اسپتال مدراس فرماتي هیں :- "نمونے کي شیشیاں اوبھرائین کي اپنے مریض پر استعمال کرایا اور بیحد نفع بخش پایا" -

مس ایم - جي - ایم - براڈلي - ایم - ڈي (پیرس) بي - ایس - سي - (لندن) سینٹ جان اسپتال اوتر ڈي بمبئي فرماتي هیں : "اوبھرائین جسکو کہ میںنے استعمال کیا ہے" زنانہ شکایتوں کیلیے بہت عمدہ اور کامیاب دوا ہے"

قیمت في بوتل ۲ روپیہ ۸ آنہ - ۳ بوتل کے خریدار کیلیے صرف ۶ روپیہ -

پرچہ هدایت مفت درخواست آنے پر روانہ ہوتا ہے -

Harris & Co., Chemists, Kalighat Calcutta.

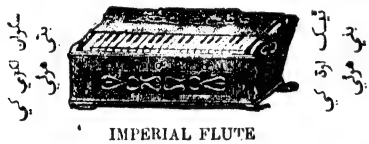

IMPERIAL FLUTE

بہترین اور نہایت لاجواب قیمت سنگل ریڈ ۱۴ - ۱۸ - ۲۰ روپیہ

قیمت ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۸ - ۳۵ روپیہ

هر درخواست کے ساتھہ ۵ روپیہ بطور پیشگي آنا چاهیے -

GANGA FLUTE

قیمت سنگل ریڈ ۱۳ - ۱۷ - و ۲۰ - روپیہ -

ڈبل ریڈ ۲۱ - ۲۷ - ۳۵ - روپیہ

Imperial Depot. 60, Srigopal Mallick Lane Bowbazar, Calcutta.

پوپن ٹائین

ایک عجیب و غریب ایجاد اور حیرت انگیز شئے - یہ دواکل دماغي شکایتونکو دفع کرتي ہے - بلاشبہ دلونکو تازہ بناتي ہے - یہ ایک نہایت موثر ٹانک ہے جو نہ یکساں مرد اور عورت استعمال کرسکتے هیں - اسکے استعمال سے اضافہ رطوبت کو قوت پیدا ہوتي ہے - شلوبہ وغیرہ کو بھي مدد ہے - ڈبہ کس کو لیوانکي بکس کي قیمت دو روپیہ -

زینو ٹون

اس دوا کے پیرولي استعمال سے معدہ باہ ایکدارگي مو جاتي ہے اس کے استعمال کرنے هي آپ معصوم اولاد کے قیمت ایک روپیہ آٹھہ آنہ -

AYESHA

مفرح دماغ - حسن کي افزایش - رگوں کي تازگي - بال کا بڑھنا یہ سب باتیں اسمیں موجود هیں - نہایت خوشبودار - قیمت ۲ روپیہ -

نمونہ مفت - مشورہ مفت - فہرست مفت

Dattin & Co, Manufacturing Chemist Post Box 141 Calcutta.

مفت ! مفت !!

راے صاحب ڈاکٹر کے - سي - داس صاحب کا تصنیف نوجوانوں کا رهنما و صحت جسماني و زندگي کا بیمہ کتاب قانون عیاشي - مفت روانہ ہوگا -

Swasthy Sahaya Pharmacy, 30/2, Harrison Road Calcutta

ریٹلڈ کي مسٹریز اف دي کورٹ ف لندن

یہ مشہور ناول جو کہ سولہ جلدوں میں ہے ابھي چھپ کر نکلی ہے اور تھوڑي سي رہگئي ہے - اصلي قیمت کي چوتھائي قیمت میں دیجاتي ہے - اصلي قیمت چالیس ۴۰ روپیہ اور اب دس ۱۰ روپیہ - کپڑیکي جلد ہے جسمیں سفہري حروف کي کتابت ہے اور ۳۱۶ هاف ٹون تصاویر هیں تمام جلدیں دس روپیہ میں وي - پي اور ایک روپیہ ۱۳ - آنہ محصول ڈاک -

امپیریل بک ڈپو - نمبر ۶۰ سریگوپال ملک لین - بڑوبازار - کلکتہ

Imperial Book Depot, 60 Srigopal Mullick Lane, Bowbazar Calcutta.

SALVITAE

یہ ایک اتنا مجرب دوا اُن امراض کا ہے کہ جسکي وجہ سے انسان اپنی قدرتي قوت سے گرجاتا ہے - یہ دوا اُن کھوئي هوئي قوت کو پھر پیدا کر دیتي ہے - قیمت ایک روپیہ -

ASTHMA TABLETS

کسي قسم کا دمہ اور کتنے هي عرصہ کا هو اگر اس سے اچھا نہ هو تو همارا ذمہ - کھانسي کے لیے بھي مفید ہے - قیمت ایک روپیہ -

PILES TABLETS.

بواسیر خوني هو یا بادي - بغیرجراحي عمل کے اچھا ہوتا ہے - قیمت ایک روپیہ -

S. C. Roy, M. A. Mfg. Chemists 36 Dharamtola Street, Calcutta

ہر قسم کے جنون کا مجرب دوا

اسکے استعمال سے ہر قسم کا جنون خواہ نوبتي جنون ' مرگي والا جنون ' غمگین رهنے کا جنون ' عقل میں فتور ' کے خوابي وغیرہ وغیرہ دفع هوتي ہے - اور وہ ایسا صحیح و سالم هو جاتا ہے کہ کبھي ایسا گمان تک بھي نہیں هوتا کہ وہ کبھي ایسے مرض میں مبتلا تھا -

قیمت في شیشي پانچ روپیہ علاوہ محصول ڈاک -

S. C. Roy, M. A. 167/3, Cornwallis Street, Calcutta.

البیان

فی

مقاصد القرآن

هذا بیان للناس و هدی و موعظة للمتقین (۳ : ۳۳)

یعنی قرآن حکیم کی مفصل تفسیر، اثر خامہ اڈیٹر الہلال

اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر ظاہر کردینا کافی ہے کہ قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اوسکی محیط الکل معلمانہ دعوۃ کا موجودہ دور جس قلم کے فیضان سے پیدا ہوا ہے، یہ اسی قلم سے نکلی ہوئی مفصل اور مکمل تفسیر القرن ہے !

یہ تفسیر موزوں کتابی تقطیع پر چھپنا شروع ہوگئی ہے - ہر مہینے کے وسط میں اسکے کم سے کم ۶۴ اور زیادہ سے زیادہ ۱۰۰ صفحے اعلی درجہ کے ساز و سامان طباعۃ کے ساتھہ شائع ہوتے رہینگے - اس سلسلے کا پہلا نمبر جسمیں نصف حصہ مقدمۂ تفسیر اور نصف سورۂ فاتحہ کی تفسیر کا ہوگا، انشاء اللہ عنقریب شائع ہوجائیگا - قیمت سالانہ قبل از اشاعت چار روپیہ - بعد کو پانچ - روپیہ -

نوادر آثار مطبوعات قدیمۂ ہند

تاریخ ہندوستان

ترجمہ فارسی " ہسٹری آف انڈیا " مصنفہ مسٹر جان مارشمن

مطبوعۂ قدیم کلکتہ سنہ ۱۸۵۹

ہندوستان کی تاریخوں کے لکھنے میں جن انگریز مصنفین نے جانکاہ محنتیں کی ہیں، اُن میں مسٹر جان- سی مارشمن کا نام خصوصیت کے ساتھہ قابل ذکر ہے - اسکا نہایت سلیس و فصیح فارسی ترجمہ مولوی عبدالرحیم گورکھپوری نے کیا تھا، اور بحکم لارڈ کیننگ پریس بنام شاہ ایبرو سلطان ٹیپو مرحوم و مغفور نے نہایت اہتمام و تکلف سے طبع کرایا تھا اس کتاب کی ایک بڑی خوبی اسکی خاص طرح کی چھپائی بھی ہے - یعنی چھپی تو ہے ٹائپ میں، لیکن ٹائپ برخلاف عام ٹائپ کے بالکل نستعلیق خط کا ہے - کاغذ بھی نہایت اعلی درجہ کا لگایا گیا ہے - علاوہ مقدمہ و فہرست کے اصلی کتاب ۴۰۴ صفحوں میں ختم ہوئی ہے - چند نسخے موجود ہیں - قیمت مجلد ۳ روپیہ -

ترجمۂ تفسیر کبیر اردو

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر جس درجہ کی کتاب ہے، جسکا اندازہ ارباب فن ہی خوب کرسکتے ہیں اگر آج یہ تفسیر موجود نہ ہوتی تو صدہا مباحث و مطالب عالیہ تو جو ہماری معلومات سے بالکل مفقود ہو جاتے -

پچھلے دنوں ایک فیاض صاحب درد مسلمان نے صرف کثیر کرکے اسکا اردو ترجمہ کرایا تھا، ترجمے کے متعلق اڈیٹر الہلال کی رائے ہے کہ وہ نہایت سلیس و سہل اور خوش اسلوب و مربوط ترجمہ ہے

لکھائی اور چھپائی بھی بہترین درجہ کی ہے - جلد اول کے کچھہ نسخے دفتر البلاغ میں بغرض فروخت موجود ہیں پہلے قیمت دو روپیہ تھی اب بغرض نفع عام - ایک روپیہ ۸ - آنہ کردی گئی ہے -

تمام درخواستیں : " منیجر البلاغ کلکتہ " کے نام آئیں -

جسکا درد وہی جانتا ہے، دوسرا کیونکر جان سکتا ہے

یہ سخت سردی کے موسم میں تندرست انسان کا جان باب ہو رہا ہے - سردی ہٹانے کیلیے کمرے بندوبست کیے جاتے ہیں - لیکن افسوس بدقسمتی سے دمہ کے مریض نا قابل برداشت تکلیف سے بہت ہی پریشان ہوتے ہیں، اور رات و دن سانس پھولنے کیوجہ سے دم نکلے جاتے ہیں، اور نیند تک حرام ہو جاتی ہے - دیکھیے ! آج اونکو کسقدر تکلیف ہے - لیکن افسوس ہے کہ اس لا علاج مرض کی بازاری دوا زیادہ تر زہریلی اشیاء اور دھتورہ، بھنگ، بلا قرنا، پرتاس، اسے اور ذائقہ، دیکر بنتی ہے - اسلیے فائدہ ہونا تو درکنار مریض کے موت مارا جاتا ہے - ڈاکٹر برمن کی کیمیائی اصول سے بنی ہوئی دمہ کی دوا ایک انمول جوہر ہے یہ صرف ہماری ہی بات نہیں ہے بلکہ ہزاروں مریض اس مرض سے شفاء پاکر مداح ہیں - آپنے بہت خرچ کیا ہوگا - لیکن ایک مرتبہ اسے بھی آزمالیں - اسمیں نقصان نہیں - قیمت ایک روپیہ چار آنہ فی شیشی - مصرف ایک آنہ - اس دوا کی دو خاص فوائد ہیں - (۱) ایک خوراک میں دمہ دبتا ہے - (۲) اور کچھہ روز کے استعمال سے جڑ سے چلا جاتا ہے اور جبتک استعمال میں رہے دورہ نہیں ہوتا ہے -

ڈاکٹر ایس کے برمن [illegible] کلکتہ

Printed & Published by Q. Ahmad at the AL-BALAGH Press, 45, Ripon Lane

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

البلاغ

هذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا

انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب (۱۳ : ۵۲)

نمبر - ۱۵ - ۱۶ | کلکته : جمعه ۱۲ - ۱۹ جمادي الاول سنه ۱۳۳۴ هجري | جلد ۱

Calcutta : Friday, 17th and 24th March, 1916.

ترجمان القرآن

یعني قرآن حکیم کا اردو ترجمه ' اثر خامهٔ اڈیٹر الهلال

آسماني صحائف و اسفار کے حقیقي حامل و مبلغ حضرات انبیاء کرام و رسل عظام هیں - پس انکي تبلیغ و تعلیم اور نشر و توزیع کا مقدس کام دراصل ایک پیغمبرانه عمل هے ' جس کي توفیق صرف انهي لوگوں کو مل سکتي هے جنهیں حق تعالی انبیاء کرام کي معیت و تبعیت کا درجه عطا فرماتا هے ' اور اونکا نور علم براه راست مشکوٰة نبوت سے ماخوذ هوتا هے : وذالک فضل الله یوتیه من یشاء -

هندوستان کي گذشته قرون اخیره میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کي توفیق ملي ' وه حضرت شاه عبد الرحیم رحمة الله علیه کا خاندان تها - انکے فرزند حجة الاسلام ' امام الاعلام ' مجدد العصر ' حضرت شاه ولي الله قدس سره تهے ' جنهوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمه کي ضرورت الهام الهي سے محسوس کي ' اور فارسي میں اپنا عدیم النظیر ترجمه مرتب کیا - انکے بعد حضرة شاه رفیع الدین اور شاه عبد القادر رحمة الله علیهما کا ظهور هوا ' اور اردو زبان میں ترجمة القرآن کي بنیاد استوار هوئي - شکر الله سعیهم ' و جعل الجنة مثواهم !

اس واقعه پر ٹهیک ایک صدي گذر چکي هے ' لیکن یه کہنا کسي طرح مبالغه آمیز نه سمجها جائیگا که نشر و تبلیغ قرآن حکیم کي جو بنیاد اس خاندان بزرگ نے رکهي تهي ' اسکي تکمیل کا شرف حق تعالی نے اڈیٹر الهلال کیلیے مخصوص کردیا تها ' جنهوں نے بعض داعیان حق و علم کے اصرار سے اپنے انداز ممتاز ' و بلاغت و انشاء مخصوص ' و فهم حقائق و معارف قرآنیه ' و ضروریات و احتیاجات وقت کو ملحوظ رکهکر قرآن حکیم کا یه اردو ترجمه نهایت سلیس ' عام فهم ' معني خیز ' حقیقت فرما عبارت میں مرتب کیا هے ' اور بحمد الله نه زیر طبع هے -

یه ترجمه کیسا هے ؟ ان لوگوں کیلیے جو الهلال کا مطالعه کرچکے هیں ' اسکا جواب دینا بالکل غیر ضروري هے -

یه ترجمه حامل المتن ٹائپ کي جگهه لیتهو میں چهاپا جارها هے تاکه ارزاں هو ' اور بچوں ' عورتوں ' سب کے مطالعه میں آسکے - قیمت في جلد چهه روپیه رکهي گئي هے - لیکن جو حضرات اس اعلان کو دیکهتے هي قیمت بهیجدینگے ' انسے صرف سادے چار روپیه لیے جائینگے - درخواستیں اور روپیه منیجر البلاغ کے نام بهیجنا چاهیے -

نوٹ — دبل نمبر هونے کي وجه سے قیمت في پرچه چهه آنه

Tel. Address "Albalagh," Calcutta.
Telephone No. 648

AL-BALAGH.

Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly .. Rs. 6-12

البلاغ

مدیر مسئول و مہتمم قلم تحریر
احمد الکھلانی الکلام الدہلوی
مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - رپن لین
کلکتہ
ٹیلی فون نمبر ۶۴۸
سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

نمبر - ۱۵ - ۱۶ - ۱۷ | کلکتہ : جمعہ ۱۲ و ۱۹ و ۲۶ جمادی الاول سنہ ۱۳۳۴ ھجری | جلد ۱
Calcutta : Friday, 17th, 24th and 31st March, 1916.

قفا نبک من ذکری حبیب و منزل !

انی مهاجر الی ربی ، انه هو العزیز الحکیم

(۲۹ : ۲۵)

ستبدی لك الایام ما کنت جاهلا
و یاتیك بالاخبار من لم تزود !

" یمحو الله ما یشاء و یثبت و عنده ام الکتاب - و اما نرینك بعض الذی نعدهم او نتوفینك ' فانما علیك
" البلاغ " و علینا " الحساب " ! اولم یروا انا ناتی الارض ننقصها من اطرافها ؟ و الله یحکم ' لا معقب لحکمه '
و هو سریع الحساب ! (۱۳ : ۴۲) قل کفی بالله شهیدا بینی و بینکم ' و من عنده علم الکتاب ! (۱۳ : ۴۳)

۲۸ - مارچ کو گورنمنٹ بنگال کا حکم زیر دفعہ ۳ - ڈیفنس ایکٹ پہنچا کہ میں چار دن کے اندر کلکتہ کا قیام ترک کردوں اور حدود بنگال سے باہر چلا جاوں - بعد کو یہ مدت ایک ہفتہ تک بڑھادی گئی - اس سے پہلے گورنمنٹ دہلی ' پنجاب ' اور متحدہ اپنے اپنے صوبوں میں آنے سے روک چکی ہیں ' تاہم اُن لوگوں کیلیے جنکو اول روز ہی :

یا عبادی الذین امنوا ! اے میرے بندو کہ مجھپر ایمان رکھتے
ان ارضی واسعة ' ہو ! یقین کرو کہ میری زمین بہت
فایای فاعبدون ! وسیع ہے اور کسی ایک ٹکڑے میں
(۲۹ : ۵۷) محدود نہیں - پس میرے ہی آگے
جھکو اور صرف میری ہی بندگی کرو !

کا حکم مل چکا ہے ' یہ احکام بالکل بے اثر ہیں ' اور ترک وطن و ذهاب الی الله تو وہ منزل مطلوب و مطلوب ہے ' جسکا منزل تبلیغ و دعوة کے بعد پیش آنا ہر دعوة کے بقاء و ظہور کیلیے ناگزیر ہے - پس اگر یہ منزل پیش آگئی ہے تو خداے قدوس کی تحمید و تقدیس کرنی چاہیے کہ انشاء الله اخری منزل بھی دور نہیں : اعملوا علی مکانتکم ' انی عامل فسوف تعلمون من تکون له عاقبة الدار ؟

مکن تغافل ازاں بیشتر کہ می ترسم
گمان برند کہ ایں بندہ بے خداوند ست !

جب کہ تمام زمانے کے سامنے انسانوں کے بنائے ہوے طریقے تھے ' اور جب کہ سعی و عمل کا ہر ولولہ اس سے زیادہ بلند نہیں ہوسکتا تھا کہ غیر قوموں کی مجلسی و اجتماعی طریقوں کی ادھوری اور ناقص تقلید کرکے امة مرحومہ کو بھی انکی طرف دعوة دیجاے ' تو فضل و رحمت الہی نے اس عاجز کی راہنمائی کی ' اور بغیر اسکے کہ کوئی انسانی نمونہ یا مادی تحریک اس کے لیے محرک ہوئی ہو ' خود بخود اس راہ عمل کو کھول دیا جسکو بغیر لطف و توفیق الہی کے اس دنیا میں کوئی نہیں پاسکتا - پس ابتدا ہی سے اس عاجز نے تمام نام نہاد سیاسی و تعلیمی و قومی تحریکوں سے الگ ہوکر صرف دعوة و تبلیغ اسلامی و قرانی کی صراط مستقیم کو اپنا شعار و دستور العمل قرار دیا ' اور ایک ایسے عہد ضلالت میں جو ' طرح طرح کی انسانی آوازوں سے گونج رہا تھا ' سب سے پہلے " اجیبوا داعی الله " کی صدا بلند کی - نیز اس گم شدہ حقیقت کو آشکارا کردینے کی توفیق پائی کہ مسلمانوں کی نجات و فلاح نہ تو محض دعوة تعلیم میں ہے نہ دعوة قومیت و سیاست میں ' نہ انجمنوں کی کثرت میں ہے اور نہ محض مدرسوں اور کالجوں کے قائم کرنے میں ' بلکہ جب تک حضرات انبیاء کرام کے اسوۂ حسنہ اور داعی اسلام کی سنت مقدسہ سے کوئی دعوة حقہ ماخوذ نہوگی اور انسانی طریقوں کی جگہ الہی سرچشموں سے فیض یاب ہوکر نشو و نما نہ پائیگی ' اُس وقت تک وہ کامیابی اور فوز و فلاح حاصل نہیں ہوسکتی جس کے متعلق کلام الہی نے فرما دیا ہے کہ صرف متقین و مومنین ہی کیلیے مخصوص ہے -

حضرات انبیاء کرام کا اسوۂ حسنہ ہم کو بتلاتا ہے کہ سب سے پہلی منزل تبلیغ و دعوة ہی ہے ' دوسری ذهاب الی الله اور ترک وطن کی ' اور پھر تیسری ظہور امر الہی کی : ساور یوم آیاتی فلا تستعجلون !

سو الحمد لله کہ یہ حقیقت اب کسی بحث و دلیل کی محتاج نہیں رہی ہے کہ حق تعالی نے اپنے فضل و کرم سے اس عاجز کو جو توفیق رفیق دعوة و تبلیغ کی عطا فرمائی ' اور جس طرح اسکو رفع ذکر و اعلان و ظہور و سلطان و نفوذ و رسوخ و انتشار

Tel Address "Albalagh" Calcutta.
Telephone No. 648

AL-BALAGH.

Chief Editor
Abul Kalam Azad,
45, Ripon Lane,
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 12
Half-yearly ,, Rs. 6-12

البلاغ

مدیر مسئول و رئیس قلم تحریر
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی
مقام اشاعت
نمبر ۴۵ - ریپن لین
کلکتہ
ٹیلی فون نمبر ۶۴۸
سالانہ - ۱۲ - روپیہ
ششماہی - ۶ - ۱۲ - آنہ

جلد ۱ | کلکتہ : جمعہ ۱۲ و ۱۹ و ۲۶ جمادی الاول سنہ ۱۳۳۴ ہجری
Calcutta : Friday, 17th, 24th and 31st March, 1916. | نمبر - ۱۵ - ۱۶ - ۱۷

قفا نبک من ذکری حبیب و منزل !

انی مهاجر الی ربی ، انه هو العزیز الحکیم

(۲۹ : ۲۵)

ستبدی لک الایام ما کنت جاهلا
و یاتیک بالاخبار من لم تزود !

" یمحو الله ما یشاء و یثبت و عنده ام الکتاب - و اما نرینک بعض الذی نعدهم او نتوفینک ، فانما علیک البلاغ " و علینا " الحساب " ! اولم یروا انا ناتی الارض ننقصها من اطرافها ؟ و الله یحکم ، لا معقب لحکمه ، و هو سریع الحساب ! (۱۳ : ۴۲) قل کفی بالله شهیدا بینی و بینکم ، و من عنده علم الکتاب ! (۱۳ : ۴۳)

۲۸ - مارچ کو گورنمنٹ بنگال کا حکم زیر دفعہ ۳ - ڈیفنس ایکٹ پہنچا کہ میں چار دن کے اندر کلکتہ کا قیام ترک کردوں اور حدود بنگال سے باہر چلا جاؤں - بعد کو یہ مدت ایک ہفتہ تک بڑھادی گئی - اس سے پہلے گورنمنٹ دہلی ، پنجاب ، اور متحدہ اپنے اپنے صوبوں میں آنے سے روک چکی ہیں ، تاہم اُن لوگوں کیلیے جنکو اول روز ہی :

یا عبادی الذین امنوا ! ان ارضی واسعة ، فایای فاعبدون !
(۲۹ : ۵۷)

اے میرے بندو کہ مجھپر ایمان رکھتے ہو ! یقین اور کہ میری زمین بہت وسیع ہے اور کسی ایک ٹکڑے میں محدود نہیں - پس میرے ہی آگے جھکو اور صرف میری ہی بندگی کرو !

کا حکم مل چکا ہے ، یہ احکام بالکل بے اثر ہیں ، اور ترک وطن و ذهاب الی الله تو وہ منزل محبوب و مطلوب ہے ، جسکا منزل تبلیغ و دعوة کے بعد پیش آنا ہر دعوة کے بقاء و ظہور کیلیے ناگزیر ہے - پس اگر یہ منزل پیش آگئی ہے تو خداے قدوس کی تحمید و تقدیس کرنی چاہیے کہ انشاء الله اخری منزل بھی دور نہیں : اعملوا علی مکانتکم ، انی عامل فسوف تعلمون من تکون له عاقبة الدار ؟

مکن تغافل ازاں بیشتر کہ می ترسم
گمان برند کہ ایں بندہ بے خداوند ست !

جب کہ تمام زمانے کے سامنے انسانوں کے بنائے ہوے طریقے تھے ، اور جب کہ سعی و عمل کا ہر ولولہ اس سے زیادہ بلند نہیں ہوسکتا تھا کہ غیر قوموں کی مجلسی و اجتماعی طریقوں کی ادھوری اور ناقص تقلید کرکے امة مرحومہ کو بھی انکی طرف دعوة دیجاے ، تو فضل و رحمت الہی نے اس عاجز کی راہنمائی کی ، اور بغیر اسکے کہ کوئی انسانی نمونہ یا مادی تحریک اس کے ایسے محرک ہوئی ہو ، خود بخود اس راہ عمل کو کھول دیا جسکو بغیر لطف و توفیق الہی کے اس دنیا میں کوئی نہیں پاسکتا - پس ابتدا ہی سے اس عاجز نے تمام نام نہاد سیاسی و تعلیمی و قومی تحریکوں سے الگ ہوکر صرف دعوة و تبلیغ اسلامی و قرآنی کی صراط مستقیم کو اپنا شعار و دستور العمل قرار دیا ، اور ایک ایسے عہد ضلالت میں جو طرح طرح کی انسانی آوازوں سے گونج رہا تھا ، سب سے پہلے " اجیبوا داعی الله " کی صدا بلند کی - اور اس کم شدہ حقیقت کو آشکارا کردینے کی توفیق پائی کہ مسلمانوں کی نجات و فلاح نہ تو محض دعوة تعلیم میں ہے نہ دعوة قومیت و سیاست میں ، نہ انجمنوں کی کثرت میں ہے اور نہ محض مدرسوں اور کالجوں کے قائم کرنے میں ، بلکہ جب تک حضرات انبیاء کرام کے اسوۂ حسنہ اور داعی اسلام کی سنت مقدسہ سے کوئی دعوة حقہ ماخوذ نہوگی اور انسانی طریقوں کی جگہ الہی سرچشموں سے فیض یاب ہوکر نشو و نما نہ پائیگی ، اُس وقت تک وہ کامیابی اور فوز و فلاح حاصل نہیں ہوسکتی جس کے متعلق کلام الہی نے فرما دیا ہے کہ صرف متقین و مومنین ہی کیلیے مخصوص ہے -

حضرات انبیاء کرام کا اسوۂ حسنہ ہم کو بتلاتا ہے کہ سب سے پہلی منزل تبلیغ و دعوة کی ہے ، دوسری ذهاب الی الله اور ترک وطن کی ، اور پھر تیسری ظہور امر الہی کی : سار و بام آیاتی فلا تستعجلون !

سو الحمد لله کہ یہ حقیقت اب کسی بحث و دلیل کی محتاج نہیں رہی ہے کہ حق تعالی نے اپنے فضل و کرم سے اس عاجز کو جو توفیق رفیق دعوة و تبلیغ کی عطا فرمائی ، اور جس طرح اسکو رفع ذکر و اعلان و ظہور ، و سلطان و نفوذ ، و رسوخ و انتشار

علم کي حيرت انگيز و محير العقول نشانيوں سے ممتاز کيا ' وہ کلمۂ حق و صدق کي شہنشاهي و خسروي اور دعوة الى الله کي فتح مندي و کامراني کي ايک عجيب و غريب مثال هے ' اور کم از کم هندوستان کي سرزمين ميں اسکي کوئي قريبي مثال موجود نہيں هے - باوجود ان تمام حالات و واقعات کے جو سب کو معلوم هيں ' اور باوجود ان صدها موانع و مہالک کے جنکو هر شخص ديکھ رها هے ' الله کي مرضي اسي کي مقتضي هوئي کہ جتني مدت تک چاهے اس کے ضروري سمجھا هے ' ايک غير مستحق و غير متزلزل هستي بنا کر مجھکو اور ميرے کاموں کو دنيا ميں قائم کردے ' اور ايسي نا قابل فہم و نا قابل توجيہ قوت ديدے جسکو کوئي غير الہي طاقت نقصان نہ پہنچا سکے - چنانچہ دنيا نے ديکھ ليا کہ ايسا هي هوا ' اور جو کچھ هوا وہ انساني عقل و ادراک کي رسائي سے يکسر ما فوق هے - گذشتہ زمانے کے تمام واقعات و حوادث اپنے سامنے لاؤ ' اور پھر الله کي حکمت اور کلمۂ صدق و عدل کے تسلط و نفوذ کو ديکھو کہ کيسي يکتائي ' کيسي فارغ البالي ' کس درجہ جارحانہ استغنا ' اور کسقدر خسروانہ اجلال و سلطان کے ساتھ دعوة حق و قرآن کا سلسلہ جاري رها ' اور کيسي کيسي زلزلہ انگيز منزلوں ميں سے يہ دعوة محفوظ و مصئون گذر گئي ؟ حتي کہ صدها منکرين اور جاحدين منافقين متجددين طرح طرح کي آرزوئيں اور کوششيں کرتے کرتے پيدم هوگئے ' اور قدرت حق کي بوالعجبيوں اور دشمنوں اور سلاطين دعوة کي شہنشاهيوں اور خسروانوں کو ديکھتے ديکھتے شدت تعجب و حيرت سے پاگل هوگئے ' مگر " و تمت کلمة ربك صدقا و عدلا " کے قانون کو نہ بدلنا تھا اور نہ بدلا ' اور " لا مبدل لكلماته " کي حقيقت غير مستحق تھي اور غير مستحق رهي ' الا ان اولياء الله لا خوف عليهم و لا هم يحزنون !

ميں نے ابتداء اشاعة الہلال سے ليکر اس وقت تک جو کچھ لکھا اور کہا هے ' اسکا حرف حرف زمانے کے علم و حافظہ ميں محفوظ هے - ميں نے نظر کبھي تعليم کا ذکر کيا ' نہ سياسي اصولوں اور تقليدوں کي دعوة کي ' نہ ان رهنماؤں اور پيشواؤں کي راہ اختيار کي جنہوں نے امة مرحومہ کي تجديد و احياء کو غير قوموں کي تقليد و اتباع ميں محدود ديکھا هے ' اور نہ کبھي انسانوں کے بنائے هوے طريقوں اور حکمت عملیوں کو اختيار کيا ' جو ابناء زمانہ کي بلند پروازوں کا هميشہ منتہاء خيال رها هے - برخلاف اسکے ميں نے هميشہ خدا کا نام ليا ' ميں نے هميشہ قرآن کي دعوة کي ' ميں نے هميشہ ايمان ' يقين ' اعتقاد ' اور عمل صالح کا ذکر کيا ' اور ميں نے جب کبھي کوئي بات کہي تو اسکو وحي الہي کي دائمي اور غير متغير يقينيات اور حقائق کي بنا پر پيش کيا - ميں اپنے سامنے ايک " يقين " رکھتا تھا ' اور ميري دعوة کي بنياد انساني افکار پر نہيں بلکہ ايک ديني اعتقاد پر تھي - دنيا کي هر چيز بدل سکتي هے مگر الہي اعتقاد و يقين نہيں بدل سکتا - اسليے زمانہ کي کوئي تبديلي ميرے ليے موثر نہ هو سکي - ميں نے ابتدا سے لےکر اس وقت تک ايک هي اعلان کيا ' اور اسي اعلان کے نتائج و ثمرات هيں جو مجھکو اپنے اعمال و اشغال کي هر شاخ ميں نظر آے - ميں نے الہلال کي اولين اشاعت کے سب سے پہلے مضمون کو ان سطروں پر ختم کيا تھا جنکو دنيا نے بھلا ديا هو مگر ميں نہيں بھلا سکتا :

" اُس خداے حي و قيوم هے جسکے کان فريادوں کے سننے کيليے هر وقت طيار ' اور نغمة امن يجيب المضطر اذا دعاه سے عشق نواز هر قلب مشتاق هيں ' اور جس کي آنکھيں کسي حال ميں بے خبر نہيں اور هر آن و هر لمحہ ان ربك لبالمرصاد کي ٹکٹکي لگائي هوئي هيں ' يہ آخري التجا هے کہ اگر وہ مجھہ ميں سچائي اور اخلاص کي کوئي سرگرمي ديکھتا هے ' اگر اس کي ملة مرحومہ اور اس کے کلمۂ حق کي خدمت کي کوئي سچي تپش ميرے دل کے اندر موجود هے ' اور اگر واقعي اس کي راہ ميں فديت و جاں فروشي کي ايک آگ هے جس ميں برسوں سے بغير دھوئيں کے جل رها هوں ' تو اپنے فضل و لطف سے مجھہ کو اتني مہلت عطا فرماے کہ اپنے بعض مقاصد کے نتائج اپنے سامنے ديکھہ لوں - ليکن اگر يہ ميرے تمام کام محض ايک تجارتي کار و بار اور ايک دکاندارانہ مشغلہ هيں جنميں قومي خدمت اور ملت پرستي کے نام سے گرم بازاري پيدا کرنا چاهتا هوں ' تو قبل اسکے کہ ميں اپني جگھہ پر سنبھل سکوں ' وہ ميري زندگي و مہلت کا خاتمہ کردے ' اور نيز ميرے تمام کاموں کو ايک دن بلکہ ايک لمحہ کيليے بھي کاميابي کي لذت چکھنے نہ دے - باغوں کے سر سبز و ثمر دار درختوں کي حفاظت کي جاتي هے ' مگر جنگل کے خشک درختوں کو جلادينا هي چاهيے - جس دل ميں خلوص اور صداقت کو جگہ نہ ملي ' اسکو صادقوں اور راست بازوں کي طرح کاميابي کيليے کيوں باقي رها جاے ؟

ام حسب الذين اجترحوا السئيات ان نجعلهم كالذين آمنوا و عملوا الصالحات ' سواء محياهم و مماتهم ؟ ساء ما يحكمون ! (۴۵ : ۲۰)

وہ لوگ جنہوں نے بديوں اور برائيوں کي راہ اختيار کي هے ' کيا ايسا سمجھتے هيں کہ هم انکو اُن لوگوں جيسا کردينگے جو ايمان لاے اور اعمال صالحہ اختيار کيے ؟ کيا راست بازوں اور مفسدوں کي زندگي اور موت ايک طرح کي هے ؟ افسوس انکي سمجھہ پر اور افسوس انکے فيصلہ پر !

يہ وہ جملے هيں جو جولائي سنہ ۱۹۱۲ ميں ميرے قلم سے نکلے تھے اور جنکو ميں برابر الہلال کي هر جلد کے اختتام اور نئي جلد کے افتتاح کے مرقعہ پر دھراتا رها هوں - سو الحمد لله کہ اس کريم ذرہ نواز نے ميري درماندگيوں کو قبول کرليا ' اور واقعات نے هر منزل و هر قدم پر ثابت کرديا کہ ميري يہ عاجزانہ دعا بے اثر نہ رهي - يہ اسي کے ہاتھہ ميں تھا کہ وہ بتلا ديتا کہ جو کچھہ کيا جارها هے ' وہ اصلح و احق هے جسکو بڑھنے اور پھيلنے کيليے چھوڑ ديا چاهيے ' يا مفسد و باطل هے جسکو فنا هو جانا اور مٹ جانا چاهيے ؟ پس اس نے بتلا ديا کہ حقيقت کيا هے ' اور ارباب بصيرة نے ديکھہ ليا کہ حکمة الہي کيا چاهتي هے ؟ دعوة حقہ و کاذبہ کي تفريق کا يہي معيار هے - اور اگر خدا سچائي اور صداقت کے ساتھہ بھي رهي کرے جو باطل اور افساد کے ساتھہ کرتا هے ' تو دنيا سے امن اور ايمان اُٹھہ جاے اور خدا کے ماننے کيليے انسان کے پاس کوئي روشني نہ رهے - يہ محال هے کہ صادق اور کاذب ايک هي نتيجہ پائيں ' اور يہ کبھي نہيں هوسکتا کہ خدا کا سلوک حق اور باطل ' دونوں کے ساتھہ يکساں هو : لا يستوي اصحاب النار و اصحاب الجنة ' اصحاب الجنة هم الفائزون -

اور پھر اس کے فضل و کرم کي بخششوں اور نعمتوں ميں سے سب سے بڑي اور سب سے آخري نعمت وہ هے جو اس نے موجودہ واقعہ کے اندر پوشيدہ رکھي هے - يعني البلاغ کي دعوة و تبليغ کو اسکي دوسري منزل تک عروج و رفعت بخشي گئي ' اور مقام ذهاب الى الله و ترك وطن پيش آيا : اني ذاهب الى ربي سيهدين (۳۷ : ۹۷) فسبحان الذي بيده ملكوت كل شي و اليه ترجعون -

يہ جو کچھہ تھا ' کلمۂ حق و عدل کي دعوة و تبليغ کي سرگذشت تھي جو الحمد لله و المنه کہ اپني دوسري منزل تک پہنچ گئي هے - و لا مبدل لكلماته - رها خود اس عاجز کے وجود کا معاملہ ' تو شخص و ذات کا يہاں کبھي بھي سوال نہيں هوا هے ' اور ميري تشفي کيليے مرحوم عرفي کا يہ شعر سالہا سال سے مونس و رفيق هے :

امید هست کہ بیگانگی عرفی را
بدوستی سخن هاے آشنا بخشند !

و افوض امري الى الله ان الله بصير بالعباد -

افکار و حوادث

مسئلہ مسلم یونیورسٹی

اور علوم و معارف جدیدہ !

دنیا کے عجائب و غرائب کی فہرست بڑی طولانی ہے - شاہنامہ کے عجیب و غریب "سیمرغ" سے لیکر گل بکاولی کے عجیب الخواص "پھول" تک' ایک سے ایک عجیب المخلوقات' اور ایک سے ایک محیر العقول ہے !

اگر بابل کے معلق باغ اور مصر قدیم کے پر اسرار مندروں سے قطع نظر کرلیا جائے جنکی ملکیت کا تاریخ قدیم کو دعوا ہے' جب بھی دیوار قہقہہ کی طلسم آرا دیوار' اسکندر اعظم کا اعجوبہ زا چشمۂ حیات' اور یادش بخیر حاتم طائی کی فیاضانہ سیاحتوں کے انکشافات دنیا کی دلچسپیوں کیلیے کیا کم ہیں ؟

* * *

تاہم موجودہ زمانہ عقل و دانائی اور تجربۂ و مشاہدہ کا عہد ہے - لوگ کہتے ہیں کہ اب ہم بہت زیادہ عقلمند ہوگئے ہیں - اسلیے ان عجیب عجیب قصوں کو نہیں مان سکتے - لیکن اگر ان قصوں کو نہیں مان سکتے تو اس واقعہ کو تو مان سکتے ہیں کہ مسلم یونیورسٹی بلا توقف لے لینی چاہیے' اسلیے کہ مہاراجہ دربھنگہ اور پنڈت مدن موہن مالویا نے لیلی' اور اسلیے کہ ایک لاکھ روپیہ ماہوار ملیگا' اور اسلیے کہ علی گڈہ میں ہر سال تقسیم سندات کا عظیم الشان جلسہ منعقد ہوگا' اور اسلیے کہ "برٹش گورنمنٹ رحمت الہی ہے" اور اسلیے کہ "سر سید علیہ الرحمۃ کا حقیقی مقصد ایسا ہی تھا" اور اسلیے کہ "خالق اکبر نے ہم کو اسی لیے بنایا ہے کہ احکامات و اوامر کی تعمیل کریں" اور اسلیے کہ "مسلمانوں کی مسلمہ قومی پالیسی گورنمنٹ کے اعتماد پر مبنی ہے" اور سب سے آخر مگر سب سے پہلے یہ کہ بنارس کی طرح علی گڈہ کی گلیاں بھی گذشتہ فروری کے عجیب و غریب مناظر و مشاہد کو دیکھہ لینگی' اور یہ سب سے بڑی نعمت ہے جسکے لیے کوئی ذی روح اس کرۂ ارضی پر بیقرار ہوسکتا ہے' اور سب سے بڑی دولت کونین ہے جو آدم کی اولاد کو دنیا میں ملسکتی ہے :

و فی ذالک فلیتنا فس المتنا فسون -

* * *

اگر مسلم یونیورسٹی کے بلا انتظار لے لینے کیلیے یہ حقائق و دقائق "بدلیل و برہان" ہوسکتے ہیں' اور دنیا میں ایسے دماغ باقی ہیں جو علمی سنجیدگی کے ساتھہ ان چیزوں کو پیش کرنے سے نہیں شرماتے' اور ایسے لوگ موجود ہیں جو دلائل و شواہد کی طرح ان کو قبول کرلے سکتے ہیں' تو پھر دنیاے قدیم کی کوئی روایت بھی عجیب نہیں' اور بلا تامل مان لینا چاہیے کہ دنیا میں اب بھی وہ تمام عجائب و غرایب ہوسکتے ہیں جو کسی مجہول ماضی میں ہو چکے ہیں - اب ہم کو پورا یقین ہے کہ فردوسی کے سیمرغ سے مایوس ہوجانے کا فیصلہ صحیح نہیں تھا - اسکے گھونسلے سے اب بھی "زال" پیدا ہو سکتا ہے' کیونکہ مسلم یونیورسٹی کے لےلیتے ہی سب کچھہ ہوجائیگا' اور اگر آپکی آنکھیں جاتی رہیں تو اسکا صحیح علاج یہ ہے کہ "گل بکاولی" کو تلاش کیجیے' کیونکہ حقائق کے ثبوت کا دار و مدار اب حقائق پر نہیں بلکہ صرف نقالی' حکم' اطاعت' اور خوش اعتقادی و حسن ظن پر آکر رہگیا ہے' اور اگر ایسا ہی ہے تو غریب "تاج الملوک" نے کیا خطا کی ہے کہ اسکی مشہور و متواتر روایت کو نظر انداز کردیا جائے ؟

* * *

حقیقت میں یہ واقعہ بھی دنیا کے عجائب و نوادر میں سے ہے کہ ایک طرف تو مسلمانوں کو کہا جاتا ہے کہ انکے تمام امراض کا علاج' انکے تمام جستجوؤں کا مقصود' انکی تمام امیدوں اور آرزوؤں کا مرکز و ملجاء مسلم یونیورسٹی ہے' اور بھی وہ چیز ہے جو غرناطہ اور قرطبہ اور بغداد اور کیمبریج اور اکسفورڈ اور نہیں معلوم کیا کیا کچھہ مسلمانوں کے حوالے کردیگی - دوسری طرف جب انسے کہا جاتا ہے کہ "اگر یہ متاع اسقدر قیمتی' اسقدر عظیم و اہم' اور اسدرجہ موت و حیات ملت کا فیصلہ کرنے والی ہے' تو خدا را جلدی نہ کیجیے - بغیر کامل جد و جہد اور سعی و کوشش کے خاتمہ نہ کردیجیے - ایک ہی غمزۂ تمکین طلب پر اپنی تمام متاع دل و جاں نذر نہ کردیجیے - صبر' استقامت' فکر راسخ' اور سعی و جہد کامل دنیا میں ہمیشہ عزائم امور کیلیے ایک حقیقت ثابتہ رہے ہیں - آپ بھی انسے کام لیجیے' اور ساتھہ ہی اپنی اصلاح حال اور حقیقی و معنوی ترقیات و توسیعات میں سرگرم رہیے کہ اصل کار یہی ہے - اور اگر ایسا نہیں ہے اور چند مہینوں یا ایک سال کے اندر آپکی ساری کائنات سعی و تدبیر غارت جا رہی ہے' تو پھر خدا را آہ و واویلا نہ مچائیے' مخفی اور در پردہ کوششیں نہ کیجیے - یہ تعلقہ داری کا مقدمہ یا جد امجد مرحوم کی وراثت کا جھگڑا نہیں ہے - دلائل و حقائق کا مقابلہ ہے - سنجیدگی کے ساتھہ واقعی دلائل پیش کیجیے - دنیا میں عقل و فہم کی بخشش عام ہے' اور آپ جیسی نہیں مگر سمجھہ ہر شخص رکھتا ہے" تو پھر اسکے جواب میں یا تو بگڑ جاتے ہیں کہ تم "مسلمہ قومی پالیسی" کے دشمن ہو' یا روٹھہ جاتے ہیں کہ تم ہماری بات نہیں مانتے' یا پھر دلیل پیش کرنے پر آتے ہیں تو یہ فرماتے ہیں کہ بنارس میں لاکھ بت چکے ہیں - تم بھی بے تحاشا دوڑ جاؤ !

("علوم جدیدہ")

اصل یہ ہے کہ مسلم یونیورسٹی کے بلا توقف لیلینے کے متعلق جسقدر مصنفات و اسفار محققین عہد نے شائع کیے ہیں' انسے مسلم یونیورسٹی کا ہندو یونیورسٹی ایکٹ پر لے لینا ضروری ثابت ہوتا ہو یا نہو' لیکن اسمیں تو کچھہ شک نہیں کہ ضمناً ایک عظیم الشان کام ضرور انجام پا گیا - ہمارا اشارہ اس جدید فن منطق کی طرف ہے جو "علماء مسلم یونیورسٹی" نے مدون فرمایا ہے اور جس نے ثابت کردیا ہے کہ دنیا میں ارسطو سے بڑھکر آجتک کوئی انسان احمق نہیں ہوا - مسکین ارسطو کے وقت سے لیکر اس وقت تک دنیا اس عالمگیر غلطی میں مبتلا رہی ہے کہ دعوے اور دلیل میں ربط کی ضرورت ہوتی ہے - مگر یہ کیسا سفیہانہ اور احمقانہ خیال تھا ؟ ہمارے محققین کاملین نے اپنی سیف منطق کی پہلی ضرب اسی پر ماری' اور ثابت کر دیا کہ اس سے بڑھکر اور کوئی غلط خیال نہیں ہوسکتا - دلیل کیلیے صرف ایک ہی شے ضروری ہے - یعنے وہ بلا کسی درمیانی فصل کے معاً دعوے کے بعد کہدی جاے - اب رہی یہ بات کہ اسمیں اور دعوے میں ربط بھی ہو' تو ایسا سمجھنا ایک خالص حماقت ہے جسمیں بدبخت ارسطو گرفتار تھا' اور کچھہ ضرور نہیں کہ ہر انسان گرفتار ہو !

* * *

اس سے بھی بڑھکر ان مباحث حکمیۂ و فنیہ نے جس قدیم غلطی کی ضلالت سے نوع انسانی کو نجات دلائی' وہ "برہان" کی تعریف کا مسئلہ ہے - تمام دنیاے قدیم و جدید کس درجہ عقل و دانائی سے محروم تھی' جب کہ یقین کررہی تھی کہ

" برهان " اس چیز کو کہتے هیں جسکے مان لینے سے دعوے کا مان لینا لازم آجاے ؟ حالانکہ مصنفین صحائف مسلم یونیورسٹی و مدرسین اسرار مسئلۂ قومی و تعلیمی نے (جن میں بڑے بڑے ماهرین فلسفۂ تعلیم موجود هیں) ثابت کردیا هے کہ نہ صرف یہ تعریف غلط هي هے ' بلکہ اصل حقیقت بالکل اسکے برعکس هے - دعوے اور برهان میں جسقدر بعد لزومي هو ' اسیقدر وہ زیادہ صحیح اور مسکت برهان هوگا - مثلاً دعوا یہ هے کہ مسلم یونیورسٹي جن شرائط کے ساتھہ اسوقت مل رهي هے ' بلا توقف لے لینا چاهیے ' کیونکہ اس سے مسلمانوں کا تعلیمي و قومي مقصود حاصل هوجائیگا - دلیل یہ هے کہ ایک لاکھہ روپیہ ماهوار ملتا هے - اب جس وقت تک کوئي شخص روپیہ کي اس تعدادي اور مقداري حقیقت ثابتہ کو جھٹلا نہ دے ' اُس وقت تک یہ دعوا غلط نہیں هوسکتا !

* * *

ارسطو نے شاعري کو محاکات کا نتیجہ قرار دیا هے ' یعني وہ کہتا هے کہ انسان میں بالطبع نقالي کا مادہ موجود هے - وہ جس حالت کو دیکھتا هے ' اس سے ' منفعلانہ متاثر هوتا هے اور اسي کو دهراتا هے - مگر مسئلۂ مسلم یونیورسٹي کا محقق کہتا هے کہ یہ اس قدیم مدعي علم کي سخت کوتاہ نظري تھي - شاعري هي نہیں بلکہ قومي زندگي کے تمام اعمال و افکار علی الخصوص مسئلۂ تعلیم و قومیت کا دار و مدار " اصول محاکات " یعنے نقالي پر هے - دوسروں کو جس طرح کرتے دیکھو ' اسي طرح خود بھي کرو - اگر ایک چیز کو انسانوں کي کوئي بھیڑ کر رهي هے ' تو انکا کرنا بجاے خود ایک دلیل عمل هے - اسکے بعد اور کسي دلیل کي ضرورت باقي نہیں رهتي - مسلمانوں کے تمام قومي و تعلیمي کاموں کا محور اسي حقیقت کو هونا چاهیے - انکے لیے نہ تو کوئي چیز سیاہ هے اور نہ سفید - سیاهي اور سفیدي کا معیار دوسروں کا سیاہ و سفید کہنا اور قرار دینا هے - پس جب مہاراجہ دربھنگہ اور پنڈت مدن موهن مالویا کي کمیٹي نے کہدیا کہ یہ چیز سفید هے ' تو اب تمام مسلمانوں کو چاهیے کہ بے چون و چرا اسکے آگے سر بسجود هوجائیں ' اور اگر کوے کو بھي علي گڈھ کي فضاء میں اوڑتا هوا دیکھیں تو چیخ اٹھیں کہ بگلا ناچ رها هے !

* * *

یہ محققین عہد ' ماهرین مسئلۂ تعلیم ' محرمان اسرار و رموز قومیات و تعلیمات جدیدہ ' اور مجددین و مصلحین عصر تعلیمي کي جماعت تھي - لیکن انکے بعد ارباب سلوک و معرفت و اصحاب حقائق و معارف کا ایک مقدس گروہ سامنے آتا هے ' اور علمي طرز بحث کي جگہ عارفانہ انداز بیان کے ساتھہ کہتا هے کہ یہ مقام استدلال و براهین کا نہیں بلکہ محض و جدانیات و جذبات کا هے :

گر باستدلال کار دیں بدے
فخر رازي راز دار دیں بدے

جب مذهب اور مذهب کے اعتقادات جیسي اهم و عظیم چیز کے متعلق غزالي و رازي کا فتوی هے کہ اس مقام کو استدلال و عقلیات سے نہیں بلکہ ذوق و وجدان سے طے کرو ' تو پھر یونیورسٹي کے متعلق دلیل و برهان کا طلب کرنا کب جائز هو سکتا هے ؟ اگر خدا کے وجود و صفات کا ثبوت عقل و دلیل سے نہیں بلکہ صرف وجدان و جذبات کے اعتراف سے ملتا هے ' تو پھر مسلم یونیورسٹي کي ذات و صفات کے متعلق یہ معررانہ کاوش عقل و ذهن کي کیوں هے ؟ یہ مقام دوسرا هے - یہاں عقل کے دعووں سے کام نہیں چلتا - اس یونان کدۂ اسرار و معارف کا سب سے بڑا افلاطون وہ هے جو سب سے زیادہ بے عقلی و نادانی کا اقرار کرے - یہاں فلسفۂ و عقل کي پرسش نہیں هوتي - اس عالم میں بقراط کے طب ' ارسطو کي منطق ' اور افلاطون کي اشراقیات سے کہیں زیادہ اس چرواهے کي بے وقوفي مقبول هے جو مولانا روم کي کائنات قصص و حکایات میں حضرت موسی علیہ السلام سے ایک جنگل میں ملا تھا اور خدا کو اپنے صحرائي جھونپڑے میں دعوۃ دینا چاهتا تھا تا کہ اپني بکریوں کا دودھ پلاے :

ملت عشق از همہ دیں ها جدا ست
عاشقاں را ملت و مذهب خدا ست

پھر کیا تم نے نہیں سنا کہ خدا کے مقدس نرشتے کیا کہتے هیں ؟ حضرۃ مسیح نے عقل کا دعوا کرنے والوں کو " سانپ کے بچوں " کا تاریخي لقب عطا فرمایا اور کہا کہ " تو آسمان کي پادشاهت میں داخل نہیں هوسکتا جب تک زمین پر سب سے زیادہ نادان و بے عقل نہ بن جاے "

ز نازکي نہ برد پے بہ منزل مقصود
مگر طریق رهش از سر نیاز کني !

* * *

مشہور هے کہ امام فخر الدین رازي نے دو سو دلیلیں خدا تعالی کے وجود کے اثبات میں جمع کي تھیں ' اور اعلان کردیا تھا کہ هم نے اس راہ کو عقل کي راهنمائي میں طے کرلیا - یہ خبر سنکر شیطان نے اپنا بھیس بدلا اور مجلس درس میں آکر امام رازي سے مباحثہ شروع کردیا - جو دلیلیں انھوں نے تمام عمر کي فکر و کاوش سے قائم کي تھیں ' یکے بعد دیگرے پیش کرتے اور شیطان ایک دو اعتراض کرکے انکو باطل کردیتا - یہ حال دیکھکر امام صاحب بہت پریشان هوے اور اللہ کے حضور اپنے عجز کا اقرار کیا - خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہہ رها هے " اب دلیلوں کو چھوڑدو - یہ دلیل و استدلال کا مقام نہیں هے - یوں کہو کہ بغیر کسي دلیل کے کہتا هوں کہ خدا هے اور اسکو کوئي جھٹلا نہیں سکتا " بزرگان طریقت روایت کرتے هیں کہ جب انکار دلیل کي یہ آخري دلیل امام رازي نے پیش کي تو شیطان نے عاجز و درماندہ هوکر ایک نعرہ مارا ' اور راہ فرار اختیار کي کہ اس دلیل کا جواب میرے پاس کوئي نہیں - یہي حال دیکھکر مولانا روم نے کہدیا تھا :

پاے استدلالیاں چوبیں بود
پاے چوبیں سخت بے تمکیں بود

چنانچہ خانقاہ مسلم یونیورسٹي کے پیر طریقت بھي ایسا هي فرماتے هیں - ارشاد هوا کہ دلیلوں کا یہ مقام نہیں - بغیر کسي دلیل کے هم کہتے هیں کہ مسلم یونیورسٹي کو جلد سے جلد لیلینا چاهیے اور حق اسي میں هے - اگر معلم الملکوت اس آخري ملکوتي و لاهوتي دلیل کو سنکر چیخ اُٹھا تھا ' تو اے هزار حسرت و افسوس انسان کے قلب غافل پر ' اگر اس دلیل کو سنکر بے اختیار رو نہ پڑے !

* * *

نیز فرمایا کہ مسلم یونیورسٹي کا مسئلہ دلائل و شواهد سے تعلق نہیں رکھتا ' بلکہ صرف ایک لمحۂ تصور سے عبارت هے جو صالح اعتقاد اور صافي و پاک ذهن کے ساتھہ میسر آ جاے - دنیا کي تمام اشیاء و موجودات کا مشاهدہ آنکھیں کھولکر کرتے هیں ' مگر یہ وہ سر لاهوتي و رمز ناسوتي هے جسکا مشاهدہ اُس وقت تک نہیں هوسکتا جب تک آنکھیں اچھي طرح بند نہ کرلیجیے !

هاں آنکھیں بند کیجیے اور چشم تصور سے کام لیجیے - مسلم یونیورسٹي قائم هوچکي هے ' اور سینٹ هال میں تقسیم انعامات و سندات کا عظیم الشان جلسہ منعقد هے - ایک مسلمان والي ریاست یا کوئي بڑي قومي شخصیت جسکے چانسلر هونے کا گورنمنٹ گزٹ نے اعلان کردیا هے ' با کمال شوکت و ابہت و با یک دنیا عظمت و رفعت ' سریر آراے مسند

چانسلري هے ' تمام معلمین و اساتذہ یونیورسٹي کي جماعت اپنے اپنے مدارج علمیہ کے مطابق شاندار اور طویل الذیل جبے پہنے هوے تمکنت افلاطوني ' عظمت سقراطي ' اور شان یوناني و رومانی کے ساتھہ یمین و شمال رونق افزا هے ' اور یکے بعد دیگرے حاملین علوم و فائزین مراتب عالیۂ تعلیمیہ کے مقدس غول بڑھتے هیں اور سند بکف اور چغہ بدوش هوکر واپس جاتے هیں ! الله الله ! کون هے جو ایک لمحہ کیلیے بھي اس بہشت تعلیمي و جنت قومي کے منظر روح پرور کو دیکھہ لے اور پھر اسکے عشق جنون آور سے مست و لا یعقل نہوجاے ؟ یونیورسٹي کے پیش کردہ هزارها نقائص ایک طرف ' اور اس منظر قومي و تعلیمي کا نظارہ یک لمحہ ایک طرف ! اگر مسلم یونیورسٹي میں اور کچھہ نہ هوتا ' اور صرف سال بھر میں ایک بار اس منظر جاں نواز و مشہد روح پرور کا ایک نظارہ میسر آجاتا ' جب بھي یہ سودا اسقدر ارزاں تھا ' گویا گرد و خاک کي ایک مٹھي دیکر بہشت شداد مول لیلي ! البتہ یہ ایک خالص " تعلیمي مسئلہ " هے اور اسکو صرف عرفاء تعلیم و کاملین حقائق قومیہ هي سمجھہ سکتے هیں - شرف قزویني نے انهي حقائق و معارف کے متعلق کہا هے :

بیا کہ مسئلۂ عشق ازاں دقیق ترست
کہ حل شود شرف از فکر باطل همہ کس

نا محرمان اسرار کا یہاں گذر نہیں :

کین زمین را آسمانے دیگرست !

* * *

بعض ارباب اشارات و اصحاب معارف سے یہ بھي منقول هے کہ اگر قوم کي دیدۂ بصیرۃ بینا هوتي تو بنارس هندو یونیورسٹي کا گذشتہ جلسہ فہم حقیقت کیلیے بس کرتا تھا - سبحان الله ! کیسا عجیب و غریب منظر تھا جو چشم فلک نے پہلي مرتبہ خاک هند میں دیکھا ! عظیم الشان والیان ریاست کا هجوم ' اعلی ترین حکام و فرمان روایان ملک کا اجتماع ' شوکت و عظمت قومي کا عدیم النظیر مظاهرہ ' اور تعلیمي فرمانفرمائي و خسروي کے عہد حکومت کا افتتاح ! اس سے بڑھکر ایک قومي یونیورسٹي کیلیے اور کیا هو سکتا هے ؟ کیا یہ منظر اسکے لیے کافي نہیں هے کہ قوم کي آنکھیں کھلیں اور وہ بھي کسي نہ کسي طرح یونیورسٹي لیلینے کیلیے پاگل هوجاے ؟ افسوس کہ قوم میں " ماهرین مسئلۂ تعلیم " کا قحط الرجال هے اور " عملي کام " اور " مسئلۂ قومي تعلیم " کے حقائق و اسرار سمجھنے والے ناپید هیں - اگر ایسا نہوتا تو یہ روز بد دیکھنا نصیب نہ هوتا ! لوگ کیسي تمسخر انگیز غلطي کرتے هیں جبکہ کہتے هیں کہ قومي یونیورسٹي کسي بڑے جلسے ' کسي بڑے مجموعۂ عمارت ' اور نامور اور رسموں کے کسي طول طویل سلسلے کا نام نہیں هے ؟ کوئي ان بیخبروں سے پوچھے کہ اگر یونیورسٹي جلسہ ' عمارت ' اور اسم و رسم کا نام نہیں تو اور کس چیز کا نام هے ؟ یہ نادان هندو یونیورسٹي ایکٹ کو دیکھتے هیں اور صرف اختیارات ' عہدۂ وائس چینسلر کي منظوري و عدم منظوري ' ریگولیشنز کا انتظار ' وغیرہ وغیرہ چند الفاظ انهوں نے سیکھہ لیے هیں ' حالانکہ حقیقت یونیورسٹي نہ تو ان جزئیات و فروعات میں هے ' اور نہ اختیارات کا مسئلہ في نفسہ کوئي قابل توجہ شے هے - اصلي حقیقت تو وہ نقرئي هتوڑا تھا جس سے بنارس میں هندو یونیورسٹي کا سنگ بنیاد نصب کیا گیا ' اور اگر ایک ایسے هي نقرئي هتوڑے کي با عظمت ضرب سرزمین علي گڈہ کو بھي نصیب هوگئي ' تو ساري مشکلیں حل ' اور ساري امیدوں کیلیے پیام بشارت هے !

افسانۂ زلف

یا " مسلم یونیورسٹي "

اولا یرون انهم یفتنون في کل عام مرۃ او مرتیـــن ثم لا یتوبون و لا هم یذکرون ! (توبہ)

کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ کوئي برس ایسا نہیں گذرتا کہ ایک بار یا دو بار وہ بلاؤں میں نہ ڈالے جاتے هوں ' پھر بھي انکي غفلت کا یہ حال هے کہ نہ تو توبہ کرتے هیں اور نہ واقعات و حوادث کي تنبیہوں اور سر زنشوں سے نصیحت پکڑتے هیں !

رات اور زلف کا یہ افسانہ
قصہ کوتاہ ' بڑي کہانی هے !

مسئلۂ مسلم یونیورسٹي کي گذشتہ سہ سالہ تاریخ جن واقعات و حوادث سے عبارت هے ' میں انکو اس وقت بہ تفصیل نہیں دھراؤنگا کیونکہ واقعات ابھي اس قدر پرانے نہیں هوے هیں کہ حافظہ کیلیے تجدید ذکر کي ضرورت هو -

نفس تجویز کي ابتدائي تحریک ' گورنمنٹ کا اولین مراسلہ ' فونڈیشن کمیٹي کا پہلا انعقاد ' ڈیپوٹیشن کي تشکیل ' و شکست ' فونڈیشن کمیٹي کا دوسرا جلاس علي گڈہ ' پھر مسلم یونیورسٹي ایسوسي ایشن کا قیام ' علی الخصوص اسکا پچھلا اجلاس ' یہ اور نیز ان واقعات و حوادث کے بے شمار اطراف و نتائج ' نہ صرف مسلم یونیورسٹي نامي کسي مسئلہ کي سرگذشت هے بلکہ مسلمانوں کي گذشتہ سہ سالہ حیات قومي و اجتماعي کي ایک ایسي مکمل تاریخ هے ' جسمیں اس تین سال کے اندر کي هر چیز دیکھي اور پڑھي جاسکتي هے !

علی الخصوص حق و باطل اور اصلاح و افساد کي باهمي آویزش اور حق کے قدرتي اور لازمي خواص فتح و نصرت کے ظہور و اعلان کے لحاظ سے تو مسئلۂ مسلم یونیورسٹي کي تاریخ اسدرجہ پر عبرت و بصیرۃ هے کہ اگر هندوستان کے اور تمام واقعات و حوادث سے قطع نظر کر لیا جاے تو صرف یہي واقعہ اس حقیقت کے اعلان کیلیے بس کرتا هے کہ حق جاگ اٹھا هے ' اور جب وہ جاگ اٹھے تو پھر باطل کیلیے امن و بقاء نہیں هے -

[۲]

مسئلۂ مسلم یونیورسٹي کے واقعہ کو دنیا خواہ کچھہ هي سمجھے مگر میں نے همیشہ اسمیں ایک هي چیز کو دیکھا اور همیشہ اس سے ایک هي طرح کي صدائیں سنیں - میں نے دیکھا کہ حق و باطل معرکہ آرا هیں ' اور گو مختلف صداؤں ' مختلف ناموں ' اور مختلف شکلوں میں منظر آرائیاں هو رهي هیں مگر انکے اندر بجز حق و باطل کے مقابلے کے اور کچھہ نہیں هے - میري یہ صاف نظرگي بہتوں کو خوش نہ آئي ' اور بہتوں نے کوشش کہ اسقدر صاف لفظوں میں مطلب نہ کہا جاے ' لیکن میں اپنے مشاهدہ کو جھٹلا نہیں سکتا تھا - الحمد الله کہ ابتدا سے لیکر اسوقت تک میں نے جو کچھہ دیکھا ' صاف صاف کہا ' اور کوئي سعي ' کوئي آرزو ' کوئي قوت ' میري نگاہ کو گرد آلود نہ کرسکي :

بندۂ را کہ بفرمان خدا راہ زدہ
نگزارند کہ در بند زلیخا ماند

غور کرو کہ اس تمام عرصہ کے اندر یکے بعد دیگرے کیسے کیسے واقعات پیش آے ' اور کس طرح هر موقعہ پر حق نے بتلادیا

کہ وہ کہاں ہے اور باطل نے دیکھہ لیا کہ خصائص حق کا قانون کسطرح اٹل اور غیر متغیر ہے ؟

[۳]

اس سلسلے میں سب سے پہلے وہ زمانہ یاد آتا ہے جب پہلے پہل مسلم یونیورسٹی کے متعلق دنیا نے معلوم کیا ہے کہ جن امیدوں اور ارادوں میں انکو مبتلا کیا گیا تھا ' ضرور نہیں ہے کہ اصلیت ویسی ہی ہو - اس زمانے میں الہلال نیا نیا شائع ہوا تھا - اس نے مسلسل چار اشاعتوں میں تعلیمی ممبر کے اولین مراسلہ پر بحث کی اور مسلم یونیورسٹی کی تحریک اور اسکے دعاۃ و واعظین کے متعلق خصوصاً اور تمام قومی تحریکوں اور جماعتی کاموں کے متعلق عموماً ' اُن افکار اسلامیہ اور عقائد صحیحہ کا اعلان کیا جنکی صداؤں سے سرزمین ہند کی اسلامی آبادی اسوقت تک آشنا نہ ہوئی تھی - یہ سلسلۂ مقالات بھی الہلال کے اُن ابتدائی مقالات میں سے ہے جنھوں نے مسلمانان ہند کے آگے سب سے پہلے اسلام کے احکام دینیہ و اوامر شرعیہ کی بنا پر حریۃ فکر ' و اجتہاد رائے ' و دعوۃ الی الحق ' و توصیۂ معروف ' و احتساب شرعی کی دعوۃ پیش کی ' اور جسکو چند مہینوں کے اندر حکمۃ الہی نے وہ فتح مندانہ نشر و اعلان اور خسروانہ قبولیت و رفعت عطا فرمائی کہ وہی دعوۃ ' وہی پکار ' وہی الفاظ ' وہی جملے ' وہی ترکیبیں ' وہی عقائد ' ہزاروں انسانوں ' صدہا جماعتوں ' بڑی بڑی آبادیوں ' بڑے بڑے شہروں ' بلکہ مسلمانان ہند کے سب سے زیادہ وسیع و غالب حصے کی زبانوں سے نکلنے لگے - حتی کہ بہت سے ایسے لوگ بھی جو اُس وقت دعوۃ الہلال کے اشد شدید منکرین و جاحدین میں سے تھے ' دوسرے ناموں اور بھیسوں میں آکر انہی عقائد کا وعظ کرنے لگے اور سلطان حق کی قہرمانیت و شہنشاہیت کے آگے سر بسجود ہو جانے کیلیے مجبور ہو گئے - و للہ در ما قال :

کر گفتۂ زعشق گہے حرف آشنا
آں ہم حکایتیست کہ از من شنیدۂ !

چونکہ اس وقت تک انقلابی دور دعوۃ شروع نہیں ہوا تھا ' اور استعباد فکر ' و اسر ذہن ' و تقلید اشخاص ' و اتباع افکار مالوفۂ و متوارثہ کی بندشیں ہر جماعت اور ہر گروہ کیلیے زینت پاؤ گردن تھیں ' اسلیے اس سلسلۂ مقالات کا شائع ہونا تھا کہ ہر طرف سے رد و انکار کی صدائیں اٹھنے لگیں ' اور ان لوگوں نے جنکی تمام عمر انسانی پرستشوں اور طرح طرح کی دنیاوی طاقتوں کی عبودیتوں میں بسر ہوئی تھی ' حیران ہو ہو کے چلانا شروع کیا :

اجعل الالٰہۃ الٰہا واحداً ؟ ان ہذا لشیء عجاب ! ! (۳۸ : ۴)	کیا اس شخص نے تمام معبودوں سے انکار کرکے صرف ایک ہی کو معبود قرار دیدیا ہے ؟ یہ تو بڑی ہی عجیب بات ہے !

بعضوں نے سب سے بڑی وجہ انکار یہ بتلائی :

ما سمعنا بہذا فی الملۃ الاخرۃ ' ان ہذا الا اختلاق - (۳۸ : ۶)	ہم نے ایسی بات تو کبھی اپنی پرانی ملت میں نہ سنی ' کچھہ نہیں ' یہ اس شخص کی من گھڑت بات ہے !

بہتوں نے عاجز آکر وہ آخری صدائے باطل بھی بلند کی جو اسوقت سے دنیا میں بلند ہوتی آئی ہے جب سے کہ حق کی دعوت اور پکار موجود ہے :

حرقوہ و انصروا الہتکم ان کنتم فاعلین (۲۱ : ۶۸)	اسکو جلادو ' اسکو ہلاک کردو ' اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم حقیقت میں کچھہ کرنے والے ہو !

حتی کہ بعض ایسے مخصوص افراد بھی جنکے افکار و عزائم میں تبدیلی ہو چکی تھی اور آزاد بیانیوں کی راہ پر چلنا چاہتے تھے ' یکا یک قدیم اثرات سے پاک نہ ہوسکے اور الہلال کی صدائیں ابتدا ابتدا میں انہیں بھی خوش نہ آئیں - لیکن پھر غور کرو کہ چند دنوں کے بعد ہی ان حالات کا نتیجہ کیا نکلا ؟ دنیا کی اُن نظروں نے جو ایک غیر معلوم مدت سے حق و باطل کے ان گنت معرکے دیکھہ چکی ہے ' اس معرکے میں بھی کیا دیکھا ؟ کس کے ساتھہ اللہ تھا جس نے اسکو تنزل کی جگہ عروج ' ادبار کی جگہ اقدام ' شکست کی جگہ فتح ' اور ذلت و رسوائی کی جگہ عظمت و رفعت بخشی ؟ اور کون تھے جنکو روز بروز ناکامی و نامرادی اور ذلت و خسران کے سوا اور کچھہ ہاتھہ نہ آیا ؟ کس کے ساتھہ سچائی تھی جو ہمیشہ " لا خوف علیہم و لا ہم یحزنون " اور " لہم البشری فی الحیاۃ الدنیا و فی الاخرۃ " کا مصداق رہا ؟ اور کون رشتۂ حق و صدق سے محروم تھا جس نے ان الباطل کان زہوقا کے سوا اور کچھہ نہ پایا ؟ اسکا جواب میں خود نہ دونگا - ان سوالوں کا جواب ہندوستان کے زمین و آسمان سے پوچھو ' خاک ہند کے ایک ایک ذرہ سے پوچھو ' ہر آس ستارے سے پوچھو جو گذشتہ تین سال کے اندر ہندوستان کی راتوں میں نکلا ' اور آفتاب کی ہر آس کرن سے پوچھو جو پچھلے تین سالوں کی ہر صبح کو چمکی اور ہر شام کو غروب ہوئی ' اور اگر یہ تمام صدائیں بھی اسکے لیے کافی نہوں ' تو پھر خود انہی ہستیوں کے پاس جاؤ جنھوں نے صداے حق کے انکار و جحود میں منکرین سابقین اور جاحدین اقدمین سے اپنا رشتہ جوڑا ہے ' اور انکے پہلوؤں کے اندر اُتر کے دیکھو کہ دل کا ایک ایک گوشہ اور اسکی گہرائی میں کا ایک ایک ریشہ کیا کہہ رہا ہے ؟ کس ناکامی کا داغ ہے ' اور کس نامرادی کا ماتم ؟

[۴]

اس عہد کے بعد ہی نہ صرف مسئلۂ مسلم یونیورسٹی کی تاریخ ' بلکہ مسلمانان ہند کے اعمال و افکار عمومی کی تاریخ کا وہ مشہور اور یادگار واقعہ پیش آیا جو بصیرتوں کا ایک صحیفہ ' عبرتوں کا ایک سرچشمہ ' اور قلوب مومنین و ارواح صادقین کیلیے موعظتوں اور حکمتوں کی روشنیوں کا ایک آفتاب عالمتاب تھا : لمن کان لہ قلب او القی السمع و ہو شہید ! (۵۰ : ۳۷) یعنی فونڈیشن کمیٹی کا پہلا اجلاس جو ۲۶ دسمبر سنہ ۱۹۱۳ کو قیصر باغ لکھنؤ میں منعقد ہوا - آہ ' کیا دنیا میں ایسی غفلتیں بھی بستی ہیں جنکے جگانے کیلیے زلزلوں اور آتش نشانیوں کے دھماکے بھی بیکار ہوتے ہیں ' اور کیا ایسی آنکھیں بھی موجود ہیں جنکے لیے دو پہر کے سورج میں بھی روشنی نہیں ؟ فونڈیشن کمیٹی کا یہ اجلاس اور اس کے نتائج و عواقب قاہرہ اعلان حق و فتح صداقت کا ایک ایسا تاریخی واقعہ تھا کہ اگر لوگوں کے دلوں کو حق و انابت اور خشیت ایمانی کا ایک ذرۂ احساس بھی ملا ہوتا تو ہدایت یابی اور توبۂ و رجوع الی الحق کیلیے صرف یہی ایک واقعہ بس کرتا تھا - وہ سمجھہ جاتے کہ حق کس کے ساتھہ ہے اور اللہ کی مشیت کا ہاتھہ کسکی جانب سے حرکت کررہا ہے ؟ وہ اعلان و ظہور اور انقلاب رقت و افکار کی روشنیوں کی ایک ایسی مجلی دو پہر تھی کہ اندھوں کو بھی راہ مل جاتی تھی اور تہہ خانوں کو بھی روشنی سے چمک اُٹھنا تھا ' لیکن افسوس انسان کی غفلت پر ' اور صد حسرت دلوں کے اعراض اور عقلوں کی ضلالت پر ' کہ سرگشتگان خواب و سر مستی کی رات اسپر بھی ختم نہ ہوئی ' اور حق پرستی کی راہ اسطرح انکے سامنے سے گم ہوگئی کہ ایسی واضح و اشکارا رہنمائیوں کے بعد بھی صراط مستقیم پر قدم نہ رکھہ سکے : ما یاتیہم من آیات ربہم الا کانوا عنہا معرضین !

کیا یہ ممکن ہے کہ ایک صحیح الفکر دماغ اس واقعہ کو دیکھے اور پھر بھی معلوم نہ کرسکے کہ خدا کیا چاہتا ہے ؟ ہزارہا انسان

ہیں جنھوں نے ابھی اُس منظر کو نہیں بھلایا ہوگا جبکہ ۲۸ ڈسمبر کی صبح کو فونڈیشن کمیٹی کے اجلاس کی آخری نشست ہوئی ہے اور یہ رزولیوشن بالاتفاق پاس کرانا چاہا ہے کہ ۲۶ آدمیوں کی ایک جماعت کو اس مسئلہ کے رد و قبول کا پورا اختیار دیدیا جائے - کیسا مغرورانہ اعلان' کیسا فتح مندانہ کھمنڈ' کیسا مالکانہ حکم' اور کس درجہ شادمانی و مسرت کا بیخودانہ و سرشارانہ جوش و خروش تھا' جب دو روز کی متصل متحقی تدابیر کے بعد طرح طرح کی غلط فہمیاں پھیلائے کا کام انجام دو پہنچایا گیا' اور بظاہر اُس پورے مجمع میں مجکو اپنی صداے حق کے اعلان و انداز کیلیے تن تنہا چھوڑ دیا گیا؟ پھر وہ یادگار اور نا قابل فراموش گھڑی' جب میری آواز کو فریب خوردہ مجمع نے قبول نہ کیا' اور نادان انسان یہ نہ سمجھے کہ جس آواز کو اسوقت رد کر رہے ہیں' قریب ہے کہ اسی کے سنے' اُسی کے ماننے' اور اُسی کی اطاعت کرنے کیلیے انکو بیقرار ہونا پڑیگا - اسکے بعد ان قابل رحم روحوں کا شور و غل جنکے اندر بجز نادانی' غلط فہمی' اور سوء فہم کے اور کچھہ نہ تھا' اور ساتھہ ہی رزولیوشن کے پاس کرنے کا پادشاہانہ اعلان' جس نے خوشیوں اور شادمانیوں کی مستی سے نادانوں اور بیخبروں کو متوالا کردیا تھا: و زین ذلك فی قلوبکم و ظننتم ظن السوء و کنتم قوما بورا - (۴۸ : ۱۲)

با ایں ہمہ نتیجہ کیا نکلا؟ فتح مندیوں اور کامرانیوں کے اس اعلان نے کتنی عمر پائی؟ کامیابی و نصرت کا یہ کلمہ جس نے اپنی بڑائی کا اعلان کیا تھا حالانکہ برا صرف خدا ہے' کتنی مدت تک زندگی پا سکا؟ بلا شبہہ ۲۸ - کی صبح کو چند سو آدمیوں کے مجمع میں مجکو شکست دیدی گئی' لیکن اسکے بعد کتنی صبحیں فتح و کامیابی کی نصیب ہوئیں' اور صبح صرف ۲۸ دسمبر ہی کی نہ تھی؟ کیا ایسا نہیں ہوا کہ ابھی پورے چار مہینے بھی نہیں گذرے تھے کہ "العاقبة للمتقین" کی قدرمسلمہ و جبروتیت یکایک نمایاں ہوئی اور ہموا بمالم یدالوا کے قانون مطرد نے ظاہر ہوکر بتلادیا کہ فتح اسکے لیے اور شکست کیلیے کون ہے؟ اور پھر کیا یہ سچ نہیں ہے کہ جو رزولیوشن اس درجہ غرور اسکندری اور نشاط جمشیدی کے ساتھہ پاس کیا گیا تھا' بالآخر ناکام و خاسر ہوا' اور جس ڈیپوٹیشن کی دیوار اتنی مضبوطی اور مشقتوں سے چنی گئی تھی' اسکو خود ہی اپنے ہاتھوں گرانا پڑا؟ اللہ اللہ! اُس قدوس حکیم کی مصلحتیں اور اُس حی و قیوم کی قدرتیں! جن ہاتھوں نے اس ڈیپوٹیشن کی تجویز کی کامیابی پر خوشیوں سے سرمست ہوکر دس دس منٹ تک متصل تالیاں بجائی تھیں' انہی ہاتھوں کو میں نے دیکھا کہ زمین کھود رہے ہیں' اور اس چار ماہہ طفل نو مولود کو سپرد خاک کر رہے ہیں!! اگر عقل مر نہ گئی ہو' اور ایمان باللہ کی روح نے جسم کو چھوڑ نہ دیا ہو' تو کلمۂ حق و صدق کی کامیابی اور دعوۃ الہلال کی فتح مندی کیلیے اس سے بڑھکر اور کیا نشانی ہوسکتی ہے؟ لیکن: و من لم یجعل اللہ لہ نوراً فما لہ من نور؟

[۵]

لیکن مسئلۂ مسلم یونیورسٹی کی تاریخ اسی واقعہ پر پہنچکر ختم نہیں ہوجاتی - اگر انسان کی عقلت حق کی طاقت کو بار بار آزمانا چاہتی ہے تو حق بھی اپنے خواص کے بار بار اظہار و اعلان سے نہیں تھکتا - فونڈیشن کمیٹی کے اولین اجلاس اور مجوزہ ڈیپوٹیشن کے حادثہ نے اگرچہ بتلادیا تھا کہ آگ کا خاصہ حرارت ہے اور اسکو چھونے سے ہاتھہ جل جاتا ہے' لیکن نادانوں نے چاہا کہ انگاروں سے کھیلنے کا تجربہ ابھی اور جاری رکھیں - چنانچہ اسکے بعد علی گڈھ میں فونڈیشن کمیٹی کا دوسرا اجلاس کیا گیا' بڑی بڑی کوششوں اور تدبیروں سے راجے ہم مشرب اشخاص مختلف اطراف ہند سے جمع کیے گئے' خاص علی گڈھ میں جلسہ منعقد کرکے یقین کیا گیا کہ ہمارے دارالحکومۃ کے اندر آکر باہر کی کوئی جماعت دھمکا نہیں ہوسکتی: فظنوا انھم مانعتھم حصونھم من اللہ - انہوں نے گمان کیا کہ ہمارے قلعہ کی عمارتیں اللہ کی طاقت اور آنے سے روکدینگی - فاتاھم اللہ من حیث لم یحتسبوا - پس خدا اس راستہ سے آیا جہاں سے ظہور طاقت کا انہیں گمان بھی نہ تھا - و قذف فی قلوبھم الرعب - نتیجہ یہ نکلا کہ اپنے حصار و لشکر کے اندر جلسہ کرکے بھی رہ نا ظاہر رہے' اور کلمۂ حق کی ہیبت اسطرح انکے دلوں پر چھائی کہ باوجود کمال جد و جہد کے کچھہ بھی نہ کرسکے' اور داعیان حق کے جو کچھہ چاہا وہی ہوا - و لکم فیھا ما تشتھی انفسکم و لکم ما تدعون!

پھر اسی جلسے میں مسلم یونیورسٹی ایسوسی ایشن قائم کی گئی' اور اسکے ضمن میں متعدد جزئی واقعات پیش آئے' مگر ہر جزئی سے جزئی واقعہ میں بھی قوت حق و کلمۂ آراء ملت کی طاقت اپنے آثار و شواہد دکھلاتی رہی' اور اس میدان کے اسی کوشش نے بھی آنکو بتلا نہ دی - حتی کہ انشاء اللہ ایسوسی ایشن کا آخری واقعہ پیش آیا جسمیں متحقی طبائعوں اور دیرینہ تدبیروں کو منتہاء سعی تک پہنچا دیا گیا تھا - جنگ کے زمانے کے شدید اثرات' بعض آراء خیال افراد کی نظر بندیاں' ایک عرصہ کے الفوا و خاموشی کی وجہ سے عام طور پر دلوں کی افسردگی' جنگ کے زمانے کی وجہ سے آزادانہ خیالات کے اظہار کی عام طور پر بندشیں' اور آور بہت سے ایسے وقتی حالات و اسباب پیش نظر تھے جنکی وجہ سے ان لوگوں کو پورا یقین ہوگیا تھا کہ موجودہ فرصت حصول مقصد کیلیے سب سے زیادہ قیمتی ہے' اور کچھہ عجب نہیں کہ شملہ کے وعدے' علی گڈھ کی کوششوں سے پورے ہوجائیں - اس اجلاس کے اتفاقات کی سرگذشت بھی اس سے کم دلچسپ نہیں ہے جس قدر اجلاس کے اندر کے واقعات دلچسپ ہیں - دوسری فونڈیشن کمیٹی میں طے پایا تھا کہ ایک ڈیپوٹیشن آخری مفاکرہ کیلیے وایسرائے ہند کی خدمت میں حاضر ہو' اور اب اس کے تمام مراتب ابتدائی طے ہوچکے تھے' لیکن صورت حال یوں تبدیل کی گئی کہ دوبارہ ڈیپوٹیشن کے آنے کی اس طرف سے درخواست کی گئی ہے اور وہاں سے جواب صاف مل گیا ہے کہ جب تک اصولی شرائط ہندو یونیورسٹی کے منظور نہ کرلیے جائیں' اس وقت تک ڈیپوٹیشن کا آنا بیکار ہے - اس سے مقصود یہ تھا کہ مسلمانوں کے سامنے یونیورسٹی کا مسئلہ آخری رد و قبول کی شکل میں آجائے اور لوگ بھولے اور پریشان ہونے فیصلہ کردیں کہ جب اس طرح دو ٹوک جواب مل گیا ہے تو اب لے لینے کے سوا کوئی چارہ نہیں -

لیکن با ایں ہمہ اس سعی کا بھی جو نتیجہ نکلا وہ دنیا کو معلوم ہے - بالآخر اسی ناکامی کے انکا استقبال کیا جو اولین اجلاس فونڈیشن کمیٹی سے انکی رفیق حال و ہمدم اعمال ہے' اور بجز اسکے کہ ماتموں میں ایک نئے ماتم کا اور حسرتوں میں ایک آور نئی حسرت کا اضافہ ہوگیا' اس پورے گروہ کو آور کچھہ بھی ہاتھہ نہ آیا -

[۶]

اب ۱۰ - اپریل کو پھر فونڈیشن کمیٹی کا اجلاس لکھنؤ میں منعقد کیا گیا ہے اور یہ لوگ تین سال کے متواتر و مسلسل تجربہ کے بعد اب پھر اٹھیں کہ خدا اور اسکے کلمۂ حق کی قوت کو ایک بار آور آزمالیں - یہ محض فونڈیشن کمیٹی کا ایک مجمع ہی نہیں ہے' بلکہ اُن کوششوں اور تدبیروں کی انتہا ہے جو مشیت الہی کے مقابلے میں انسانوں کا کوئی گروہ کرسکتا ہے - ان لوگوں نے سمجھا ہے کہ اگر ہم ایک مرتبہ آخری جانبازانہ کوششوں کا سامان آور کرلینگے تو ضرور خدا

تو شکست دیدیگی' کیونکہ انسانوں کی طرح لڑتے لڑتے وہ بھی تھک جا سکتا ہے' اور اگر بہت زیادہ روپیہ' بہت زیادہ سازشیں' بہت زیادہ انسان' اور بہت زیادہ انسانی تدبیروں کا مراد جمع کرلیا جاسکے تو کیوں نہیں خدا کو بھی ہار مان لینی پڑے ؟ چنانچہ مہینوں سے طرح طرح کے سامان کیے جا رہے ہیں' اور بڑے بڑے دعوے اور بڑے بڑے اعلانات سننے میں آ رہے ہیں - اب دیکھنا یہ ہے کہ اس آخری معرکے کا نتیجہ کیا نکلتا ہے ؟ کیا کلمۂ حق و جماعت کی پچھلی فتح مندیاں صرف اسلیے تھیں کہ بہت زیادہ سامان اسکے حریفوں کے نہیں تھا تھا اور اب زیادہ سامان اور اسکو شکست دیدینی چاہئیگی ؟ یہ سچ ہے کہ صوبۂ متحدہ کی گورنمنٹ نے پچھلے اجلاس ایسوسی ایشن کی شرائط کے بعد ہی مجکو اپنے صوبے میں داخل ہونے سے روک دیا ہے' اور اسلیے میں اس جلسہ میں شریک نہیں ہوسکتا' لیکن غالباً وہ خدا اور لکھنؤ میں آنے سے نہیں روک سکتی' اور اسکے آنے اور نمودار ہونے کی راہیں ہمیشہ ایسی رہی ہیں جنکا انسانوں اور وہم و گمان بھی نہ تھا : فاتاھم اللہ من حیث لم یحتسبوا -

یہ وہی حق اور باطل کا مقابلہ ہے جو برسوں سے ہو رہا ہے' یہ وہی اشخاص اور جماعت کے فوائد کی معرکہ آرائی ہے جسکا میدان عرصہ سے گرم ہے' یہ وہی اصلاح اور افساد کے قوت و ضعف کا فیصلہ ہے جو اگرچہ اول روز ہی ہوچکا ہے مگر ایک آخری فیصلہ' غالباً ابھی باقی ہے - پس قریب ہے کہ حق ظاہر ہو' اور کچھ دیر نہیں کہ جس کلمہ کے ساتھ اللہ کی مشیت و حکمت شامل ہے' وہ اپنی آخری فتح مندی کا اعلان عام کردے :

اعملوا علی مکانتکم انا عاملون - وانتظروا انا منتظرون ! (۱۱ : ۱۲۲) .	اے لوگو! تم اپنی جگہ کام کیے جاؤ' ہم اپنی جگہ کام کررہے ہیں - اور پھر نتیجہ کا انتظار کرو - ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں ! ..... اور تمہارا
وما ربک بغافل عما تعملون (۱۱ : ۱۲۳)	

پروردگار ان کاموں سے غافل نہیں جن میں تم لگے ہوے ہو -

(دلائل و مباحث)

ہمارا ارادہ تھا کہ اس نمبر میں ایک مضمون ان تمام دلائل و مباحث کے متعلق بھی لکھینگے جو اس وقت تک مسلم یونیورسٹی کے بلا انتظار لیلینے کے لیے شائع کیے گئے ہیں - چنانچہ اسی غرض سے ہم نے ایک پورے فارم کی جگہ خالی رکھی' اور تمام کاغذات و رسائل جمع کراے جو اس وقت تک شائع کیے جاچکے ہیں -

لیکن اب کہ لکھنے کا ارادہ کیا ہے' اور ان تمام مضامین و رسائل پر نظر ڈالی ہے جو ابتدا سے لیکر اسوقت تک شائع کیے گئے ہیں' علی الخصوص وہ تحریریں جو گذشتہ اجلاس ایسوسی ایشن کے موقعہ پر شائع کی گئیں' نیز وہ بعض رسائل جو پچھلے دو چار ہفتوں کے اندر نکلے ہیں' تو سمجھ میں نہیں آتا کہ کس چیز کو دلیل و ثبوت کے لفظ سے موسوم کریں' اور اس تمام ذخیرۂ اشاعات کی کس سطر کو قابل بحث و مذاکرہ قرار دیں ؟ اس تمام ذخیرہ میں ایک دلیل بھی ایسی نہیں ملتی جو ثابت کرسکے کہ بحالت موجودہ (جبکہ گورنمنٹ آف انڈیا اور گورنمنٹ انگلستان نام نہاد قومی یونیورسٹیوں کے متعلق ایک انتظامی مقام اختیار کرچکی ہے) چند دنوں کے مزید انتظار' ضوابط ہندو یونورسٹی کی ترتیب' قوانین متعلقۂ کارکی نفاذی شکل' اور دوائر نفوذ و احاطہ کے معائنہ میں کونسا نقصان عائد ہوجاتا ہے ؟ جس قدر مضامین و رسائل شائع کیے گئے ہیں' بلا شائبۂ مبالغہ ان میں سواے ضلالت فکر و راے اور تلبیسات و مغالطات کے اور کچھ نہیں ہے - مثلا :

(۱) ایک بڑی دلیل بار بار یہ پیش کی جاتی ہے کہ ممکن ہے' گورنمنٹ کی راے بدل جاے اور پھر یونیورسٹی نہ ملے - لیکن اس بیان میں کئی دھوکے اور مغالطات ہیں - اول تو قومی یونیورسٹی کے متعلق نہ صرف حکومت ہند بلکہ حکومت بالا بھی اپنی پالیسی صاف و واضح کرچکی ہے اور ایک قوم کو دیچکی ہے - اب اسمیں تبدیلی کا خوف دلانا ایک ایسی سوفسطائیت ہے جسکو بجز علی گڈہ کے " محققین تعلیم " کے اور کوئی اختیار نہیں کرسکتا - ثانیا' ابھی ابھی جدید ممبر تعلیمات دہلی کی صحبت میں ظاہر کرچکا ہے کہ " ہندو یونیورسٹی کی شرائط پر مسلم یونیورسٹی ہر حال میں طیار ہے - آپ جب چاہیں لیلے سکتے ہیں " -

(۲) دلیل نہیں مگر ایک بڑا مغالطہ یہ دیا جاتا ہے کہ مسلم یونیورسٹی کے لینے کی صورت میں علی گڈہ کالج کی آزادانہ حالت کچھ نہ کچھ بدہو ہی جائیگی - گھٹ کسی طرح نہیں سکتی - مگر یہ بیان اپنی شدت اور نوعیت کے لحاظ سے ایک ایسا کامل ترین قسم کا جھوٹ ہے جس سے زیادہ غلط بیانی انسان کی زبان نہیں کرسکتی - دلیل میں یہ لوگ علی گڈہ کالج کے موجودہ قانون اور ہندو یونیورسٹی ایکٹ کا مقابلہ کرتے ہیں اور بلا دریغ سفید کو سیاہ اور دنکو رات دکھلاتے ہیں - علی گڈہ کالج اور گورنمنٹ کے اختیارات کی اصلی بنا قانون ٹرسٹیاں کی دفعہ ۱۴۷ ہے : " لوکل گورنمنٹ اور ڈائرکٹر تعلیمات کو کالج کی تعلیم کے اندرونی انتظامات اور بورڈنگ ہاؤس کے انتظام اور کالج کے اسٹاف کے تقرر اور مرتوفی اور تبادلہ نیز معاملات متعلق تعلیم مذہبی میں بجز اسکے جسکا ذکر دفعہ ۱۴۴ میں ہے' مداخلت کرنے کا اختیار نہوگا "

دفعہ ۱۴۴ جسکا اسمیں ذکر ہے یہ ہے " لوکل گورنمنٹ کو اختیار ہوگا کہ اس امر کی نسبت اپنا اطمینان کرنے کی غرض سے کہ کالج کا اسٹاف کالج کے طالب علموں کی تعلیمی ضروریات کیلیے کافی ہے' ٹرسٹیوں سے وقتاً فوقتاً استفسار کرے' اور اگر استفسار کے بعد لوکل گورنمنٹ کو یہ معلوم ہو کہ کالج اسٹاف کا کوئی عہدہ دار اس کام کے قابل نہیں ہے' تو ٹرسٹیوں کو ہدایت کریگی کہ اس شخص کو اس عہدہ سے علحدہ کردیا جاے "

ان دفعات سے واضح ہوگیا کہ موجودہ قوانین کی بنا پر لوکل گورنمنٹ کو صرف اسقدر اختیار حاصل ہے کہ اگر کالج کی تعلیمی ضروریات کیلیے کوئی عہدہ دار قابل نہو تو وہ ٹرسٹیوں کو ہدایت کریگی کہ اسے علحدہ کردیں -

علاوہ بریں قانون ٹرسٹیاں اسوقت ہمارے سامنے ہے - اسمیں جسقدر دفعات' گورنمنٹ اور عہدہ داران گورنمنٹ کے علائق سے تعلق رکھتی ہیں' ان سب میں حسب ذیل الفاظ کے سوا اور کچھ نہیں ملسکتا :

" ڈائرکٹر کو ..... صلاح دینے کا اختیار ہوگا - ٹرسٹیوں کا فرض ہوگا کہ مشورہ پر لحاظ کریں - عمل نہ کرنے کے وجوہ قلمبند کریں (دفعہ ۱۴۱) وزیٹر (یعنی لفٹننٹ گورنر) مشورہ دینے کا مجاز ہوگا (دفعہ ۱۴۲) وزیٹر کو جائز ہے کہ اپنی راے لکھے - کوئی تجویز پیش کرے - بورڈ آف مینیجر منت کا فرض ہوگا کہ مشورہ پر غور کرے (دفعہ ۴۳ ضمن ۲) گورنمنٹ کو اختیار ہوگا کہ تحقیقات کرے (دفعہ ۱۳۹)

اس سے معلوم ہوا کہ موجودہ حالت میں قوانین کالج گورنمنٹ کے کسی علاقہ کو قانوناً " صلاح و مشورہ' تجاویز' دریافت و تحقیق " سے زیادہ تسلیم نہیں کرتے' اور پھر حسب دفعہ ۱۳۷ اپنے تمام اندرونی معاملات میں وہ آزاد ہے -

اسکے مقابلہ میں ہندو یونیورسٹی ایکٹ اور اسکی دفعات ہیں جنکا خلاصہ مختصر لفظوں میں یہ ہے کہ ہر بنیادی و اساسی قوت کے نہ صرف رد کردینے بلکہ منظوری و عدم منظوری کا اختیار گورنمنٹ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے' اور ضوابط کی ترتیب بھی جسکے مطابق ہر صیغہ کام کریگا' گورنمنٹ ہی کے متعلق ہے -

ادبیات

آثار خطیہ ادبیہ

میرزا غالب مرحوم کا غیر مطبوعہ کلام

(قصیدہ در تہنیت غسل صحت نواب یوسف علي خاں بہادر سابق والیٔ رامپور)

مرحبا سال فرخي آئیں * عید شوال و ماہ فروردیں
شب و روز افتخار لیل و نہار * مہ و سال اشرف شہور و سنیں
گرچہ ہے بعد عید کے نو روز * لیک پیش از سہ ہفتہ بعد نہیں
سر اس آئیں دن میں ہوئي کے * مجلسیں جا بجا ہوئیں رنگیں
شہر میں کو بکو عبیر و گلال * باغ میں سو بسو گل و نسریں
شہر گویا نمونۂ گلزار * باغ گویا نگار خانۂ چیں
تیں تہوار اور ایسے خوب! * جمع ہرگز ہوے نہ ہونگے کہیں!

* * *

پھر ہوئي ہے اسي مہینے میں * منعقد محفل نشاط قریں
محفل غسل صحت نواب * رونق افزاے مسند تمکیں
بزم گہہ میں امیر شاہ نشاں * رزم گہہ میں حریف شیر کمیں
پیشگاہ حضور شوکت و جاہ! * خیر خواہ جناب دولت و دیں!
جنکي مسند کا آسماں گوشہ * جنکي خاتم کا آفتاب نگیں
جنکي دیوار قصر کے نیچے * آسماں ہے گداے سایہ نشیں
دہر میں اسطرح کي بزم سرور * نہوئي ہو کبھي بروے زمیں
انجم چرخ، گوہر آگیں فرش * نور مے، ماہ ساغر سیمیں

* * *

راجہ اندر کا جو اکھاڑا ہے * ہے وہ بالاے سطح چرخ بریں
وہ نظرگاہ اہل وہم و خیال * یہ ضیا بخش چشم اہل یقیں
واں کہاں یہ عطا و بذل و کرم * کہ جہاں گدیہ گر کا نام نہیں؟
یاں زمیں پر نظر جہاں تک جاے * ژالہ آسا بچھے ہیں در ثمیں
نغمۂ مطربان زہرہ نوا! * جلوۂ لولیان ماہ جبیں!
اُس اکھاڑے میں جو کہ ہے مظنون، * یاں وہ دیکھا بچشم صورت بیں

* * *

سرور مہر فرہوا جو سوار * بکمال تجمل و تزئیں
سب نے جانا کہ ہے پري سوسن * اور بال پري ہے دامن زیں
نقش سم سمند ہے یکسر * بن گیا دشت دامن گلچیں
فوج کي گرد راہ مشک فشاں * رہروونکي مشام عطر آگیں
بسکہ بخشي ہے فوج کو عزت * فوج کا ہر پیادہ ہے فرزیں
مرکب خاص یوں زمیں پر تھا * جس طرح ہے سپہر پر پرویں
چھوڑ دیتا تھا گور کو بہرام * واں پر داغ تازہ دیکے رہیں
اور داغ آپکي غلامي کا * خاص بہرام کا ہے زیب سریں

* * *

بندہ پرور! ثنا طرازي سے * مدعا عرض فن شعر نہیں
آپکي مدح اور میرا منہہ؟ * گر کہوں بھي ترکس کو آے یقیں؟
اور پھر اب کہ ضعف پیري سے * ہوگیا ہوں نزار و زار و حزیں
پیري و نیستي، خدا کي پناہ! * دست خالي و خاطر غمگیں!
صرف اظہار ہے ارادت کا * ہے قلم کے جو سجدہ زیر جبیں
مدح گستر نہیں دعا گو ہے * (غالب) عاجز نیاز آگیں
ہے دعا بھي یہي کہ دنیا میں * تم رہو زندہ جاودان! آمیں!

باب التفسیر

الحق و الباطل

حقیقت بقاء اسلام و فناے کفر

گذشته صحبت میں " تنازع البقاء " اور " انتخاب طبیعي " اور " بقاء اصلح و امثل " کي حقیقت پر هم ایک مجموعي نظر ڈال چکے هیں - اب قبل اسکے که اصل موضوع کي طرف متوجه هوں ' مسئله انتخاب طبیعي کے تدریجي ارتقاء اور اسکے مختلف دوروں پر ایک سرسري نظر ڈال لینا ضروري هے -

هم دیکھنا چاهتے هیں که قانون انتخاب طبیعي کے متعلق اس وقت تک انساني معلومات کس درجه تک پهنچي هیں اور زیاده سے زیاده انسان جو اسکے متعلق جانتا هے وه کیا هے ؟ گذشته صحبت میں هم نے جو کچھه لکھا وه گویا اس وقت تک کي تمام حاصل شده معلومات کا ایک مرتب سلسله تھا ' لیکن ضروري هے که اس قانون کے علم و اختبار کے درجه بدرجه جو مختلف مراتب رهے هیں ' انکو بھي مختصراً واضح کردیا جاے - همارے لیے همیشه ایک بڑي مصیبت موضوع کي وسعت ' خیالات و افکار کا هجوم و انتشار ' اور اختصار بیان کي ناگزیر ضرورت هوتي هے ' اور اس صحبت میں بھي یهي مشکل درپیش ' تاهم جهاں تک ممکن هوگا ' اختصار سے کام لینگے ' اور عمداً اهم سے اهم اطراف بحث کو بھي ترک کردینگے -

یهاں اس قدر ظاهر کردینا ضروري هے که شاید بحث کا یه حصه بعض احباب کي نظروں میں خشک اور بے مزه هو کیونکه محض تاریخي حالات و علمي مصطلحات پر مبني هے - لیکن ان حضرات کو چاهیے که وه اس شکوه کو چھوڑ دیں اور اس کے بعد کے عنوان سے مطالعه فرمائیں جهاں سے قرآن حکیم کي تصریحات شروع هوتي هیں -

(۲)

مراتب کشف و تحقیق بقاء اصلح

گذشته صحبت میں انتخاب طبیعي پر جو مجموعي نظر ڈالي گئي هے ' اسکے امثال و نظائر کو هم نے انسان سے شروع کیا اور پھر نباتات و جمادات تک پهنچکر افکار و ذهنیات و عالم معنویات کي طرف چلے گئے ' لیکن اس قانون کي تحقیق و کشف کي تاریخ بالکل اس کے برعکس واقع هوئي هے - یعني سب سے پہلے انسان نے جمادات میں تنازع البقاء اور انتخاب طبیعي کو معلوم کیا ' اسکے بعد حیوانات میں ' پھر انسان کے اجتماع و تمدن میں ' اور سب سے آخر عالم افکار و ذهنیات و معنویات میں - حسب قانون ارتقاء ' اس قانون کے کشف و علم میں بھي قدرتي طور پر اسي طرح ارتقاء کا هونا ضروري تھا -

(بقاء اصلح کا ارلیس کشف)

یه عجیب بات هے که قانون تنازع البقاء کي سب سے پہلي روشني زمین کے بالائي سطح کي روشن فضاء کي جگه اسکے اندروني طبقوں اور نهایت عمیق غاروں کي تاریکي میں چمکي !

چارلس ڈارون سے کچھه پہلے چند علماء طبقات الارض (جیولوجي) اور علماء احافیر و اثریات (آرکیولوجي) کے نام هم کو معلوم هوتے هیں جنهوں نے زمین کے اندرونی طبقات کي بتدریج تکوین و تخلیق کے مطالعه و درس میں تنازع البقاء کي طرف رهنمائي پائي ' اور انکو خیال هوا که طبیعة کا کوئي غیر معلوم قانون هے جو بهتر و اصلح اشیاء کو قائم رکھتا اور ناقص شده اجزاء کو فنا کر دیتا هے - انتخاب طبیعي کے کشف کا یه پہلا درجه تھا جو گویا عالم جمادات میں هوا - ان علماء نے تکوین ارض کے مختلف دوروں کي جو طبقات الارضی عمر قرار دي ' اسمیں تنازع البقاء اور انتخاب طبیعي کے اصولوں کو ایک نا مکمل اور ابتدائی صورت میں ملحوظ رکھا هے -

(دوسرا دور)

اسي دور میں قبل اسکے که چارلس ڈارون اپنے مشهور مذهب ارتقاء کو دنیا کے سامنے پیش کرے ' فرانس میں لامارک اور جوفرسان دو مشهور حکماء طبیعي کا ظهور هوا ' جنهوں نے ڈارون کي طرح مسئله وحدة انواع کو اپنا موضوع بحث قرار دیا -

لامارک پیرس کے باغ نباتات کا مهتمم تھا اور اس میں نباتات کے علاوه ایک بڑا ذخیره طرح طرح کے حیوانات کا بھي موجود تھا - حیوانات و نباتات کي مختلف انواع کے علمي درس و مطالعه اور تربیت صناعي کے اعمال و نتائج سے اسکو مسئلهٔ وحدت انواع کي طرف ایک قوي تحریک ملي ' اور بالترتیب سنه ۱۸۰۹ اور سنه ۱۸۱۵ میں اس نے اپني دو کتابیں " فلسفهٔ حیوانات " اور " تاریخ حیوانات معدومه " شائع کیں - اِن کتابوں کے دیکھنے سے معلوم هوتا هے که مذهب وحدت انواع میں اسکا زیاده تر اعتماد قانون وراثت (Heredity) اور قانون مطابقت (Adaptation) پر تھا (جنکي تشریح گذشته اشاعت کے مضمون التحول الفجائي میں کي جا چکي هے) تنازع البقاء اور انتخاب طبیعي کو وه زیاده اهمیت نهیں دیتا ' تاهم اس سے بیخبر بھي نهیں هے - اپني دوسري کتاب میں جمادات کے علاوه نباتات میں بھي طبیعة کے انتخاب کي طرف اشاره کرتا هے -

لامارک کا معاصر جوفرسان هے - (المتولد سنه ۱۷۷۲) اس نے سنه ۱۸۲۸ میں اپني کتاب " اصل وحدة ترکیب عضوي " شائع کي - اسکا اعتماد زیاده تر قانون مطابقت یعني موثرات خارجیه پر تھا - وه کہتا هے که آب و هوا ' حرارت ' رطوبة ' اور مقدار کاربونک وغیره کے اختلافات سے ایک نوع متاثر هوکر مختلف انواع کي شکل میں متحول هوگئي - تاهم اس نے بھي تنازع البقاء کي طرف اشارات کیے هیں ' اور معلوم هوتا هے که نباتات تک اسکي بھي نظر پهنچ چکي تھي -

اسي زمانے میں دو مشهور شخص جرمني کے اندر بھي مسئلهٔ وحدت انواع و نشو و ارتقاء پر غور کر رهے تھے - یعني مشهور شاعر " گیٹے " (Goethe) اور مشهور طبیعي " اوکن " - گیٹے نے سنه ۱۷۹۰ میں اپني کتاب " تحول نباتات " شائع کي اور اوکن (المتوفي سنه ۱۸۵۱) نے سنه ۱۸۱۸ میں " فلسفهٔ طبیعي " یه لوگ بھي لامارک کي طرح ابھي تنازع البقاء کي حقیقت سے پوري طرح با خبر نهیں هیں ' لیکن کبھي کبھي اسطرف بھي ایک دو قدم بڑھ آتے هیں ' اور جمادات کے علاوه نباتات میں بھی ایک مزاحمة اور کشاکش کو دیکھه لیتے هیں -

لیکن سب سے زیاده جس شخص نے عالم نباتات میں انتخاب طبیعي کے قانون کا مطالعه کیا اور اسکو قوت کے ساتھه پیش کیا ' وه

فرانس کا ایک مشہور عالم نباتي "دي کاندل" ہے - اس نے سنہ ۱۸۲۰ میں اپني کتاب شائع کي اور اسمیں تنازع البقاء کے قانون کو ایک منظم شکل میں پیش کیا - وہ لکھتا ہے کہ کائنات نباتات ہمیشہ ایک عالم تنازع و مزاحمۃ اور کشمکش میں ہے' اور جو فرد اور قسم اصلح و اقوي ہوتي ہے ' باقي رہتي ہے ' اور جو اصلح نہیں رہتي مٹ جاتي ہے -

(تیسرا دور)

یہ انتخاب طبیعي کا دوسرا دور تھا کہ عالم نباتات میں بھي اس قانون کا کشف ہوا - تیسرا دور خود چارلس ڈارون کا ہے جس نے اس قوت کے ساتھہ مسئلہ نشو و ارتقاء کو پیش کیا کہ وہ ایک مدلل و مرتب نظریہ بنکر تمام علمي دنیا میں شائع ہوگیا - ڈارون نے اپنے نظریہ کي بنیاد جن قوانین پر رکھي ' ان میں سب سے زیادہ اہم تنازع البقاء اور انتخاب طبیعي ہے - اس نے انتخاب طبیعي کو ایک مستقل قانون طبیعۃ قرار دیا ' اور نہایت تفصیل و کثرت سے اسکے امثال و نظائر جمع کیے - اس نے اپني دوسري کتاب کا نام ہي یہ رکھا کہ " پیدائش انواع بواسطۂ انتخاب طبیعي یا بواسطۂ حفظ انواع اکمل در تنازع البقاء "

ڈارون نے ظاہر کیا کہ تنازع البقاء جمادات سے لیکر حیوانات تک میں جاري و ساري ہے' اور طبیعۃ اسي درخت اور اسي حیوان کو باقي رکھتي ہے جو اصلح و اقوی ہو - اس نے تنازع البقاء کي دو حالتیں قرار دیں : فاعلي اور مفعولي - فاعلي سے مقصود وہ کشمکش ہے جو حیوانات میں ایک کو دوسرے کے ساتھہ در پیش ہے اور مفعولي وہ کشمکش ہے جو احیاء و حیوانات کو قواے طبیعیۂ صامتہ کے ساتھہ پیش آتي ہے - پھر " انتخاب " کي بھي وہ دو قسمیں کرتا ہے- طبیعي اور صناعي - طبیعي اصل انتخاب ہے جو خود فطرۃ بتدریج کررہي ہے - اصلح کو باقي رکھتي ہے - غیر اصلح کو چھانٹ دیتي ہے - صناعي وہ انتخاب ہے جو انسان کے ہاتھوں ظاہر ہوتا ہے - وہ طرح طرح کي موثر تدبیروں اور تربیتوں سے ایک نوع کے درخت کو قوت پہنچاتا اور بہتر حالت میں لاتا ہے - پس وہ اصلح ہوکر حسب قانون طبیعۃ باقي رہتا ہے - یا کسي ایک زمین کو درست کرتا ہے' جھاڑیاں کاٹ دیتا ہے' کھڈوں کو بھر دیتا ہے' اطراف کو صاف کردیتا ہے' وہ اصلح ہوکر لائق آبادي ہوجاتي ہے' یا کسي ایک نسل حیواني کو لیکر پرورش کرتا ہے' عمدہ آب و ہوا میں رکھتا عمدہ غذا کھلاتا ' اچھے اصولوں پر پرورش کرتا ہے - وہ اصلح ہوکر باقي رہتي ہے ' اور اسکے مقابلے میں غیر تربیت یافتہ نسل مٹ جاتي ہے - وغیرہ ذالک من الامثال و الاشباہ - لیکن آگے چلکر تم کو معلوم ہوگا کہ انتخاب طبیعي اور صناعي کا یہ فرق ڈارون کي سخت غلطي تھي - جس انتخاب کو وہ صناعي کہتا ہے ' وہ کوئي مستقل قسم نہیں ہے بلکہ اسي انتخاب طبیعي کي ایک قوۃ عاملہ ہے - طبیعت نے انتخاب کیلیے مختلف عوامل و وسائل قرار دیے ہیں' ان میں خود انسان کا ہاتھہ بھي فطرۃ کے اعمال کا ایک آلہ ہے - فطرۃ الہي کبھي تو اسکے ہاتھہ میں تلوار دیدیتي ہے تاکہ غیر اصلح ہستیوں کو قتل کرکے مٹادے اور اسطرح فطرۃ کا دنیا میں خلیفہ ہو' اور کبھي اصلح و تربیت کي قوت دیدیتي ہے تاکہ باقي رہنے والي قوتوں کی اصلحیت کا ذریعہ بن جاے اور اصلح دنیا میں باقي رہے - خود انسان کوئي چیز نہیں ہے - ڈارون انسان تھا - وہ ظن و تخمین سے آگے نہیں بڑھسکا' قران العلم ہے اور اختلافات کیلیے حکم' وہ اصل حقیقت کو واضح کردیگا - و لتعلمن نبائہ بعد حین -

ڈارون کے بعد ہي (بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ تقریباً اسکے معاصرین میں) مشہور " ویلز" ہے ' جس نے خاص طور پر مسئلۂ " انتخاب طبیعي " کو اپنے درس و نظر کا موضوع قرار دیا اور مستقل طور پر اس قانون کے کشف و حقیقت کیلیے اپنے اعمال عملیہ وقف کردیے - مسلسل سیاحتوں اور بعض نو آبادیوں اور غیر متمدن ممالک کے مشاہدات نے اسکو بہت مدد دي' اور مختلف قسم کے حیوانات علي الخصوص صنف طیور کا اس نے خاصتاً مطالعہ کیا - الہلال جلد ۴ - کي آخري اشاعۃ میں ہم بہ تفصیل اسکے تجارب پر بحث کرچکے ہیں - حیوانات و احیاء میں انتخاب طبیعي کے قانون کو جس وسعت کے ساتھہ اسنے ثابت کیا ہے' وہ درجہ خود ڈارون کو بھي نصیب نہیں - سب سے پہلے بقاء امثل و اصلح (نیچرل سلکشن) کي اصطلاح اسي نے وضع کي ہے - پس ڈارون اور ویلز انتخاب طبیعي کا تیسرا درجہ ہیں' جنہوں نے جمادات اور نباتات کے علاوہ خود حیوانات میں بھي قانون انتخاب کي حقیقت و نفاذ کو معلوم کیا -

(چوتھا دور)

لیکن اس دور تک انتخاب طبیعي کا قانون اگرچہ عالم حیوانات تک پہنچ چکا ہے اور انسان نے دیکھہ لیا ہے کہ فطرۃ جمادات و نباتات کي طرح خود اسکي نوع یعنے حیوانات میں بھي اصلح کو باقي رکھتي اور غیر اصلح کو چھانٹ دیتي ہے ' تاہم ابتک وہ اس سے آگے نہیں بڑھسکا کہ حیوانات کا تنازع البقاء مرتبہ وجود انساني سے نیچے جاري ہے ' اور جب نوع حیواني ترقي کرتے ہوے وجود انساني تک پہنچ گئي تو چونکہ انسان زنجیر ارتقاء کي آخري کڑي ہے اسلیے اسکے بعد اور کچھہ نہیں ہوتا -

ڈارون کے مباحث و مذاکرات کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف انسان کے وجود کي تکوین تک اپني تمام نظریات کو محدود رکھتا ہے - وہ کہتا ہے کہ دنیا میں مخلوقات کا سلسلۂ ارتقاء جمادات کي ابتدائي تخلیقات سے شروع ہوکر عالم نباتات میں پہنچتا ہے' اور نباتات سے حیوانات میں - پھر حیوانات میں علقۂ اولی (پروٹو پلاسم) کے ارتقاء اور مذہب کریات کي طرف بھي اشارہ کرتا ہے - یہ سلسلہ بڑھتے بڑھتے آخري زنجیر تک پہنچتا ہے یعنی وجود انسان تک - اس کے بعد وہ بالکل خاموش ہے' اور چونکہ سلسلۂ ارتقاء کو اسکے بعد نہیں دیکھتا' اسلیے جس قدر عوامل و مواثرات ارتقاء ہیں' مثلاً انتخاب طبیعي اور مطابقت و وراثت ' انکو بھي وجود انساني کے بعد معلوم نہیں کرتا -

ڈارون کي اصلي غلطي یہ تھي کہ اس نے تنازع البقاء اور انتخاب طبیعي کو ایک مستقل قانون فطرۃ کي شکل میں نہیں دیکھا تھا' بلکہ اپنے نظریہ وحدۃ انواع (یعنے اصل میں صرف ایک ہي نوع ہے جس سے تمام انواع و عوالم خلقت بتدریج بن گئے ہیں) کے ضمن میں اس قانون کو بھي جگہہ دي تھي - اس کا مذہب یہ تھا کہ ایک ہي نوع سے مختلف انواع اسلیے پیدا ہوگئیں کہ دنیا میں چار قوانین طبیعۃ : تنازع البقاء ' انتخاب طبیعي' مطابقت ' اور وراثت کام کررہے ہیں' اور جس طرح انسان کا عمل اور صناعۃ مفید و نافع چیز کو چھانٹ لیتا اور بچاتا ہے' اور مضر اور ناقص کو چھوڑ دیتا ہے' ٹھیک ٹھیک اسي طرح طبیعۃ بھي اصلح کو باقي رکھتي اور غیر اصلح کو ضائع کردیتي ہے - پس ایک ہي نوع بہ تحت قانون مطابقت و وراثت ' مختلف اثرات زمین و احتیاجات خلقت و تلاش غذا وغیرہ سے متاثر ہوکر بتدریج متغیر ہوئي' تنازع البقاء جاري تھا' انتخاب طبیعي نے اصلح و اقوي کو باقي رکھا ' غیر اصلح کو ضائع کردیا - نتیجہ یہ نکلا کہ قوي و اسلم وجود برابر قائم و ترقي فرما رہا - حتی کہ خلقت کي آخري زنجیر تک پہنچا جو انسان ہے -

حالانکہ " انتخاب طبیعي " کا قانون ایک مستقل قانون فطرۃ ہے' جو مسئلۂ وحدت انواع کا تابع نہیں' اور اگر ایک نوع کي جگہہ مستقلاً ہر نوع کو ایک علحدہ نوع بھي مان لیا جاے '

جب بھی قانون انتخاب طبیعی کی حقیقت بدستور قائم رہتی ہے' اور وہ ہر حال میں ایک محکم و ناقابل انکار حقیقت ہے - بہرحال ڈارون تک انتخاب طبیعی عالم حیوانات تک میں تو معلوم ہوگیا مگر خود انسان کے وجود' اسکے اعمال' اور فرد و اجتماع کی کشاکش و مزاحمۃ کی حقیقت پر کوئی روشنی نہیں پڑی - اس حد تک پہنچکر قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ یہ تنازع البقاء' یہ فطرۃ کا انتخاب' یہ قوۃ مصلحۃ و مدبرۃ عالم کا حفظ اصلح و دفع افساد' کیا صرف پتھروں' مٹی کے منجمد تودوں' درختوں کی جڑوں اور چار پایوں اور چڑیوں ہی تک محدود ہے' یا تنازع البقاء خود انسان کی زندگی اور اعمال کے اندر بھی جاری ہے اور اصلح باقی رہتا ہے اور غیر اصلح فنا ہو جاتا ہے ؟ پھر کیا یہ ممکن ہے کہ فطرۃ چڑیوں اور چار پایوں میں سے تو اصلح کو انتخاب کرلے' مگر خود انسان کیلیے اسکا قانون انتخاب بیکار ہو ؟

ڈارون کے بعد جس شخص نے انتخاب طبیعی کو نسبتاً زیادہ وسیع دائرہ میں دیکھنا' چاہا' وہ پروفیسر " ہیگل " ہے' جو مذہب ڈارون کے مشہور منتصرین میں سے ہے' تاہم کوئی مدلل وسعت پیدا نہ کرسکی' کیونکہ سب سے زیادہ توجہ اسکی قانون وراثت و مطابقۃ پر رہی - ساتھ ہی اس نے تنازع البقاء کا دائرہ ایک لحاظ سے تنگ بھی کردیا - وہ کہتا ہے کہ تنازع البقاء اس لحاظ سے کہ ایک وجود دوسرے وجود کا مقابلہ کر کے بوجہ اصلحیت اسکو فنا کردے' صرف ذی روح اجسام ہی میں محدود ہے - حالانکہ ہیگل سے پہلے ہم انتخاب طبیعی کو تمام کائنات عالم میں کام کرتا ہوا دیکھہ چکے ہیں - .

(آخری درجۂ کشف و تحقیق)

اب اسکے بعد حکماء یورپ ہمکو دو گروہوں میں منقسم نظر آتے ہیں - ایک گروہ نے اپنا قدم آگے بڑھایا اور اس حقیقت کو واضح کرنے کی کوشش کی کہ سلسلۂ ارتقاء انسان تک پہنچنے کے بعد معدوم نہیں ہوگیا' بلکہ خود انسان میں بھی جاری ہے اور تمام قوانین طبیعۃ مثلاً انتخاب طبیعی وغیرہ بدستور کار فرما ہیں - دوسری جماعت نے اس سے انکار کیا - اسنے کہا کہ اب عالم عنصری میں ارتقاء کے ہونے کا کوئی ثبوت نہیں - صرف تحول و تبدل ہم دیکھہ رہے ہیں - یہ آخری جماعت " مذہب تحول " کے نام سے مشہور ہوئی - اور پہلی " مذہب ارتقاء " کے نام سے -

پروفیسر ہیگل پہلی جماعت میں سے ہے' مگر زیادہ قوت کے ساتھہ آگے بڑھنا نہیں چاہتا - انگلستان میں سب سے بڑا شخص جس نے تنازع البقاء اور انتخاب طبیعی کو وسعت دیکر چوتھے مرتبہ میں پہنچا دیا' وہ مشہور حکیم ہربرٹ اسپنسر ہے - اس نے مسئلہ ارتقاء پر بالکل ایک نئی قسم کی نظر ڈالی' عوامل ارتقاء کو خود انسان کی اجتماعی اور قومی زندگی میں نافذ و جاری قرار دیا' اور انسان کی پوری اجتماعی زندگی کو قوانین مادیۂ طبعیۃ پر مرتب کردیا - اس بارے میں اسکی کتاب " اصول سوشیالوجی " ایک انقلاب آفرین کتاب سمجھی جاتی ہے -

اسپنسر کہتا ہے کہ خود انسان کی اجتماعی زندگی' اقوام کی پیدایش و موت' تمدن و تہذیب کا عروج و زوال' اور نیز ہیئۃ اجتماعیہ کی ہر شاخ اسی قانون کے ماتحت ہے - یہاں بھی ہر جگہ تنازع البقاء جاری ہے - جماعتوں کا مقابلہ ہے' اصولوں کا مقابلہ ہے' صناعتوں کا مقابلہ ہے' علوم کا مقابلہ ہے' تمدن و شایستگی کا مقابلہ ہے' دراست و اقتصاد کا مقابلہ ہے' پھر زندگی اُسی کیلیے ہے جو اصلح ہے اور طبیعۃ باقی اسی کو رکھیگی جس میں قوت ہے -

اسپنسر کے علاوہ اس عہد میں اور بھی بعض مصنفین ایسے ملتے ہیں جنھوں نے تنازع البقاء اور انتخاب طبیعی کے قانون کو حیوانات و اجسام کے علاوہ ذہنیات و معنویات میں بھی دیکھنا چاہا تھا - ازانجملہ علم طبقات الارض کا ایک مشہور پروفیسر چارلس لائل ہے' جس نے سنہ ۱۷۶۰ میں اپنی کتاب " قدامت جنس بشری " شائع کی' اور اس میں قانون تنازع البقاء و انتخاب طبیعی کو دنیا کی تمام زبانوں اور لغتوں پر منطبق کرنا چاہا - اس نے کتاب کا مواد زیادہ تر مشہور ماہر علم اللسان میکس ملر سے لیا ہے اور دعوا کیا ہے کہ دنیا کی زبانوں کے اندر بھی تنازع البقاء جاری ہے - جو زبان اصلح ہے باقی رہتی ہے' غیر اصلح مٹ جاتی ہے - یہ گویا انتخاب طبیعی کا عالم معنویات میں مشاہدہ تھا' اور اس اعتبار سے بلاشبہ پروفیسر موصوف کو ایک مخصوص مزیت حاصل ہے -

لائل نے اپنی کتاب میں اُن اعتراضات کا جواب بھی دیا ہے جو مذہب ارتقاء پر کیے جاتے ہیں اور سب کی مثالیں علم اللسان سے پیش کی ہیں - ایک مشہور اور بڑا اعتراض یہ ہے کہ سلسلۂ ارتقاء کی متعدد درمیانی کڑیاں ہیں جو نہیں ملتیں - لائل کہتا ہے کہ ہالینڈ کی زبان کو دیکھو جو انگریزی اور جرمن زبان میں ایک درمیانی کڑی کا درجہ رکھتی ہے - اگر زبانوں کے تنازع البقاء میں یہ زبان فتح مند نہوئی اور اسلیے بوجہ غیر اصلحیت مٹ گئی' تو عجب نہیں کہ ایک زمانہ آئے جب علماء علم اللسان کہیں کہ جرمن اور انگریزی زبان میں کوئی باہمی تعلق نہیں کیونکہ دونوں کا درمیانی کڑی نہیں ملتا -

لائل کے علاوہ جرمنی کا ایک اور محقق شلائخر بھی اس سلسلہ میں قابل ذکر ہے جس نے خاص اسی موضوع پر ایک کتاب لکھی اور سنہ ۱۸۶۳ ع میں شائع کی - کتاب کا نام اسکے موضوع کو ظاہر کرتا ہے - یعنی " مذہب ڈارون و علم اللغات " اس کتاب میں اس نے ظاہر کیا ہے کہ تمام لغات عالم مذہب ڈارون کے مطابق پیدا ہوئی ہیں' مقابلہ اور کشمکش میں ہیں' پھر طبیعت انتخاب کرتی ہے' اصلح رہتی ہے' غیر اصلح مٹ جاتی ہے -

(حکماء جرمنی کا جدید دور)

ان تمام لوگوں نے قانون انتخاب طبیعی کو اجسام و حیوانات سے بڑھا کر اجتماعیات و معنویات تک پہنچا دیا' لیکن فی الحقیقت اس مسئلہ کی تحقیق و کشف کا آخری درجہ جرمنی کی علم پرور و انقلاب آفرین سرزمین کیلیے مخصوص تھا جسکے اندر گذشتہ قرن کے اندر چند ایسے افراد عالیہ و افکار مجددہ پیدا ہوے' جنھوں نے قانون انتخاب طبیعی کو بالکل ایک نئی کائنات علم و تحقیق تک پہنچادیا - اس مسئلہ کا یہ آخری دور ہے' اور یہاں تک پہنچکر انسان نے جو کچھہ اس بارے میں سمجھا ہے' وہ گویا اسکا منتہاے علم ہے -

یہ آخری دور ڈاکٹر لوئس بخنر سے شروع ہوتا ہے جس نے شہر اورنبرگ کی یونیورسٹی میں مسلسل چھہ لکچر مذہب نشو و ارتقا پر دیے' اور سنہ ۱۸۷۵ع میں ان کا مجموعہ چھپ کر شائع ہوا - ہماری اس تحریر کا تاریخی حصہ اسی سے ماخوذ ہے - بخنر نے اسپنسر کے ہمقدم ہوکر کائنات عالم کی ہر خلقت اور خود انسان کی اجتماعی زندگی کی ہر شاخ پر تنازع البقاء کو منطبق کیا ہے -

بخنر کے بعد جرمنی کے علمی حلقوں میں برابر اس مسئلہ کا درس و مطالعہ جاری رہا - یہاں تک کہ تاریخ علم و حکمت انسانی کا وہ سب سے بڑا شخص پیدا ہوا جس کے آگے یونانیوں کا پورا دور علم اور یورپ کی تمام کائنات فکر گرد ہوگئی' یعنی مشہور پروفیسر نیشے (Nietzsche) اس عجیب و غریب حکیم نے دنیا کی پوری کائنات علم و فلسفہ کو یکسر منقلب کردیا' اور جن اصولوں کو

آج تک تمام ممالک متمدنه اپنے ارتقاء علمي کا آخري مرتبه سمجهتے تهے' اس نے ثابت کردیا که وہ ادنی ترین مرتبۂ وهم و ضلالت هے -

ازآنجمله مذهب ارتقاء هے - وہ انسان کے ارتقاء و تسلسل اجتماعي و مدني کا قائل نهیں' بلکه مذهب دور کو از سر نو قائم کرتا هے یعني کهتا هے که ترقي کے بعد پهر تنزل شروع هوتا هے اور تنزل کے بعد پهر ترقي شروع هوتي هے - لیکن ساتهه هي انتخاب طبیعي اور بقاء اصلح کے ماتحت انسان کی اجتماعي و قومي زندگی کو اس قدر شرح و بسط اور دلائل و حقائق کے ساتهه دیکهتا هے که قدماء میں سے کسي کو بهي یه درجه نصیب نهیں -

نیشے کے علاوہ جرمني کے جدید حکماء میں ایک عظیم الشان شخص ٹریشکے (Treitschke) (۱) بهي گذرا هے جس نے گو کوئي کتاب یادگار نهیں چهوڑي مگر اپنے دروس و خطبات میں مسئله بقاء اصلح کو انسان کي حیاۃ اجتماعي پر نهایت وسعت کے ساتهه منطبق کیا -

(حاصل صحبت)

قانون انتخاب طبیعي کے مختلف دوروں اور انساني علم کے منتهاے تحقیق کي یه مختصر سرگذشت هے ' انسان هزاروں برس تک انتخاب طبیعي سے بالکل بے خبر رها - پهر سب سے پهلے جمادات و نباتات اور عام اجسام حیه میں تنازع البقاء اور انتخاب طبیعي کو اُس نے معلوم کیا ' اور عرصه تک اسي پر قانع رها - وہ دنیا کي هر چیز میں تنازع البقاء کي جنگ کا تماشه دیکهتا مگر خود اپنے وجود اور اپنے اعمال حیات کي طرف سے بالکل بیخبر تها که خود اسکے اندر کیا هو رها هے ؟ وہ درختوں ' چڑیوں ' رینگنے والے کیڑوں کا مطالعه کرتا اور کهتا که انتخاب طبیعي کا اخذ و دفع جاري هے اور فطرۃ اصلح کو باقي رکهتي اور غیر اصلح کو چهانٹ دیتي هے' پر کبهي خود اپنے وجود کو نهیں دیکهتا که یهاں بهي کس طرح اصلح باقي رهتا اور غیر اصلح مٹ جانے کیلیے چهوڑ دیا جاتا هے ؟ یه خود فراموشي انسان کي ایک عام غلطي هے' اور اسکي نظر و فکر کے تمام دائروں میں نظر آتي هے -

لیکن پهر وہ آگے بڑھا ' اور اس نے دیکها که خود انسان کي اجتماعي زندگي بهي اسي قانون کے ماتحت هے - اسپنسر نے اسکے لیے قدم اُٹهایا اور ٹریشکے اور نیشے نے اس مطالعه کو آخري مرتبۂ کشف و بحث تک پهنچایا - لیکن تاهم یه آخري مرتبه بهي صرف اس حد تک پهنچکر رهگیا که انسان کي اجتماعي زندگي میں بقا قوي و صحیح کیلیے هے - لیکن یه حقیقت که کیا انفرادي حالت میں بهي بقاء اصلح کا قانون کام کرتا هے ؟ تو اس کے جواب سے تمام مجمع انساني خاموش هے - پهر سب سے زیادہ اهم اور ضروري سوال یه پیدا هوتا هے که تم زندگي اور بقاء کو "اصلح" کیلیے قرار دیتے هو' لیکن "اصلح" اور "اصلح" کي حقیقت کیا هے ؟ اور اصلحیت کے حصول کے صحیح اصول کیا هیں؟ اس سوال کے جواب میں یا تو خاموشي هے' یا پهر اختلافات و نزاعات' ظنون و اوهام' تخمین و قیاسات هیں - سب سے زیادہ بهتر جواب دینے کي نیشے نے کوشش کي هے ' مگر آگے چلکر تم کو معلوم هو جائیگا که وہ بهي نهیں بتلا سکتا که "اصلح" کي اصل حقیقت کیا هے ؟

ان مراتب و توضیحات کے بعد هم بالکل مستعد هوگئے هیں که مسئله بقاء حق کي تیسري صحبت شروع کریں' اور دیکهیں که یه سب کچهه تو انساني علم کي انتها تهي' مگر قران حکیم یعنے "العلم" کیا بتلاتا هے ؟

(۱) جرمن زبان میں عموماً ٹي غیر ملفوظ هوتا هے اور سي ایچ کا تلفظ اکثر اوقات ش سے کرتے هیں - غالباً اس نام میں بهي ٹي پڑھا نهیں جاتا - لوگ انگریزي ترکیب سمجهکر غلطي نه کریں -

[۳]

القــران الحکیــم

(حقیقت حق و باطل)

دنیا اور دنیا کي تمام مخلوقات اور انکے اعمال و نتائج پر جب هم نظر ڈالتے هیں تو سب سے پهلے هم کو اعمال هستي کے اندر متضاد اور با همدگر مخالف حقیقتوں کي دو صفیں نظر آتي هیں' جو ایک دوسرے کے مقابله میں اپنے اپنے آثار و خواص کے ساتهه موجود هیں اور تمام اعمال حیات انهي کے ملنے اور الگ هونے' جڑنے اور ٹوٹنے' متحد هونے اور متخالف هونے' ٹکرانے اور ایک دوسرے پر گرنے' اور پهر باهم متضارب و متصادم هونے سے عبارت هیں - هستي کا کوئي گوشه نهیں جس میں متضاد قوتوں کي کشاکش نظر نه آتي هو - دنیا نام هي اس کشاکش قواء متضاده کا هے - یعني دو باهم لڑتي هوئي مخالف قوتوں کے آثار و خواص دنیا کي هر چیز میں نظر آتے هیں -

ان متضاد حقیقتوں اور حالتوں کو مختلف دائروں میں آکر هم مختلف ناموں سے پکارتے هیں - سب سے پهلا نام انکا "کون و فساد" هے - یعني هم دیکهتے هیں که دنیا میں اشیا کا بننا' سنورنا' درست هونا هے' یا انکا بگڑنا ' بکهرنا ' معدوم هونا هے - بننا تکوین هے اور بگڑنا فساد - اسکے بعد هم فلسفه و نظریات حکیمه میں آتے هیں تو همکو "وجود و عدم" کي اصطلاح معلوم هوتي هے - یه بهي انهي دو حقیقتوں کي تعبیر هے - فلسفه بتلاتا هے که دنیا میں وجود و عدم کا سلسله برابر جاري هے - چیزیں مختلف صورتوں میں وجود پاتي هیں' اور پهر انکي صورتیں معدوم هوجاتي هیں - تکوین صور وجود هے اور اعدام صور عدم - علوم مادیه میں انهي حقیقتوں کو دوسرے ناموں سے پکارتے هیں - علم کهرباء (الکٹرسٹي) میں انهي کا نام منفي و مثبت هے - یعني ایک قوت نفي کي هے ایک اثبات کي - طبعیات میں انهي کا نام جذب و دفع هے - اسي کو ایجاب و سلب بهي کهتے هیں -

اخلاق میں آکر یهي دو حقیقتیں هیں جنکو تعمیر و تخریب سے تعبیر کیا جاتا هے - یعني بنانا اور خراب کرنا - پهر جب کچهه اور آگے بڑهتے هیں تو کون و فساد کے یهي دو چهرے هیں جو خیر اور شر' نیکي اور بدي' روشني اور اندهیاري کے نقابوں میں اپني نمایش کرتے هیں اور انکو نئے ناموں سے پکارا جاتا هے - لیکن خواہ کتنے هي مختلف ناموں سے پکارا جاے' دراصل حقیقت ایک هي هے ' اور مختلف علوم میں آکر انساني علم نے انکے مختلف نام رکهدیے هیں -

اور آگے بڑهو اور دیکهو که یهي دو حقیقتیں اور کن کن شکلوں میں موجود هیں اور کام کر رهي هیں ؟ تمام اجسام و وجود پر نظر ڈالو اور دیکهو که دنیا کي تمام موجودات میں یا قوت هے یا ضعف' یا قوي هے یا ضعیف' یا سالم هے یا ناقص' یا معدل هے یا انحراف ' سو یه بهي في الحقیقت وهي دو مختلف حالتیں هیں جنکو پهلے مختلف ناموں سے پکار چکے هو -

جسم کیلیے تم کهتے هو که صحت و تندرستي هے اور بیماري و ناخوشي ' جذبات و حسیات میں کهتے هو که لذت هے یا الم ' خوشي هے یا غم' اشک حسرت هیں یا تبسم عیش -

ان سب سے بهي بڑهکر تمهاري عام اصطلاح یه هے که ایک حالت کو " موت " کهتے هو ' اور ایک حالت کو " زندگي " زندگي تمهارا عشق عمل هے ' اور موت تمهارے لیے پیام یاس -

سو یه بهي فی الحقیقت وهي دو مختلف حالتوں کي صفیں هیں جو اس رنگ میں بهي آگئي هیں ' اور پهلے انکو اور شکلوں میں تم پهچان چکے هو -

اب آو رآگے بڑھو - تم انسان ہو اور اسلیے ان متضاد حقیقتوں اور حالتوں کو اس سے زیادہ نہ دیکھہ سکے' لیکن قران حکیم آگے بڑھتا ہے اور ان متضاد حالتوں کو زیادہ وسیع ' زیادہ احاطہ کن ' اور زیادہ حقیقت فرما اصطلاحوں سے موسوم کرتا ہے - تم کہتے ہو کہ تکوین ہے اور افساد ' وجود ہے اور عدم ' تعمیر ہے اور تخریب ' بناؤ ہے اور بگاڑ ' ضعف و نقص ہے اور قوت و کمال ' عدل ہے اور انحراف ' موت ہے اور زندگی ' قران حکیم کہتا ہے کہ حق ہے اور باطل ' اصلاح ہے اور افساد ' ہدایت ہے اور ضلالت ' معصیت ہے اور تقوی ' اطاعت ہے اور طغیان ' حسنات ہیں اور سیئات ' اور پھر ان سب سے بڑھکر اور ان سب سے جامع و مانع " اسلام " ہے اور " کفر " -

جس طرح تم کائنات ہستی کے ہر عمل میں بناؤ دیکھتے ہو اور بگاڑ' اجسام و وجود میں قوۃ دیکھتے ہو اور ضعف' حسیات میں الم دیکھتے ہو اور لذت ' اپنی حیاۃ جسمانی میں عدل مزاج کو دیکھتے ہو اور انحراف کو ' پھر کہتے ہو کہ یہ تندرستی و بقاء ہے اور وہ بیماری و ہلاکت - ٹھیک اسی طرح قران حکیم کہتا ہے کہ ہدایت ہے اور ضلالت ' معصیت ہے اور تقوی ' سعادت ہے اور شقاوت - پھر جسطرح تم کہتے ہو کہ ضعیف مٹ جائیگا اور بیمار مر جائیگا - طاقت و صحت باقی رکھتی ہے اور کمزوری و بیماری ہلاک کردیتی ہے - ٹھیک اسی طرح وہ کہتا ہے کہ باطل مٹ جائیگا اور گمراہ ہلاک ہوگا ' ہدایت انسان کو باقی و قائم رکھتی ہے اور ضلالت ہلاک کرتی ہے - عمل صالح صرف بقاؤ فتح کیلیے ہے اور عمل مفسد فنا و خسران کیلیے !

تم اپنے محدود علم میں صرف اتنا جانتے ہو کہ طاقت و صحت اور عدل و توفق زندگی کو بڑھاتا اور نقصان و ہلاکت سے بچاتا ہے' لیکن " العلم " اور " البصائر " یعنی قرآن بتلاتا ہے کہ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اور آگے بڑھو اور یوں بولو کہ عمل صالح و حق باقی رکھتا اور طاقت بخشتا ہے' اور عمل غیر صالح فنا کرتا اور نقصان و کمزوری پیدا کرتا ہے - وہ کہتا ہے کہ تم اتنے سارے لفظ نہ بولو اور ایک ہی حقیقت کو بہت سی شکلوں میں دیکھکر گم نہو جاؤ - بلکہ صرف ایک ہی لفظ بولدو - دنیا میں یا حق ہے یا باطل ' یعنی یا قوت ہے یا ضعف - حق باقی رہیگا اور باطل تباہ و ہلاک ہوگا - یعنی طاقت باقی رہیگی اور کمزوری تبدریج موت تک پہنچکر فنا ہو جائیگی -

تم کہتے ہو کہ دنیا میں انتخاب طبیعی یا بقاء اصلح کا قانون جاری ہے ' اور کائنات ہستی کے تمام وہ انقلابات و تغیرات اسی کا نتیجہ ہیں جن میں وجود اور اعدام ' غلبہ اور انہزام ' اور زندگی اور موت کا سلسلہ ہمیں نظر آتا ہے - یہ بالکل سچ ہے مگر پھر تم کیوں نہیں آگے بڑھتے اور کیوں نہیں تسلیم کرلیتے کہ یہی انتخاب فطرۃ کا قانون ہے جو حق کو باقی رکھتا ہے اور باطل کو فنا کرتا ہے ؟

اصطلاحات کے اختلاف نے کس طرح حقیقت کو پیچیدہ بنادیا ہے ؟ تم جب کبھی قانون انتخاب طبیعی پر بحث کرتے ہو اور کہتے ہو کہ بقاء اصلح کیلیے ہے' تو یہ نہیں جانتے کہ ٹھیک ٹھیک اسی حقیقت کا اقرار کررہے ہو جسکو قران حق و باطل اور اسلام و کفر کے نام سے پیش کرتا ہے - تم کہتے ہو کہ ضعف و نقص فنا ہوگا - طاقت اور اصلحیت باقی رہیگی - قران کہتا ہے کہ یہی شے جس کو تم ضعف کہتے ہو میری زبان میں باطل اور کفر ہے ' اور وہ اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے جتنا تم سمجھتے ہو - پس بقاء طاقت کیلیے ہے - طاقت صرف حق ' سچ ' عدل ' اور عمل صالح میں ہے - وہ باقی رہیگا ' اور جو اسکے مقابلے میں اٹھیگا فنا ہو جائیگا -

(انتخاب طبیعی اور قران حکیم)

اب ہر طرف سے ہٹ کر سب سے پہلے قرآن حکیم اور العلم حقیقی کے سامنے مسئلۂ انتخاب طبیعی کو عرض کرو - قرآن حکیم نے صاف صاف اس تنازع البقاء اور انتخاب طبیعی کے قانون کو جا بجا واضح کیا ہے اور وہ بقاء اصلح و امثل کو ایک قانون الہی اور امر مقدر قرار دیتا ہے - چونکہ آگے چلکر تمام آیتوں کی تفسیر ہوگی ' اسلیے یہاں صرف ایک آیت کریمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے ' سورہ رعد میں فرمایا :

انزل من السماء ماء فسالت اودیۃ بقدرھا فاحتمل السیل زبدا رابیا و مما یوقدون علیہ فی النار ابتغاء حلیۃ او متاع زبد مثلہ کذالک یضرب اللہ الحق والباطل ' فاما الزبد فیذھب جفاء وآما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض ' کذالک یضرب اللہ الامثال للذین استجابوا لربہم الحسنی (۱۳ : ۱۷)

اللہ نے آسمان سے پانی برسایا پس اپنی اپنی گنجائش کے مطابق زمین کے نالے پانی سے بھر گئے اور بہہ نکلے - ساتھہ ہی زور و شور سے پانی کی رو کرنے لگی اور پانی کی سطح جھاگ سے بھر گئی - اب دیکھو کہ کس طرح پانی کی رو جھاگ کو بہا لیجا رہی ہے اور صرف بقدر ضرورت پانی نیچے باقی رہگیا ہے ؟ اسی طرح اس وقت بھی جھاگ اٹھتی ہے جب آگ پر صفائی کیلیے سونے کو اور آور طرح طرح کی چیزوں کو تم رکھتے ہو اور تپاتے ہو - میل کٹ کٹ کر نکل جاتا ہے اور خالص اور صاف سونا باقی رہجاتا ہے - ٹھیک ٹھیک یہی مثال حق اور باطل کی ہے - پس جو چیز محض جھاگ ہے ' وہ بہہ کر رائگاں جائیگی اور اسکو بقا و زندگی نہیں دی جائیگی ' لیکن جو چیز نفع اور فائدہ دینے والی ہے اور اسلیے نافع وجود کا حکم رکھتی ہے' وہ زمین پر باقی و قائم رہیگی - اسی طرح اللہ تعالی سعادت و بقاء حیاۃ کی حقیقتوں کو مثالوں کی دانائی میں سمجھاتا ہے تاکہ اطاعت فرمایان حق نصیحت پکڑیں -

یہ آیۃ کریمہ عجیب و غریب ہے اور چند جملوں کے اندر اعجاز الہی و بلاغت ربانی نے ایک کائنات حقیقت اور دنیاء معارف کو بھر دیا ہے - آگے چلکر اسکی تفصیل آئیگی - مگر یہاں چند امور پر غور کرو :

(۱) اس آیۃ میں اللہ تعالی نے صاف صاف واضح کردیا ہے کہ دنیا میں بقاے وجود کیلیے اللہ تعالی کا کونسا قانون کام کررہا ہے ؟ پھر بتلا دیا ہے کہ وہ انتخاب طبیعی اور بقاء اصلح ہے -

(۲) فرمایا اسکی مثال یوں ہے کہ پانی برسا اور زور سے نالے ' ندیاں ' اور وادیاں بہنے لگیں - پانی کے زور سے جھاگ پر جھاگ اٹھہ رہی ہے اور ابل ابل کر اطراف میں پھیل رہی ہے - لیکن دیکھو کہ پانی کی رو جھاگ کو کس طرح بہا کر لیجاتی ہے جو بیکار اور لا حاصل ہے' اور کس طرح پانی کا مفید ' ضروری' نافع ' اور بقدر ضرورت حصہ وہیں جم کر رہجاتا ہے ؟ اسکے بعد اسی حالت کو اس وقت دیکھو جبکہ کھوٹ اور میل صاف کرنے کیلیے کسی چیزکو آگ پر تپاتے ہو - اسوقت بھی میل کٹ کٹ کر جھاگ کی صورت میں نکل جاتا ہے اور اگر سونا ہے تو صاف اور مجلی اندر رہجاتا ہے -

(۳) پس یہ جو کچھہ ہورہا ہے سو کیا ہے ؟ فرمایا کہ یہ ایک قانون ہے کہ و اما ماینفع الناس فیمکث فی الارض - یعنی جس چیز میں نفع اور فائدہ ہے وہی زمین پر رہیگی ' اور جو نافع نہیں ہے وہ جھاگ اور میل کی طرح چھانٹ دی جائیگی - اسکو زندگی

نہیں ملسکتي' اور یہ کبھي نہیں ہوسکتا کہ پاني کي طرح جھاگ کو اور سونے کي طرح میل کو بچا کر رکھا جاے -

(۴) اسکے بعد کیسے واضح لفظوں میں فرمایا کہ کذالک یضرب اللہ الحق و الباطل - حق اور باطل کي یہي مثال ہے : فاما الزبد فیذھب جفاء - پس جھاگ جو نافع نہیں ہے وہ باطل ہے ' باطل بہہ جائیگا ' چھانٹ دیا جائیگا - فنا ہو جائیگا ' حق وہ ہے جسکي تعریف ما ینفع الناس کے لفظوں سے سمجھہ لو - یعني وہ چیز جو نافع ہے ' اور اسلیے اصلح اور امثل و ارفق ہے - پس وہي باقي رہیگي اور باقي رکھي جائیگي -

(۵) انتخاب طبیعي اور بقاء اصلح کي صحیح حقیقت یہي ہے - اور اس آیت نے صاف صاف طور پر واضح کردیا ہے کہ بقاء حق اور فناء باطل اسي قانون کا ظہور ہے -

اگر تم کہو کہ تنازع البقا کي اسمیں صراحت نہیں تو اسکے لیے سورۂ بقرہ کو پڑھو - فرمایا :

ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض ولکن اللہ ذو فضل علی العالمین (۲ : ۲۵۲)	اور اگر اللہ ایسا نہ کرتا کہ بعض انسانوں کے ذریعہ بعض کو دفع کراتا تو زمین تباہ ہوجاتي لیکن اللہ کي حکمت کائنات کیلیے فضل و احسان ہے کہ وہ فساد کو اصلاح سے دور کراتا ہے -

اس آیۂ کریمہ میں صاف صاف واضح کردیا کہ اگر ایک گروہ کے ذریعہ دوسرے کو دفع نہ کیا جاتا تو زمین میں اصلاح باقي نہ رہتي اور وہ صرف نقص اور فساد کا گھر بنجاتي - خدا تعالی کي حکمت نے تنازع البقاء کے ذریعہ ایک سے دوسرے کو دفع کرایا اور یہي قوۃ دافعۂ فساد بقاء اصلح و امثل کا ذریعہ ہے - بس یہ بڑي ہي حکمت اور عدل فرمائي ہے کہ اس نے تنازع حیات میں طاقت و اصلح کو دفع و غلبہ کا ذریعہ بنایا تا کہ صرف صحت ہي دنیا میں باقي رہے - یہي چیز ہے جسکو داروِن نہ پا سکا اور جسکے لیے جرمني کا حکیم اعظم " نیشے " بیقرار ہے مگر اپنے سامنے نہیں پاتا -

اب تمام مقدمات ختم ہوگئے - آیندہ صحبت سے اصل مبحث شروع ہوگا اور وہ اسقدر اہم و اعظم ہے کہ اگر بہتر طریقہ سے صاف ہوگیا تو دو تہائي قران حکیم کي تفسیر ایک ہي مضمون میں ہو جائیگي -

شرح موطا

حضرت شاہ ولي اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے موطاء امام مالک کي شرحیں عربي اور فارسي میں لکھي ہیں - " مصفی " اور " مسوی " - دونوں چھپ چکي ہیں مگر کم یاب ہیں - میرے پاس شرح فارسي مطبوعہ اور عربي قلمي موجود تھي لیکن اب تلاش کرنے سے معلوم ہوا کہ یا تو کوئي صاحب لیگئے یا بمبئي میں ضائع گئیں - اگر کسي صاحب کے پاس ہوں اور وہ فروخت کرنا چاہیں تو دفتر البلاغ کو اطلاع دیں - (ابو الکلام)

(گرٹ پوپن وامیپ) **نقشۂ جنگ** (اور ایڈیٹر الہلال کی رائے)
عام تعلیم کے فقدان کی وجہ سے جغرافیہ و تقویم بلدان کی واقفیت عام اردو داں پبلک کو بہت کم ہے اور اس لئے واقعات عالم کے اخبار و حالات کو دوربیں صحت کے ساتھ سمجھ نہیں سکتے ہیں۔ مخصوص موجودہ عالمگیر جنگ کی خبروں کا صحیح اندازہ و تخمین اس کے بغیر نہیں کر سکتے۔ یورپ، ایشیا اور آفریقہ کے تمام بحر و بر اور ان کے حدود و علاقے میں نظر بھوں اس بنا پر منشی محبوب حسن صاحب کی جانفشانی قابل داد ہے کہ انہوں نے ایک نہایت عمدہ اور مکمل نقشۂ اردو و انگریزی میں مرتب کیا ہے اور اس میں پوری احتیاط و پابندی اصول نقشہ نویسی سے کام لیا ہے۔ بصرف عوام بلکہ خواص کے لئے بھی ضروری ہے کہ اس نقشہ کی ایک ایک کاپی ضرور لیں اور اپنے سامنے لٹکا دیں۔ موجودہ خونریز جنگ نیا میں جو انقلاب پیدا کر رہی ہے اس کے اجمال کی بہ نہایت عمدہ شرح ہے۔ قیمت بغیر رنگ سہ رنگین ۸ روپیہ مگر کتاب کی شکل خوبصورت پکٹ بک سائز ۱۰۰ علاوہ محصول ڈاک۔ فقیر ابو الکلام۔ **ایم حسن برادرس نمبر ۶ نواب عبد اللطیف لین کلکتہ**
نقشہ کا سائز ۲۶×۳۰ انچ ہے۔

اسئلۃ واجوبتھا

حکم رضاع و محرمات رضاعۃ

(از جناب مولوي حکیم غلام غوث صاحب - خانپور)

جناب اعلی و اقدس تحیۃ و تسلیم -

یہ استفتا ..... بھیجا گیا تھا ..... نے در مختار کي ایک عبارت کا ٹکڑہ لکھکر فتوی دیا ہے کہ " ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں حرمت رضاعت ثابت نہیں ہے ' اور صرف ایک عورت کا قول معتبر نہیں ہے - اسکے قول سے حرمت رضاعت ثابت نہوگي ' پس نکاح دونوں میں جائز ہے - یعنے بھائي کي لڑکي اور بہن کے لڑکے کا نکاح باہم درست ہے " تم کلامہ -

اور ہمکو ضرورت ہے دلائل اور احادیث کي - رضاعت میں دودھہ کي مقدار کیا ہے ؟ اصلي علت و مصلحت حرمت کیا ہے ؟ کن روایات صحیحہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے جو جواب میں ظاہر کیا گیا ہے ؟ ساٹھہ برس کي عورت' اونیس سال سے بیوہ ' کیا اوس سے دودھہ آنا ممکن ہے ؟ اگر ممکن ہے تو حرمت رضاعت میں اوسکو دخل ہے یا نہیں ؟

آپکا مطالعہ وسیع اور اجتہاد قوي ہے ' اسلیے عرض ہے کہ تشریح کے ساتھہ آگاہي بخشیں ' اور اس مسئلہ پر تشریح کے ساتھہ سنکر عمل کرنا ہے -

اگر جواز کا مسئلہ طمانیت بخش نہ ملا ' تو شاید وہ کہیں لڑکي بیاہیگا نہیں - دیوبند سے جواب آ گیا ' لیکن ضرورت تفصیل کي باقي ہے -

(استفتا)

کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کي لڑکي اور اوسکي حقیقي بہن کا لڑکا ہے - یہ تو ظاہر ہے کہ انکا نکاح جائز ہے ' مگر بات یہ آ پڑي ہے کہ اوس شخص کي وہي بہن جسکا لڑکا ہے مرگئي' اور وہ بچہ دودھہ پر تھا - پرورش کے لیے ایک ایسي عورت کو سونپا گیا جسکي عمر ساٹھہ برس سے متجاوز اور ۱۹ سال سے بیوہ تھي - یہ عورت لڑکي والے اور اوسکي بہن لڑکے والي کي بھي والدہ ہے !

بچہ کو دودھہ مختلف عورتیں پلاتي رہیں - اب نکاح ہونے کي بات سنکر اوسي اونیس سال کي بیوہ عورت نے ظاہر کیا ہے کہ یہ بچہ میرے پستان چوسا کرتا تھا - دودھہ تو نہیں آتا تھا ' مگر پاني نکلتا تھا -

اور یہ بھي ہے کہ وہي بیوہ عورت جو لڑکي اور لڑکے کے ماں باپ کي والدہ ہے ' یہ پیوند نہیں چاہتي - دوسري جگہ کے لیے اسکا اصرار ہے اور انکا انکار -

مشرح جواب کي بدلائل عقلي و نقلي ضرورت ہے -

البلاغ :

سب سے پہلے یہ سمجھہ لینا چاہیے کہ حکم رضاعۃ سے شارع کا مقصود کیا ہے ؟ کتاب و سنت کي تصریحات بینہ سے ہم اس اصل تک پہنچ چکے ہیں کہ شریعت کا کوئي حکم مصلحت و حکمت سے خالي نہیں ہوتا ' اور ضرور ہے کہ ہر حکم اپنے بیانات میں اسکي

مصلحت و حکمت کی طرف بھی اشارہ کردے - یہ دوسری بات ہے کہ بعض اوقات اپنے قصور فہم و نارسائی فکر سے ہم علل و حکم کو نہ سمجھ سکیں -

یہ معلوم ہے کہ قرآن حکیم نے اُن عورتوں کو جنکا بچہ پینے میں دودھ پیا ہو ' مثل ماں کے قرار دیا : و امھاتکم اللاتی ارضعنکم - (۴ : ۲۲) اور آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ان اللہ حرم من الرضاع ما حرم من النسب - یعنی نسب کے تعلق سے جو رشتے حرام ہیں ' دودھ کے رشتے سے بھی اللہ نے حرام کردیے - یہ روایت حضرۃ علی علیہ السلام کی ہے جسکو امام احمد و ترمذی نے درج کیا ہے - لیکن اسکے ہم معنی روایات حضرۃ ابن عباس و حضرۃ عائشہ رضی اللہ عنہما سے بخاری و مسلم وغیرہ میں باختلاف جزئیات الفاظ موجود ہیں -

اب غور کیجیے کہ اس حرمت کی علت کیا ہے ؟ سو فکر صحیح بتلاتی ہے کہ اولاد اور ماں کے تعلق میں سب سے زیادہ نمایاں چیز پیدایش کے بعد رضاعۃ ہی ہے - بچہ جب دنیا میں آتا ہے تو اسکی غذا کیلیے دنیا کی تمام پیداوار و حاصلات یکقلم بیکار ہوتی ہیں - نباتات کی نعمتیں اسکے کام نہیں آسکتیں' حیوانات کا گوشت اسکے لیے اینٹ پتھر سے زیادہ قیمتی نہیں ہوتا ' پانی جس سے دنیا کی ہر چیز زندگی پاتی ہے اور جو زندگی کیلیے سب سے بڑی ضروری نعمت ہے' وہ بھی اسکے لیے بیکار ہوتا ہے - صرف ایک ہی غذا ہوتی ہے جو تمام کائنات ارضی کی غذاؤں میں سے اسکے کام آسکتی ہے اور جسکو حاصل کرکے وہ دنیا میں ایک کامل انسانی جسم و شکل اختیار کرسکتا ہے - یہ غذا دودھ ہے' اور فطرۃ الہی نے قبل اسکے کہ وہ دنیا میں آے ' ماں کے جسم کے اندر ہی اسکا انتظام کردیا ہے : ربنا الذی اعطی کل شی خلقہ ثم ھدی (۲۰ : ۳۰)

یہی چیز اسکی زندگی کا اولین وسیلہ اور اسکے بقاء وجود کا ذریعۂ وحید ہے - اگر ایک بچے کی نشوونما اور ارام و آسایش کا تمام انتظام کردیا جاے اور صرف یہی ایک چیز اس سے چھین لی جاے ' تو دنیا اور دنیا کا تمام دستر خوان نعائم و لذائذ اسکے لیے بیکار ہو جائیگا اور وہ تھوڑے ہی دیر کے بعد ہلاک ہوجائیگا - کیونکہ یہی اسکی غذا ہے ' اسی غذا سے اسکا جسم بنتا ' گوشت بڑھتا ' خون صالح پیدا ہوتا ' اور ہڈیوں کے اجزا نشوونما پاتے ہیں - موجودہ زمانے میں بڑے بڑے ڈاکٹروں نے تحقیق و اختبار کے بعد تسلیم کرلیا ہے کہ بچے کی صحیح و صالح غذا ماں کا دودھ ہے - جو لوگ حیوانات کے دودھ سے بچے کو پالتے ہیں ' وہ اسکی ابتدائی زندگی ہی میں اسکو صحت و توانائی سے محروم کردیتے ہیں -

پس دودھ کا تغذیہ ماں اور اولاد کے تعلق کا سب سے زیادہ بنیادی معاملہ ہے - اس بنا پر اگر ایک عورت نے کسی دوسرے کے بچے کو بھی دودھ پلایا اور پرورش کیا ' تو وہ ٹھیک ٹھیک مثل اسکے حقیقی ماں کے ہوگئی - جسطرح ماں کا دودھ اسکے جسم کے اجزاء کی تولید و نموٗ کا ذریعہ تھا ' اسی طرح اسکے دودھ سے اسکے ہیکل جسم کا ایک ایک ذرہ بنا اور ہڈیوں کے اجزا تک میں پیوست ہوگیا -

یہ امومۃ یعنے ماں ہونے کا ایک صحیح اور طبیعی اشتراک ہے ' اور اسلیے ضروری ہے کہ جو حقوق حقیقی ماں کے بچے پر ہوں ' وہی حقوق امومۃ رضاعۃ یعنی دودھ پلانے والی کے بھی قرار دیے جائیں ' اور جو اثرات ان حقوق سے مرتب ہوتے ہیں ' وہ سب کے سب اس حالت میں بھی مرتب ہوں -

ایک اور دقیق نکتہ بھی اس بارے میں پیش نظر رہے - اللہ تعالی کے صفات میں ایک تو خالقیت ہے اور ایک ربوبیت - مجازی طور پر والدین بھی بچے کیلیے خلقت اور ربوبیت ' دونوں کا واسطہ ہوتے ہیں ' پس اگر امومۃ حقیقی کو مجازی خالقیت حاصل ہے تو امومۃ رضاعۃ کو مجازاً ربوبیت - ربوبیت کے معنی پرورش اور حسب احتیاج و وقت ضروریات پورا کرنا ہے -

لہذا شارع نے دودھ پلانے والی امومۃ کو بھی امومۃ حقیقی کے لقب سے موسوم کیا ' اور انکا شمار بھی " امہات " میں ہوا کہ : و امھاتکم اللاتی ارضعنکم - اور : ان اللہ حرم من الرضاع ما حرم من النسب - کیونکہ نسب میں ایک بڑی چیز حق رضاعۃ ہے اور وہ امہات حقیقی اور امہات مرضعہ دونوں میں مشترک ہے -

چنانچہ تاریخ اسلام کے ایک عظیم الشان شخص ملہم و مجدد' یعنی حضرت حجۃ الاسلام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

ومنھا الرضاعۃ فان التی ارضعت تشبہ الام من حیث انھا سبب اجتماع امشاج بنیۃ و قیام ھیکلہ ' غیر ان الام جمعت خلقتہ فی بطنھا و ھذہ درت علیہ سد رمقہ فی اول نشاءتہ فھی ام بعد الام و اولادھا اخوۃ بعد الاخوۃ - (حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ مصر ۲ : ۹۸)

اور رضاعات شرعیہ میں سے رضاعۃ بھی ہے ' اور اسکی علت یہ ہے کہ جس عورت نے دودھ پلایا تو وہ حقیقی ماں کے مشابہ ہوگئی - اس بنا پر کہ اسی کا دودھ بچے کے اخلاط جسم کے اجتماع اور صورت جسم کے قیام اور نشوونما پانے کا مثل ماں کے ذریعہ ہوا - حقیقی ماں کے شکم میں اسکے جسم کی خلقت کا اجتماع و انضمام ہوا تھا ' اور دودھ پلانے والی نے اسکی پہلی نمود میں غذا دیکر اسکی خلقت و جسم کو نشوونما بخشی- پس یہ اسکی دوسری ماں ہوئی بعد حقیقی ماں کے ' اور اسی لیے اسکی اولاد بھائی بہن ہوے بعد ہم بطن بھائی بہنوں کے -

اس علت و مصلحت کے معلوم کرنے کے بعد قدرتی طور پر حسب ذیل امور سامنے آجاتے ہیں :

(۱) حکم رضاعۃ میں اصل وہی ہے جو اس لفظ سے ظاہرتا ہے - یعنی دودھ کا پینا ' پس شبہ رضاعۃ کی ہر وہ حالت جس میں یہ اصل نہو ' رضاعۃ میں داخل نہیں -

(۲) بچے کی ابتدائی عمر کا جو حصہ ایسا ہوتا ہے جس میں اُس کی غذا دودھ ہوتی ہے ' اُسی حصۂ عمر سے یہ متعلق ہوگا - کیونکہ مقصود اصلی تغذیۂ شیر و تربیت مولود ہے -

(۳) چونکہ اصل حرمت تغذیۂ شیر ہے اسلیے حکم رضاعۃ کے نفاذ کیلیے ایک کم سے کم مقدار بھی ہونی چاہیے - لیکن یہ مقدار ایسی ہی ہونی چاہیے جس سے علت نہی و حرمت یعنی نشو و نماء جسم و تولید خون و تشکیل ہیکل و بنیہ حاصل ہو و الا فلا

چنانچہ حضرۃ شاہ ولی اللہ نے بھی اس کے طرف اشارہ کیا ہے جبکہ فرمایا ہے : و لما کان الرضاع انما صار سببا للتحریم لمعنی المشابہۃ بالام فی کونھا سبباً لقیام بنیۃ المولود و ترکیب ھیکلہ ' وجب ان یعتبر فی الارضاع شیئان : احد ھما القدرۃ الذی یتحقق بہ ھذ المعنی ..... و الثانی ان یکون الرضاع فی اول قیام الھیکل و تشبع صورۃ الولد ' و الا ' فھو غذاء بمنزلۃ سائر الاغذیۃ الکائنۃ بعد التشبع و قیام الھیکل (۲ : ۹۸) یعنی چونکہ رضاعۃ کا سبب حرمت ہونا اس علۃ پر مبنی ہے کہ مولود کے جسم و وجود کے نشو و نما کا ذریعہ مرضعہ کا دودھ ہوتا ہے ' اسلیے ضرور ہوا کہ رضاعۃ میں دو چیزیں بطور اصل کے دیکھی جائیں - اول اتنی مقدار میں رضاعۃ کا ہونا جس سے یہ صورت پیدا ہو' دوسرے یہ رضاع انسان کے اول عہد میں ہو جبکہ دودھ اسکی غذا ہوتی ہے' اور اسی سے اسکا جسم و ہیکل نشوو نما پاتا ہے - انتہی ملخصاً -

(احادیث رضاعة)

اب آپ احادیث صحیحهٔ باب پر نظر ڈالیے اور غور کیجیے کہ سطور مندرجهٔ صدر محض عقلي استنباط و تعلیل هي نہیں هیں بلکہ احادیث صحیحه سے ٹھیک ٹھیک یہي امور بطور اصول کے معلوم هوتے هیں -

سب سے پہلے حضرة عائشه کي حدیث مسلم وغیرہ سامنے آتي هے کہ " لا تحرم المصة و المصتان " یعني ایک دو مرتبه بچے کا پستان چوسنا حرمت رضاعة کا موجب نہیں هوسکتا - پھر حدیث ام الفضل مندرجهٔ مسلم میں ایک شخص نے آنحضرة سے پوچھا : کیا ایک مرتبه بچے کے منه لگا دینے سے حرمت هوجاتي هے ؟ فرمایا : لا تحرم الرضعة و لا الرضعتان و لا المصة و المصتان - ایک دوسري روایت میں " لا تحرم الاملاجة و لا الا ملاجتان " بھي آیا هے - اسي طرح احمد و نسائي اور ترمذي نے حضرة ابن زبیر سے روایت کي هے کہ " لا تحرم من الرضاعة المصة و المصتان " ترمذي میں هے : " الصحیح عن اهل الحدیث من روایة ابن الزبیر عن عائشه کما في الحدیث الاول" حاصل سب کا یه هوا کہ بچے کے ایک دو بار منه لگا دینے اور دودھ پي لینے سے حرمت نہیں هوسکتي - " رضعه " سے مقصود رضاع کا ایک مرتبه هونا هے - بچے نے جب پستان منه میں لیا اور بغیر کسي کے چھڑائے خود چھوڑ کے دوبارہ پینا چاها تو یه ایک " رضعه " هے - " مصه " کے معني هیں کسي چیز کو تھوڑا سا لینا - یا تھوڑا سا پینا - " ملج " کے معني بھي یہي هیں - یعني بچے کا هونٹوں میں پستان کو لینا اور دودھ پینا - پس تمام احادیث میں یہي الفاظ فرمائے جنسے واضح هوگیا کہ ایک دو مصه و رضعه سے حرمت نہیں هوتي -

اسکے بعد حضرة عائشه کي وہ مشہور حدیث پڑھیے جسکو باختلاف الفاظ و باتحاد معني بخاري و مسلم اور ترمذي و احمد وغیرہ نے روایت کیا هے کہ " کان فیما نزل من القرآن عشر رضعات معلومات یحرمن ثم نسخن بخمس معلومات " الخ - اس حدیث سے ثابت هوا کہ آخري تعداد اسکي پانچ رضعات هیں - یعني بچے کا پانچ بار پینا - قصهٔ ارضاع سالم بھي اسکا موید هے کہ " ثم ارضعیه خمس رضعات " اور خوف طوالت مانع تفصیل -

ان تمام روایات سے ثابت هوگیا کہ چونکه اصل علت حرمت دودھ کا تغذیه اور اس سے جسم کا طیار هونا هے ' اور یه حالت ایک دو مرتبه پي لینے سے اس درجه تک نہیں هوتي کہ ماں کے حقوق قائم هوجائیں ' اسلیے شارع نے ایک دو بار پینے کو وجه حرمت نہیں قرار دیا ' اور اسکي مقدار و تعداد اتني مقرر کردي جس سے مولود کے جسم کو کافي مقدار میں غذا ملسکے -

چنانچه صحابه میں حضرة علي ' حضرت عایشه ' حضرة ابن مسعود ' ابن زبیر رضي الله عنهم کا یہي مذهب تھا کہ خمس رضعات معلومات سے کم میں حرمت نہیں هوتي - حضرة عطاء ' طاوس ' سعید بن جبیر ' عروہ ابن الزبیر ' لیث بن سعد ' وغیرهم بھي اسي طرف گئے هیں - ائمهٔ امصار میں حضرة امام شافعي ' امام احمد (في ظاهر مذهبه) ابن حزم ' اور اسحق کا بھي یہي مذهب هے - لیکن حضرة امام اعظم ابو حنیفه اور امام مالک رحمهما الله نے قلت و کثرت اور تعداد و مقدار کو اس بارے میں اهمیت نه دي ' اور بسبب اهمیت حکم تحریم رضاع هر حال میں حرمت کو ضروري قرار دیا ' سو بقول صاحب حجة الله یه ایک طرح کي مزید احتیاط هے ' مگر احادیث و روایات وهي هیں جو اوپر درج کردي گئیں - وجوہ و قیاسات حنفیه شرح معاني و غیرہ میں بہ تفصیل دیکھے جاسکتے هیں ' اور امام المحققین حجة الاسلام حضرة امام ابن قیم نے زاد المعاد میں اور شیخ المتاخرین امام شوکاني نے نیل میں نہایت تفصیل کے ساتھه تمام پہلوؤں پر بحث کردي هے -

اب اسکے بعد اور آگے بڑھیے - ترمذي میں حضرة ام سلمه سے هے کہ " لا یحرم من الرضاع الا ما فتق الامعاء في الثدي و کان قبل الفطام " دار قطني کي روایت میں هے " لا رضاع الا ما کان في الحولین " ابو داؤد طیالسي اپني مسند میں لاے هیں : " لا رضاع بعد فصال و لا یتم بعد احتلام " ان سب سے بڑھکر حضرة عائشه کي حدیث هے کہ جب آنحضرة نے انکے پاس ایک شخص کو دیکھا تو پوچھا کہ یه کون هے ؟ حضرة عائشه نے کہا میرا برادر رضاعي هے - اسپر فرمایا : " یا عائشه ! انظرن من اخوانکن فانما الرضاعة من المجاعه " اس حدیث کو ترمذي کے علاوہ تمام اصحاب صحاح نے روایت کیا هے - حاصل ان تمام روایات کا یه هے کہ حرمت رضاعة کیلیے ضروري هے کہ دودھ پینے کي عمر میں بچه اسقدر دودھ پیے جس سے اسکا معده کافي غذائیت حاصل کرسکے - اور اسکے لیے ضروري هے کہ بچے نے اس زمانے میں دودھ پیا هو جبکه اسکي غذا صرف دودھ تھي اور اسلیے وہ اپني بھوک کو صرف ماں کے دودھ هي سے دور کر سکتا تھا - یعني ابتدا کے دو سال یا کچھه زیادہ -

اسکے علاوہ ابو داؤد کي ایک اور روایت مرفوع بھي هے کہ " لا رضاع الا ما انشز العظم و انبت اللحم " لیکن اسکے اسناد میں ابو موسي الهلالي اور انکے والد دو مجہول شخص هیں - امام بیہقي کي ایک روایت سے خود ابو موسي کي مجہولیة تو دور هوجاتي هے مگر انکے والد کي مجہولیة باقي رهتي هے - تاهم بصورت صالحیة احتجاج ' یه روایت بھي سابق روایات کي مؤید هے - یعني دودھ کا اسقدر پینا جس سے مولود کے جسم و هیکل میں نشو و نما هوسکے -

پس غور کیجیے کہ ان تمام روایتوں سے بھي وهي علت اصلي ثابت هوئي جو بطور اصل کے اوپر لکھي جاچکي هے - چونکه وجه تحریم دودھ کا تغذیه اور اس سے جسم کا نشو و نما پانا هے ' اسلیے واضح کردیا گیا کہ وهي رضاعة سبب حرمت هو سکتي هے جو دودھ پینے کے زمانے میں هوئي هو ' بچے کیلیے غذاء اصلي هو ' اور اس سے اسکے جسم و هیکل میں نشو و نما هو سکے -

خود شارع نے اسکي اخري مقدار "خمس رضعات معلومات" قرار دیدي هے - پس دودھ پینے کے زمانے اور " حولین " میں جب کبھي خمس رضعات معلومات هو تو یه وہ رضاعة هوئي ' جسکو شارع نے " ما فتق الامعاء في الثدي " اي في زمن الثدي قرار دیا هے ' اور یہي وہ مقدار هے جو شارع کے نزدیک " ما انشز العظم و انبت اللحم " هے -

(صورت مسئولہ)

اب آپکے سوال کي طرف متوجه هوتا هوں - آپنے ایک تو مخصوص صورت حال پیش کي هے - ساتھه هي نفس مسئلهٔ رضاعة کے متعلق بھي تشریح چاهي هے - اصل مسئلہ کیلیے تو غالباً سطور مندرجهٔ صدر کافي هونگي ' وهي صورت مسئولہ تو ضمناً اسکا بھي جواب هوگیا - روایات مندرجهٔ صدر سے ثابت هوگیا کہ وجه حرمت تغذیهٔ شیر هے - یعني مولود کا دودھ پینا - پس اگر کوئي عورت بہلانے کیلیے بچے کے منه کو اپني چھاتي سے لگادے اور وہ بغیر دودھ کے محض چوستا رهے ' تو اس سے هرگز هرگز حکم تحریم رضاعة ثابت نہیں هوسکتا ' اور بجز احمق و بے عقل کے کوئي شخص اسکا تصور بھي نہیں کریگا - صورت مسئولہ میں عورت کا یه کہنا کہ پاني نکلتا تھا ' محض لغو و بے اثر هے - جب عورت عرصه سے بیوہ هوچکي تھي بلکه سن یاس تک پہونچ چکي تھي تو دودھ کا وجود هي باقي نه رها ' اور چونکه وجه حرمت دودھ کا پینا هے ' اسلیے حرمت کا بھي وجود باقي نہیں -

آپ دیکھه رهے هیں کہ احادیث صریحه تو اس حالت کو بھي وجه حرمت قرار نہیں دیتے کہ بچه ایک دو بار پستان منه میں

لیلے اور دودہ پیلے - مصة و لا مصتان، رضعة ولا الرضعتان، املاجة و لا الا ملاجتان، نصوص صریحہ و قاطعہ ہیں - پھر جب دودہ کے وجود اور حالت مرضعیة میں بھی ایک دو بار مکیدن و نوشیدن وجہ حرمت نہیں، تو صورت مسئولہ میں کیونکر حرمت ہو سکتی ہے؟ جن ائمۂ کرام رحمہم اللہ نے حرمت میں قلت و کثرت اور مقدار و عدد کو تسلیم نہیں دیا ہے، انکے نزدیک بھی دودہ کا وجود بہر حال ضروری ہے - پس کسی طرح بھی اس عورت کا بیان مفید حرمت نہیں ہو سکتا -

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ گیارھویں صدی کے مجدد و مصلح امام المتاخرین علامۂ شوکانی نے اپنے مختصر در البہیہ میں باب الرضاع کو حسب ذیل جامع و حاوی لفظوں میں لکھا ہے :

انما یثبت حکمہ بخمس	رضاعة کا حکم پانچ مرتبہ دودہ پینے
رضعات مع تیقن وجود	سے ثابت ہوگا ایسی حالت میں
اللبن و یحرم ما یحرم	کہ دودھ کا وجود یقینی ہو، اور پھر
بالنسب (نسخۂ قلمی	رضاعہ سے بھی وہ تمام رشتے حرام
منقول از خط مصنف)	ہو جائینگے جو نسب سے ہوتے ہیں -

سبحان اللہ! کیا جامع و مانع الفاظ ہیں، اور کس طرح چند لفظوں کے اندر باب الرضاع کے تمام مباحث مہمۂ و طویلہ کو ختم کردیا ہے - حضرۃ علامۂ شوکانی کے یہی خصائص و فضائل و آیات باہرۂ حکمۃ یمانیہ ہیں جنکو دیکھکر روح بے اختیار جوش تحسین و آفرین سے معمور ہو جاتی ہے، اور ارباب حق و صفا و پرستاران کعبۂ کتاب و سنت بیخودانہ پکار اٹھتے ہیں :

و انی و ان کنت الاخیر زمانة
لآت بما لم استطعہ الاوائل

اب غور کیجیے کہ کس طرح علامۂ و مجدد ممدوح نے " مع تیقن وجود اللبن " کی قید لگا کر آپکے سوال کا جواب صاف دیدیا ہے اور یہ حقیقت اسقدر واضح ہے کہ اسدرجہ بحث و تحقیق کی بھی ضرورت نہ تھی -

بہر حال جو جواب آپکے سوال کا بعض علماء عصر نے دیا ہے کہ " عورت کا بیان مفید حرمت نہیں اور نکاح ہوسکتا ہے " بالکل صحیح ہے - رہا یہ مسئلہ کہ اس بارے میں " صرف ایک عورت کا قول معتبر نہیں " تو یہ امر البتہ بحث طلب، اور صحیح بخاری وغیرہ میں حدیث عقبہ بن الحرث اور واقعہ امۂ سوداء موجود، اور مذہب حضرۃ عثمان و ابن عباس و زہری و الحسن و اسحق و الاوزاعی و احمد بن حنبل و مالک رحمہم اللہ معلوم، لیکن آپکی پیش کردہ صورت کو اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں - مجرد مرضعہ کی شہادت معتبر ہو یا نہو، لیکن یہاں تو سرے سے حالت رضاعة ہی مفقود ہے - کوشش کیجیے کہ یہ جاہلانہ خیال دور ہوجاے اور جو رشتہ شرعاً جائز ہے، اسکو شریعة پر افتراء کرکے اور اسکی نسبت غیر صحیح سے نا جائز فائدہ اٹھاکر نہ روہ جاسکے، کہ یہ ایک خدمت دینی ہوگی اور آپکا اجر اللہ کے یہاں طیار ہے -

ایجنٹوں کیلئے کمیشن

ہندوستان کے تمام اردو، بنگلہ، گجراتی، اور مرہٹی ہفتہ وار رسالوں میں البلاغ پہلا رسالہ ہے جو باوجود ہفتہ وار ہونے کے روزانہ اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت ہوتا ہے - تمام ملک ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک اسکی اشاعت کے استقبال کیلیے چشم براہ ہے - پس اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ہیں تو ایجنسی کیلیے درخواست بھیجیے، کمیشن معقول دیا جاتا ہے -

مسئلہ تسمیہ طہ و یاسین

(ایک مستفسر - از آرہ)

(۱) نامون میں معنی اصلی ملحوظ ہوتے ہیں یا نہیں ؟

(۲) یاسین اور طہ نام رکھنا جائز ہے یا نہیں ؟

یہاں مولوی رحیم بخش صاحب نے ان سوالوں کا یہ جواب دیا ہے کہ :

(۱) معانی کا ملحوظ ہونا عقلاً ضروری نہیں مگر اس سے بالکل انکار بھی نہیں کیا جا سکتا - احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرۃ نے متعدد ایسے نامون کو بدلدیا جنکے معانی اچھے نہ تھے - ترمذی میں ہے : ان النبی صلعم کان یغیر الاسم القبیح -

(۲) یاسین اور طہ نام رکھنا یقیناً منع ہے کہ وہ اسماے الہیہ و اسماء آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم میں سے ایسے نام ہیں جنکے معانی معلوم نہیں - کیا عجب کہ انکے وہ معانی ہوں جو غیر خدا یا غیر رسول پر صادق نہ آسکیں - چنانچہ امام ابن عربی نے احکام القرآن میں حضرۃ امام مالک کا قول نقل کیا ہے کہ یاسین نام نہ رکھو کیونکہ وہ اللہ کا نام ہے -

نیز مولوی صاحب موصوف یہ بھی فرماتے ہیں کہ جس شخص کا نام طہ یا یاسین ہو، اسکے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں - اب جناب سے گذارش ہے کہ اسکا جواب البلاغ میں مرحمت ہو -

البلاغ :

نامون میں انکے معانی کی رعایت کا ہونا عقلاً واضح و بین، اور احادیث صحیحہ سے ثابت و معلوم ہے - اگر نامون میں معانی ملحوظ نہیں تو عبد المسیح اور عبد العزی کیوں ناجائز ہوں اور کیوں بدلے گئے ؟ کسی عمارت کا ہم نام رکھتے ہیں تو مہمل و بے رعایت نہیں رکھتے، کتابوں کا نام رکھتے ہیں تو کتاب کے موضوع و مقصد کو ملحوظ رکھتے ہیں، حتی کہ اپنے پالتو اور محبوب جانوروں کے نامون میں بھی رعایت معانی ضرور کرتے ہیں، پھر یا للعجب اگر انسان کے نام میں جس سے وہ مدۃ العمر پکارا جائیگا اور جو ہمیشہ کیلیے اسکا علم و خطاب ہوگا، معانی صحیحہ و مفہومات مستحسنہ کی رعایت ملحوظ نہ رکھی جاے - احادیث اس بارے میں بے شمار ہیں اور کتب محدثین میں یہ مبحث بہ تفصیل موجود ہے - حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک لڑکی کا نام " عاصیہ " رکھا تھا - آنحضرۃ نے بدلکر " جمیلہ " رکھا - عاصیہ کے معنی گناہگار اور نافرمان کے تھے، آپنے نام بدلکر گویا اشارہ کردیا کہ انسان کیلیے بہتر وصف جمال ہے نہ کہ عصیان - حضرۃ علی علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے کا نام حرب یعنی لڑائی رکھا - عرب میں یہ نام بکثرت رکھا جاتا تھا - آنحضرۃ نے سنا تو فرمایا حسن رکھو - جب دوسرے صاحبزادے پیدا ہوے تو پھر حضرۃ علی نے وہی " حرب " تجویز کیا - آپنے پھر بدلدیا اور حسین رکھا - تیسرے صاحبزادے محسن ہیں، انکا نام بھی پہلے حرب رکھا تھا، مگر آنحضرۃ نے بدلکر محسن کردیا -

حضرۃ سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ میرے جد امجد جب آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوے تو آپنے نام پوچھا - عرض کیا " حزن " یعنی رنج و ملال - فرمایا " بل انت سہل " لیکن چونکہ حزن مشہور ہوچکا تھا، لوگ اسی نام سے پکارتے رہے -

مجھے اس وقت فرصت بالکل نہیں ہے اور کتابوں کو نہیں دیکھ سکتا، لیکن یاد پڑتا ہے کہ ابو داؤد میں بروایت ابو وہب ہے :

" قال رسول الله صلعم : سموا باسماء الانبياء و احب الاسماء الى الله عبد الله و عبد الرحمن " یعنی انبیاء کرام کے نام رکھا کرو اور سب سے زیادہ پیارا نام الله کے نزدیک عبد الله اور عبد الرحمن ہے -

ان تمام تصریحات و واقعات سے ثابت ہوا کہ :

(۱) شارع نے ناموں کے معانی و مطالب کی رعایت کی ہے جیسا کہ عقل صحیح کہتی ہے کہ ہونی چاہیے - نام سب سے پہلی چیز ہے جو مسمی کو نمایاں کرتی ہے - پس اگر اسمیں رعایت معانی صحیحہ و مستحسنہ ملحوظ نہو تو اسکا اثر مسمی کی شخصیت و وجود پر لامحالہ پڑیگا -

(۲) مسلمانوں کے ناموں کیلیے ضروری ہے کہ تمام غیر شرعی نسبتوں سے پاک ہوں - بحکم حدیث مسلم " لا یقولن احد کم عبدی و امتی - کلکم عبید الله و کل نسائکم اماء الله " یعنی اپنے غلاموں اور زیردستوں کو کوئی اپنا بندہ اور بندی نہ کہے - تم سب صرف الله ہی کے بندے ہو ' اور سب عورتیں الله ہی کی بندیاں ہیں-

(۳) مومن و مسلم ہستی وہ اشرف و اعلی ہستی ہے جسکو خدا نے " خیر البریہ " قرار دیا ہے ' یعنی تمام کرۂ ارضی میں اس سے اشرف و اعلی کوئی وجود نہیں- پس انکے نام بھی ایسے ہونے چاہئیں جو بہ لحاظ اپنے مطالب و معانی کے اشرف و اعلی ہوں' اور شرف انسانیت و ایمان کو واضح کرنے والے ہوں ' نیز تمام غیر الہی نسبتوں سے پاک ہوں - اگر خود انکی پیشانی خدا کے سوا اور کسی کے آگے نہیں جھک سکتی' تو انکے ناموں میں بھی خدا کے سوا اور کسی کی عبودیت و غلامی کی نسبت نہیں ہوسکتی -

(۴) آنحضرۃ صلی الله علیہ و سلم نے ہمیشہ ایسے ناموں کو بدل دیا جنکے معانی اخلاق فاضلہ و خصائص حسنہ کے خلاف تھے' کیونکہ یہ شرف انسانی و اسلامی کے خلاف ہے - لیکن آجکل ہزارہا جاہل مسلمان ایسے نام اپنے بچوں کے رکھتے ہیں جو الفاظ کے لحاظ سے کریہہ الصوت اور معانی کے لحاظ سے ارذل و اسفل ہیں' مثلاً دمڑی ' چھکڑی ' بھرسی ' شبراتی ' چھٹن ' بدن ' بندھن ' وغیرہ وغیرہ من الخرافات ' تو یہ سب شرعاً بالکل ناجائز ہیں اور اپنے وجود مومن و مسلم کو جو الله کے آگے زمین و آسمان کی تمام کائنات سے زیادہ افضل و برتر ہے' ذلیل و خوار کرنا ہے - علماء کا فرض ہے کہ ایسے ناموں کو حکماً بدلیں ' بشرطیکہ وعظ کی قیمت وصول کرنے اور پیری و مرشدی کے نذرانے لینے کے سوا اور بھی کوئی کام وہ کرنا چاہتے ہوں -

(۵) فرمایا کہ انبیاء کرام کے نام رکھو- کیونکہ انبیاء کرام کے نام نہایت اجمل و احسن ہیں - انکے ہم اسم ہوکر انکے اعمال جلیلہ و اسوۂ حسنہ کی پیروی کا شوق ہوگا - و لنعم ما قیل :

فتشبهوا ان لم تکونوا مثلهم
ان التشبه بالکرام کرام

سب سے زیادہ محبوب نام الله کو عبد الله اور عبد الرحمن جیسے نام ہیں ' اور یہ بالکل ظاہر ہے - عبد الله کے معنی یہ ہیں کہ وہ انسان جسکی غلامی اور عبودیت کیلیے الله کے سوا اور کسی کی چوکھٹ نہیں' سر جو انسان عبد الله ہوگا ' یعنی صرف الله ہی کا اور الله ہی کیلیے ہوگا ' اس سے بڑھکر الله کو اور کون محبوب ہوسکتا ہے ؟ پھر اس حدیث پر غور کرو کہ الله کو اپنی عبدیت و غلامی کس قدر محبوب ہے کہ ناموں میں بھی وہ انہی ناموں کو محبوب رکھتا ہے جنمیں اسکی غلامی کی طرف اشارہ ہو - آہ ' جس ذات کو نام میں بھی غیر کی عبدیت پسند نہیں' وہ عمل کے اندر دوسروں کی غلامی میں تم کو دیکھنا کب گوارا کریگا ؟ إن الله لایغفر ان یشرک به ویغفر ما دون ذالك لمن یشاء - محبوب کہتا ہے کہ عاشق کی ساری خطائیں معاف ہیں لیکن یہ خطا معاف نہیں ہو سکتی کہ میرے سوا کسی دوسرے کو بھی اپنے دل میں جگہ دے کہ دل صرف میرے لیے ہے :

اذا کان هذ الدمع یجری صبابة
علی غیر لیلی فهو دمع مضیع

میں نے جب ابو داؤد میں یہ الفاظ پڑھے تھے : احب الاسماء الی الله عبد الله - تو کہہ نہیں سکتا کہ قلب و جگر کا کیا حال ہوا تھا ؟ آہ ' ایسا کیوں نہیں ہے کہ جگر پھٹ جاتے اور کیوں دلوں کے ٹکڑے منہہ سے نہیں نکل پڑتے ؟ الله الله ! اسکو تو ناموں میں بھی وہی نام پسند جسمیں اسکے غلامی کی نسبت ہو ' اور ہمیں اپنے کاموں میں وہ کام پسند جو دوسروں کی غلامی کی لعنت سے مخذول و ملعون ہوں !

سارت مشرقه و سرت مغرب
شتان بین مشرق و مغرب

آپ کہینگے کہ موعظت کیا ہے اور کہہ کیا رہا ہوں ؟ ہاں یہ سچ ہے ' مگر میں کیا کروں ' کوئی بعظت ہو مگر دل کے اصلی زخم کو نہیں بہلا سکتا ' اور جب ٹیس اور ٹیک ہو تو ہر صحبت میں آہ نکل ہی آتی ہے :

تمثل لی لیلی بکل سبیل !

رہا آپکا دوسرا سوال کہ یاسین اور طه نام رکھا جاے یا نہ رکھا جاے ؟ تو مولانا رحیم بخش صاحب نے جو جواب دیا ہے صحیح ہے ' اور اولی یہی ہے کہ انسے احتراز کیا جاے کیونکہ انکے معانی یقینی طور پر متحقق نہیں اور اسلیے طرح طرح کے خدشات الحق' اور حضرۃ امام مالک کی نہی قابل قبول و مدلل -

البتہ مولوی صاحب کا یہ تشدد کہ جس شخص کا نام طه ہو اسکے پیچھے نماز درست نہیں ' بالکل غلط اور یکسر قابل رد و انکار ہے - صحت امامت کے شرائط ہم کو معلوم ہیں' اور ان پر تسمیۂ طه سے کوئی اثر نہیں پڑتا - معلوم نہیں اصلی حالات کیا ہیں اور کیا امور مفتی کے سامنے پیش کیے گئے ؟ پھر حال اگر ایک شخص کا نام طه ہو اور وہ نماز پڑھاتا ہو تو بلا تکلف اسکے پیچھے نماز پڑھیے - کوئی دلیل شرعی اسکے خلاف نہیں -

الهلال کی مکمل جلدیں

آخری فرصت

الهلال کی مکمل جلدیں اب بالکل ختم ہوگئی ہیں - صرف دوسری اور تیسری جلد کے چند مکمل نسخے باقی ہیں - بظاہر امید نہیں کہ پھر دوبارہ مجلدات الهلال طبع ہو سکیں - اسلیے ارباب ذوق اس آخری مہلت سے فائدہ اٹھائیں اور اگر طلب ہو تو دفتر سے منگوالیں - ہر نسخہ مجلد ہے - مع فہرست مضامین و تصاویر - قیمت مجلد آٹھ روپیہ -

بعض جلدیں نا تمام بھی نکل سکتی ہیں - یعنے جن میں ایک یا دو نمبر نہیں ہیں - جن حضرات کو نا تمام جلدوں کی ضرورت ہو - وہ طلب فرمالیں - جتنے پرچے نہیں ہیں ' انکی اور جلد کی قیمت وضع کرلی جائیگی -

وہ وقت دور نہیں ہے جب مرحوم الهلال کے ایک ایک پرچے کو لوگ ڈھونڈھینگے اور کہینگے کہ وہ ایک تاریخی وجود تھا جو اب نہیں ملسکتا :

کوکبم را در عدم اوج قبولی بوده است
شهرت شعرم به گیتی بعد من خواهد شدن !

المسائل والمناظرة

بیع غرر و مسئله اجاره اراضی، مروجه

از جناب مولانا ابو النصر محمد عبد القادر صاحب
مفتي رياست جموں

مخدومنا مولانا ابو الـــكلام سلمهم الله الـى دار السلام - السلام عليكم و رحمة الله - معروض آنكه جناب كے رساله البـــلاغ ۲۵ فروري سنه ۱۶ صفحـه ۱۹ ميں ايک مضمون مولوي سيـد سليمـان صاحب كے نام سے چهپا هے ' جسميں وه لكهتے هيں كه زمين كاشت كو حصه مقرره پر دينا بيع غرر ميں داخل هے - خاكسار كي راے ميں مولويصاحب كي تقرير تفصيل طلب هے - و الا مطلق تحقيق سے بعيد هے - يهاں جمهور ميں سے ايک جاهل عنيد نے پيلے هي پنجاب كے رواج ٹهيكه پر جو مالک زمين اپني زمين مزارعه كو بطور اجاره كے نقدي مقرره يا غلة مقرره پر ديديتے هيں' بهت فتنه اور شور و غل بپا كرديا تها - جناب كے اخبار نے زخم پر نمک كا كام ديا' اسليے مجبوراً خاكسار كو بهي' كچهه لكهنا پڑا - اميد هے كه جناب فريقين كي تحريرات ديكهكر اپني راے زرين اور فكر متين سے مسلم پبلک كو فتنه سے بچاوينگے - اور اگر جناب كچهه لكهنا مناسب نه سمجهيں تو پهر خاكسار كي تحرير كو طبع كرديں تاكه محاسبان حق خود فيصله كرليں - ميري كم بضاعتي يا طرز تحرير سے ناواقفيت مانع نشر حقيقت نهو -

مولوي محمد سليمان صاحب البلاغ ۲۵ فروري سنه ۱۶ ميں لكهتے هيں :

" زمين كو يا مـال كو كاشت يا تجارت پر اسطـرح ديں كه اسكي شرح حصه خاص (مثلاً چار سو من غله يا چار سو روپيه) سے مقرر كرلي جاے ' ان تمام صورتوں ميں بيع حالت مستقبل پر مبني هے ' جسكے متعلق كوئي حصه نهيں كيا جا سكتا "

عبارت مذكوره سے دو احتمال هوسكتے هيں :

(۱) كوئي شخص اپني اراضي كسي مزارع كو اس شرط پر ديوے كه پيداوار ميں سے جو ميرا حصه هے ' وه ميں اسقدر رقم يا اسقدر غله پر فروخت كرتا هوں - تو يه بلا شبهه بيع حالت مستقبل پر مبني هے -

(۲) ايک شخص اراضي كاشتكار كو اس قرار داد پر ديوے كه ميں اپني اراضي اتني رقم پر يا اتنے غله پر ايک سال كيليے يا زياده كيليے بطور اجاره و كرايه كے ديتا هوں - يه طريق پنجاب ميں عام طور پر مروج هے -

مالكان اراضي مزارعين كے خوف خيانت سے اراضي بطور ٹهيكه كے طريقه مذكوره پر ديتے هيں - مولوي صاحب كي غرض اگر اس طريق كو بيع غرر ميں شامل كرنا هے تو يه بعيد از تحقيق هے - بيع كے معني كسي چيز كا بعوض مالـک هونا هي نهيں هے - بلكه بيع چار انواع كو شامل هے - كما في شرح الوقاية : و اعلم ان التمليكات اربعة انواع ' فتمليك العين با لعوض بيع ' و بلا عوض هبة ' و تمليك المنفعة بعوض اجارة ' و بلا عوض عارية - صورت مذكوره مروجه پنجاب تمليک اجاره هے جسكے مشهور معني كرايه هيں - اور صحيح مسلم نے باب هي كراء الارض باندها هے ' اور زمين كا كرايه پر دينا جائز اور مفتي به هے - هدايه اور شرح وقايه وغيره ميں صاف موجود هے : و لو استاجر ارضاً لبناء او غرس صح - (شرح وقايه صفحه ۲۹۶) بلوغ المرام معشي مطبوعه دهلي صفحه ۳۳ ميں هے : و عن حنظلة ابن قيس رض قال سالت رافع ابن خديج رض عن كراء الارض با الذهب و الفضة فقال لا باس به - انما كان الناس يواجرون على عهد رسول الله صلعم على الماذيانات و اقبال الجداول و اشياء من الـزرع فيهلك هذا ' و يسلم هـذا - و يسلم هذا و يهلـك هذا و لـم يكـن للناس كـراء الا هـذا فلـذالك زجـر عنـه - فاما شيء معلوم مضمون لا بأس به - رواه مسلم - شيخ المحدثين حافظ امام ابن حجر عسقـلاني رح مولف كتـاب مذكور نے بعد ذكر اس حديث كے لكها هے : و فيه بيان لما اجمل في المتفق عليه من اطـلاق النهي عن كراء الارض - و شارح كتـاب مذكوره صاحب سبل السلام اور علامه امام شوكاني يعني حديث مذكوره كي شرح ميں لكهتے هيں : و قد جمع بين احاديث النهي عن المزارعة و بين الاحاديث الدالة على جوازها ' برجوء احسنها ان النهي كان في اول الامر ثم ابيح و يدل علي هذ الجمع حديث جابر و حديث رافع ابن خديج في الباب عند مسلم ' و يؤيده مما وقع من المزارعة في عهده صلعم و في عهد الخلفاء - و من البعيد غفلتهم عن النهي كانوا يدفعون الارض الى من يذرعها ببذر من عنـده على ان يكون لمالـک الارض ما ينبت على مسائل المياه و رؤس الجداول فنهوا عن ذالك مما فيه من الغرر فربما هلك ذادون ذالك - انتهى

حضور عليه السـلام كا بعد فتح خيبر يهود خيبر كو اراضي حصه مقرره نصف يا ربع پر دينا بهي اسي كا مويد هے - صورت مذكوره مروجه پنجاب تو بالكل ايسي هے جيسے مكان كرايه پر ديے جاتے هيں' پهر جب مكانوں كا كرايه پر دينا جائز و مباح هے تو معلوم نهيں كه مولوي صاحب نے كس دليل سے زمين كے كرايه پر دينيكو بيع غرر ميں شمار كرليا هے - ملاحظه هو موطا امام محمد رح صفحه ۳۵۶ قال محمد و بهذا نأخذ لا بأس بكرائها بالذهب و الورق و بالحنطة كيلاً معلوماً و ضرباً معلوماً ما لم يشـترط ذالك مما يخرج منها فان اشترط مما يخرج منها كيلاً معلوماً فلا خير فيه و هو قول ابي حنيفة و العامة من فقهائنا - و قد سئل عن كرائها سعيد ابن جبير بالحنطة كيلاً معلوماً فرخص في ذلك فقال هل ذلك الا مثل البيت يكرئي - مولانا مخدومنا محمد عبد الحي صاحب مـرحوم محدث لكهنوي اسيكي شرح تعليق الممجد ميں لكهتے هيں : اے ليس ذلك الا مثل كراء البيت بالذهب و الفضة و الحنطة المعلومة و غير ذلك فلما جاز ذالك' جاز هذا -

مولوي صاحب ممدوح كي غرض اگر صورت ثانيه مروجه پنجاب هے تو جناب كو تفصيل كے ساتهه مدلل لكهنا چاهيے اور اگر غرض صورت اول هے يا كچهه اور' تو بهي پبلک كو شبه اور فتنة و فساد سے بچانا چاهيے - خاكسار نے جو كچهه لكها هے نيک نيتي اور اعلان حق كے ليے لكها هے - اگر مولوي صاحب خلاف مدلل مبرهن لكهيں جس سے بنده كي تسكين هوجاوے تو بنده فوراً رجوع كيليے تيار هے -

البـــلاغ :

يه عاجز آپكي راے سے بالكل متفق هے اور آپكا بيان صحيح و مدلل هے - جهاں تک ميں غور كرتا هوں آپكي بيان كرده صورت اجاره هي كي معلوم هوتي هے اور اجاره كو بيع غرر مروجهٔ جاهلية و حال سے كوئي تعلق نهيں - غالباً مولانا سيد سليمان صاحب كا بهي يهي مقصد هوگا - اميد هے كه وه خود اسپر لكهينگے - اصولاً بيع غرر اور اسكے اطلاقات كے چند پهلو ضرور قابل غور هيں اور مسئله كو حدود حيل سے بالكل الگ كرلينا چاهيے كه شريعت ميں حيله نهيں هے - اگر آينده فرصت ملي تو كچهه عرض كرونگا - سر دست جناب كي تحرير كي اشاعت كافي هے - اور ميں اس سے متفق هوں -

اُسوۂ حسنہ

تـفـویض و اطـــاعت

عہـد صحابۂ کرام رضي الله عنهم

تم نے غور کیا ہوگا کہ عالم کي اکثر قوتیں ایک قوت کے تابع ہوتي ہیں ' اور اس ایک ہي قوت پر تمام قوتوں کي ہستي کا دار و مدار ہوتا ہے - ایک جرنل کي بہادري ہزاروں اور لاکھوں کو بہادر بنا سکتي ہے ' اور اسي ایک کے جبن و بزدلي سے کل فوج ذلت و نامرادي کا جامہ پہن لیتي ہے - اس قسم کي چھوٹي چھوٹي مثالیں بکثرت پیش نظر لائي جاسکتي ہیں ' مگر ان سب سے گذر کر نظام عالم کي ایک مجموعي مثال سامنے لاؤ - جسطرح تمام عالم کي طاقت و حرکت کا سرچشمہ ایک جرم آفتاب ہے اور بغیر سورج کے اس عالم کي نزہت و رونق قائم نہیں رہسکتي ' بعینہ یہي حالت مذہب کي بھي ہے - کل مذہبي اعمال و افکار اور حرکت و سکون کا سرچشمہ محض اوس شخص کا وجود ہوتا ہے جو مذہب کا مناد بنکر آتا ہے ' اور ایک صحیح تعلیم الہي لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے - اگر وہ اپني پیش کردہ صداقت کا مکمل نمونہ ہے تو اسکي قوت جذب و کشش عالم کو اپني طرف کھینچ لیتي ہے اور پھر اسي کي حرکت و قوت میں وہ زور پیدا ہو جاتا ہے کہ تمام عالم اوس سے حرکت میں لایا جاسکتا ہے ' طبقات ارضي اوس سے اولٹے جاسکتے ہیں ' اور زمین و آسمان زیر و زبر کیے جاسکتے ہیں -

حکماء کہتے ہیں کہ انسان میں بالطبع نقل کا مادہ موجود ہے ' جیسا دیکھتا ہے ویسا کرتا ہے - اسي کو اوسطور اصول محاکات سے تعبیر کرتا ہے - لیکن مذہب ایک حقیقت ہے جس کو اسوۂ حسنہ کہتا ہے - الله تعالی انبیاء کو مبعوث کرتا ہے اور بار بار اونکي زندگي اور اونکے اعمال کي طرف توجہ دلاتا ہے - اسي طرح عہد انبیاء کے جو مقدس نفوس ہیں ' اونکے سوانح و حالات کو بھي پیش کرتا ہے - جہاں قرآن کریم نے یہ کہا کہ : لقد کان لکم في رسول الله اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو لقاء الله والیوم الاخر و ذکرالله کثیرا (احزاب : ۸) وہاں صحابہ کے متعلق بھي ارشاد فرمایا کہ : لقد کان لکم فیهم اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو الله والیوم الاخر و من یتول فان الله غني حمید - (۶۰ : ۶) ایک دوسرے مقام پر حضرت ابراہیم کے اسوۂ حسنہ کے ساتھہ اونکے متبعین کے بھي اسوۂ حسنہ کا ذکر کیا گیا : قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ في ابراهیم والذین معه اذ قالوا لقومهم انا براء منکم و مما تعبدون من دون الله - (ممتحنه : ۴) ایک جگہ حکم ہوا کہ : یا ایها الذین آمنوا اطیعوا الله و اطیعوا الرسول تو اوسکے بعد ہي متصل فرمایا : و اولی الامر منکم - اور یہ ظاہر ہے کہ صحابہ کرام اولی الامر کے اولین مصداق ہیں - پس جس طرح اسوۂ انبیاء کرام کو یاد دلایا گیا ہے اسي طرح آغوش نشینان عہد نبوت کے اسوۂ حسنہ اور طریق عمل کا بھي ذکر کیا گیا ہے - خیرالناس قرني ثم اللذین یلونهم ثم اللذین یلونهم (بخاري)

(تفویض اور اسوۂ صحابہ)

تفویض کے معني کسي شے کو سونپ دینے کے ہیں - قرآن حکیم اور احادیث و آثار اس لفظ کو کمال مرتبۂ ایمان کیلیے استعمال کرتے ہیں ' اور بہ تصریح واضح کرتے ہیں کہ جب تک یہ مرتبہ حاصل نہو ' اس وقت تک کوئي انسان مومن کامل نہیں ہوسکتا -

تفویض اسلامي سے مقصود یہ ہے کہ ایک انسان اپنے اندر اور اپنے سے باہر جو کچھہ رکھتا ہے ' وہ سب کچھہ الله اور اسکے رسول کے سپرد کردے اور یقین کرلے کہ میري جان اور میري جان کے لوازم میں سے جو کچھہ ہے ' وہ میرا نہیں بلکہ الله اور اسکے کلمۂ حق کا ہے - تمام کائنات عالم اسي تفویض پر قائم ہے -

روح اگرچہ ہمارے جسماني پیکروں میں ہے مگر ہر وقت خیال یہ ہو کہ یہ ہماري نہیں بلکہ کسي اور کي ہے - مال و متاع ' دولت و تمول ہمارے خزانوں میں مقفل ہو ' مگر یہ یقین ایک لمحہ کیلیے بھي ہم سے جدا نہ ہو کہ یہ سب کچھہ ہمارا نہیں بلکہ کسي دوسرے کا ہے - اعزا و اقارب کا رشتۂ الفت ہمارے گلے ہیں ہو ' مگر اوس ایک رشتہ کے قائم رکھنے کیلیے ہم ان تمام رشتوں کو توڑا جاسکے - آنحضرۃ صلی الله علیه وسلم نے فرمایا :

لا یومن احدکم حتی	اوسوقت تک مومن کامل کوئي نہیں
اکون احب الیه من	ہو سکتا جب تک کہ اوسکي جان و مال اور
ماله و اولاده و نفسه	اہل و عیال سے زیادہ میں عزیز نہ ہوجاؤں -

اس حدیث میں تین چیزوں کا ذکر فرمایا - جان ' اہل و عیال ' مال - اور اگر غور کرو تو انسان کي محبوبات و مطلوبات میں سے جو کچھہ ہے سب اسي کے اندر ہے - اس سے باہر کچھہ نہیں - سب سے پہلے وہ اپني جان اور زندگي کا عاشق ہے اور یہ وہ عشق ہے جو اس سے صدہا عشقوں کو چھوڑا دیتا ہے - پھر اہل و عیال کي محبت و تعلق کا مرتبہ ہے کہ بسا اوقات انسان اپني جان کو قربان کر ڈالنا چاہتا ہے مگر اپني اولاد و عیال کو دکھہ میں نہیں دیکھہ سکتا - اسکے بعد مال ہے ' اور اسکي محبت کي زنجیریں بھي بڑي ہي سخت ہوتي ہیں - مال اسکي زندگي کے قیام کا ذریعہ ' اسکي محنت کا حاصل ' اور اسکے بقا کیلیے وسیلۂ غذا ہے -

پس اس حدیث میں مومن کي زندگي اور مرتبۂ ایمان کي تکمیل کي یہ تصویر کھینچي گئي ہے کہ جان ' مال ' اہل و عیال ' سب کي محبت کے رشتوں پر ایمان و حق کا رشتہ غالب آجاے اور صاحب قرآن و داعي اسلام (صلي الله علیه وسلم) کي محبت و متابعت کے آگے کوئي چیز حتي کہ خود اپني جان بھي وقیع نہو - یہي تفویض ہے ' اور یہي وہ حقیقت ایمان و اسلام ہے جسکي عملي تصویر ہم کو صحابہ کرام کي زندگي میں نظر آسکتي ہے -

اس حدیث کے مطابق تفویض کي ہم بھي تین قسمیں قرار دیتے ہیں : تفویض نفس ' تفویض مال ' اولاد ' اور ان تینوں قسموں کے لحاظ سے ہم صحابہ کرام کے جستہ جستہ واقعات پیش کرینگے -

اس سلسلہ میں ہم ترتیب خلافت کو ملحوظ رکھکر پہلے خلفاء اربعہ کي مقدس زندگي پر نظر ڈالتے ہیں -

(حضرۃ صدیق رض)

سب سے پہلے حضرۃ ابو بکر صدیق رضي الله تعالی عنه کي زندگي کے چند متفرق واقعات یکجا کرینگے جن سے آن کے تفویض مال و متاع کا اسوۂ حسنہ واضح ہوتا ہے -

[۱]

دنیاء اسلام جانتي ہے کہ حضرت بلال نے صدر اسلام میں جب سر زمین اسلام پر قدم رکھا تو مصائب و آلام نے اونکو کسطرح گھیر لیا تھا ' اور کفار عرب کیسے ہیبت ناک عذاب اونکو دیا کرتے تھے ؟ یہ زہرہ گداز خبر جب حضرت ابو بکر کے گوش گذار ہوئي تو بے اختیار تڑپ اٹھے - رسول اکرم صلعم کي خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا : " کاش اسوقت میرے پاس مال ہوتا تو میں بلال کو خرید لیتا " آخر کار پھر جسطرح ممکن ہوا جستجو کرکے اونکو خریدا اور آزاد کردیا - (ترمذي وغیرہ)

تفویض مال کي یہ سنت حسنہ صرف ایک ہي مرتبہ اُنسے ادا نہیں ہوئي - بلکہ بعینہ اس قسم کے متعدد واقعات ظہر

میں آے - چند مرتبہ مختلف غلاموں کو گرفتار عذاب دیکھا اور خرید کر آزاد کردیا - یہانتک کہ حضرت بلال کیطرح جو غلام خریدے گئے اور پھر آزاد کیے گئے' اونکا شمار سات تک ہے - (استیعاب ج - ۱ - ص - ۳۴۲)

[۲]

جب حضرت ابو بکر مشرف باسلام ہوے ہیں تو اونکے پاس چالیس ہزار درہم تھے - عرب جاہلیۃ میں اسقدر روپیہ کا ہونا ایک غیر معمولی دولت مندی تھی لیکن حضرۃ ابو بکر نے یہ تمام روپیہ راہ اسلام میں بے دریغ لٹا دیا حتی کہ خود آنحضرۃ نے فرمایا: ما نفعني مال ما نفعني مال ابي بکر - یعني ابو بکر کے مال کے برابر کسیکے مال نے مجھکو نفع نہیں دیا (استیعاب ج - ۱ - ص - ۳۴۲)

ایک مرتبہ جناب رسالت مآب صلعم نے صحابہ سے سوال کیا کہ آج جنازہ کي نماز کس نے پڑھي؟ تمام خاموش رہے مگر حضرۃ ابو بکر نے عرض کیا: یا رسول اللہ میں نے - اسي طرح آپنے چند سوال کیے اور سبکے جواب میں سامعین نے سکوت کیا' لیکن حضرت ابو بکر نے ہر ایک کے جواب میں ہاں کہا - یہانتک کہ آپنے دریافت فرمایا: مسکین کو آج کھانا کس نے کھلایا ہے؟ حضرت ابو بکر نے عرض کیا کہ میں نے - اسکے بعد ارشاد نبوي ہوا: وجبت لہ الجنۃ (مسلم جزء ۲ - ص - ۲۷۴)

[۳]

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرۃ نے ہم تمام صحابہ کو صدقہ کرنیکا حکم دیا - میرے پاس کافي مقدار میں مال موجود تھا - میں نہایت خوش ہوا کہ آج قطعاً جناب صدیق سے بازي لے جاؤنگا - آخرکار نصف مال میں نے گھر چھوڑا اور نصف لاکر خدمت نبوي میں پیش کردیا - لیکن حضرت ابوبکر کل مال لیے آئے - آنحضرۃ نے مجھسے سوال کیا کہ تم اپنے اھل و عیال کیلیے کسقدر مال رکھہ آے ہو؟ میں نے کہا کہ نصف - یہي سوال جناب ابوبکر سے کیا گیا - اونہوں نے جواب میں عرض کیا کہ کچھہ نہیں' خدا اور اوسکے رسول کا نام میرے اھل و عیال کا سرمایہ اور میرے گھر کي دولت ہے - حضرت عمر فرماتے ہیں کہ اسکے بعد مجھے یقین ہوگیا کہ اب میں کبھي حضرۃ ابوبکر سے آگے قدم نہیں بڑھہ سکتا (ترمذي - ج - ۳ -)

[۴]

تم صدر اسلام کي صعوبتوں کو دیکھو' اسوقت عالم اسلامي کي بیبسي کو دیکھو' یکسر غربت و افلاس کو دیکھو' برقت بلاؤں اور مصیبتوں کا حصار و ہجوم دیکھو' پھر سوچو کہ کیا صحابہ کرام کو یہ خیال نہ تھا کہ آج گھر لٹا کر کل کیا کھائینگے؟ کیا اونکو یہ خبر نہ تھي کہ اس عالم افلاس میں بظاہر دولت کے آنیکي کہیں سے بھي توقع نہیں' پھر گذران اوقات کیونکر ہوگي؟ بھوکے بچے کیا کھائینگے؟ بھوک پیاس سے اونکا تڑپنا کسطرح دیکھا جائیگا؟ یہ تمام خیالات اونکے سامنے بھي تھے - اور آج کي طرح وہ بھي عاقبت بیں تھے - تاہم انکے قلب میں ایمان تھا' سینہ میں جوش تفویض تھا' سر میں عشق اطاعت رسول کا سودا تھا' رگوں میں جاں نثارانہ خون تھا' اور ایثار و جانفروشي کا طوفان اندر سے ابل رہا تھا جسکے زور سے یہ تمام بندھن کٹ جاتے ہیں - اور جب یہ کیفیت طاري ہوجاتي ہے تو پھر لوٹنے میں نہیں بلکہ لٹانے میں مزہ آتا ہے - بننے میں نہیں بلکہ بگڑنے میں خوشي ہوتي ہے - اقامت میں نہیں بلکہ غربت میں عیش و سرور معلوم ہوتا ہے - بہشت نما قصروں میں نہیں بلکہ ہیبت ناک جنگلوں میں لطف آتا ہے - اگر تمہاري مادي آنکھیں اس عالم وجد و سرور کو محسوس نہیں کرسکتیں تو صفحۂ قرطاس پر ان واقعات کو تو دیکھہ سکتي ہیں ! نہل من مدکر؟

(مراسلات)

مجوزہ شیعہ کالج

البلاغ نمبر ۱۳ اور ۱۴ وصول ہوا - شیعہ کالج پرخاتمہ سخن اور سورۂ و التین کا تتمہ باب تفسیر نظر سے گذرا - مگر قبل اسکے کہ ان کے متعلق کچھہ راے زني کیجاے' کیا حقیر کو یہ کہنے کي اجازت ہے کہ عالیجناب میرزا محمود طرزي بے ایڈیٹر سراج الاخبار کابل نے حضور کے بارہ میں جو کچھہ فرمایا ہے' وہ گویا میرے منہہ سے بات چھین لي ہے؟ آپ سے برتر صاحب زبان و قلم' آپ سے عالي مرتبہ مصلح ملت' اور آپ سے بڑھکر مومن مخلص اس وقت کون ہے؟ آپ کے دل کي کیفیت میں جو کچھہ بھي کیف ہے' وہ الہلال مرحوم و البلاغ کي آنکھوں سے ٹپکتا ہے - اسپر حضور یہ ستم کرتے ہیں کہ میرزا مرحوم کے جواب میں نظیري کا شعر پیش کرتے ہیں - یہ محض انکسار ہے - جناب میرزا محمود نہ معلوم آپ کو کیا جواب دیں' مگر انکي طرف سے اور نیز ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے یہ صدا اٹھہ رہي ہے : (نظامي)

دبیر نکتہ سنجي' ساحري' نے نے غلط گفتم
فسوں سازي فسوں خواني فسوں سامري داني !

غالب نے اپنے دیوان کے بارے میں دعوی کیا ہے کہ :

غالب اگر فن سخن دیں بودے
آں دیں را ایزدي کتاب ایں بودے

آج وہ دعوی اگر آپ کریں تو کس کو کلام ہوسکتا ہے؟ مگر شاعرانہ تعلي کي جگہ آپ کے انکسار طبع نے البلاغ کا مرتبہ اور بلند کردیا ہے !

کیا عرض کروں کہ سورۂ تین کي تفسیر پڑھکر آنکھیں کسقدر روشن ہوگئیں - بیشک حضور ہي کا قلم ہے جس نے اس میدان میں یوں گل افشاني کي کہ میدان میدان نہ رہا بلکہ چمن زار حقائق و معارف ہوگیا - تین اور زیتون کي شہادت دینے کي وجہ بے بیان کیگئي تھي وہ دل کو لگتي نہ تھي - تفسیر کے معني یہ ہیں کہ آنکھوں کے سامنے جتنے پردے پڑے ہوں سب اوٹھہ جائیں - یہي حالت حضور کي تحریر پڑھکر ہوئي - ہندوستان کے موجودہ مدعیان علم کہاں ہے آپ کا ایسا دماغ لائیں جو فلسفۂ قدیم اور موجودہ فلسفۂ یورپ کا احاطہ کرکے فلسفۂ اسلام سے اسکا موازنہ کریں اور دکھادیں کہ سب باطل اور ظن ہیں - فقط اسلام ہي حق اور عین فطرت ہے - سبحان اللہ ! حضور یقین مانیں کہ میں اپنے ایک عزیز کو پرسوں وہ تفسیر سنانے لگا تو معجزیت کا یہ عالم ہوا کہ گیارہ بجے شب سے پڑھتے پڑھتے صبح کے تین بج گئے ! قادرالکلامي اور معجز بیاني کسي میں ایسي تو ہو؟ تین اور زیتون سے اگر اشارہ جناب حضرۃ عیسی علیہ السلام کي ذات مقدس کیطرف ہے تو آیت قرآني کے معني بالکل واضح ہوگئے - اور مزید سوال و جواب کي مطلق گنجایش نہیں -

اس تفسیر کو دیکھکر تفسیر القرآن کیلیے بیچیني اور بڑھگئي - خدا آپ کي ذات کو ہم میں تا صد و سي سال باقي رکھے اور ہم گمراہاں راہ کیلیے ہمیشہ شمع ہدایت ثابت ہوں -

شیعہ کالج کي بابت یہ عرض کرنا ہے کہ حضور کي راے عین صائب ہے - میں خود امامیہ طریق رکھتا ہوں مگر ہاں تعصب و تفریق کو حقیقت امامیت نہیں سمجھتا جیسا کہ اہل کھجورہ وغیرہ سمجھتے ہیں - حضور کي راے سے مجھے اتفاق کلي ہے - عنقریب " اسٹیٹسمین " وغیرہ میں میں ایک مضمون بھیجنے والا ہوں جسمیں آپ کي تحریر کا حوالہ رہیگا اور در ترمیمیں جو پیش کیگئي ہیں اُنکي تائید ہوگي -

شیعہ کالج کا نام بدل دینا اور کالج فنڈ میں غیر شیعہ کی امداد قبول کرلینا ' یہ دو ایسی باتیں ہیں جسے مالنے میں غالباً کسی کو عذر نہ ہوگا - ان افراد اور اس جماعت کی مخالفت سے قطع نظر جو سوا شیعوں کے دنیا کے کسی فرد بشر کو جنت کیلیے مستحق ہی نہ سمجھتے ہوں ' ایسے تعصب کی مخالفت تو کوئی روک نہیں سکتا - رہا یہ کہ عام شیعوں کا کیا خیال ہے ؟ تو مذہب امامیہ بد قسمتی سے ایسے لوگوں کی امانت میں ہے جو کسیطرح اہل نہیں اور اپنے بیجا تعصب سے مذہب کو بدنام کرتے ہیں ' ورنہ خود اسلام (یا اسکا کوئی طریق اختیار کیا جاے) تعصب سے کوسوں دور ہے -"

خدا کرے آپ کی ترمیموں کی تائید میں ہندوستان کے ہر گوشہ سے صدائیں بلند ہوں !

(سید وصی احمد بلگرامی)

البلاغ :

الحمد للہ کہ سورۂ والتین اور حقیقت شہادۃ تین و زیتون کے متعلق آپنے جو سوال کیا تھا ' اسکا جواب آپکے لیے موجب تسکین و اذعان ہوا - اپنی محبت اور حسن ظن کی وجہ سے آپنے جو کچھہ لکھا ہے ' اللہ تعالی ہم سب کو اسکا اہل ثابت کرے -

مجوزہ شیعہ کالج کے متعلق فقیر نے جو کچھہ لکھا ہے ' وہ محض ایک مخلصانہ التماس ہے جو اگر سنی گئی تو کلمۂ اسلام و ملت کی سب سے بڑی خدمت ہوگی ' اور اگر اعراض کیا گیا تو ما علینا الا البلاغ - اللہ علیم و خبیر ہے اور وہ بہتر جانتا ہے کہ جو کچھہ لکھا گیا وہ فریقانہ تعصب و تحاسد کا نتیجہ ہے یا ایک ایسے دل کی صدا ہے جو اس طرح کے تمام جذبات سافلہ و رذیلہ سے الحمد للہ کہ بالکل پاک ہوچکا ہے - آپکو یاد ہوگا کہ جب آپ نے شیعہ کالج کے متعلق خط لکھا اور پھر خود آکر ملے اور سخت اصرار کیا کہ اس تحریک کی اصلاح کیلیے میں قلم اٹھاوں تو میں نے کیا جواب دیا تھا ؟ آپ بسبب اپنے کمال جوش اتحاد و عشق وحدۃ اسلامی کے مصر تھے کہ دوسرا کالج قائم ہی نہ ہونا چاہیے - لیکن میں نے اس سے مخالفت کی تھی اور کہا تھا کہ صرف طرز عمل اور طریق کار کا سوال ہے ' اور اگر ان حالات سے الگ رہکر اس تحریک کو شروع کیا جاے جو اغیار کی خود غرضانہ مصلحتوں کا نتیجہ ہیں ' تو نفس تحریک سے کوئی وجہ اختلاف نہ ہونی چاہیے -

خط کے اخر میں آپ لکھتے ہیں کہ جن بزرگوں کے ہاتھہ میں آج فرقۂ امامیہ کی امانت ہے وہ کسی طرح اسکے اہل نہیں - لیکن میں تو کوئی وجہ نہیں پاتا کہ ایسی شدید مایوس راے آپ قائم کریں - میں دیکھتا ہوں کہ الحمد للہ جماعۃ شیعہ میں (اور جماعۃ صرف ایک ہی ہے جسکا نام اسلام ہے) ہر جگہ اور ہر حصہ میں ایسے ارباب نظر و راے موجود ہیں جنسے بڑی بڑی امیدیں ہم سب کی وابستہ ہیں ' اور انشاء اللہ تعالی مایوسی کی جگہ ہر طرح فتح باب امید ہے - جماعۃ امامیہ کا سب سے بڑا مرکز و مبدء علوم و مذہب سر زمین عراق اور علی الخصوص عتبات عالیات (زاد اللہ شرفہم) ہیں ' اور آپ کو معلوم ہے کہ حضرات مجتہدین کرام عراق و حجج اسلامیۂ عتبات عالیات نے سالہا سال سے کس طرح وحدۃ امۃ و اتحاد کلمہ کیلیے قولاً و فعلاً اسوۂ حسنہ پیش کیا ہے ' اور علی الخصوص حضرۃ شہید خامس آیۃ اللہ خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کے اعمال مقدسہ ہمارے سامنے ہیں ' اور انکے نقش قدم پر چلنے والے انسے بڑھکر اپنے اقدام حق کا ثبوت دے رہے ہیں - پھر ہندوستان میں بھی جہانتک فقیر کی معلومات ہے ' ایسے ارباب نظر و فکر موجود ہیں جنکی توجہات گرامی سے کسی طرح بھی ہم نا امید نہیں ہوسکتے - علی الخصوص جناب مولانا السید ناصر حسین صاحب قبلہ جنکی ذات گرامی سے فقیر کو ہمیشہ بہترین توقعات رہی ہیں اور مجوزہ شیعہ کالج کے متعلق بھی امید واثق ہے کہ وہ آخری صحبت کی دو گذارشوں پر ضرور توجہ فرمائینگے ' اور انشاء اللہ مسئلۂ وحدۃ کلمہ و حفظ بیضۂ ملت و اتحاد احزاب و فرق اسلامیہ کی دعوۃ حقہ پر ہم سب سے زیادہ انکی نظر صائب کام فرما ہوگی - نیز چونکہ جناب ممدوح کی خدمت میں فقیر کو شخصاً نیاز حاصل ہے ' اور وہ فقیر کے مسلک و اصول سے بخوبی واقف ہیں ' اسلیے کسی طرح یہ امید نہیں کیجا سکتی کہ اس بارے میں بعض نادان و نافہم طبائع کی پیدا کردہ غلط فہمیاں انکے لیے موجب عدم التفات ہوسکیں - و افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد -

ایک اہم علمی مسئلہ !

تجربہ کی قوت ' اور یہ کہ تجربہ سے تمام مشکلیں دور ہو جاتی ہیں !

یہ مسئلہ حل ہوگیا کہ صناعۃ کے مسئلہ میں ملک اور سر زمین کو دخل نہیں !

ونگون سوپ ورکس اس اکتشاف کا ذریعہ ہے

یورپ اور ممالک متمدنہ کی صناعیوں اور عملی ایجادات کا سلسلہ جس وقت سے شروع ہوا ہے ' اسی وقت سے یہ مسئلہ بھی تمام مشرقی ممالک اور علی الخصوص اہل ہند کے سامنے ہے کہ کیوں یورپ کی سی صنعتیں اور مصنوعہ چیزیں ہماری سر زمین میں نہیں بن سکتی ہیں ؟

اس سوال کا ہمیشہ ایک ہی جواب رہا ہے اور جس وقت سے سوال ہے اس وقت سے وہ جواب بھی موجود ہے - صنعت و حرفت کی کنجی تجربہ ' کوشش ' سرمایہ ' اور سرمایہ کے صحیح استعمال میں پوشیدہ ہے - اگر ہندوستان بھی انہی اصولوں سے کام لے اور تجربہ کی راہ میں اولوالعزمانہ قدم رکھے تو وہ سب کچھہ کر سکتا ہے جو یورپ ' امریکہ ' اور جاپان میں ہو رہا ہے !

اس جواب کی صداقت کا عملی ثبوت " ونگون سوپ ورکس " یعنی صابون سازی کا کارخانہ واقع رنگون ہے - اس کارخانے نے کافی سرمایہ لگا کر اور جدید علمی و صناعی اصولوں سے کام لیکر صابون بنانے کا کام جاری کیا اور جاپان کے ماہرین کیمسٹری سے مدد لی - اسکا نتیجہ ہمارے سامنے ہے - بہترین ' خوشبودار ' خوش رنگ ' مفید رنگ و جلد ' اور بالکل بے ضرر صابون مثل ولایتی صابونوں کے بننے لگے ' اور تھوڑے ہی عرصے میں اسکا غلغلہ دور دور تک پہنچ گیا -

اگر آپ کے دل میں ملکی صنعت و حرفت کا درد ہے ' تو کیا یہ ضروری نہیں کہ آپ اس کارخانے کے صابونوں کو ولایتی صابونوں پر ترجیح دیں ' جب کہ چیز ویسی ہی اور قیمت میں ارزانی ہے ؟

اس کارخانے کا صدر دفتر " مکان نمبر ۱۶ - گلی نمبر ۳۸ - رنگون " ہے اور اسکی ایک شاخ کلکتہ کیننگ اسٹریٹ - میتھ بلڈنگ ' نمبر ۳۴ " میں موجود ہے - کم سے کم ایک بار تجربہ تو کیجیے اور دیکھیے کہ خود اپکے ملک میں بھی کیا کچھہ ہو رہا ہے مگر آپکی بے التفاتیاں اور یورپ کی پرستش ہے جس نے ملکی صنعت و حرفت کا دروازہ بند کردیا ہے !

مذاکرہ علمیہ

التحـــول الفجـــائي

یعنـي

(MUTATION)

(۲)

(اعصار تغیرات)

ان دونوں قانونوں کو صحیح تسلیم کرنے بعد بھي ایک سوال رہجاتا ہے - یعنی یہ تمام تنوع و تعدد کتنے عرصے میں ہوا ؟

ڈارون نے مدت کي تعیین نہیں کي تھي اسلیے تقدیر و تخمین کے سامنے ایک غیر محدود میدان پڑا تھا مگر تھوڑي ھي دور کے بعد عمر زمین کي آخري سرحد ملجاتي تھي -

علماء طبقات الارض زمین کي جو عمر تجویز کرتے تھے' وہ ان کثیر التنوع اور سست رفتار تدریجي تغیرات کے لیے ناکافي معلوم ہوتي تھي - اسلیے قدرتي طور پر دو صورتیں پیدا ہوگئي تھیں :

(۱) زمین کي عمر کا تخمینہ غلط ہے -

یہ صورت قرین قیاس اور دلائل و براھن سے بے نیاز تھي - اسلیے عموماً یہي اختیار کي گئي اور علماء ارض نے اپنے تخمینہ کے حدود وسیع کرکے سو ملین سال تک مدت عمر ارض وسیع کردي -

(۲) یہ مانا جاے کہ جسطرح مخصوص حالات کے بعد ایک فرد سے دوسري مختلف فرد پیدا ہوجاتي ہے' اسیطرح مخصوص حالات کے بعد ایک نوع سے دوسري مختلف نوع پیدا ہوگئي ہے -

' اس اجمال کي تفصیل یہ ہے کہ جسطرح نوع مجموعہ افراد کا نام ہے' اسیطرح فرد مجموعہ حویصلات کا نام ہے - حویصلہ کي تعریف تم پڑھ چکے ہو - یعنی وہ ابتدائي کرۂ حیات جس سے بتدریج جنین بنتا اور پھر حیوان کي شکل اختیار کرتا ہے - ان حویصلات میں سے ہر ایک حویصلے سے ایک اور حویصلہ پیدا ہوتا ہے - پہلا حویصلہ مرجاتا ہے' دوسرا حویصلہ اسکي جگہ لے لیتا ہے - اچھے پیشرو کي طرح اس حویصلے سے بھي ایک اور حویصلہ پیدا ہوتا ہے - یہ بھي مرجاتا ہے اور اسکي جگہ نو پید حویصلہ لیلیتا ہے - غرض اسیطرح حویصلات کي موت و پیدایش کا سلسلہ جاري رہتا ہے (۱) پس فرد و نوع دونوں مستقل بالذات کوئي شے نہیں ہیں' بلکہ اول الذکر حویصلات اور ثاني الذکر افراد کے مجموعہ کا نام ہے -

پس جسطرح یہ ممکن ہے کہ ایک مجموعۂ حویصلات (فرد) سے دوسرا مجموعہ حویصلات اسطرح پیدا ہوجاے کہ دونوں میں نمایاں اختلاف ہو' اسیطرح یہ بھي ممکن ہے کہ ایک مجموعہ افراد (نوع) سے دوسرا مجموعہ افراد (نوع) اسطرح پیدا ہوجاے کہ دونوں میں امتیاز واضح ہو - اور نیز جسطرح مجموعۂ حویصلات میں اختلاف کے لیے یہ ضروري نہیں کہ بتدریج و بدفعات پیدا ہو' اسیطرح مجموع افراد میں بھي اختلاف کے لیے اس قید کي کچھہ ضرورت نظر نہیں آتي -

(التحول الفجائي)

اسي مقام سے نظریہ "تحول فجائي" پیدا ہوتا ہے' اور اس مضمون میں ہمارا اصلي مقصود یہي جدید نظریہ ہے -

لفظ تحول "حول" سے ہے - حول کے معنی "تغیر الشي و انفصالہ عن غیرہ" کے ہیں یعنی کسي چیز میں ایسے تغیر کا ہونا کہ وہ کسي دوسري چیز سے بالکل الگ ہوجاے - مذہب ڈارون کي بنیاد اس اعتقاد پر ہے کہ مختلف موثرات و گرد و پیش کي بنا پر بتدریج تغیرات پیدا ہوتے ہیں اور پھر وہ یہاں تک بڑھ جاتے کہ بالکل ایک مختلف نوع پیدا ہوجاتي ہے - پس ایسے تغیر کیلیے صحیح ترین لفظ عربي میں "تحول" ہے -

لیکن کیا حسب مذہب ڈارون ہمیشہ یہ تحول بتدریج ہوتا ہے یا کبھي ایسا بھي ہوسکتا ہے کہ بغیر کسي بڑي علم الارضي یا طبیعیاتي مدت کے یکایک ہوجاے ؟ تحول فجائي اسي دوسرے پہلو کا نام ہے - "فجائي" یعنے یکایک' اچانک -

یہ صورت ایک زمانے تک محض اجمال کي حد تک رہي' سب سے پہلے ہالینڈ کے ایک عالم نباتات پروفیسر دي ویریس نے اس اجمال کو علمي مسئلہ کي صورت میں بہ تفصیل پیش کیا -

دنیا کے تمام اکتشافات و اختراعات قریباً اتفاق و بخت کي رہنمائي سے ہوے ہیں - پروفیسر دي ویریس نے امسٹردم کے باغ میں ایک دفعہ سو قسم کے بیج بوے' اور نہایت احتیاط کے ساتھہ انکي نگراني شروع کي - جس پودے میں اصلي درخت سے ذرا بھي اختلاف نظر آتا تھا' اسکے گرد ایک احاطہ کردیتا تھا تاکہ ایک پودہ دوسرے پودے سے ملنے نہ پاے' اور یہ شبہ نہ ہو کہ یہ اختلاف متعدد پودوں کے باہم ملنے کا نتیجہ ہے -

یہ سلسلہ عرصہ تک جاري رہا' یہاں تک کہ پروفیسر موصوف نے دیکھا کہ بعض درخت اپنے ہم نوع درختوں سے اسقدر علحدہ ہوگئے کہ انکو مستقل نوع یا کم از کم مستقل صنف کہنا بیجا نہ تھا -

ایک درخت ہے جسکے پتوں کي قطع گدھے کے کان سے ملتي ہوئي نظر آتي ہے - یہ درخت امریکن نژاد ہے - سنہ ۱۶۱۳ع میں امریکہ سے ہالینڈ لایا گیا - یہاں کي آب و ہوا سازگار ہوئي' اور جنگلوں اور باغوں' دونوں مقامات میں پیدا ہونے لگا - سنہ ۱۸۷۵ع میں دیکھا گیا کہ شہر بلورھم کے اطراف میں یہ درخت بکثرت پیدا ہوا' بڑھا' اور اتنے گونہ گون اقسام پیدا ہوگئے' گویا اسوقت یہ خطہ علم طبقات الارض کے دور اول میں ہے' اور نئے نئے اصناف پیدا ہو رہے ہیں !

---

(۱) حویصلات کا نظریہ دلچسپ اور علمي حیثیت سے نہایت اہم ہے - مگر اجمال ناکافي ہے اور تفصیل کا موقع نہیں - مراد پیش نظر ہے - بشرط فرصت انشاالله تعالی اس نظریہ پر بھي مفصل بحث کي جائیگي - اس مضمون میں اصل نظریہ کي تشریح اور دلائل کے علاوہ اس پر بھي بحث کي جائیگي کہ حکماء اسلامیہ کے مشہور و معروف مسئلہ تجدد امثال اور اس نظریہ میں کچھہ فرق ہے یا نہیں ؟ اگر ہے تو کسقدر ہے ؟ منہ

دي ويريس نے جو درخت لگائے تھے ' انميں ايک درخت يہ بھي تھا - سنہ ۱۸۸۶ع سے سنہ ۱۹۰۰ع تک وہ برابر اس درخت کو لگاتا رہا - پہلے ہي سال يعني سنہ ۸۷ع ميں جو درخت نکلے ' وہ اصل سے مختلف الشکل تھے - دوسرے سال سنہ ۸۸ع ميں جو درخت پيدا ہوے ' وہ نہ صرف اصل سے مختلف ہي تھے بلکہ خود انميں باہم اختلاف بھي تھا -

سنہ ۱۹۰۰ع ميں دي ويريس کے پاس اس درخت کے ۸۰۰ پودے تھے جنکي ترتيب و تقسيم کے بعد مختلف ۷ - اصناف پيدا ہوتے تھے - يہ ياد رکھنا چاہيے کہ يہ ۸ سو پودے ايک ہزار پودوں ميں سے منتخب کيے گئے تھے - اس حساب سے تحول نجائي کا اوسط ۲ - ۱۱ في صدي ہوا -

ڈاکٹر رھالٹ چيرٹ کہتے ہيں :

" ميں نے سنہ ۱۸۹۸ع ميں ولايتي بيگن کي اکم نامي قسم کے ۲۴ درخت لگائے - پھول آنے سے پہلے ميں نے ان اور اکھاڑ کے اپنے چھوٹے پائيں باغ ميں لگاديا - وہاں درخت لگ گئے اور خوب پھلے پھولے - انميں جو پھل لگے وہ ويسے ہي تھے جيسے کہ انکي اصل ميں لگتے تھے - تنا تقريباً دو ميٹر کا لمبا مگر اتنا نازک اور پتلا کہ دوہرا ہو ہو کے زمين پر آ گيا تھا ' پتوں کا رنگ ہرا ' سطح پر جھرياں کم ' پھل کا قد ميانہ وضع ' شکل کروي مسطح اور عرض ميں کسيقدر مستطيل ' پر مغز ' خوش ذائقہ ' پکنے کے بعد رنگ سبزي سے قرمزي ہوجاتا تھا - قرمزي کے ساتھ کسيقدر زردي بھي ہوتي تھي - تمام پھل ايک ساتھ پکتے تھے - ان پھلوں ميں جو پھل سب سے اچھے تھے ' اُن ميں سے چند پھلوں کے بيج ليکے ايک کيسے ميں رکھ ليے - دوسرے سال جب فصل آئي تو ميں نے پھر يہ بيج بوے - مجھے انتظار تھا کہ ايک بھي اکم کے بيگن پيدا ہونگے - کيونکہ ميں نے نہايت عمدہ پھلوں کے بيج پوري احتياط کے ساتھ محفوظ رکھے تھے اور کوشش کي تھي کہ ان ميں دوسري قسم کا ايک بيج بھي ملنے نہ پاے - پھر جس جگہ يہ بيج بوے گئے تھے ' وہاں اور کوئي درخت بھي نہ تھا - با ايں ہمہ جب انکي کلي پھوٹي تو اصل سے بالکل مختلف تھي ' بڑھي تو تنا سيدھا ' مگر بلندي ايک اور ثلث ميٹر سے زيادہ نہ تھي - شاخ کم اور سخت ' لچک ندارد ' پتے سبز تھے مگر عريض و گنجان اور سطح پر شکنيں ' پھل کي شکل اصلي پھل سے ہمشکل تھي مگر ذائقہ اور رنگ ديگر ' سرخي اور لذت دونو زيادہ ' مگر زردي مفقود - ميں سمجھا کہ نہ تو يہ بيگن کي کوئي قسم ہے اور نہ اکم کا درخت ' ميري غفلت سے غالباً بيج ضائع ہوگئے اور يہ کوئي دوسري ہي چيز ہے جو اکم کي جگہ بو دي گئي -

پھر سنہ ۱۹۰۰ع ميں ميں نے فلاڈ سيد اسٹور (مخزن تخم) سے اکم کے بيج خريدے - يہ بيج ان درختوں کے تھے جو بنسلوانيا ميں بوے گئے تھے جہاں سے ميں نے پہلے اکم کے درخت ليے تھے - يہ بيج بڑھے ' درخت بھي اگے - مگر ان درختوں سے بالکل مختلف جن کے حالات پہلے بيان کيے جا چکے ہيں - يہ ياد رکھنا چاہيے کہ ان درختوں کے گرد و پيش ولايتي بيگن کي کسي اور قسم کا ايک درخت بھي نہ تھا -

جيسا کہ ميں نے پہلي دفعہ کہا تھا اس بار بھي نہايت احتياط کے ساتھ بہترين پھلوں کے بيج رکھ ليے اور دوسرے سال بوے - مگر حيرت و صد تعجب ! کہ ايک بھي سنہ ۱۸۹۹ع کي طرح شاخيں ' پتے ' پھول ' سب کچھ اصل سے مختلف اور سنہ ۹۹ع کے درختوں اور پھلوں سے مشابہ نکلے ! اس مرتبہ اسکي وجہ ميں اپني غفلت کو نہيں قرار ديسکتا تھا کيونکہ بيجوں سے ليکے پھل کے آنے تک تمام کام ميں نے خود کيے ' اور اسي توجہ و اعتناء کے ساتھ جيسا کہ ميں تمام تجارب علميہ ميں کرتا ہوں - يہ اختلاف ہر بيج ميں تھا ' اور ايک درخت بھي اپني اصل کي طرح نہ تھا -

مجھے يقين ہوگيا کہ اب يہ دوسري قسم پيدا ہوگئي ہے - ميں نے اس کا نام راسٹنگز رکھا ہے - يہ قسم رنگ و ذائقہ اور برگ و بار دونوں ميں اپني اصل سے مختلف ہے "

غرض پروفيسر دي ويريس اور ڈاکٹر رھالٹ کے تجارب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آفسنہ خيزي تخم سے وہ پھر بھي جو ڈارون ملانا ہے ' بالکل ممکن ہے کہ ايک اصل کي بعض نوعيں بتدريج اصلي اصل سے مختلف ہوجائيں اور ايک مستقل نوع قرار دي جا سکيں -

(عالم حيوانات)

ان تجارب کا اثر صرف نباتات پر ہے ' اسلئے ان سے صرف نباتات ميں تحول نجائي کا ثبوت ملتا ہے - اب دوسرا سوال يہ ہے کہ آيا حيوان ميں بھي تحول نجائي ہوسکتا ہے ؟

يہ صحيح ہے کہ نباتات کي طرح حيوانات ميں بھي تحول نجائي کے وقوع کي کوئي شہادت قطعي و عيني موجود نہيں ' ليکن سوال يہ ہے کہ

(۱) کيا تحول نجائي ممکن ہے ؟

(۲) کيا تحول نجائي محض احتمال ہے ' يا اس حد سے گذر کر واقعہ کي صورت ميں بھي نہيں آچکا ہے ؟

(۳) حيوانات ميں اسکے وقوع کے ليے کوئي امر مانع ہے ؟

(۴) طبقات الارض کے درس و مطالعہ سے کيا معلوم ہوتا ہے ؟

نباتات ميں تحول نجائي کے متعلق ہم جسقدر لکھ چکے ہيں ' اس سے اندازہ ہوگيا ہوگا کہ اول الذکر دو سوالوں کا جواب اثبات ميں ہے - البتہ وقوع کي شہادتيں ابھي اس ثبوت تک نہيں پہنچي ہيں کہ يہ نظريہ اپنے آخري دور اذعان تک پہنچ جاے -

تحول نجائي کے ماننے ميں پس و پيش اس بنا پر تھا کہ اسکا مظہر کون ہے ؟ بلکہ اس بنا پر تھا کہ آيا وہ في نفسہ ممکن الوقوع بھي ہے يا نہيں ؟ اور اگر ہے تو اسکے وقوع کا کيا ثبوت ہے ؟ اسليے جب نباتات ميں اسکے وقوع کا ثبوت ملچکا ہے تو اب حيوان ميں اسکے امکان کا سوال نہيں رہا بلکہ ثبوت وقوع کا سوال سامنے آگيا ہے -

فرانس کے ايک مشہور حکيم طبيعي و سيو داسترے کے حال ميں اس موضوع پر نہايت تفصيل سے بحث کي ہے جس کا خلاصہ رسالہ سائنٹفک امريکن ميں شائع ہوا ہے - اس بحث کے ذکر سے پہلے زمين کے مختلف طبقات کو سمجھ لينا چاہيے - چونکہ طبقات ارض کا ذکر عرضاً آگيا ہے ہم صرف اصل نظريہ کے ذکر پر اکتفا کرينگے -

(طبقات ارضيہ)

يہ مشتعل و ملتہب اجرام جنکو فلکيات ميں " شموس " يعني سورج کہتے ہيں ' تمام سياروں کے وجود کا سرچشمہ ہيں - قانون اشتعال کي بنا پر يہ اجرام بڑے بڑے دھکتے ہوے گولے اچھالتے رہتے ہيں - يہ گولے تھوڑي دور جاکے پھر واپس آجاتے ہيں اور انہي ميں گر پڑتے ہيں ' يہ اجرام پھر انکو اچھالتے ہيں اور وہ پہلي مرتبہ کيطرح پھر واپس آجاتے ہيں - يہ سلسلہ دائم جاري رہتا ہے -

يہ اجرام اپنے محور پر گردش کرتے رہتے ہيں - اسي حالت ميں اتفاق سے کبھي کوئي ايسا واقعہ پيدا ہو جاتا ہے جسکي وجہ سے کوئي گولہ ان اجسام ميں سے نکلجاتا ہے اور پھر نہيں واپس نہيں آتا - اسي وقت اس ثبوت کے بعد ايک مخصوص دائرہ پيدا ہو جاتا ہے ' اور وہ گولہ مستقل طور پر اس دائرہ ميں دائم الانتظام گردش کرنے لگتا ہے -

تمام سياروں کي طرح زمين بھي آفتاب کے جسم کا ايک ٹکڑا ہے اسي انفصال و انقطاع کي صورت وہي صورت ہے جو ابھي ہم نے بيان

ہی ہے - ابتدا انتظام میں یہ شعلۂ مجسم تھا - فضاء محض میں گردش کا اقتضا یہ تھا کہ اسکی حرارت نکلے' خروج حرارت کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ جسم میں برودت پیدا ہو' برودت اپنے ساتھ انجماد لاتی ہے - نتیجہ جب اسکی حرارت نکلی تو اسمیں انجماد شروع ہوا' اور اس سیال مادے کے بالائی حصہ پر ایک سطح منجمد نمودار ہوئی (انجماد قشری یعنی ایسا انجماد جسمیں چھلکا یا طبقہ بالائی ملائم ہو) یہ قشر باریک تھا اور ان مواد سے تیار ہوا تھا جو پگھلے ہوئے بہتے پھرتے تھے - یہی قشر یا سطح منجمد زمین کا طبقۂ اولی کہلاتی ہے -

طبقۂ اولی کے نیچے ایک آتشکدہ تھا کہ برابر جل رہا تھا - بخارات پیدا ہوئے اور اس طبقہ کے مسامات کی راہ سے نکلکر بلند ہوگئے - اوپر جاکے ان کے اندر اور اوپر سے ٹھنڈا پیدا ہوئے' ان دونوں میں ارتباط کے قابل جو اجزا تھے' وہ نتیجے پہنچکے' اور ایک دوسرا طبقہ تیار ہوگیا - اس طبقہ میں حیوانات کے بقایا و آثار اور مختلف اقسام کے پتھر بھی پائے جاتے ہیں - یہ طبقہ ثانیہ کہلاتا ہے -

اسکے بعد ایک اور طبقہ ہے - یہ طبقہ مختلف قسم کے پتھروں سے مرکب ہے - اسکو طبقۂ ثالثہ کہتے ہیں - اسکے بعد وہ طبقہ ہے جسکو طبقۂ رابعہ کہتے ہیں' اور جسکے متعلق موسیو داسترے نے اپنے مضمون میں دعوی کیا ہے کہ حیوانات میں تحول فجائی علم الارض کے دور اولین میں ہوا تھا -

موسیو داسترے نے اس دعوی پر ان بقایا و آثار سے استدلال کیا ہے جو طبقۂ اولی کے کنوؤں کے درس و نظر (اسکنی) کے وقت نظر آتے ہیں -

ان خندقوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی تمام انواع حیوان اسرعت سے نہ تھے تھوڑے عرصہ کے اندر پیدا ہوگئے تھے کیونکہ طبقۂ اسفرومہ باریک ہے کہ اسکی ساخت کے لیے طویل زمانے کی ضرورت نہیں -

تاریخ طبیعی (نیچرل ہسٹری) میں ایک اصطلاح زحافات یعنی (Reptiles) کی ہے - زحافات سے مراد وہ حیوانات ہیں جنکے جسم کا دوام ہدی اور تھدے خون سے ہوتا ہے -

زحافات عالم الارض کے دور ثانی میں پیدا ہوئے ہیں - انکے بقایا کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انکے اندر غیر معمولی تنوع و اختلاف تھا - بعض بلی سے بھی چھوٹے تھے - بعض ہاتھی سے بھی بڑے - بعض گوشت کھاتے تھے - بعض نباتات - بعض پانی میں رہتے تھے - بعض خشکی میں - بعض دو پیروں پر چلتے تھے - بعض چار پر - یہ تنوع اور اختلاف اگر اسی تدریج کے ساتھ ہوا ہے جو داروین مانتا ہے' تو اسکے لیے ایک غیر معمولی طویل مدت چاہیے مگر جیسا کہ اس طبقہ کے درس سے معلوم ہوتا ہے' وہ کسی غیر معمولی و طویل مدت کی جگہ بہت ہی کم مدت میں تیار ہوا ہے -

موسیو داسترے ان تمام نظریات کو پیش کرکے استدلال کرتے ہیں کہ :

" اس طبقہ ارضی کے حالات سے تحول فجائی پر استدلال کیا جاسکتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ طبیعۃ کا اصول تخلیق صرف تدریج ہی کا پابند نہیں - جب نباتات کے علاوہ حیوانات میں بھی اسکا سراغ ملتا ہے تو پھر اس نظریہ کی تضعیف کی کوئی وجہ ہم نہیں پاتے' اور ہم کو اس وقت کا انتظار کرنا چاہیے' جب تحول فجائی بالکل قطعی حد تک پہنچ جائیگا "

(استدراک)

تحول فجائی کے مسئلہ کو اس قدر تشریح و تفصیل سے ہم نے کیوں لکھا ہے ؟ اور کیا مقاصد اسکی تحریر سے پیش نظر ہیں ؟ انکو ہم آیندہ بسلسلۂ " بقاء حق و فناء باطل " لکھینگے جسکا سلسلہ جاری ہے - یہاں صرف چند اشارات کر دیتے ہیں :

(۱) قانون نشوء و ارتقاء اور مذہب داروین کی بنیاد قانون تدرج تخلیق و نشوء پر ہے - یعنی کوئی چیز دنیا میں یکایک نہیں پیدا ہو جاتی - بتدریج مختلف دوروں سے گذر کے ایک انتہائی نقطہ تک پہنچتی ہے' اور یہی تحول تدریجی ایک نوع کو دوسری نوع میں بدل دیتا ہے - یہ قانون بالکل صحیح ہے اور ہمارا روزانہ مشاہدہ بھی اسکی تصدیق کرتا ہے' لیکن جو عموم و اطلاق اسمیں پیدا ہوگیا ہے' اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مذہب کی بعض تعلیمات کے متعلق مدعیان علم کو شبہات پیدا ہونے لگے ہیں -

(۲) کہا جاتا ہے کہ بغیر تدریجی تخلیق و نشوء کے کوئی تخلیق و تبدیلی نہیں ہو سکتی - تمام انقلابات مادیہ کا یہی حال ہے - پس اگر مذہب کسی موقعہ پر اچانک اور ناگہانی تغیرات و تخلیقات کی خبر دیتا ہے تو وہ قابل تسلیم نہیں -

(۳) ہم سرے سے اس اصول ہی کو تسلیم نہیں کرتے کہ حق و باطل اور علم و جہل کا معیار انسانی ظن و تخمین اور اسکے قیاسی نظریات ہیں - ظن اور شک کا مقابلہ کبھی اُس کتاب الٰہی سے نہیں ہو سکتا جسکا دعوا یہ ہے کہ میرے پاس ظن نہیں بلکہ یقین ہے' اور جو سب سے پہلی معرفی اپنی ان لفظوں میں کراتی ہے کہ :

لاریب فیہ (آغاز بقرہ)	اس کتاب میں شک و شبہہ کو دخل نہیں -

تاہم جن لوگوں کے ایمان و یقین کا سر رشتہ انسانی ظن و تخمین کے ہاتھ میں ہے' وہ اگر چاہیں تو بغیر اپنے اصول سے انحراف کرنے کے اعلانات قرآنیہ کو بھی تسلیم کر سکتے ہیں - یہی نظریۂ تحول فجائی ہے جو بکسر داروین کے قانون نشو و تدرج کے خلاف و تنوع کی شہادت دیتا ہے' اور یہاں تک پہنچ چکا ہے کہ نباتات و حیوانات میں بغیر تدریج کے تھوڑے ہی عرصے کے اندر تحولات و انقلابات ہو جا سکتے ہیں - پھر جب غیر تدریجی تحول کا اعتراف شروع ہوگیا تو قانون تحول تدریجی کا عموم کہاں رہا ؟ اور جب نظریۂ داروین اس حد تک پہنچ گیا کہ اسکی بنا پر ایک ایسی کتاب کو جھٹلایا جائے جو دعوا کرتی ہے کہ میں ظن و تخمین و نظریات نہیں ہوں - برہان و یقین اور بصائر و " لاریب فیہ " ہوں ؟ اور جسکا لانے والا اعلان کرتا ہے کہ :

ھذہ سبیلی ادعو الی اللہ علی بصیرۃ انا و من اتبعنی (آخر یوسف)	یہ ہے میری راہ - میں اللہ کیطرف اس یقین و علم کی بنا پر بلاتا ہوں جو مجھے حاصل ہے -

اس نظریۂ تحول فجائی سے (جو گو ابھی اپنی ابتدائی منزل میں ہے مگر نہیں معلوم آگے چلکر کیا کیا مزید معلومات اس بارے میں حاصل ہونے والی ہیں) سے شمار نتائج و بصائر سامنے آتے ہیں - ازانجملہ قرآن حکیم کی اس آیۃ کی تفسیر کرو :

اولیس الذی خلق السمٰوات والارض بقادر علی ان یخلق مثلھم ؟ بلی وھو الخلاق العلیم انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ " کن " فیکون (اخر یاسین)	کیا وہ خدائے حکیم جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا' اسپر قادر نہیں کہ انکے مانند پیدا کردے ؟ بلا شبہ قادر ہے اور وہ سب سے بڑا قوۃ خالقیت و مکونیۃ رکھنے والا اور صاحب علم ہے - اسکی قدرت و خاصیت کا تو یہ حال ہے کہ جب وہ کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اسکے لیے حکم دیتا ہے کہ " ہو جا " اور بس وہ ہوجاتی ہے -

فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شیء و الیہ

مدارس اسلامیہ

جامع ازہر

(۲)

(طریق درس)

جامع ازہر میں اعلیٰ اور ادنیٰ درجہ کی حیثیت سے تقسیم نہیں ہے ' اور نہ ایک درجہ کے لیے الگ الگ کمرے ہیں ' وہی جامع مسجد کا صحن بھی ہے اور وہی درسگاہ بھی ہے - صحن مسجد میں پتھر کا فرش ہے - اسی پر طلبہ بیٹھتے ہیں' اور ہر مدرس کے لیے ایک ستون مخصوص ہے - عموماً مدرسین بھی اُسی ستون سے ٹیک لگا کر فرش پر بیٹھ جاتے ہیں اور کبھی کبھی اُن کی نشست کرسی پر بھی ہوتی ہے - جب کوئی مدرس درس دینا چاہتا ہے تو ستون سے تکیہ لگا کر قبلہ رخ بیٹھ جاتا ہے - طلبہ گرد حلقہ باندھکر چار زانو ہو جاتے ہیں' ہر طالب علم کے ہاتھ میں کتاب ہوتی ہے - شیخ کے سامنے بھی کتاب ہوتی ہے - جب استاد درس شروع کرنا چاہتا ہے تو پہلے بسم اللہ اور حمد و نعت پڑھکر رسول اللہ صلعم پر درود و سلام بھیجتا ہے - اس سے فارغ ہوکر اکثر تو خود اور کبھی کبھی طلبہ سے کتاب کی عبارت پڑھواتا ہے اور پھر اُسکی تفسیر کرتا ہے - کتاب کا مطلب بیان کرنے میں ایک لفظ کتاب سے باہر نہیں جاتا - یہاں تک کہ مثال پیش کرتے وقت بھی اسکا خیال رہتا ہے کہ مثال کتاب سے باہر نہو - اسی وجہ سے ازہر میں سو برس پہلے جو درس دیا جاتا تھا ' وہی بعینہ لفظ بلفظ آج بھی دیا جاتا ہے - طلبا استاد کی تقریر کو قلمبند نہیں کرتے - ہاں اثنائے تقریر میں اگر وہ کچھ نہ سمجھے ہوں یا اُس مسئلہ پر کوئی اعتراض پیدا ہوتا ہو تو استاد سے پوچھ سکتے ہیں اور استاد خوشی سے اُنکی غلط فہمی دور کردیتا ہے' اثنائے درس میں اگر طالب علم قانون اخلاق کی خلاف ورزی کرے تو اساتذہ چشم نمائی کرسکتے ہیں' اور عموماً اشارہ و کنایہ میں اسکی غلطی پر تنبیہ کی جاتی ہے -

استاد آخر میں سورۂ فاتحہ پڑھکر درس ختم کر دیتا ہے اور رخصت ہوتے وقت ہر طالب علم اُٹھ اُٹھ کر استاد کے ہاتھ کو بوسہ دیتا ہے اور اُن سے دعائے خیر کی درخواست کرتا ہے -

پہلے اساتذہ مسائل کی مشق نہیں کراتے تھے مگر فرمان خدیوی مصدرہ ۲۰ محرم سنہ ۱۳۱۴ کی رو سے اب مشق مسائل بھی ضروریات درس میں سے شمار کی جاتے لگی ہے -

ازہر میں تعین اوقات کے لیے کوئی پروگرام نہیں ہوتا مگر روزمرہ کا معمولی پروگرام یہ ہے :

طلوع آفتاب سے پہلے	تفسیر و حدیث -
طلوع کے بعد سے	فقہ -
نماز ظہر کے بعد	نحو و صرف' معانی و بیان و بدیع' اصول فقہ -
نماز عصر کے بعد	حساب ' تاریخ ' جغرافیہ ' اور علوم جدیدہ -
بعد نماز مغرب	منطق' آداب البحث ' ہیئۃ ' فلسفہ -

یہ درس کی مجلسیں عموماً کم سے کم ایک گھنٹہ تک اور زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے تک قائم رہتی ہیں - معمولاً یہاں کے طلبا چار سبق پڑھتے ہیں - دو صبح اور دو شام - انقلاب موسم کی وجہ سے دن کے بڑھنے گھٹنے کا اسباق کی زیادتی و کمی پر بھی اثر ہوتا ہے - ازہر کے دور جدید میں اسکا بھی انتظام کیا گیا ہے کہ معمولہ بالذات علوم میں' علوم آلیہ سے زیادہ وقت صرف کیا جائے -

(مدت تعلیم)

جامع ازہر کی حیات وسطی میں مدت خواندگی کی کوئی تحدید نہ تھی ' اسلیے تحصیل علم کی علت غائی صرف شکم پروری خیال کی جاتی تھی' اور ازہر بحیثیت جامع (یونیورسٹی) ہونے کے فقیروں کا قلعہ بن گیا تھا - طلبا بچپن میں داخل ہوتے تھے اور مرکر نکلتے تھے - طلبا امتحان میں یا تو داخل ہی نہ ہوتے ' یا قصداً فیل ہوجاتے - یہ نہ فارغ ہوتے اور نہ مدرسہ سے نکلتا پڑتا - ازہر کی انتظامی مجلس نے اس مسئلہ پر کافی غور کرنے کے بعد یہ قانون جاری کردیا کہ جو طالب علم چند بار امتحان میں شرکت کرنے پر بھی امتحان میں ناکامیاب ہو' وہ ازہر سے خارج کردیا جائے - اسکے علاوہ اُنہوں نے مدت خواندگی کی بھی تحدید کی ' درجۂ عالم حاصل کرنے کیلیے کم سے کم بارہ برس اور زیادہ سے زیادہ ۱۵ - برس تک ازہر اُسکی اعانت کرسکتا ہے -

(امتحانات)

علوم قدیمہ کے لیے وہاں کوئی سالانہ امتحان نہیں ہے جس سے طلبہ کی تعلیمی استعداد اور مدرسین کی محنت و جانفشانی کا اندازہ ہوسکے ' یا جو ترقی درجات کا معیار بن سکے - طالب علم جب اپنے آپ میں خود ہی اوپر درجوں میں لیاقت محسوس کرتا ہے تو وہ ان درجوں کو چھوڑ کر آگے بڑھتا ہے ' اور یوں ہی بڑھتا ہوا اپنے خیال میں علم کی دشوار گذار راہ طے کر ڈالتا ہے -

علوم جدیدہ کا سالانہ امتحان لیا جاتا ہے - آخری تعلیمی منزل پر پہنچ کر ازہر کی یونیورسٹی اپنے طلبا کو تین قسم کے سرٹیفکیٹ (شہادت) تقسیم کرتی ہے ' وہ یہ امتحانات اور اسناد سنہ ۱۶۸۸ - سے جاری ہیں مگر شیخ الجامع کے عدم حسن انتظام کی وجہ سے انکا نظم کچھ اچھا نہیں رہا - سنہ ۱۳۰۰ - میں کچھ اصلاح کی گئی مگر وہ پہلے سے بھی زیادہ ناقص رہی - اسلیے سنہ ۱۳۱۴ - میں پھر امتحان کے قواعد پر نظر ثانی کی گئی ' اور ان پر آج تک عمل درآمد ہوتا ہے -

یہ غیر سرکاری سند مدارس اسلامیہ ہند کی طرح اُس شخص کو دی جاتی ہے جس کے شیوخ ازہر سے معتبر نگاہیں رکھتی ہوں اور جس کی قابلیت و وسعت معلومات کا اچھا نمونہ پیش کیا ہو - اس سند میں اس بات کی شہادت دی جاتی ہے کہ اس نے ازہر میں تعلیم پائی ہے ' علوم و فنون میں ماہر ہے ' درس و تدریس اور افتا کا استحقاق حاصل ہے ' مہتمم ازہر اسمیں اتصال اسناد بھی لکھتے ہیں یعنی اس نے بخاری مجھسے پڑھی اور میں نے فلاں سے پڑھی ' اُس نے فلاں سے ' اور یوں ہی یہ سلسلہ امام بخاری تک ملادیا جاتا ہے - سند کا یہ قدیم طریقہ ہے - اسکے موجد محدثین ہیں - ہندوستان میں بھی یہ طریقہ رائج ہے - اس سند میں استاد کچھ تصدیقی بھی لکھ دیتے ہیں' جس میں قانون اور خوف خدا کی ہدایت کرتے ہیں - نیز لکھتے ہیں کہ جو کوئی معلوم کرے' اُسکی تعلیم قانون کے دو' مصلحت سرکاری میں یہ سند اچھی طرح کام نہیں دیتی -

(شہادۃ العالمیۃ)

یہ سند اُس طالب علم کو دی جاتی ہے جس نے مسلسل کم سے کم ۱۲ - برس تک ازہر میں تعلیم پائی ہے - اور اُن تمام علوم کو حاصل کیا ہو جو ازہر میں پڑھائے جاتے ہیں - اس امتحان کا طریقہ یہ ہے کہ کم سے کم اُٹھ سن بے شیخ الجامع

(تسلسل) اُن مضامین کی تعیین کرنے طالب علم کو اطلاع دیتا ہے جس میں امتحان لیا جاتا ہے - امتحان کے دن شیخ الجامع کی زیر صدارت مجلس امتحان منعقد ہوتی ہے جس میں علما و اساتذہ ہوتے ہیں - ہر ممبر کو امتحان دینے والے طالب علم سے مضمون کے متعلق ہر قسم کے سوالات دریافت کرنا ہوتا ہے - اسوقت طالب علم اپنے کو ایک مدرس اور معلمین کو سامع کی حیثیت سے خیال کرکے اُن سوالات کا جواب دیتا ہے ' اور یوں حسب حیثیت اول ' دوم ' سوم ' درجہ میں عالمیت کی سند دی جاتی ہے - اس سند پر خدیو معظم کے بھی دستخط ہوتے ہیں ' اور بعض ممتاز کامیاب طالب علموں کو اسکے ساتھ خلعت بھی دیا جاتا ہے - اس سند کے حاصل کرنے والے طلبہ جامع ازہر اور مصر کے دیگر مدرسوں میں ہر قسم کی تدریس کے علاوہ مصری محکمہ قضا شرعی اور افتا کی خدمات سے بھی مستفید ہوسکتے ہیں -

(شہادۃ الاہلیۃ)

یہ امتحان کا سب سے اعلیٰ پیمانہ ہے - اس سارٹیفکٹ کے حاصل کرنے والے طلبہ وہ ہیں ' جنہوں نے کم سے کم آٹھ سال تک مسلسل ازہر میں تعلیم حاصل کی ہے - اس امتحان کے دینے والے طلبہ پہلے شیخ الجامع کی ماتحتی میں تین علما مقرر کیے جاتے ہیں جو ان کا امتحان لیتے ہیں - حسب حیثیت کامیابی کے بعد شہادۃ الاہلیہ کی سند دیجاتی ہے - اسپر شیخ الجامع کا دستخط ہوتا ہے - یہ طلبہ مساجد میں امام ' خطیب ' واعظ ' معلم ' نیز چھوٹے چھوٹے مکتبوں کے مدرس ہوسکتے ہیں -

ازہر ایک اور قسم کی سند اُن طلبا کو بھی دیتا ہے جنہوں نے ازہر میں تین سال تک پڑھا ہو - اس سند کا صرف اتنا نتیجہ ہے کہ یہ طلبا فوجی خدمت سے سبکدوش کردیے جاتے ہیں ' ان مذکورہ بالا امتحانات کی کوئی فیس نہیں لیجاتی -

(تعطیل)

جامع ازہر میں سالانہ تعطیلیں بھی ہوا کرتی ہیں اور اتنے علاوہ ہفتہ کے بعد دو روز کی معمولی تعطیلیں بھی ہوتی ہیں - گرمی کے موسم میں بھی دیڑھ مہینہ کی تعطیل ہوتی ہے بشرطیکہ رمضان ایام گرما میں نہ آیا ہو ' ان کے علاوہ اور بھی معمولی چھٹیاں بھی ہوا کرتی ہیں - مثلاً جب کوئی کوئی استاد انتقال کرتا ہے تو عموماً مدرسہ تین دن کیلیے بند ہو جاتا ہے ' طلبہ ان دنوں میں شب و ماتم کی مجلسیں منعقد کرتے ہیں - اس مجمع کی نشست وہیں پر ہوتی ہے جہاں پیشتر مرحوم استاد درس دیا کرتا تھا - فاتحہ خوانی کے بعد یہ مجمع منتشر ہو جاتا ہے - اسکے سوا چار ہفتوں تک نماز جمعہ کے بعد وہیں پڑھکر مرحوم مجید تلاوت کرتے ہیں اور اُسکا ثواب مرنے والے استاد کیلیے تحفہ بھیجتے ہیں -

(انتظامی مجلس)

جامع ازہر کے چونکہ آغوش سلطنت میں پرورش پائی ہے اسلیے اسکی ابتدائی زندگی ہی سے اسکا انتظام سلاطین و امرا کے متعلق رہا - یعنی اسکے ہاتھ میں مصر کی عدل حکومت ہوتی تھی پھر ازہر کا شیخ الجامع ہی آنریری پرنسپل بھی ہوا کرتا تھا - دوسری طرف یہ مذاہب اربعہ کے مشائخ اور شیوخ کا زمانہ اسکی معاملات کی نگرانی کرتے تھے ' مگر گیارھویں صدی میں سلطان زمانہ نے اپنی مناسب سمجھا کہ ازہر میں شیخ الجامع کا ایک نیا عہدہ مقرر کیا جائے جسے ہاتھ میں ازہر کی کل انتظامی مشاغل ازہر اور اساتذہ کا افسر کل قرار دیا [illegible] معزز عہدے کیلیے صرف علما مخصوص ہیں - اُن میں سے بھی صرف اُسی شخص کا انتخاب ہو سکتا ہے جو علم و فضل کی حیثیت سے فخر مصر ہو -

شیخ الجامع کے لیے یہ ضرور نہیں ہے کہ وہ کسی خاص مذہب کا ہو بلکہ مذاہب اربعہ میں سے ہر ایک کا انتخاب ہو سکتا ہے - اول اول جو عالم شیخ الجامع مقرر ہوئے تھے ' وہ امام ابو عبد اللہ تھے جو مالکی مذہب رکھتے تھے - سنہ ۱۰۹۰ ہجری سے سنہ ۱۱۷۱ھ تک یہ عہدہ علمائے مالکیہ ہی کے ہاتھوں میں رہا - سنہ ۱۱۷۱ سے سنہ ۱۲۸۷ تک علمائے شافعیہ اس خدمت کو انجام دیتے رہے ' اور سنہ ۱۲۸۷ سے علمائے حنفیہ بھی اس عہدہ کے فرائض ادا کرنے لگے -

پہلے دستور تھا کہ شیخ الجامع جب تک زندہ رہتا ' اس عہدے سے سبکدوش نہ کیا جاتا ' مگر سنہ ۱۲۷۷ میں یہ قاعدہ منسوخ ہوگیا -

جامع ازہر کے شیخ الجامع کا مصر میں وہ رتبہ اور عزت ہے ' جو خلفائے عباسیہ و بنو امیہ کے عہد میں قاضی القضاۃ کیلیے تھی ' یا آج دار السلطنتیہ اور ٹیونس میں شیخ الاسلام کو حاصل ہے - شیخ الجامع مصری علما کا سرگروہ تسلیم کیا جاتا ہے جسکو قوم کے شخصی معاملات میں بھی دخل دینے کا حق حاصل ہے -

مگر قاضی مصر سے اسکا درجہ کم ہے ' کیونکہ قاضی حضرۃ خلیفۃ المسلمین سلطان المعظم کی طرف سے مقرر ہوتا ہے اور شیخ الجامع کا انتخاب خود خدیو مصر کرتا ہے -

جب کسی کو شیخ الجامع ہونے کی عزت حاصل ہوتی ہے تو خدیو اپنے محل شاہی میں علما و فضلا کی بڑے ہی تزک و احتشام سے دعوت کرتا ہے اور آخر میں سلطنت مصر کی طرف سے شیخ الجامع کو خلعت فاخرہ سے ممتاز کیا جاتا ہے -

علاوہ سامان خورد و نوش کے شیخ الجامع کو ۱۰۵۰۰ روپیہ سالانہ مدرسہ کی طرف سے دیا جاتا ہے - پہلے ازہر کے اختیارات و انتظامات محض شخصی تصرف میں ہوتے تھے مگر سنہ ۱۳۱۲ میں اس کے لیے ایک انتظامی مجلس قائم کی گئی جسکے ارکان کی تعداد پانچ ہوتی ہے - ان میں سے ایک شیخ الجامع ہوتا ہے ' دو ازہر کے جلیل القدر اساتذہ ' اور دو حدیوی سلطنت کے با اثر حکام - آمدنی و خرچ کی حساب فہمی ' نصاب کی ترمیم ' ازہر کے لیے مفید قوانین کا بنانا ' ان کے فرائض میں سے ہے -

یہ ایک دھندھلی سی تصویر ہے اُس عربی یونیورسٹی کی جو آج غالباً دنیا کی سب سے قدیم یونیورسٹی ہے - جسکی پرانے در و دیوار سے مسلمانوں کی اگلی تہذیب اور علمی عروج کا اندازہ کیا جاسکتا ہے - اسوقت جامع ازہر کی عمر ۹۷۹ برس کی ہوچکی ہے - جامع ازہر کو چھوڑ کر مصر میں اور بھی بہت سے چھوٹے چھوٹے مدارس ہیں جنکی تعداد ۳۹۵ تک بیان کی جاتی ہے - ان مدارس میں ۱۱۹۰۲ طلبہ اسوقت تعلیم پا رہے ہیں اور ۷۷۱ علما ادبی درس و تدریس سے اُن مدرسوں کی رونق بڑھا رہے ہیں -

(اشتہار)

کلیات اکبر !

یعنی لسان العصر سید اکبر حسین صاحب پنشنر جج کی حیرت انگیز نظموں کا مجموعہ ' جسمیں سنجیدگی اور ظرافت کے پیرایہ میں زمانہ موجودہ کی خرابیوں کی دھجیاں اُڑائی گئی ہیں جسکے پڑھنے سے مذہبی و قومی جذبات میں بہت ترقی ہوتی ہے جسمیں تمام موجودہ مسائل کو عمدگی سے حل کیا گیا ہے جسکا ایک ایک شعر ایک پورا ارٹیکل ہے - علمدوست حضرات جلد طلب فرمائیں - لکھائی چھپائی عمدہ قیمت فی جلد - (دو روپیہ) علاوہ محصول ڈاک - ملنے کا پتہ محمد مبین صدیقی اوندرا - ڈاکخانہ بی بی پور - ضلع اعظم گڈھ (صوبۂ متحدہ)

۱ - مآثر الکرام - و سرو آزاد

مصنفہ

حسان الہند مولانا میر غلام علی آزاد بلگرامی پر

مولانا حکیم شمس اللہ قادری صاحب - ایم - اے - ایس - ایڈ
آر - ایچ - ایس عالم آثار قدیمہ کا

ریویو

علم تاریخ کی دو قسمیں ہیں - ایک وہ سلسلہ واقعات ہے کہ جس میں مختلف قوموں اور سلطنتوں کے عروج و زوال سے بحث کی جاتی ہے " اور جس کو عرف عام میں تاریخ یا ہسٹری کے نام سے تعبیر کرتے ہیں - دوسری قسم وہ ہے کہ جس میں کسی ملک و قوم کے افراد کا تذکرہ کیا جاتا ہے " اس کو اسماء الرجال یا بیوگریفی کہتے ہیں -

اسماء الرجال جس کو دوسرے الفاظ میں تذکرہ نویسی بھی کہتے ہیں کم و بیش اس قدیم ایام سے چلا آتا ہے - عبرانی " یونانی " رومی لٹریچر میں اس قبیل کی بہت سی کتابیں موجود ہیں - لیکن اُن میں زیادہ تر ملکی پہلوؤں کے نامی فرمانرواؤں یا اولیا و شہدا کے اشخاص و واقعات مضبوط ہیں - قرون وسطی میں مسلمانوں نے اِس فن کو اس قدر ترقی دی کہ جس کی نظیر دنیا میں نہیں مل سکتی - ان لوگوں نے تراجم " طبقات " وفیات و اعلان وغیرہ کے عنوانوں میں ہزاروں کتابیں لکھ ڈالیں " اور ان میں علماء و فضلا " شعرا " حکما " امرا وغیرہ وغیرہ غرض ہر طبقہ کے اعلیٰ و ادنیٰ آدمیوں کا تذکرہ قلم بند کر دیا - اس صرفہ پر یہ ظاہر ہو دیا بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ یہ تمام کارنامے ان مسلمانوں کے تھے جو بسلاد ایران " روم و شام و مصر میں رہتے تھے - برخلاف اس کے ہندوستان کے مسلمانوں نے اس کے ساتھ بہت بے اعتنائی سے کام لیا -

مسلمانان ہند کی تاریخ پانچویں صدی ہجری سے شروع ہوتی ہے - اس زمانے سے آخر مغل ایمپائر کے انحطاط تک ہندوستان کی مردم خیز خاک سے بڑے بڑے علما " فضلا اور نامی گرامی اہل کمال پیدا ہوئے ہیں - مگر افسوس ہے کہ ان کے حالات مصنفین کی بے اعتنائی سے اس طرح ناپید ہوگئے کہ اس وقت باوجود تلاش و تجسس کے بھی نہیں مل سکتے -

مولانا آزاد بلگرامی بارھویں صدی میں ایک نامی گرامی مصنف گزرے ہیں - انہوں نے اسماء الرجال میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں " اور موقعہ پر فخر کے ساتھ اس امر کا ذکر کیا ہے کہ یہ ہندوستان میں اسماء الرجال کے سب سے پہلے مصنف ہیں - چنانچہ اُن کی اصل عبارت یہ ہے :

" و پیش از من احدی آستین سعی بایں درجہ نہ شستہ و قمر خدمت بزرگان سلف و خلف بایں جد و جہد نہ بستہ " -

مولانا آزاد سے پہلے اگرچہ ملا عبد القادر بدایونی اور شیخ ابو الفضل - نعمت اللہ خان عالمگیری وغیرہ مورخین نے اپنی تاریخوں میں اپنے معاصرین کا تذکرہ بھی قلم بند کیا ہے - لیکن یہ تحریرات اس موضوع پر مستقل تصنیف کی حیثیت نہیں رکھتی ہیں - مولانا آزاد اسماء الرجال کو ایک مستقل فن قرار دیکر اس کے مختلف شعبوں پر متعدد کتابیں تصنیف کیں مثلاً :

تراجم علما میں سبحۃ المرجان " مآثر الکرام - تراجم شعرا میں یدِ بیضا - خزانۂ عامرہ - تراجم صوفیہ میں روضۃ الاولیا " شمعۂ طیبہ " وغیرہ وغیرہ - اس اعتبار سے اگر ہم یہ کہیں تو کچھ بیجا امر نہ ہوگا کہ مولانا آزاد بلگرامی ہندوستان میں اسماء الرجال کے سب سے پہلے مصنف ہیں -

مآثر الکرام اسماء الرجال کی ایک قابل قدر اور بیش قیمت کتاب ہے - علامہ مصنف نے اس کے دو حصے قرار دیئے ہیں - پہلے حصہ میں ان تذکرہ ہوا (۱۵۰) مشاہیر علما و صوفیہ کا تذکرہ قلم بند کیا ہے " جو دوم عالم سے لیکر بارھویں صدی ہجری کے خاتمہ تک سرزمین ہندوستان کے مختلف شہروں میں گزرے ہیں - دوسرا حصہ جس کا نام سرو آزاد ہے شعرا کے متعلق ہے - اس میں فارسی اور ہندی کے (۱۵۱) شعرا کا تذکرہ ہے - اور ہر ایک شخص کی نسبت وہ تمام باتیں درج کردی ہیں جو اس کی سوانح عمری کے لیے ضروری اور کار آمد ہیں - مثلاً خاندان " قوم " وطن " تعلیم و تربیت " تلمذ - اخلاق و عادات " تصنیف و تالیف وغیرہ اور ان کے ضمن میں بہت سے تاریخی واقعات و علمی نکات کا تذکرہ بھی آگیا ہے -

مصنف نے حصہ اول کو دو فصلوں پر مرتب کیا ہے - پہلی فصل میں اولیائے کرام کے حالات ہیں - دوسری فصل میں علما و فضلا کا تذکرہ ہے - ہر فصل کی ابتدا میں ایک تمہید ہے - پہلی تمہید میں ہندوستان میں مسلمانوں کے آنے اور اسلام کے اشاعت پانے کا ذکر ہے - اسی طرح دوسری تمہید میں اہل اسلام میں علوم و فنون کے پھیلنے اور خلفائے بغداد و اندلس کے مشاغل علمی کا بیان ہے -

حصہ دوم یعنی سرو آزاد کی ابتدا میں ایک مقدمہ ہے جس میں فارسی شاعری کی تاریخ بیان کی ہے - شعرا کے تراجم درج کرنے میں اور اس کے ضمن میں موقع بموقع شعر و سخن کے قیمتی نکات کا بھی تذکرہ کردیا ہے -

ان دونوں حصوں میں ایک خاص بات یہ ہے کہ اکثر مشاہیر دکن کے حالات بھی آگئے ہیں " اور نواب نظام الملک آصفجاہ اور انکے خاندان کا تذکرہ اس شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے کہ اُن کے ہم زمانہ تصنیفات سے کسی میں بھی نہیں مل سکتا -

بارھویں صدی کے نصف آخر میں جو حوادثات پیش آئے ہیں مصنف نے انکا ذکر نہایت عمدگی سے بیان کیا ہے " اور بعض باتیں تو ایسی لکھی ہیں کہ جو کسی دوسری تاریخ میں مشکل سے مل سکتی ہیں " اور جو حضرات تاریخ دکن سے متعلق رکھتے ہیں اُن کیلیے یہ حصہ (سرو آزاد) ایک لاجواب تحفہ ہے -

فن تراجم میں یوں تو ہندوستان میں بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں - لیکن ان میں صرف دو کتابیں ایسی ہیں جو ہر زمانہ میں عزت و رفعت کی نگاہوں سے دیکھی جاسکتی ہیں - ان میں ایک مآثر الامرا ہے جس میں ہندوستان کے بڑے بڑے وزرا " امرا اور عہدہ داروں کا تذکرہ منضبط ہے - دوسری کتاب مآثر الکرام اور اس کا حصہ دوم سرو آزاد ہے " جس میں علما " فقرا اور شعرا کے حالات لکھے ہیں " اور ہر ایک کا حال اس تفصیل سے درج ہے کہ اسی دوسری کتاب میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی -

مآثر الامرا کو بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کی عالم دوست جماعت نے مدت ہوئی کہ تین ضخیم جلدیں میں چھاپ کر شائع کردیا ہے - لیکن مآثر الکرام کے دونوں حصے ابھی تک گوشۂ گمنامی میں پڑے ہوئے تھے -

خدا بھلا کرے مولوی عبد اللہ صاحب کا کہ باوجود بے بضاعت ہونیکے اس کتاب کو نہایت اعلیٰ اہتمام سے چھپوایا " ہندوستان کی علمی تاریخ میں ایک قابل قدر اضافہ کیا ہے " اور تمام اہل ملک اور ان کے احسان کا مشکور ہونا چاہیئے - اور جو حضرات تاریخی مذاق رکھتے ہیں ان کے لیے یہ دونوں چراغ ہدایت کا کام دینگے -

پہلا حصہ (۳۳۴) اور دوسرے حصے کے (۴۲۲) صفحات ہیں " ان کی قیمت حسب ذیل رکھی گئی ہے :

مآثر الکرام	قیمت ۲ روپیہ	علاوہ محصول ڈاک
سرو آزاد	قیمت ۳ روپیہ	علاوہ محصول ڈاک

۲ - اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام

(یعنی اردو ترجمہ)

" پریوٹ پولیٹکل اینڈ سوشیل ریلیجنز آف دی مسلم ورلڈ "

مصنفہ

نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی مرحوم

پر مولوی محمد اختر صاحب کا ریویو

اس کتاب میں علامہ مصنف نے انگریزی سنہ ۱۸۸۳ع میں ایک یورپین عالم رابرٹ ملکمیشل کے اس اعتراض کی تردید میں کہ " مذہب اسلام مانع ترقی ہے " قرآن " حدیث " فقہ اور تاریخ سے نہایت عالمانہ طریق پر یہ ثابت کیا ہے کہ اسلامی روحانی " اخلاقی اور دنیاوی ترقی کا حامی " تغیر زمانہ کے ساتھ تمدن و سیاست کا ساتھ دینے والا اور زندہ ضرورت کے موافق ہر قسم کے قوانین کی بنیاد رکھنے کی صلاحیت رکھنے والا مذہب ہے - آخر کی نسبت جمود و جمود کے مذاق کی ہے - اسی ضمن میں اسلام کے متعلق دوسرے یورپین مصنفین مثلاً سر ولیم میور " سر ٹامس اسمتھ " پادری

مدد - سبیل وغیرہ کی غلط بیانیوں کی اصلاح بھی مشرقی اور مغربی حوالوں سے کی گئی ہے ' اور مدعا اسلامی مسائل متعلق معاشرت و سیاست پر عالمانہ بحث کی گئی ہے -

غرض کہ یہ کتاب اسلامی تمدن و سیاست کا خلاصہ ہے ' اور اس میں وہ مسائل جمع کیے گئے ہیں' جن پر ہزارہا اسلامی کتب کے مطالعہ کے بعد بھی یہ مشکل عبور ہوسکتا ہے - اور یہ بھی باعث مطالعہ سے خالی ہے کہ جو قیمتی معلومات اس مختصر کتاب میں جمع کی گئی ہیں وہ آج تک زبان اردو میں نہیں ملیںگی' جس کا اثرت نہایت مضامین کتاب ہدا سے ملیگا -

اس پر آشوب زمانہ میں جب کہ ہر طرف سے مسلمانوں کے تمدن و سیاست اور ان کے ملی و قومی اخلاق پر حملے کیے جارہے ہیں ' اور دکھایا جاتا ہے کہ اسکا وجود ارض کی تہذیب و شائستگی کے حق میں ایک بار ابر سد راہ ہے ' اس کتاب کا مطالعہ تمام علم دوست حضرات اور خصوصاً تعلیم یافتہ مسلمانوں اور بالخصوص ان حضرات کو بیحد مفید ہوگا' جنھوں نے محض حب اسلامی اور حب قومی سے اپنی زندگی مذہب اسلام کی حمایت کیلیے وقف کردی ہے ' اور جن کو رات دن یہ فکر دامنگیر رہتی ہے کہ مذہب اسلام کو ملی روشنی و تہذیب کا ساتھ دینے والا ثابت کیا جائے ' اور اس پر جو ناجائز حملے کیے جارہے ہیں' انکی مدافعت عالمانہ طور پر کی جائے - اس لحاظ سے یہ کتاب اسلامی مشنریوں کو نہایت اعلیٰ درجہ کے ہتھیار کا کام دیگی - کیونکہ علامہ مصنف نے اس کتاب میں اسلامی جوانوں سے کام نہیں لیا ' بلکہ ہر اعتراض کا جواب تحقیقی' اور قرآن و حدیث اور تعامل مسلمانان صدر اول اور تاریخ و فقہ اور متقدمین اسلام ' اور مسلمانوں کے زندہ زمانہ کی مثالوں سے دیا ہے - اور بالمقابل دوسرے مذاہب خصوصاً عیسائیت کے قانون اور فقہ کا ذکر کرکے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اسلام نے دنیا کی تہذیب و شائستگی کے حق میں کیا کیا ' اور مخالفین نے کیا -

کیونکہ مصنف نے زبردست دلائل سے ثابت کیا ہے کہ مذہب اسلام صرف سرزمین عرب اور خاص مسلمانوں کے حق میں ہی مفید نہیں ہے ' بلکہ وہ یہ آیۂ رحمت ہے جس پر تمام دنیا کی دینی و دنیوی فلاح منحصر ہے' اور اس کا نہیں ایسا پر حکمت ہے کہ ملک و قوم اور زمانہ کا ساتھ دے سکتا ہے ' اور اس طرح وہ ایک زندہ مذہب ہے ' اور رائے ملہم میکال کا اعتراض تاریخی شہادتوں کے بالکل خلاف ہے -

مرحوم مصنف نے اس کتاب کو دو حصوں پر تقسیم کیا ہے - پہلے حصہ میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ مسائل تمدن و سیاست پر بحث کی ہے ' جس میں جزیہ ' دار الحرب' دارالاسلام' حقوق ذمیان' شہادت غیر مسلمین' حقوق رعایا ' ارتداد و بغاوت ' مساوات اقوام غیر' عدم جواز جنگ و جدال از قرآن' مذہبی آزادی' تعمیر گرجا' معاہدوں کی پابندی' خلفاء اسلام کی تاریخی مساوات' قانون بین الاقوام وغیرہ کا تفصیلی ذکر ہے -

دوسرے حصہ میں مسائل معاشرت اور اسلامی روشنی میں دکھایا گیا ہے ' اور مسائل طلاق و نکاح ' تعدد زوجات ' اور غلامی و لونڈی پر مفصل بحث کی گئی ہے -

اس کے علاوہ حصہ اول کے شروع میں مصنف نے ایک مفصل مقدمہ بھی لکھا ہے - اس مقدمہ میں ان اہم امور پر بحث کی گئی ہے جو اسلامی فقہ کے اصل الاصول ہیں ' یعنے فقہ کے دور' مذہب اربعہ کا شیوع' اختلاف زمان و مکان سے مسائل فقہی کا بدلتا رہنا' قیاس' اجماع اور عدم اختلاف اجتہاد وغیرہ -

اس کتاب میں سلطنت ٹرکی کی سیاسی حالت کا ذکر بھی آیا ہے - علامہ مصنف نے اس مسئلہ بیان میں ان تمام اعتراضات کی قلعی بھی کھولدی ہے جن کا سنگ بنیاد مہذب یورپ اسپر رکھتا ہے کہ اسلام کا کانسٹی ٹیوشن اس کے تنزل کا باعث ہے ' اور اسی مناسبت سے مصنف نے اس کتاب کو سلطان عبد الحمید خان کے نام قیدکیا تھا -

محض قومی خدمت کی غرض سے اردو زبان میں اس کا ترجمہ کیا گیا ہے - ترجمہ کی خوبی کے بارہ میں صرف اسقدر کہدینا کافی ہے کہ اس کا مترجم موجودہ زمانہ کا وہ مسلم الثبوت انشا پرداز ہے جس کے وجود سے اردو زبان زیردار احسان ہے ' جسکا نام نامی مولوی عبد الحق صاحب بی - اے (علیگ) ہے -

اس کتاب کا ترجمہ کچھ آسان نہیں تھا - کیونکہ گو یہ کتاب انگریزی زبان میں تھی' اور یہ بات ایک معمولی سی معلوم ہوتی ہے ' لیکن اس کو اردو کا جامہ پہنانے کے لیے اسلامی معلومات اور عربیۃ کی سخت ضرورت تھی - کیونکہ اس کتاب میں ہزارہا آیات قرآنی' احادیث' مسائل فقہ' اور سیکڑوں کتب علمیہ عربیہ کے اقتباسات دیے گئے ہیں ' جن کا ترجمہ بغیر اصل کے مقابلہ کیے ہوے نہیں ہوسکتا تھا' اور نہ اصطلاحات عربیہ قائم رہ سکتی تھیں - لہذا اس کتاب کے ترجمہ میں مترجم نے جو جانکاہی و جانفشانی کی ہے وہ بجائے خود ایک مستقل تصنیف کا درجہ رکھتی ہے اور اس لحاظ سے یہ کتاب ان حضرات کو چراغ ہدایت کا کام دیگی جو اعلیٰ درجہ کی کتب علمیہ کا ترجمہ کرنا چاہتے ہوں -

اس محنت کے علاوہ فاضل مترجم نے اصل پر بہت کچھ اضافہ بھی کیا ہے ' یعنے ایک بسیط اور جامع مقدمہ بھی تحریر کیا ہے - جو تین حصوں پر مشتمل ہے :

حصہ اول میں علامہ مصنف کے حالات زندگی قلمبند کیے ہیں' جو بجائے خود ایک نہایت عمدہ اور مفید چیز ہے - اور ان سے یہ سبق ملتا ہے کہ مصنف نے محض اپنی کوشش اور مطالعہ سے یہ علمی پایہ اور مراتب دنیاوی حاصل کیے' جس کی مثال اب تک نئے تعلیم یافتہ لوگوں میں نہیں پیدا ہوئی - گویا مصنف کی سوانح عمری سیلف ہلپ کا ایک کامل نمونہ ہے -

حصہ دوم میں علامہ مصنف کی درسی تصانیف تحقیق الجہاد' ٹرو پراف' کتاب زیر بحث اور دیگر کتب پر ریویو کیا گیا ہے -

حصہ سوم میں فاضل مترجم نے ان آراء و خیالات کو جمع کیا ہے جو مشاہیر عہد اور علماے یورپ نے کتاب ہذا کی نسبت ظاہر کیے تھے ' مثلاً ڈاکٹر ہنٹر' ڈبلیو - سی بلنٹ' مصنف فیوچر آف اسلام ' ڈاکٹر اسپرنگر اور سر سید مرحوم وغیرہ -

ڈاکٹر اسپرنگر اپنے زمانہ کا مشہور عالم شرقیات گزرا ہے ' اس کا خط خصوصیت سے قابل ذکر ہے - یہ خط نہایت دلچسپ اور عالمانہ ہے - اس میں مسلمانوں کے ترقی و تنزل کے اسباب اور ان کے علمی کارناموں پر مفصل بحث کی گئی ہے - یہ خط کتاب کے شایع ہونے کے بعد مصنف کو لکھا گیا تھا - جس میں ان خیالات کی بیحد تعریف کی گئی ہے' جو اس کتاب میں ظاہر کیے گئے ہیں' اور مجبوراً اس کو یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ واقعی مذہب اسلام کے اصول ایسی قوم کی ترقی میں سد راہ نہیں ہو سکتے - بلکہ ناقص تعلیم و تربیت کے مسلمانوں کو اس قعر مذلت میں ڈال رکھا ہے' لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ نصاب تعلیم میں اصلاح کی جائے تاکہ انسانی ترقی کا وہ اعلیٰ مقصد حاصل ہو سکے جو مذہب اسلام کا منشاء ہے - چنانچہ اس نے اس خط میں ایک کورس کا خاکہ بھی پیش کیا ہے ' جس سے مسلمان تعلیم قدیم کو اس تعلیمی انقلاب کے زمانہ میں بہت کچھ مدد مل سکتی ہے - خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ قیام محمڈن یونیورسٹی علیگڈھ کا مسئلہ بھی خواہان قوم کے پیش نظر ہے -

اگرچہ مصنف کا زمانہ کچھ بہت دور نہیں ہے' لیکن اردو خواں پبلک سے اس کا تعارف کرانا ضرور ہے' کیونکہ مصنف اکثر و بیشتر ایسے خیالات انگریزی زبان میں ظاہر کرتے تھے -

اس مختصر ریویو میں مصنف کی علمی اور شخصیت پر مفصل روشنی نہیں ڈالی جاسکتی - کیونکہ وہ ایک ایسا جامع صفات شخص ہے جو اپنے تعارف کے لیے نہایت دقت نظر کا محتاج ہے - تاہم اس کتاب کا پوزیشن بتانے اور پبلک کی واقفیت کے لیے کچھ نہ کچھ لکھنا ضرور ہے -

مصنف مرحوم سر سید مرحوم کے اصحاب میں سب سے زیادہ عالم اور دقیق النظر اور وسیع معلومات کا شخص تھا - لیکن اسی قدر سب سے زیادہ خاموش تھا - اور ہر وقت مطالعہ میں مصروف رہتا تھا - باوجود عالم شرقیات ہونے کے وہ ہمیشہ اپنے خیالات انگریزی زبان میں ظاہر کرتا تھا - اور اس کا ورے سخن ان علماے اقوام غیر کی طرف رہتا تھا جن کا مقصد زندگی یہ تھا کہ مذہب اسلام کو تمام ممکن پہلوؤں سے مورد مطاعن بنایا جائے - لہذا مصنف مرحوم نے بھی اپنا اعلیٰ مقصد زندگی یہ قرار دیا تھا کہ مذہب اسلام کی حمایت میں اپنا دل و دماغ اور جان و مال وقف کردے - جو لوگ انگریزی میں مصنف کی تصانیف تک رسائی رکھتے ہیں وہ اس کے علمی مطمح نظر اور ایثار نفس سے بخوبی واقف ہیں -

اور جانتے ہیں کہ اس نے کس طرح اس علمی میدان میں داد تحقیق دی ہے' اور اپنے مقصد میں نہایتک کامیاب ہوا ہے - اور جس سبحکت پر قلم اٹھایا ہے پھر کسی دوسرے کے لیے اس پر اضافہ کرنے کی بہت کم گنجایش باقی رہی ہے - پبلک کو اس دعوی کا ثبوت کتاب ہذا اور اس کی دوسری تصانیف سے بخوبی مل سکے گا - جب وہ سی مصنف کی دوسری کتاب " تحقیق الجہاد " کو پڑھیگی جو چھپ کر اردو زبان میں تیار ہوگئی ہے اور ۴۱۲ صفحات پر ختم ہوئی ہے' تو مصنف کا علمی پایہ اس صدی کے تمام مسلمان مصنفین سے اعلی و ارفع ثابت ہوگا - افسوس ہے کہ سوائے معدودے چند مضامین مطبوعہ " تہذیب الاخلاق " کے ابھی پبلک کے پاس کوئی اور ایسا معیار نہیں پہنچا جس سے وہ مصنف کو جانچ سکے - لہذا پبلیشر نقاب ہذا (مولوی عبد اللہ خانصاحب کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن) نے ارادہ کیا ہے کہ مصنف مرحوم کے اُن تمام قلمی مسودات کو شایع کردیا جائے جو وہ اس دنیائے فانی میں اپنی ایک لازوال یادگار چھوڑ گیا ہے - یہ رسائل نہایت جستجو سے جمع کیے گئے ہیں جو تقریباً دو ہزار صفحات (۲۰۰۰) تک وسیع ہوں گے - ان میں سے ہر ایک رسالہ ایک بیش بہا علمی خزانہ ہے' اور بالکل نئے نئے سبحکثوں پر اردو زبان میں لکھا گیا ہے - یہ رسائل بعد طبع دنیا کو حیرت میں ڈال دینگے -

کتاب نہایت خوشخط عمدہ کاغذ پر دو حصوں میں چھاپی گئی ہے' اور شائقین کو بقیمت ۳ روپیہ علاوہ محصول ڈاک - مولوی عبد اللہ خاں صاحب بک سیلر اینڈ پبلیشر حیدر آباد دکن کتب خانہ آصفیہ سے مل سکتی ہے - فقط -

۳ - گــلشــن هــنــد

تصنیف میرزا علی دہلوی المتخلص بہ لطف پر

حکیم سید شمس اللہ قادری صاحب نائب اکبر قدیمہ کا زیور

لارڈ وارن ہیسٹنگز گورنر جنرل (سنہ ۱۸۷۳ ع سنہ ۱۸۸۲ ع) کے زمانہ میں نواب علی ابراہیم خان نے گلشن ابراہیم کے نام سے فارسی زبان میں شعرائے ہند کا ایک تذکرہ لکھا تھا - زبان اردو کے مشہور محسن و سرپرست مسٹر جان گلکرسٹ کی فرمایش سے سنہ ۱۸۰۱ میں بعد مارکوئس آف ویلزلی (سنہ ۱۷۹۸ ع - سنہ ۱۸۰۵ ع) میرزا علی لطف نے بہت کچھ اضافہ کے بعد اردو میں اس کا ترجمہ کیا اور گلشن ہند نام رکھا - میرزا علی لطف کے والد میرزا کاظم بیگ اسٹر آباد کے باشندے تھے - سنہ ۱۷۴۱ ع میں نادر شاہ کے ہمراہ دہلی آئے' اور نواب ابو المنصور خاں کے توسط سے شاہی دربار میں ملازمت کرلی - فارسی کے شاعر تھے - ہجری تخلص تھا - میرزا علی لطف دہلی میں پیدا ہوئے اور یہیں نشو و نما پائی - جوانی میں عظیم آباد چلے گئے اور وہاں سے کلکتہ پہونچے - کچھ عرصہ یہاں قیام رہا اس کے بعد حیدر آباد چلے آئے - اس وقت نواب سکندر جاہ (سنہ ۱۷۶۸ ع - سنہ ۱۸۲۸ ع) کی حکومت تھی - نواب اعظم الامرا ارسطو جاہ ان کے وزیر اعظم تھے - ارسطو جاہ نے انھیں اپنے مصاحبین میں شامل کرلیا' اور چار سو روپیہ ماہوار مقرر کردیے - سنہ ۱۸۱۲ ع میں بمقام حیدر آباد میرزا علی لطف کا انتقال ہوا (گلشن ہند - ص - ۱۴۶ - گلشن بے خار - ص - ۱۶۷ - تاریخ گلزار آصفیہ - ص - ۴۵۰) نظام اردو کے بڑا اہم ولی دکھنی سے لیکر سنہ ۱۸۰۱ ع تک جس قدر مشہور شعرا گذرے ہیں' قریب قریب ان تمام کا تذکرہ گلشن ہند میں مندرج ہے - مصنف کے ہر شخص کے ضروری حالات مثلاً خاندان' قوم و وطن' تعلیم و تربیت' تلمذ' اخلاق و عادات' تصنیف و تالیف وغیرہ کا ذکر کیا ہے - اسی کے ضمن میں ہندوستان کے بہت سے تاریخی واقعات بھی لکھدیے ہیں -

اس تذکرہ سے اردو شاعری کی نسبت کئی ایک نئی باتیں معلوم ہوئی ہیں - مشہور محدث شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کی نسبت لکھا ہے کہ آپ اردو کے بھی شاعر تھے' اشتیاق تخلص تھا -

یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فارسی کے مشہور شاعر میرزا عبد القادر بیدل بھی اردو میں شعر کہا کرتے تھے - چنانچہ اُن کے دو بیت بھی گلشن ہند میں منقول ہیں - اس تذکرہ میں بعض ایسے شعراء کا بھی کلام درج ہے جن کا نام تو بہت مشہور ہے' مگر کلام نہیں ملتا - مثنوی سحر البیان کے مصنف میر حسن دہلوی اردو کے بلند پایہ شاعر ہوئے ہیں اس وقت ان کا دیوان ناپید ہے - شمس العلما مولوی محمد حسین آزاد لکھتے ہیں :

" دیوان نہیں ملتا ..... آج یہ نوبت ہے کہ پانچ غزلیں بھی پوری نہ ملیں' جو اس انتخاب میں درج ہوتا - (آب حیات) مولوی صاحب موصوف نے آب حیات میں صرف سوا سو شعر درج کیے ہیں - گلشن ہند میں تین صفحوں پر صرف غزلیات کا انتخاب درج ہے - سید محمد میر اثر کی مثنوی "خواب و خیال" نہایت مشہور ہے' مگر آج تک دیکھنے میں نہیں آئی - گلشن ہند میں اسکا انتخاب بھی درج ہے - میر زا لطف جو کہ بڑے بڑے شعرا میر' انشا' مصحفی' مذنب وغیرہ کے ہم عصر اور صحبت یافتہ تھے' اس لیے ان کے بہت سے ایسے واقعات بھی لکھے ہیں جن کا دوسری تذکروں میں پتہ تک نہیں چلتا - میر تقی کے حالات میں ایک مقام پر لکھا ہے کہ سرکار انگریزی نے کلکتہ فورٹ ولیم میں اردو تذکروں کی تصنیف و تالیف کا محکمہ قائم کیا' تو کرنیل اسکاٹ رزیڈنٹ لکھنو کی وساطت سے میر صاحب کلکتہ بلوائے گئے - مگر بوجہ پیرانہ سالی وہاں نہ جاسکے - یہ ایسا واقعہ ہے جس کو کسی تذکرہ نویس نے نہیں لکھا -

میرزا لطف نے حالات لکھنے میں نہایت صاف بیانی سے کام لیا ہے - بلا کسی رو رعایت کے سچ سچ باتیں بھی لکھ دی ہیں - خان آرزو کے شیخ علی حزیں کے اسلام پر جو نکتہ چینی کی ہے اُس کی نسبت لکھا ہے کہ :

" دیوان شیخ کا دیکھکر بہت سے شعر سقیم ٹھہرائے - چنانچہ وہ سب اعتراض جملہ کرکے ایک رسالہ لسانیا اور اصل کا نام تنبیہ الغافلین رکھا - عوام کی طبیعت تو ان اعتراض سے البتہ تشویش میں پڑتی ہے' نہیں تو صاف فراخ معلوم ہوتی ہے' جب باریک بینوں کی نگاہ اس سے جا اترتی ہے " -

الغرض گلشن ہند شعرائے اردو کا ایک نادر و نایاب اور قابل قدر تذکرہ ہے - سنہ ۱۹۰۶ ع سے پہلے دنیا میں اس کے تین نسخوں کا پتہ معلوم تھا - ایک نسخہ انڈیا آفس لائبریری واقع لندن کا - دوسرا نسخہ پروفیسر گارسن دی تاسی کے کتب خانہ کا - تیسرا نسخہ اودھ کے کتب خانہ شاہی کا - (جو اس وقت انڈیا آفس لائبریری میں شریک کردیا گیا ہے) سنہ ۱۹۰۵ ع کے موسم برسات میں حیدر آباد کی زور موسی اور طغیانی ہوئی' جس کی وجہ سے ہزاروں گھر غرق ہوگئے' لاکھوں کا نقصان ہوا - اسی آفت زدہ کتب خانہ بھی بہہ گیا - اس میں یہ نادر الوجود تذکرہ بھی تھا - مولوی غلام محمد صاحب نے جو آج کل تعلقدار ہیں اُسے خرید لیا - شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی کی نظر سے جب یہ تذکرہ گزرا تو انھیں بدرجہ غایت پسند آیا' اور اسے انجمن ترقی اردو کی طرف سے شائع کرنے کا قصد کیا - لیکن جب انجمن کے پیچ در پیچ دار طرز عمل کی وجہ سے اس کو نہ چھاپ سکے' تو شمس العلماء نے مولوی عبد اللہ خاں کو اس کے شایع کرنے کی رائے دی' اور خود اُس کی تصحیح کی' اور بہت سے حواشی بھی لکھے - کتاب کی ابتدا میں مولوی عبد الحق صاحب بی - اے - سکریٹری انجمن ترقی اردو کے ایک عالمانہ مقدمہ بھی لکھا ہے' جس میں زبان اردو کے نشو و نما کی تاریخ اور اُس کے قدیم تصنیفات کا بیان' تذکرہ ہذا کے خصوصیات' نہایت وضاحت سے بتلائے ہیں -

مولوی عبداللہ خاں نے اس کتاب کو چھپوا کر اردو علم ادب میں ایک قابل قدر اضافہ کیا ہے - امید ہے کہ جو لوگ اردو کی ترقی کے خواہاں ہیں وہ ضرور اس کی اشاعت میں کوشش کرینگے

صفحات (۲۳۳) قیمت صرف ایک روپیہ -

(۴) تحقیق الجہاد نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی مرحوم کی کتاب "کریٹیکل اسپیریشن آف دی پیغمبر جہاد" کا اردو ترجمہ مترجمہ مولوی غلام المحسنین صاحب پانی پتی - علامۂ مصنف نے اس کتاب میں یورپین مصنفین کے اس اعتراض کو رفع کیا ہے کہ " مذہب اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے " فاضل مصنف نے قرآن' حدیث' فقہ اور تاریخ سے عالمانہ اور محققانہ طور پر ثابت کیا ہے کہ جناب رسالت مآب (صلعم) کے تمام غزوات و سرایا و بعوث محض دفاعی تھے' اور ان کا یہ مقصد ہرگز نہ تھا کہ غیر مسلموں کو بزور شمشیر مسلمان کیا جائے - حجم (۴۱۲) صفحات - قیمت ۳ روپے -

(۵) الطارق - شمس العلما مولانا شبلی نعمانی ایم اے کی تصنیف - جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مفصل سوانح عمری اور ان کے ملکی ' مالی ' مذہبی انتظامات اور ذاتی فضل و کمال کا تذکرہ مندرج ہے - قیمت ۳ روپیہ -

(۶) آثار الصنادید - مرحوم سرسید کی مشہور تصنیف جس میں دہلی کی تاریخ اور وہاں کے آثار و عمارات کا تذکرہ مندرج ہے - نامی پریس کانپور کا مشہور ایڈیشن - قیمت ۳ روپیہ -

(۷) مدیسیل جیورس پروڈنس - حضرت مولانا سید علی بلگرامی مرحوم کی مشہور کتاب - یہ کتاب وکلا ' بیرسٹروں اور عہدہ داران پولیس و عدالت کے لئے نہایت مفید و کارآمد ہے - تعداد صفحات (۳۸۰) مطابق مطبع مفید عام آگرہ قیمت سابق ۶ روپے قیمت حال ۳ روپیہ -

(۸) عسام اول قانون - مصنفہ سر ڈیلوو ایچ رنگین ایل - ایل - ڈی کا اردو ترجمہ جو نظام الدین حسن خاں صاحب بی - اے - بی - ایل سابق جج مالگزاری حیدر آباد اور مولوی ظفر علی خاں صاحب بی - اے کی نظر ثانی کے بعد شائع ہوا ہے - مترجمہ مسئلہ مالک شاہ دین شاہ شیخ جج دیوانی آمقیہ - آخر میں اصطلاحات کا فرہنگ انگریزی و اردو شامل ہے - کل تعداد صفحات (۸۰۸) قیمت ۸ روپیہ -

(۹) تمدن ہند - قیمت پچیس روپیہ -

(۱۰) داستان قرطبہ ہند - ۵ جلد فارسی زبان میں - جس میں مسلمانوں کے ابتدائی حملوں سے دولت مغلیہ کے انقراض تک تمام سلاطین ہند کی مفصل حالات مندرج ہیں - اعلیٰ کاغذ پر نہایت خوشخط چھپی ہے حجم (۲۲۵۶) صفحہ - قیمت سابق ۲۰ روپیہ قیمت حال ۶ روپیہ -

(۱۱) الغزالی - مصنفہ مولانا شبلی نعمانی - امام ہمام ابوحامد محمد بن محمد الغزالی کی سوانح عمری اور ان کے علمی کارناموں پر مفصل تذکرہ - حجم (۲۸۴) صفحہ طبع اعلیٰ قیمت ۲ روپیہ -

(۱۲) جنگل میں منگل - انگلستان کے مشہور مصنف اڈیاڈ کپلنگ کی کتاب " دی جنگل بک " کا اردو ترجمہ - مترجمہ مولوی حافظ علی خاں بی - اے - جس میں اودھ سیہلی کی طرز پر حیوانات کی دلچسپ حکایات لکھی گئی ہیں - حجم ۴۶۲ صفحہ قیمت سابق ۴ روپیہ حال دو روپیہ -

(۱۳) ڈرامہ ارسی - سنسکرت کے مشہور ڈراما نویس کالی داس کے ڈراما کی ترجمہ - مترجمہ مولوی عزیز مرزا صاحب بی - اے مرحوم - اس میں مترجم مترجم کے ایک عالمانہ مقدمہ لکھا ہے جس میں سنسکرت ڈراما کی تاریخ اور مصنف ڈراما کے سوانحی حالات مذکور ہیں - قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ -

(۱۴) اسد اللغات - عربی فارسی کے ایک ہزار متداول الفاظ کی فرہنگ اردو میں - حجم ۱۲۲۶ صفحہ - قیمت سابق ۶ روپیہ قیمت حال ۲ روپیہ -

(نوٹ) عربی فارسی الفاظ کے معنی اردو زبان میں لکھے گئے ہیں -

(۱۵) قواعد الصرف - جس میں تذکیر و تانیث کے جامع قواعد لکھے ہیں اور ایک ہزار الفاظ کی تذکیر و تانیث بتلائی گئی ہے - قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ -

(۱۶) دربار اکبری - مولانا آزاد دہلوی کی مشہور کتاب - جس میں اکبر اور اس کے اہل دربار کا تذکرہ مذکور ہے - قیمت ۳ روپیہ -

(۱۷) فغان اولیں - مسٹر شیوستو کی مشہور کتاب " ایلن بلنگ کی پرتشا " کا ترجمہ - حجم (۵۰۰) صفحہ مع ۲۱ تصاویر نگاری - قیمت ۵ روپیہ -

(۱۸) صومعۂ عشق - حضرت امیر مینائی کا مشہور دیوان قیمت ۳ روپیہ

۱۹ - حکمت بالغہ

مولوی احمد مکرم صاحب عباسی چریا کوٹی نے ایک نہایت مفید سلسلہ جدید تصنیفات و تالیفات کا قائم کیا - مولوی صاحب کا مقصود یہ ہے کہ قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کے متعلق آج تک جس قدر دلائل کیے گئے ہیں اُن سب کو ایک جگہ مرتب و مدون کر دیا جائے ' اس سلسلہ کی ایک کتاب موسوم بہ " حکمت بالغہ " تین جلدوں میں چھپ کر تیار ہو چکی ہے -

پہلی جلد کے چار حصے ہیں - پہلے حصہ میں قرآن مجید کی پوری تاریخ ہے جو " اتقان فی علوم القرآن " علامہ سیوطی کے ایک بڑے حصہ کا خلاصہ ہے - دوسرے حصہ میں تواتر قرآن کی بحث ہے اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن مجید جو آنحضرت (صلعم) پر نازل ہوا تھا ' وہ بعینہٖ کسی تحریف یا کمی بیشی کے ویسا ہی موجود ہے ' جیسا کہ نزول کے وقت تھا - اور یہ مسئلہ کل فرقہائے اسلامی کا مسلمہ ہے - تیسرے حصہ میں قرآن کے اسماء و صفات کے نہایت مبسوط مباحث ہیں - جن میں ضمناً بہت سے علمی مضامین پر معرکۃ الآرا بحثیں ہیں - چوتھے حصہ سے اصل کتاب شروع ہوتی ہے - اس میں چند مقدمات اور قرآن مجید کی ایک سو پچیس کوتاہیں ہیں جو پوری ہو چکی ہیں - پچیس کوتاہیوں کے ضمن میں علم الکلام کے بہت سے مسائل حل کیے گئے ہیں ' اور فلسفۂ جدیدہ جو کہ اعتراضات قرآن مجید اور اسلام پر کرتا ہے ان پر تفصیلی بحث کی گئی ہے -

دوسری جلد ایک مقدمہ اور دو بابوں پر مشتمل ہے - مقدمہ میں نبوت کی مکمل اور نہایت محققانہ تعریف کی گئی ہے - آنحضرت صلعم کی نبوت سے بحث کرتے ہوئے آپ خاتم النبیین کی عالمانہ تفسیر کی ہے - پہلے باب میں رسول عربی صلعم کی ان معرکۃ الآرا پیشین گوئیوں کو مرتب کیا ہے جو کتب احادیث کی تدوین کے بعد پوری ہوئی ہیں ' اور اب تک پوری ہوتی جاتی ہیں - دوسرے باب میں ان پیشین گوئیوں کو لکھا ہے جو قدیم کتب احادیث سے پہلے ہو چکی ہیں - اس باب سے آنحضرت صلعم کی صداقت پوری طور سے ثابت ہوتی ہے -

تیسری جلد میں فاضل مصنف نے عقل و نقل اور علمائے یورپ کے مستند اقوال سے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلعم اُمی تھے ' اور آپ کو لکھنا پڑھنا کچھ نہیں آتا تھا - قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کے نو عقلی دلیلیں لکھی ہیں - یہ عظیم الشان کتاب اسی پر آشوب زمانہ میں جب کہ ہر طرف سے مذہب اسلام پر نکتہ چینی ہو رہی ہے ' ایک عمدہ ہادی اور رہبر کا کام دے گی - عبارت نہایت سلیس اور دل چسپ ہے ' اور زبان اردو میں اس کتاب سے ایک بہت قابل قدر اضافہ ہوا ہے - تعداد صفحات ہر سہ جلد (۱۰۶۴) کتابی چھپائی و کاغذ عمدہ ہے قیمت ۵ - روپیہ -

۲۰ - نعمت عظمیٰ

امام عبد الوہاب شعرانی کا نام نامی ہمیشہ اسلامی دنیا میں مشہور رہا ہے - آپ دسویں صدی ہجری کے مشہور ولی ہیں - " لواقح الانوار " صوفیائے کرام کا ایک مشہور تذکرہ آپ ہی کی تصنیف ہے - اس تذکرے میں اولیاء فقراء اور مجاذیب کے احوال و اقوال اس طرح درج کیے ہیں کہ ان کے مطالعہ سے اصلاح دل ہو ' اور عادات و اخلاق درست ہوں ' اور صوفیائے کرام کے بارے میں احسن سوء ظن سے محفوظ رہے - یہ لاجواب کتاب عربی زبان میں تھی - ہمارے محترم دوست مولوی سید عبد الغنی صاحب واقفی کے جو اعلیٰ درجہ کے ادیب ہیں اور علم تصوف سے خاص طور پر دل چسپی رکھتے ہیں اس کتاب کا ترجمہ نعمت عظمیٰ کے نام سے کیا ہے - اس کے چھپنے سے اردو زبان میں ایک قیمتی اضافہ ہوا ہے - تعداد صفحات ہر دو جلد (۷۲۶) خوشخط کاغذ اعلیٰ قیمت ۵ - روپیہ -

(نوٹ ۱) ایک روپیہ فی جلد کے حساب سے ہر کتاب کی عمدہ جلد بن سکتی ہے -

(نوٹ ۲) کل کتابوں کا محصول ڈاک وغیرہ ذمۂ خریدار ہوگا -

المشتہر عبد اللہ خان بک سیلر اینڈ پبلیشر کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد - دکن

جسکا درد وهي جانتا هے ، دوسرا کیونکر جان سکتا هے

یہ سخت سردي کے موسم میں قندرست انسان کا جان بلب هو رها هے - سردي هٹانے کیلیے کلئے بلندوبست کیے جاتے هیں - لیکن افسوس بدقسمتي سے دمہ کے مریض نا قابل برداشت تکلیف سے بہت هي پریشان هوتے هیں ' اور رات و دن سانس پھولنے کیوجہ سے دم نکلے جاتے هیں ' اور نیند تک حرام هو جاتي هے - دیکھیے ! آج اونکو کسقدر تکلیف هے - لیکن افسوس هے کہ اس لا علاج مرض کي بازاري دوا زیادہ تر نکھمي اشیاء اور دھتورہ ' بھنگ ' بلا قرنا ' پوتاس ' اسے اور ڈاتڈ ' دیکر بنتي هے - اسلیے فائدہ هونا تو درکنار مریض بے موت مارا جاتا هے - ڈاکٹر برمن کي کیمیائي اصول سے بني هوئي دمہ کي دوا ایک انمول جوهر هے یہ صرف همارى هي بات نہیں هے بلکہ هزاروں مریض اس مرض سے شفا پاکر مداح هیں - آپ بہت خرچ کیا هوگا - لیکن ایک مرتبہ اسے بھي آزمالیں - اسمیں نقصان نہیں - قیمت ایک روپیہ چار آنہ في شیشي - محصولڈاک ۵ آنہ - اس دوا کي دو خاص فوائد هیں - (۱) ایک خوراک میں دمہ دبتا هے - (۲) اور اچھا روز کے استعمال سے جڑ سے چلا جاتا هے اور جبتک استعمال میں رهے دورہ نہیں هوتا هے -

ڈاکٹر ایس کے برمن - نمبر ۵۵ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

ترجمہ تفسیر کبیر اردو

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کبیر دو جلد کی کتاب ہے جس کا اندازہ ارباب فن ہی خوب کر سکتے ہیں اگر آج یہ تفسیر موجود نہ ہوتی تو صد ہا مباحث و مطالب عالیہ تک جو ہماری معلومات سے بالکل مفقود ہو جاتے ۔ پچھلے دنوں ایک فیاض صاحب در مسلمان نے صرف کثیر کر کے اسکا اردو ترجمہ کرایا تھا ، ترجمہ کے متعلق اڈیٹر الہلال کی رائے ہے کہ وہ نہایت سلیس و سہل اور خوش اسلوب و دلچسپ ترجمہ ہے ۔

طباعت اور چھپائی بھی بہترین درجہ کی ہے ۔ جلد اول کے کچھ نسخہ دفتر البلاغ میں بغرض فروخت موجود ہیں پہلے قیمت دو روپیہ تھی اب بغرض نفع عام ایک روپیہ آٹھ آنہ کر دی گئی ہے ۔

تمام درخواستیں : منیجر البلاغ کلکتہ کے نام آئیں

نوادر آثار مطبوعات قدیمہ ہند

تاریخ هندوستان

ترجمہ فارسي " هسٹري آف انڈیا " مصنفہ مسٹر جان مارشمن

مطبوعۂ قدیم کلکتہ سنہ ۱۸۵۹

هندوستان کي دانشوروں کے لکھنے میں جن انگریز مصنفین نے جانکاہ محنتیں کي هیں ' اُن میں مسٹر جان سي مارشمن کا نام خصوصیت کے ساتھہ قابل ذکر هے - اسکا نہایت سلیس و قدیم فارسي ترجمہ مولوي عبدالرحیم گورنمنٹ اوري نے کیا تھا ' اور بحکم لارڈ کیننگ پرنس بہرام شاہ نبیرۂ سلطان ٹیپو مرحوم و مغفور کے نہایت اهتمام و تکلف سے طبع کرایا تھا اس کتاب کي ایک بڑي خوبي اسکي خاص طرح کي چھپائي بھي هے - یعني چھپي تو هے ٹائپ میں ' لیکن ٹائپ برخلاف عام ٹائپ کے بالکل استعلیق خط کا هے - کاغذ بھي نہایت اعلیٰ درجہ کا لگایا گیا هے - علاوہ مقدمہ و فہرست کے اصلي کتاب ۴۰۴ صفحوں میں ختم هوئي هے - چند نسخے موجود هیں - قیمت مجلد ۳ - روپیہ -

تمام درخواستیں : " منیجر البلاغ " کلکتہ کے نام آئیں -

تیل کا مصرف اگر صرف بالوں کو چکنا هي کرنا هے تو اسکام کے لیے بہت سے قسم کے تیل اور چکني اشیا موجود هیں ' اور جب تہذیب و شایستگي ابتدائي حالت میں تھي تو تیل ' چربي ' مسکہ ' گھي اور چکني اشیا کا استعمال ضرورت کے لیے کافي سمجھا جاتا تھا - مگر تہذیب کي ترقي نے جب سب چیزوں کي کاٹ چھانٹ کي تو تیلوں کو پھولوں یا مصالحوں سے بساکر معطر و خشبو دار بنایا گیا ' اور ایک عرصہ تک لوگ اسي ظاهري تکلف کے دلدادہ رهے - ایکن سائینس کي ترقي نے آج دل کے زمانہ میں محض نمود اور نمایش کو فکما ثابت کر دیا هے ' اور عالم متمدن نمود کے ساتھہ فائدے کا بھي جویاں هے - بنابریں هم نے سالها سال کي کوشش اور تجربے سے هر قسم کے دیسي و ولایتي تیلوں کو جانچکر " مرهني لسم تیل " تیار کیا هے - اسمیں نہ صرف خوشبو سازي هي سے مدد لي هے ' بلکہ موجودہ سائنٹیفک تحقیقات سے بھي جسکے بغیر آج مہذب دنیا کا کوئي کام چل نہیں سکتا - یہ تیل خالص نباتاتي تیل پر تیار کیا گیا هے ' اور اپني نفاست اور خوشبو کے دیرپا هونے میں لاجواب هے - اسکے استعمال سے بال خوب گھنے اُگتے هیں - جڑیں مضبوط هوجاتي هیں اور قبل از وقت بال سفید نہیں هوتے - درد سر ' نزلہ ' چکر ' اور دماغي کمزوریوں کے لیے از بس مفید هے - اسکي خوشبو نہایت خوشگوار دل آویز هوتي هے ' نہ تو سردي سے جمتا هے اور نہ عرصہ تک رکھنے سے سوتا هے -

تمام دوا فروشوں اور عطر فروشوں کے هاں سے مل سکتا هے
قیمت في شیشي ۱۰ - آنہ علاوہ محصول ڈاک -

مسیحا انٹي ملریا میکسچر
اکسیر دافع بخار هر قسم

همنے خالق الله کي ضروریات کا خیال کرنے اس عرق کو سالها سال کي کوشش اور صرف کثیر کے بعد ایجاد کیا هے ' اور فروخت کرنے کے قبل بذریعہ اشتہارات عام طور پر هزارها شیشیاں مفت تقسیم کردي هیں تاکہ اسکے فوائد کا پورا اندازہ هوجاے - مقام مسرت هے کہ خدا کے فضل سے هزاروں کي جانیں اسکي بدولت بچي هیں ' اور هم دعوے کے ساتھہ کہہ سکتے هیں کہ همارے عرق کے استعمال سے هر قسم کا بخار یعني پرانا بخار ' موسمي بخار ' باري کا بخار ' پھر کر آنے والا بخار ' اور وہ بخار جسمیں زرد جگر اور طحال بھي لاحق هو ' یا وہ بخار جسمیں مثلي اور خسرہ بھي آتي هو - سردي سے هو یا گرمي سے ' جنگلي بخار هو ' یا بخار میں درد سر بھي هو ' کالا بخار ' یا آسامي هو ' زرد بخار هو ' بخار ساتھہ گلٹیاں بھي هوگئي هوں ' اور اعضا کي اعزازي کي وجہ سے بخار آتا هو ان سب کو بحکم خدا دور کرتا هے - اگر شفا پانے کے بعد بھي استعمال کیجاے تو پھوک بڑھ جاتي هے ' اور تمام اعضا میں خون صالح پیدا هونے کي وجہ سے ایک قسم کا جوش اور بدن میں چستي و چالاکي آجاتي هے - نیز اسکي سابق تندرستي از سر نو آجاتي هے - اگر بخار نہ آتا هو اور هاتھہ پیر ٹوٹتے هوں ' بدن میں سستي اور طبیعت میں کاهلي رهتي هو - کام کرنے کو جي نہ چاهتا هو - کھانا دیر سے هضم هوتا هو - تو یہ تمام شکایتیں بھي اسکے استعمال کرنے سے رفع هو جاتي هیں ' اور چند روز کے استعمال سے تمام اعصاب مضبوط اور قوي هو جاتے هیں -

قیمت بڑي بوتل - ایک روپیہ چار آنہ - چھوٹي بوتل بارہ آنہ
پورے ترکیب استعمال بوتل کے همراہ ملتا هے

المشتہر و پروپرائٹر

ایچ - ایس - عبد الغني کیمسٹ - ۲۲ و ۷۳
کولو ٹولہ اسٹریٹ - کلکتہ

البیان

فی

مقاصد القرآن

هـذا بیان للناس و هدی و موعظة للمتقین (۳ : ۳۳)

یعنی قرآن حکیم کی مفصل تفسیر، اثر خامه اڈیٹر الهلال

اس تفسیر کے متعلق صرف اسقدر ظاهر کردینا کافی هے که قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اوسکی محیط الکل معلمانه کلمرة کا موجوده دور جس قلم کے فیضان سے پیدا هوا هے، یه اسی قلم سے نکلی هوئی مفصل اور مکمل تفسیر القرن هے !

یه تفسیر موزوں کتابی تقطیع پر چهپنا شروع هوگئی هے - هر مهینے کے وسط میں اسکے کم سے کم ۶۴ اور زیاده سے زیاده ۱۰۰ صفحے اعلی درجه کے ساز و سامان طباعة کے ساتهه شائع هوتے رهینگے - اس سلسلے کا پهلا نمبر جسمیں نصف حصه مقدمهٔ تفسیر اور نصف سورهٔ فاتحه کی تفسیر کا هوگا، انشاء الله عنقریب شائع هوجائیگا - قیمت سالانه قبل از اشاعت چار روپیه - بعد کو پانچ - روپیه -

ایجئے ! مزیدار مٹهائی کهائیے

Phone No. 241. Calcutta.

ٹیلیفون نمبر ۲۴۱ کلکته

جاپان کے مشهور و معروف کارخانے کی مٹهائیاں اب هندوستان میں بهی میسر هونے لگیں -

موریناگا کمپنی جاپان میں سب سے بڑی مٹهائی بنانے والی کمپنی هے -

THE MORINAGA CONFECTIONERY, Co., LTD. JAPAN.

ان مٹهائیوں میں ایسی کوئی چیز نهیں جو مذهب کے خلاف هو -

صرف دودهه اور میوهجات کے جوهر سے بنائی گئی هیں - اسمیں کوئی جزو کسی چیز کے بیکار اور بے اثر حصے کا نهیں لیا جاتا -

بچوں کیلئے نهایت ضروری چیز هے - اندر اور خرش ذائقه هونے کے علاوه مفید صحت و توانائی بهی هے -

اور هر شخص اسے ذوق و رغبت سے کهانا چاهتا هے -

باوجود ان تمام خوبیوں کے اس کی قیمت بهت هی کم رکهی گئی هے -

یه مٹهائیاں تمام هندوستان میں نهایت کثرت سے بکتی هیں -

کم سے کم ایک مرتبه تو منگواکر تجربه کیجیے !!

Sole Agents for India :—

BESSHO & Co. 111, Radha Bazar Street, Calcutta. & Hornby Road, Bombay.

هندوستان کے واسطے سول ایجنٹ :—

بیشو اینڈ کمپنی نمبر ۱۱۱ - رادها بازار اسٹریٹ - کلکته - و هارن بی روڈ - بمبئی -

Printed & Published by Q. Ahmad at the AL-BALAGH P[illegible] 46, Ripon [illegible]

۸۹۱۶۴۳۰۵ — ایسلد غ —

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائیگا۔